شرح ابوداؤد شریف

جلد 6

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

اَدام اللہ تعالیٰ معالیہ و بارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
مقدمہ رضویہ	۲۱	مردار کا معنی اور اس کے شرعی احکام	۳۶
کِتَابُ الضَّحَایَا		خون کے شرعی احکام	۳۷
یہ کتاب قربانی کے بیان میں ہے	۲۲	خنزیر کے نجس اور حرام ہونے کا بیان	۳۸
ذبح کے معنی ومفہوم کا بیان	۲۲	''ما اهل لغیر اللہ بہ'' کا معنی اور اس کے شرعی احکام	۳۹
قربانی کی تعریف	۲۲	''المنخنقۃ'' کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۴۰
قربانی شریعت کی اصطلاح میں	۲۲	''الموقوذۃ'' کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۴۱
ذبح کرنے کا طریقہ	۲۳	''المتردیۃ'' کا معنی اور اس کا شرعی مفہوم	۴۲
قربانی کی حقیقت قرآن کریم کی روشنی میں	۲۳	''النطیحۃ'' کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۴۲
قربانی احادیث مبارکہ کی روشنی میں	۲۵	جس جانور کو درندے نے کھالیا ہو اس کا شرعی حکم	۴۲
قربانی کا فلسفہ	۲۸	''الا ما ذکیتم'' کے مستثنیٰ منہ کا بیان	۴۲
قربانی کی حقیقت	۲۸	نصب کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۴۳
قربانی کی اصل حکمت وفلسفہ	۲۹	ازلام کا معنی	۴۴
قربانی کی دو اقسام کا بیان	۲۹	مشروعیت قربانی سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان	۵۹
قربانی کے احکام ومسائل	۲۹	بچے کے مال سے زکوٰۃ و قربانی کرنے میں مذاہب اربعہ	۵۹
قربانی کی فضیلت واہمیت	۳۰	باب: قربانی کے واجب ہونے کے بارے میں جو منقول ہے	۶۱
قربانی کس پر واجب ہے	۳۱	قربانی واجب ہے	۶۱
قربانی کرنے والے کی شرائط	۳۱	(2) قربانی کس پر واجب ہے؟	۶۳
ذبح کا مسنون طریقہ	۳۲	(3) قربانی کا نصاب	۶۴
ذبح کے وقت کی دعا	۳۳	قربانی کے واجب ہونے کا بیان	۶۴
ذبح کرنے کے بعد کی دعا	۳۳	ہلال ذوالحج دیکھتے ہی ناخن وغیرہ نہ کٹوانے کا بیان	۶۶
حرام جانوروں اور خون وغیرہ کے حرام ہونے کا بیان	۳۶	قربانی اور عبادت کا بیان	۶۷

عنوان	صفحہ
قربانی کی تعریف	۶۹
قربانی کا حکم	۶۹
قربانی کی اہمیت	۶۹
وجوب کی بنیادی شرائط	۷۰
باب: میت کی طرف سے قربانی کرنا	۷۰
باب: جو شخص قربانی کرنا چاہتا ہو، اس کا (ذوالحج کے پہلے) عشرہ میں بال کاٹنا	۷۰
باب: کون (سے جانوروں کی) قربانی مستحب ہے	۷۱
ربانی کے جانور:	۷۲
(5) جانور کی عمر:	۷۴
قربانی کا جانور کیسا ہونا چاہئے	۷۵
قربانی کے ایام تین ہونے کا بیان	۷۶
قربانی کے لئے چار دنوں میں بحث کا بیان	۷۷
قربانی چار دن والی روایت کے منقطع ہونے کا بیان	۷۸
قربانی کے تین دن ہونے میں آثار کا بیان	۷۹
باب: کتنی عمر کے جانور کی قربانی جائز ہے	۸۰
مسنہ سے متعلق اہل لغت کا بیان	۸۰
مسنہ سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان	۸۱
جذعہ سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان	۸۲
جذعہ سے متعلق اہل لغت کا بیان	۸۲
باب: کون سے (جانوروں کی) قربانی مکروہ ہے	۸۴
باب: گائے اور اونٹ کی قربانی، کتنے لوگوں کی طرف سے ہو سکتی ہے؟	۸۶
گائے و اونٹ میں سات آدمیوں کی شرکت پر مذاہب فقہاء	۸۷
امام مالک کے نزدیک ایک بکری کا گھر والوں کی جانب سے قربان کرنے کا بیان	۸۸
ایک قربانی کا ایک فرد کی جانب سے ہونے میں فقہی مذاہب	۸۸
باب: ایک بکری کو چند لوگوں کی طرف سے قربان کرنا	۸۸
باب: امام کا عیدگاہ میں قربانی کرنا	۸۹
باب: قربانی کا گوشت (سنبھال کر) رکھ لینا	۸۹
باب: مسافر کا قربانی کرنا	۹۲
باب: جانوروں کو باندھ کر مارنے کی ممانعت اور ذبیحہ کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا	۹۲
ذبیحہ کے حلال ہونے میں ذبح شرط ہونے کا بیان	۹۳
ذبح کی اقسام کا بیان	۹۳
ذبح اختیاری کی تعریف	۹۳
ذبح اضطراری کی تعریف	۹۳
ذبح کے لیے تذکیہ کی شرط کا بیان	۹۳
گردن کی رگوں کو کاٹنے میں مذاہب اربعہ	۹۴
باب: اہل کتاب کے ذبیحہ (کا حکم؟)	۹۵
کتابی کے ذبیحہ ہونے میں شرعی حکم کا بیان	۹۵
یہودی کا ذبیحہ جائز ہونے کی شرائط	۹۶
اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت میں تحقیقی بیان	۹۶
اہل کتاب کی تعریف اور ان کے ذبیحہ کی تحقیق	۱۰۲
اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح ناجائز ہونے کی وجہ	۱۰۴
اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح حلال ہونے کی وجہ	۱۰۴
آزاد اور پاک دامن عورتوں کی تخصیص کی وجہ	۱۰۵
جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کے متعلق مذاہب فقہاء	۱۰۶
امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل	۱۰۶
حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم	۱۰۷
حلال ذبیحوں سے متعلق احکام کا بیان	۱۰۸
ترک تسمیہ میں سہو کی صورت حلت و حرمت پر اختلاف ائمہ اربعہ	115

عنوان	صفحہ
باب: بدوی لوگ، ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کے طور پر جو جانور قربان کرتے ہیں اسے کھانے (کا حکم؟)	۱۱۷
باب: پتھر کے ذریعے ذبح کیا جانے والا جانور	۱۱۷
باب: (بلندی سے) گرنے والے جانور کو ذبح کیا جانا	۱۱۹
باب: ذبح کرنے میں مبالغہ کرنا	۱۲۰
باب: (جانور کے) پیٹ میں موجود بچے کو ذبح کرنے (کا حکم؟)	۱۲۰
پیٹ میں موجود بچے کو ذبح کرنے سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان	۱۲۱
باب: ایسے گوشت کو کھانے کا حکم کیا ہے؟ جس کے بارے میں یہ پتہ نہ کہ	۱۲۱
ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا تھا، یا نہیں؟	۱۲۱
باب: عتیرہ کا بیان	۱۲۲
باب: عقیقہ کا بیان	۱۲۳
عقیقہ کے متعلق احادیث، آثار اور اقوال تابعین کا بیان	۱۲۷
عقیقہ کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۱۳۰
عقیقہ کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۱۳۰
عقیقہ کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۱۳۱
عقیقہ کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۱۳۲
عقیقہ کے متعلق احکام شرعیہ اور مسائل	۱۳۲
عقیقہ کو منسوخ قرار دینے کے دلائل پر بحث ونظر	۱۳۳
امام احمد رضا کا احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھنا	۱۳۴
كِتَابُ الصَّيْدِ	
یہ کتاب شکار کے بیان میں ہے	۱۳۵
صید کی تعریف	۱۳۵
صید کے شرائط	۱۳۶
صید کے احکام	۱۳۶
باب: شکار وغیرہ کے لیے کتا رکھنا	۱۳۷
کتوں کو مارنے سے متعلق حکم وعلل کا بیان	۱۳۸
سیاہ کتوں کو مار دینے کا بیان	۱۳۹
باب: شکار کرنے (کے احکام)	۱۴۱
باب: جب شکار کا کوئی ایک حصہ کاٹ لیا جائے؟	۱۴۶
باب: شکار کا پیچھا کرنا	۱۴۷
كِتَابُ الْوَصَايَا	
یہ کتاب وصیتوں کے بیان میں ہے	۱۴۹
وصایا کے معنی ومفہوم کا بیان	۱۴۹
باب: وصیت کا حکم دینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے	۱۴۹
وصیت واجب نہیں بلکہ مستحب ہوتی ہے	۱۵۰
باب: وصیت کرنے والے کیلئے اپنے مال کے حوالے سے کیا بات جائز نہیں ہے	۱۵۲
تہائی میں وصیت کے جواز کا بیان	۱۵۳
حالت مرض میں وصیت کا بیان	۱۵۳
ورثاء کا مورث کے بعد تہائی سے زائد کی اجازت دینے کا بیان	۱۵۵
تہائی مال سے وصیت کرنے کا بیان	۱۵۵
باب: صحت کے عالم میں صدقہ کرنے کی فضیلت	۱۵۶
باب: وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانے کا مکروہ ہونا	۱۵۷
وصیت کی مختلف قسمیں ہیں	۱۵۸
دین محیط کے سبب وصیت کے عدم جواز کا بیان	۱۵۹
باب: وصیت میں شامل ہونا (وصی بننا)	۱۵۹
باب: والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کے حکم کا منسوخ ہونا	۱۶۰
باب: وارث کیلئے وصیت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے	۱۶۰
وارث کیلئے وصیت کے عدم جواز کا بیان	۱۶۰
باب: یتیم کو کھانے میں ساتھ ملا لینا	۱۶۲

عنوان	صفحہ
یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا	۱۶۳
یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کے متعلق بہت سخت وعید ہے	۱۶۳
باب: یتیم کے والی کو کس حد تک یتیم کا مال استعمال کرنا جائز ہے	۱۶۴
باب: یتیمی کب ختم ہوتی ہے	۱۶۴
باب: یتیم کا مال کھانے کی (شدید مذمت کا بیان)	۱۶۴
باب: اس بات کی دلیل کہ کفن بھی تمام مال کے ساتھ شامل ہوگا	۱۶۵
باب: کوئی شخص جب کوئی چیز ہبہ کرے اور پھر اسی چیز کی اس شخص کیلئے	۱۶۶
وصیت کردی جائے یا وہ اس کا وارث بن جائے	۱۶۶
باب: کسی شخص کا کسی چیز کو وقف کرنا	۱۶۶
وقف کی تعریف	۱۶۸
وقف کا حکم کا بیان	۱۶۸
وقف کی شرائط کا بیان	۱۶۹
وقف کے الفاظ کی اقسام	۱۶۹
وقف صحیح ہونے کی شرائط کا بیان	۱۷۰
موت کے وقف کو معلق کرنے کا بیان	۱۷۲
ایک تہائی پر وقف کے اطلاق کا بیان	۱۷۲
باب: میت کی طرف سے صدقہ کرنا	۱۷۴
مومن کے عمل کا اجر وثواب	۱۷۴
ایصال ثواب اور اس کے اغراض	۱۷۵
ایصال ثواب کے مختلف طریقے	۱۷۵
ایصال ثواب کے لیے قرأت قرآن	۱۷۶
ان چیزوں کا ذکر جو میت کو اس کی موت کے بعد پہنچتی ہیں	۱۷۷
صدقہ وغیرہ کے فضائل	۱۷۷
باب: جو شخص وصیت کئے بغیر مر جائے کیا اس کی طرف سے	
صدقہ کیا جاسکتا ہے	۱۷۸
باب: حربی کی وصیت، جبکہ اس کا ولی مسلمان ہو چکا ہو تو کیا	۱۷۹

عنوان	صفحہ
اس ولی کیلئے لازم ہوگا کہ وہ اس وصیت کو نافذ کرے	۱۷۹
باب: جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ اس کے ذمے قرض ہو	
اور اس کے پاس اس کی ادائیگی	۱۷۹
کیلئے مال ہو تو اس کے قرض خواہ انتظار کرینگے اور وارثوں کے	
ساتھ نرمی سے بات کریں گے	۱۷۹
میت کے قرض کے وجوب ادا کا بیان	۱۸۰
مقروض کو مہلت دینے کا بیان	۱۸۰
کِتَابُ الْفَرَائِض	
یہ کتاب وراثت کے بیان میں ہے	۱۸۲
باب: علم وراثت کی تعلیم دینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے	۱۸۲
علم میراث کے معنی ومفہوم کا بیان	۱۸۳
علم میراث کی اہمیت	۱۸۳
بے سر کے ٹوپی	۱۸۴
سر جس میں چہرہ ہی نہیں	۱۸۴
باتیں کرنا	۱۸۴
جنت سے محروم	۱۸۴
دوزخ میں داخلہ	۱۸۴
بھوکا	۱۸۵
ورثاء اور ان کے حصوں کا بیان	۱۸۶
وراثت سے متعلق بعض فقہی اصطلاحات کا بیان	۱۸۶
جد صحیح	۱۸۶
جد رحمی (جد فاسد)	۱۸۶
جدہ صحیحہ	۱۸۶
ذوی الفروض	۱۸۶
ذوی الفروض نسبی وسببی	۱۸۶
اولاد کی تشریح	۱۸۷
عول (تنگی)	۱۸۷

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
عصبات:	۱۸۷	باب: کلالہ کا بیان	۱۹۵
ردّ (لوٹانا)	۱۸۷	وراثت کلالہ سے متعلق احادیث وآثار کا بیان	۱۹۵
سہام (اکائیاں)	۱۸۸	کلالہ کا حکم	۱۹۶
تصحیح	۱۸۸	کلالہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیق	۱۹۷
تصحیح کا طریقہ	۱۸۸	کلالہ کے متعلق تفصیلی علم	۲۰۰
ذوی الفروض میں میراث کی تقسیم	۱۸۸	نرینہ اولاد ہو تو بہن کو میراث نہیں ملتی	۲۰۱
کتاب اللہ میں مقررہ حصوں کا بیان	۱۸۹	باب: جس (میت کی) اولاد نہ ہو اور (تین یا زیادہ) بہنیں ہوں	۲۰۲
اصحاب فروض کے حصوں میں کمی وبیشی کی ممانعت کا بیان	۱۹۰	شوہر اور بیوی کے احوال	۲۰۳
خاوند کی دو حالتوں کا بیان	۱۹۰	کلالہ کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق	۲۰۴
باپ کی تین حالتوں کا بیان	۱۹۰	آیت مذکورہ میں بھائی بہن سے اخیافی بھائی بہن مراد ہونے	
دادا کی تین حالتوں کا بیان	۱۹۱	پر دلائل	۲۰۶
مادری بہن بھائی کے حصوں کا بیان	۱۹۱	عصبہ اور کلالہ کی وضاحت / مسائل وراثت	۲۰۷
بیوی کے دو احوال کا بیان	۱۹۱	باب: صلبی اولاد کی وراثت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے	۲۱۱
ماں کے تین احوال کا بیان	۱۹۱	مسئلہ حماریہ	۲۱۶
دادی ونانی صحیحہ کے احوال کا بیان	۱۹۲	باب: دادی (یا نانی) کا حکم	۲۱۹
بیٹی کے تین احوال کا بیان	۱۹۲	باب: دادا کی میراث کے بارے میں جو کچھ منقول ہے	۲۲۰
پوتی کے پانچ احوال کا بیان	۱۹۳	میراث میں دادا کے لیے چھٹا حصہ ہونے کا بیان	۲۲۱
حقیقی بہن کے پانچ احوال کا بیان	۱۹۳	پوتے کی وراثت سے متعلق مختلف ابحاث کا بیان	۲۲۱
پدری بہن کے چھ احوال کا بیان	۱۹۳	یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ	۲۲۳
عصبات سے متعلق احکام میراث کا بیان	۱۹۴	باب: عصبہ کی میراث کا حکم	۲۲۶
عصبہ کی تعریف	۱۹۴	ذوی الفروض اور عصبات میں اختلاف مذاہب اربعہ	۲۲۶
عصبہ کی اقسام کا بیان	۱۹۴	باب: ذوی الارحام کی میراث کا حکم	۲۲۷
عصبہ نسبی	۱۹۴	للذكر مثل حظ الانثيين کا آسان طریقہ	۲۲۷
عصبہ بنفسہ کا بیان	۱۹۴	باب: لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث کا حکم	۲۳۰
عصبہ بغیرہ کا بیان	۱۹۴	باب: کیا مسلمان 'کافر کا وارث بنے گا؟	۲۳۲
عصبہ مع غیرہ کا بیان	۱۹۴	باب: جو میراث (کی تقسیم ہو جانے کے بعد) مسلمان ہوا ہو	۲۳۳
عصبہ سببی کا بیان	۱۹۵	باب: ولاء کا بیان	۲۳۴

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
ولاء کی لغوی تشریح کا بیان	۲۳۴
ولاء سے متعلق حکم میراث کا بیان	۲۳۶
باب: ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا	۲۳۷
باب: ولاء کو فروخت کرنا	۲۳۸
ہبہ کی لغوی واصطلاحی تعریف کا بیان	۲۳۹
ہبہ کے ارکان وشرائط	۲۳۹
ہبہ کے شرائط	۲۴۰
ہبہ کے احکام	۲۴۰
باب: جب نومولود بچہ چیخ کر رونے کے بعد انتقال کر جائے (تو اس کی میراث کا احکام)	۲۴۱
۱۔ نومولود کی مبارکباد دینا	۲۴۱
۲۔ نومولود کے کان میں اذان دینا	۲۴۲
۳۔ نومولود کو گھٹی دینا اور اس کے لیے خیر و برکت کی دعاء کرنا	۲۴۲
۴۔ نومولود کا عقیقہ کرنا	۲۴۲
کیا ذبح کریں نر یا مادہ؟	۲۴۴
۵۔ نومولود کے سر کے بال مونڈوانا	۲۴۴
۶۔ ختنہ کرنا	۲۴۵
ختنہ کروانے کی عمر کیا ہے؟:	۲۴۵
۷۔ نومولود کا نام رکھنا	۲۴۵
۳۔ انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کے نام پر نام رکھنا	۲۴۶
باب: رشتہ داروں کی میراث کے ذریعے باہمی بھائی چارے کی میراث کا منسوخ ہونا	۲۴۷
عہد رسالت ﷺ میں مومنین کی چار قسمیں	۲۵۳
مہاجرین اولین کی دیگر مہاجرین اور انصار پر فضیلت	۲۵۳
مہاجرین اور انصار کے درمیان پہلے وراثت کا شروع پھر منسوخ ہونا	۲۵۵
ولایت کا معنی	۲۵۶
کفار سے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے دار الحرب کے مسلمانوں کی مدد نہ کرنا	۲۵۶
مہاجرین اور انصار کی تعریف وتوصیف	۲۵۸
باب: حلف (کسی کو اپنا حلیف قرار دینا) کا بیان	۲۵۹
منہ بولے بیٹے کی وراثت وغیرہ کا بیان	۲۵۹
باب: عورت کا اپنے شوہر کی دیت میں وارث ہونا	۲۶۰
كِتَابُ الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ	
کتاب: خراج، فئے اور امارت سے متعلق روایات	۲۶۲
خراج کے معنی ومفہوم کا بیان	۲۶۲
امارت کے مفہوم کا بیان	۲۶۲
فئے کا لغوی اور شرعی معنی	۲۶۳
مال غنیمت اور مال فئے کو کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کو دینے کی وجہ	۲۶۴
مال غنیمت اور مال فئے کا فرق	۲۶۵
قرآن مجید سے اموال فئے کے وقف ہونے پر دلائل	۲۶۶
باب: رعایا کے کون سے حقوق حکمران پر لازم ہیں؟	۲۶۶
اسلام میں راعی اور رعایا کے حقوق	۲۶۷
حکمرانوں اور رعایا کے حقوق	۲۶۸
باب: حکومت (یا عہدے) کا طلبگار ہونا	۲۷۰
حکومت یا عہدہ طلب کرنے کی مذمت کا بیان	۲۷۰
نااہل کو عہدہ سپرد کرنے کی ممانعت کا بیان	۲۷۱
باب: نابینا کو اہلکار مقرر کرنا	۲۷۲
باب: (اپنا) وزیر بنانا	۲۷۲
باب: قوم کی نمائندگی	۲۷۳
باب: کاتب (سیکرٹری) بنانا	۲۷۴
باب: زکوٰۃ وصول کرنے کا معاوضہ لینا	۲۷۵
بھتہ لینے والوں کے بارے میں سخت وعید کا بیان	۲۷۵

عنوان	صفحہ
باب: ایسا خلیفہ جسے نامزد کیا گیا ہو	۲۷۵
باب: بیعت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے	۲۷۶
باب: سرکاری اہلکاروں کی تنخواہیں (مقرر کرنا)	۲۷۷
باب: سرکاری اہلکار کو دیئے جانے والے تحائف	۲۷۸
باب): وصول ہونے والے (صدقہ میں خیانت کرنا	۲۷۹
باب: رعایا کے معاملے میں حکمران پر کیا لازم ہے نیز اُس کا اُن سے دور رہنا	۲۷۹
باب: مالِ فے کی تقسیم	۲۸۰
مالِ فے سے متعلق دس احکام کا بیان	۲۸۱
مالِ فے کے مصارف واحکام کا بیان	۲۸۸
مالِ فئے کی تحقیق کا بیان	۲۹۱
مالِ فئے کے مصارف کا بیان	۲۹۳
باب: (مسلمانوں کے) بچوں کے وظائف	۲۹۴
باب: آدمی کو لڑائی میں حصہ لینے کی اجازت کتنی (عمر میں) ہوگی؟	۲۹۵
باب: آخری زمانے میں (حکمرانوں سے معاوضہ لینے) کا ناپسندیدہ ہونا	۲۹۵
باب: ادائیگیوں کی تدوین	۲۹۶
باب: مالِ غنیمت میں سے نبی اکرم ﷺ کے اختیار کردہ مخصوص حصے کا بیان	۲۹۸
احادیث سے مالِ فئے کے وقف ہونے پر دلائل اور باغِ فدک کا وقف ہونا	۳۰۴
نبی کا وارث نہ بنانے کی حدیث پر اشکالات کے جوابات	۳۰۶
نبی کا وارث نہ بنانے کی تائید میں دیگر احادیث	۳۰۷
''دولۃ'' کا معنی	۳۰۷
رسول اللہ ﷺ کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے	۳۰۸
باب: خمس کی تقسیم کے مقامات اور ذوی القربیٰ کے حصے کا بیان	۳۱۴
خمس سے متعلق احکام کا بیان	۳۱۵
باب'' صفی '' حصے کے بارے میں جو منقول ہے	۳۴۴
باب: یہودیوں کو مدینہ منورہ سے کیسے نکالا گیا؟	۳۴۶
کعب بن اشرف کا قتل اور یہود میں خوف وہراس کا پھیلنا	۳۴۷
باب: بنونضیر کا واقعہ	۳۵۴
غزوہ بنی نضیر:	۳۵۶
غزوہ بنونضیر اور تاریخی واقعات کا بیان	۳۶۰
غزوہ بنونضیر	۳۶۹
باب: خیبر کی زمین کے حکم کے بارے میں جو منقول ہے	۳۷۰
جنگ خیبر	۳۷۰
غزوہ خیبر کب ہوا؟	۳۷۱
جنگ خیبر کا سبب	۳۷۱
مسلمان خیبر چلے	۳۷۱
یہودیوں کی تیاری	۳۷۲
محمود بن مسلمہ شہید ہوگئے	۳۷۲
اسود راعی کی شہادت	۳۷۲
اسلامی لشکر کا ہیڈ کوارٹر	۳۷۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرحب کی جنگ	۳۷۴
خیبر کا انتظام	۳۷۵
حضرت صفیہ کا نکاح	۳۷۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا	۳۷۶
خیبر میں اعلان مسائل	۳۷۷
باب: (فتح) مکہ کے واقعہ کے بارے میں جو منقول ہے	۳۸۳
فتح مکہ (رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء)	۳۸۶
کفار قریش کی عہد شکنی	۳۸۶
تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت	۳۸۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسندی	۳۸۸

عنوان	صفحہ
ابوسفیان کی کوشش	۳۸۸
حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط	۳۹۰
مکہ پر حملہ	۳۹۱
حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ملاقات	۳۹۱
میلوں تک آگ ہی آگ	۳۹۲
قریش کے جاسوس	۳۹۲
ابوسفیان کا اسلام	۳۹۳
لشکر اسلام کا جاہ وجلال	۳۹۴
فاتح مکہ کا پہلا فرمان	۳۹۵
مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ	۳۹۶
باب: طائف (کی فتح) کے بارے میں جو منقول ہے	۳۹۷
طائف کا محاصرہ	۳۹۸
طائف کی مسجد	۳۹۸
جنگ طائف میں بت شکنی	۳۹۸
مال غنیمت کی تقسیم	۳۹۹
انصاریوں سے خطاب	۴۰۰
باب: یمن کی سرزمین کے حکم کے بارے میں جو منقول ہے	۴۰۰
باب: یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکالا جانا	۴۰۲
باب: سواد (یعنی عراق) کی سرزمین اور غلبہ پا کے حاصل ہونے والے زمین کو وقف کر دینا	۴۰۳
خراج	۴۰۴
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استدلال	۴۰۵
عراق کا بندوبست	۴۰۵
افسران کا بندوبست	۴۰۶
عراق کا کل رقبہ	۴۰۶
عراق کا خراج	۴۰۷
زمیندار اور تعلقہ دار	۴۰۷
پیداوار اور آمدنی میں ترقی	۴۰۷
ہر سال مال گزاری کی نسبت رعایا کی اظہار لیا جانا	۴۰۷
رومیوں کا اضافہ	۴۰۸
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدیم طریقے کی اصلاح کی	۴۰۸
مصر میں وصول مال گزاری کا طریقہ	۴۰۹
مصر کا کل خراج	۴۰۹
مصر کا خراج بنوامیہ اور عباسیہ کے زمانے میں	۴۱۰
شام	۴۱۰
قانون مال گزاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اصلاحات	۴۱۰
بندوبست مال گزاری میں ذمیوں سے رائے لینا	۴۱۲
ترقی زراعت	۴۱۲
محکمہ آبپاشی	۴۱۲
خراجی اور عشری	۴۱۳
باب: جزیہ وصول کرنا	۴۱۳
جزیہ کی بحث	۴۱۵
باب: مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا	۴۱۶
جزیہ اور ذمی کی اصطلاح جدید دور میں	۴۱۸
جزیہ اسلامی تناظر میں	۴۱۹
جزیہ اور مسلم حکومتیں	۴۲۰
کیا جزیہ ظالمانہ ٹیکس تھا؟	۴۲۳
تبدیلی مذہب کی وجوہات	۴۲۵
باب: جزیہ کی وصولی کی شدید تاکید	۴۲۷
جزیے سے متعلق شبہات کا ازالہ	۴۲۸
آیت جزیہ سے متعلق جواب	۴۲۸
باب: ذمی جب سامان تجارت لے کر (غیر مسلم سلطنت سے، اسلامی سلطنت میں) آتے جاتے ہوں، تو ان سے ٹیکس وصول کرنا	۴۳۰

عنوان	صفحہ
اہل ذمہ اقوام کے حقوق کا بیان	۴۳۰
پارسیوں اور عیسائیوں کا برتاؤ غیر قوموں کے ساتھ	۴۳۰
بیت المقدس کا معاہدہ	۴۳۱
بندوبست مال گزاری میں ذمیوں کا خیال	۴۳۲
ذمیوں سے ملکی انتظامات میں مشورہ	۴۳۲
ذمیوں کی شرائط کا ایفاء کرنا	۴۳۳
مذہبی امور میں آزادی	۴۳۴
مسلمانوں اور ذمیوں کی ہمسری	۴۳۴
ذمیوں کی عزت کا خیال	۴۳۵
سازش اور بغاوت کی حالت میں ذمیوں کے ساتھ سلوک	۴۳۶
مخالف کی طرف سے اعتراض کی تقریر	۴۳۶
صلیب اور ناقوس کی بحث	۴۳۸
اصطباغ نہ دے سکنا	۴۳۸
عیسائیوں کے جلاوطن کرنے کا معاملہ	۴۳۹
جزیہ کی بحث	۴۴۰
باب: جو ذمی 'سال کے دوران اسلام قبول کرلے' کیا اس پر جزیہ لازم ہوگا؟	۴۴۴
باب: حکمران کا مشرکین کے تحائف قبول کرنا	۴۴۴
غیر مسلموں کو تحفے دینے یا لینے کی ممانعت کا بیان	۴۴۷
باب: زمین کے قطعات (انعام کے طور پر) عطا کرنا	۴۵۲
باب: بنجر (لاوارث) زمین کو آباد کرنا	۴۵۸
موات زمین کی تعریف کا بیان	۴۵۸
حاکم کی اجازت سے موات کا مالک بننے کا بیان	۴۶۱
باب: خراج کی زمین میں داخل ہونا	۴۶۵
کنوئیں کا حریم اسی کے لیے ہونے کا بیان	۴۶۶
باب: وہ زمین، جسے حکمران 'یا کسی شخص نے چراگاہ (کے طور پر مخصوص کرلیا ہو)	۴۶۷
باب: رکاز اور اس میں جو ہوتا ہے' اس کے بارے میں جو کچھ منقول ہے	۴۶۸
رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہونے کا بیان	۴۶۹
باب: ایسی پرانی قبریں کھودنا، جن میں مال موجود ہو	۴۷۱
میت کی قبر کھودنے اور دوسری جگہ منتقل کرنے کا بیان	۴۷۱
فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں	۴۷۳
کتاب الجنائز	
یہ کتاب جنائز کے بیان میں ہے	۴۷۵
باب: بیماریوں کا' گناہوں کا کفارہ ہونا	۴۷۵
آزمائش اور مصائب ایوب علیہ السلام	۴۷۷
سات سال تک کی مدت امتحان میں رہنے کا واقعہ	۴۷۸
حضرت ایوب علیہ السلام کے دو دوستوں کا شراب لے جانے کا واقعہ	۴۷۹
حضرت ایوب علیہ السلام نے بچے کی ٹکیاں واپس بھیج دیں	۴۷۹
سر کے بال بیچ کر خاوند کیلئے کھانا لانے کا واقعہ	۴۷۹
دکھ کا درد دیکھے جانے کی سبق آموز مثال	۴۸۰
اٹھارہ سال تک امتحان میں رہ کر صبر کرنے کا واقعہ	۴۸۰
حضرت ایوب علیہ السلام کی تندرستی کا لوٹ آنا	۴۸۱
باب: جب کوئی آدمی (باقاعدگی سے) کوئی نیک عمل کرتا ہو اور پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے اسے انجام نہ دے سکے	۴۸۱
نیک اعمال اور ان کے فضائل	۴۸۲
مریض کے لئے کیا لکھا جاتا ہے	۴۸۳
باب: عورتوں کی عیادت کرنا	۴۸۳
برائی کے بدلے میں سزا ملنے کا بیان	۴۸۵
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر خوف طاری ہونا	۴۸۸
دنیاوی تکالیف مؤمن کے گناہوں کا کفارہ ہے	۴۸۸
مؤمن کو ہر مصیبت پر اجر ملتا ہے	۴۹۲

عنوان	صفحہ
مصیبت پر صبر کے بدلہ میں اونچا مقام	۴۹۳
بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں	۴۹۴
بیماری کی حالت میں رات اجر کی رات ہے	۴۹۵
باب: عیادت کا بیان	۴۹۶
مصیبت زدہ کی تعزیت کرنے والے کی فضیلت	۴۹۶
مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت	۴۹۷
مریض کی دعا کی فضیلت	۴۹۷
امراض کی فضیلت	۴۹۷
بیمار کی عیادت کرنے کا بیان	۴۹۸
باب: ذمی کی عیادت کرنا	۵۰۱
باب: عیادت کے لیے پیدل جانا	۵۰۱
باب: باوضو ہو کر عیادت کرنے کی فضیلت	۵۰۲
باب: بار، بار عیادت کرنا	۵۰۳
باب: آنکھ کی تکلیف (والے مریض کی) عیادت کرنا	۵۰۳
باب: طاعون (والے علاقے) سے نکلنا	۵۰۴
طاعون کی بیماری میں مرنے والے کی شہادت کا بیان	۵۰۴
باب: عیادت کے وقت بیمار کی شفاء کی دعا کرنا	۵۰۵
باب: عیادت کے وقت مریض کے لیے دعا کرنا	۵۰۵
بیمار کے لیے شفاء کی دعا کرنے کا بیان	۵۰۶
باب: موت کی آرزو کرنے کا ناپسندیدہ ہونا	۵۰۷
یہودیوں کے اس دعویٰ کا رد کہ جنت کے صرف وہی مستحق ہیں	۵۰۸
قرآن مجید کی صداقت اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی دلیل	۵۰۸
حصول شہادت کے لیے موت کا استحباب اور مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کی ممانعت	۵۰۸
باب: اچانک موت آجانا	۵۱۳
اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے	۵۱۳
باب: اس کی فضیلت، جو طاعون کی وجہ سے مرجائے	۵۱۴
باب: مریض کے ناخن کاٹ لیے جائیں اور زیر ناف بال صاف کرلیے جائیں	۵۱۵
حضرت خبیب بن عدی شہید رضی اللہ عنہ	۵۱۶
باب: مرنے کے وقت اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنے کا مستحب ہونا	۵۲۰
اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرنے کا بیان	۵۲۰
باب: مرنے کے وقت قریب المرگ شخص کے کپڑوں کو صاف کردینا مستحب ہے	۵۲۲
باب: میت کے قریب، کیا کلام کیا جانا مستحب ہے؟	۵۲۲
باب: تلقین کرنے کا بیان	۵۲۲
کلمہ طیبہ پڑھ کر خاتمہ ہونے پر جنت ملنے کا بیان	۵۲۲
میت کو تلقین کرنے کا بیان	۵۲۳
باب: میت کی آنکھیں بند کردینا	۵۲۳
باب: انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا	۵۲۴
باب: میت کو ڈھانپ دینا	۵۲۶
میت کو غسل اور کفن دینے کی فضیلت	۵۲۶
میت پر نماز پڑھنے اور جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت	۵۲۶
میت کیلئے دعائے مغفرت اور اس کے حق میں اچھے کلمات کہنا	۵۲۶
باب: میت کے قریب (قرآن کی) تلاوت کرنا	۵۲۷
ایصال ثواب سے متعلق احکام کا بیان	۵۲۸
اس موضوع سے متعلق چند احادیث شریفہ	۵۲۹
ایصال ثواب کے متعلق ضروری وضاحت	۵۳۸
باب: مصیبت کے قریب (یعنی فوتگی کے وقت) بیٹھنا	۵۳۸
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	۵۳۸
حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ	۵۵۲
حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	۵۶۳

عنوان	صفحہ
نام ونسب	۵۶۳
اسلام	۵۶۳
غزوات اور دیگر حالات	۵۶۳
غزوہ موتہ اور شہادت	۵۶۴
اولاد	۵۶۷
فضل وکمال	۵۶۸
اخلاق وعادات	۵۶۸
باب: تعزیت کا بیان	۵۶۹
تعزیت سے متعلق احکام کا بیان	۵۷۰
مصیبت پر صبر کرنے پر ثواب کا بیان	۵۷۱
عورتوں کا قبرستان جانے کا بیان	۵۷۱
باب: مصیبت کے وقت صبر کرنا	۵۷۲
صبر کے معنی ومفہوم واہمیت کا بیان	۵۷۳
حکم کے اعتبار سے صبر کی اقسام	۵۷۸
صبر کے مختلف نام	۵۷۹
(1) صبر اور دیگر نفلی عبادات	۵۷۹
(2) جنت الفردوس میں ٹھکانا	۵۸۰
(3) مومن کی پہچان	۵۸۰
بیٹے کی موت پر مسکراہٹ	۵۸۰
صبر کرنے والوں کا مرتبہ	۵۸۰
صابرین کو علم وحلم عطا کیا جاتا ہے	۵۸۱
باب: میت پر رونا	۵۸۱
فاحشہ عورت کی بخشش ہوگئی	۵۸۲
رونا صبر کے خلاف نہیں	۵۸۳
باب: نوحہ کرنا	۵۸۳
میت پر نوحہ کرنا ناجائز ہے	۵۸۳
ماتم کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟	۵۸۴
سوگ کی بھی اجازت نہیں ہے	۵۸۴
دو کفریہ کام	۵۸۵
دو ملعون آوازیں	۵۸۵
ماتم کی ابتداء کس نے کی تھی؟	۵۸۶
بے صبر کے پاس ایمان نہیں	۵۸۷
کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی اپنی بہن کو وصیت	۵۸۸
کیا ماتم سننے کی بھی ممانعت ہے؟	۵۹۰
اہل بیت کے سچے محب کون ہیں؟	۵۹۳
برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا میں سے حصہ ملے گا	۵۹۴
کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا' اس قاعدہ کے بعض مستثنیات	۵۹۵
باب: اہل میت کے لیے کھانا تیار کرنا	۵۹۸
باب: شہید کو غسل دیا جانا	۶۰۴
شہید کا معنی	۶۰۴
تذکرہ چند شہداء احد کا	۶۰۶
سیدنا عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ	۶۰۷
سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ	۶۰۷
باب: میت کو غسل دینے کے وقت اس کا پردہ رکھنا	۶۰۹
غسل میت کے فرض کفایہ ہونے اور طریقے کا بیان	۶۰۹
میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاء کا تذکرہ	۶۱۰
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کی ایک مثال	۶۱۱
لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟	۶۱۱
حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے	۶۱۲
حیاء ایمان کا جزو ہے	۶۱۲
جب حیاء ہی نہ رہے	۶۱۲
حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں	۶۱۲
باب: میت کا غسل کیسے ہوتا ہے؟	۶۱۳

عنوان	صفحہ
میت کو غسل دینے کا بیان	۶۱۴
میت کو غسل دینا	۶۱۵
میت کو غسل دینے کا طریقہ	۶۱۵
میت کو غسل دینے کی فضیلت	۶۱۶
میت کو کفن پہنانا	۶۱۶
میت کو لے جانے میں جلدی کرنا	۶۱۶
نماز جنازہ ادا کرنا	۶۱۷
نماز جنازہ پڑھانے کا حق دار کون؟	۶۱۷
جنازے کے ساتھ جانا اور جنازے کو کندھا دینا	۶۱۷
جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ اور اس کی فضیلت	۶۱۷
جنازے کے احترام میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟	۶۱۸
میت کو دفن کرنا اور مٹی ڈالنا	۶۱۸
دفنانے کے بعد دعا کرنا	۶۱۹
میت کے لواحقین سے تعزیت کرنا	۶۱۹
میت کے ذمے واجب الادا قرض کو ادا کرنا	۶۱۹
میت کی طرف سے حج کرنا	۶۲۰
میت کے قضا روزوں اور نمازوں کا فدیہ ادا کرنا	۶۲۰
میت کی طرف سے صدقہ خیرات کرنا	۶۲۰
عورت کا عدت گزارنا	۶۲۱
باب: کفن کا بیان	۶۲۱
باب: مہنگے کفن کا ناپسندیدہ ہونا	۶۲۳
میت کے کفن سے متعلق فقہی احکام کا بیان	۶۲۳
کفن پہنانے کے طریقے کا بیان	۶۲۵
باب: عورت کے کفن (کے احکام)	۶۲۶
باب: میت کو کستوری لگانا	۶۲۶
باب: جنازے کو (دفن کے لیے) جلدی لے جانا اور اسے روکے رکھنے کا ناپسندیدہ ہونا	۶۲۷
جنازے کو کندھے سے متعلق احکام کا بیان	۶۲۷
باب: میت کو غسل دے کر غسل کرنا	۶۲۸
باب: میت کو بوسہ دینا	۶۲۹
باب: رات کے وقت دفن کرنا	۶۲۹
باب: میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا، اس کا ناپسندیدہ ہونا	۶۳۰
باب: نماز جنازہ میں صفیں بنانا	۶۳۰
باب: خواتین کا جنازہ کے ساتھ جانا	۶۳۱
باب: نماز جنازہ ادا کرنے اور جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت	۶۳۱
باب: میت کے ساتھ آگ لے جانا (کا کیا حکم ہے؟)	۶۳۲
باب: جنازہ کے لیے کھڑے ہو جانا	۶۳۲
باب: جنازے کے ساتھ سوار ہو کر جانا	۶۳۴
باب: جنازے کے آگے چلنا	۶۳۵
باب: جنازے کو تیزی سے لے کر چلنا	۶۳۵
باب: امام کا، خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ ادا نہ کرنا	۶۳۷
باب: حد نافذ ہونے کی وجہ سے مرنے والے کی نماز جنازہ ادا کرنا	۶۳۸
باب: بچے کی نماز جنازہ ادا کرنا	۶۳۸
باب: مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا	۶۳۹
باب: سورج طلوع، یا غروب ہونے کے وقت دفن کرنا	۶۳۹
باب: اگر مردوں اور خواتین کے جنازے ایک ساتھ موجود ہوں تو کسے آگے رکھا جائے؟	۶۴۰
باب: امام نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے، میت کے مقابل میں کہاں کھڑا ہو؟	۶۴۰
باب: نماز جنازہ میں تکبیرات کہنا	۶۴۲
نماز جنازہ میں کیا تلاوت کیا جائے؟	۶۴۳

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
نماز جنازہ میں میت کے لیے دعا کرنا	۶۴۳	باب: میت کی تعریف کرنا	۶۵۲
باب: قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا	۶۴۵	باب: قبروں کی زیارت کرنا	۶۵۲
باب: مشرکین کے دیس میں، مرنے والے، مسلمان کی نماز جنازہ ادا کرنا	۶۴۶	باب: خواتین کا قبروں کی زیارت کرنا	۶۵۷
باب: کئی مردوں کو ایک قبر میں اکٹھا (دفن) کرنا، قبر کا نشان مقرر کرنا	۶۴۶	باب: جب آدمی قبرستان جائے یا قبروں کے پاس سے گزرے تو کیا پڑھے؟	۶۵۷
باب: قبر کھودنے والے کو، اگر (کھدائی کے دوران) کوئی ہڈی ملے، تو کیا وہ اس جگہ کو کریدے؟	۶۴۷	باب: جب محرم کا انتقال ہو جائے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟	۶۵۸
		كِتَابُ الْأَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ	
		یہ کتاب قسموں اور نذروں کے بیان میں ہے	۶۶۰
باب: لحد کا بیان	۶۴۷	لفظ قسم کی لغوی تحقیق کا بیان	۶۶۰
باب: کتنے لوگ قبر میں داخل ہوں؟	۶۴۸	لفظ حلف کی لغوی تحقیق	۶۶۱
باب: میت کو اس قبر میں کیسے داخل کیا جائے؟	۶۴۸	لفظ قسم اور لفظ حلف کا آپس میں ترادف کا بیان	۶۶۲
باب: آدمی قبر کے پاس (کیسے) بیٹھے	۶۴۹	لفظ یمین کی لغوی تحقیق	۶۶۳
باب: میت کو جب قبر میں اتارا جائے، تو میت کیلئے دعا کرنا	۶۴۹	لفظ الیۃ کے قسم ہونے کی تحقیق	۶۶۴
باب: اگر کسی مسلمان کا مشرک رشتہ دار فوت ہو جائے (تو وہ مسلمان کیا کرے؟)	۶۵۰	قسم کی شرعی حیثیت کا بیان	۶۶۵
		۱۔واجب قسم	۶۶۵
باب: قبر کو گہرا رکھنا	۶۵۰	۲۔مستحب قسم	۶۶۵
باب: قبر کو برابر کرنا	۶۵۱	۳۔مباح قسم	۶۶۵
باب: دفن کے بعد واپسی کے وقت، میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا	۶۵۲	۴۔مکروہ قسم	۶۶۶
		۵۔حرام قسم	۶۶۶
باب: قبر کے قریب، ذبح کرنے کا مکروہ ہونا	۶۵۲	۶۔اپنے حق کیلئے قسم کھانا	۶۶۶
باب: (میت کے انتقال کے) کچھ عرصہ بعد، قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا	۶۵۳	قسم کی مشروعیت	۶۶۶
		۱۔ثبوت اعتقاد کیلئے قسم	۶۶۶
باب: قبر پر عمارت تعمیر کرنا	۶۵۳	۲۔احکام شرعیہ اور تقوی	۶۶۶
باب: قبر پر بیٹھنے کا مکروہ ہونا	۶۵۴	۳۔مخالفین اسلام کی مخالفت کی قسم	۶۶۶
باب: قبروں کے درمیان جوتا پہن کر چلنا	۶۵۵	باب: جھوٹی قسم اٹھانے کی شدید (مذمت) کا بیان	۶۶۶
باب: کوئی ضرورت پیش آنے کی وجہ سے، میت کو اس کی جگہ سے (دوسری جگہ) منتقل کر دینا	۶۵۶	جھوٹی قسم کے ذریعہ مال کمانے والے کے لئے عذاب	۶۶۷
		جھوٹی قسم گھروں کو برباد کر دیتی ہے	۶۶۹

عنوان	صفحہ
جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے	۶۷۰
باب: جو شخص جھوٹی (قسم) اٹھائے تاکہ اس کے ذریعے کسی شخص کا مال ہڑپ کرلے	۶۷۲
جھوٹی قسم اٹھانے والے کے دینی احکام کا بیان	۶۷۳
باب: نبی اکرم ﷺ کے منبر کے پاس قسم اٹھانے کا اہم ہونا	۶۷۷
باب: بتوں کے نام کی قسم اٹھانا	۶۷۷
مخلوق کی قسم کھانے کی ممانعت	۶۷۷
باب: باپ دادا کی قسم اٹھانے کا مکروہ ہونا	۶۷۸
باب: امانت سے متعلق قسم اٹھانے کا مکروہ ہونا	۶۷۹
باب: لغو قسم کا بیان	۶۷۹
باب: قسم میں ذو معنی جملہ استعمال کرنا	۶۸۰
باب: اسلام سے بری ہونے یا اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم اٹھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے	۶۸۱
باب: جو شخص یہ قسم اٹھائے کہ وہ سالن نہیں کھائے گا	۶۸۲
باب: قسم میں استثناء کرنا	۶۸۲
باب: نبی اکرم ﷺ کون سے الفاظ میں قسم اٹھایا کرتے تھے	۶۸۳
باب: کیا لفظ "قسم" کے ذریعے "یمین" منعقد ہو جاتی ہے	۶۸۴
باب: جو شخص کسی کھانے کے بارے میں قسم اٹھائے کہ وہ اسے نہیں کھائے گا	۶۸۵
باب: رشتے داری کے حقوق پامال کرنے کے بارے میں قسم اٹھانا	۶۸۶
باب: جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھانا	۶۸۷
باب: آدمی کا حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرنا	۶۸۸
کفارہ قسم سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ	۶۸۹
باب: کفارے سے متعلق صاع (کا پیمانہ) کتنا ہوگا	۶۹۱
صاع کا شرعی استعمال	۶۹۲
فقہا کا اختلاف	۶۹۲
اختلاف کی وجہ	۶۹۲
باب: مومن غلام یا کنیز	۶۹۳
باب: قسم میں سکوت کے بعد استثناء کرنا	۶۹۵
باب: نذر ماننے کی ممانعت	۶۹۶
باب: گناہ کے کام کی نذر ماننا	۶۹۶
باب: جن کے نزدیک ایسے شخص پر کفارہ لازم ہوگا جبکہ نذر معصیت سے متعلق ہو	۶۹۷
باب: جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ بیت المقدس میں نماز ادا کرے گا	۷۰۲
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور کثرت عطیہ کا واقعہ	۷۰۳
گناہ کی نذر پوری کرنا لازم نہیں	۷۰۴
بلاوجہ اپنے کو مشقت میں ڈالنا درست نہیں	۷۰۵
نذر کی چار قسمیں ہیں	۷۰۷
خیانت سے بچنے کی تاکید	۷۰۷
باب: میت کی طرف سے نذر پوری کرنا	۷۰۹
میت کو ایصال ثواب کرنے کا بیان	۷۱۰
باب: جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا	۷۱۱
باب: نذر کو پوری کرنے کے بارے میں جو حکم دیا گیا	۷۱۲
نذر کا تعارف	۷۱۴
نذر کا ثبوت کتاب اللہ سے	۷۱۴
نذر کا ثبوت سنت رسول ﷺ سے	۷۱۴
نذر کا ثبوت اجماع امت سے	۷۱۵
نذر کے متعلق چند روایات حدیث کی وضاحت	۷۱۵
نذر کے ارکان و شرائط	۷۱۵
شرائط نذر	۷۱۶
ناذر کے لئے مطلوبہ شرائط	۷۱۶

عنوان	صفحہ
1۔شرعاً اس کا وجود ممکن ہو	۷۱۶
2۔نذر قربت (عبادت) ہو	۷۱۶
3۔منذور کام کی مثل عبادت فرائض وواجبات میں موجود ہو	۷۱۷
کیا امور مباح کی نذر ماننے سے قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے	۷۱۷
4۔فرض یا واجب عبادت کی نذر درست نہیں	۷۱۷
نذر کے مصارف	۷۱۸
خلاصۂ بحث	۷۱۸
باب: جو چیز آدمی کی ملکیت میں نہ ہو اس کے بارے میں نذر ماننا	۷۲۰
باب: جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ اپنے مال کو صدقہ کردے گا	۷۲۱
باب: جو شخص ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو	۷۲۳
مناسبت اور شان نزول	۷۲۴
یمین کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۷۲۴
قسم کھانے کا جواز اور مشروعیت	۷۲۴
جھوٹ کا خدشہ نہ ہو تو زیادہ قسمیں کھانے کا جواز	۷۲۶
فی نفسہٖ قسموں کی اقسام	۷۲۷
اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کے متعلق فقہاء کے نظریات	۷۲۸
قسم کھانے کا طریقہ	۷۲۹
غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی تحقیق	۷۲۹
یمین لغو کی تعریف	۷۳۰
یمین منعقدہ کی تعریف	۷۳۱
یمین غموس کی تعریف	۷۳۲
کفارہ قسم کی مشروعیت	۷۳۳
کفارہ قسم کے احکام میں مذاہب ائمہ	۷۳۳
باب: جو شخص کوئی نذر مانے لیکن اسے متعین نہ کرے	۷۳۴
باب: جس شخص نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی اور پھر اس نے اسلام قبول کرلیا	۷۳۵

كِتَابُ الْبُيُوعِ

عنوان	صفحہ
یہ کتاب بیوع کے بیان میں ہے	۷۳۶
بیع کے معنی کا بیان	۷۳۶
بیع کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ	۷۳۷
بیع کی اقسام کا بیان	۷۳۷
بیچنے اور خریدنے کے چند اصول	۷۳۸
بیع کے ارکان وشرائط	۷۳۹
بیع کے شرائط:	۷۳۹
شرائط انعقاد	۷۳۹
بیع کے نافذ وجاری ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں:	۷۴۱
شرائط صحت	۷۴۲
شرط لزوم	۷۴۴
بیع کا حکم	۷۴۴
بیع کی قسمیں	۷۴۴
باعتبار قیمت بیع کی قسمیں	۷۴۶
باعتبار مبیع بیع کی قسمیں	۷۴۷
بیع کے متفرق مسائل	۷۴۸
اجارہ (کرایہ پر دینے) کا بیان	۷۴۸
اجارہ کی تعریف	۷۴۸
اجارہ کے شرائط	۷۴۸
اجارہ کے احکام	۷۴۹
ضمان (جرمانے) کا بیان	۷۵۱
ضمان کی تعریف	۷۵۱
ضمان کے احکام	۷۵۱
ودیعت (امانت) کا بیان	۷۵۲
ودیعت کے ارکان	۷۵۲
ودیعت کے شرائط	۷۵۲

عنوان	صفحہ
ودیعت کا حکم	۷۵۳
باب: وہ تجارت جس میں قسم اور لغو (بات) مل جائے	۷۵۴
مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنے کا بیان	۷۵۴
باب: معدنیات کو نکالنا	۷۵۷
معدنیات سے متعلق احکام کا بیان	۷۵۷
باب: مشتبہ چیزوں سے اجتناب کرنا	۷۵۹
سود کی لغوی واصطلاحی تعریف	۷۶۰
سود اور نصوص شرعیہ	۷۶۰
سود کا تحقق کہاں ہوتا ہے؟	۷۶۱
سود سے متعلق احکام	۷۶۲
باب: سود کھانے اور کھلانے والے کا بیان	۷۶۴
ربا کا لغوی معنی	۷۶۴
ربا کا اصطلاحی معنی	۷۶۵
ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت کے متعلق مذاہب اربعہ	۷۶۵
ربا الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ	۷۶۷
ربا الفضل کی حرمت کا سبب	۷۶۹
نفع اور سود میں فرق	۷۷۰
بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل	۷۷۰
مجوزین سود کے دلائل کے جوابات	۷۷۱
افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل	۷۷۲
دارالحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ	۷۷۳
دارالحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ	۷۷۴
دارالحرب میں جواز ربا والی حدیث کی فنی حیثیت	۷۷۴
دارالحرب میں ربا کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ	۷۷۴
مکحول کی روایت کا محمل	۷۷۵
دارالحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت	۷۷۶
کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟	۷۷۷
حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت	۷۷۹
دارالحرب' دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات	۷۸۱
قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب	۷۸۱
ربا اور بیع کا فرق	۷۸۳
ربا کو بہ تدریج حرام کرنے کا بیان	۷۸۴
ربا کو حرام قرار دینے کی حکمتیں	۷۸۵
سود خور کے لیے دائما دوزخ کی وعید کی توجیہ	۷۸۵
باب: سود کو کالعدم قرار دینا	۷۸۶
سود کی حرمت ومذمت سے متعلق احادیث وآثار کا بیان	۷۸۶
باب: خرید وفروخت میں قسم اٹھانے کا ناپسندیدہ ہونا	۷۹۱
باب: وزن کرتے ہوئے (دوسرے فریق کے پلڑے کو) بھاری رکھنا، اور معاوضہ لے کر وزن کرنا	۷۹۱
باب: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان "ماپنے میں اہل مدینہ کے ماپ کا اعتبار ہوگا"	۷۹۲
باب: قرض کی اہمیت کا بیان	۷۹۳
باب: قرض کی واپسی میں ٹال مٹول کرنا	۷۹۵
باب: اچھے طریقے سے (قرض کی واپسی کا) تقاضا کرنا	۷۹۵
باب: بیع صرف کا بیان	۷۹۶
بیع صرف کی تعریف کا بیان	۷۹۷
بیع صرف کے شرعی ماخذ کا بیان	۷۹۷
بیع صرف کے معنی ومفہوم کا بیان	۷۹۸
ثمن کے بدلے ثمن میں برابری پر فقہی مذاہب	۷۹۹
ہم جنس اشیاء کا باہمی لین کرنے کا بیان	۸۰۰
صرافہ کے حکم میں فقہی مذاہب اربعہ	۸۰۰

عنوان	صفحہ
معین پیسے کی معین پیسوں کے بدلے بیع کرنے کا بیان	۸۰۱
سونے کو چاندی کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنے کا بیان	۸۰۱
تقابض بدلین کا مجلس سے پہلے ہونے کا بیان	۸۰۱
بیع مقایضہ کے حکم کا بیان	۸۰۲
فلوس کی ثمنیت میں مذاہب اربعہ	۸۰۳
فلوس کے ثمن ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف فقہاء	۸۰۴
اسلام کا نظریہ زر اور کاغذی کرنسی کی حقیقت	۸۰۵
زر کی حقیقت	۸۰۶
زر اور کرنسی میں فرق	۸۱۱
کرنسی کی تاریخ	۸۱۱
عہد نبوی ﷺ کی کرنسی	۸۱۲
نوٹ کب ایجاد ہوئے؟	۸۱۳
کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت	۸۱۴
باب: تلوار پر لگے ہوئے زیور (سونے چاندی کو) درہم کے عوض میں فروخت کرنا	۸۱۹
نصف پیسے کی سکے کے بدلے بیع کرنے کا بیان	۸۲۰
باب: چاندی کی جگہ سونا وصول کرنا	۸۲۱
باب: جانور کے عوض میں جانور کا ادھار سودا کرنا	۸۲۲
باب: اس بارے میں رخصت کا بیان	۸۲۲
قرض کے معنی ومفہوم واحکام کا بیان	۸۲۲
پہلی صورت	۸۲۳
دوسری صورت	۸۲۳
چوتھی صورت	۸۲۴
پانچویں صورت	۸۲۵
چھٹی صورت	۸۲۵
ساتویں صورت	۸۲۵
باب: اس کا بیان، جبکہ دست بدست لین دین ہو	۸۲۶

عنوان	صفحہ
باب: کھجور کے عوض میں (کھجور کے) پھل کو فروخت کرنا	۸۲۶
باب: مزابنہ (کے احکام)	۸۲۷
باب ”عرایا“ کو فروخت کرنا	۸۲۸
باب ”عریہ“ کی مقدار	۸۲۸
باب ”عرایا“ کی وضاحت	۸۲۹
باب: پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے اس کا سودا کرنا	۸۲۹
باب: کئی سال (بعدادائیگی کی شرط پر) سودا کرنا	۸۳۲
باب: دھوکے کا سودا	۸۳۲
باب: مجبور شخص کا خرید وفروخت کرنا	۸۳۴
باب: شراکت (حصہ داری) کا بیان	۸۳۵
شرکت کے معنی ومفہوم کا بیان	۸۳۵
شرکت کے جواز کا بیان	۸۳۶
شرکت ملک وعقد کی تعریفات کا بیان	۸۳۶
شرکت ملک کے حکم کا بیان	۸۳۷
شرکت عقد کے فقہی احکام کا بیان	۸۳۷
شرکت کی مشہور چار اقسام کا بیان	۸۳۷
شرکت عقد کی اقسام کی وضاحت	۸۳۸
شرکت مفاوضہ کے احکام کا بیان	۸۳۹
شرکت مفاوضہ میں وکیل وکفیل کا بیان	۸۳۹
شرکت مفاوضہ کے باطل ہونے کا بیان	۸۴۰
شرکت عنان کو باطل کرنے والے اسباب مفاوضہ کو بھی باطل کرنے والے ہیں	۸۴۰
باب: مضارب کا (مالک کے) برخلاف کچھ کرنا	۸۴۱
مضاربت کی لغوی تعریف	۸۴۱
اصطلاحی تعریف	۸۴۲
مضاربت کی مختلف صورتیں	۸۴۲
مضاربت کے بارے میں احادیث	۸۴۲

عنوان	صفحہ
مضاربت کے احکام	۸۴۳
مضاربت کے ارکان	۸۴۳
مضاربت کی شرائط	۸۴۴
مضارب کے حقوق وفرائض	۸۴۴
معاہدہ مضاربت کی مدت	۸۴۵
نفع ونقصان کے احکام	۸۴۵
باب: آدمی کا کسی دوسرے کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تجارت کرنا	۸۴۶
مضاربت کے اشتقاق ومفہوم کا بیان	۸۴۷
عقد مضاربت کے فساد کا بیان	۸۴۸
عقد مضاربت کی شرائط کا فقہی بیان	۸۴۸
مضاربت مطلقہ میں زمانی ومکانی تعیین نہ ہونے کا بیان	۸۴۹
شرط کے سبب بطلان مضاربت میں مذاہب اربعہ	۸۵۰
شریک سے بائع کے مطالبہ ثمن کا بیان	۸۵۰
باب: مال (کی سرمایہ کاری) کے بغیر شراکت کرنا	۸۵۱
باب: مزارعت (زمین ٹھیکے پر دینا)	۸۵۱
مزارعت کے معنی ومفہوم کا بیان	۸۵۳
اسلام میں مزارعت کے جائز وناجائز ہونے کی بحث	۸۵۴
بٹائی کے متعلق حدیث مخابرہ کی تحقیق	۸۵۴
باب: اس بارے میں شدید (تاکید)	۸۶۵
باب: زمین کے مالک کی اجازت کے بغیر زمین میں کاشتکاری کرنا	۸۶۹
باب: مخابرہ کا بیان	۸۷۰
باب: مساقات کا بیان	۸۷۱
سونے چاندی کے بدلے زمین کرائے پر دینے کا بیان	۸۷۲
مساقات کے معنی ومفہوم کا بیان	۸۷۳
جواز مساقات کے شرعی ماخذ کا بیان	۸۷۳
جواز مساقات کی شرائط کا بیان	۸۷۴
جز ثمر کے ساتھ مساقات کے باطل ہونے کا بیان	۸۷۴
مدت بیان نہ کرنے میں بطور استحسان مساقات کے جواز کا بیان	۸۷۵
فوات مقصود والی مدت کے سبب مساقات کے فاسد ہونے کا بیان	۸۷۶
عمومی طور پائے جانے والے درختوں میں جواز مساقات کا بیان	۸۷۶
معاملہ میں عامل کو نصف سے زائد دینے کا بیان	۸۷۷
عمومی طور پائے جانے والے درختوں میں جواز مساقات کا بیان	۸۷۸
باب: خرص (درخت وغیرہ کی پیداوار کا پہلے ہی اندازہ لگانا)	۸۷۹
شرح ابوداؤد جلد ششم کے اختتامی کلمات کا بیان	۸۸۰

مقدمہ رضویہ

الحمد لله الَّذِی أوضح وُجُوه معالم الدّين وأفصح وُجُوه الشّك بكشف النقاب عَن وَجه الْيَقِين بالعلماء المستنبطين الراسخين والفضلاء الْمُحَقِّقين الشامخين الَّذين نزهوا كَلَام سيد الْمُرْسلين مميزين عَن زيف المخلطين المدلسين وَرفعُوا مناره بِنصب العلائم وأسندوا عمده بأقوى الدعائم حَتَّى صَار مَرْفُوعا بِالْبِنَاءِ العالى المشيد وبالأحكام الموثق المدمج الْمُؤَكّد مسلسلا بسلسة الْحِفْظ والإسناد غير مُنْقَطع وَلَا واه إِلَى يَوْم التناد وَلَا مَوْقُوف على غَيره من المباني وَلَا معضل مَا فِيهِ من الْمعَانِي (وَالصَّلَاة) على من بعث بِالدّينِ الصَّحِيح الْحسن وَالْحق الصَّرِيح السّنَن الْخَالِي عَن الْعِلَل القادحة والسالم من الطعْن فِي أدلته الراجحة مُحَمَّد المستأثر بالخصال الحميدة والمجتبى الْمُخْتَص بالخلال السعيدة وعَلى آله وَصَحبه الْكِرَام مؤيدى الدّين ومظهري الْإِسْلَام وعَلى التَّابِعين بِالْخَيرِ وَالْإِحْسَان وعَلى عُلَمَاء الْأمة فِي كل زمَان مَا تغرد قمرى على الْورْد والبان وناح عندليب على نور الأقحوان (وَبعد) فَإِن عانى رَحْمَة ربه الْغنى مُحَمَّد لياقت على الرضوى الحنفى عَامله ربه ووالديه بِلُطْفِهِ الْخَفي يَقُول أَن السّنة إِحْدَى الْحجَج القاطعة وأوضح المحجة الساطعة وَبهَا ثُبُوت أَكثر الْأَحْكَام وَعَلَيْهَا مدَار الْعلمَاء الْأَعْلَام وَكَيف لَا وَهِي القَوْل وَالْفِعْل من سيد الْأَنَام فِي بَيَان الْحَلَال وَالْحرَام الَّذين عَلَيْهِمَا مَبْنِيّ الْإِسْلَام فصرف الإعمار فِي اسْتِخْرَاج كنوزها من أهم الْأُمُور وتوجيه الأفكار في استكشاف رموزها من تعمير العمور لَهَا منقبة تجلت عَن الْحسن والبها ومرتبة جلت بالبهجة والسنا وَهِي أنوار الْهِدَايَة ومطالعها ووسائل الدِّرَايَة وذرائعها وَهِي من مختارات الْعُلُوم عينهَا وَمن منتقدات نقود المعارف فضها وعينها ولولاها لما بَان الْخَطَأ عَن الصَّوَاب وَلَا تميز الشَّرَاب من السراب وَلَقَد تصدت طَائِفَة من السّلف الْكِرَام مِمَّن كساهم الله تَعَالَى جلابيب الْفَهم والأفهام ومكنهم من انتقاد الْأَلْفَاظ الفصيحة المؤسسة على الْمعَانِي الصَّحِيحَة وأقدرهم على الْحِفْظ بالحفاظ من الْمُتُون والألفاظ إِلَى جمع سنَن من سنَن سيد الْمُرْسلين هادية إِلَى طرائق شرائع الدّين وَتَدْوِين مَا تفرق مِنْهَا فِي أقطار بِلَاد الْمُسلمين بتفرق الصَّحَابَة وَالتَّابِعِينَ الحاملين والفقهاء مذاهب الاربعة۔

كِتَابُ الضَّحَايَا

یہ کتاب قربانی کے بیان میں ہے

ذبح کے معنی و مفہوم کا بیان

یہ ذبح اور ذکاۃ اسلام کے اصطلاحی لفظ ہیں۔ ان سے مراد حلق کا اتنا حصہ کاٹ دینا ہے جس سے جسم کا خون اچھی طرح خارج ہو جائے۔ جھٹکا کرنے یا گلا گھونٹنے یا کسی اور تدبیر سے جانور کو ہلاک کرنے کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ خون کا بیشتر حصہ جسم کے اندر ہی رُک کر رہ جاتا ہے اور وہ جگہ جگہ جم کر گوشت کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ برعکس اس کے ذبح کرنے کی صورت میں دماغ کے ساتھ جسم کا تعلق دیر تک باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے رگ رگ کا خون کھنچ کر باہر آجاتا ہے اور اس طرح پورے جسم کا گوشت خون سے صاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ حرام ہے، لہٰذا گوشت کے پاک اور حلال ہونے کے لیے ضروری ہے کہ خون اس سے جدا ہو جائے۔

قربانی کی تعریف

قربانی کے لئے عام طور سے نصوصِ احادیث میں لفظ "أضحية" وارد ہوا ہے، اصمعی کے قول کے مطابق اس کو چار طرح سے پڑھا گیا ہے، جیسا کہ جوہری نے نقل کیا ہے۔

- أضحية: ہمزہ کے پیش کے ساتھ۔ إضحية: ہمزہ کے زیر کے ساتھ ان دونوں کی جمع "أضاحي" آتی ہے۔ ضحيّة: اس کی جمع "ضحايا" آتی ہے۔

أضحاة: جس کی جمع "أضحی" آتی ہے، اسی سے "یوم الأضحی" کا نام پڑا ہے

(الصحاح للجوہری مادۃ "ضحا" (2407/6) لسان العرب (8/29-30) مادۃ "ضحا" اور تاج العروس (19/615-616) مادۃ "ضحو".)

امام نووی نے "تحریر التنبیہ" کے اندر قاضی عیاض کے حوالہ سے قلمبند کیا ہے اور اہل لغت نے اسے ذکر کیا ہے کہ: قربانی کا نام "أضحية" اس لئے پڑا کہ اس کی ادائیگی بوقت ضحیٰ کی جاتی ہے اور "ضحیٰ" دن چڑھنے کو کہتے ہیں۔ (المصباح المنیر (ص 359)

واضح رہے کہ اس دن کو بہت سارے لوگ "عید الضحیٰ" کہتے اور لکھتے ہیں لیکن یہ قواعد اور معنی کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔

قربانی شریعت کی اصطلاح میں

فقہاء نے قربانی کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں چند کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

1- "هي ما يذبح من النعم تقربا إلى الله تعالى من يوم العيد إلى آخر أيام التشريق

(مغنی المحتاج 6/122) الإقناع (2/277)

مخصوص جانوروں میں سے جسے اللہ تعالیٰ کے تقرب کی خاطر عید کے دن سے لیکر ایام تشریق کے آخر تک ذبح کیا جائے وہ أضحية (قربانی) ہے۔

2۔ "هي اسم لحيوان مخصوص بسن مخصوص يذبح بنية القربة في يوم مخصوص عند وجود شرائطها وسببها" (أنيس الفقہاء، ص279)

" أضحية (قربانی) مخصوص عمر کے مخصوص جانور کا نام ہے جسے اس کے شرائط واسباب کے پائے جانے پر مخصوص دن میں تقرب کی نیت سے ذبح کیا جاتا ہے۔

3۔" هي ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص" (الدر المختار شرح تنویر الأبصار(6/312)

" تقرب کی نیت سے متعین وقت میں کسی خاص جانور کو ذبح کرنے کا نام أضحية (قربانی) ہے۔

4۔" اسمٌ لما يُذكى من النَّعم تقرباً إلى الله تعالى في أيام النحر بشرائط مخصوصة "

متعین جانوروں میں سے جو جانور ایام نحر (قربانی کے دنوں) میں اللہ سے تقرب کی خاطر مخصوص شرائط کے ساتھ ذبح کیا جائے اس کا نام أضحية (قربانی) ہے.

ذبح کرنے کا طریقہ

اور ذبح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر تیز دھار آلے سے اس کا گلا اس طرح کاٹا جائے کہ رگیں کٹ جائیں۔ ذبح کے علاوہ نحر بھی مشروع ہے۔جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے جانور کے لبے پر چھری ماری جائے (اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے) جس سے نرخرہ اور خون کی خاص رگیں کٹ جاتی ہے اور سارا خون بہہ جاتا ہے۔

جانور ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جانور کو پانی پلا کر بائیں پہلو پر لٹائیں (اس طرح کہ سر جنوب اور منہ قبلہ کی طرف رہے) یا اسی ترتیب سے ہاتھ میں پکڑیں پھر دائیں ہاتھ میں تیز چھری لے کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرْ کہہ کر قوت و تیزی کے ساتھ گلے پر گانٹھی سے نیچے چھری چلائیں اس انداز پر کہ چاروں رگیں کٹ جائیں لیکن سر جدا نہ ہو۔(کاٹنا ختم ہوتے ہی جانور کو چھوڑ دیں)۔

قربانی کی حقیقت قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم میں تقریباً نصف درجن آیات مبارکہ میں قربانی کی حقیقت، حکمت اور فضیلت و بیان کی گئی ہے۔سورہ حج میں ہے:

۱۔۲:...**والبدن جعلناها لكم من شعائر الله لكم فيها خير فاذكروا اسم الله عليها صواف. فاذا وجبت جنوبها فكلوا منها واطعموا القانع والمعتر. كذلك سخرناها لكم لعلكم تشكرون.لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوىٰ منكم. كذلك سخرناها لكم لتكبروا الله على ماهداكم وبشر المحسنين**۔ (الحج:۳۶۔۳۷)

ترجمہ:" اور ہم نے تمہارے لئے قربانی کے اونٹوں کو عبادت الٰہی کی نشانی اور یادگار مقرر کیا ہے، ان میں تمہارے لئے اور بھی

فائدے ہیں، سوتم ان کو نحر کرتے وقت قطار میں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لیا کرو اور پھر جب وہ اپنے پہلو پر گر پڑیں تو ان کے گوشت میں سے تم خود بھی کھانا چاہو تو کھاؤ اور فقیر کو بھی کھلاؤ، خواہ وہ صبر سے بیٹھنے والا ہو یا سوال کرتا پھرتا ہو، جس طرح ہم نے ان جانوروں کی قربانی کا حال بیان کیا اسی طرح ان کو تمہارا تابعدار بنایا تا کہ تم شکر بجالاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ان قربانیوں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا بلکہ اس کے پاس تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے لئے اس طرح مسخر کر دیا ہے تا کہ تم اس احسان پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو قربانی کی صحیح راہ بتائی، اور اے پیغمبر! مخلصین کو خوشخبری سنا دیجئے۔"

سورۂ حج ہی میں دوسرے مقام پر اسے شعائر اللہ میں سے قرار دیتے ہوئے اس کی عظمت بتائی گئی اور قربانی کی تعظیم کو دل میں پائے جانے والے تقویٰ خداوندی کا مظہر قرار دیا ہے۔

۳: "ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب"۔ (الحج: ۳۲)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور یادگاروں کا پورا احترام قائم رکھے تو ان شعائر کا یہ احترام دلوں کی پرہیزگاری سے ہوا کرتا ہے"۔

سابقہ انبیاء کرام کی شریعتوں میں قربانی کا تسلسل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک پہنچتا ہے، جس کا طریقہ یہ تھا کہ قربانی ذبح کی جاتی اور وقت کے نبی دعا مانگتے اور آسمان سے خاص کیفیت کی آگ اترتی اور اسے کھا جاتی جسے قبولیت کی علامت سمجھا جاتا تھا، قرآن کریم میں ہے:

۴: "الذين قالوا ان الله عهد الينا الا نؤمن لرسول حتى يأتينا بقربان تأكله النار"۔

(آل عمران: ۱۸۳)

ترجمہ: "یہ لوگ ایسے ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کہ ہم کسی رسول کی اس وقت تک تصدیق نہ کریں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے کہ اس کو آگ کھا جائے"۔

قربانی کی تاریخ پہلے انسان ہی سے شروع ہو جاتی ہے

۵: "واتل عليهم نبأ ابنی آدم بالحق إذ قربا قربانا فتقبل من أحدهما ولم يتقبل من الآخر"۔

(المائدة: ۲۷)

ترجمہ: "اور آپ اہل کتاب کو آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیجئے جب ان میں سے ہر ایک نے اللہ کے لئے کچھ نیاز پیش کی تو ان میں سے ایک کی نیاز مقبول ہوگئی، اور دوسرے کی قبول نہیں کی گئی"۔

۶... "قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین"۔ (انعام: ۱۶۲)

آیت بالا کے تحت امام جصاص رازی لکھتے ہیں:

"ونسكي: الأضحية، لأنها تسمى نسكاً وكذلك كل ذبيحة على وجه القرابة الى الله تعالى فهي نسك، قال الله تعالى: ففدية من صيام أو صدقة أو نسك"۔ (البقرة: ۱۹۶)

ترجمہ: "نسک" سے مراد قربانی ہے، اس لئے کہ اس کا نام "نسک" بھی ہے، اسی طرح ہر وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کیا جائے وہ "نسک" کہلاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ففدية من صيام او صدقة او نسك" (احکام القرآن ۳/۳۶)

قربانی کے اس حکم کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز سے نماز کے تتمے کے طور پر یوں ذکر فرمایا "فصل لربك وانحر" ابن کثیر اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

-قال ابن عباس رضي الله عنهما وعطاء ومجاهد وعكرمة والحسن: يعني بذلك نحر البدن ونحوها. و كذا قال قتادة ومحمد بن كعب القرظي، والضحاك والربيع وعطاء الخراساني والحكم واسماعيل بن ابي خالد وغير واحد من السلف- (ابن کثیر ۶/۵۵۶، مکتبہ فاروقیہ پشاور)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عطاء، مجاہد، عکرمہ رحمہم اللہ سمیت متعدد مفسرین فرماتے ہیں کہ وانحر سے اونٹ کا "نحر" ہی مطلوب ہے جو قربانی کے لئے جانے والے جانوروں میں سے بڑا جانور ہے"۔

اس سے فقہاء نے مسئلہ بھی اخذ فرمایا ہے کہ عید الاضحیٰ پڑھنے والے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ نماز عید پہلے ادا کریں، اس کے بعد قربانی کریں، جن لوگوں پر عید کی نماز فرض ہے اگر انہوں نے عید سے پہلے قربانی کردی تو ان کی قربانی نہیں ہوگی۔

۸:-ليشهدوا منافع لهم ويذكروا اسم الله في ايام معلومات على ما رزقهم من بهيمة الانعام فكلوا منها واطعموا البائس الفقير- (الحج:۲۸)

ترجمہ: "تاکہ یہ سب آنے والے اپنے اپنے فائدوں کی غرض سے پہنچ جائیں اور تاکہ قربانی کے مقررہ دنوں میں وقت خدا کا نام لیں جو خدا نے ان کو عطاء کئے ہیں، سوائے امت محمدیہ! تم ان قربانیوں میں سے خود بھی کھانا چاہو تو کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ"۔

اس آیت میں بھی قربانی ہی کا ذکر ہے۔ ہر قوم میں نسک اور قربانی رکھی گئی جس کا بنیادی مقصد خالق کائنات کی یاد، اس کے احکام کی بجا آوری اس جذبے کے ساتھ کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین ہے، یہاں بھی انسان کی قلبی کیفیت کا ایسا انقلاب مقصود ہے کہ وہ مال ومتاع کو اپنا نہ سمجھے بلکہ دل وجان سے اس عقیدے کی مشق کرے کہ حق تعالیٰ ہی اس کا حقیقی مالک ہے، گویا قربانی کا عمل فتنۂ مال سے حفاظت کا درس دیتا ہے۔

۹:-ولكل امة جعلنا منسكا ليذكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة- (الحج:۳۴)

ترجمہ: "اور ہم نے ہر امت کے لئے اس غرض سے قربانی کرنا مقرر کیا تھا کہ وہ ان چوپایوں کی قسم کے مخصوص جانوروں کو قربانی کرتے وقت اللہ کا نام لیا کریں جو اللہ نے ان کو عطا کئے تھے"۔

قربانی احادیث مبارکہ کی روشنی میں

۱:عن عائشه رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر

احب الى الله من اهراق الدم وانه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها وان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع بالارض فطيبوا بها نفسا۔ (مشکوۃ المصابیح)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ابن آدم (انسان) نے قربانی کے دن کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو اللہ کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ ہو، اور قیامت کے دن وہ ذبح کیا ہوا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا، اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے، لہٰذا تم اس کی وجہ سے (قربانی کر کے) اپنے دلوں کو خوش کرو"۔

۲: عن زيد بن ارقم قال: قال اصحاب رسول الله ﷺ: يا رسول الله! ما هذه الأضاحي؟ قال: سنة أبيكم ابراهيم عليهم السلام. قالوا: فما لنا فيها يا رسول الله؟ قال: بكل شعرة حسنة. قالوا: فالصوف؟ يا رسول الله! قال: بكل شعرة من الصوف حسنة۔ (مشکوۃ:۱۲۹)

ترجمہ: "حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ فرمایا: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ (یعنی ان کی سنت) ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ پھر اس میں ہمارے لئے کیا (اجر وثواب) ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جانور کے) ہر بال کے بدلے ایک نیکی، انہوں نے عرض کیا کہ (دنبہ وغیرہ اگر ذبح کریں تو ان کی) اون (میں کیا ثواب ہے؟) فرمایا: کہ اون کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی"

۳: عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ في يوم اضحى: ما عمل آدمي في هذا اليوم أفضل من دم يهراق الا ان يكون رحما توصل۔ (الترغیب والترہیب:۲/۲۷۷)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے دن ارشاد فرمایا: آج کے دن کسی آدمی نے خون بہانے سے زیادہ افضل عمل نہیں کیا، ہاں، اگر کسی رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک اس سے بڑھ کر ہو تو ہو"۔

۴: عن ابی سعيد رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ يا فاطمة! قومي الى أضحيتك فاشهديها، فان لك بأول قطرة تقطر من دمها ان يغفر لك ما سلف من ذنوبك۔ قالت: يا رسول الله! ألنا خاصة أهل البيت أولنا وللمسلمين؟ قال: بل لنا وللمسلمين۔

ترجمہ: "حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس رہو (یعنی اپنی قربانی کے ذبح ہوتے وقت قریب موجود رہو) کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے کے ساتھ ہی تمہارے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اللہ کے رسول! یہ فضیلت ہم اہل بیت کے ساتھ مخصوص ہے یا عام مسلمانوں

کے لئے بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لئے بھی ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی"۔

۵:۔ عن علی ان رسول الله ﷺ قال: یا فاطمة! قومی فاشهدی أضحیتك. فان لك بأول قطرة تقطر من دمها مغفرة لكل ذنب. أما انه یجاء بلحمها ودمها توضع فی میزانك سبعین ضعفا. قال ابوسعید: یا رسول الله! هذا لآل محمد خاصة. فانهم أهل لما خصوا به من الخیر، أو للمسلمین عامة؟ قال: لآل محمد خاصة، وللمسلمین عامة۔ (الترغیب والترہیب: ۲/۲۷۷۔۲۷۸)

ترجمہ: "حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت فاطمہ سے) فرمایا: اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس (ذبح کے وقت) موجود رہو، اس لئے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی تمہارے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، یہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور تمہارے ترازو میں ستر گنا (زیادہ) کر کے رکھا جائے گا، حضرت ابوسعید نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ فضیلت خاندان نبوت کے ساتھ خاص ہے جو کسی بھی خیر کے ساتھ مخصوص ہونے کے حقدار ہیں یا تمام مسلمانوں کے لئے ہے؟ فرمایا: یہ فضیلت آل محمد کے لئے خصوصاً اور عموماً تمام مسلمانوں کے لئے بھی ہے"۔

۶:۔ عن علی عن النبی ﷺ قال: یا أیها الناس! ضحوا واحتسبوا بدمائها. فان الدم وان وقع فی الأرض، فانه یقع فی حرز الله عز وجل۔ (ایضا:۲۷۸)

ترجمہ: "حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم قربانی کرو اور ان قربانیوں کے خون پر اجر و ثواب کی امید رکھو، اس لئے کہ (ان کا) خون اگرچہ زمین پر گرتا ہے لیکن، وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان میں چلا جاتا ہے"۔

۷:۔ عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: ما انفقت الورق فی شیئ أحب الی الله من نحر ینحر فی یوم عید۔ (ایضا)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاندی (یا کوئی بھی مال) کسی ایسی چیز میں خرچ نہیں کیا گیا جو اللہ کے نزدیک اس اونٹ سے پسندیدہ ہو جو عید کے دن ذبح کیا گیا"۔

۸:۔ عن ابی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ: من وجد سعة لأن یضحی فلم یضح، فلا یحضر مصلانا۔ (ایضا)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قربانی کرنے کی گنجائش رکھتا ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے"۔

۹:۔ عن حسین بن علی قال: قال رسول الله ﷺ: من ضحی طیبة نفسه محتسباً لأضحیته كانت

له حجاباً من النار. (ایضا)

ترجمہ: "حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خوش دلی کے ساتھ اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے قربانی کرے گا تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائے گی"۔

قربانی کا فلسفہ

"والثانی: یوم ذبح ابراهیم ولده اسماعیل علیهما السلام، وانعام الله علیهما: بأن فداه بذبح عظیم. اذفیه تذکر حال ائمة الملة الحنیفیة والاعتبار بهم فی بذل المهج والأموال فی طاعة الله، وقوة الصبر، وفیه تشبه بالحاج وتنویه بهم، وشوق لما هم فیه ولذلك سن التکبیر. (حجة الله البالغة: ۲/۱۰۰)

ترجمہ: "اور دوسرا (عید الاضحیٰ) وہ دن ہے کہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح (کا ارادہ کیا)، اور اللہ کا ان پر انعام ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے عظیم ذبیحہ (جنتی مینڈھا) عطا فرمایا، اس لئے کہ اس میں ملت ابراہیمی کے ائمہ کے حالات کی یاد دہانی ہے، اللہ کی اطاعت میں ان کے جان ومال کو خرچ کرنے اور انتہائی درجہ صبر کرنے کے واقعہ سے لوگوں کو عبرت دلانا مقصود ہے، نیز اس میں حاجیوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ان کی عظمت ہے اور جس کام میں وہ مشغول ہیں اس میں ان کو رغبت دلاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تکبیرات (تشریق) کو مسنون کیا گیا ہے"۔

قربانی کی حقیقت

مندرجہ بالا آیات واحادیث کی روشنی میں قربانی کی حقیقت معلوم ہوئی، اس کو مختصر الفاظ میں بیان کرنا چاہیں تو یوں کہا جاسکتا ہے۔

۱..... قربانی سنت ابراہیمی کی یادگار ہے۔

۲..... قربانی کی ایک صورت ہے اور ایک روح ہے، صورت تو جانور کا ذبح کرنا ہے، اور اس کی حقیقت ایثار نفس کا جذبہ پیدا کرنا ہے اور تقرب الی اللہ ہے۔

اصل میں قربانی کی حقیقت تو یہ تھی کہ عاشق خود اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتا مگر خدا تعالیٰ کی رحمت دیکھئے، ان کو یہ گوارا نہ ہوا اس لئے حکم دیا کہ تم جانور کو ذبح کرو ہم یہی سمجھیں گے کہ تم نے خود اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ اس واقعہ (ذبح اسماعیل علیہ السلام) سے معلوم ہوا کہ ذبح کا اصل مقصد جان کو پیش کرنا ہے، چنانچہ اس سے انسان میں جاں سپاری اور جاں نثاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہی اس کی روح ہے تو یہ روح صدقہ سے کیسے حاصل ہوگی؟ کیونکہ قربانی کی روح تو جان دینا ہے اور صدقہ کی روح مال دینا ہے، نیز صدقہ کے لئے کوئی دن مقرر نہیں مگر اس کے لئے ایک خاص دن مقرر کیا گیا ہے اور اس کا نام بھی یوم النحر اور یوم الاضحیٰ رکھا گیا ہے۔ (ایضاً، ص: ۱۹۰)

قربانی کی اصل حکمت وفلسفہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: والسر فی الھدی التشبہ بفعل سیدنا ابراھیم علیہ السلام فیما قصد من ذبح ولدہ فی ذلک المکان طاعةً لربہ وتوجھاً الیہ والتذکر لنعمة اللہ بہ وبأبیھم اسماعیل علیہ السلام، وفعل مثل ھذا الفعل فی ھذا الوقت والزمان ینبہ والنفس ای تنبہ۔ وانما وجب علی المتمتع والقارن شکر النعمة اللہ حیث وضع عنھم امر الجاھلیة فی تلک المسئلة۔

(حجۃ اللہ البالغۃ، ابواب الحج، ۲/ ۶۸

ترجمہ: "(حج کے موقع پر) ہدی میں حکمت یہ ہے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مشابہت ہے، انہوں نے اپنے رب کے حکم بجا آوری اور اس کی طرف توجہ کی نیت سے اس جگہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تھا) اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام پر جو انعامات کیے ہیں، ان کی یاددہانی ہوتی ہے، اور حج تمتع وقران کرنے والے پر یہ ہدی واجب ہے، تاکہ اللہ تعالی کی اس نعمت کا شکر ادا ہو کہ اس نے معاملے میں جاہلیت کے وبال کو دور کردیا"۔

قربانی کی دو اقسام کا بیان

قربانی کی دو قسمیں ہیں ایک واجب، دوسری مستحب:

اگر کوئی آدمی، عاقل، بالغ آزاد، مقیم، مسلمان اور مالدار ہو تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے، اور قربانی نہ کرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔

اگر کوئی مسلمان سفر میں ہو یا فقیر وغریب ہو یا محتاج ہو اور قربانی کرے تو یہ مستحب ہے۔ جس طرح زکوۃ صاحب نصاب مسلمان پر الگ الگ لازم ہوتی ہے۔

اسی طرح قربانی بھی ہر صاحب نصاب پر الگ الگ لازم ہوگی، چنانچہ ایک قربانی ایک گھرانے کی طرف سے کافی ہونے کا خیال درست نہیں ہے اور ہر مالدار مقیم مسلمان شخص پر قربانی اس کے اپنے نفس اور ذات پر واجب ہوتی ہے، اس لئے پورے گھر، خاندان یا کنبے کی طرف سے ایک آدمی کی قربانی کافی نہیں ہوگی، بلکہ ہر صاحب نصاب پر الگ الگ قربانی لازم ہوگی، ورنہ سب لوگ گنہگار ہوں گے، ہاں مردوں کے ایصال ثواب کے لئے ایک قربانی کئی افراد کے ثواب کی نیت سے کرسکتے ہیں۔

مردوں کے ایصال ثواب کے لئے یا زندہ لوگوں کو ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کرنا جائز ہے، اگر کسی آدمی نے قربانی کی نذر مانی یا فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو ان پر قربانی واجب ہے۔

قربانی کے احکام ومسائل

قربان "قرب" سے مشتق ہے جس کا معنی قریب ہوتا ہے، بہت زیادہ قریب ہونے کو قربان کہتے ہیں۔

اصطلاح میں قربانی سے مراد مخصوص جانور کو مخصوص ایام میں متعلقہ شرائط کے ساتھ قرب الہی کے لئے ذبح کرنا ہے۔ عید قربان کا معنی ہے وہ عید جو اپنے اندر قربانی کی خاصیت رکھتی ہے۔ اگر کوئی شخص 10 ذی الحج میں قربانی کرتا ہے تو اس عمل کی برکت

بندے کو اللہ کے اتنا قریب کر دیتی ہے کہ کوئی اور عمل اتنا قرب عطا نہیں کرتا۔

قربانی کی فضیلت و اہمیت

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قربانی کو ایک جلیل القدر عبادت قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ انعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o (الانعام، 162:6)

''بے شک میری نماز اور میرا حج اور قربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

درج ذیل احادیث مبارکہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے قربانی کی اہمیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی قربانیوں کے لئے عمدہ جانور تلاش کرو کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گے۔'' (دیلمی، فردوس الاخبار، 1:119، رقم: 267)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس چلی جاؤ اس کے گرنے والے خون کے پہلے قطرے کے ذریعے ہر صغیرہ گناہ سے بخشش مل جائے گی اس کے خون اور گوشت کو لایا جائے گا اور ستر گنا کر کے تیرے ترازو میں رکھ دیا جائے گا۔'' (یہ سن کر) ابوسعید نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے وہ اس نیکی کے ساتھ مخصوص ہونے کے لائق ہیں یا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص اور مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بالخصوص ہے اور باقی مسلمانوں کے لئے بالعموم ہے۔'' (بیہقی، السنن الکبری، کتاب الضحایا، باب ما یستحب للمرء من ان یتولی ذبح نسکہ، 9:476، رقم: 19141)

قبولیتِ قربانی کا معیار قربانی کی قبولیت میں جو چیز کارفرما ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں حسنِ نیت اور صدق و اخلاص ہے عمل اگر صدق و اخلاص کی بنا پر ہو تو وہ قلیل تر ہی کیوں نہ ہو انسان کا درجہ بلند تر کر دیتا ہے جبکہ وہی عمل اگر صدق و اخلاص، نیک نیتی اور للہیت سے خالی ہو تو خواہ وہ پہاڑوں کی طرح کیوں نہ ہو خدا کی بارگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا کہ اگر ایک مسلمان دکھاوے کی نیت سے بہت بڑے اور کثرت سے جانور خریدے تاکہ لوگ متاثر ہوں اور وہ یہ کہیں کہ وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ لوگوں کی نظروں میں بہت بڑا ہونا تو دکھایا جا سکتا ہے لیکن خدا کے ہاں ایسا شخص بڑا نہیں ہوتا۔ عین ممکن ہے کہ خدا کے ہاں پچھلی صف پر بیٹھا ہوا وہ آدمی بڑا ہو جس میں قربانی کرنے کی سکت بھی نہ ہو لیکن اس کا دل چاہ رہا ہو کہ میرے پاس دولت ہوتی تو میں خدا کی رضا کے لئے قربانی کرتا۔ وہ قربانی نہ کر سکے لیکن اس کو اللہ کی بارگاہ میں وہ اجر مل جائے جو ریاکاری کی قربانی کرنے والے کو کبھی نہ میسر ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ صدقہ و خیرات کرتے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے دن کثرت سے صدقہ کرتے لیکن ایک سال ایسا آیا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کے پاس اتنے پیسے بھی نہ تھے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں صدقہ کر سکتے بالآخر مجبور ہو کر انہوں نے تھوڑے سے چنے لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں تقسیم کر دیے

لیکن دل میں بوجھ رہا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے موقع پر یہ ادنیٰ سا صدقہ ہے۔ خدا جانے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں قبول ہوا ہوگا یا نہیں۔ بس! اتنا عمل کرنے کی دیر تھی۔ اسی رات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کے صدقہ کئے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمارہے ہیں: بیٹا عبدالرحیم! ہم تھوڑے یا زیادہ کی طرف نہیں جاتے ہم تو اپنی اولاد کی حسن نیت کو دیکھا کرتے ہیں اور بس! جس نیت سے تو نے خوشی کی اسی حسن نیت اور تقویٰ کی اللہ کی بارگاہ میں قبولیت ہے۔

قربانی کا قبول ہونا اس بنیاد پر منحصر ہے کہ قربانی کس نیت سے دی جارہی ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے

قربانی اس شخص پر واجب ہے جو مسلمان ہو، آزاد ہو، غلام نہ ہو، مقیم ہو، مسافر نہ ہو، اگر حالت سفر میں نفلی طور پر قربانی کی جائے تو ثواب ہوگا اگر کوئی بھیڑ، بکری قربانی کے ارادے سے خریدی مگر قربانی کا دن آنے سے پہلے سفر درپیش آجائے تو اسے بیچا جا سکتا ہے۔ جو شخص استطاعت رکھتا ہو یعنی اتنی آمدنی ہو کہ معمولی گزر بسر کے بعد بقدر نصاب بچ جائے۔ یہ بھی ایک رائے ہے کہ اس کاروبار سے اتنی آمدنی ہو کہ ایک مہینے کا خرچ، خوراک نکل آئے اگرچہ سامان خانہ وقف کا ہو تو بھی قربانی واجب ہے۔

مذکورہ بالا شرائط میں مرد اور عورت کے لئے یکساں حکم ہے۔

قربانی کرنے والے کی شرائط

1۔ قربانی کی نیت کرنا: نیت کے بغیر قربانی جائز نہیں ہوتی کیونکہ بعض اوقات گوشت کے لئے بھی جانور ذبح کیا جاتا ہے اور بعض اوقات رضائے خداوندی کے حصول کے لئے۔ قربانی کے لئے دل سے نیت کرنا کافی ہے اور زبان سے کچھ کہنا ضروری نہیں ہے۔

2۔ حصہ داروں کا تعین: جس قربانی میں حصہ داروں کی گنجائش ہو وہاں کوئی ایسا شخص حصہ دار نہ بنایا جائے۔ جو سرے سے ہی رضائے خداوندی کی نیت نہ رکھتا ہو۔ یہی حکم قربانی کے علاوہ باقی ثواب کے کاموں کا ہے۔ ”اگر قربانی کرنے والے کے ساتھ باقی چھ میں کوئی نصرانی گوشت کے ارادے سے شریک ہو تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔“

3۔ وقت ذبح اجازت دینا: قربانی کرتے وقت ذبح کنندہ کوئی اور ہو تو جب تک ذبح کرنے والے کی جانب سے اجازت نہ ہو تو قربانی جائز نہ ہوگی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بکری کے بارے میں دریافت کیا گیا جسے ایک عورت نے اس کی مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کردیا تھا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے منع کیا لیکن فرمایا اسے قیدیوں کو کھلادو۔

(شوکانی، نیل الاوطار، ابواب الصید، باب ما یجوز فیہ اقتناء الکلب، 9:18)

قربانی کے لئے کس قسم کا جانور ہونا ضروری ہے 1۔ قربانی کے جانور کا واضح عیب سے پاک ہونا ضروری ہے اندھا، کانا، لنگڑا،

اتنا کمزور جانور جس میں گوشت برائے نام ہو یا جڑ سے کٹے ہوئے کان یا دم کٹے وغیرہ کی قربانی کرنا جائز نہیں۔

2۔ جس جانور کے دانت نہ ہوں اگر وہ چارا کھالیتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

3۔ جو جانور مجنون ہو گیا ہو تو اگر وہ چارہ کھا سکتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں خارش زدہ جانور اگر فربہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

4۔ جس جانور کی زبان کٹی ہوئی ہو اور وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

5۔ جس جانور کی چار ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

6۔ شریعت کا یہ قاعدہ ہے جو عیب کسی فائدہ کو بالکل ختم کردے یا خوبصورتی کو ضائع کردے اس کی قربانی جائز نہیں اور جو عیب اس سے کم درجہ کا ہو اس کی وجہ سے قربانی ممنوع نہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو، بیمار جس کا مرض ظاہر ہو، لنگڑا ہونا ظاہر ہو اور بوڑھا جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔'' (ابوداؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا، 3:9، رقم:2802)

ذبح کا مسنون طریقہ

ذبح حیوان ایسے معمولی امور میں سے نہیں ہے کہ انسان اپنی آسانی کے لیے جس طرح چاہے انجام دے اور وہ کسی اصول قوانین کا پابند نہ ہو بلکہ ان امور کے لیے قرآن وسنت میں بیان کردہ احکام کی پابندی کرنا ایک مسلمان کے لیے لازم ولابدی قرار دیا ہے۔ آداب ذبح یہ ہیں کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹائے ذبح کرنے والے اور جانور کا چہرہ قبلہ رخ ہو فقط تین پاؤں باندھے دائیں ہاتھ سے ذبح کرے چھری کو پہلے تیز کرلے اور چھری چلانے میں نہایت جلدی کرے۔ گردن کو اس کی ابتداء سے لے کر سینے کی ابتداء تک کسی جگہ اس طرح کاٹا جائے کہ گردن کی چار رگیں کٹ جائیں۔ دو شہ رگیں تیسرے نرخرہ اور چوتھی خوراک کی نالی۔ ان چاروں میں سے تین رگیں کٹ جائیں تو بھی جانور حلال ہو جاتا ہے۔ یہ چار رگیں مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ حلقوم: یہ وہ رگ ہے جس سے سانس آتی ہے اسے نرخرہ بھی کہتے ہیں۔

2۔ مری: جس سے خوراک نیچے اترتی ہے۔

3،4۔ ودجین: حلقوم اور مری کے دونوں طرف ایک ایک رگ ہے جنہیں شہ رگ بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں رگوں میں خون گردش کرتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، 8:433)

جانور کو ذبح کرنے کا مقام سینے کے اوپر والے حصے سے دونوں جبڑوں تک ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو جبڑوں اور سینہ کے بالائی حصہ کے درمیانی جگہ کو کاٹنا ذبح ہے۔'' اگر اونٹ، گائے یا بکری کی گردن یہاں تک کاٹی کہ اس کو علیحدہ کردیا اگر ایسا کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا اس پر حلق کی جانب سے وار کیا تو ذبیحہ کھایا جائے گا لیکن ایسا طریقہ ذبح اختیار کرنا غلط ہے۔ (الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدیہ، 2:207، رقم:903)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطانی طریقے سے جانور ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ زاد بن عیسٰی رضی اللہ عنہ اپنی حدیث میں فرماتے ہیں: کہ شیطانی طریقے سے ذبح کرنا یہ ہے کہ کھال تو کاٹ دی جائے اور رگوں کو نہ کاٹا جائے پھر اسے (تکلیف میں) تڑپتا چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(ابن ابوداؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب فی المبالغة فی الذبح، 3:18، رقم: 2826۔)

ذبح کے وقت کی دعا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن دو مینڈھے قربان کیے اور انہیں قبلہ رخ کر کے یہ دعا فرمائی:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ. اللّٰهُمَّ مِنْكَ.

(ابن ماجہ، السنن، کتاب الاضاحی، باب اضاحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 3:530، رقم: 3121)

''میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف پھیرا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اس حال میں کہ میں حنیف ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ جو رب العالمین ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں مسلمانوں میں سے پہلا ہوں۔ اے اللہ! میں تیرے نام سے شروع کرتا ہوں۔''

ذبح کے وقت یہ جملہ کہنا مکروہ ہے ''اے اللہ اسے فلاں کی جانب سے قبول فرما'' یہ جملہ ذبح سے قبل یا فراغت کے بعد کہنا چاہیے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو موقعوں پر میرا ذکر نہ کیا جائے۔ چھینک کے وقت اور ذبح کے وقت۔''

(ابن قدامہ، المغنی، کتاب الصید والذبائح، 8:541)

ذبح کرنے کے بعد کی دعا

قربانی کرنے کے بعد درج ذیل دعا پڑھیے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِكَ وَمُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ عليهما السلام

''اے اللہ! تو اس قربانی کو میری جانب سے قبول فرما جس طرح تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی قبول فرمائی۔ دونوں پر درود و سلام ہو۔''

قربانی کے جانور میں حصہ داری کے احکام 1۔ قربانی کا جانور اگر بھیڑ یا بکری ہو تو اسے قربانی میں صرف ایک شخص کی جانب سے پیش کیا جاسکتا ہے خواہ وہ جانور دیکھنے میں دو بکروں جیسا موٹا تازہ کیوں نہ ہو جبکہ ایک گائے یا اونٹ سات آدمیوں کے لئے کفایت کرتا ہے وہ اس سے زیادہ کی طرف سے جائز نہیں ہے۔

2۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس ارشاد نبوی سے فائدہ حاصل

کرتے اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کرتے اور اونٹ ذبح کرتے تو سات افراد اس قربانی میں شریک ہو جاتے۔'' (ابو داؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب البقر والجزور عن کم تجزئ؟، 3:11، رقم: 2807)

3۔ ''اگر کسی شخص نے اپنی قربانی کے لئے گائے خریدی پھر اس میں چھ آدمیوں کو شریک کر لیا تو ان سب کی طرف سے قربانی تو ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے اگر خریدنے سے پہلے ہی شرکت کر لی جائے تو یہ سب سے بہتر ہے۔''

(درمختار، کتاب الاضحیۃ، 4:202)

4۔ ''سات آدمیوں نے قربانی کے لئے گائے خریدی تھی ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اگر اس کے ورثاء نے شرکاء سے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور اس کی طرف سے قربانی کرو اور انہوں نے کر لی تو سب کی قربانیاں جائز ہیں لیکن اگر بغیر اجازت ورثاء ان شرکاء نے قربانی کی تو کسی کی طرف سے نہ ہوئی۔'' (مرغینانی، الهدایہ، کتاب الاضحیہ، 4:226)

5۔ ''گائے کو چھ، پانچ یا چار اشخاص کی طرف سے بھی قربان کیا جا سکتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ سب شرکاء کے حصے برابر ہوں جبکہ یہ ضروری ہے کہ ہر ایک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔'' (حصکفی، درمختار، کتاب الاضحیۃ، 4:201)

قرض دار کے لئے قربانی کا حکم کسی شخص پر واجب الادا قرض ہے اس کی ملکیت سے قرض کی مقدار ادا کر دی جائے جس کے بعد وہ صاحب نصاب نہیں رہتا تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔ اگر کسی شخص کے پاس مال موجود نہیں اور قربانی کے دن گزر جانے کے بعد اسے مال وصول ہو گیا تو اس شخص پر قربانی واجب نہیں۔ ''اگر اس قدر قرضہ ہو کہ اگر مال موجود قرضہ میں صرف کیا جائے تو نصاب پورا نہ رہے کم ہو جائے تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر اس کا مال ہو مگر اس کے پاس نہ ہو غائب ہو کہ ایام قربانی میں اس کو نہ ملے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔'' (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الاضحیۃ، 4:445)

عورت کے لئے قربانی کا حکم صاحب نصاب عورت پر قربانی اسی طرح واجب ہے جس طرح صاحب نصاب مرد پر واجب ہے۔ کسی عورت کو مہر سے حاصل شدہ مال کی وجہ سے صاحب نصاب نہیں مانا جائے گا لیکن اگر عورت کے پاس مہر کے علاوہ بقدر نصاب مال موجود ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کا حکم اگر کسی شخص نے بالغ بیٹوں یا بیوی کی اجازت کے بغیر قربانی کر دی تو ان کی طرف سے قربانی نہیں ہوگی اسی طرح اگرچہ نابالغ کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں ہے مگر کر دینا بہتر ہے۔ ''کسی شخص پر لازم نہیں کہ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے یا اپنی جوروں کی طرف سے قربانی کرے لیکن اگر ان میں سے کسی نے اس کو اذن دیا ہو تو قربانی کر دے ایسا کرنا جائز ہے۔ نابالغ فرزند کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں مستحب ہے۔'' (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الاضحیۃ، 4:447)

قربانی کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت قربانی کرنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ عید کے دن قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے بلکہ قربانی ہی کے گوشت میں سے کھانے کا اہتمام کرے مگر یہ روزہ نہیں ہوگا نہ ہی اس دن روزہ کی نیت کرنا جائز ہے کیونکہ عید کے تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ البتہ پہلی سے نویں تک کے روزے بہت افضل ہیں اور سب نفلی روزوں میں بہتر روزہ عرفہ (نویں ذوالحج) کے دن کا روزہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جن

دنوں میں رب کی عبادت کی جاتی ہے ان میں سے کوئی دن عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ پسندیدہ نہیں ان میں سے ہر دن کا روزہ سال کے روزوں اور ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔" (ترمذی، السنن، ابواب الصوم، باب ماجاء فی العمل ایام العشر، 122، رقم:758)

قربانی کا گوشت کھانے کے احکام جمہور فقہاء اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ قربانی کے گوشت کو جمع کرنا اور تین دن کے بعد اس کو کھانا جائز ہے۔ بعض احادیث میں جو ممانعت ہے وہ دوسری احادیث صریحہ سے منسوخ کر دی گئی جبکہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ فسخ نہیں ہے بلکہ پہلے تین دن سے زیادہ گوشت رکھنے کی ممانعت ایک علت کی بناء پر کی گئی تھی پھر جب وہ علت باقی نہ رہی تو وہ ممانعت بھی منسوخ ہو گئی لیکن اگر وہ علت آج بھی پیدا ہو جائے اور لوگوں میں فقر و فاقہ اور غربت کی وجہ سے گوشت کی ضرورت زیادہ ہو تو اب بھی گوشت کو جمع کرنے کا حکم ساقط متصور ہو گا لیکن معمول کے حالات میں گوشت جمع کر کے رکھ لینا بھی جائز ہے اور تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانا بھی جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا، عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ سے اس بات کا ذکر کیا، عمرہ نے کہا انہوں نے سچ کہا، میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر دیہات سے کچھ لوگ آئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تین دن تک گوشت جمع کرو اس کے بعد جو باقی بچے اس کو صدقہ کر دو، اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ اپنی قربانی (کی کھالوں) سے مشکیں بناتے تھے اور اس (قربانی) کی چربی رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب کیا ہوا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو ان محتاجوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو اس وقت آئے تھے۔ اب قربانیوں کو کھاؤ، جمع کرو اور صدقہ کرو۔"

(مسلم، الصحیح، کتاب الاضاحی، بیان ماکان من النہی عن اکل لحوم الاضاحی بعد ثلاث فی اول الاسلام، 3:1561، رقم:1971)

قربانی کا جانور مر جانے کی صورت میں حکم اس صورت میں اس کی مثال یوں ہے کہ چار آدمیوں نے چار بکریاں قربانی کے لئے خریدیں یعنی ہر ایک نے ایک ایک بکری خریدی جن کا رنگ اور حلیہ یکساں تھا پھر انہوں نے ان کو ایک جگہ بند کر دیا پھر صبح اٹھ کر دیکھا تو ان میں ایک بکری مر گئی تھی۔ یکساں مشابہت کی وجہ سے انہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس کی بکری مر گئی۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ تمام بکریاں فروخت کر دی جائیں اور وصول شدہ رقم سے دوبارہ چار بکریاں خریدی جائیں پھر ہر شخص رضامندی سے دوسرے کو ذبح کرنے کی اجازت دے۔ (فتاویٰ عالمگیری کتاب الاضحیہ، 6:476)

"قربانی کے لئے خریدا ہوا جانور مر گیا، خریدار اگر خوشحال ہو تو اس پر دوسری قربانی واجب ہے جبکہ فقیر پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اور اگر جانور گم یا چوری ہو جائے تو دوسرا جانور خریدنے کی استطاعت رکھتا ہو تو خرید کر قربانی کرے اور اگر قربانی کے ایام میں پہلا جانور مل جائے تو خوشحال شخص دونوں کی قربانی کرے جبکہ تونگر کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے جانور کو فروخت کر دے۔

(مرغینانی، الھدایۃ، 4:223)

قربانی کی استطاعت نہ رکھنے والے کے لیے حکم: جو شخص قربانی کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کے لیے حکم ہے کہ وہ اپنے بال کٹوائے اور ناخن ترشوائے تو اسے قربانی کے عمل کا ثواب ملے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: "ایک شخص عرض گزار ہوا کہ اگر مجھے کچھ میسر نہ آئے تو سوائے اس اونٹنی یا بکری وغیرہ کے جو دودھ پینے کے لیے عاریتاً یا کرائے پر ملی ہو تو کیا اسی کی قربانی پیش کر دوں؟ فرمایا نہیں لیکن تم اپنے بال کترا لو، ناخن کاٹو، مونچھیں پست کرو اور موئے زیر ناف صاف کرو اللہ کے نزدیک بس یہی تمہاری قربانی ہے۔" (ابوداؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی ایجاب الاضاحی، 3، 3، رقم: 2789)

گوشت کی تقسیم کے مسائل: قربانی کا گوشت ایک طرح کا صدقہ ہے جس طرح لوگ قربانی کے علاوہ جانور ذبح کرتے ہیں جس سے وہ غریبوں اور اپنے اعزہ واقارب کی ضیافت ودعوت کرتے ہیں، گھر میں پکاتے ہیں، اگر قربانی کا گوشت خالصتاً صدقہ ہوتا تو پھر سارے کا سارا غریبوں میں تقسیم کرنے کا حکم آتا مگر قربانی کی تقسیم کا مسنون طریقہ اس طرح ہے۔

1۔ایک حصہ غریبوں میں بانٹا جائے۔2۔دوسرا حصہ اعزہ واقارب میں دیا جائے۔

3۔تیسرا حصہ اپنے گھر میں رکھا جائے۔ (الکاسانی، بدائع الصنائع، 5:191)

عید الاضحیٰ کا دن قربانیوں کے گوشت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت اور مہمان نوازی کا دن ہے لہٰذا اس دن بلا تفریق سب کو اس میں شامل کرنا چاہیے کیونکہ ان ایام میں امراء وغرباء دونوں طبقے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں۔

بصورت دیگر اگر خاندان کے افراد زیادہ ہوں تو ایک حصہ غریبوں اور محتاجوں کو دینے کے بعد دو حصے بھی گھر رکھے جاسکتے ہیں لیکن اگر کنبہ بہت بڑا ہے تو سارے کا سارا گوشت بھی استعمال میں لایا جاسکتا ہے کیونکہ قربانی کا مقصود صرف گوشت کی تقسیم نہیں بلکہ تقرب الٰہی کے لئے خون بہانا ہے۔ گائے کی قربانی میں حصہ داری کی صورت میں گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے۔ محض اندازے سے تقسیم نہ کیا جائے ہوسکتا ہے کہ کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے۔

حرام جانوروں اور خون وغیرہ کے حرام ہونے کا بیان

تم پر حرام کیا گیا، مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس (جانور) پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور گلا گھٹ جانے والا اور چوٹ کھا کر مرا ہوا اور بلندی سے گر کر مرا ہوا اور سینگ لگنے سے مرا ہوا اور جس کو درندے نے کھایا ہو ماسوا اس کے جس کو تم نے (زندہ پا کر) ذبح کرلیا اور جو بتوں کے تقرب کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا اور فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرنا یہ (تمام کام) فسق ہیں، آج کفار تمہارے دین (کی ناکامی) سے مایوس ہو گئے سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو (بطور) دین پسند کرلیا، پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام کھالے) دراں حالیکہ وہ اس کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے۔ (المائدہ، ۳)

مردار کا معنی اور اس کے شرعی احکام:

جو جانور طبعی موت مرجائے نہ اس کو ذبح کیا گیا ہو نہ شکار کیا گیا ہو اس کو میتہ (مردار) کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں جو

جانور بغیر ذبح کے مرجائے' اس کو میتہ کہتے ہیں۔ اس کو شریعت میں حرام کر دیا گیا ہے' کیونکہ رگوں میں خون کے رک جانے یا کسی بیماری کی وجہ سے جسم میں زہریلے مادے پیدا ہوجاتے ہیں' جو انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں اور اگر اس جانور کو ذبح کرلیا جائے تو اس کے جسم سے سارا خون بہہ جاتا ہے اور خون کے ساتھ زہریلے اور نقصان دہ اجزاء جسم سے نکل جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں طبائع سلیمہ مردار جانور کا گوشت کھانے سے متنفر ہوتی ہیں' سو مردار جانور صحت کے اعتبار سے بھی مضر ہے اور دین کے اعتبار سے بھی' کیونکہ اللہ کے نام سے اس کی جان نہیں نکلی۔ لہٰذا مردار جانور کو کھانا بالاتفاق حرام ہے۔ البتہ فقہاء احناف کے نزدیک اس کے بال اور اس کی ہڈیاں پاک ہیں اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ (بدائع الصنائع' ج۱ص ۶۳' مطبوعہ کراچی)

علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ امام احمد' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مردار کی ہڈی نجس ہے۔ (المغنی' ج۱ص ۵۶) اور امام شافعی کے نزدیک مردار کے پر اور بال بھی نجس ہیں' کیونکہ حیوان کی نشوونما سے وہ بڑھتے ہیں' اور باقی اعضاء کی طرح' اس کی موت سے نجس ہوجاتے ہیں اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک مردار کے پر اور بال پاک ہیں۔ کیونکہ امام دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مردار کی مشک میں کوئی حرج نہیں ہے' جب اسے رنگ لیا جائے اور اس کے اون اور بالوں میں کوئی حرج نہیں ہے' جب انہیں دھولیا جائے۔ نیز اس پر موت طاری نہیں ہوتی' اس لیے جانور کی موت سے یہ نجس نہیں ہوں گے' جیسے انڈا نجس نہیں ہوتا۔ (المغنی' ج۱ص ۶۰' ملخصاً مطبوعہ بیروت)

مردار جانور حرام ہے' لیکن اس کے عموم سے بالاتفاق مچھلی اور ٹڈی مستثنیٰ ہیں۔ امام ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں۔ مچھلی اور ٹڈی۔ (سنن ابن ماجہ' ج۲' رقم الحدیث: ۳۲۱۸' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام قسم کے سمندری جانور بغیر ذبح کے حلال ہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا' یا رسول اللہ ﷺ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس بہت تھوڑا پانی ہوتا ہے۔ اگر ہم اس سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں گے' تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے' اور اس کا مرا ہوا جانور حلال ہے۔

(سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۶۹' سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۸۳' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۵۰' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۳۸۶' موطا امام مالک' رقم الحدیث: ۴۰' مسند احمد' ج۲' ۷۲۳۷' المستدرک' ج۱' ص ۱۴۰)

خون کے شرعی احکام:

اس آیت میں خون کو حرام کیا گیا ہے۔ اس سے مراد بہنے والا خون ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں بہنے والے خون کو حرام فرمایا ہے:

"(آیت)" قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا۔

و الآیہ (الانعام: ۱۴۵)

ترجمہ: آپ کہیے کہ مجھ پر جو وحی کی جاتی ہے اس میں کسی کھانے والے پر جو وہ کھاتا ہو صرف مردار' بہنے والے خون اور خنزیر کے گوشت کو میں حرام پاتا ہوں' کیونکہ وہ نجس ہے' یا نافرمانی کی وجہ سے جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کے بعد گوشت میں جو خون عادتاً باقی رہ جاتا ہے' وہ حرام نہیں ہے اور جو خون جامد ہو جیسے کلیجی اور تلی وہ بھی حرام نہیں ہے۔ امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے دو مردے حلال کیے گئے ہیں اور دو خون حلال کیے گئے ہیں رہے دو مردے تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور رہے دو خون تو وہ کلیجی اور تلی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۱۴' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

بہنے والے خون کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خون نجس ہے اور اس میں جراثیم اور زہریلے اجزاء ہوتے ہیں' اور اس کو ہضم کرنا مشکل ہے' تمام قسم کی بیماریوں کے اجزاء اور جراثیم خون میں ہوتے ہیں۔ اس لیے مادی طور پر بھی خون کو کھانا صحت کے لیے سخت مضر ہے۔

خنزیر کے نجس اور حرام ہونے کا بیان:

اس آیت میں فرمایا ہے تم پر مردار خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا ہے اسی طرح (الانعام: ۱۴۵) میں بھی خنزیر کے گوشت کو حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال مکہ میں فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے خمر (شراب) مردار' خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام فرما دیا ہے۔ (صحیح البخاری ج ۲' رقم الحدیث: ۲۲۳۶' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نردشیر کے ساتھ کھیلا' اس نے گویا اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ لیا۔ (صحیح مسلم ج' رقم الحدیث: ۲۲۶۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

اس حدیث میں آپ نے خنزیر کے خون اور گوشت سے نفرت دلائی ہے۔ خنزیر کا خون' گوشت اور اس کے تمام اجزاء حرام ہیں قرآن مجید میں خنزیر کے گوشت کا ذکر کیا ہے' کیونکہ کسی جانور کا اہم مقصود اس کا گوشت کھانا ہوتا ہے۔

خنزیر کے گوشت کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت گندہ اور نجس جانور ہے اور یہ بالعموم گندگی میں رہتا ہے۔ اس کے جسم اور بالوں میں کیڑے ہوتے ہیں۔ اس کا گوشت بہت ثقیل اور دیر ہضم ہوتا ہے' اور اس میں چربی بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے خون میں کلسٹرول کی بہت زیادتی ہوتی ہے۔ جس جانور کا گوشت کھایا جائے' اس کے اوصاف کا انسان کی طبیعت پر اثر پڑتا ہے جانوروں میں خنزیر نہایت بے غیرت جانور ہے۔ اس کی مادہ سے ایک خنزیر جفتی کرتا ہے اور باقی کئی خنزیر اس کے قریب کھڑے

اپنی باری کے منتظر رہتے ہیں' جبکہ دوسرے جانور اپنی مادہ کے قریب دوسرے نر کو آنے نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو اقوام خنزیر کا گوشت کھاتی ہیں وہ بھی بے غیرت ہوتی ہیں' ان میں بہت زیادہ فحاشی اور بدچلنی ہوتی ہے۔ بہر حال! مسلمان کے لیے صرف یہ وجہ کافی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ خنزیر کو حرام فرما دیا' خواہ حرمت کی یہ وجوہ ہوں یا نہ ہوں۔ ہم نے یہ وجوہ صرف اس لیے بیان کی ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے اور اس نے جن تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے' اس کی وجوہ نہایت معقول ہیں:

''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کا معنی اور اس کے شرعی احکام:

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

(آیت) ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کا معنی ہے جس پر غیر اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے اور یہ وہ جانور ہے جس کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔ اھلال کا معنی ہے چاند دیکھتے وقت بلند آواز سے چلانا' پھر ہر بلند آواز کو اھلال کہا گیا۔ نوزائیدہ بچے کے رونے کو بھی اھلال کہتے ہیں۔ (المفردات ص ۵۴۰' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۶۲ھ)

ملا احمد جون پوری متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں (آیت) ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' کا معنی ہے جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' مثلاً لات' عزیٰ اور انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے نام پر۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۴۴' مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی ہے جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند آواز سے پکارنا اور اھلال کا معنی یہاں پر یہ ہے کہ جس کے لیے جانور ذبح کیا جائے' مثلاً لات اور عزیٰ اس کا ذبح کے وقت بلند آواز سے ذکر کرنا۔

(روح المعانی' ج ۶ ص ۵۷' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

''و آنچہ نام غیر خدا بوقت ذبح او یاد کردہ شود''۔

عام ازیں کہ ذبح کے وقت صرف غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً مسیح کا نام لے کر ذبح کیا جائے' یا اللہ کے ساتھ بطریق عطف غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً یوں کہے کہ اللہ اور مسیح کے نام سے ذبح کرتا ہوں' تو یہ ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر غیر وقت ذبح میں غیر اللہ کے ساتھ وہ جانور نامزد ہو' مثلاً قربانی کے جانوروں کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ یہ محمود کا بکرا ہے' یہ اسلم کا بکرا ہے' یہ نعیم کی گائے ہے' یا کسی نے اپنے والد عبد الرحیم کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے کوئی بکرا موسوم کیا ہو' اور کسی نے حضرت غوث اعظم کو ایصال ثواب کرنے کے لیے بکرا نامزد کیا ہو' یا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ ثواب کرنے کے لیے کوئی بکرا نامزد کیا ہو' پھر ان جانوروں کو اپنے اپنے وقت میں صرف اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو یہ ذبح جائز ہے' اور ان کا گوشت حلال ہے اور ان کا ایصال ثواب کرنا صحیح ہے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

حاکم یا کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر جانور ذبح کیا گیا تو یہ حرام ہے (اور اس ذبح سے جانور کا گوشت کھانا مقصود نہ ہو'

صرف اس کا خون بہانا مطلوب ہو) کیونکہ یہ (آیت) ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' ہے۔خواہ اس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اور اگر مہمان کے لیے ذبح کیا گیا تو یہ حرام نہیں ہے' کیونکہ یہ حضرت خلیل (علیہ السلام) کی سنت ہے اور مہمان کی تکریم اللہ تعالیٰ کی تکریم ہے اور وجہ فرق یہ ہے کہ اگر اس نے جانور کو اس لیے ذبح کیا' تا کہ یہ اس سے کھائے تو یہ ذبح اللہ کے لیے ہوگا' اور منفعت مہمان کے لیے' یا دعوت کے لیے یا نفع کے لیے ہوگی اور اگر اس نے کھانے کے لیے نہیں ذبح کیا' بلکہ اس لیے کہ کسی غیر کے آنے پر محض اس کو ذبح کرے (یعنی صرف خون بہائے) تو اس میں غیر اللہ کی تعظیم ہوگی' سو یہ حرام ہوگا۔کیا وہ شخص کافر ہو جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں۔ (بزازیہ و شرح وھبانیہ) میں کہتا ہوں کہ منیہ کی کتاب الصید میں ہے کہ یہ فعل مکروہ ہے' اور اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔کیونکہ ہم کسی مسلمان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح کے ساتھ کسی آدمی کا تقرب (بطور عبادت کیونکہ یہی کفر ہے۔شامی) حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔شرح الوھبانیہ میں ذخیرہ سے اسی طرح منقول ہے۔

(الدر المختار مع رد المختار ج ۵ ص ۱۹۷-۱۹۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں وجہ فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(آیت) ''ما اھل لغیر اللہ بہ'' میں تعظیم اور غیر تعظیم کے لیے فرق یہ ہے کہ اگر دیوار چنتے وقت یا کسی مرض سے شفاء کے حصول کے وقت جانور ذبح کیا جائے تو اس کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔کیونکہ اس ذبح کا مقصد صدقہ کرنا ہے (حموی) اسی طرح کسی نے سفر سے سلامتی کے ساتھ آنے پر قربانی کی نذر مانی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔(البحر الرائق) اب اس پر لازم ہے کہ اس گوشت کو فقط فقراء پر صدقہ کرے۔(فتاویٰ الشلبی) اور جو شخص کسی کے آنے پر جانور کو ذبح کرے اور پھر اس کو یونہی چھوڑ دے' یا اس میں سے کل یا بعض لے لے اور فرق کا مدار ابتداء ذبح کے وقت ہے۔اگر اس نے مہمان کے اکرام اور اس کو گوشت کھلانے کے سبب سے جانور کو ذبح کیا ہے' تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر اس نے کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر اس کی تعظیم کے لیے محض خون بہانے کے قصد سے جانور کو ذبح کیا ہے تو یہ حرام ہے' اور یہ فرق اس طرح مزید ظاہر ہوگا کہ اگر اس نے حاکم کی ضیافت کی اور اس کے آنے پر جانور کو ذبح کیا۔اگر اس ذبح سے اس کو تعظیم کا قصد کیا تو یہ ذبیحہ حلال نہیں ہے' اور اگر اس ذبح سے اس کی مہمانی اور اس کے اکرام کا قصد کیا تو یہ ذبیحہ حلال ہے۔خواہ یہ ذبیحہ مہمان کے علاوہ کسی اور کو کھلا دے۔جو شخص کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر اس کی تعظیم کے لیے جانور کو ذبح کرتا ہے تو یہ ذبیحہ حرام ہے' لیکن یہ کفر نہیں ہے۔کیونکہ ہم کسی مسلمان کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح کے ساتھ کسی آدمی کا تقرب علی وجہ العبادت حاصل کرے گا اور تکفیر کا اسی پر مدار ہے' اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔اس لیے ظاہر یہ ہے کہ اس کا یہ فعل دنیاداری کے لیے وقت اللہ کا نام لینا حکما خالص اللہ کے لیے نہ تھا' اور یہ ایسے ہو گیا جیسے کوئی شخص ذبح کے وقت کہے' اللہ کے نام سے اور فلاں کے نام سے' اس لیے یہ ذبیحہ حرام ہوگا۔لیکن حرمت اور کفر میں تلازم نہیں ہے۔(رد المختار ج ۵ ص ۱۹۷-۱۹۶' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

''المنخنقة'' کا معنی اور اس کا شرعی حکم:

منخنقہ اس جانور کو کہتے ہیں جو گلا گھٹنے سے مر جائے' عام ازیں کہ کسی نے قصداً اس کا گلا گھونٹ دیا یا کسی حادثہ سے اچانک اس

کا گلا گھٹ گیا ہو یہ مردار ہے اور شرعاً مذبوح نہیں ہے۔ اس کو مردار میں شامل نہیں کیا' بلکہ الگ ذکر کیا ہے۔ کیونکہ مردار وہ ہے جو بغیر کسی خارجی سبب کے طبعی موت سے مرجائے اور گلا گھٹنے سے مرنے والا ایک خارجی سبب سے مرتا ہے' لیکن یہ مذبوح نہیں ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر حلال جانور کے گلے پر چھری پھیری جائے جس سے اس کی چاروں رگیں کٹ جائیں اور جسم کا سارا خون بہہ جائے۔

"الموقوذة" کا معنی اور اس کا شرعی حکم:

جس غیر دھار والی بھاری چیز سے کسی جانور پر ضرب یا چوٹ لگائی جائے' خواہ دور سے پتھر مارا جائے' یا ہاتھ میں ڈنڈا پکڑ کر اس سے مارا جائے۔ اس چوٹ کے نتیجہ میں وہ جانور مرجائے تو وہ بھی شرعاً مذبوح نہیں ہے۔ یہ جانور بھی مردار کے حکم میں ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں اس کو کھایا جاتا تھا۔

اسلام میں ثقیل شئے کی ضرب یا چوٹ سے جانور کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے' اور کسی دھار والی چیز سے جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے' تا کہ جانور کو اذیت نہ پہنچے اور آسانی سے اس کی جان نکل جائے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "منخنقہ" وہ ہے جس کا گلا گھونٹا جائے اور وہ مرجائے۔ "موقوذہ" وہ ہے جس کو لکڑی سے ضرب لگائی جائے اور وہ چوٹ کھا کر مرجائے "متردیہ" وہ ہے جو پہاڑ سے گر کر مرجائے اور "نطیحہ" وہ ہے جس کو دوسری بکری نے سینگھ مارا ہو' اگر اس کی دم یا آنکھ ہل رہی ہو تو اس کو ذبح کر کے کھالو۔ (صحیح البخاری ج ۶ کتاب الصید والذبائح '۶۲' باب ۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ نیکی کرنے کو فرض کر دیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو درست طریقہ سے کرو اور جب تم ذبح کرو تو درست طریقہ سے ذبح کرو' اور تم میں سے کسی شخص کو اپنی چھری تیز کر لینی چاہیے' تا کہ ذبیحہ کو آسانی ہو۔

(صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۵۵)

جب چھری تیز ہو گی تو جلدی سے جانور ذبح ہو جائے گا اور مستحب یہ ہے کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے اور ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے اور جانور کو گھسیٹ کر مذبح تک نہ لے جایا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز میں روح ہو' اس کو (مشق کے لیے) نشانہ نہ بناؤ۔ (صحیح مسلم' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۵۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معراض (بغیر پر کا تیر جس کا درمیانی حصہ موٹا ہو) کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا جب جانور اس کی دھار سے زخمی ہو تو اس کو کھالو اور جب جانور کو اس کی چوڑائی کی

جانب تیر گئے اور وہ مر جائے تو اس گوشت کھاؤ کیونکہ ہو وقیذ (چوٹ سے مرا ہوا) ہے۔

(صحیح البخاری ج ۶ رقم الحدیث: ۵۴۷۶)

المتردیة کا معنی اور اس کا شرعی مفہوم:

جو جانور کسی پہاڑ سے یا کسی بلند جگہ سے مثلاً چھت سے گر جائے یا کنوئیں میں گرنے سے اس کی موت واقع ہو جائے اس کو متردیہ کہتے ہیں۔ مردار کی طرح اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس میں کچھ رمق حیات ہو تو اس کو ذبح کر لیا جائے۔

النطیحة کا معنی اور اس کا شرعی حکم:

جس جانور کو دوسرے جانور نے سینگھ مارا ہو اور وہ اس کے سینگھ مارنے سے مر گیا' خواہ اس کے سینگھ مارنے سے وہ زخمی ہوا ہو اور اس کا خون بھی بہا ہو' اس کا حکم بھی مردار کی طرح ہے اور اس کا کھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔

جس جانور کو درندے نے کھالیا ہو' اس کا شرعی حکم:

کسی درندے مثلاً شیر' چیتے یا بھیڑیے نے کسی حلال جانور کو چیر پھاڑ کر زخمی کر دیا ہو اور اس کے کل یا بعض حصے کو کھالیا ہو' تو اس کا کھانا بالاجماع جائز نہیں ہے۔ خواہ اس کے جسم یا اس کے ذبح کی جگہ سے خون بہہ رہا ہو۔ زمانہ جاہلیت میں بعض عرب درندہ کے پھاڑے ہوئے جانوروں سے بقیہ کو کھالیا کرتے تھے' لیکن طبائع سلیمہ اس کو پسند نہیں کرتی تھیں۔

"الا ماذکیتم" کے مستثنیٰ منہ کا بیان:

مردار' خون' خنزیر' اور (آیت) "ما اھل لغیر اللہ بہ" کے علاوہ باقی جانوروں میں سے جو جانور زندہ مل جائیں اور ان کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے' ان کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرما لیا۔ اس مستثنیٰ منہ میں "المنخنقة' الموقوذة' المتردیة' النطیحة' اور جن کو درندہ نے کھالیا ہو' داخل ہیں۔ اور بعض علماء نے (آیت) "ما اھل لغیر اللہ بہ" کو بھی اس میں داخل کر لیا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس جانور کے ذبح کا موقع تمہیں مل جائے' بایں طور کہ اس کی دم مل رہی ہو' یا وہ آنکھ سے دیکھ رہا ہو' اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کر دو وہ حلال ہے۔

قتادہ نے بیان کیا کہ "لحم الخنزیر" کے سوا باقی تمام کو "الا ماذکیتم" کا استثناء لاحق ہے۔ جب تم دیکھو کہ وہ جانور پلک جھپکا رہا ہے' دم ہلا رہا ہے' یا اس کی ٹانگ مضطرب ہو رہی ہے' تو تم اس کو ذبح کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا جب تم موقوذہ' متردیہ' نطیحہ اور جس کو درندہ نے کھالیا ہو' وہ تم پر حرام کر دیئے گئے ہیں' لیکن اگر تم ان میں زندگی کے آثار دیکھو اور ان کے مرنے سے پہلے تمہیں ان کو ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو وہ تمہارے لیے حلال ہیں' تم ان کو ذبح کر کے کھالو۔

بعض علماء اہل مدینہ نے یہ کہا کہ یہ استثناء ان محرمات میں سے نہیں ہے جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے بلکہ یہ تحریم سے استثناء ہے یعنی مردار خون خنزیر (آیت) "ما اهل لغیر الله به" اور باقی مذکورہ جانور تم پر حرام کر دیئے گئے۔ مگر جن حلال جانوروں کو تم شرعی طریقہ سے ذبح کر لو وہ تم پر حلال ہیں۔ امام مالک کا یہی قول ہے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ ایک درندہ ایک بھیڑ پر حملہ کرتا ہے اور اس کی کمر توڑ ڈالتا ہے۔ تو اگر اس کو مرنے سے پہلے ذبح کر لیا جائے تو کیا اس کو کھانا جائز ہے؟ امام مالک نے کہا اگر اس کی ضرب اس کے پیٹ جگر اور دل تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور اگر اس کے ہاتھ پیر توڑے ہیں تو پھر اس کو ذبح کر کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے پوچھا گیا اگر وہ اس پر حملہ کر کے اس کی کمر توڑ دے؟ امام مالک نے کہا: اس کے بعد جانور زندہ نہیں رہتا۔ میرے نزدیک اس کا کھانا بہتر نہیں ہے ان سے پوچھا گیا کہ بھیڑیا بکری کا پیٹ پھاڑ دے لیکن اس کی آنتیں باہر نہ نکلیں امام مالک نے کہا جب اس کا پیٹ پھاڑ دیا جائے تو میری رائے میں اس کا کھانا جائز نہیں ہے اس تقدیر پر یہ استثناء منقطع ہے۔

امام ابوجعفر طبری کہتے ہیں کہ میری رائے میں (آیت) "ما اهل لغیر الله به" سے کر آخر آیت تک یہ استثناء لاحق ہے کیونکہ ان تمام صورتوں میں موت سے پہلے وہ جانور ذبح کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مشرکین جب اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان جانوروں کو بتوں کے ناموں کے ساتھ منسوب کر دیتے ہیں اور وہ غیر اللہ کی قربانی کہلاتی ہیں اس لیے وہ حرام ہوتی ہے۔ اس طرح جو جانور گلا گھٹنے سے مرجاتا ہے وہ بھی حرام ہو جاتا ہے۔ لیکن جس جانور کو بتوں کے ناموں کے ساتھ منسوب کیا گیا ہو اگر اس کو مرنے سے پہلے شرعی طریقہ سے ذبح کر دیا جائے یا جس جانور کا گلا گھونٹا گیا ہو اگر اس کو مرنے سے پہلے شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا گیا ہو تو وہ حلال ہوگا۔ لہٰذا جس حلال جانور یا پرندہ کی روح نکلنے سے پہلے اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے وہ حلال ہوگا۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۹۹۔۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو بتوں کے تقرب کے لیے نصب شدہ پتھروں پر ذبح کیا گیا۔

نصب کا معنی اور اس کا شرعی حکم:

قرآن مجید میں نصب کا لفظ ہے یعنی جو جانور نصب پر ذبح کیا گیا وہ بھی حرام ہے کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ پتھر نصب کیے گئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں عرب اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان پتھروں کے پاس جانور ذبح کرتے تھے اور بیت اللہ کے سامنے جو خون بہتا اس کو ان پتھروں پر چھڑکتے تھے اور اس قربانی کو عبادت قرار دیتے تھے اور اس گوشت کے ٹکڑے ان پتھر پر رکھ دیتے تھے اس کو نصب اور انصاب کہا جاتا ہے۔ نصب نصیب کی جمع ہے۔ نصیب اس پتھر کو کہتے ہیں جس کو کسی شے پر نصب کیا جاتا ہے۔ (المفردات ص ۴۹۴) نصب بتوں کو نہیں کہتے نصب غیر منقوش پتھر ہوتے ہیں اور بت منقوش پتھر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس فعل سے منع فرما دیا اور جو جانور نصب پر ذبح کیے جاتے ہیں ان کا کھانا ان پر حرام کر دیا۔ خواہ ان جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے تاکہ اس شرک سے اجتناب ہو جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فال کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرنا یہ (تمام کام) فسق ہیں۔ (المائدہ: ۲)

ازلام کا معنی

ازلام زلم کی جمع ہے۔ یہ تیر کی شکل کا لکڑی کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس کی نوک پر لوہے کا وہ پھل نہیں ہوتا جو شکار کو زخمی کرتا ہے' زمانہ جاہلیت میں مشرکین اس سے اپنی قسمت کا حال معلوم کرتے تھے۔ امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ یہ تیر کاہنوں کے پاس ہوتے تھے' جن میں سے کسی پر لکھا ہوتا تھا' مجھے حکم دیا ہے اور کسی پر لکھا ہوتا تھا' مجھے منع کیا ہے اور کوئی تیر سادہ ہوتا تھا۔ جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا' یا شادی کا ارادہ کرتا' یا کسی نئے کام کرارادہ کرتا تو وہ کاہن کے پاس جاتا اور تیر سے فال نکالتا۔ اگر اس کا تقاضا ہوتا کہ وہ اس کام کو کرے تو وہ کام کرتا' اور اگر اس کا تقاضا ہوتا وہ کام نہ کرے تو پھر وہ کام نہ کرتا اور اگر سادہ تیر نکل آتا تو دوبارہ فال نکالتے۔ (جامع البیان' ج ۶ ص ۱۰۲' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۰ھ)

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں چھبیس مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر: (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) "**حرمت علیکم المیتہ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ** اس کلام سورۃ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۲) (آیت) "**المنخنقة**" وہ جانور جو دم گھٹنے سے مرجائے، خنق کا معنی ہے دم گھٹنا خواہ اس کے ساتھ عمل کسی آدمی نے کیا ہو یا اس کے لیے عمل کسی پہاڑ میں ہوا ہو یا دو لکڑیوں کے درمیان ہوا ہو وغیرہ قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بکری وغیرہ کا گلہ دباتے تھے جب وہ مرجاتی تھی تو اسے کھاتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "**والموقوذة**" وہ جانور جسے پتھر اور ڈنڈے سے مارا جاتا ہے حتی کہ وہ بغیر ذبح کے مرجاتا ہے، حضرت ابن عباس، حسن، قتادہ، ضحاک، اور سدی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے ہے، کہا جاتا ہے **قذہ یقذہ وھو وقیذ**..... الوقذ کا معنی زور سے مارنا ہے فلان وقیذ سخت ضرب لگانے والا، قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: زمانہ جاہلیت کے لوگ ایسا کرتے تھے اور پھر اس جانور کو کھاتے تھے، اس سے مراد وہ مقتول جانور ہے جو غلیل سے مارا جائے، فرزدق نے کہا:

شغارة تقذ الفصیل برجلھا فطارة لقوادم الابکار۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۵۰، دار الکتب العلمیہ)

صحیح مسلم میں عدی بن حاتم سے مروی ہے فرمایا: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں معراض تیر کے ساتھ شکار کرتا ہوں وہ شکار کو لگ جاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا" جب تو معراض تیر پھینکے اور وہ اسے چیر دے (اور خون بہادے) تو اسے کھا اور اگر وہ تیر عرضا لگے (اسے چیرے نہیں صرف چوٹ دے) تو اسے نہ کھا" (۲) (صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، جلد ۲، صفحہ ۱۴۵) ایک روایت میں ہے فرمایا: "وہ وقیذ ہے" ابو عمر نے فرمایا: غلیل، پتھر اور معراض تیر سے شکار کیے ہوئے جانور کے بارے میں علماء قدیم وجدید کا اختلاف ہے پس جن کا خیال ہے کہ وہ وقیذ ہے اس کا کھانا جائز نہیں مگر جب اس کو ذبح کیا جائے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے اصحاب، ثوری اور امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، شامی علماء نے اسمیں ان علماء کی مخالفت کی ہے۔ اوزاعی نے معراض تیر کے بارے میں کہا: اس کو کھاؤ خواہ اسے چیرے یا نہ چیرے۔

حضرت ابو الدرداء، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت عبداللہ بن عمر اور مکحول رضوان اللہ علیہم اجمعین اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اوزاعی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے اسی طرح ذکر کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر سے معروف وہ ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نافع رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے، اس باب میں اصل جس پر عمل ہے اور اس میں جو حجت ہے جس نے اس کو اختیار کیا ہے وہ عدی بن حاتم کی حدیث ہے اس میں ہے ''جو معراض عرضا لگے اسے نہ کھاوہ وقیذ (چوٹ سے مرنے والا) ہے''۔

مسئلہ نمبر: (٤) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''والمتردیة'' وہ جانور جو اوپر سے نیچے کی طرف گر کر مر جائے، خواہ وہ پہاڑ سے گرے یا کنویں وغیرہ میں مرے یہ الردی سے متفعلة کے وزن پر ہے جس کا معنی ہلاکت ہے خواہ وہ خود گرا ہو یا کسی دوسرے نے اسے گرایا ہو، جب تیر شکار کو لگے اور وہ پہاڑ سے زمین کی طرف گرے تو وہ حرام ہوگا، کیونکہ وہ ٹکرانے یا گرنے سے مرا ہے نہ کہ تیر سے مرا ہے اسی سے حدیث ہے ''اگر تو اسے پانی میں غرق پائے تو اسے نہ کھا، کیونکہ تجھے معلوم نہیں پانی نے اسے قتل کیا ہے تیرے تیر نے اسے قتل کیا ہے''۔

(صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح، جلد ۲، صفحہ ۱٤٦، ایضاً صحیح بخاری باب الصید اذا غاب عنہ یومین او ثلاثة، حدیث ٦٢، ٥ ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

اس حدیث کو مسلم نے نقل کیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں گر کر مرنے والے جانور کو کھایا جاتا تھا وہ مردہ تصور نہیں کیا جاتا تھا مگر جو تکلیف وغیرہ سے مرتا تھا جس کا سبب معلوم نہ ہوتا تھا، رہے یہ اسباب تو یہ ان لوگوں کے نزدیک ذبح کی طرح تھا شرح شریف نے ذبح کو مخصوص صفت پر محصور کر دیا مزید بیان آگے آئے گا اور یہ تمام مردار شمار کیے گئے یہ تمام حکم متفق علیہ ہے اسی طرح جو سینگ لگنے سے مرا ہو اور درندے کے کھانے سے مرا ہو۔

مسئلہ نمبر: (٥) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''والنطیحة''۔ فعلیة بمعنی مفعولہ ہے یہ وہ بکری ہے جسے دوسری بکری نے سینگ مارا ہو یا کسی اور چیز نے مارا ہو پھر وہ ذبح کرنے سے پہلے مرگئی ہو، ایک قوم نے النطیحة سے مراد الناطحه (سینگ مارنے والا) لیا ہے کیونکہ دونوں بکریاں ایک دوسرے کو سینگ مارتی ہیں پھر دونوں مر جاتی ہیں (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۵۱ دار الکتب العلمیہ) بعض علماء نے فرمایا: نطیحہ فرمایا: نطیح نہیں فرمایا: فعیل کا حق یہ ہے کہ اس میں ہاذکر نہیں کی جاتی جیسے کہا جاتا ہے: کف خضیب ولحیة دھین (خضاب شدہ ہتھیلی اور تیل لگی ہوئی داڑھی) لیکن یہاں ھا کو ذکر فرمایا، کیونکہ ھا کو اس فعیلة سے حذف کیا جاتا جب وہ منطوق موصوف کی صفت ہو، کہا جاتا ہے: شاۃ نطیح وامراۃ قتیل اگر موصوف ذکر نہ ہو تو ھا قائم ہوتی ہے، تو کہتا ہے: رایت قتیلة بنی فلان وھذہ نطیحة الغنم۔ کیونکہ اگر تو ھا کو ذکر نہیں کرے گا تو تو کہے گا: رایت قتیل بنی فلان، معلوم نہیں ہوگا کہ وہ مرد ہے یا عورت ہے ابو میسرہ نے المنطوحة پڑھا ہے۔

مسئلہ نمبر: (٦) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''وما اکل السبع'' اس سے مراد وہ جانور ہے جسے کچلیوں والے اور

ناخنوں والے درندے نے چیرا پھاڑا ہو جیسے شیر، چیتا، لومڑ، بجو وغیرہ، یہ تمام درندے ہیں کہا جاتا ہے: سبع فلان فلانا یعنی فلاں نے فلاں کو اپنے دانتوں کے ساتھ کاٹا۔ سبعہ یعنی اس نے اسے عیب لگایا اور وہ عیب میں واقع ہوا، اس کلام میں اضمار ہے یعنی وہ جانور جس سے درندے نے کھایا ہو، کیونکہ جس کو درندے نے کھایا وہ فنا ہو گیا، کچھ عرب صرف السبع کا اطلاق شیر پر کرتے ہیں، عرب جب درندہ بکری پکڑ لیتا پھر وہ اس سے بچ جاتی تو اسے کھاتے تھے اسی طرح اگر وہ اس کا بعض حصہ کھالیتا تو بقیہ عرب کھا لیتے تھے یہ قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول ہے۔ حسن اور ابوحیوہ نے السبع با کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے، یہ اہل نجد کی لغت ہے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے عتبۃ بن ابی لہب کے بارے میں کہا:

من یرجع العام الی اهله فما اکیل السبع بالراجع:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے واکیلۃ السبع پڑھا ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے واکیل السبع (المحرر الوجیز جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ دار الکتب العلمیہ) پڑھا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "الا ما ذکیتم" جمہور علماء اور فقہاء کے نزدیک مستثنیٰ متصل کی بنا پر منصوب ہے یہ مذکورہ تمام جانوروں کی طرف راجع ہے جس کو ذبح کر دیا گیا ہو جب کہ اس میں ابھی زندگی ہو، کیونکہ اس میں ذبح عامل ہو گی کیونکہ استثنا کا حق یہ ہے کہ وہ متقدم کلام کی طرف پھیری گئی ہو اور مستثنیٰ کو منقطع نہیں بنایا جاتا مگر ایسی دلیل کے ساتھ جو واجب التسلیم ہو، ابن عیینہ شریک اور جریر نے رکین بن ربیع سے انہوں نے ابوطلحہ اسدی سے روایت کیا ہے فرمایا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھیڑیے کے متعلق پوچھا جس نے بکری پر حملہ کیا پھر اس کے پیٹ کو چیر دیا حتی کہ اس کی انتڑیاں باہر آ گئیں پھر اس کی ذبح کو میں نے پالیا اور میں نے اسے ذبح کر دیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اسے کھاؤ اور اس کے پیٹ میں سے جو باہر آ گیا ہے وہ نہ کھا۔

اسحاق بن راہویہ نے کہا: بکری میں سنت وہی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے اگر بکری کے پیٹ کا مواد باہر آ جائے اور وہ ابھی تک زندہ ہے اور ذبح کی جگہ سلامت ہے تو ذبح کے وقت دیکھا جائے گا کہ کیا وہ زندہ ہے یا مردہ ہے؟ فعل کی طرف نہیں دیکھا جائے گا کہ کیا اس کی مثل زندہ ہوتی ہے؟ اسی طرح مریضہ کا حکم ہے اسحاق نے کہا: جس نے اس کی مخالفت کی اس نے جمہور صحابہ اور عامۃ العلماء کی سنت کی مخالفت کی۔

میں کہتا ہوں: ابن حبیب کا بھی یہی نظریہ ہے اور اصحاب مالک سے یہ ذکر کیا جاتا ہے اور یہی ابن وہب کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے، مزنی نے کہا: میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک اور قول بھی یاد کرتا ہوں: اسے نہیں کھایا جائے گا جب درندہ یا اس کا گرنا اسے اس حد تک پہنچا دے کہ ایسے جانور کی حیات نہیں ہوتی، یہ مدنی علماء کا قول ہے اور امام مالک کا مشہور قول وہ ہے جو عبدالوہاب نے اپنی تلقین میں ذکر کیا ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسے امام مالک نے مؤطا میں ذکر کیا ہے، اسماعیل قاضی اور بغدادی مالکیوں کی جماعت کا یہی نظریہ ہے۔

اس قول کی بنا پر استثنا منقطع ہے یعنی تم پر یہ اشیاء حرام کی گئی ہیں لیکن جس کو تم ذبح کرو وہ حرام نہیں، ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے

کہا: ان اشیاء کے بارے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مختلف ہے ان سے مروی ہے ایسے جانور کو نہیں کھایا جائے گا مگر جو صحیح طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو اور جو مؤطا میں ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس نے اسے ذبح کیا جب کہ اس کا سانس جاری رہا جب کہ وہ حرکت کر رہی تھی تو اسے کھایا جائے گا، یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح قول ہے، وہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور ان کی زندگی میں ہر شہر میں لوگوں پر پڑھا جاتا رہا، یہ نادر روایات سے اولی ہے، مریض جانور پر مطلق ذبح کے جواز کا مذہب ہے اگر وہ موت کے قریب ہو جب کہ اس میں زندگی باقی ہو۔ ہائے شعور مریض جانور کی زندگی کی بقا میں اور درندے کے کھائے ہوئے کی زندگی کی باقی میں کون سا فرق ہے کاش نظر مناسب ہوتی اور شبہ سے فکر سلامت ہوتی، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس مریض جانور میں علماء کا اجماع ہے جس کی زندگی کی امید نہ ہو کہ اس کو ذبح کرنا اس کی ذکاۃ ہے جب کہ اس میں زندگی ہو جب اسے ذبح کر رہا ہو اور اس سے اس کے ہاتھوں کا یا پاؤں کا یا دم وغیرہ کا حرکت کرنا اس کی زندگی کی علامت ذکر کی ہے علماء کا اجماع ہے کہ جب وہ جانور حالت نزع میں ہو اور نہ اس کا ہاتھ حرکت کرے اور نہ پاؤں حرکت کرے تو اس میں ذکاۃ نہیں ہے اسی طرح قیاس کا تقاضا میں متردیہ کا حکم ہے اور جو اس آیت میں اس کے ساتھ دوسرے جانور ذکر کیے گئے ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۸) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''ذکیتم'' کلام عرب میں ذکاۃ کا معنی ذبح ہے، یہ قطرب کا قول ہے، ابن سیدہ نے ''المحکم'' میں کہا: عرب کہتے ہیں ''جنین (مادہ کے پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے) کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ ہے'' (۱) ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث ہے حیوان کی ذکاۃ اس کا ذبح کرنا ہے، اسی سے شاعر کا قول ہے:

یذ کیھا الاسل: نیزے اور تیر اسے ذبح کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: وہ حدیث جس کی طرف ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے اسے دار قطنی نے حضرت ابو سعید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی، اور حضرت عبد اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حدیث سے روایت کیا ہے جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے فرمایا: ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ۔ یعنی جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح (سے) ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت یہی کہتی ہے مگر امام ابو حنیفہ سے مروی ہے فرمایا: جب جنین اپنی ماں کے پیٹ سے مردہ نکلے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ کیونکہ ایک نفس کی ذبح دو نفسوں کی ذبح نہیں ہوتی، ابن المنذر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی اکرم ﷺ کے ارشاد ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ میں دلیل ہے کہ جنین ماں کے علاوہ ہے وہ کہتے ہیں: اگر حاملہ لونڈی آزاد کی گئی تو اس کی آزادی اس کی ماں کی آزادی (سے) ہے یہ اس کو لازم ہے کہ اس کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ (سے) ہے کیونکہ جب ایک کی آزادی کے ساتھ دو کی آزادی جائز ہے تو ایک کی ذکاۃ کے ساتھ دو کی ذکاۃ بھی جائز ہے خبر جو نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے اور جو صحابہ سے مروی ہے اور جس پر بڑے بڑے علماء کا مذہب ہے وہ ہر قول سے مستغنی کر دیتا ہے۔

اہل علم کا اجماع ہے کہ جنین جب زندہ نکلے تو اس کی ماں کی ذکاۃ اس کی ذکاۃ نہیں ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے، کہ جب ماں کو ذبح کیا گیا ہے اور اس کی پیٹ میں بچہ ہو تو امام مالک اور تمام ان کے اصحاب نے کہا اس کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ ہے جب کہ اس کی تخلیق مکمل ہو چکی ہو اور اس کے بال نکل آئے ہوں یہ اس صورت میں ہے جب وہ مردہ نکلے یا اس حالت میں نکلے کہ

اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی ہو مگر مستحب ہے کہ اسے ذبح کیا جائے اگر وہ نکلے تو حرکت کر رہا ہو اگر وہ پہلے خود ہی مر جائے تو اسے کھایا جائے گا ابن القاسم نے کہا میں نے ایک بھیڑ قربانی دی جب میں نے اسے ذبح کیا تو اس کا بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرنے لگا میں نے ساتھیوں سے کہا اسے چھوڑ دو حتی کہ وہ بچہ اس کے پیٹ میں مر جائے پھر میں نے انہیں کہا کہ اس کا پیٹ چاک کرو اس کے پیٹ سے بچہ نکالا گیا میں نے اسے ذبح کیا اور اس سے خون بہہ نکلا میں نے اپنے گھر والوں کو اسے بھوننے کا حکم دیا حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہتے تھے جب جنین کے بال نکل آئیں تو اس کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ سے ہے ابن المنذر نے کہا جن علماء نے کہا کہ اس کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ ہے انہوں نے بال نکلنے یا نہ نکلنے کا ذکر نہیں کیا ان علماء نے کہا کہ اس کی ذکاۃ اس کی ذکاۃ سے ہے ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جن علماء نے کہا: کہ اس کی ذکاۃ اس کی ماں کی ذکاۃ ہے، انہوں نے بال نکلنے یا نہ نکلنے کا ذکر نہیں کیا، ان علماء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق، رحمۃ اللہ علیہم ہیں قاضی ابوالولید الباجی نے کہا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ اشعر اولم یشعر جنین کی ذبح اس کی ما رحمۃ اللہ علیہ کی ذبح (سے) ہے خواہ اس کے بال نکلے ہوں یا نہ نکلے ہوں مگر یہ حدیث ضعیف ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب جو اقوال میں سے صحیح ہے وہ ہے جس پر فقہاء امصار کا نظریہ ہے۔ وباللہ التوفیق۔

مسئلہ نمبر: (۹) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ”ذکیتم، الذکاۃ کا لغوی معنی التمام ہے اس سے تمام السن، الفرس المذکی وہ گھوڑا ہوتا ہے جس کے دانت مکمل ہو چکے ہوتے ہیں اور یہ قوت کا مکمل ہونا ہے کہا جاتا ہے ذکی یذکی عرب کہتے ہیں جری المذکیات غلاب، کامل گھوڑوں کا چلنا غالب ہوتا ہے، ذکاء دل کی حدت کو کہتے ہیں شاعر نے کہا:

یفضله اذا اجتهدوا علی تمام السن منه والذکاء:

ذکاء سرعت لطنت کو کہتے ہیں اس سے فعل ذکی یذکی ذکا والذکوۃ جس کے ساتھ آگ جلائی جاتی ہے، اذکیت الحرب والنار میں نے جنگ اور آگ کو بھڑکایا، ذکاء سورج کا نام بھی ہے کیونکہ یہ بھی آگ کی طرح جلاتا ہے۔ الصبح ابن ذکاء صبح سورج کا بیٹا ہے، کیونکہ یہ سورج کی روشنی سے ہوتی ہے۔ (آیت) ”ذکیتم“ کا معنی ہے میں نے اس کی ذبح کو مکمل پایا، ذکیت، الذبیۃ اذکیھا، یہ پاک کرنے کے معنی سے مشتق ہے، کہا جاتا ہے رائحۃ ذکیۃ حیوان جب اس کا خون بہایا جاتا ہے تو وہ پاک ہو جاتا ہے تخفیف اس میں جلدی جاری ہوتی ہے۔ محمد بن علی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے۔ ذکاۃ الارض یبھا‘۔ (۱) اخرجہ ابن ابی شیبہ، جلد ۱، صفحہ ۵۷) زمین کی طہارت اس کا خشک ہونا ہے اس سے مراد نجاست سے طہارت ہے پس ذبیحہ میں ذکاۃ اس کا پاک کرنا ہے اور اس لیے کھانے کے لیے مباح کرنا ہے زمین کے خشک ہونے کو نجاست کے بعد اس کے لیے طہارت بنایا ہے اور اس میں نماز مباح کرنا، ذبیحہ کی ذکاۃ کے قائم مقام ہے، یہ اہل عراق کا قول ہے، جب یہ ثابت ہو گیا تو جان لو کہ ذکاۃ شرع میں خون کا بہانا ہے اور مذبوح کی رگوں کو کاٹنا ہے، منحور میں نحر ہے اور جس پر قدرت نہ ہو اس میں زخمی کرنا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے قصد کی نیت متصل ہو اور اس پر اللہ کا ذکر مقرون ہو، مزید بیان آگے آئے گا۔

مسئلہ نمبر: (۱۰) جس چیز کے ساتھ ذبح کیا جائے گا اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو رگوں کا

کاٹ دے اور خون بہادے وہ ذکاۃ کے آلات میں سے ہے سوائے دانت اور ہڈی کے، اس پر آثار متواتر ہیں یہی فقہاء امصار کا نظریہ ہے، دانت اور ناخن سے ذبح کرنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد ایسا دانت اور ناخن ہے جو جسم سے علیحدہ نہ کیا گیا ہو، کیونکہ ان سے ذبح کرنا خنق (گلا دبا کر مارنا) میں شمار ہوگا اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خنق ہے مگر جو دانت اور ناخن جسم سے علیحدہ کیے گئے ہوں جب وہ رگوں کو کاٹ دیں تو اس کے ساتھ ذبح جائز ہے، ایک قوم نے دانت، ناخن اور ہڈی سے ہر حال میں ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ جسم سے علیحدہ کیے گئے ہوں یا نہ کیے گئے ہو ان میں سے ابراہیم، حسن، اورلیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہم ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے اور ان کی حجت ظاہر حضرت رافع بن خدیج کی حدیث ہے فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کل دشمن سے ملیں گے اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہوں گی۔
(صحیح، کتاب الاضاحی، جلد ۲، صفحہ ۱۰۶، ایضاً صحیح بخاری، باب قسمۃ الغنم، حدیث ۲۳۰۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ایک روایت میں ہے ہم سرکنڈے کے چھلکے کے ساتھ ذبح کر سکتے ہیں۔ (صحیح، کتاب الاضاحی، جلد ۲، صفحہ ۱۰۷) مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں نافع عن رجل من الانصار عن معاذ بن سعد او سعد بن معاذ سے مروی ہے کہ حضرت کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کی لونڈی سلع پہاڑ پر بکریاں چرا رہی تھی ان میں سے ایک بکری مرنے لگی اس لونڈی نے اسے پکڑا اور پتھر کے ساتھ ذبح کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں اور اسے کھاؤ۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الذبائح، صفحہ ۴۸۹)

اور مصنف ابی داؤد میں ہے: کیا ہم پتھر کے ساتھ اور لاٹھی کی ایک طرف کے ساتھ ذبح کر دیں۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا والصید، جلد ۲، صفحہ ۳۴، ایضاً سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا والصید حدیث ۲۸۲۴، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) فرمایا: جلدی کرو جو خون بہادے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو اور کھاؤ، لیکن دانت اور ناخن سے ذبح نہ ہو میں تمہیں اس کی وجہ بتاتا ہوں دانت، ہڈی ہے اور ناخن، حبشیوں کی چھری ہے"۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، جلد ۲، صفحہ ۱۵۶) اس حدیث کو مسلم نے تخریج کیا ہے سعید بن مسیب سے مروی ہے فرمایا: جو سرکنڈے کے چھلکے، لکڑی کے چھلکے اور پتھر کے ٹکڑے سے ذبح کیا گیا ہو وہ حلال اور پاک ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۱) امام مالک اور ایک جماعت نے کہا: ذکاۃ (ذبح) صحیح نہیں ہے، مگر حلقوم اور ودجین کے کاٹنے کے ساتھ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حلقوم اور مری کے کاٹنے کے ساتھ صحیح ہے اور ودجین کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ کھانے اور مشروب کی گزرگاہ ہیں ان کے ساتھ زندگی نہیں ہے اور یہ موت سے مقصود ہے۔ (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۵۲۲)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس حیثیت سے موت کا اعتبار کیا جس کے ساتھ گوشت اچھا ہو اور اس میں حلال حرام سے جدا ہوتا ہے جو اوداج کے کاٹنے کے ساتھ نکلتا ہے یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، اس پر حضرت رافع بن خدیج کی حدیث دلالت کرتی ہے جس میں ہے "جو خون بہادے"۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضاحی جلد ۲، صفحہ ۱۵۶)

بغدادی علماء نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے وہ چار رگوں کو کاٹنا شرط قرار دیتے ہیں، حلقوم و دجین اور مری، یہ ابوثور کا قول ہے مشہور جو گزرا ہے وہ لیث کا قول ہے پھر ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے جب ودجین میں سے ایک رگ کاٹی اور

حلقوم کاٹا جائے، کیا وہ ذبح شمار ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ نمبر: (۱۲) علماء کا اجماع ہے کہ ذبح جب حلق میں عقدہ کے نیچے ہو تو ذبح مکمل ہے اس میں اختلاف ہے جو عقدہ سے اوپر ذبح ہو اور بدن تک پہنچ جائے کیا وہ ذبح ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں،: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ عقدہ سے اوپر ذبح کیا جانے والا جانور نہیں کھایا جائے گا اسی طرح اگر گدی سے ذبح کیا اور پورا کاٹا اور خون بہہ پڑا اسے نہیں کھایا جائے گا اسی طرح اگر گدی سے ذبح کیا اور پورا کاٹا اور خون بہہ پڑا حلقوم اور ودجین بھی کاٹ ڈالیں تو نہیں کھایا جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کھایا جائے گا کیونکہ مقصود حاصل ہو گیا ہے، یہ اصل پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ ذبح سے اگرچہ مقصود خون بہانا ہے، اس میں ایک قسم کا تعبد (مکلف بنانا) ہے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق میں ذبح کیا اور لبہ میں نحر کیا، اور فرمایا: ذبح حلق اور لبہ میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کا محل بیان کیا اور اس کی جگہ کو متعین فرمایا اور اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''جو خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اسے کھاؤ''۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، جلد ۲، صفحہ ۱۰۶)

جب یہ اہتمام نہ کیا گیا ہو اور نہ نیت کے ساتھ واقع ہو نہ شرط کے ساتھ اور نہ مخصوص صفت کے ساتھ واقع ہو تو اس سے تعبد کا خط زائل ہو گا پس اسے نہیں کھایا جائے گا۔

مسئلہ نمبر: (۱۳) اس میں اختلاف ہے جو ذکاۃ (ذبح) مکمل کرنے سے پہلے ہاتھ اٹھالے پھر فوراً ذبح کرنا شروع کردے اور ذبح کو مکمل کرے، بعض علماء نے کہا: یہ جائز ہے، بعض نے فرمایا: جائز نہیں، پہلا قول اصح ہے، کیونکہ اس سے اسے زخمی کیا پھر اسے بعد میں ذبح کیا جب کہ اس میں بھی زندگی باقی تھی۔

مسئلہ نمبر: (۱۴) مستحب ہے کہ ذبح نہ کرے مگر وہ جس کی حالت پسندیدہ ہو اور جو اس کی طاقت رکھتا ہو اور سنت طریقہ پر ذبح کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو، بالغ ہو یا نابالغ ہو اس کا ذبح کرنا جائز ہے جب وہ مسلمان ہو یا کتابی ہو مسلمان کا ذبح کرنا، کتابی کے ذبح کرنے سے افضل ہے، قربانی کو صرف مسلمان ذبح کرے، قربانی کو کتابی ذبح کرے تو اس میں اختلاف ہے۔ تحصیل المذہب میں یہ جائز نہیں اور اشہب نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۵) پالتو جانوروں میں سے جو وحشی ہو جائے اس کی ذکاۃ میں سے جائز نہیں مگر جو پالتو جانور میں جائز ہے، یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے اصحاب، ربیعہ اور لیث بن سعد کے قول کے مطابق ہے، اسی طرح کنویں میں گرنے والے کی ذکاۃ نہ ہوگی مگر ذبح کی سنت پر حلق اور لبہ کے درمیان، ان دونوں مسئلوں میں بعض اہل مدینہ نے مخالفت کی ہے اس باب دلیل حضرت رافع بن خدیج کی حدیث ہے جو گزر چکی ہے، اس کا تمام اس قول کے بعد ہے فدای الحبشة، حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اونٹ اور بکریاں چھینیں تو اس مال غنیمت میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا، ایک شخص نے اسے تیر مارا تو اس نے اسے روک لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اونٹوں میں کچھ وحشی بن جاتے ہیں جس طرح وحشی جانور ہوتے ہیں جب تم پر ان میں سے کوئی چیز غالب آجائے تو اس کے ساتھ اسی طرح کرو''۔ (ایضاً، جلد ۲، صفحہ ۱۰۷) ایک روایت میں ہے ''اسے کھاؤ''۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس فعل پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب کرنا دلیل ہے کہ

ذکاۃ ہے،انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جو ابوداؤد اور ترمذی نے ابوالعشراء سے،انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے فرمایا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ذبح نہیں ہوگی مگر حلق اور لبہ میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو اس کی ران میں نیزہ مارے تو بھی جائز ہے''۔

(جامع ترمذی کتاب الصید جلد ۱، صفحہ ۱۷۹، ایضاً سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی ذبیحۃ المتردیۃ''۔۲۴۴۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

یزید بن ہارون نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پسند کیا اور اسے انہوں نے ابوداؤد سے روایت کیا اور ان پر جو حفاظ داخل ہوتے انہیں اس حدیث کے لکھنے کا اشارہ کیا، ابوداؤد نے کہا: یہ درست نہیں مگر کرنے والے اور وحشی بننے والے جانور میں، ابن حبیب نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے جو کسی گہرائی میں گر جائے اور اس کی ذبح تک نہ پہنچا جا سکتا ہو مگر ذکاۃ کی جگہ کے علاوہ جگہ میں نیزہ مارنے کے ساتھ یہ ایک قول ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے اصحاب سے مروی ہے، ابوعمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اہل علم میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اظہر ہے اسے کھایا جائے گا جس ساتھ وحشی کو کھایا جاتا ہے، اس کی وجہ حضرت رافع بن خدیج کی حدیث ہے، یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اور قیاس کی جہت سے جب وحشی پر ذبح کی قدرت ہو تو وہ حلال نہیں ہوتا مگر اس طرح ذبح کے ساتھ جس طرح پالتو جانور کو ذبح کیا جاتا ہے، کیونکہ اب اس پر قدرت حاصل کی گئی ہے اسی طرح قیاس میں مناسب تھا کہ جب پالتو جانور وحشی بن جائے یا پکڑائی نہ دینے میں وحشی کی طرح ہو جائے تو وہ بھی حلال نہ ہوگا مگر اسی طریقہ پر طریقہ پر وحشی حلال ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں: ہمارے علماء نے حضرت رافع بن خدیج کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا غالب کرنا اور اس کو روکنے پر ہے نہ کہ ذکاۃ پر ہے، یہی حدیث کا مقتضی اور ظاہر ہے کیونکہ فرمایا: فحبسه. پس اس نے اسے روک لیا، یہ نہیں فرمایا کہ تیر نے اسے قتل کر دیا، اسی طرح اس کا حکم ہے جس پر غالب احوال میں قدرت ہوتی ہے پس اس سے نادر کا خیال نہیں کیا جائے گا اور یہ شکار میں ہوتا ہے حدیث نے صراحت کی کہ تیر نے اسے روک لیا، محبوس ہونے کے بعد اس پر قدرت حاصل ہوگئی پس اسے نہیں کھایا جائے گا مگر ذبح اور نحر کے ساتھ واللہ اعلم۔

رہی ابوالعشراء کی حدیث اس کے بارے میں ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے نہیں جانتے مگر حماد بن سلمہ کی حدیث سے اور ابوالعشراء عن ابیہ کی سند کو نہیں جانتے مگر اس حدیث میں، ابوالعشراء کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: اس کا اسم اسامہ بن قہطم ہے، کہا جاتا ہے اس کا اسم یسار بن برز ہے۔ کہا جاتا ہے: بلز نام تھا، کہا جاتا ہے: اس کا نام عطارد تھا اپنے دادا کی طرف منسوب تھا، یہ سند مجہول ہے اس میں حجت نہیں ہے اگر اس کی صحت کو تسلیم کی جائے جیسے یزید بن ہارون نے کہا: تو پھر بھی اس میں حجت نہ ہوتی، کیونکہ اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ کسی عضو میں بھی ذبح جائز ہے خواہ اس پر قدرت ہو یا نہ ہو اور مقدور میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں پس اس کا ظاہر قطعاً مراد نہیں ہے۔ ابوداؤد اور ابن حبیب کی تاویل متفق علیہ نہیں ہے پس اس میں حجت نہ ہوگی، واللہ اعلم۔

ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی حجت یہ ہے کہ علماء کا اجماع ہے کہ اگر پالتو جانور بھاگ نہ جائے تو اس

کی ذبح اسی طریقہ پر ہوگی جو مقدور علیہ جانور کی ہے، پھر اختلاف ہے پس وہ اپنے اصل پر ہوگی حتی کہ وہ اتفاق کرلیں، پس اس میں حجت نہیں ہے کیونکہ اس کا اجماع مقدور علیہ پر منعقد ہے اور یہ غیر مقدور پر ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۶) اس باب کے تمام سے نبی مکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے پس جب تم قتل کرو تو بہتر انداز میں قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو بہتر انداز میں ذبح کرو تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنی چھری کو تیز کرے اور ذبیحہ کو راحت دے"۔ (صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، جلد ۲، صفحہ ۱۵۲)

اس حدیث کو مسلم نے حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے فرمایا: دو چیزیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد کی آپ ﷺ نے فرمایا: ان اللہ کتب"۔ پھر مکمل حدیث ذکر فرمائی۔

ہمارے علماء نے فرمایا: چوپائیوں میں ذبح کا احسان یہ ہے کہ ان سے نرمی کرنا، اسے سختی سے نہ گرائے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تک کھینچ کر نہ لے جائے اور آلہ کو تیز کرنا، اباحت کی نیت کو حاضر کرنا اور قربت کی نیت کرنا اور انہیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا اور اسے جلدی قتل کرنا، ودجین اور حلقوم کو کاٹنا اور اسے آرام دینا اور اسے ٹھنڈا ہونے تک چھوڑے رکھنا، اور اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف کرنا اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرنا کہ اس نے ہمارے لیے اسے مسخر کیا اور اگر وہ چاہتا تو اسے ہم پر غالب کر دیتا اور ہمارے لیے مباح فرمایا، اگر وہ چاہتا تو اسے ہم پر حرام کر دیتا، ربیعہ نے کہا: ذبح کے احسان میں سے یہ ہے کہ دوسرے جانور کے سامنے جانور کو ذبح نہ کیا جائے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا جواز حکایت کیا گیا ہے، پہلا قول احسن ہے، اور رہا قتل میں احسان تو وہ ہر چیز ذبح، قصاص اور حدود وغیرہ میں عام ہے، ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: نبی مکرم ﷺ نے **شریطة الشیطان** سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الضحایا، جلد ۲، صفحہ ۳۷) ابن عیسیٰ نے اپنی حدیث میں یہ زائد کیا ہے "**شریطة الشیطن** یہ ہے کہ جانور کو ذبح کیا جائے اور کاٹا جائے اور اس کی اوداج رگیں نہ کاٹی جائیں پھر اسے چھوڑ دیا جائے حتی کہ وہ مر جائے۔"

مسئلہ نمبر: (۱۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "**وما ذبح علی النصب**"۔ ابن فارس نے کہا: نصب پتھر تھے جو نصب کے جاتے تھے اور ان کی عبادت کی جاتی تھی اور ان پر ذبح شدہ جانوروں کا خون ڈالا جاتا تھا اور یہی **النصب** بھی ہے الانصائب وہ پتھر جو کنویں کے اردگرد لگائے جاتے ہیں پھر ان کے آخری پتھروں کو رنگ کیا جاتا ہے اور اٹھنے والا اغبار، بعض علماء نے فرمایا: **النصب** جمع ہے اس کا واحد نصاب ہے جیسے حمار کی جمع حمر ہے، بعض علماء نے فرمایا: یہ اسم مفرد ہے اور اس کی جمع انصاب ہے اور یہ تین سو ساٹھ پتھر تھے، طلحہ نے اسے **النصب** صاد کی جزم کے ساتھ پڑھا ہے، حضرت ابن عمر سے مروی ہے النصب نون فتحہ اور صاد کے جزم کے ساتھ ہے، جحدری نے کہا: نون اور صاد کے فتحہ کے ساتھ ہے اس نے اسے مفرد اسم بنایا ہے جیسے الجبل اور الجمل اس کی جمع انصاب ہے جیسے اجمال اور اجبال، مجاہد نے کہا: یہ وہ پتھر ہیں جو مکہ کے اردگرد تھے لوگ ان پر اپنے جانور ذبح کرتے تھے، ابن جریج نے کہا: عرب جانور مکہ میں ذبح کرتے تھے اور ان کا خون بیت اللہ کے سامنے والی دیوار پر مل دیتے تھے اور گوشت کو کاٹتے تھے اور اسے ان پتھروں پر رکھ دیتے تھے، جب اسلام آیا تو مسلمانوں نے نبی مکرم ﷺ سے کہا: ہم زیادہ حق دار ہیں

کہ بیت اللہ کی تعظیم کریں ان افعال کے ساتھ گویا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند نہیں فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (آیت) "لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا"۔(الحج:۳۷) اور (آیت) "وما ذبح علی النصب"۔ کا ارشاد نازل ہوا معنی یہ ہے کہ اس میں نصب کی تعظیم کی نیت تھی (اس لیے حرام ہیں) نہ کہ ان پر ذبح کرنا جائز نہیں۔ اعشی نے کہا:

وذا النصب المنصوب لا تنسکنہ لعافیۃ واللہ ربك فاعبدا:

بعض علماء نے فرمایا علی بمعنی لام ہے یعنی ان کی خاطر قطرب نے کہا: ابن زید نے کہا: (آیت) "ماذبح علی النصب"۔ اور (آیت) "وما اھل لغیر اللہ بہ"۔ ایک چیز ہے۔ ابن عطیہ نے کہا: (آیت) "ماذبح علی النصب، ما اھل لغیر اللہ"۔ کا جز ہے لیکن اس کی جنس کے بعد امر کی شہرت اور موضع کے شرف اور نفوس کا اس کی تعظیم کرنے کی وجہ سے خصوصی اس کا ذکر فرمایا۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ)

مسئلہ نمبر: (۱۸) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "وان تستقسموا بالازلام"۔ یہ ماقبل پر معطوف ہے (ان) محل رفع میں ہے یعنی جوئے کے تیروں کو تقسیم کرنا تم پر حرام کیا گیا ہے۔ الازلام جوئے کے تیر اس کا واحد زلم اور زلم ہے فرمایا:

بات یقاسیما غلام کالزلم۔

دوسرے نے کہا:

فلئن جذیمۃ قتلت سرواتھا فنساءھا یضربن بالازلام:

محمد بن جریر نے ذکر کیا ہے کہ ابن وکیع نے انہیں بیان کیا اور انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے شریک سے انہوں نے ابی حصین سے انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ الازلام سفید پتھر تھے جن کو لوگ مارتے تھے محمد بن جریر نے کہا: ہمیں سفیان بن وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ شطرنج ہے، رہا لبید کا قول:

تزل عن الثری ازلامھا:

علماء فرماتے ہیں: شاعر نے یہاں ازلام سے مراد وحشی گائیوں کے کھر لیے ہیں، عربوں کے لیے ازلام کی تین اقسام تھیں ان میں سے تین وہ ہیں جو ہر انسان اپنے لیے استعمال کرتا تھا ایک تیر پر لکھا ہوتا افعل (تو کر) اور دوسرے پر لکھا ہوتا لا تفعل (تو نہ کر) اور ایک خالی ہوتا اس پر کچھ نہ لکھا ہوتا، وہ ان تیروں کو اپنی زنبیل میں رکھتا جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا تو اس زنبیل میں ہاتھ ڈالتا اگر افعل والا تیر نکلتا تو وہ کام کر لیتا وہ کام کر لیتا اور اگر لا تفعل والا تیر نکلتا تو کام کو نہ کرتا اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر کچھ نہ لکھا ہوتا تو وہ دوبارہ ہاتھ ڈالتا، سراقہ بن جعشم نے جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہجرت کے وقت نکلتا جس پر کچھ نہ لکھا ہوتا تو دوبارہ ہاتھ ڈالتا، سراقہ بن جعشم نے جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہجرت کے وقت پیچھا کیا تو اس نے اس طرح تیر نکالے، اس فعل کا استقسام کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ اس سے رزق تقسیم کرتے تھے اور جس چیز کا ارادہ کرتے تھے جیسے کہا جاتا ہے، الاستقساء کا معنی ہے پانی کو طلب کرنا، اس کی مثال جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے وہ نجومی کا قول وہ کہتا ہے: فلاں ستارے کی وجہ سے تو نہ نکل اور فلاں ستارے کی وجہ سے تو نکل۔

دوسری قسم تیروں کی یہ تھی کہ جوف کعبہ میں ہبل (بت) کے پاس سات تیر ہوتے تھے جن پر وہ سارے معاملات لکھے ہوتے تھے جو لوگوں کے درمیان واقع ہوتے ہیں ان تیروں میں سے ہر تیر پر ایک تحریر تھی، ایک تیر میں دیات کا ذکر ہوتا تھا دوسرے پر لکھا ہوتا منکم (تم سے) ایک پر لکھا ہوتا تھا (من غیر کم) تمہارے غیر سے، ایک پر لکھا ہوتا ملصق اور باقی تا مام میں پانی وغیرہ کے احکام لکھے ہوئے تھے ان تیروں کا استعمال عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں پر کیا تھا جب اس نے ایک کو ذبح کرنے کی نذر مانی تھی جب وہ دس مکمل ہو جائیں گے یہ مشہور واقعہ ابن اسحاق نے ذکر کیا یہ سات تیر عربوں کے کاہنوں اور حکام میں سے ہر ایک کے پاس ہوتے تھے جیسا کہ کعبہ میں ہبل کے پاس ہوتے تھے۔

تیسری قسم تیروں کی یہ تھی کہ جوئے کے تیر، یہ دس تیر ہوتے تھے اس میں سے سات پر حصے لکھے ہوتے تھے اور تین پر کچھ نہیں لکھا ہوتا تھا یہ وہ بطور لہو ولعب جوئے کے لیے استعمال کرتے تھے اور ان کے عقلاء ان سے مسکینوں اور ناداروں کو سخت دن اور سردیوں میں کھانا کھلانے کا قصد کرتے تھے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں الازلام سے مراد وہ گوٹیاں لی ہیں جن کے ساتھ رومی اور فارسی لوگ جوا کھیلتے تھے، سفیان اور وکیع نے کہا: یہ شطرنج ہے۔ الاستقسام سے مراد حصہ اور نصیب طلب کرنا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، یہ باطل ذریعے سے مال کھانا ہے اور یہ حرام ہے ہو جوا جو کبوتروں کے ساتھ، تاش کے ساتھ یا شطرنج کے ساتھ یا اس طرح دوسری کھیلوں کے ساتھ کھیلا جائے تو وہ استقسام کے معنی میں ہے اور یہ سب حرام ہیں، یہ کہانت کی ایک قسم ہے اور علم غیب کا دعویٰ پیش کرنا ہے، ابن خویز منداد نے کہا: اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے ان امور سے منع کیا ہے جو نجومی راستوں پر تیروں سے کرتے تھے جو تیر ان کے پاس ہوتے تھے اور اسی طرح فال کے پیچھے ہوتے تھے، الکیا طبری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان سے منع کیا ہے جو امور غیب سے متعلق ہوتے ہیں، کیونکہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا۔ المغیبات کی تعریف میں تیروں کا کوئی اثر نہیں، بعض لوگوں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر رد کا اس سے استنباط کیا ہے جو وہ آزاد کرنے میں غلاموں کے درمیان قرعہ اندازی کا کہتے ہیں، اس شخص نے یہ نہیں جانا کہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس کی بنیاد اخبار صحیحہ پر ہے۔ اس کا استقسام بالازلام کی نہی سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ آزاد کرنا حکم شرعی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شارع نے قرعہ کے نکلنے کو آزادی کے حکم کے اثبات پر علامت بنایا ہو تا کہ خصومت ختم ہو جائے یا کوئی مصلحت ہو جو شریعت کے پیش نظر ہو، پس مذکورہ قائل کا قول اس کے مساوی نہیں ہو سکتا" جب تو ایسا کرے گا یا تو ایسے کہے گا" تو یہ ہو گا یہ مستقبل کے کسی کام پر دلالت کرتا ہے، پس تیر کا نکلنا کسی چیز پر علامت بنانا جائز نہیں جو مستقبل میں ہونا ہوتی ہے اور قرعہ کے نکلنے کو آزادی پر قطعی طور پر علامت بنانا جائز ہے پس دونوں بابوں کے درمیان جدائی ظاہر ہو گئی۔

مسئلہ نمبر: (۱۹) فال کا طلب کرنا اس باب سے نہیں ہے نبی اکرم ﷺ کو یا راشد، یا نجیح سننا پسند تھا۔ (جامع ترمذی کتاب السیر جلد ۱ صفحہ ۱۹۴، ایضاً حدیث ۱۵۱۰ ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور فرمایا: یہ حدیث صحیح غریب ہے، آپ ﷺ فال کو پسند کرتے تھے، کیونکہ پوری ہونے اور حاجت پانے کے ساتھ آپ کے نفس کو خوشی ہوتی تھی، اور انشراح حاصل ہوتا تھا، پس اللہ تعالیٰ پر حسن ظن اچھی چیز ہے اللہ تعالیٰ فرمایا: میں اپنے بندے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب التوحید، جلد ۲، صفحہ ۱۱۱۷، ایضاً حدیث نمبر ۶۸۵۰۶ ضیاء القرآن پبلی کیشنز) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم برے شگون کو ناپسند کرتے تھے، کیونکہ یہ شرکیہ اعمال میں سے تھے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے متعلق برے گمان کو کھینچتا ہے، خطابی نے کہا: فال اور برے شگون کے درمیان فرق یہ ہے فال اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کے طریق سے ہے اور برا شگون اس کے علاوہ کسی چیز پر بھروسہ کرنے کے طریق سے ہے۔ اصمعی نے کہا: میں نے ابن عون سے فال کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: کوئی شخص مریض ہو اور یا سالم کلمہ سنے یا کوئی شخص گم شدہ چیز کو تلاش کرنے والا ہو اور وہ سنے یا واجد، یہ ترمذی کی حدیث کا معنی ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: ''بدشگونی کچھ نہیں اور اس سے بہتر فال ہے'' پوچھا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فال کیا ہے؟ فرمایا: ''اچھا کلمہ جو تم میں سے کوئی سنتا ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب السلام، جلد ۲ صفحہ ۲۳۱) **الطیرۃ** (بدشگونی) کا مزید مفہوم ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: علم سیکھنے سے آتا ہے اور حلم برداشت کرنے سے آتا ہے جو خیر کو تلاش کرتا ہے وہ اسے عطا کی جاتی ہے اور جو شر سے بچتا ہے اسے اس سے بچایا جاتا ہے تین شخص ایسے ہیں جو بلندیاں نہیں پاتے جس نے کہانت کی یا تیر نکالے اور بدشگونی کی وجہ سے سفر سے واپس آ گیا۔

مسئلہ نمبر: (۲۰) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''**ذلکم فسق**'' یہ تیر نکالنے کی طرف اشارہ ہے، **الفسق** کا معنی نکلنا ہے، بعض علماء نے فرمایا: یہ مذکورہ تمام چیزوں کی طرف راجع ہے، جو حرام تھیں ان کو حلال سمجھنا ہے، ان میں سے ہر چیز فسق ہے اور حلال سے حرام تک نکلنا ہے، ان محرمات سے عقود کو پورا کرنے سے رکنا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) ''**اوفوا بالعقود**''۔

مسئلہ نمبر: (۲۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''**الیوم یئس الذین کفروا من دینکم**''۔ یعنی تمہارا ان کے دین کی طرف لوٹنا کافر ہو کر، اس سے کافر مایوس ہو چکے ہیں، ضحاک نے کہا: یہ آیت نازل ہوئی جب مکہ فتح ہوا، واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو ہجری ۲۲ رمضان کو مکہ فتح کیا، بعض نے فرمایا: آٹھ ہجری کو فتح ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا دی: خبردار! جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہا وہ امن میں ہوگا اور جس نے ہتھیار ڈال دیا وہ امن میں ہے، جس نے دروازہ بند کر لیا وہ امن میں ہے، یئس میں دو لغتیں ہیں یئس ییئس یاسا ایس یایس ایاسا و ایاسۃ یہ نضر بن شمیل نے کہا ہے: (آیت) ''**فلا تخشوھم واخشون**''۔ یعنی تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو میں تمہاری مدد پر قادر ہوں۔

مسئلہ نمبر: (۲۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) ''**الیوم اکملت لکم دینکم**''۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے تو اس وقت صرف نماز فرض تھی جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حج کرنے تک حلال اور حرام نازل کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا اور دین مکمل فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیت) ''**الیوم اکملت لکم دینکم**''۔ ائمہ حدیث نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے، فرمایا: ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو اگر ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: (آیت) ''**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی**

ورضیت لکم الاسلام دینا "۔ حضرت عمر نے کہا: میں اس دن کو جانتا ہوں جس دن میں نازل ہوئی اور (اس مکان کو جانتا ہوں جس میں وہ نازل ہوئی) یہ رسول اللہ ﷺ پر عرفہ کے دن جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان جلد ۱، صفحہ ۱۱، ایضاً حدیث ۴۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) یہ مسلم کے الفاظ ہیں اور نسائی کے ہاں جمعہ کی رات کا ذکر ہے، روایت ہے کہ جب یہ حج اکبر میں نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے اسے پڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: مجھے اس چیز نے رلایا ہے کہ ہمارے دین میں زیادتی ہو رہی تھی اب ہمارا دین مکمل ہو گیا ہے تو کوئی چیز مکمل نہیں ہوتی مگر وہ کم ہوتی ہے، نبی مکرم ﷺ نے فرمایا 'تو نے سچ کہا ہے'' مجاہد نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت فتح مکہ کے دن نازل ہوئی۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۱۵۰، دار الکتب العلمیہ)

میں کہتا ہوں: پہلا قول اصح ہے یہ جمعہ کے دن نازل ہوئی اور سن دس ہجری حجۃ الوداع کے موقع پر عصر کے بعد عرفہ کا دن تھا جب کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی عضباء پر عرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، اونٹنی کا بازو وحی کے بوجھ کی وجہ سے ٹوٹنے کے قریب تھا تو وہ اونٹنی بیٹھ گئی تھی، الیوم سے مراد دن کا بعض حصہ بھی لیا جاتا ہے، اسی طرح الشھر سے مراد بعض مہینہ لیا جاتا ہے تو کہتا ہے: ہم نے مہینہ میں یہ یہ کیا اور سال میں یہ یہ کیا، یہ تو معلوم ہے کہ تو نے پورے مہینہ اور پورے سال میں یہ نہیں کیا یہ عرب عجم کی لغت میں استعمال ہوتا ہے۔ الدین سے مراد وہ شرائع ہیں جو ہمارے لیے مشروع اور مفتوح ہوئیں، کیونکہ یہ شرائع تھوڑی تھوڑی نازل ہوئیں اور آخر میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد کوئی حکم نازل نہیں ہوا، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی کا قول ہے، جمہور علماء نے کہا: اس سے مراد بڑے بڑے فرائض اور تحلیل و تحریم ہیں، فرمایا: اس کے بعد بھی بہت سا قرآن نازل ہوا اور اس کے بعد آیت ربا نازل ہوئی۔ اور آیت کلالۃ نازل ہوئی، پس دین کا بڑا حصہ اور حج کا امر مکمل ہوا کیونکہ اس سال میں مسلمانوں کے ساتھ کسی مشرک نے طواف نہ کیا اور نہ بیت اللہ کا کسی برہنہ شخص نے طواف کیا تمام لوگ عرفہ میں ٹھہرے بعض علماء نے فرمایا: (آیت) "الیوم اکملت لکم دینکم "۔ یعنی تمہارے لیے تمہارے دشمنوں کو میں نے ہلاک کر دیا اور تمہارے دین کو تمام ادیان پر غلبہ دیا جیسے تو کہتا ہے: ہمارے لیے وہ مکمل ہوا جو ہم چاہتے تھے جب تیرے دشمن کا کام تمام کر دیا جائے۔

مسئلہ نمبر: (۲۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "واتممت علیکم نعمتی "۔ شرائع اور احکام کی تکمیل کر کے اور دین اسلام کو غلبہ دے کر تم پر اپنی نعمت کو مکمل کیا جیسا کہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا، کیونکہ میں نے کہا تھا: (آیت) "ولاتم نعمتی علیکم "۔ (بقرہ: ۱۵۰)

یہ مکہ میں امن اور اطمینان سے داخل ہونا ہے اور اس کے علاوہ نعمتیں ہیں جو اس ملت حنیفہ کو جنت کے دخول تک میسر آئی ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۲۴) شاید کوئی کہنے والا کہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "الیوم اکملت لکم دینکم "۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے یہ دین کامل نہ تھا یہ اس بات کا موجب ہے کہ پہلے جتنے مہاجرین و انصار فوت ہو گئے ہیں اور وہ لوگ جو بدر اور حدیبیہ میں حاضر تھے اور رسول اللہ ﷺ کی دونوں بیعتیں کی تھیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے نفسوں کی قربانی دی تھی اور ساتھ ساتھ بڑی بڑی مشقتیں برداشت کی تھیں وہ لوگ ناقص دین پر فوت ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ ناقص دین کی

طرف اس عرصہ میں دعوت دیتے رہے اور یہ مسلّم ہے کہ نقص عیب ہے اور اللہ کا دین قیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دینا قیما۔
ان تمام باتوں کا جواب یہ ہے کہ تو نے یہ کیوں کہا کہ ہر نقص عیب ہے اس پر تمہاری دلیل کیا ہے، پھر کہا جائے گا: کیا مہینہ کا کم ہونا کیا یہ عیب ہے اور مسافر کی نماز کا کم ہونا کیا یہ اس کے لیے عیب ہے اور عمر کا نقصان جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد ہے (آیت) "وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ"۔ (فاطر:۱۱) سے ارادہ فرمایا کیا یہ اس کے لیے عیب ہے، عادت سے کم دنوں میں حیض کا ختم ہونا اور حمل کے ایام کا کم ہونا اور چوری کے ساتھ یا جلنے کے ساتھ یا غرق ہونے کے ساتھ مال کا کم ہونا جب کہ اس کا مالک محتاج نہ ہو؟ پس تو نے انکار نہیں کیا کہ شرع میں دین کے اجزاء کی اس کے باقی اجزاء کے لاحق ہونے سے پہلے جو اللہ کے علم میں باقی ہیں یہ عیب اور شین نہیں ہے اور تو نے انکار نہیں کیا کہ (آیت) "الیوم اکملت لکم دینکم"۔ کے ارشاد کا معنی دو اعتبار سے ہے۔

(۱) اس سے مراد یہ ہوگا کہ میں نے اس دین کو اس انتہائی حد تک پہنچایا جو میرے نزدیک تھی جس کا میں نے فیصلہ کیا اور جس کا میں نے اندازہ کیا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پہلے اس میں ایسا نقص تھا جو عیب شمار ہوتا، لیکن یہ نقصان مقید کے ساتھ موصوف ہوتا ہے، کہا جائے گا کہ اس اعتبار سے ناقص تھا جو اللہ تعالیٰ کے پاس تھا جو اس کو لاحق ہونے والا اور اس سے ملنے والا تھا مثلاً ایک شخص جس کو اللہ تعالیٰ سو سال تک پہنچانے والا تھا پس کہا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر کو مکمل کیا، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کی عمر ساٹھ سال تھی تو وہ ناقص تھی جو قصور اور خلل کا نقص تھا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے: جس کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر تک پہنچایا تو اس اس کی عمر میں عذر کا محل نہیں رہا۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ الخ، حدیث نمبر ۶۰۹۴، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

لیکن نقصان مقید کے ساتھ موصوف کرنا جائز ہے پس کہا جائے گا: جو اس کی عمر اللہ کے پاس تھی اس اعتبار سے ناقص تھی اللہ تعالیٰ اسے اس عمر تک پہنچانے والا ہے اور اسے لمبی عمر دینے والا ہے اللہ تعالیٰ نے ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعتیں مکمل فرمائیں اگر اس کے لیے اکمال کا لفظ بولا جائے تو کلام صحیح ہوگی۔

اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب دو رکعتیں ہوتی ہیں تو وہ ناقص ہوتی ہیں اور قصور اور خلل کا نقص ہوتا ہے، اگر کہا جائے کہ اللہ کے نزدیک ناقص تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ اور چیز ملا دی اور اس پر کچھ زائد کر دیا تو اس طرح صحیح ہوگا، اسی طرح شرائع اسلام کا حکم ہے، شریعت کے احکام جو آہستہ آہستہ تھوڑے تھوڑے آئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو اس منتہی تک پہنچا دیا جو اس کے پاس تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے: (آیت) "الیوم اکملت لکم دینکم"۔ سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس حج کی توفیق بخشی جس کے علاوہ ان پر اور ارکان دین باقی نہ تھے، پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حج کیا تو ان کے لیے دین جمع ہوا، اس لیے ارکان کی ادائیگی کے اعتبار سے اور فرائض کے قیام کے اعتبار سے آپ ﷺ فرماتے تھے، "اسلام کی بنیاد پانچ احکام پر ہے"۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان، جلد ۱، صفحہ ۳۶، ایضاً حدیث صحیح بخاری، حدیث نمبر ۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کلمہ کی شہادت بھی دی، نماز بھی پڑھی، زکوٰۃ بھی دی، روزے بھی رکھے، جہاد بھی کیا اور عمرہ بھی کیا، لیکن حج نہیں کیا تھا، جب انہوں نے اس دن نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل کیا جب کہ وہ عرفہ کی شام موقف میں تھے۔ اس سے مراد یہ لیا کہ ان کے لیے دین کی وضع کو مکمل کیا، اس میں دلالت ہے کہ تمام طاعات، دین ایمان اور اسلام ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۲۵) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "**ورضیت لکم الاسلام دینا**"۔ یعنی میں نے تمہیں بتایا کہ میری رضا تمہارے لیے دین میں ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمارے لیے دین کو پسند کیا، پس اس دن کے ساتھ رضا کے خاص ہونے کا فائدہ نہ ہوگا اگر ہم اس کو اپنے ظاہر پر محمول کریں، "دینا" تمیز کی بنا پر منصوب ہے اگر تو چاہے تو مفعول ثانی بنا دے، اگر کہا جائے کہ اس کا معنی ہے میں نے تمہارے لیے پسند کیا جب تم نے میرے لیے اس دین کا اقرار کیا جو تمہارے لیے میں نے شروع کیا، یہ بھی احتمال ہے کہ (آیت) "**ورضیت لکم الاسلام دینا**"۔ سے مراد یہ ہو کہ میں نے تمہارے اسلام کو پسند کیا بطور دین جس پر تم آج ہو یہ اپنے کمال کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے گا، اس سے کوئی چیز منسوخ نہیں کروں گا، واللہ اعلم۔

اسلام میں اس آیت میں وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد **ان الدین عند اللہ الاسلام** میں ہے جبریل نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تھا اس کی جو اس میں تفسیر کی گئی تھی وہ ایمان، اعمال اور دوسرے احکام کا نام ہے۔

(صحیح بخاری، باب سوال الجبرائیل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ایمان، حدیث نمبر ۴۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسئلہ نمبر: (۲۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "**فمن اضطر فی مخمصة**" یعنی جس کو مردار اور دوسری تمام محرمات جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں ان کے کھانے کی ضرورت ہو، المخمصة کا معنی بھوک ہے اور طعام سے پیٹ کا خالی ہونا ہے۔ الخمص پتلے پیٹ والا، **رجل خمیص وخمصان، امراۃ خمیصة وخمصانة** پتلے پیٹ والا مرد اور پتلے پیٹ والی عورت اسی سے ہے: اخمص القدم نیچے سے پاؤں کی خالی جگہ، اکثر یہ بھوک کے لیے استعمال ہوتا ہے، الاعشیٰ نے کہا: **تبیتون فی المشتی ملاء بطونکم وجاراتکم غرثی یبتن خمائصا**:

یعنی تمہاری لونڈیاں بھوک پر رات گزارتی ہیں جب کہ ان کے پیٹ ملے ہوئے ہوتے ہیں نابغہ نے کہا:

والبطن ذو عکن خمیص لین والنحر تنفجہ بثدی مقعد:

حدیث شریف میں: **خماص البطون خفاف الظهور**، خالی پیٹوں والے ہلکی پیٹھوں والے۔ الخماص، الخمیص کی جمع ہے، ملے ہوئے پیٹ والا یعنی وہ لوگوں کے اموال سے آنکھیں بند کرنے والے ہیں، اسی سے حدیث ہے **ان الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا**"۔ (ابن ماجہ باب التوکل والیقین، حدیث نمبر ۴۱۵۳ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

پرندے صبح خالی پیٹ جاتے ہیں، اور شام کو بھرے ہوئے پیٹوں سے واپس آتے ہیں۔ الخمیصة کپڑے کو بھی کہتے ہیں، اصمعی نے کہا: الخمائص ریشمی کپڑے یا بیل بوٹوں والے اونی کپڑے یہ کالے کپڑے ہیں اور یہ لوگوں کے لباس سے تھے اضطرار کا معنی اور اس کا حکم سورۃ بقرہ میں گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۲۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) "غیر متجانف الاثم"۔ یعنی وہ حرام کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو۔ یہ (آیت) "غیر باغ ولا عاد"۔ (بقرہ:۱۷۳) کے معنی میں ہے یہ پہلے گزر چکا ہے، الجنف کا معنی میل ہے الاثم سے مراد حرام ہے، اسی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ماتجانفنا فیہ الاثم یعنی ہم جان بوجھ کر گناہ اور حرام کی طرف مائل نہیں ہوتے، ہر مائل ہونے والا متجانف ہے، نخعی یحیٰ بن وثاب اور سلمی نے متجنف بغیر الف کے پڑھا ہے، یہ معنی میں زیادہ بلیغ ہے، کیونکہ عین کلمہ کا مشدد ہونا معنی مبالغہ اور توغل کا اور حکم کے ثبوت کا تقاضا کرتا ہے، تفاعل کا معنی کسی چیز کی حکایت کرنا اور اس سے قریب ہونا ہے کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا جب تو کہتا ہے: تمایل الغصن' یہ اس معنی کا تقاضا کرتا ہے کہ ٹہنی کا جھکنا اور میل ہونے کے قریب ہونا اور جب تو یہ کہتا ہے تمیل تو میل کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح تصاون الرجل اور تصون الرجل ہے تعاقل اور تعقل ہے، معنی یہ ہے یہ وہ اپنے مقصد میں معصیت کا قصد کرنے والا نہیں، یہ قتادہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ (آیت) "فان اللہ غفور رحیم"۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لیے غفور رحیم ہے، پس اس میں حذف ہے، سیبویہ نے کہا: قد اصبحت ام الخیار تدعی علی ذنبا کلہ لم اصنع: اس میں مراد لم اصنعہ ہے پس ضمیر کو حذف کر دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

(تفسیر قرطبی، سورہ مائدہ، بیروت)

مشروعیت قربانی سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

حنفیہ کے نزدیک قربانی اس آدمی کے حق میں مشروع ہے جو اپنی اصلی ضروریات سے زیادہ اور نصاب زکاۃ کا مالک ہو، ان کی دلیل حدیث: "من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا"

(رواہ احمد(312/2) وابن ماجہ: برقم(3123) والحاکم(258/4) ووافقہ الذہبی وصحیح سنن ابن ماجہ (رقم2532))"

جو وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے ہو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے ہے۔

(تبیین الحقائق(3/6) بدائع الصنائع(196/4) حاشیہ ابن عابدین(312/6))

مالکیہ کے نزدیک ایسے آدمی کے حق میں مشروع نہیں ہے جس کے پاس اس سال کا پورا خرچہ نہ ہو کیونکہ ایسا آدمی فقیر کے حکم میں ہے (بلغۃ السالک(286/1) الذخیرۃ(142/4) اور جس کے پاس قربانی کی قیمت نہ ہو وہ قربانی کرنے کے لئے قرض یا ادھار نہیں لے گا۔ (شرح الخرشی(33/3)

اور شافعیہ کے نزدیک ایسا آدمی جس کے پاس ایک دن اور ایک رات کا خرچہ اور عید کے دن اور ایام تشریق میں پہننے کے لئے کپڑے ہوں اس کے لئے قربانی مشروع ہے (مغنی المحتاج(123/6) الاقناع(278/2)

اور حنابلہ کے نزدیک جو آدمی قربانی کا جانور خریدنے کی وسعت رکھتا ہو اس کے حق میں قربانی مشروع ہے، اگر وہ قرض کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہے تو قرض لیکر بھی قربانی کر سکتا ہے۔ (کشاف القناع(18/3)

بچے کے مال سے زکوٰۃ و قربانی کرنے میں مذاہب اربعہ

علامہ علی بن سلطان حنفی ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مصنف کی یہ قید بیان کرنا کہ زکوٰۃ آزاد پر فرض ہے اس سے مدبر، ام

ولد اور مکاتب سے احتراز ہے۔ اور مکلف کی قید سے یہ بیان کیا ہے کہ بچے اور مجنون پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

حضرت امام مالک وامام شافعی اور امام احمد علیہم الرحمہ نے کہا ہے کہ ان دونوں پر زکوٰۃ لازم ہے کیونکہ جس طرح ان پر بیوی پر نفقہ، فطرانہ اور عشر وغیرہ واجب ہیں اسی طرح زکوٰۃ بھی لازم ہے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا کہ تم میں جو یتیم کا ولی ہو تو اس میں صدقہ کھانے کیلئے جاری کرے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صغیر کے مال سے وجوب سے قول بیان کیا ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے مؤطا میں حضرت عبدالرحمن بن قاسم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میری خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولایت میں یتیم تھے تو وہ ہمارے مالوں سے زکوٰۃ نکالا کرتیں تھیں۔

فقہاء احناف کی دلیل اس مسئلہ میں یہ ہے۔

ولنا ما روى أبو داود، والنّسائي، وابن ماجه، والحاكم وقال: على شرط مسلم، أنّ النبي صلى الله عليه وسلم قال: رُفِعَ القلمُ عن ثلاثة: عن النائمِ حتى يستيقظ، وعن الصبيّ حتى يَحْتَلِمَ، وعن المجنونِ حتى يَعْقِل.

اس سے ہمارا استدلال یہ ہے کہ سونے والے جاگنے تک اور بچے کے بالغ ہونے تک اور مجنون کے عقل مند ہونے تک ان سے احکام شرعیہ کا تکلف اٹھالیا گیا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

امام بیہقی علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس یتیم کے مال کا ولی ہو تو اسے چاہیے کہ اس میں سالوں کا حساب رکھے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو وہ اس کو اطلاع کرے کہ اس پر اتنی مقدار میں زکوٰۃ ہے اگر وہ چاہے تو ادا کرے اور نہ چاہے تو ترک کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی استدلال کردہ روایت کا جواب یہ ہے کہ پہلے نمبر پر جو حدیث بیان ہوئی ہے حضرت امام احمد حنبل کے نزدیک اس کی سند صحیح نہیں ہے اور امام ترمذی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور دوسری دلیل میں انہوں نے حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما کا قول پیش کیا ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے معارض ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول صحیح اور ترجیح یافتہ قرار پائے گا کیونکہ زکوٰۃ کی شرائط میں نیت ضروری ہے اور بچے اور مجنون کی نیت ثابت نہ ہوگی۔ اور ولی کی نیت اس لئے معتبر نہ ہوگی کیونکہ عبادات واجبہ میں غیر کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (قاعدہ فقہیہ)

(شرح الوقایہ، ج ۱، ص ۲۶۰، مکتبہ مشکاۃ الاسلامیہ)

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِيجَابِ الْأَضَاحِيِّ

باب: قربانی کے واجب ہونے کے بارے میں جو منقول ہے

2788- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ ح وحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ عَامِرٍ أَبِي رَمْلَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مِخْنَفُ بْنُ سُلَيْمٍ، قَالَ: وَنَحْنُ وُقُوفٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً، أَتَدْرُونَ مَا الْعَتِيرَةُ هَذِهِ؟ الَّتِي يَقُولُ النَّاسُ الرَّجَبِيَّةُ

قَالَ أَبُو دَاوُد: الْعَتِيرَةُ مَنْسُوخَةٌ هَذَا خَبَرٌ مَنْسُوخٌ

حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ، عرفات میں وقوف کیے ہوئے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! ہر گھر والوں پر، ہر سال قربانی اور عتیرہ لازم ہے، کیا تم لوگ جانتے ہو؟ عتیرہ کیا ہے؟

یہ وہ ہے، جسے لوگ ''رجبیہ'' کہتے ہیں''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ''عتیرہ'' منسوخ ہے اور یہ روایت منسوخ ہے۔

قربانی واجب ہے

ہر صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اس بارے میں قرآن وسنت میں کئی دلائل موجود ہیں۔ چند یہ ہیں:

''فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ'' (الکوثر:2)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''قَالَ عِكْرِمَةُ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ فَصَلِّ لِرَبِّكَ صَلٰوةَ الْعِيدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَنَحْرُ نُسُكِكَ فَعَلٰى هٰذَا يَثْبُتُ بِهِ وُجُوبُ صَلٰوةِ الْعِيدِ وَالْأُضْحِيَّةِ'' (تفسیر مظہری: ج:10: ص:353)

ترجمہ: حضرت عکرمہ، حضرت عطاء اور حضرت قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ'' میں ''فصل'' سے مراد ''عید کی نماز'' اور ''وانحر'' سے مراد ''قربانی'' ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز عید اور قربانی واجب ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''احکام القرآن'' میں فرماتے ہیں:

''قَالَ الْحَسَنُ صَلٰوةُ يَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبُدْنِ... قَالَ أَبُو بَكْرٍ هٰذَا التَّأْوِيلُ يَتَضَمَّنُ مَعْنَيَيْنِ، أَحَدُهُمَا

2788- حسن، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي رملة واسمه عامر، وقد تابعه حبيب ابن مخنف، وقواه الحافظ في "الفتح" /10/ 4، وحسنه الترمذي. بشر: هو ابن المفضل، ويزيد: هو ابن هارون، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه ابن ماجه (3125)، والترمذي (1596) من طريق عبدالله بن عون، به. وهو في "مسند احمد" (17889). واخرجه عبدالرزاق (8001) و (8159)، وعنه احمد (20730)

إِيْجَابُ صَلوٰةِ الْاَضْحیٰ وَالثَّانِيْ وُجُوْبُ الْاُضْحِيَّةِ۔ (احکام القرآن للجصاص ج3 ص419 تحت سورۃ الکوثر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت "فَصَلِّ لِرَبِّکَ" میں جو نماز کا ذکر ہے اس سے عید کی نماز مراد ہے اور "وانحر" سے قربانی مراد ہے۔ حضرت ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

1: عید کی نماز واجب ہے۔ 2: قربانی واجب ہے۔

3: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔"

(سنن ابن ماجہ ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، مسند احمد ج2 ص321 رقم 8254، السنن الکبریٰ ج9 ص260 کتاب الضحایا، کنز العمال رقم 12261)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ بھٹکے۔

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور وعید ترک واجب پر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا قربانی واجب ہے۔

(3) حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"كُنَّا وُقُوْفاً عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِعَرَفَةَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ عَلٰى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ اُضْحِيَّةً وَعَتِيْرَةً۔"

(سنن ابن ماجہ ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، سنن نسائی ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرۃ)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔

اس حدیث سے دو قسم کی قربانیوں کا حکم معلوم ہوا ایک عید الاضحیٰ کی قربانی اور دوسرا عتیرہ۔

فائدہ: "عتیرہ" اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی پھر اسلام آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام پر ہونے لگی، لیکن بعد میں اسے منسوخ فرما دیا گیا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"نَهٰى رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْفَرَعِ وَالْعَتِيْرَةِ۔" (سنن النسائی ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرما دیا۔

فائدہ: "فرع" اس بچہ کو کہا جاتا تھا جو اونٹنی پہلی مرتبہ جنتی تھی اور اس کو بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا، ابتدا اسلام میں یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتی رہی لیکن بعد اسے میں منسوخ کر دیا گیا۔ (زہر الربیٰ علی النسائی للسیوطی ج2 ص188)

(4) حضرت جندب بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

"شَهِدْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا اُخْرٰى

وَمَنْ لَمْ یَذْبَحْ فَلْیَذْبَحْ (صحیح بخاری ج2 ص843 باب من ذبح قبل الصلوۃ اعاد)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عیدالاضحیٰ کے دن حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیے کہ اس جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تو اسے چاہیے کہ (عید کی نماز کے) بعد ذبح کرے۔

اس میں آپ علیہ السلام نے عید سے پہلے قربانی کرنے کی صورت میں دوبارہ لوٹانے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔

(2) قربانی کس پر واجب ہے؟

جس مرد و عورت میں قربانی کے ایام میں درج ذیل باتیں پائی جاتی ہوں اس پر قربانی واجب ہے:

(1) مسلمان ہو۔

دلیل:

لِاَنَّھَا قُرْبَۃٌ وَالْکَافِرُ لَیْسَ مِنْ اَھْلِ الْقُرَبِ۔ (بدائع الصنائع: ج4، ص195)

قربانی عبادت و قربت کا نام ہے اور کافر عبادت اور قربت کا اہل نہیں۔

(2) آزاد ہو۔

دلیل:

لِاَنَّ الْعَبْدَ لَا یَمْلِکُ۔ (البحر الرائق: ج2، ص:271)

ترجمہ: قربانی غلام پر واجب نہیں کیوں کہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

(3) صاحب نصاب ہو۔

دلیل:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔ (سنن ابن ماجہ ص226 باب الاضاحی کی واجبۃ ام لا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو وسعت ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے لیے صاحب وسعت ہونا ضروری ہے جسے "صاحب نصاب" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) (4) مقیم ہو، مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

دلیل:

عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَیْسَ عَلَی الْمُسَافِرِ اُضْحِیَّۃٌ۔ (المحلی بالآثار لابن حزم: ج6، ص37، مسئلہ نمبر979)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

(3) قربانی کا نصاب

قربانی واجب ہونے کا نصاب وہی ہے جو نصاب صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کا ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ: ج5 ص360، کتاب الاضحیہ)

پس جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی مال یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں چیزوں یا بعض کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد وعورت پر قربانی کرنا واجب ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ: ج1 ص160، باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز)

یاد رہے کہ وہ اشیاء جو ضرورت وحاجت کی نہ ہوں بلکہ محض نمود ونمائش کی ہوں یا گھروں میں رکھی ہوئی ہوں اور سارا سال استعمال میں نہ آتی ہوں تو وہ بھی نصاب میں شامل ہوں گی۔

(بدائع الصنائع: ج2 ص158، 159، رد المحتار ج3 ص346 باب مصرف الزکوۃ والعشر)

قربانی کے واجب ہونے کا بیان

(۱) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ۔ (سورۂ حج: آیت ۳۴)

ترجمہ: ہم نے (جتنے اہل شرائع گزرے ہیں ان میں سے) ہر امت کے لیے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے ہیں۔

ابن کثیر وامام رازی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں تصریح فرمائی ہے کہ خون بہا کر جانوروں کی قربانی کا دستور شروع دن سے ہی تمام ادیان ومذاہب میں چلا آرہا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۲۷، تفسیر کبیر ۳/۳۴)

(۲) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ۔ (سورۂ حج: آیت ۶۷) ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لیے ذبح کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ اس طریقہ پر ذبح کیا کرتے تھے۔ (۳) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ (سورۂ کوثر، آیت: ۲)

ترجمہ: سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور (اسی کے نام کی) قربانی کیجئے۔

(۴) عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا۔ (ابن ماجه: ص۲۲۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

(۵) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة عشر سنين يضحي۔ (ترمذی: ۱/۱۸۲)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور

اس عرصۂ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے رہے۔

ان آیات واحادیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

(۱) صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے اور استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضی کا اظہار فرمایا، حتیٰ کہ اس کا عیدگاہ کے قریب آنا بھی پسند نہ فرمایا۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے ۱۰ سال میں ہر سال قربانی فرمائی، حالانکہ حج آپ نے صرف آخری سال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ قربانی نہ حج کے ساتھ خاص ہے اور نہ مکہ معظمہ کے ساتھ، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ۹ سال قربانی کیوں فرماتے؟

(۳) قربانی سے مقصد محض ناداروں کی مدد نہیں جو صدقہ وخیرات سے پورا ہو جائے، بلکہ قربانی میں مقصود جانور کا خون بہانا ہے، یہ عبادت اسی خاص طریقہ سے ادا ہوگی، محض صدقہ وخیرات کرنے سے نہ یہ عبادت ادا ہوگی، نہ اس کے مطلوبہ فوائد وثمرات حاصل ہوں گے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں غربت وافلاس دورِ حاضر کی نسبت زیادہ تھا، اگر جانور ذبح کرنا مستقل عبادت نہ ہوتی تو وہ حضرات جانور ذبح کرنے کے بجائے ناداروں کے لیے چندہ جمع کرتے یا اتنی رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف فرماتے۔

قربانی کے بجائے صدقہ وخیرات کا مشورہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی نادان یہ مشورہ دے کہ آج سے نماز، روزہ کے بجائے اتنا صدقہ کر دیا جائے، ظاہر ہے کہ اس سے نماز، روزہ کی عبادت ادا نہ ہوگی، اسی طرح صدقہ وخیرات سے قربانی کی مستقل عبادت بھی ادا نہ ہوگی۔

درحقیقت قربانی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم الشان عمل کی یادگار ہے جس میں انہوں نے اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے کے لیے لٹا دیا تھا اور ہونہار فرزند حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلاچوں وچرا حکمِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرکے ذبح ہونے کے لیے اپنی گردن پیش کر دی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر دنبے کو فدیہ بنا دیا تھا۔ اس پر ذبح کر کے ہی عمل ہوسکتا ہے، محض صدقہ وخیرات سے اس عمل کی یاد تازہ نہیں ہوسکتی۔

نیز حافظ ابن کثیر وامام رازی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عطاء، حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت حسن بصری، حضرت قتادہ، حضرت محمد بن کعب قرظی، حضرت ضحاک رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم کا قول نقل کیا ہے کہ مشرکین عرب غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنے رب کے نام پر جانور ذبح کریں۔ (تفسیر ابن کثیر: ص ۲۴۷، ج ۴) اس بنا پر جانور ذبح کر کے ہی اس حکمِ الٰہی کو پورا کیا جاسکتا ہے، صدقہ وخیرات اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ ملحدین کی تحریف سے دین کی حفاظت فرمائیں اور مسلمانوں کو مستند علماء کرام سے دینِ حق کی رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ واللہ العاصم من جمیع الفتن وھو الموفق لما یحب ویرضی۔ قربانی سے کیا سبق حاصل کیا جائے؟

(۱) قربانی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس عظیم الشان عمل کی یادگار ہے، اس کا دل ودماغ میں استحضار کیا جائے

اوراس حقیقت کوسوچا جائے کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اوراس کی رضاجوئی کے لیے تھا۔اور یہ جذبہ ہونا چاہیے کہ اگر بیٹے ہی کوذبح کرنے کاحکم باقی رہتا توہم بخوشی اس کی تعمیل کرتے۔ ہر والد کا جذبہ یہ ہو کہ میں ضرور اپنے لخت جگرکوقربان کرتا اور ہر بیٹے کا جذبہ یہ ہو کہ میں قربان ہونے کے لیے بدل وجان راضی ہوتا اور یہ عزم ہونا چاہیے کہ اگر یہ حکم آج نازل ہوجائے توہم اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کریں گے۔

(۲) قربانی کی اصل روح اوراس کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کوقربان کردے۔جانور ذبح کرکے قربانی دینے کے حکم میں یہی حکمت پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تمام خواہشات نفسانیہ کوایک ایک کرکے ذبح کرو۔اگرکوئی شخص جانور کی قربانی توبڑے شوق سے کرتا ہے مگرخواہش نفس اور گناہوں کونہیں چھوڑتا، نہ اس کی فکر ہے تو اگرچہ واجب تواس کے ذمہ سے ساقط ہوگیا،مگرقربانی کی حقیقت وروح سے محروم رہا،اس لیے قربانی کی ظاہری صورت کے ساتھ ساتھ اس کی حقیقت کوحاصل کرنے کا عزم،کوشش اوردعا بھی جاری رہنا چاہیے۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف ایک جانور کی قربانی نہیں کی، بلکہ پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزارا، جوحکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا فوراً تعمیل کی۔جان، مال، ماں باپ، وطن ومکان،لخت جگرغرض سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان فرمایا۔ہمیں بھی اپنے اندر یہی جذبہ پیدا کرنا چاہیے کہ دین کا جوتقاضا بھی سامنے آئے اوراللہ تعالیٰ کا جوحکم بھی سامنے آئے اس پرعمل کریں گے۔اپنے اعزہ واحباب، بیوی بچوں، ماں باپ، خاندان،قوم کسی چیزکو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں ترجیح نہیں دیں گے۔

2789 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدًا جَعَلَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ. قَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا أُضْحِيَّةً أُنْثَى أَفَأُضَحِّي بِهَا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَتِلْكَ تَمَامُ أُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"مجھے قربانی کے دن کوعید کے طور پر منانے کا حکم دیا گیا ہے،اسے (عید) اللہ تعالیٰ نے،اس امت کے لیے بنایا ہے" ایک شخص نے عرض کی: اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر مجھے صرف دودھ دینے والا جانور ملتا ہے،توکیا میں اس کی قربانی کر دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! بلکہ تم اپنے بال کاٹ لو، ناخن تراش لو، مونچھیں چھوٹی کرلو، زیرناف بال مونڈلو، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ تمہاری مکمل قربانی ہوگی"۔

ہلال ذوالحج دیکھتے ہی ناخن وغیرہ نہ کٹوانے کا بیان

امام احمد رضا قادری حنفی لکھتے ہیں۔

یہ حکم صرف استحبابی ہے کرے تو بہتر ہے نہ کرے تو مضائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے ہیں نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے ۳۱ دن سے کسی عذر کے سبب خواہ بلا عذر ناخن تراشے ہوں نہ خط بنوایا ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہو گیا تو وہ اگرچہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس مستحب پر عمل نہیں کر سکتا اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن وخط بنوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہو جائے گا، اور چالیس دن سے زیادہ نہ بنوانا گناہ ہے۔ فعل مستحب کے لئے گناہ نہیں کر سکتا۔

فی ردالمحتار فی شرح المنیة وفی المضمرات انه عن ابن المبارك فی تقلیم الاظفار وحلق الرأس فی عشر ذی الحجة، قال لا تؤخر السنة، وقد ورد ذلك ولا یجب التاخیر اھ فهذا محمول علی الندب بالاجماع الا ان نفی الوجوب لا ینافی الاستحباب فیکون مستحبا الا ان استلزم الزیادة علی وقت اباحة التاخیر، ونهایته مادون الاربعین، فلا یباح فوقها. اھ مختصرا. واللہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے کہ منیہ کی شرح اور مضمرات میں ابن مبارک سے نقل کیا کہ ناخن کاٹنا اور سر منڈانا ذوالحجہ کے دس دنوں میں اپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ سنت کو مؤخر نہ کیا جائے جبکہ اس کے متعلق حکم وارد ہے تاہم تاخیر واجب نہیں ہے اھ تو یہ استحباب پر محمول ہے اور وجوب کی نفی استحباب کے منافی نہیں ہے لہٰذا مستحب ہے ہاں اگر اباحت کی مدت پر تاخیر کو مستلزم ہو تو مستحب نہ ہوگا، اباحت کی مدت کی انتہا چالیس روز ہے تو اس سے زیادہ تاخیر مباح نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۰، کتاب الاضحیہ لاہور)

قربانی اور عبادت کا بیان

وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون

اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن وانس کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (جمال القرآن)

یعنی انسان کا باطن بقعہ نور رب بنتا ہے جب اسے عرفان الٰہی نصیب ہو اور یہ دولت تب تک حاصل نہیں ہوتی جب تک انسان اپنی خواہشات قربان کرتے ہوئے اور شہوات سے اعراض برت کر اس کے احکام کی تعمیل میں سرتاپا تصویر عمل نہیں بن جاتا۔ خالق کائنات نے جہاں انسان کے حسن ظاہری کو بام عروج تک پہنچانے کے لئے ان گنت نعمتیں پیدا فرمائیں اور ان کے استعمال کا اختیار انسان کو ودیعت فرمایا تو ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا:

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

اگر تم پہلے احسانات پر شکر کرو تو میں مزید اضافہ کردوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی (تو جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔

(جمال القرآن)

پھر شکران نعمت کے لئے انسان کو اس رزمگاہ حیات میں کامیابی کے ساتھ منازل قرب طے کرانے کے لئے اسے اپنی جانب سے چند عبادات کا مکلف بنا دیا۔ نتیجتاً جو کوئی اس نظام پر عمل کرتے ہوئے اپنی حیات مستعار کے شب وروز بسر کرتا رہے گا تو وہ بالیقین کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہوگا۔ ان عبادات میں سے کچھ فرائض ہیں اور کچھ واجبات۔ بعض کا تعلق انسان کی ذات سے ہے اور بعض کا مال ہے۔ جو عبادات بدن سے متعلق ہیں وہ بدنیہ کہلاتی ہیں اور جن کا تعلق مال سے ہے وہ مالیہ کہلاتی ہیں۔ علاوہ

ازیں رب کائنات نے انسان کو مقام انسانیت کی رفعتوں اور بلندیوں پر فائز کرنے کے لئے اپنی ہی جناب سے دی ہوئی نعمتوں کو اپنے راستے پر خرچ کرنے کی بار بار ترغیب دی۔ ارشاد فرمایا۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شئی فان اللہ بہ علیم

ہرگز نہ پاسکو گے تم کامل نیکی (کا رتبہ) جب تک خرچ نہ کرو (راہ خدا میں) ان چیزوں سے جن کو تم عزیز رکھتے ہو اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ (جمال القرآن)

گویا مختلف انداز میں یہ باور کرایا گیا اور انسانی ذہن میں یہ راسخ کیا گیا کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اس کا محافظ ہے۔ وہ سب عارضی اور فانی ہے دوام اور بقا صرف اسے ہی حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اس کے رستے میں خرچ ہو جائے۔ لہذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سبق انتہائی حکیمانہ انداز میں اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یاد کرایا۔

حضرت مطرف اپنے باپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

الھکم التکاثر

تمہیں مال کی کثرت نے غافل کر دیا ہے۔

انسان کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ اے انسان تیرے مال میں ترا حصہ کچھ نہیں بجز اس کے جو تم نے کھالیا اور ختم کر دیا یا پہن لیا اور اسے پرانا کر دیا' یا صدقہ کر دیا اور آخرت کے لئے بطور زاد بھیج دیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے۔ اور لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ چنانچہ رب کریم کے وہ محبوب بندے جو اس حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں کہ سب کچھ رب کریم کا عطا کردہ ہے تو جب وہ اپنے ہی دیئے سے اپنے ہی راستے میں خرچ کرنے کا ارشاد فرماتا ہے تو اگر سارا مال بھی خرچ کر دینے سے اس کی خوشنودی اور رضا حاصل ہو جائے تو یقیناً یہ سعادت مندی ہے۔

عبادات مالیہ میں سے ایک عظیم عبادت قربانی ہے جو صاحب استطاعت افراد پر ہر سال مخصوص ایام اور اوقات میں واجب ہے۔ یہ فی الحقیقت رب کریم کے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی یاد ہے جب آپ نے مسلسل تین راتیں عالم خواب میں قربانی کا حکم پا کر اپنی جان سے عزیز لخت جگر حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کے پھول کی پتی سے نازک اور ریشم سے نرم گلے پر اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں چھری رکھ دی تھی اور اس قربانی کے سبب رضائے الٰہی کی حدوں کو چھو کر ملائکہ کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا اور یہ واضح کر دیا کہ ابراہیم کا دل اپنے رب کے سوا کسی کا مسکن نہیں۔ وہ محبت الٰہی سے معمور ہے۔ کسی اور کی محبت اس پر غالب نہیں۔ اس کے تمام تر جذبات محبت خداوندی کے تابع ہیں۔ رب کریم کو یہ ادا پسند آئی اور اپنے پیارے خلیل کی اس قربانی کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر جبرائیل امین کو جنت سے دنبہ لے جانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کرایا۔ پھر رب کریم نے اس سنت ابراہیم کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھا۔ چنانچہ

ارشاد فرمایا''اور ہرامت کے لئے ہم نے مقرر فرمائی ایک قربانی تا کہ وہ ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے اسم (پاک) ان بے زبان جانوروں پر ذبح کرتے وقت جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔ (جمال القرآن)

پھر ہر دور میں قربانی کا یہ سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت میں بھی قربانی کا رواج رہا۔ مگر ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ جانور ذبح کرنے کے بعد خون کعبہ معظمہ کی دیواروں سے لگا دیتے اور گوشت بتوں کے سامنے اکٹھا کر دیتے تھے۔ بعد ازاں جب حضور نبی رحمت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا تاج سجائے مبعوث ہوئے تو خالق کائنات نے قربانی کا حکم باقی رکھتے ہوئے فرمایا۔

فصل لربک وانحر

پس آپ نماز پڑھا کریں اور اپنے رب کے لئے قربانی دیں (اسی کی خاطر)

اور ساتھ ہی زمانہ جاہلیت کی اس ناپسندیدہ رسم کو جڑ سے اکھیڑنے کیلئے ارشاد فرمایا۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم (جمال القرآن سورہ حج ۳۶)

ترجمہ: نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو ان کے گوشت اور نہ ان کے خون البتہ پہنچتا ہے اس کے حضور تک تقویٰ تمہاری طرف سے۔

یعنی رب کریم کو ان جانوروں کے گوشت اور خون کی قطعاً ضرورت نہیں۔ وہ تو صرف یہ دیکھتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کس قدر خوف الٰہی اور تقویٰ موجود ہے۔ اطاعت و فرمانبرداری کے کتنے جذبات موجزن ہیں۔

آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں مسلسل قربانی کرتے رہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی اس کی عظمت و اہمیت سے آگاہ فرمایا۔ لہٰذا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے قربانی دینا سنت ابراہیمی بھی ہے اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔

قربانی کی تعریف

کتب فقہ میں قربانی کے لئے لفظ اضحیہ استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے۔ لغت میں اضحیہ ہر اس جانور کا نام ہے جسے قربانی کے دن ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع اضاحی ہے۔ اصطلاح شرع میں اضحیہ سے مراد مخصوص وقت میں جانور کو ذبح کرنا ہے۔

قربانی کا حکم

حضرت امام طحاوی نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی دینا واجب ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک قربانی دینا سنت موکدہ ہے۔ (حاشیہ کنز الدقائق کتاب الاضحیہ)

قربانی کی اہمیت

قربانی کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ لیکن اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ بے شک قیامت کے دن وہ جانور اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ حاضر ہوگا۔ خون زمین پر گرنے سے قبل وہ رب کریم کی بارگاہ میں مقام قبول پر پہنچ جاتا ہے۔

پس تم خوش دلی کے ساتھ عمل کرو۔ (یہ حدیث حسن غریب ہے) حوالہ ترمذی باب ماجاء فی فضل الاضحیہ جلد ا ص ۲۷۵)

وجوب کی بنیادی شرائط

قربانی کے وجوب کے لئے بنیادی طور پر چار شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

1۔ آزاد ہونا

2۔ مسلمان ہونا

3۔ مقیم ہونا

4۔ خوشحال ہونا

مذکورہ بالا شرائط کا قربانی کے مکمل وقت کو محیط ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ وقت کے کسی حصہ میں ان شرائط کا پایا جانا قربانی کے وجوب کے لئے کافی ہے۔ مثلاً ایک شخص قربانی کے پہلے دن کافر تھا۔ دوسرے دن مسلمان ہوگیا' مسافر تھا مقیم ہوگیا۔ فقیر تھا دوسرے دن کہیں سے دولت ملی خوشحال ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہوگئی۔ بشرطیکہ دیگر شرائط پائی جائیں۔ (عالمگیری)

بَابُ الْأُضْحِيَّةِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب: میت کی طرف سے قربانی کرنا

2790 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ حَنَشٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا هَذَا؛ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ

حنش بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے دو مینڈھے قربان کیے، میں نے ان سے دریافت کیا: یہ (عمل) کس وجہ سے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کیا کروں، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (بھی) قربانی کرتا ہوں۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأْخُذُ مِنْ شَعْرِهِ فِي الْعَشْرِ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُضَحِّيَ

باب: جو شخص قربانی کرنا چاہتا ہو، اس کا (ذوالحج کے پہلے) عشرہ میں بال کاٹنا

2791 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اللَّيْثِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُولُ: سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ، تَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2791 - حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن عمرو - وهو ابن علقمة الليثي - وهو متابع. واخرجه مسلم (1977) عن عبيد الله بن معاذ، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1977)، والترمذي (1602)، والنسائي (4361) و(4362) من طريق عمرو بن مسلم - وقيل: عمر بن مسلم، وكلاهما وارد في اسمه - به. واخرجه مسلم (1977)، والنسائي (4364) من طريق عبد الرحمن بن حميد بن عبد الرحمن، عن سعيد بن المسيب، به.

مَنْ كَانَ لَهُ ذِبْحٌ يَذْبَحُهُ فَإِذَا أَهَلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّيَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اخْتَلَفُوا عَلَى مَالِكٍ، وَعَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، فِي عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ بَعْضُهُمْ عُمَرُ، وَأَكْثَرُهُمْ قَالَ عَمْرٌو

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ عَمْرُو بْنُ مُسْلِمِ بْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيُّ الْجُنْدَعِيُّ

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس کے پاس قربانی کا جانور ہو، جسے اس نے ذبح کرنا ہو، تو جب ذوالحج کا چاند نظر آ جائے، تو اس شخص کو قربانی کر لینے تک، اپنے بال یا ناخن نہیں تراشنے چاہئیں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راویوں نے عمرو بن مسلم نامی راوی کے بارے میں، امام مالک اور محمد بن عمرو پر، اختلاف کیا ہے، بعض نے اس کا نام ''عمر'' جبکہ اکثر نے اس کا نام ''عمرو'' روایت کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ عمرو بن مسلم بن اکیمہ لیثی جندعی ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الضَّحَايَا

باب: کون (سے جانوروں کی) قربانی مستحب ہے

2792 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، فَأُتِيَ بِهِ فَضَحَّى بِهِ. فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ. ثُمَّ قَالَ: اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ. فَفَعَلْتُ فَأَخَذَهَا وَأَخَذَ الْكَبْشَ، فَأَضْجَعَهُ وَذَبَحَهُ وَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحَّى بِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا مینڈھا لانے کا حکم دیا، جس کے پاؤں آنکھوں اور پیٹ پر کالے بال ہوں، وہ لایا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قربانی کرنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پتھر پر تیز کرو، میں نے ایسا کر لیا، تو آپ نے چھری لی، اس مینڈھے کو پکڑ کر اسے لٹایا اور اسے ذبح کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اے اللہ! اسے محمد اور آل محمد، اور محمد کی امت کی طرف سے قبول کر لے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قربان کر دیا''۔

2793 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَضَحَّى بِالْمَدِينَةِ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے ذریعے سات اونٹ، کھڑے کر

کے نحر کیے، جبکہ مدینہ منورہ میں، آپ ﷺ نے دو مینڈھے قربان کیے تھے، جو سینگوں والے اور چتکبرے تھے۔

2794 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ يَذْبَحُ وَيُكَبِّرُ وَيُسَمِّي وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سینگوں والے، چتکبرے دو مینڈھوں کی قربانی کی، آپ نے ذبح کرتے ہوئے، تکبیر کہی، بسم اللہ پڑھی، اور اپنا پاؤں ان کے پہلو پر رکھا۔

2795 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ، فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِاسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ ثُمَّ ذَبَحَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن، دو مینڈھے قربان کیے، جو سینگوں والے تھے، چتکبرے تھے اور خصی تھے، جب آپ نے انہیں قبلہ رخ کیا تو یہ دعا پڑھی:

''میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کرلیا، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر یکسوئی سے گامزن رہتے ہوئے، اور میں مشرک نہیں ہوں، بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمان ہوں، اے اللہ یہ (قربانی) تیری طرف سے ہے، اور تیرے لیے ہے، یہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے امت کی طرف سے ہے، اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے'' پھر آپ ﷺ نے (انہیں) ذبح کردیا۔

2796 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ يُضَحِّي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلٍ، يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، وَيَأْكُلُ فِي سَوَادٍ، وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سینگوں والا''نر'' مینڈھا قربان کیا کرتے تھے۔ جس کی آنکھوں، منہ اور پاؤں (کے پاس) سیاہی (یعنی سیاہ بال) ہوتے تھے۔

قربانی کے جانور:

جو جانور قربانی کے لیے ذبح کیے جاسکتے ہیں: بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ (نر، مادہ) ہیں۔

2793- اسنادہ صحیح. زھیب: ھو ابن خالد. واخرجه البخاری (1551) و (1712) و (1714) و (5554) من طریق ایوب السختانی، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (13831). واخرجه بنحوه البخاری (5553) من طریق عبد العزیز بن صھیب، والنسائی (4388) من طریق محمد بن سیرین، و (4386) من طریق ثابت البنانی، ثلاثتھم عن انس. وھو فی "مسند احمد" (11984) و (12120) و (12830).

2796- اسنادہ صحیح. جعفر: ھو ابن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، المعروف بالصادق، وحفص: ھو ابن غیاث. واخرجه ابن ماجه (3128)، والترمذی (1570)، والنسائی (4390) من طریق حفص بن غیاث، بھذا الاسناد. وھو فی "صحیح ابن حبان" (5902).

تدلیل: قال الله تعالیٰ: "ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ ... وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ" (انعام: 144،143)

ترجمہ: آٹھ جانور ہیں دو دو بھیڑوں میں سے اور دو بکریوں میں سے، دو اونٹوں میں سے اور دو گائیوں میں سے۔

فائدہ: قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہٰذا بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلیل (1): اجماع امت:

"وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّ حُکْمَ الْجَوَامِیْسِ حُکْمُ الْبَقَرِ" (کتاب الاجماع لابن المنذر، ص37)

ترجمہ: ائمہ حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔

(3) لغت: (4) "اَلْجَامُوْسُ ضَرْبٌ مِّنْ کِبَارِ الْبَقَرِ" (المنجد، ص101)

ترجمہ: بھینس گائے کی ایک قسم ہے۔

(3) حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے: "

اَلْجَامُوْسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ" (مصنف ابن ابی شیبہ، ج7، ص65، رقم: 10848)

ترجمہ: بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔

(6) امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(7) "اِنَّمَا ھِیَ بَقَرٌ کُلُّھَا" (موطا امام مالک، ص294، باب ما جاء فی صدقۃ البقر)

ترجمہ: یہ بھینس گائے ہی ہے (یعنی گائے کے حکم میں ہے)

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"اَلْجَوَامِیْسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ" (کتاب الاموال لابن عبید، ج2، ص385، رقم: 812)

ترجمہ: گائے اور بھینس برابر ہیں (یعنی ایک قسم کی ہیں)۔

(5) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تُحْتَسَبُ الْجَوَامِیْسُ مَعَ الْبَقَرِ" (مصنف عبدالرزاق، ج4، ص23، رقم الحدیث: 6881)

ترجمہ: بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

فائدہ: حلال جانور کے سات اعضاء کھانا مکروہ ہیں۔

دلیل: عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیہ وسلم يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا: اَلدَّمَ وَالْحَيَاءَ وَالْاُنْثَيَيْنِ وَالْغُدَّةَ وَالذَّكَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ

(مصنف عبدالرزاق، ج4، ص409، السنن الکبریٰ للبیہقی، ج10، ص7، باب ما یکرہ من الشاۃ)

ترجمہ: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے سات اعضاء کھانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

(۱) خون (۲) مادہ جانور کی شرمگاہ

(۳) خصیتین (۴) غدود

(۵) نرجانور کی پیشاب گاہ (۶) مثانہ (۷) پتہ

(5) جانور کی عمر:

قربانی کے جانوروں میں بھیڑ، بکری ایک سال، گائے بھینس دوسال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

دلیل: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه و سلم لَا تَذْبَحُوْا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ۔ (صحیح مسلم: ج2، ص155 باب سن الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے لیے عمر والا جانور ذبح کرو، ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر چھ ماہ کا دنبہ ذبح کرو جو سال کا لگتا ہو۔

اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

نمبر 1: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کے لیے لفظ "مسنہ" استعمال فرمایا ہے، بقول امام ترمذی رحمہ اللہ فقہاء کرام احادیث کے معانی و مطالب زیادہ جانتے ہیں۔ (جامع الترمذی: ج1، ص193 باب غسل المیت)

چنانچہ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے "مسنہ" کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس سے مراد "الثنی" یعنی وہ جانور ہے جس میں عمر کا لحاظ رکھا گیا ہو، چنانچہ بھیڑ، بکری ایک سال کی ہو، گائے اور بھینس دوسال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(1) مشہور محدث وفقیہ علامہ ابوالحسین القدوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ الْفُقَهَاءَ قَالُوْا ... وَالثَّنِيُّ مِنَ الْغَنَمِ ابْنُ سَنَةٍ وَالثَّنِيُّ مِنْهُ مِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَتَيْنِ وَالثَّنِيُّ مِنَ الْإِبِلِ ابْنُ خَمْسٍ" (الفتاویٰ عالمگیریہ: ج5، ص367)

ترجمہ: حضرات فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بھیڑ، بکری ایک سال کی، گائے دوسال اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

(2) محدث وفقیہ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالثَّنِيُّ مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعْزِ ابْنُ سَنَةٍ وَمِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَتَيْنِ وَمِنَ الْإِبِلِ ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ" (البحر الرائق: ج8، ص201 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: بھیڑ اور بکری ایک سال کی، اور گائے دوسال کی، اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

اور یہی تعریف ان کتب میں بھی موجود ہے:

(۱) بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد: ج4 ص71 (۲) تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم: ج3 ص558

نمبر 2: مذکورہ حدیث میں "مسنہ" نہ ملنے کی صورت میں "جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ" کا حکم فرمایا اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو چھ

ماہ کا ہو۔ مگر دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو۔ چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَقَالُوْا هٰذَا اِذَا كَانَ الْجَذَعُ عَظِيْمًا بِحَيْثُ لَوْ خَلَطَ بِالثَّنِيَّاتِ يَشْتَبِهُ عَلَى النَّاظِرِيْنَ وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهُ سِتَّةُ اَشْهُرٍ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ" (البحر الرائق: ج 8 ص 282 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو اتنا بڑا ہو اگر اس کو سال والے دنبوں میں ملا دیا جائے تو دیکھنے میں سال والوں کے مشابہ ہو اور حضرات فقہاء کے نزدیک جذع (دنبہ) وہ ہے جو چھ ماہ مکمل کر چکا ہو۔

قربانی کا جانور کیسا ہونا چاہئے

بنیادی طور پر جن جانوروں کی قربانی دی جاسکتی ہے وہ تین ہیں۔ اونٹ' گائے اور بکری۔ پھر بھیڑ بکری کے ضمن میں اور بھینس گائے کے ضمن میں داخل ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں۔

عمر کے اعتبار سے اونٹ کی عمر پانچ سال یا زیادہ گائے کی عمر دو سال یا اس سے زیادہ اور بکری کی عمر ایک سال سے یا اس سے زائد ہونا ضروری ہے۔ اگر ان جانوروں کی عمر اس سے کم ہوگی تو قربانی جائز نہیں ہوگی۔ البتہ ایسا دنبہ جس کی عمر ایک سال سے کم ہو مگر چھ ماہ یا اس سے زائد ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ اتنا موٹا ہو کہ دور سے ایک سال کا دکھائی دے۔ (ہدایہ در مختار الجوہرہ)

مذکورہ جانوروں میں بکری' بھیڑ اور دنبہ صرف ایک آدمی بطور قربانی دے سکتا ہے۔ جبکہ گائے' بیل' بھینس اور اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ شرکت کی صورت (اجتماعی قربانی) میں یہ لازم ہے کہ جانور کا گوشت وزن کے ساتھ سات حصوں میں برابر برابر تقسیم کیا جائے۔ اندازے سے گوشت کی تقسیم جائز نہیں اور یہ تصور بھی درست نہیں کہ کمی بیشی ایک دوسرے کو معاف کر دیا جائے (ہمیشہ تول کر ہی گوشت آپس میں تقسیم کیا جائے) کیونکہ یہ شریعت کا حق ہے۔ لہٰذا اسے معاف کرنے کا اختیار شرکاء کو حاصل نہیں۔ (الجوہرہ نیرہ، در مختار)

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔

1۔ ایسا کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو

2۔ ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو

3۔ ایسا بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو

4۔ اتنا کمزور جس کی ہڈیوں میں مغز باقی نہ رہے۔

(امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)...... (ہدایہ النہایہ)

1۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور مکمل طور پر عیب سے پاک اور خالی ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو معمولی عیب کے ہوتے ہوئے قربانی درست ہوگی اور اگر عیب کی مقدار زیادہ ہو تو پھر قربانی جائز نہیں ہوگی مثلاً چاہئے کہ قربانی کے جانور کے تمام اعضاء سلامت ہوں۔ آنکھ' کان' سینگ' ناک' دانت اور دم وغیرہ۔ اگر یہ تمام اعضاء اپنی جگہ پر درست ہوں تو جانور مکمل ہے اور اس کی قربانی عند الشرع صحیح ہوگی۔ اور اگر اعضاء میں سے کسی میں کوئی نقص ہو تو وہ عیب ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کتنے عیب کے ہوتے ہوئے قربانی

درست ہوگی۔ تو اگر جانور کی آنکھ میں بھینگا پن موجود ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر جانور کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی ہو یا بالکل اندھا اور نابینا ہو تو پھر اس کی قربانی جائز نہیں۔

2۔ اگر جانور کے دونوں کان یا ایک کان پیدائشی طور پر نہیں تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر کان موجود ہوں مگر نسبتاً چھوٹے ہوں قربانی جائز ہے۔ اسی طرح اگر جانور کی دم یا لاٹ ابتداء موجود ہی نہ ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر موجود ہو مگر نسبتاً مقدار میں کم ہو تو جائز ہے۔ اور اگر کسی جانور کے کان' دم اور لاٹ کٹے ہوئے ہوں تو اگر ان کی تہائی یا اس سے کم مقدار کٹی ہوئی ہے تو ان کی قربانی درست ہے اور اگر تہائی سے زیادہ مقدار میں کٹی ہوئی ہو تو پھر قربانی جائز نہیں۔ (ہدایہ' الجوہرۃ النیرۃ)

3۔ اگر جانور ایسا ہو جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں' یا سینگ تو ہوں مگر اوپر سے ان کا غلاف ٹوٹ جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ اندر سے ہڈی کے جوڑ تک ٹوٹ جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ (درمختار' عالمگیری)

4۔ اگر جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

5۔ اگر جانور میں لنگڑا پن ہو اور اس قدر ہو کہ وہ اپنا پاؤں زمین پر نہ رکھ سکے اور پاؤں سے چل کر قربان گاہ تک نہ جا سکے تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

6۔ اسی طرح اگر کسی جانور کے دانت ٹوٹ جائیں یا نکل جائیں' اگر اتنے دانت باقی ہوں جن سے وہ آسانی سے چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اتنی مقدار میں دانت باقی نہ ہوں تو پھر قربانی جائز نہیں۔ (البنایہ' الجوہرۃ النیرۃ)

7۔ اگر جانور خارش زدہ ہو' مگر خارش کے اثرات صرف جلد تک محدود ہوں اور وہ جانور اچھا موٹا تازہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر اس کے اثرات گوشت تک پہنچ جائیں اور جانور اتنا کمزور ہو جائے کہ اس کی ہڈیوں میں مغز باقی نہ رہے تو پھر قربانی جائز نہیں۔ (البنایہ' الجوہرۃ النیرۃ)

8۔ اگر جانور خصی ہو یا اس سے دودھ نہ اترتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ اس کے دودھ کے تھن سلامت ہوں۔ یا پھر گائے' بھینس کا ایک تھن خشک ہو اور تین سلامت ہوں تو اس صورت میں قربانی جائز ہے اور اگر بکری کا ایک تھن' اور گائے بھینس کے دو دو تھن خشک ہو جائیں تو پھر ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ (درمختار' عالمگیری)

9۔ اگر جانور کو ذبح کرنے کے وقت اچھلنے کودنے کے سبب کوئی عیب لاحق ہو گیا۔ تو یہ عیب اس کے لئے مضر نہیں۔ اس کی قربانی صحیح ہوگی (درمختار' البنایہ)

نوٹ: قربانی صرف تین دن ہے' چوتھے دن کی قربانی ناجائز ہے۔ حضور ﷺ' صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین' اولیاء کرام اور آج تک لوگ صرف تین دن قربانی کرتے چلے آرہے ہیں۔ اسی پر اجماع امت ہے۔ چوتھے دن قربانی کرنا دین میں بدعت اور فتنہ ہے لہٰذا مسلمانوں کو اس فتنے سے بچنا چاہئے۔

قربانی کے ایام تین ہونے کا بیان

قربانی کرنا تین دنوں میں جائز ہے۔ اور وہ ایک یوم نحر ہے اور دو دن اس کے بعد کے ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے

کہا ہے کہ یوم نحر کے بعد تین دن تک قربانی کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ایام تشریق ایام ذبح ہیں۔

ہماری دلیل وہ روایت ہے جو حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ قربانی کے ایام تین ہیں۔ اور ان میں سے سب سے افضل دن پہلا ہے۔ اور انہوں نے یہ حکم نبی کریم ﷺ نے سن کر بیان کیا ہے۔ کیونکہ رائے سے مقداروں کو بیان نہیں کیا جاتا۔ اور جب احادیث میں تعارض ہوا تو ہم نے یقینی روایات کے مطابق حکم کو اپنایا ہے۔ اور وہ کم از کم ہے۔ اور ان تین دنوں میں افضل پہلا دن ہے۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ اسی میں ادائے قربت کی جانب کوشش ہے۔ اور اصل بھی یہی ہے۔ ہاں البتہ جب کوئی اس سے معارض ہو۔ (ہدایہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرمایا کرتے تھے: قربانی کے دن تین ہیں اور ان میں افضل پہلا دن ہے۔

(کنز العمال، حدیث نمبر 12676)

مذکورہ حدیث پاک کی بنا پر فقہاء احناف نے فرمایا ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں: 10، 11، 12 ذی الحجہ، قربانی کا وقت 10 ذی الحجہ نماز عید الاضحیٰ کے بعد سے 12 ذی الحجہ کی غروب آفتاب تک ہے۔ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے، (ذبح حیوان مخصوص بنیة القربة فی وقت مخصوص۔ (تنویر الابصار مع الدر المختار، ج 5، ص 219)

قربانی کے لئے چار دنوں میں بحث کا بیان

قربانی کے آخری وقت کے متعلق بہت سا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک عید کا روز اور تین روز اس کے بعد یعنی چار دن۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے ایک قول میں قربانی کے تین دن ہیں۔ بعض کے نزدیک صرف ایک دن اور بعض کے نزدیک عید کے دن سے آخر مہینہ ذوالحجہ تک۔

ان چاروں اقوال میں سے تیسرا قول تو صریح آیت لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ کے خلاف ہے اور کوئی آیت اس مضمون کی نہیں ہے کہ صرف عید کا دن قربانی کا دن ہے یا یہ کہ قربانی کا دن ایک ماہ ہے چوتھا قول بھی صحیح ہے کیونکہ کوئی مرفوع اور صحیح حدیث نہیں ہے۔ مراسیل ابی داود میں ایک مرسل روایت ہے لیکن مرسل روایت محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ مرفوع احادیث کے خلاف ہو۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ابوامامہ کی روایت امام احمد کے واسطے سے ذکر کرتے ہیں۔

كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يَشْتَرِيْ اَحَدُهُمُ الْاُضْحِيَةَ فَيُسَمِّنُهَا وَيَذْبَحُهَا فِيْ اٰخِرِ ذِي الْحِجَّةِ قَالَ اَحْمَدُ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَجِيْبٌ

مسلمان قربانی کے جانور خرید لیتے اور اس کو خوب موٹا تازہ کرتے اور ذی الحجہ کے آخر میں اس کو ذبح کرتے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عجیب قسم کی ہے۔ بہر حال اس روایت سے بھی مرسل ابی داود کی تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تو مرسل بھی نہیں ہے بلکہ

یحییٰ بن سعید کا قول ہے۔

دوسرا قول صحیح حدیث کے مطابق ہے یعنی عید کے بعد تین دن اور قربانی کی جاسکتی ہے۔ یہی قول جمہور اہل علم کا ہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں

وَحُجَّةُ الْجُمْهُورِ حَدِيثُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَفَعَهُ فِجَاجُ وَفِي كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ لَكِنْ فِي سَنَدِهِ انْقِطَاعٌ وَوَصَلَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ (فتح الباری)

جمہور کی دلیل جبیر بن مطعم کی مرفوع حدیث ہے کہ تمام ایام تشریق میں ذبح ہوسکا ہے۔ امام احمد نے اس کو روایت کیا ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ دار قطنی نے اس کو متصل بیان کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

بعض لوگ قصداً قربانی میں تاخیر کر کے تیرہ ذوالحجہ کو ذبح کرتے ہیں اور تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ دن بھی ایام قربانی میں شامل ہے اور اس دن لوگوں نے قربانی ترک کر دی ہے لہٰذا ہم یہ عمل سنت متروکہ کو احیاء کی خاطر کرتے ہیں لیکن چوتھے دن قربانی کرنا سنت سے ثابت ہی نہیں تو متروکہ سنت کیسے ہوئی؟ بلکہ ایام قربانی تین دن (10، 11، 12 ذوالحجہ) ہیں، تیرہ ذوالحجہ کا دن ایام قربانی میں شامل ہی نہیں۔

قربانی چار دن والی روایت کے منقطع ہونے کا بیان

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔ (مسند احمد)۔ یہ روایت منقطع ہے۔

سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: مرسل یعنی منقطع ہے۔ (السنن الکبریٰ)

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

سليمان لم يدرك احدا من اصحاب النبي ﷺ

سلیمان نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو بھی نہیں پایا۔ (العلل الکبیر) اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔

روایت نمبر: صحیح ابن حبان (الاحسان) والکامل لابن عدی والسنن الکبریٰ بیہقی، اور مسند البزار (کشف الاستا) وغیرہ میں سلیمان بن موسیٰ عن عبدالرحمن بن ابی حسین عن جبیر بن مطعم کی سند سے مروی ہے کہ (وفی کل ایام التشریق ذبح) سارے ایام تشریق میں ذبح ہے۔ یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے: : حافظ البزار نے کہا ہے: عبدالرحمن ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی (البحر الزخار، نصب الرایہ، التمہید)

عبدالرحمن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان (الثقات) کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ مجہول الحال ہے۔

روایت نمبر: طبرانی (المعجم الکبیر) بزار (البحر الزخار) بیہقی (السنن الکبریٰ) اور دار قطنی (السنن) وغیرہم نے سوید بن عبدالعزیز عن سعید

بن عبد العزیز التنوخی عن سلیمان بن موسیٰ عن نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ کی سند سے مرفوعاً نقل کیا کہ (ایام التشریق کلھا ذبح) تمام ایام تشریق میں ذبح ہے۔ اس روایت کا بنیادی راوی سوید بن عبد العزیز ضعیف ہے۔ (تقریب التہذیب)

حافظ ہیثمی نے کہا: وضعفہ جمہور الائمۃ اور اسے جمہور اماموں نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد)

روایت نمبر: ایک روایت میں آیا ہے کہ عن سلیمان بن موسیٰ ان عمرو بن دینار حدثہ عن جبیر بن مطعم ان رسول اللہ ﷺ قال: کل ایام التشریق ذبح۔ (سنن دارقطنی رح، والسنن الکبریٰ بیہقی)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے: : اس کا راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب مجروح ہے۔ (لسان المیزان)

عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعم سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ (الموسوعۃ المسند)

تنبیہ: ایک روایت میں الولید بن مسلم عن حفص بن غیلان عن سلیمان بن موسیٰ عن محمد بن المنکدر عن جبیر بن مطعم کی سند سے آیا ہے کہ عرفات موقف وادفعوا من عرنۃ والمزدلفۃ موقف وادفعوا عن محسر۔ (مسند الشامیین)

اس روایت کی سند میں ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں ایام تشریق میں ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصہ التحقیق: ایام تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔ لہٰذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔

قربانی کے تین دن ہونے میں آثار کا بیان

آثار صحابہ: روایت مسؤلہ کے ضعیف ہونے کے بعد آثار صحابہ کی تحقیق درج ذیل ہے۔

سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الاضحی یومان بعد یوم الاضحی قربانی والے دن کے بعد (مزید) دو دن قربانی (ہوتی) ہے۔ (موطا امام مالک ج وسندہ صحیح، والسنن الکبریٰ)

سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: النحر یومان بعد یوم النحر و افضلھا یوم النحر
قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔ (احکام القرآن طحاوی رح، وسندہ حسن)

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الاضحی یومان بعدہ
قربانی والے (اول) دن کے بعد دو دن قربانی ہوتی ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی رح، وھو صحیح)

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: النحر ثلاثۃ ایام قربانی کے تین دن ہیں۔ (احکام القرآن للطحاوی رح، وھو حسن)

تنبیہ: احکام القرآن میں حماد بن سلمہ بن کھیل عن جحیۃ عن علی ہے۔ جبکہ صحیح حماد بن سلمہ بن کھیل عن حجیۃ عن علی ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال سے ظاہر ہے اور حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے۔

ان کے مقابلے میں چند آثار درج ذیل ہیں۔

حسن بصری نے کہا: عید الاضحیٰ کے دن کے بعد تین دن قربانی ہوتی ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی رح وسندہ صحیح)

عطا (بن ابی رباح) نے کہا: ایام تشریق کے آخر تک (قربانی ہے)۔ (احکام القرآن مرح وسندہ حسن)

عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: الاضحی یوم النحر و ثلاثۃ ایام بعدہ۔ قربانی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن ہے۔

(السنن الکبریٰ: بیہقی، وسندہ حسن)

امام شافعی اور عام علماء اہل حدیث کا فتویٰ یہی ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔ بعض علماء اس سلسلے میں سیدنا جبیر بن مطعم کی طرف منسوب روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں لیکن یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔

ان سب آثار میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول راجح ہے کہ قربانی تین دن ہے، عید الاضحی اور دو دن بعد۔ ابن حزم نے ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ نے فرمایا کہ قربانی تین دن ہیں۔ (المحلی)

اس روایت کی سند حسن ہے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ (مطبوع) میں یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ اعلم

نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا، بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کی قربانی تین دن ہے والا قول ہی راجح ہے۔

اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے صراحت سے اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور آثار میں اختلاف ہے لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں (عید الاضحی اور دو دن بعد) ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ السِّنِّ فِي الضَّحَايَا

باب: کتنی عمر کے جانور کی قربانی جائز ہے

2797 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ

❀❀ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''صرف ''مسنہ'' کی قربانی کرو، البتہ اگر اس (کے حصول) میں تمہیں دشواری ہو، تو بھیڑ کا ''جذع'' ذبح کر دو''

مسنہ سے متعلق اہل لغت کا بیان

بکری اور بھیڑ: جوہری کے نزدیک: جس کے ثنایا ٹوٹ کر گر گئے ہوں، اور یہ اس کے تیسرے سال میں داخل ہونے پر ہوتا ہے۔

ابن منظور کے نزدیک: جس کے ثنایا ٹوٹ کر گر گئے ہوں، اور یہ اس کے تیسرے سال میں داخل ہونے پر ہوتا ہے۔

التہذیب کے اندر ہے: بکری میں ثنی (مسنہ) وہ ہے جس نے دو سال مکمل کر لیا ہے، اور تیسرے میں اس کے ثنایا گرے ہوں۔

[illegible] سال میں داخل ہونے پر بولا جاتا ہے۔

[illegible] چھٹے سال میں داخل ہونے پر بولا جاتا ہے۔

[illegible] ے تمام دانت پورے کر چکے ہوں اور یہ اس کے چھٹے سال میں داخل ہونے پر بولا جاتا ہے۔

[illegible] اونٹ جو پانچ سال مکمل کرکے چھٹے میں داخل ہو چکا ہو وہ ثنی ہے۔

[illegible] (2295/6) مادہ "ثنی" لسان العرب (2/141-142) مادہ "ثنی" تاج العروس (19/257-258) مادہ "ثنی")

[illegible] مذاہب اربعہ کا بیان

[illegible] حنفیہ کے نزدیک: جس نے ایک سال پورا کرلیا ہو۔

[illegible] کے نزدیک: جس نے دو سال پورا کرلیا ہو۔

[illegible] کے نزدیک: جس نے دو سال پورا کرلیا ہو۔ اور ایک قول کے مطابق: جو دو سال پورا کرکے تیسرے میں داخل ہو چکا

حنابلہ کے نزدیک: جو ایک سال پورا کرکے دوسرے میں داخل ہو چکا ہو۔

[illegible] ے: حنفیہ کے نزدیک: جس نے دو سال پورا کرلیا ہو۔

مالکیہ کے نزدیک: جس نے تین سال پورا کرلیا ہو اور چوتھے میں داخل ہو گئی ہو۔

شافعیہ کے نزدیک: جس نے دو سال پورا کرلیا ہو اور تیسرے میں داخل ہو گئی ہو۔

حنابلہ کے نزدیک: جس نے دو سال پورا کرلیا ہو اور تیسرے میں داخل ہو گئی ہو۔

اونٹ: حنفیہ کے نزدیک: جس نے پانچ سال پورا کرلیا ہو۔

مالکیہ کے نزدیک: جس نے پانچ سال پورا کرلیا ہو اور چھٹے میں داخل ہو گیا ہو۔

شافعیہ کے نزدیک: جس نے پانچ سال پورا کرلیا ہو اور چھٹے میں داخل ہو گیا ہو۔

حنابلہ کے نزدیک: جس نے پانچ سال پورا کرلیا ہو اور چھٹے میں داخل ہو گیا ہو

(تفصیل کے لئے دیکھئے: تبیین الحقائق (6/7) بدائع الصنائع (4/206) الذخیرۃ (4/154) شرح الخرشی (3/33-34) القوانین الفقہیۃ (ص126) الحاوی (15/77) کفایۃ الاخیار (ص529) طرح التثریب (5/194) المغنی (9/440) کشاف القناع (2/531-532) اور منار السبیل (1/272))۔

2798 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ،

2798- واخرجه احمد (21690)، والبزار في "مسنده" (3776)، وابن حبان (5899)، والطبراني في "الكبير" (5217) و (5218) و (5219) و (5220)، وفي "الاوسط" (210)، والبيهقي 9/ 270 من طرق عن محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (2300)، ومسلم (1965)، وابن ماجه (3138)، والترمذي (1576)، والنسائي (4379) من طريق ابي الخير مرثد بن عبد الله اليزني، والبخاري (5547)، ومسلم (1965)، والترمذي (1577)، والنسائي (4380) و (4381)

حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ طُعْمَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَابِهِ ضَحَايَا، فَأَعْطَانِي عَتُودًا جَذَعًا، قَالَ: فَرَجَعْتُ بِهِ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّهُ جَذَعٌ، قَالَ: ضَحِّ بِهِ فَضَحَّيْتُ بِهِ

❁❁ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں قربانی کے جانور تقسیم کیے تو آپ نے مجھے بکری کا بچہ "جذع" عطا کر دیا، میں اسے لے کر واپس آنے لگا، تو میں نے عرض کی: یہ "جذع" ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کی قربانی کر دو، تو میں نے اس کی قربانی کی دی۔

جذعہ سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

جذعة من الضان: (بھیڑ کا جذعہ):

حنفیہ کے نزدیک: جس کے چھ ماہ پورے ہو چکے ہوں اور زعفرانی نے ذکر کیا ہے کہ جس کے سات ماہ پورے ہو چکے ہوں، اور ایک قول کے مطابق جس کے آٹھ ماہ پورے ہو چکے ہوں، اور ایک قول کے مطابق جس کے نو ماہ پورے ہو چکے ہوں۔

مالکیہ کے نزدیک: جس کا ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔

شافعیہ کے نزدیک: ان کے نزدیک صحیح قول کے مطابق: جس کا ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔

حنابلہ کے نزدیک: جس کا چھ ماہ مکمل ہو کر ساتواں شروع ہو چکا ہو۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: تبیین الحقائق (7/6) بدائع الصنائع (206/4) الذخیرۃ (154/4) شرح الخرشی (3/33-34) القوانین الفقہیۃ (ص126) الحاوی (77/15) کفایۃ الاخیار (ص529) طرح التثریب (194/5) المغنی (440/9) کشاف القناع (2/531-532) اور منار السبیل (272/1))

جذعہ سے متعلق اہلِ لغت کا بیان

ازہری کے نزدیک: جس کے آٹھ ماہ یا نو ماہ مکمل ہو چکے ہوں۔

جوہری کے نزدیک: جذع ثنی سے پہلے کی حالت ہے، جس کی جمع جذعان اور جذاع آتی ہے اور اس کی تانیث جذعۃ آتی ہے جس کی جمع جذعات ہے۔ جذع اس جانور کا نام ہے جو ایسی عمر میں ہو جس کے دانت نکلے ہوں اور نہ ہی گرے ہوں۔

(لسان العرب (2/219-220) مادۃ "جذع" تاج العروس (58/11) مادۃ "جذع" الصحاح (1194/3) مادۃ "جذع")

2799- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ: مُجَاشِعٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ فَعَزَّتِ الْغَنَمُ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: إِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّي مِمَّا يُوَفِّي مِنْهُ الثَّنِيُّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ مُجَاشِعُ بْنُ مَسْعُودٍ

⚘⚘ عاصم بن کلیب، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم ایک صحابی کے ساتھ تھے، جن کا نام مجاشع تھا اور ان کا تعلق بنوسلیم (قبیلے) سے تھا، (قربانی کے لیے) بکریاں کم پڑ گئیں، تو ان کے حکم کے تحت یہ اعلان کیا گیا: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جذع (ایک سال کا بچہ) ثنی (دو دانت والے جانور) کی جگہ کفایت کر جاتا ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) وہ حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

2800 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ. فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ، فَتَعَجَّلْتُ فَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِي وَجِيرَانِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ. فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي عَنَاقًا جَذَعَةً وَهِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ، فَهَلْ تُجْزِئُ عَنِّي؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَنْ تُجْزِئَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ

⚘⚘ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن، نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جس نے ہمارے (ساتھ) نماز ادا کی (اور پھر) ہمارے طریقے کے مطابق قربانی کی، اس نے قربانی کو پالیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہو تو وہ صرف بکری کا گوشت ہے، تو حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے نماز کے لیے آنے سے پہلے قربانی کر لی تھی، میں تو یہ سمجھا کہ آج کھانے پینے کا دن ہے، اس لیے میں نے اپنے اہل خانہ اور پڑوسیوں کے لیے جلدی کھانے کا بندوبست کر لیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ صرف بکری کا گوشت ہے، انہوں نے عرض کی: میرے پاس بکری کا ایک سالہ بچہ ہے، جس کا گوشت دو بڑی بکریوں سے زیادہ ہے، تو کیا وہ میری طرف سے کفایت کر جائے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! لیکن یہ تمہارے بعد کسی کے لیے کافی نہیں ہوگا"۔

2801 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: ضَحَّى خَالٌ لِي يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ؟ فَقَالَ: يَا

2800- اسناده صحيح. الشعبي: هو عامر بن شراحيل، ومنصور: هو ابن المعتمر وابو الاحوص: هو سلام بن سليم، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخاری (955) و (983)، ومسلم (1961)، والنسائی (1581) و (4395) من طريق منصور بن المعتمر، به. واخرجه بنحوه البخاری (965) و (968) و (976) و (5545) و (5560)، ومسلم (1961)، والنسائی (1563) من طريق زبيد اليامی، والبخاری (5563)، ومسلم (1961)، من طريق فراس بن يحيى، ومسلم (1961) من طريق داود بن ابی هند، و (1961) من طريق عاصم الاحول، اربعتهم عن عامر الشعبی، به. واخرجه بنحوه كذلك البخاری (5557)، ومسلم (1961) من طريق ابی جحيفة، عن البراء. وهو فی "مسند احمد" (18481)، و "صحيح ابن حبان" (5906) و (5911).

رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عِنْدِيْ دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعْزِ فَقَالَ: اذْبَحْهَا وَلَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے ماموں، حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی، تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہاری بکری صرف گوشت والی بکری ہے" انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس گھر میں پلا ہوا، بکری کا ایک سال کا بچہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے ذبح کرلو، لیکن تمہارے علاوہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہوگا۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الضَّحَايَا

باب: کون سے (جانوروں کی) قربانی مکروہ ہے

2802 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمِرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ فَيْرُوزَ، قَالَ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ مَا لَا يَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ، فَقَالَ: قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصَابِعِي أَقْصَرُ مِنْ أَصَابِعِهِ، وَأَنَامِلِي أَقْصَرُ مِنْ أَنَامِلِهِ فَقَالَ: أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ - فَقَالَ -: الْعَوْرَاءُ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيِّنٌ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تَنْقَى. قَالَ: قُلْتُ: فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَكُونَ فِي السِّنِّ نَقْصٌ. قَالَ: مَا كَرِهْتَ فَدَعْهُ وَلَا تُحَرِّمْهُ عَلَى أَحَدٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ لَهَا مُخٌّ

عبید بن فیروز بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کون سے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، میری انگلیاں آپ کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں اور میرے پورے آپ کے پوروں سے چھوٹے ہیں (آپ نے انگلیوں سے اشارہ کرکے فرمایا:) "چار طرح کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے، ایسا کانا (جانور) جس کا کانا پن ظاہر ہو، ایسا بیمار (جانور) جس کی بیماری ظاہر ہو، ایسا لنگڑا (جانور) جس کا لنگڑا پن واضح ہو، اور اتنا کمزور جانور کہ اس کی ہڈیوں میں گودا ہی نہ ہو"

(راوی کہتے ہیں:) میں نے (حضرت براء رضی اللہ عنہ سے) کہا: میں اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہوں کہ اس کے سینگ میں نقص ہو، تو انہوں نے فرمایا: اگر تم اسے ناپسند کرتے ہو، تو اسے چھوڑ دو، لیکن کسی اور کے لیے اسے حرام قرار نہ دو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یعنی جس کا "گودا" نہ ہو۔

2803 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا، ح وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرِ بْنِ بَرِّيٍّ، حَدَّثَنَا عِيسَى الْمَعْنَى، عَنْ ثَوْرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو حُمَيْدٍ الرُّعَيْنِيُّ، أَخْبَرَنِي يَزِيدُ ذُو مِصْرٍ، قَالَ: أَتَيْتُ عُتْبَةَ بْنَ عَبْدٍ السُّلَمِيَّ فَقُلْتُ: يَا أَبَا الْوَلِيدِ، إِنِّي خَرَجْتُ أَلْتَمِسُ الضَّحَايَا فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا يُعْجِبُنِي غَيْرَ ثَرْمَاءَ فَكَرِهْتُهَا فَمَا تَقُولُ؟ قَالَ: أَفَلَا جِئْتَنِي بِهَا. قُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ تَجُوزُ عَنْكَ وَلَا تَجُوزُ عَنِّي. قَالَ: نَعَمْ، إِنَّكَ تَشُكُّ وَلَا

أَشُكُّ، إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُصْفَرَّةِ، وَالْمُسْتَأْصَلَةِ، وَالْبَخْقَاءِ، وَالْمُشَيَّعَةِ، وَكِسْرَا، وَالْمُصْفَرَّةُ: الَّتِي تُسْتَأْصَلُ أُذُنُهَا حَتَّى يَبْدُوَ سِمَاخُهَا، وَالْمُسْتَأْصَلَةُ: الَّتِي اسْتُؤْصِلَ قَرْنُهَا مِنْ أَصْلِهِ، وَالْبَخْقَاءُ: الَّتِي تُبْخَقُ عَيْنُهَا، وَالْمُشَيَّعَةُ: الَّتِي لَا تَتْبَعُ الْغَنَمَ عَجَفًا وَضَعْفًا، وَالْكَسْرَاءُ: الْكَسِيرَةُ

یزید ذومصر بیان کرتے ہیں: میں حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں نے کہا: اے ابو ولید! میں قربانی کے جانور کی تلاش میں نکلا تو مجھے کوئی ایسا جانور نہیں ملا، جو مجھے پسند آتا، صرف ایک جانور پسند آیا، جس کے دانت گر چکے تھے، میں نے اسے مکروہ خیال کیا، آپ (اس بارے میں) کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: تم اسے میرے پاس کیوں نہیں لے آئے، میں نے کہا: سبحان اللہ! وہ آپ کی طرف سے جائز ہوگا اور میری طرف سے جائز نہیں ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! کیونکہ تم (اس کے جواز میں) شک کرتے ہو اور میں شک نہیں کرتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مصفرہ"، "مستاصلہ"، "بخقاء"، "مشیعہ"، "کسراء" (کی قربانی کرنے) سے منع کیا ہے۔

"مصفرہ" وہ ہے، جس کا کان جڑ سے کاٹ دیا گیا ہو، یہاں تک کہ اس کا سوراخ نظر آنے لگے۔

"مستاصلہ" وہ ہے، جس کا سینگ جڑ سے نکال دیا گیا ہو۔

"بخقاء" وہ ہے، جس کی بینائی رخصت ہو جائے، لیکن آنکھ موجود ہو۔

"مشیعہ" وہ ہے جو کمزوری اور ضعف کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ نہ چل سکے۔

"کسراء" وہ ہے، جس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہو۔

2804 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ رَجُلَ صِدْقٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَيْنِ، وَلَا نُضَحِّيَ بِعَوْرَاءَ، وَلَا مُقَابَلَةٍ، وَلَا مُدَابَرَةٍ، وَلَا خَرْقَاءَ، وَلَا شَرْقَاءَ قَالَ زُهَيْرٌ: فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: أَذَكَرَ عَضْبَاءَ؟ قَالَ: لَا. قُلْتُ: فَمَا الْمُقَابَلَةُ؟ قَالَ: يُقْطَعُ طَرَفُ الْأُذُنِ. قُلْتُ: فَمَا الْمُدَابَرَةُ؟ قَالَ: يُقْطَعُ مِنْ مُؤَخَّرِ الْأُذُنِ. قُلْتُ: فَمَا الشَّرْقَاءُ؟ قَالَ: تُشَقُّ الْأُذُنُ. قُلْتُ: فَمَا الْخَرْقَاءُ؟ قَالَ: تُخْرَقُ أُذُنُهَا لِلسِّمَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول نے ہمیں یہ ہدایت کی کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھوں اور کانوں کا اچھی طرح جائزہ لے لیں، اور ہم "عوراء"، "مقابلہ"، "مدابرہ"، "خرقا"، "شرقاء" کی قربانی نہ کریں۔

زہیر نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ابو اسحاق سے دریافت کیا: کیا انہوں نے "عضباء" کا ذکر کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں!

میں نے دریافت کیا: "مقابلہ" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جس کے کان کا کنارہ کٹا ہوا ہو۔

میں نے دریافت کیا: "مدابرہ" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جس کا کان پیچھے کی طرف سے کٹا ہوا ہو۔

میں نے دریافت کیا: "شرقاء" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جس کا کان چیر دیا گیا ہو۔

میں نے دریافت کیا: "خرقاء" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مخصوص نشانی کے لیے جس کے کان میں سوراخ کر دیا گیا ہو۔

2805 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ اَبِي عَبْدِاللهِ الدَّسْتُوَائِيُّ، وَيُقَالُ لَهُ هِشَامُ بْنُ سَنْبَرٍ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جُرَيِّ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى اَنْ يُضَحَّى بِعَضْبَاءِ الْاُذُنِ وَالْقَرْنِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: جُرَيٌّ: سَدُوسِيٌّ بَصْرِيٌّ لَمْ يُحَدِّثْ عَنْهُ اِلَّا قَتَادَةُ

٭٭ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے (جانور) کی قربانی کرنے سے منع کیا ہے، جس کا کان یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جری نامی راوی سدوس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے اور بصرہ کا رہنے والا ہے، اس کے حوالے سے صرف قتادہ نے روایات نقل کی ہیں۔

2806 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ: مَا الْاَعْضَبُ؟ قَالَ: النِّصْفُ فَمَا فَوْقَهُ

٭٭ قتادہ بیان کرتے ہیں: میں نے سعید بن مسیب سے دریافت کیا: "اعضب" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: (جس کا سینگ) نصف یا اس سے زیادہ (ٹوٹا ہوا ہو)۔

بَابٌ فِي الْبَقَرِ وَالْجَزُوْرِ عَنْ كَمْ تُجْزِئُ؟

باب: گائے اور اونٹ کی قربانی، کتنے لوگوں کی طرف سے ہوسکتی ہے؟

2807 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ، قَالَ: كُنَّا نَتَمَتَّعُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَذْبَحُ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُوْرَ عَنْ سَبْعَةٍ نَشْتَرِكُ فِيْهَا

٭٭ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، ہم نے حج تمتع کرتے ہوئے، ایک گائے سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کی تھی، ہم اس میں حصہ دار بن گئے تھے۔

2805- اسناده حسن. جری بن کلیب: هو السدوسی، صاحب قتادة، روی عنه قتادة و کان یثنی علیه خیراً، وقال الترمذی عن حدیثه هذا: حسن صحیح، وصححه الحاکم /2244 ووافقه الذهبی، وذکره العجلی وابن حبان فی "الثقات"، وقال ابو حاتم: شیخ لا یحتج بحدیثه. واخرجه ابن ماجه (3145)، والترمذی (1581) من طریق قتادة، به. وهو فی "مسند احمد" (633) و (791). واخرجه احمد (864) من طریق جابر الجعفی، عن عبدالله بن نجی، عن علی.

2808 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"گائے سات (آدمیوں) کی طرف سے اور اونٹ سات (آدمیوں) کی طرف سے (قربان کیے جائیں گے)

2809 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ قَالَ: نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، حدیبیہ میں، سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ اور سات آدمیوں کی طرف سے گائے قربان کی تھیں۔

گائے واونٹ میں سات آدمیوں کی شرکت پر مذاہب فقہاء

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی تو گائے اور اونٹ دونوں میں سات سات آدمی شریک ہوئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ صحابہ کرام اور دیگر علماء کا اس پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اسحاق کا بھی یہی قول ہے اسحاق فرماتے ہیں۔ کہ اونٹ دس آدمیوں کے لئے بھی کافی ہے ان کی دلیل حضرت ابن عباس کی مذکورہ بالا حدیث ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1555)

اگر اونٹ یا گائے کی قربانی ہو تو اس میں حصہ ڈالا جا سکتا ہے، لیکن اگر بکری اور بھیڑ یا دنبہ کی قربانی کی جائے تو پھر اس میں حصہ نہیں ڈالا جا سکتا، اور ایک گائے یا ایک اونٹ میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حج یا عمرہ کی ھدی میں ایک اونٹ یا گائے میں سات افراد کا شریک ہونا سے ثابت ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ": ہم نے حدیبیہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ اور ایک گائے سات سات افراد کی جانب سے ذبح کی تھی۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر (1318)

اور ایک روایت میں ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیا کرتے ہیں کہ:" ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور ایک اونٹ اور ایک گائے سات افراد کی جانب سے ذبح کی۔ اور ابوداود کی روایت میں ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" گائے سات افراد کی جانب سے ہے، اور اونٹ سات افراد کی جانب سے۔ (سنن ابوداود حدیث نمبر (2808)

امام نووی رحمہ اللہ مسلم کی شرح میں رقمطراز ہیں۔ ان احادیث میں قربانی کے جانور میں حصہ ڈالنے کی دلیل پائی جاتی ہے، اور علماء اس پر متفق ہیں کہ بکرے میں حصہ ڈالنا جائز نہیں، اور ان احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ ایک اونٹ سات افراد کی جانب سے کافی ہوگا، اور گائے بھی سات افراد کی جانب سے، اور ہر ایک سات بکریوں کے قائم مقام ہے، حتی کہ اگر محرم شخص پر شکار کے فدیہ کے علاوہ سات دم ہوں تو وہ ایک گائے یا اونٹ نحر کردے تو سب سے کفائت کر جائے گا۔

امام مالک کے نزدیک ایک بکری کا گھر والوں کی جانب سے قربان کرنے کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ سارے گھر والوں کی جانب سے ایک بکری کو قربان کرنا جائز ہے۔ خواہ وہ گھر والے سات افراد سے بھی زیادہ ہوں جبکہ دو گھروں کی جانب سے جائز نہیں ہے۔ اگرچہ وہ سات سے تھوڑے ہوں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر سال ہر گھر والوں پر قربانی اور عتیرہ لازم ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں گھر والوں سے مراد گھر کا ناظم اعلیٰ ہے۔ کیونکہ مالدار ہونا اسی کیلئے ہوتا ہے۔ اور ہماری اس تاویل کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ ہر مسلمان پر ہر سال قربانی اور عتیرہ لازم ہے۔ اور جب ایک اونٹ دو آدمیوں کی جانب سے نصف مشترکہ ہو اور زیادہ صحیح قول کے مطابق یہ درست ہے کیونکہ جب سات میں سے تین حصے جائز ہیں تو سات کا نصف بھی اسی کے تابع ہو کر جائز ہوگا۔ اور جب شرکت کے طور پر قربانی جائز ہوئی تو گوشت کی تقسیم وزن کے اعتبار سے ہوگی۔ کیونکہ اب گوشت موزون ہوگا۔ اور جب شریکوں نے اندازے کے ساتھ تقسیم کیا ہے تو ایسی تقسیم جائز نہ ہوگی۔ ہاں البتہ جب بیع پر قیاس کرتے ہوئے گوشت کو وہ ساتھ پالے اور کھال سے بھی کچھ حصے میں آئے۔ (ہدایہ)

ایک قربانی کا ایک فرد کی جانب سے ہونے میں فقہی مذاہب

حضرت عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوایوب سے پوچھا کہ رسول اللہ کے زمانے میں قربانیاں کیسے ہوا کرتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک آدمی اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کیا کرتا تھا۔ وہ اس سے خود بھی کھاتے اور لوگوں کو بھی کھلایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگ فخر کرنے لگے اور اس طرح تم آج کل دیکھ رہے ہو۔ (یعنی ایک گھر میں کئی قربانیاں کی جاتی ہیں)

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عمارہ بن عبداللہ مدینی ہیں۔ مالک بن انس نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے ان کی دلیل نبی اکرم کی وہی حدیث ہے کہ آپ نے ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا یہ میری امت میں سے ہر اس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ ایک بکری صرف ایک آدمی کے لئے کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک اور دیگر اہل علم کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1558)

بَابٌ فِي الشَّاةِ يُضَحَّى بِهَا عَنْ جَمَاعَةٍ

باب: ایک بکری کو چند لوگوں کی طرف سے قربان کرنا

2810 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَضْحَى بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا قَضَى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهِ وَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، هَذَا عَنِّي، وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي

⊛⊛ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ، عیدگاہ میں موجود تھا، جب آپ ﷺ نے خطبہ مکمل کیا تو آپ منبر سے نیچے اترے، آپ ﷺ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا، آپ نے اپنے دست اقدس کے ذریعے اسے ذبح کیا اور یہ دعا پڑھی:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، یہ میری طرف سے اور میری امت کے ہر اس شخص کی طرف سے ہے، جو قربانی نہیں کر سکے گا''۔

بَابُ الْإِمَامِ يَذْبَحُ بِالْمُصَلَّى

باب: امام کا عیدگاہ میں قربانی کرنا

2811 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، اَنَّ اَبَا اُسَامَةَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ اُسَامَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذْبَحُ اُضْحِيَّتَهُ بِالْمُصَلَّى وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ عیدگاہ میں اپنا قربانی (کا جانور) ذبح کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

بَابٌ فِي حَبْسِ لُحُومِ الْاَضَاحِيِّ

باب: قربانی کا گوشت (سنبھال کر) رکھ لینا

2812 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: دَفَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضْرَةَ الْاَضْحٰى فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادَّخِرُوا الثُّلُثَ، وَتَصَدَّقُوا بِمَا بَقِيَ. قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَفِعُونَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ، وَيَجْمُلُونَ مِنْهَا الْوَدَكَ، وَيَتَّخِذُونَ مِنْهَا الْاَسْقِيَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا ذَاكَ؟ - اَوْ كَمَا قَالَ - قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ نَهَيْتَ عَنْ اِمْسَاكِ لُحُومِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ اَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِي دَفَّتْ عَلَيْكُمْ. فَكُلُوا وَتَصَدَّقُوا وَادَّخِرُوا

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: (ایک مرتبہ) نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں، عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر دیہاتوں سے، بہت سے لوگ (مدینہ منورہ) آ گئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

2811- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل اسامة- وهو ابن زيد الليثي- فهو صدوق حسن الحديث، ولكنه متابع. ابو اسامة: هو حماد بن اسامة. واخرجه ابن ماجه (3161) من طريق اسامة بن زيد به. دون ذكر فعل ابن عمر. واخرجه البخاري (982) و (5552)، والنسائي (1589) و (4366) من طريق كثير بن فرقد، و (4367) من طريق عبد الله بن سليمان، كلاهما عن نافع، به. دون ذكر ابن عمر. وهو في "مسند احمد" (5876). واخرج الموقوف من فعل ابن عمر: البخاري (1710) و (5551) من طريق عبيد الله ابن عمر و (1711)

”(صرف) تین دن تک کا (گوشت) ذخیرہ کرو، باقی کو صدقہ کرو“۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اس کے بعد (اگلے سال) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی: یارسول اللہ! پہلے لوگ اپنی قربانیوں سے (مختلف طرح کے) فوائد حاصل کرلیتے تھے، ان کی چربی جمع کرلیتے تھے، ان کی (کھالوں کے ذریعے) مشکیزے بنالیتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اب کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کردیا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے بکثرت لوگوں کی آمد کی وجہ سے تمہیں منع کیا تھا، اب تم (اس گوشت کو) کھاؤ بھی، صدقہ بھی کرو اور ذخیرہ بھی کرو“

2813 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ نُبَيْشَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ لُحُومِهَا أَنْ تَأْكُلُوهَا فَوْقَ ثَلَاثٍ لِكَيْ تَسَعَكُمْ، فَقَدْ جَاءَ اللَّهُ بِالسَّعَةِ فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَاتَّجِرُوا، أَلَا وَإِنَّ هَذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”پہلے ہم نے تمہیں ان (قربانیوں) کا گوشت، تین دن سے زیادہ کھانے سے منع کیا تھا، تاکہ (وہ گوشت) تم سب کو مل جائے، اب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا کردی ہے، تو تم اسے کھاؤ بھی، ذخیرہ بھی کرو، اور (صدقہ کرکے) اجر بھی حاصل کرو، خبردار! یہ دن کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے دن ہیں“۔

(7) قربانی کے دن:

قربانی کے تین دن ہیں: 10.11.12 ذوالحجہ۔

دلیل (1): قال اللہ تعالیٰ: "لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ"۔ (الحج: 28)

ترجمہ: تاکہ اپنے فوائد کیلئے آموجود ہوں اور ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپائیوں پر اللہ کا نام لیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”فَالْمَعْلُومَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ“۔

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: ج6، ص261)

ترجمہ: ایام معلومات سے مراد یوم نحر (10 ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن ہیں۔

دلیل (2):

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ و سلم مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ"۔ (صحیح بخاری: ج2، ص835، باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہ رہنا چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں، اس لئے کہ جب چوتھے دن قربانی کا بچا ہوا گوشت رکھنے کی اجازت

نہیں تو پورا جانور ذبح کرنے کی اجازت کہاں سے ہوگی؟

فائدہ: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی، بعد میں اجازت دی گئی کہ اسے تین دن کے بعد بھی رکھا جاسکتا ہے۔ (مستدرک حاکم ج4 ص259)

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ "جب تین کے بعد گوشت رکھنے کی اجازت مل گئی تو تین دن کے بعد بھی قربانی کی جاسکتی ہے" اس لیے کہ گوشت تو سارا سال بھی رکھا جاسکتا ہے تو کیا قربانی کی اجازت سارا سال ہوگی، ہرگز نہیں۔ تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

دلیل (3): حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں۔ (موطا امام مالک ص497، کتاب الضحایا)

دلیل (4): "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ: اَلنَّحْرُ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ وَأَفْضَلُهَا يَوْمُ النَّحْرِ"

(احکام القرآن للطحاوی: ج2 ص205)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔

(8) قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت شہر والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے کے بعد اور دیہات والوں کے لیے جن پر نماز جمعہ فرض نہیں، صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے لیکن سورج طلوع ہونے کے بعد ذبح کرنا بہتر ہے۔ (فتاوی قاضیخان، فتاوی شامی)

چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَخْطُبُ فَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ وَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ"۔

(صحیح البخاری: ج2 ص834 کتاب الاضاحی باب الذبح بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ہمارے اس عید کے دن میں سب سے پہلا کام یہ ہے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آکر قربانی کریں جس نے ہمارے اس طریقہ پر عمل کیا یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس نے ہمارے طریقے کے مطابق درست کام کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے پہلے قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، دیہات میں چونکہ نماز عید کا حکم نہیں ہے، اس لئے وہاں اس شرط کا وجود ہی نہیں تو ان کے لیے یہ حکم نہ ہوگا۔ وہاں قربانی کے وقت کا شروع ہونا ہی کافی ہوگا اور اس کا آغاز طلوع فجر سے ہو جاتا ہے۔

بَابٌ فِي الْمُسَافِرِ يُضَحِّي

باب: مسافر کا قربانی کرنا

2814 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: يَا ثَوْبَانُ أَصْلِحْ لَنَا لَحْمَ هَذِهِ الشَّاةِ. قَالَ: فَمَا زِلْتُ أُطْعِمُهُ مِنْهَا حَتَّى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ

❁❁ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ثوبان! اس بکری کا گوشت ہمارے لیے سنبھال کر رکھنا، (حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) تو ہمارے مدینہ منورہ آ جانے تک میں اس کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلاتا رہا۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ، وَالرِّفْقِ بِالذَّبِيحَةِ

باب: جانوروں کو باندھ کر مارنے کی ممانعت اور ذبیحہ کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا

2815 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: خَصْلَتَانِ سَمِعْتُهُمَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا - قَالَ غَيْرُ مُسْلِمٍ يَقُولُ: فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ - وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو باتیں ہیں، جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہیں:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو لازم قرار دیا ہے، تو جب تم قتل کرو تو حسن سلوک سے (یعنی ایذاء پہنچانے سے گریز کرو)"۔

مسلم کے علاوہ راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "حسن سلوک سے قتل کرو، اور جب تم ذبح کرو، تو اچھی طرح سے ذبح کرو، آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی چھری تیز کرلے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے"۔

2816 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ، عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ فَرَأَى فِتْيَانًا - أَوْ غِلْمَانًا - قَدْ نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا. فَقَالَ أَنَسٌ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ

❁❁ ہشام بن زید بیان کرتے ہیں: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ، حکم بن ایوب کے ہاں آیا، تو انہوں نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا کہ وہ ایک مرغی کو باندھ کر اس پر نشانہ بازی کر رہے تھے، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر (ان پر نشانہ بازی کرنے) سے منع کیا ہے"۔

ذبیحہ کے حلال ہونے میں ذبح شرط ہونے کا بیان

حلت ذبیحہ کیلئے ذبح شرط ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "لیکن جس کو تم نے ذبح کرلیا" کے سبب سے شرط ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ ذبح کرنا یہ نجس خون کو گوشت سے الگ کرنے والا ہے۔ لہٰذا جس طرح ذبح کرنے کے سبب حلت ثابت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذبح کرنے کے سبب مؤکولہ اور غیر مؤکولہ چیزوں میں طہارت ثابت ہو جاتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ ذبح کرنا یہ طہارت کی خبر دینے والا ہے اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ زمین کا پاک ہونا اس کا خشک ہو جانا ہے یہ بھی اسی علت کے پیش نظر ہے

اور اسی طرح کبھی یہ ذبح اختیاری ہوتا ہے جس طرح سینے اور جبڑوں کے درمیان زخم کرنا ہے اور کبھی یہ ذبح اختیاری ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جسم کے کسی حصے کو زخمی کر دیا جائے۔ اور اس میں دوسرا پہلے کے بدل کی طرح ہے۔ کیونکہ اول میں عاجزی کے سبب اسی کی جانب رجوع کیا جاتا ہے اور یہی بدلیت کی نشانی ہے۔ کیونکہ یہی پہلا طریقہ خون نکالنے میں زیادہ فائدے مند ہے۔ جبکہ دوسرے میں کمی کا اثر ہے۔ پس پہلے میں عاجز نہ ہونے کی صورت میں دوسرے کو اپنایا جائے گا۔ کیونکہ جس قدر وسعت ہو اسی کے مطابق مکلف کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح ذبح کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ ذبح کرنے والا دین توحید والوں سے ہو۔ اگرچہ عقیدے کے اعتبار سے ہو جس طرح مسلمان ہے یا دعویٰ میں ہو جس طرح کتابی ہے۔ اور اسی طرح ذبح کرنے والے کا حلالی اور حرم سے باہر ہونا بھی شرط ہے۔ (ہدایہ، کتاب الاضحیہ، لاہور)

ذبح کی اقسام کا بیان

ذبح کی دو اقسام ہیں ا۔ ذبح اختیاری ۲۔ ذبح اضطراری

ذبح اختیاری کی تعریف

وہ جگہ جو دو جبڑوں اور سینہ کی بلائی حصہ کی درمیانی جگہ مذبح ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے اور وہاں پر ذبح کرنے کو ذبح اختیاری کہتے ہیں۔

ذبح اضطراری کی تعریف

اور جب جانور کو مذبح کی جگہ پر ذبح کرنا مشکل ہو تو پھر جانور کی کسی جگہ کو بھی زخمی کر دینا ذبح کے قائم مقام ہو جائے گا اسے ذبح اضطراری کہتے ہیں۔ جس طرح شکاری جانوروں کا حال ہوتا ہے کہ تیر وغیرہ جہاں بھی لگ جائے وہ شکار درست ہوتا ہے۔

(المبسوط، ج ۱۱، ص ۲۲۱، مطبوعہ بیروت)

ذبح کے لیے تذکیہ کی شرط کا بیان

دوسری قید قرآن مجید یہ بیان کرتا ہے کہ صرف وہی جانور حلال ہیں جس کا تذکیہ کیا گیا ہو۔ سورہ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے حرام کیا گیا تم پر مرا ہوا جانور اور گلا گھونٹا ہوا اور چوٹ کھایا ہوا اور گرا ہوا اور ٹکر کھایا ہوا اور جس کو درندے نے پھاڑا ہو، بجز اس کے جس کا تم نے تزکیہ کیا ہو۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس جانور کی موت تذکیہ سے واقع ہوئی ہو صرف وہی حرمت کے حکم سے مستثنیٰ ہے، باقی تمام وہ صورتیں جن میں تذکیہ کے بغیر موت واقع ہو جائے، حرمت کا حکم ان سب پر جاری ہوگا۔ تزکیہ کے مفہوم کی کوئی تشریح قرآن میں نہیں کی گئی ہے اور نہ لغت اس کی صورت متعین کرنے میں زیادہ مدد کرتی ہے۔ اس لیے لامحالہ اس کے معنی متعین کرنے کے لیے ہم کو سنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ سنت میں اس کی دو شکلیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک شکل یہ ہے کہ جانور ہمارے قابو میں نہیں ہے، مثلاً جنگلی جانور ہے جو بھاگ رہا ہے یا اُڑ رہا ہے یا وہ ہمارے قابو میں تو ہے مگر کسی وجہ سے ہم اس کو باقاعدہ ذبح کرنے کا موقع نہیں پاتے۔ اس صورت میں جانور کا تزکیہ یہ ہے کہ ہم کسی تیز چیز سے اس کے جسم کو اس طرح زخمی کر دیں کہ خون بہہ جائے اور جانور کی موت ہمارے پیدا کردہ زخم کی وجہ سے خون بہنے کی بدولت واقع ہو۔

حدیث میں نبی کریم ﷺ اس صورت کا حکم ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں جس چیز سے چاہو خون بہادو۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

دوسری شکل یہ ہے کہ جانور ہمارے قابو میں ہے اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ذبح کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں باقاعدہ تذکیہ کرنا ضروری ہے اور اس کا طریقہ سنت میں میں یہ بتایا گیا ہے کہ اونٹ اور اس کے مانند جانور کو نحر کیا جائے اور گائے بکری یا اس کے مانند جانوروں کو ذبح۔ نحر سے مراد یہ ہے کہ جانور کے حلقوم میں نیزے جیسی تیز چیز زور سے چبھوئی جائے تاکہ اس سے خون کا فوارہ چھوٹے اور خون بہہ کر جانور بالآخر بے دم ہو کر گر جائے۔ اونٹ ذبح کرنے کا یہ طریقہ عرب میں معروف تھا، قرآن میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے (فصل لربک وانحر) اور سنت نبوی سے معلوم ہوتا ہے۔

کہ نبی کریم ﷺ اسی طریقہ سے اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔ رہا ذبح تو اس کے متعلق احادیث میں حسب ذیل احکام وارد ہوئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حج کے موقع پر بدیل بن ورقا الخزاعی کو ایک خاکستری رنگ کے اونٹ پر بھیجا تاکہ منیٰ کے پہاڑی راستوں پر یہ اعلان کر دیں کہ ذبح کی جگہ حلق اور لبلبہ کے درمیان ہے (یعنی گردن کے اوپر سے نہیں کہ پہلے نخاع کٹ جائے بلکہ اندرونی حصہ سے جہاں نرخرہ واقعہ ہے۔ مصنف) اور ذبیحہ کی جان جلدی سے نہ نکال دو۔ (دارقطنی)

گردن کی رگوں کو کاٹنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس بات سے سختی سے منع فرمایا کہ ذبح کرتے ہوئے آدمی نُخاع تک کاٹ ڈالے۔ (طبرانی)

اسی مضمون کی روایت امام محمد نے سعید بن المسیب سے بھی روایت کی ہے جس کے الفاظ ہیں نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا کہ بکری کو ذبح کرتے وقت نخاع تک کاٹ ڈالا جائے۔ ان احادیث کی بنا پر، اور عہد نبوی وعہد صحابہ کے معمول بہ عمل کی شہادتوں پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ذبح کے لیے حلقوم اور مری (غذا کی نالی) کو اور مالکیہ کے نزدیک حلقوم اور ودجین (گردن کی رگوں) کو کاٹنا چاہیے۔ (الفقہ علی المذاہب اربعہ۔ جلد اول، ص ۳۲۵)

اضطراری اور اختیاری ذکات کی یہ تینوں صورتیں جو قرآن کے حکم کی تشریح کرتے ہوئے سنت میں بتائی گئے ہیں اس امر میں مشترک ہیں کہ ان میں جانور کی موت یکلخت واقع نہیں ہوتی بلکہ اس کے دماغ اور جسم کا تعلق آخری سانس تک باقی رہتا ہے، تڑپنے اور پھڑپھڑانے سے اس کے جسم کے ہر حصہ کا خون کھچ کر باہر آ جاتا ہے اور صرف سیلان خون ہی اس کی موت کا سبب ہوتا ہے۔ اب چونکہ قرآن نے اپنے حکم کی خود کوئی تشریح نہیں کی ہے اور صاحب قرآن سے اس کی یہی تشریح ثابت ہے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ الا ما ذکیتم سے یہی ذکات مراد ہے اور جس جانور کو یہ شرط ذکات پوری کیے بغیر ہلاک کیا ہو وہ حلال نہیں ہے۔

بَابٌ فِي ذَبَائِحِ أَهْلِ الْكِتَابِ

باب: اہل کتاب کے ذبیحہ (کا حکم؟)

2817۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ) (الأنعام: 118)، (وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ) (الأنعام: 121)، فَنُسِخَ وَاسْتَثْنَى مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ: (وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ) (المائدة: 5).

۞۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"تم اس میں سے کھالو، جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو"

(ایک اور مقام پر یہ ارشاد فرمایا ہے:)

"اور تم اس میں سے نہ کھاؤ، جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو"

تو اسے منسوخ کر دیا گیا اور اس سے استثناء کرتے ہوئے (یہ فرمایا:)

"اور جن کو کتاب دی گئی، ان کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے"

کتابی کے ذبیحہ ہونے میں شرعی حکم کا بیان

مسلمان اور اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اسی آیت کے سبب سے جس کو ہم نے تلاوت کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے۔ کہ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ یہ بھی دلیل ہے اور ذبیحہ کی شرط میں سے یہ ہے کہ ذبح کرنے والا بسم اللہ کہنے اور اس کے طریقے کو جانتا ہو۔ اور اس کو ذبح کی شرائط یاد ہوں خواہ وہ بچہ یا مجنون یا عورت ہے۔ مگر جب وہ شرائط ذبح کو یاد کرنے والا نہیں ہے اور اسی طرح تسمیہ اور اس کے طریقے کو بھی نہیں جانتا تو اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ نص کے سبب تسمیہ ذبیحہ پر شرط ہے اور یہ شرط ارادے اور ارادے کے صحیح ہونے سے مکمل ہوگی۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور اس میں مختون وغیر مختون دونوں برابر ہیں۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور کتابی سے مراد ذمی، حربی، اور تغلبی سب کو شامل ہے کیونکہ اس میں دین توحید کا ہونا شرط ہے۔ جس طرح اس کو بیان کر دیا گیا ہے۔ (ہدایہ، کتاب الاضحیہ، لاہور)

اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے، مگر اس میں چند اُمور کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

اوّل: ذبح کرنے والا واقعتاً صحیح اہل کتاب بھی ہو، بہت سے لوگ ایسے ہیں جو قومی حیثیت سے یہودی یا عیسائی کہلاتے ہیں، مگر عقیدۃً دہریئے ہیں اور وہ کسی دین ومذہب کے قائل نہیں، ایسے لوگ شرعاً اہل کتاب نہیں، اور ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں۔

دوم: بعض لوگ پہلے مسلمان کہلاتے تھے، پھر یہودی یا عیسائی بن گئے، یہ لوگ بھی اہل کتاب نہیں بلکہ شرعاً مرتد ہیں، اور مرتد کا ذبیحہ مردار ہے۔

سوم: یہ بھی ضروری ہے کہ ذبح کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر (بسم اللہ کے ساتھ) ذبح کیا ہو، اس کے بغیر بھی حلال نہیں، چہ جائیکہ کسی کتابی کا۔

چہارم: ذبح کرنے والے نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہو، آج کل مغربی ممالک میں مشین سے جانور کاٹے جاتے ہیں اور ساتھ میں بسم اللہ اللہ اکبر کی ٹیپ لگادی جاتی ہے، گویا بسم اللہ کہنے کا کام آدمی کے بجائے ٹیپ کرتی ہے، اور ذبح کا کام آدمی کے بجائے مشین کرتی ہے، ایسے جانور حلال نہیں بلکہ مردار کے حکم میں ہیں۔

یہودی کا ذبیحہ جائز ہونے کی شرائط

یہودی اگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہو اور اپنی کتاب کو مانتا ہو تو وہ اہل کتاب ہے، اس کا ذبیحہ جائز ہے، بشرطیکہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت میں تحقیقی بیان

حلال وحرام کے بیان کے بعد بطور خلاصہ فرمایا کہ کل ستھری چیزیں حلال ہیں، پھر یہود ونصاریٰ کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کی حلت بیان فرمائی۔

حضرت ابن عباس، ابوامامہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، عطاء، حسن، مکحول، ابراہیم نخعی، سدی، مقاتل بن حیان یہ سب یہی کہتے ہیں کہ طعام سے مراد ان کا اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا جانور ہے، جس کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہے، علماء اسلام کا اس پر مکمل اتفاق ہے کہ ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے، کیونکہ وہ بھی غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا ناجائز جانتے ہیں اور ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا دوسرے کا نام نہیں لیتے گو ان کے عقیدے ذات باری کی نسبت یکسر اور سراسر باطل ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ بلند وبالا اور پاک ومنزہ ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ جنگ خیبر میں مجھے چربی کی بھری ہوئی ایک مشک مل گئی، میں نے اسے قبضہ میں کیا اور کہا اس میں سے تو آج میں کسی کو بھی حصہ نہ دونگا، اب جو ادھر ادھر نگاہ پھرائی تو دیکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہی کھڑے ہوئے تبسم فرمارہے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مال غنیمت میں سے کھانے پینے کی ضروری چیزیں تقسیم سے پہلے بھی لے لینی جائز ہیں اور یہ استدلال اس حدیث سے صاف ظاہر ہے، تینوں مذہب کے فقہاء نے مالکیوں پر اپنی سند پیش کی ہے اور کہا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ اہل کتاب کا وہی کھانا ہم پر حلال ہے جو خود ان کے ہاں بھی حلال ہو یہ غلط ہے کیونکہ چربی کو یہودی حرام جانتے ہیں

لیکن مسلمان کیلئے حلال ہے لیکن یہ ایک شخص کا انفرادی واقعہ ہے۔ البتہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ وہ چربی ہو جسے خود یہودی بھی حلال جانتے تھے یعنی پشت کی چربی انتڑیوں سے لگی ہوئی چربی اور ہڈی سے ملی ہوئی چربی، اس سے بھی زیادہ دلالت والی تو وہ روایت ہے جس میں ہے کہ خیبر والوں نے سالم بھنی ہوئی ایک بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں دی جس کے شانے کے گوشت کو انہوں نے زہر آلود کر رکھا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شانے کا گوشت پسند ہے، چنانچہ آپ نے اس کا یہی گوشت لے کر منہ میں رکھ کر دانتوں سے توڑا تو فرمان باری سے اس شانے نے کہا، مجھ میں زہر ملا ہوا ہے،

آپ نے اسی وقت اسے تھوک دیا اور اس کا اثر آپ کے سامنے کے دانتوں وغیرہ میں رہ گیا، آپ کے ساتھ حضرت بشر بن براء بن معرور بھی تھے، جو اسی کے اثر سے راہی بقاء ہوئے، جن کے قصاص میں زہر ملانے والی عورت کو بھی قتل کیا گیا، جس کا نام زینب تھا، وجہ دلالت یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اپنے ساتھیوں کے اس گوشت کے کھانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور یہ نہ پوچھا کہ اس کی جس چربی کو تم حلال جانتے ہو اسے نکال بھی ڈالا ہے یا نہیں؟ اور حدیث میں ہے کہ ایک یہودی نے آپ کی دعوت میں جو کی روٹی اور پرانی سوکھی چربی پیش کی تھی، حضرت مکحول فرماتے ہیں جس چیز پر نام رب نہ لیا جائے اس کا کھانا حرام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرما کر منسوخ کر کے اہل کتاب کے ذبح کئے جانور حلال کر دئے یہ یاد رہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جانور پر بھی نام الٰہی نہ لیا جائے وہ حلال ہو؟ اس لئے کہ وہ اپنے ذبیحوں پر اللہ کا نام لیتے تھے بلکہ جس گوشت کو کھاتے تھے اسے ذبیحہ پر موقوف نہ رکھتے تھے بلکہ مردہ جانور بھی کھا لیتے تھے لیکن سامرہ اور صابہ اور ابراہیم وشیث وغیرہ پیغمبروں کے دین کے مدعی اس سے مستثنیٰ تھے، جیسے کہ علماء کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے اور عرب کے نصرانی جیسے بنو تغلب، تنوخ بہرا، جذام لخم، عاملہ کے ایسے اور بھی ہیں کہ جمہور کے نزدیک ان کے ہاتھ کا کیا ہوا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت علی فرماتے ہیں قبیلہ بنو تغلب کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور نہ کھاؤ، اس لئے کہ انہوں نے تو نصرانیت سے سوائے شراب نوشی کے اور کوئی چیز نہیں لی، ہاں سعید بن مسیب اور حسن بنو تغلب کے نصاریٰ کے ہاتھوں ذبح کئے ہوئے جانور کے کھا لینے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ طعام سے مراد ہے ذبیحہ۔ کیونکہ دوسرے کھانوں کی حلت اہل کتاب کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

الذین اوتوا الکتب میں یہود ونصاریٰ داخل ہیں اور صائبین بھی داخل ہیں بشرطیکہ کسی نبی کے دین پر ان کا ایمان اور کسی آسمانی کتاب کا ان کو اقرار ہو ستارہ پرست صابی اس میں داخل نہیں ہیں۔

اہل کتاب سے مراد بھی ہر کتابی ہے حربی ہو یا ذمی عجمی ہو یا عربی تغلبی ہو (یا بکری) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے لیکن باقی تینوں اماموں کے نزدیک قبیلہ تغلب کے عیسائیوں کا ذبیحہ حلال نہیں (وہ مشرک تھے) ابن جوزی نے لکھا ہے ہمارے سلسلہ کے اصحاب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرب کے عیسائیوں کے ذبیحوں کی ممانعت فرما دی ہے۔ ابن جوزی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ بنی تغلب کے عیسائیوں کا ذبیحہ نہ کھاؤ

انہوں نے سوائے شراب پینے کے نصرانیت سے اور کوئی چیز نہیں لی۔ امام شافعی نے بھی صحیح سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ عبدالرزاق نے ابراہیم نخعی کے سلسلہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بنی تغلب کے نصاریٰ کے ذبیحہ کو (کھانے) اور ان کی عورتوں (سے نکاح کرنے) کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اس مبحث کی کوئی مرفوع صحیح حدیث مجھے معلوم نہیں ہوئی اور اگر کوئی صحیح مرفوع حدیث مل بھی جائے تو وہ حدیث آحاد ہوگی جو قرآن کو نسخ نہیں کر سکتی۔

بغوی نے لکھا ہے اللہ کی مراد تمام یہودیوں عیسائیوں اور ان لوگوں کے ذبیحے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل کتاب کے مذہب میں داخل ہو چکے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کی بعثت کے بعد جن غیر لوگوں نے عیسائیت یا یہودیت اختیار کی ان کے ذبیحے حلال نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ شرط لغو ہے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں یعنی جس مسلمان نے اسلام کو چھوڑ کر یہودیت یا عیسائیت یا مجوسیت یا بت پرستی اختیار کر لی ہو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اس کا کوئی دین نہیں وہ اختیار کردہ مذہب پر بھی قائم نہیں رہے گا ہاں کوئی کتابی اگر اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لے تو ذبح کے وقت جو اس کا مذہب ہوگا وہی قابل اعتبار ہوگا۔ گزشتہ مذہب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

صاحب کفایہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہودی یا عیسائی مجوسی ہو جائے تو اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا وہ اصلی مجوسی مانا جائے گا لیکن اگر کوئی مجوسی یہودی یا عیسائی بن جائے تو اس کا ذبیحہ اور شکار حلال ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی یہودی حضرت عزیر کے نام پر یا عیسائی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے نام پر ذبح کرے تو ذبیحہ حلال نہیں۔ کفایہ میں ہے کتابی کا ذبیحہ اس وقت حلال ہے جب عزیر مسیح (وغیرہ) کے نام پر اس نے ذبح نہ کیا ہو ورنہ حلال نہیں جیسے مسلمانوں کا وہ ذبیحہ حلال نہیں جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اللہ نے فرمایا ہے: وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ.

بغوی نے لکھا ہے اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حلال نہیں۔ اکثر اہل علم حلت کے قائل ہیں، شعبی، عطاء خراسانی اور مکحول کا یہی قول ہے۔ شعبی سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عیسائی مسیح کے نام پر ذبح کرے تو کیا حکم ہے شعبی نے جواب دیا حلال ہے کیونکہ اللہ نے عیسائیوں کے ذبیحوں کو حلال قرار دیا ہے اور وہ خوب واقف ہے کہ عیسائی (ذبح کے وقت) کیا کہتے ہیں۔

حسن نے فرمایا اگر کوئی یہودی یا عیسائی ذبح کے وقت اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے اور تم سن رہے ہو تو اس کو نہ کھاؤ اور اگر تم وہاں موجود نہ ہو (اور خود نہیں سن رہے ہو) تو کھالو اللہ نے وہ تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں ہمارے نزدیک صحیح پہلا قول ہے کہ اگر کوئی کتابی قصداً اللہ کا نام ترک کر دے اور کسی اور کے نام پر ذبح کرے اور یہ بات یقینی معلوم ہو جائے یا ان کی عمومی حالت یہی ہو (یعنی مسیح وغیرہ کے نام پر ذبح کرنے کا ان کا دستور ہو) خواہ ہم کو یقینی معلوم نہ ہو کہ غیر اللہ کے نام پر انہوں نے ذبح کیا ہے) تو نہ کھاؤ۔ عرب کے عیسائیوں کے ذبیح کھانے کی ممانعت کی بنا یہی ہے اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کی بھی یہی علت ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنی تغلب کے عیسائیوں کی اس حرکت کا شاید علم ہو کہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں عجمی عیسائیوں کے ذبیحہ کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا ان کا دستور ہی ہو تو اس ذبیحہ کو نہ کھایا جائے اور یہ حقیقت ہے کہ اس زمانہ کے عیسائی ذبح نہیں کرتے بلکہ چوٹ مار کر قتل کرتے ہیں اس لئے ان کا ذبیحہ حلال نہیں۔

وطعامکم حل لہم اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔

ایک سوال: جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت تمام لوگوں کے لئے ہے اور آپ کی شریعت ایک ہی ہے تو پھر بعض کے لئے بعض چیزوں کی حلت اور بعض کے لئے انہی چیزوں کی حرمت کا کیا معنی اور اس اختلاف احکام کی کیا علت ہے۔

جواب: مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں سب کے لئے حلال ہیں جیسے سمندر کا پانی اور بعض چیزوں کی حلت کچھ شرطوں کے ساتھ مشروط ہے جیسے نماز کے جواز کے لئے وضو کی شرط ہے یا تمام عبادات کے لئے اللہ رسول پر ایمان رکھنے اور اخلاص نیت کی شرط ہے اور مال کی حلت کے لئے خود اس کا مالک ہونا یا مالک کی اجازت سے کھانا شرط ہے پس مسلمانوں کا ذبیحہ کافروں کے لئے حلال ہے آخرت میں اس ذبیحہ کو کھانے کی وجہ سے ان کو عذاب نہ ہوگا جس طرح ان کاموں کو کرنے کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا جو بس لوگوں کے لئے جائز ہیں اور ان کے لئے ایمان کی شرط نہیں ہے مجوسیوں کی ذبیحہ کی حالت اس سے الگ ہے اس کو کھانا مردار کی طرح سب کے لئے ناجائز ہے اس کو کھانے پر کافروں کو عذاب ہوگا۔ جس طرح ایمان لانا فرض ہے اور ترک ایمان پر عذاب ہوگا اور وہ فرائض جن کا وجوب ایمان پر موقوف ہے ادا نہ کرنے پر بھی عذاب ہوگا اور ممنوعات کے ارتکاب پر بھی عذاب ہوگا اللہ نے فرمایا: مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ الخ آیت میں جو اہل کتاب کے لئے مسلمانوں کے ذبیحہ کی حلت کی صراحت کی گئی ہے اس کی غرض اس فرق کو ظاہر کرنا ہے جو مسلمانوں کے ذبیحہ اور مسلمانوں کی عورتوں کے درمیان ہے کہ ان کا ذبیحہ تو سب کے لئے حلال ہے مگر مسلم عورتوں سے نکاح کی حلت کے لئے ایماندار ہونے کی شرط ہے۔

زجاج کے نزدیک آیت میں حلت کا خطاب مؤمنوں سے مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کو کھانا کھلانا تمہارے لئے حلال ہے بیضاوی نے زجاج کے مطلب کو زیادہ صحیح الفاظ میں واضح کیا ہے کہ اہل کتاب کو کھانا کھلانے اور ان کے ہاتھ فروخت کرنے میں مسلمانوں پر کوئی گناہ نہیں اگر اہل کتاب کے لئے مسلمانوں کا کھانا حلال نہ ہوتا تو پھر مسلمانوں کے لئے اہل کتاب کو کھلانا بھی ناجائز ہوتا۔ حقیقت میں اس کا راز وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کر دیا کہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کے لئے ایمان کی شرط نہیں ہے ہاں مسلم عورتوں سے نکاح کے لئے ایماندار ہونے کی شرط ہے۔

والمحصنت من المؤمنت والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم اور پارسا عورتیں ایمان والیوں میں سے اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی۔

اس کا عطف الطیبات پر ہے۔ بغوی نے کہا: المحصنت سے کیا مراد ہے۔ علماء کا اس کے متعلق اختلاف ہے اکثر علماء کے نزدیک اس لفظ سے مراد ہیں آزاد عورتیں جو باندیاں نہ ہوں مؤمن ہوں۔ یا کتابی نیک چلن ہوں یا بدرفتار۔ مجاہد کا بھی یہی قول

ہے۔ مجاہد نے صراحت کی ہے کہ کتابی عورت سے جو باندی ہو نکاح ناجائز ہے کیونکہ اللہ نے آیت: مِّمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ میں باندیوں سے نکاح کی شرط کے طور پر الْمُؤْمِنَاتِ کی قید لگائی ہے۔

بعض علماء کے نزدیک: المحصنات سے پاک دامن عورتیں مراد ہیں خواہ مسلمان آزاد ہوں یا باندیاں یا کتابی باندیاں۔ بدچلن عورتیں خواہ مسلمان ہوں یا کتابی بہرحال ان سے نکاح حرام ہے۔ حسن کا یہی قول ہے شعبی نے کہا کہ کتابیہ عورت کے محصن ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ زنا سے پاکدامن ہو اور غسل جنابت کرتی ہو۔

میں کہتا ہوں بغوی کے اس قول کا مدار اس امر پر ہے کہ مفہوم مخالف کا اعتبار کیا جائے (پس آزاد عورتوں میں سے جواز نکاح کی آیت میں صراحت ہے اور آزاد نہ ہوں باندیاں ہوں تو ان سے نکاح کا عدم جواز بطور مفہوم معلوم ہو جائے گا) مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: تو مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے اور بدچلن کتابیہ باندی کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ آیت وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ عام ہے (بدچلن کتابیہ باندی بھی اس کے ذیل میں آتی ہے) البتہ امام شافعی کے نزدیک مفہوم مخالف معتبر ہے مگر والمحصنت من المؤمنات میں وہ بھی مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے اور مسلم بدچلن عورت سے (خواہ وہ آزاد ہو یا باندی ہو) نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں اسی لئے بیضاوی نے لکھا ہے کہ مؤمنت میں سے محصنت کی تخصیص صرف ترغیب اولیٰ کے لئے ہے (یعنی نکاح اگرچہ غیر محصنات مؤمنات سے بھی جائز ہے مگر محصنات سے نکاح کرنا افضل اور اولیٰ ہے پس محصنات سے نکاح کرنے کی ترغیب کے لئے مؤمنات کے ساتھ المحصنات کی قید لگائی) لیکن جب والمحصنات من المؤمنات میں محصنات کا مفہوم مخالف معتبر نہیں تو والمحصنات من الذین اوتوا الکتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

اس آیت کے عموم کا تقاضا ہے کہ حربی کتابیہ کے ساتھ بھی نکاح جائز ہو اجماع علماء بھی اسی پر ہے۔ (۳) [حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا مسلمان نصرانی عورت سے نکاح کر سکتا ہے مگر عیسائی مرد مسلمان عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ حربی کتابیہ کے ساتھ نکاح ناجائز ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر کتابی عورت سے نکاح کو ناجائز قرار دیتے تھے خواہ آزاد ہو یا باندی ذمی ہو یا حربی کیونکہ ہر کتابی عورت مشرکات کے ذیل میں آتی ہے اللہ نے فرمایا ہے وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ (یہودی عزیر (علیہ السلام) کو اللہ کا بیٹا اور نصاریٰ مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں) اور مشرک عورتوں سے نکاح حرام ہے اللہ نے فرمایا ہے وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ جب تک مشرک عورتیں ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا آیت مندرجہ میں المحصنت سے مسلمان عورتیں مراد ہیں مگر یہ تفسیر غلط ہے کیونکہ اس کی شہادت لغت سے نہیں ملتی۔ پھر یہ قول اجماع کے بھی خلاف ہے۔ حرہ کتابی عورت سے جواز نکاح پر اجماع ہو چکا ہے اختلاف صرف کتابیہ باندی سے نکاح کرنے میں ہے اس کی تفصیل ہم نے سورۃ النساء میں کی ہے۔ ہاں کتابی عورت سے نکاح باتفاق علماء مکروہ ضرور ہے۔ اس میں ایک کافرہ کے ساتھ ہر وقت کا رہن سہن اور محبت و دوستی کرنی لازم ہے پھر اولاد ہوگی تو وہ اخلاق کفر اختیار کرے گی۔ ہر بچہ اپنی ماں سے مانوس ہوتا اور اس کا طور طریقہ سیکھتا ہے۔ ابن ہمام نے لکھا ہے

کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک نے کتابی عورتوں سے نکاح کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان پر غصے ہوئے تو ان حضرات نے کہا امیر المؤمنین ہم طلاق دیئے دیتے ہیں۔ یہ قصہ بتا رہا ہے کہ کتابی عورت سے نکاح درست ہے نکاح ورست نہ ہوتا تو طلاق دینے کا کیا معنی ہے۔ ہاں جواز کے ساتھ کراہت بھی معلوم ہوتی ہے (ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے کیوں ہوتے)

فائدہ: صابی عورتوں سے نکاح کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ میں اختلاف ہے امام صاحب کا خیال ہے کہ صابی فرقہ زبور کو مانتا ہے اس کا شمار اہل کتاب میں اس لئے نکاح جائز ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہ ناجائز ہونے کے قائل ہیں کیونکہ ان کے خیال میں صابی ستارہ پرست ہوتے ہیں ان کا شمار مشرکوں میں ہے صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اس اختلاف کی بنا صرف اختلاف خیال ہے صابی مذہب کیا ہے اس کی حقیقت کو سمجھنے میں امام اعظم اور ان کے شاگردوں میں اختلاف ہے واقع میں کوئی اختلاف نہیں۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) وحضرت شیث (علیہ السلام) کے صحیفوں پر ایمان رکھنے والی عورتوں کے ساتھ بھی امام اعظم کے نزدیک نکاح درست ہے۔

مسئلہ: مستصفی میں ہے کہ عیسائی عورت سے نکاح کا جواز اس وقت ہے جب وہ مسیح کو اللہ نہ کہتی ہو اگر الوہیت مسیح کا اس کا عقیدہ ہو تو اس سے نکاح ناجائز ہے۔ مبسوط شیخ الاسلام میں ہے اگر اہل کتاب مسیح یا عزیر کو اللہ کہتے ہوں تو ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے (وہ مشرک ہیں) بعض علماء نے اسی فیصلہ پر فتوئی ہونا بیان کیا ہے مگر دلائل (آیات واحادیث) پر اگر نظر کی جائے تو ہر کتابی کا ذبیحہ کھانا اور ہر کتابی عورت سے نکاح کرنا جائز قرار پائے گا۔ (انتہی کلام شیخ الاسلام)

ابن ہمام نے شیخ الاسلام کی موافقت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر نصرانی کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ تثلیث کا قائل ہو یا نہ ہو۔ آیت میں جو ہر کتابی کے ذبیحہ کو بے قید حلال قرار دیا ہے ابن ہمام کا قول اس کے موافق ہے۔

میں کہتا ہوں یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ آیت میں اہل کتاب سے مراد وہ کتابی ہیں جو مشرک نہ ہوں موحد ہوں کیونکہ مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت تو اللہ نے خود کردی ہے فرمایا ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمنّ اور یہ بات کہنا کہ صرف مشرک کتابیہ سے نکاح کی حرمت (والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب سے) منسوخ کردی گئی بعید از دانش ہے۔ بت پرست کے شرک اور کتابی کے شرک میں کوئی فرق نہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہودیوں کے متعلق جو اللہ نے قالت الیہود عزیر ابن اللہ اور عیسائیوں کے متعلق قالت النصاری المسیح ابن اللہ فرمایا ہے وہ صرف اہل کتاب کے دو فرقے تھے (یعنی یہودیوں کا ایک مختصر فرقہ عزیر کو ابن اللہ اور عیسائیوں کا ایک قلیل گروہ مسیح کو ابن اللہ کہتا تھا) جن کا اب کہیں وجود نہیں ہے۔ ابن ہمام نے لکھا ہے ہمارے ملک کے یہودی توحید کے قائل ہیں اور اللہ کو عزیر (علیہ السلام) کا باپ ہونے سے پاک کہتے ہیں ہاں نصاریٰ میں سے ہم نے کوئی شخص ایسا نہیں پایا جو مسیح کے ابن اللہ ہونے کا قائل نہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو بنی تغلب کے عیسائیوں کا ذبیحہ کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی تھی اس سے ہمارے مذکورہ بالا قول کی تائید ہوتی ہے (کہ عیسائی مسیح کی ابنیت کے قائل ہیں)

اذا اتیتموھن اجورھن جبکہ تم ان کے مہر ادا کردو۔

حلت نکاح کو ادائے مہر سے مشروط کرنے سے غرض دو باتوں کا اظہار ہے مہر کے وجوب کی تاکید اور ادائے مہر کے افضل و اولیٰ قرار دینے کے بعد ادائیگی کی ترغیب۔ بعض علماء نے کہا ادائے مہر سے مراد ہے مہر کا اقرار اور التزام کر لینا اور اقرار مہر نکاح سے ہوتا ہے گویا یوں فرمایا کہ جب تم تحلیل فروج کے ارادہ سے نکاح کرو۔

محصنین اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ۔

غیر مسافحین نہ تو علانیہ بدکاری کرو یعنی زنا کے ذریعہ سے پانی کو بہاتے اور ضائع کرتے نہ پھرو کہ کوئی مزنیہ ہو تم اس سے زنا کرو۔

ولا متخذی اخدان نہ خفیہ آشنائی یعنی مقررہ داشتہ عورتوں سے زنا کرنے والے نہ ہوں۔

خدن کا اطلاق مرد و عورت دونوں پر ہوتا ہے۔

ومن یکفر بالایمان اور جو ایمان یعنی قوانین اسلام کا انکار کرے گا۔

فقد حبط عملہ اس کے اعمال (یعنی نیک اعمال) اکارت جائیں گے کیونکہ قبول اعمال کے لئے ایمان کی شرط ہے۔

وھو فی الاخرۃ من الخسرین اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کے ثواب میں گھاٹا ہوگا۔ (تفسیر مظہری، مطبوعہ لاہور)

اہل کتاب کی تعریف اور ان کے ذبیحہ کی تحقیق:

جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ غلہ پھل اور میوہ جات وغیرہ مراد نہیں ہیں' کیونکہ ذبیحہ وہ ہے جس کے طعام ہونے میں انسان کا دخل ہے۔ باقی کھانے پینے کی چیزیں تمام لوگوں کے لیے مباح ہیں' اس لیے ان کی اہل کتاب کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ عنقریب ہم بعض آثار نقل کریں گے جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ یہاں طعام سے مراد ذبائح ہیں۔

اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں' جن کے انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کو نازل فرمایا۔ کیونکہ زمانہ نزول قرآن میں یہودی حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے تھے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اہل کتاب فرمایا:

(آیت) ''وقالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصری المسیح ابن اللہ''۔ (التوبہ: ۳۰)

اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

ابن شہاب سے نصاریٰ عرب کے ذبیحہ کے متعلق سوال کیا گیا' تو انہوں نے کہا' ان کا ذبیحہ کھایا جائے گا' کیونکہ وہ دین میں اہل کتاب ہیں اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں۔ (جامع البیان' ج ۶ ص ۱۳۶' مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کے متعلق فرمایا: ''وہ حلال نہیں ہے''۔

عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کو نہ کھاؤ' کیونکہ وہ شراب پینے کے سوا نصرانیت کی اور کسی چیز پر عمل نہیں کرتے۔ (جامع البیان ج۶ ص۱۲۷ 'مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۰ھ)

لیکن اکثر فقہاء تابعین مثلاً حسن بصری' عکرمہ' قتادہ' سعید بن المسیب' شعبی اور ابن شہاب وغیرہ بنو تغلب کے ذبیحہ کو کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (جامع البیان ج۶ ص۱۲۶ 'طبع بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ زیلعی نے کہا ہے کہ جو شخص آسمانی دین کا معتقد ہو اور اس کے پاس کتاب ہو جیسے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے صحائف یا حضرت شیث کے یا حضرت داؤد کی زبور ہو وہ اہل کتاب میں سے ہے اور ان کے ذبیحہ کو کھانا جائز ہے۔

مستصفی میں مذکور ہے کہ ان کے ذبیحہ کے حلال ہونے میں یہ قید ہے کہ وہ مسیح کی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھتے ہوں اور اسی کے موافق شیخ الاسلام کی مبسوط میں مذکور ہے کہ اگر وہ مسیح کی الوہیت یا عزیر کی الوہیت کا عقیدہ رکھیں تو واجب ہے کہ ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لیکن دلیل کے اعتبار سے ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ البحر الرائق میں مذکور ہے کہ مذہب یہ ہے کہ ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا مطلقاً جائز ہے۔ کیونکہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ نصرانی کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے' خواہ وہ تین میں کے تیسرے کا قول کریں یا نہیں' کیونکہ مجید نے ان کے طعام کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی مطلقاً اجازت دی ہے۔ علامہ ابن ہمام نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے اور یہ دلیل کا تقاضا ہے۔ کیونکہ اہل کتاب پر مشرکین کا اطلاق نہیں کیا جاتا' اور مشرک اس کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور کسی نبی کی اتباع کا مدعی نہ ہو۔ (ردالمحتار ج۲ ص۲۸۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ بلا ضرورت ان کا ذبیحہ کھائے نہ ان کی عورتوں سے نکاح کرے۔

(ردالمحتار ج۵ ص۱۸۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

اگر کوئی شخص کسی عیسائی سے ذبح کے وقت یہ سنے کہ وہ مسیح کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے' تو اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے' اور اگر وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے اور اس سے ارادہ مسیح کا کرے تو فقہاء نے کہا ہے کہ اس کا ذبیحہ کھا لیا جائے گا۔ ہاں اگر وہ صراحتاً کہے اللہ کے نام سے جو تین میں کا تیسرا ہے' تو پھر اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ) اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب عیسائی ذبح کر کے لے آئے تو اس کا ذبیحہ کھا لیا جائے گا۔ (عنایہ) جیسا کہ اس نے صرف اللہ کا نام لیکر سامنے ذبح کیا ہو۔

(ردالمحتار ج۵ ص۱۸۸ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

غیر اہل کتاب کا ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ بت پرست ہو' مجوسی ہو' مرتد ہو' جنی ہو یا جبری ہو۔ اگر یہودی یا عیسائی' مجوسی ہو جائے تو اس کا ذبیحہ جائز نہیں ہوگا اور اگر مجوسی یہودی یا عیسائی ہو تو اس کا ذبیحہ جائز ہو جائے گا۔

(ردالمحتار ج۵ ص۱۸۹ 'مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

اہل کتاب مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح ناجائز ہونے کی وجہ:

اللہ تعالیٰ نے ذبیحہ کے بیان میں جانبین سے حکم فرمایا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور نکاح کے متعلق فرمایا اور اہل کتاب کی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں' یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اور تمہاری عورتیں ان کے لیے حلال ہیں۔ سو نکاح میں صرف ایک جانب سے حلت ہے اور وجہ فرق ظاہر ہے' کیونکہ مسلمانوں اور اہل کتاب میں دونوں طرف سے طعام کا حلال ہونا کسی شرعی خرابی کو مستلزم نہیں ہے اور اگر نکاح میں بھی دونوں جانب سے جواز ہوتا اور مسلمان عورتوں کا اہل کتاب سے نکاح جائز ہوتا اور شوہر بیوی پر حاکم ہوتا تو مسلمان عورت پر کافر مرد کا غلبہ ہوتا اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت)۔ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ (النساء:۱۴۱)

اور اللہ کافروں کے لیے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کا کوئی راستہ ہرگز نہیں بنائے گا۔

دیگر کفار کے برعکس اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی وجہ:

دیگر کفار کے برعکس صرف اہل کتاب کے ذبیحہ کو اسلام میں حلال کیا گیا ہے۔ اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اور اہل کتاب کے دین میں متعدد امور مشترک ہیں' یہ دونوں آسمانی مذہب ہیں۔ اللہ تعالیٰ' فرشتے' انبیاء علیہم السلام' آسمانی کتابیں' قیامت' مرنے کے بعد اٹھنا' جزا' سزا اور جنت و دوزخ کے دونوں قائل ہیں۔ اس کے علاوہ جانور کی حلت اور حرمت میں بھی ان میں کئی امور مشترک ہیں۔ اسلام میں مردار جانور' جس کا گلا گھونٹا گیا ہو' جس کو درندے نے پھاڑا ہو' جو بتوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو اور خون اور خنزیر حرام ہیں اور موجودہ چھپی ہوئی کتاب مقدس (بائبل) میں بھی ان کی حرمت بیان کی ہے۔ جو جانور خود بخود مر گیا ہو اور جس کو درندوں نے پھاڑا ہو' ان کی چربی اور کام میں لاؤ' پر اسے تم کسی حال میں نہ کھانا۔

(پرانا عہد نامہ' احبار باب:۷' آیت ۲۴' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور)

اور سور کو کیونکہ اس کے پاؤں الگ اور چرے ہوئے ہیں' پر وہ جگالی نہیں کرتا' وہ بھی تمہارے لیے ناپاک ہے' تم ان کا گوشت نہ کھانا۔ (پرانا عہد نامہ' احبار باب:۱۱' آیت ۶۔۷' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور)

مگر غیر قوموں میں سے جو ایمان لائے' ان کی بابت ہم نے یہ فیصلہ کر کے لکھا تھا کہ وہ صرف بتوں کی قربانی کے گوشت سے اور لہو اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔

(نیا عہد نامہ' اعمال باب:۲۱' آیت ۲۵' مطبوعہ بائبل سوسائٹی' لاہور)

اہل کتاب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح حلال ہونے کی وجہ:

اس تخصیص کی بھی یہ وجہ ہے کہ اسلام اور اہل کتاب کے دین میں بنیادی امور مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ' فرشتوں' آسمانی کتابوں' انبیاء علیہم السلام' مرنے کے بعد اٹھنے' جزا و سزا کو اور جنت و دوزخ کو یہ سب مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ جن رشتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے' اہل کتاب کے نزدیک بھی ان سے نکاح حرام ہے۔ موجودہ چھپی ہوئی کتاب مقدس میں لکھا ہوا ہے۔

تو اپنی ماں کے بدن کو جو تیرے باپ کا بدن ہے' بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں ہے' تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا تو اپنے باپ کی بیوی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کا بدن ہے۔ تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے وہ تیرے باپ کی بیٹی ہو' چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو' خواہ اور کہیں' بے پردہ نہ کرنا۔ تو اپنی پوتی یا نواسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ ان کا بدن تو تیرا ہی بدن ہے۔ تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا' کیونکہ وہ تیرے باپ کی قریبی رشتہ دار ہے۔ تو اپنی خالہ کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا' کیونکہ وہ تیری ماں کی قریبی رشتہ دار ہے۔ تو اپنے باپ کے بھائی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا' یعنی اس کی بیوی کے پاس نہ جانا۔ وہ تیری چچی ہے۔ تو اپنی بہو کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا' کیونکہ وہ تیرے بیٹے کی بیوی ہے' سو تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا'۔ تو اپنی بھاوج کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا' اور نہ تو اس عورت کی پوتی یا نواسی سے بیاہ کر کے ان میں سے کسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا' کیونکہ وہ دونوں اس عورت کی قریبی رشتہ دار ہیں۔ یہ بڑی خباثت ہے۔ تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسرے کے جیتے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے۔ اور تو عورت کے پاس جب تک وہ حیض کے سبب ناپاک ہے اس کے بدن کو بے پردہ کرنے کے لیے نہ جانا۔ (پرانا عہد نامہ احبار باب: ۱۸ آیت ۱۹۔۷' مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

آزاد اور پاک دامن عورتوں کی تخصیص کی وجہ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے ایک کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں)

اس آیت کا معنی یہ ہے اے مسلمانو! تمہارے لیے آزاد مسلمان عورتیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی عورتیں خواہ ذمی ہوں یا حربی ہوں' حلال کر دی گئی ہیں۔ جب تم ان کے مہر ادا کر دو' مہر کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرنے کی بہ نسبت آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا اولیٰ اور راجح ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے درآنحالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو' نہ اعلانیہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ طریقہ سے آشنا بنانے والے اور جس نے ایمان (لانے) سے انکار کیا' تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔ (المائدہ:۵)

اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح حلال کیا گیا ہے جبکہ تم آزاد عورتوں سے نکاح کر کے اپنے آپ کو زنا سے بچاؤ نہ ظاہراً بدکاری کرو اور نہ خفیہ طریقہ سے بدکاری کرو۔ یعنی صحیح اور قانونی طریقہ سے خواہش نفس پوری کرو اور اعلانیہ اور خفیہ طریقہ سے بدکاری سے اجتناب کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وعید فرمائی کہ اگر کسی شخص نے ان احکام شرعیہ کی جائز سمجھ کر مخالفت کی' تو وہ کافر ہو جائے گا۔ دنیا میں اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور آخرت میں وہ عذاب کا مستحق ہوگا' اس آیت میں ایمان لانے کے بعد کفر کرنے سے یہی مراد ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ ارتداد سے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

(تفسیر تبیان القرآن، لاہور)

2818 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي

قَوْلِهِ: (وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ) (الانعام:121) يَقُوْلُوْنَ: مَا ذَبَحَ اللّٰهُ فَلَا تَاْكُلُوْا وَمَا ذَبَحْتُمْ اَنْتُمْ فَكُلُوْا. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: (وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ) (الانعام:121)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف الہام کرتے ہیں'' یعنی وہ یہ کہتے ہیں: جسے اللہ تعالیٰ نے ذبح کیا ہو تم اسے نہ کھاؤ اور جسے تم نے خود ذبح کیا ہو، اسے تم کھالو، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''اور تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا''

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا بیشک اس کو کھانا گناہ ہے بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

(الانعام:۱۲۱)

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کے متعلق مذاہب فقہاء

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کے متعلق فقہاء مذاہب کے مختلف آراء ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مسلمان نے جس جانور کو ذبح کیا ہو اس کا کھانا حلال ہے۔ خواہ اس نے عمداً بسم اللہ نہ پڑھی ہو یا نسیاناً''۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام احمد کے نزدیک اگر بھولے سے بسم اللہ نہیں پڑھی تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر عمداً بسم اللہ کو ترک کر دیا ہے تو اس میں ان کے دو قول ہیں۔ (زاد المسیر ج ۳ ص ۱۱۰ طبع بیروت ۱۴۰۷ھ)

امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر عمداً بسم اللہ کو ترک کر دیا تو وہ ذبیحہ حرام ہے اور نسیاناً بسم اللہ کو ترک کر دیا تو پھر وہ ذبیحہ حلال ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اس پر دلیل قائم کرتے ہیں کہ عمداً بسم اللہ ترک کرنے سے ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس آیت کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو وہ حرام ہے۔ خواہ عمداً نام نہ لیا ہو یا نسیاناً۔ لیکن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نسیاناً بسم اللہ کو ترک کرنا موجب حرمت نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے کہا یہاں نسیان مراد نہیں ہے اب اگر بسم اللہ کو عمداً ترک کرنا بھی جائز ہو تو اس آیت پر بالکل عمل نہیں ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(آیت) "واذکروا اسم اللہ علیہ"۔ (المائدہ:۴)

ترجمہ: شکار پر (سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لو۔

اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے' اس لیے شکار پر شکاری جانور چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور سنت سے بھی اس پر دلیل ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکاری کتے کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور اس پر بسم اللہ پڑھو تو اس کو کھالو بشرطیکہ اس نے تمہارے لیے شکار کو (کھانے سے) روک رکھا ہو' اور جب تم اس کے سوا دوسرا کتا دیکھو جس نے ہلاک کیا ہو تو اس کو نہ کھاؤ' کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔ اس آیت اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذبیحہ پر بھی بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اس کو عمداً ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۷-۶ ملخصاً مطبوعہ لاہور)

اور اگر بھولے سے بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو ذبیحہ کے حلال ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں' ہمیں پتا نہیں کہ انہوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں! آپ نے فرمایا تم اس پر بسم اللہ پڑھ کر کھالو' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس وقت لوگ نئے نئے کفر سے نکلے تھے۔ (صحیح البخاری' ج ۶' رقم الحدیث: ۵۰۰۷' سنن النسائی' ج ۷' رقم الحدیث: ۴۴۴۸' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۱۷۴' مصنف عبدالرزاق' ج ۴' رقم الحدیث: ۸۷۹۵' کنز العمال' ج ۶' رقم الحدیث: ۱۵۵۹۸' سنن دارقطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کے لیے اللہ کا نام کافی ہے۔ اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا بھول گیا تو وہ کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھ کر کھالے۔ (اس حدیث کی سند حسن ہے)

(سنن دارقطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۷۶۲' سنن کبریٰ للبیہقی' ج ۹ ص ۲۴)

حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں' تاکہ وہ تم سے بحث کریں۔

اس وسوسہ کا بیان اس حدیث میں ہے۔ امام ابن ماجہ متوفی ۲۶۳ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ مشرکین یہ کہتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے' اس کو نہ کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو کھالو۔ (سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۳۱۷۳' سنن ابوداؤد' ج ۳' رقم الحدیث: ۲۸۱۸)

اور وہ بحث یہ کرتے تھے کہ یہ کیا بات ہے جس کو اللہ نے مارا ہے اس کو تم نہیں کھاتے اور جس کو تم نے قتل کیا ہے اس کو کھا لیتے ہو۔ اس کے بعد فرمایا اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حلال کیے ہوئے کو حرام کیا یا اس کے حرام کیے ہوئے کو حلال کیا' تو وہ مشرک ہو جائے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال اعتقاد کرے۔ تب وہ کافر اور مشرک ہوگا اور اگر وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کاموں کو اپنی نفسانی خواہش سے کرتا ہو' لیکن وہ ان کاموں کو حرام ہی جانتا ہو تو وہ فاسق اور مرتکب

معصیت کبیرہ ہوگا' کافر اور مشرک نہیں ہوگا۔

2819 ۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَتِ الْيَهُودُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: نَأْكُلُ مِمَّا قَتَلْنَا، وَلَا نَأْكُلُ مِمَّا قَتَلَ اللهُ، فَأَنْزَلَ اللهُ: (وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ) (الأنعام: 121) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہودی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: ہم اسے تو کھا سکتے ہیں، جسے ہم نے مار ڈالا ہو اور اسے نہیں کھا سکتے، جسے اللہ تعالیٰ نے مار دیا ہو،

(یہ بھلا کیا بات ہوئی؟) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اور تم اس میں سے نہ کھاؤ' جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا'' یہ آیت کے آخر تک ہے۔

حلال ذبیحوں سے متعلق احکام کا بیان

یسالونك ماذا احل لھم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے لئے کیا حلال کیا گیا ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابورافع رضی اللہ عنہ کو کتوں کو قتل کر دینے کا حکم دے کر بھیجا اور وہ (قتل کرتے کرتے) بالائی مدینہ تک پہنچ گئے تو عاصم رضی اللہ عنہ بن عدی اور سعد رضی اللہ عنہ بن خثیمہ اور عویمر رضی اللہ عنہ بن ساعدہ خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا حلال کیا گیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

محمد بن کعب قرظی کی روایت سے ابن جریر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کر دینے کا جب حکم دیا تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گروہ (یعنی کتوں) میں کیسے (کتنے پالنے) ہمارے لئے حلال کئے گئے ہیں۔ ابن جریر نے بحوالہ شعبی حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک شخص خدمت گرامی میں حاضر ہو کر کتوں سے شکار کرنے کا مسئلہ دریافت کرنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دیں اس پر آیت مندرجہ ذیل نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم طائی اور حضرت زید بن مہلہل طائی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ کتوں اور بازوں سے شکار کرتے ہیں اور خاندان ذریح کے کتے تو نیل گائے گورخر اور ہرنوں کو شکار کر لیتے ہیں اور اللہ نے مردار کو حرام کر دیا ہے اب ہمارے لئے کس قسم کا شکار حلال ہے اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کتوں سے ہم کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور ان کا کیا ہوا شکار کون سا کھا سکتے ہیں۔

قل احل لکم الطیبت آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے لئے پاکیزہ (حلال) چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔

یہ جملہ جواب سے زائد ہے ایک خاص مصلحت کے تحت جس کا ذکر ہم عنقریب کریں گے اس کا اضافہ کیا گیا ہے اصل جواب آئندہ آیت ہے۔

وما علمتم من الجوارح اور ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار حلال کر دیا گیا ہے۔ جن کو تم نے (شکار کرنا) سکھا دیا

ہو۔ الجوارح سے مراد ہیں شکاری جانور خواہ چوپائے ہوں یا پرندے جیسے کتا' چیتا' باز' شکرہ' شاہین وغیرہ۔

جرح کا معنی ہے کمانا فلانٌ جَارِحَةُ اهله فلاں شخص نے اپنے گھر والوں کے لئے کمائی کرنے والا ہے ہاتھ پاؤں چونکہ کمائی کرتے ہیں اسی لئے ان کو جوارح کہا جاتا ہے شکاری جانور بھی اپنے مالکوں کے لئے شکار کرتے ہیں اور ان کیلئے ان کی غذا کماتے ہیں اس لئے ان کو جوارح کہتے ہیں۔

یا جرح کا معنی ہے زخمی کرنا شکاری جانور شکار کو زخمی کرتے ہیں اس لئے ان کو جوارح کہا جاتا ہے۔ اسی مؤخر الذکر توجیہ کی بنا پر امام ابوحنیفہ اور امام احمد اور اکثر علماء کا قول ہے کہ شکار کا زخمی ہونا ضروری ہے اگر کتے نے شکار کو بغیر زخمی کئے قتل کر دیا مثلاً ٹکر مار کر یا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تو اس کو کھانا درست نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول میں شکار کا زخمی ہونا ضروری نہیں ہے اس لئے وہ شکار جو بغیر زخمی ہوئے مر گیا ہو حلال ہے صاحب ہدایہ نے لکھا ہے دونوں توجیوں میں کوئی منافات نہیں خواہ جرح کا معنی کسب لیا جائے یا زخمی کرنا بہر حال زخمی کرنا بنظر احتیاط ضروری ہے۔ کفایہ میں ہے کہ فخر الاسلام بزدوی نے بیان کیا کہ اگر نہی کے اندر معانی کا اختلاف ہو اور اجتماعی صورت مراد لینی ممکن نہ ہو تو کسی ایک معنی کو مراد لینے کے لئے ترجیح دینے والی علت کی ضرورت ہے اور اگر معانی میں تضاد نہ ہو تو سب مراد لئے جائیں گے۔

اگر شبہ کیا جائے؟

کہ یہ تو عموم مشترک کی صورت ہوگئی (کہ بغیر تعیین کے سب معنی مراد ہو سکتے ہیں) حالانکہ امام اعظم عموم مشترک کے قائل نہیں۔

جواب میں کہا جائے گا کہ عموم مشترک کا معنی تو یہ ہے کہ لفظ مشترک سے متکلم کی مراد دونوں معنی ہوں اور سننے والا بھی یہی سمجھے کہ دونوں معنی کو یہ حکم شامل ہے۔ عموم کا مفہوم یہی ہوتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ ہمارا مطلب اس جگہ یہ ہے کہ جوارح سے اللہ کی مراد تو یقیناً تعیین کے ساتھ ایک ہی ہے مگر ہمارے پاس کوئی یقینی دلیل نہیں کہ ہم اللہ کی مراد کی تعیین کر سکیں اور دونوں معنی میں منافات ہے نہیں اس لئے ہم بنظر احتیاط کہتے ہیں کہ نہی کا ورود دونوں معنی پر ہے' اور دونوں ہی مراد ہیں۔ حنفیہ کے مسلک (یعنی شکار کا زخمی ہونا ضروری ہے اس قول) کی دلیل یہ ہے کہ شکار کے حلال ہونے کے لئے (اصل میں) ذبح یا نحر کرنا ضروری ہے لیکن جہاں اضطرار اور مجبور ہو (کہ ذبح یا نحر نہ کر سکے) وہاں ذبح کا قائم مقام کسی جارحہ سے جرح کرنے (زخم پہنچانے) کو قرار دے دیا جائے گا خواہ بدن کے کسی حصہ میں ہو۔

اگر شکاری جانور نے شکار کے کسی عضو کو توڑ دیا جس سے وہ مر گیا تو امام اعظم کا قول ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کو کھانا حلال ہے کیونکہ اندرونی جراحت بیرونی زخم کی طرح ہے لیکن صحیح روایت میں یہ قول آیا ہے اور یہی بھی ہے کہ شکار مردار ہو جائے گا کیونکہ شکار کا اس طرح زخمی ہو جانا ضروری ہے جس سے خون بہہ جائے اور چونکہ اندرونی طور پر کسی عضو کا شکستہ ہونا خون کے بہنے کا سبب نہیں اسلئے شکست عضو سے مار ڈالنا' ایسا ہوا جیسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو چیز خون بہا دے اور اللہ کا نام اس پر لے لیا گیا ہو تو کھالے۔

اسی طرح بالاجماع تیر سے شکار کرنے میں بھی زخمی کرنا شرط ہے حضرت عدی بن حاتم کا قول ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم چپٹے تیر سے شکار کرتے ہیں فرمایا تیر گھس جائے اور کاٹ پیدا کردے تو کھالو اور تیر کا چپٹا حصہ اگر شکار (کے لگے اور اس سے شکار مر جائے تو مت کھاؤ یہ کوٹے ہوئے کی طرح ہوگا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

مسئلہ: ہر شکاری جانور سے شکار کرنا جائز ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے شیر اور بھیڑیئے کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے کیونکہ یہ دونوں شکاری کے لئے شکار نہیں کرتے ہیں بعض نے ان دونوں کے ساتھ چیل کو ملا دیا ہے۔ خنزیر بالاجماع مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ نجس العین ہے کسی طور پر اس سے انتفاع درست نہیں۔ میں کہتا ہوں کوئی وجہ نہیں کہ شیر اور بھیڑیئے اور چیل کو جوارح سے مستثنیٰ قرار دیا جائے) شکاری کے لئے شکار نہ کرنے کو استثناء کی علت نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ اگر ایسا ہے تو یہ دونوں درندے ما علمتم کے لفظ سے خارج ہو جائیں گے (جوارح میں داخل رہیں گے) امام احمد نے فرمایا خالص سیاہ کتے کا شکار حلال نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کتے بھی من جملہ دیگر (حیوانی) امتوں کے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان کو (عام طور پر) قتل کر دینے کا حکم دے دیتا۔ اب تم خالص سیاہ کتے کو قتل کر دیا کرو۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی والدارمی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مار ڈالنے کا ہم کو حکم دیا پھر کچھ مدت کے بعد ممانعت فرمادی اور فرمایا دو نقطوں والے خالص سیاہ کتے کو قتل کر دیا کرو کہ وہ یقیناً شیطان ہے۔ جمہور کے نزدیک عموم آیت کی وجہ سے ہر کتے کا شکار حلال ہے۔

مکلبین ٹریننگ دیئے ہوئے۔ تعلیم کے اندر ٹریننگ داخل ہے مکرر ذکر تعلیم میں قوت پیدا کرنے اور ترغیب دینے کے لئے کیا گیا۔ مکلب کتوں کو ٹریننگ دینے والا۔ یہ لفظ کلب سے بنا ہے چونکہ کتوں کو ادب آموزی کثیر الوقوع بھی ہے اور زیادہ اثر انگیز بھی اس لئے کلب سے تکلیب بنا کر عام شکاری ٹریننگ کے لئے استعمال کر لیا گیا۔ یا یوں کہا جائے کہ کلب ہر درندہ کو کہتے ہیں (لہٰذا ہر درندہ کو شکار آموزی کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا گیا) قاموس میں ہے کلب ہر کٹکھنا درندہ۔ عتبہ بن ابی لہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا کی اور فرمایا اے اللہ اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو (یعنی کسی درندہ کو) اس پر مسلط کر دے چنانچہ شام کو جانے کے ارادہ سے جب وہ قافلہ کے ساتھ مکہ سے نکلا اور قافلہ کسی نمر) پر اترا تو عتبہ نے کہا مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈر لگا ہوا ہے لوگوں نے اپنا سارا سامان اس کے گرداگرد جمع کر دیا اور (سامان پر بیٹھ کر ہر طرف سے) عتبہ کی نگرانی کرنے لگے لیکن ایک شیر آیا اور عتبہ کو اچک کر نکال لے گیا۔ حاکم نے یہ روایت مستدرک میں ابو عقرب کے حوالہ سے نقل کی ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

تعلمونہن مما علمکم اللہ اس طریقہ سے ان کو تعلیم دے کر جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے یعنی ٹریننگ کا جو طریقہ تم کو اللہ نے سکھا دیا ہے تم اس طریقہ سے شکاری جانوروں کو تعلیم دو۔ یا مالک کے چھوڑنے سے شکار کے پیچھے جانا' مالک کے روکنے سے رک جانا' بلانے سے واپس آجانا' شکار کو پکڑ کر روکے رکھنا۔ خود اس میں سے کچھ نہ کھانا یہ تمام امور تم ان کو سکھا دو۔ شکاری جانور کے ٹرینڈ ہو جانے کا علم تین مرتبہ حکم کی تعمیل سے ہو جاتا ہے۔ اگر مالک کی تعلیم کے مطابق شکاری جانور تین بار ایسا کرلے تو ایسے جانور کو ٹرینڈ سمجھا جائے گا۔

تمام علوم عطا کرنے والا اللہ ہی ہے۔علوم تصوری وتصدیقی۔بدیہی ونظری سب وہی القاء کرتا ہے۔غور وفکر علم کا حقیقی سبب نہیں عادی سبب ہے غور وفکر اور مقدمات صغریٰ وکبریٰ کی ترتیب کے بعد بھی نتیجہ بغیر القاء خداوندی کے نہیں نکلتا۔ بلکہ ترتیب مقدمات کے بعد نتیجہ کا فیضان اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔اس لئے تعلیم کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔

(یعنی کتوں کو تعلیم دینے کا طریقہ اللہ نے قرآن میں یا رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں نہیں سکھایا علوم شرعیہ میں اس کا شمار نہیں مگر کوئی علم ہو بغیر عطاء الٰہی کے حاصل نہیں ہو سکتا' بدیہی علم ہو یا نظری' تجربہ ومشاہدہ سے حاصل ہو یا حدس وتمثیل سے یا استقراء اور برہان سے کوئی علم کسی طریقہ سے حاصل ہو اس کا حصول بغیر الہام والقاء وفیضان کے ناممکن ہے ذرائع علم تو تمام اسباب عادیہ ہیں حقیقی موجب علم عطائے خداوندی ہے)

فکلوا مما امسکن علیکم پس جس شکار کو وہ پکڑ کر تمہارے لئے روک لیں اس میں سے تم کھا سکتے ہو یعنی اس شکار میں سے تم کھا سکتے ہو جس میں سے شکاری جانور نے نہ کھایا ہو آیت کی یہ تفسیر حضرت عدی بن حاتم کی روایت کردہ حدیث سے ماخوذ ہے حضرت عدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اگر بسم اللہ کر کے تم کتے کو چھوڑ دو اور کتا جا کر شکار کو پکڑ لے اور تم شکار کو زندہ پالو تو ذبح کر لو اور اگر کتا اس کو قتل کر چکا ہو مگر خود اس میں سے کچھ نہ کھایا ہو تو تم اس کو کھا سکتے ہو اور اگر کتے نے کچھ کھا لیا ہو تو تم اس کو نہ کھاؤ وہ کتے نے اپنے لئے پکڑا ہے۔الحدیث۔متفق علیہ۔

دوسری روایت اس طرح ہے کہ جس کتے اور باز کو ٹرینڈ کر کے اللہ کا نام لے کر تم نے (شکار پر) چھوڑا ہو تو جو شکار وہ تمہارے لئے پکڑ لے اس کو تم کھا سکتے ہو (عدی نے کہا) میں نے عرض کیا خواہ وہ قتل کر چکا ہو فرمایا خواہ اس نے قتل کر دیا بشرطیکہ اس نے کھایا نہ ہو اگر اس میں سے کچھ کھا لیا ہو تو مت کھاؤ وہ شکار اس نے اپنے لئے پکڑا ہے۔یہ حدیث ابوداؤد اور بیہقی نے مجالد کی روایت سے بیان کی ہے اور مجالد نے شعبی کی روایت نقل کی ہے بیہقی نے لکھا ہے کہ صرف مجالد کے بیان میں باز کا ذکر ہے۔دوسرے حفاظ حدیث کی روایت اس کے خلاف ہے (یعنی باقی روایات میں صرف کتے کا ذکر ہے باز کا ذکر نہیں) یہی تفسیر جو حضرت عدی کی حدیث سے ماخوذ ہے۔۔امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی دلیل ہے کہ اگر شکاری جانور نے شکار میں سے کچھ کھا لیا ہو تو اس شکار کو کھانا حلال نہیں۔امام احمد کا قول بھی یہی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قولوں میں سے صحیح ترین قول یہی ہے۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عطا' طاؤس' شعبی' ثوری اور ابن مبارک کا مختار بھی یہی ہے اور حضرت ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ کتے کے ٹرینڈ ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ اس کو تین بار شکار پر چھوڑا جائے جب تین بار شکار کرنے کے بعد وہ خود نہ کھائے تو اس کو ٹرینڈ کتا کہا جائے گا۔اس کتے سے چوتھی مرتبہ شکار کر کے کھانا جائز ہے بعض روایات میں امام صاحب کا قول آیا ہے کہ تیسری مرتبہ کا شکار کیا ہوا بھی حلال ہے۔امام مالک کا قول ہے کہ اگر کتا شکار کا گوشت کھا بھی لے تب بھی وہ شکار حلال ہے ایک روایت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس قول کی نسبت کی گئی ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کے اقوال بھی یہی روایات میں آئے ہیں کیونکہ حضرت عمرو بن شعیب کے دادا کی روایت ہے کہ ایک شخص جس کا نام ابوثعلبہ رضی اللہ

عنہ: تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے پاس ٹرینڈ کتے ہیں میں ان سے شکار کرتا ہوں فرمایا اگر تیرے کتے ٹرینڈ ہیں تو جو شکار وہ تیرے لئے پکڑ رکھیں اس کو تو کھا سکتا ہے ابو ثعلبہ نے عرض کیا شکار ذبح کیا گیا ہو یا نہ ذبح کیا گیا ہو۔ فرمایا ذبح ہو یا نہ ہو۔ ابو ثعلبہ نے عرض کیا خواہ کتے نے اس میں سے کچھ کھالیا ہو فرمایا خواہ اس نے اس میں سے کچھ کھالیا ہو۔ رواہ ابوداؤد۔

میں کہتا ہوں بیہقی نے اس حدیث کو معلل قرار دیا ہے اور حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم والی حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث اور مجالد کی روایت کے بموجب اگر آیت کی تفسیر کی جائے تو خود نہ کھانے کی جو شرط درندہ شکاری جانوروں کے متعلق ہے وہی شکاری پرندوں کے سلسلہ میں ہوگی اور بعض فقہاء کا یہی مسلک ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شکاری پرندوں کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ انہوں نے شکار میں سے کچھ نہ کھایا ہو وجہ ظاہر ہے کہ شکاری پرندے ضرب برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (کہ ان کو مار کر شکار ان کے پنجوں سے چھڑا لیا جائے) اور درندے چوپائے ضرب کی برداشت رکھتے ہیں۔ عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ جب کتا کھالے تو تم نہ کھاؤ اور شکرا کھالے تو تم (بقیہ) کھا سکتے ہو کیونکہ کتا ضرب کو برداشت کرسکتا اور شکرا برداشت نہیں کرسکتا۔

اس تنقیح سے یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ یہ تو قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں قیاسی استدلال ہے جو نا قابل قبول ہے کیونکہ قرآن میں تو کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے شکاری جانور کے کچھ نہ کھانے کی شرط پر واضح دلالت ہو رہی ہو لفظ امساک (جو امسکن علیکم میں موجود ہے) ارسال کی ضد ہے (یعنی پکڑ لینا نہ چھوڑنا) اکل کی ضد نہیں ہے (یعنی امساک کا معنی نہ کھانا نہیں ہے) اور کتے کے شکار میں نہ کھانے کی شرط (ظاہر نص قرآنی کی وجہ سے نہیں بلکہ) صحیحین کی حدیث کی وجہ سے لگائی گئی ہے۔ رہا مجالد کی انفرادی روایت (جس میں باز کا لفظ بھی آیا ہے) وہ نا قابل قبول ہے حفاظ حدیث کی روایت کے بھی خلاف ہے اور قیاس کی بھی مخالف ہے۔

واذکروا اسم اللہ علیہ اور اس شکاری جانور پر اللہ کا نام لے لیا کرو یعنی شکاری جانور کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ لہٰذا کتے اور باز وغیرہ کو شکار پر چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھنی ضروری ہے اسی طرح تیر چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھنی لازم ہے ویسے ہی جیسے ذبح کے وقت پڑھنی ضروری ہے فرق یہ ہے کہ ذبح میں جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور تیر یا شکاری جانور کو چھوڑتے وقت کیونکہ شکار پر گرفت تیر پھینکنے یا شکاری جانور کو چھوڑنے کے وقت نہیں ہوتی لہٰذا ایسے فعل کے وقت اللہ کا نام لینا چاہئے جس پر قدرت ہو یہی وجہ ہے کہ اگر کسی بکری کو پچھاڑا اور بسم اللہ پڑھی اور اس بسم اللہ سے ذبح دوسری کردی تو ناجائز ہے اور اگر کسی شکار پر تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھی اور تیر دوسرے پرندہ کے لگ گیا جس سے وہ مرگیا تو حلال ہے اور اگر ایک بکری کو پچھاڑا اور بسم اللہ پڑھی پھر وہ چھری پھینک دی اور دوسری سے ذبح کردیا تو حلال ہے اور اگر تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھی مگر وہ تیر نہ چھوڑا بلکہ دوسرا چھوڑا تو شکار حلال نہیں۔ مذبوح کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنی اصل ہے لیکن اگر مجبوراً ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو پھر آلہ (شکاری جانور یا تیر) کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنی کافی ہے اسی لئے اگر شکار پر شکاری جانور کو یا تیر کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لی ہو مگر شکار زندہ ہاتھ لگ جائے تو دوبارہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنی اور بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا

واجب ہے ایسا نہ کیا تو وہ شکار حلال نہ ہوگا۔ یہ حکم اس وقت ہوگا جب زندہ کو ذبح کرنے کا امکان ہو اور ذبح نہ کرے لیکن زندہ جانور ہاتھ میں ایسی حالت میں آجائے کہ ذبح کئے ہوئے جانور سے کچھ زائد اس کے اندر جان ہو مگر ذبح نہ کر سکے اور وہ مرجائے تو ایک روایت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ حلال نہیں دوسری روایت میں حلت کا قول آیا ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اگر ذبح پر قدرت آلہ ذبح نہ ہونے کی وجہ سے نہ ہو سکے تو حلال نہیں اور ذبح کرنے کا وقت نہ ملے اور اس وجہ سے ذبح نہ کر سکے تو حلال ہے۔ یہ قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں۔

مسئلہ: جانور یا تیر چھوڑنے کے وقت قصداً بسم اللہ ترک کردی یا ذبح کرنے کے وقت قصداً بسم اللہ نہ کہی یا ٹرینڈ کتے کے ساتھ کوئی ان ٹرینڈ کتا یا مجوسی کتا یا کوئی ایسا کتا جس کو چھوڑنے کے وقت قصداً بسم اللہ ترک کردی گئی ہو شریک ہو گیا تو اس شکار کو کھانا حلال نہیں کیونکہ اس آیت میں شکار کے حلال ہونے کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ فوت ہوگئی اس کے علاوہ دوسری آیت میں آیا ہے ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ جس پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا گیا ہو اس کو نہ کھاؤ۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ایک اور کتا بھی شریک ہو جاتا ہے فرمایا اس کو مت کھاؤ۔ کیونکہ بسم اللہ تو تم نے اپنے کتے کو چھوڑتے وقت پڑھی ہے دوسرے کتے پر نہیں پڑھی۔ متفق علیہ۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اپنا کتا چھوڑتے وقت تم اللہ کا نام لے لیا کرو اب اگر وہ کتا تمہارے لئے پکڑ کر روک رکھے اور تم شکار کو زندہ پالو تو اس کو ذبح کرلو اور اگر مقتول پاؤ مگر کتے نے اس میں سے نہ کھایا ہو تو تم کھا سکتے ہو۔ (۱) [اور اگر کھالیا ہو تو نہ کھاؤ کیونکہ اس نے شکار اپنے لئے پکڑا ہے اور اگر تم اپنے کتے کے ساتھ کسی دوسرے کتے (یعنی غیر کتے کو) شریک پاؤ اور شکار قتل ہو چکا ہو تو اس کو نہ کھاؤ کیونکہ تم کو معلوم نہیں کہ کس کتے نے شکار کو قتل کیا ہے اور اگر بسم اللہ پڑھ کر تم تیر چھوڑو اور شکار ایک دن تک تمہاری نظر سے غائب ہو جائے پھر (مقتول ملے مگر اس میں تمہارے تیر کے نشان کے علاوہ کوئی دوسرا نشان نہ ہو (تو اس کو کھالو)] اور اگر اس کو پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ تو نہ کھاؤ۔ متفق علیہ۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے بسم اللہ کر کے اپنی کمان سے جو شکار کیا ہو اس کو کھاؤ اور جو بسم اللہ کر کے اپنے ٹرینڈ کتے کے ذریعہ سے شکار کیا ہو اس کو کھاؤ اور جو بن سدھائے کتے کے ذریعے سے شکار کیا ہو اور ذبح کو پہنچ گئے ہو (یعنی ذبح کرلیا ہو) تو اس کو بھی کھاؤ۔ متفق علیہ۔

مسئلہ: اگر بسم اللہ کہنا بھول گیا تو امام احمد کے نزدیک حلال نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ کتب مالکیہ میں یہی مذکور ہے۔ امام احمد کا ایک قول بھی اسی طرح آیا ہے۔ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ اگر ذبح پر بسم اللہ کہنا بھول گیا تو ذبیحہ حلال ہے اور شکار پر شکاری جانور اور تیر چھوڑتے وقت بسم اللہ کہنا بھول گیا تو شکار حرام ہے امام احمد کا تیسرا قول یہ ہے کہ تیر پھینکتے وقت اگر بسم اللہ کہنا بھول گیا تو شکار حلال ہے اور کتے یا چیتے کو چھوڑتے وقت بسم اللہ کہنا بھول گیا تو شکار حرام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بہر صورت حلال ہے (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ: کا قول بھی ایک

روایت میں بھی آیا ہے۔ ابوالقاسم مالکی کا بھی یہی مختار ہے) خواہ بسم اللہ قصداً ترک کی ہو یا بھول گیا ہو۔ ذبیحہ پر ترک ہو یا کتے اور تیر سے شکار کرنے پر مگر کتا ٹرینڈ ہونا چاہئے اور ٹریننگ دینے والا مسلمان ہو یا کتابی۔ لیکن اگر ان ٹرینڈ کتا یا مجوسی کا کتا شریک ہو گیا تو شکار حرام ہے۔ مطلقاً متروک التسمیہ کے حلال ہونے پر دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے کہ کچھ لوگوں نے خدمت گرامی میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بعض لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ (ذبح کے وقت) اس پر بسم اللہ کہی گئی ہے یا نہیں فرمایا تم بسم اللہ پڑھ لیا کرو اور کھا لیا کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لوگوں کے کفر کا زمانہ گزرے اس وقت تک زیادہ مدت نہیں ہوئی تھی۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے بعض آدمی ذبح کرتے ہیں اور بسم اللہ کہنی بھول جاتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام ہر مسلمان کے منہ میں ہے۔ رواہ الدارقطنی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان اگر ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تو پھر بسم اللہ کہے اور اللہ کا نام لے کر کھالے۔ رواہ الدارقطنی۔ صلت کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔ بسم اللہ کہی ہو یا نہ کہی ہو۔ رواہ ابوداؤد فی المراسیل۔ بیہقی نے اس حدیث کو موصولاً حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے مگر اس کی اسناد میں ضعف ہے۔ بیہقی نے لکھا ہے صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

ان روایات کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث تو ترک بسم اللہ پر دلالت ہی نہیں کرتی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ بسم اللہ پڑھتے ہی ہوں گے۔ دوسری حدیث کی سند میں مروان بن سالم ہے جس کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور نسائی و دارقطنی نے اس کو متروک کہا ہے۔ تیسری حدیث کی روایت میں ایک شخص معقل مجہول ہے۔ چوتھی روایت مرسل ہے۔ پھر دوسری اور تیسری حدیث اس ذبیحہ کے متعلق ہے جس پر بسم اللہ کہنی بھول کر رہ گئی ہے اس سے شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید نہیں ہو سکتی اور چوتھی حدیث کو ہم حالت نسیان پر محمول کرتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ قصداً متروک التسمیہ کو حلال قرار دینا خلاف اجماع ہے۔ امام شافعی سے پہلے کوئی بھی اس کی حلت کا قائل نہ تھا البتہ بھول کر بسم اللہ پڑھنی رہ گئی ہو تو اس کے متعلق سلف میں اختلاف تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو حرام کہتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و حضرت علی رضی اللہ عنہ حلال۔ اسی لئے امام ابو یوسف نے کہا کہ قصداً اگر بسم اللہ نہ پڑھی ہو تو اس میں اجتہاد کی گنجائش ہی نہیں ہے (یہ تو اجماعاً حرام ہے) اور اگر قاضی ایسے ذبیحہ کی بیع کے جواز کا حکم دے دے تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوگا کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔

مسئلہ: جو شکار پالتو ہو گیا ہو تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے اور جو اونٹ گائے جنگلی ہو گیا ہو تو صرف زخمی کر دینا ہی اس کا تزکیہ ہے اور اگر بکری آوارہ ہو کر جنگل کو چلی گئی ہو تو اس کا تزکیہ بھی فقط زخمی کر دینا ہے لیکن اگر آوارہ ہو کر شہر ہی کے اندر ہو تو چونکہ اس کو پکڑنا ممکن ہے اس لئے اس کو ذبح کرنا لازم ہے اصل ضابطہ یہ ہے کہ جب ذبح کرنا قابو سے باہر ہو تو اس شے کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جس کو ذبح کے قائم مقام مانا گیا ہے اور جب پالتو جانور صحرائی بن جائیں تو اختیاری تزکیہ ممکن نہیں رہتا اس کے برخلاف جو صحرائی جانور پالتو بنا لیا جائے وہاں اختیاری تزکیہ پر قابو ہو جاتا ہے۔

یہی حالت جمہور کے نزدیک اس وقت ہوگی جب کوئی چوپایہ کنوئیں میں گر پڑے اور اس کو ذبح کرنا ناممکن ہو جائے تو تزکیہ غیر اختیاری یعنی صرف زخمی کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پالتو جانوروں کا باقاعدہ ذبح کرنا یعنی حلق اور لبہ کا کاٹنا ضروری ہے کیونکہ بھاگ کر ان کا صحرائی بن جانا بہت نادر ہے جو نا قابل اعتبار ہے۔

ہماری دلیل حضرت رافع رضی اللہ عنہ بن خدیج کی روایت کردہ حدیث ہے۔ حضرت رافع کا بیان ہے کہ مال غنیمت سے کچھ اونٹ ہم کو ملے ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا لیکن ایک آدمی نے اس کے تیر مارا جس کی وجہ سے اللہ نے اس کو روک دیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اونٹوں میں کچھ وحشی جنگلی بھی ہوتے ہیں جیسے دوسرے وحشی جانور لہٰذا اگر ان میں سے کوئی بے قابو ہو جائے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا کرو۔ متفق علیہ۔

ابوالعشراء کی روایت ہے کہ میرے باپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا حلق اور لبہ کے سوا ذبح کرنے کی اور کوئی صورت نہیں؟ فرمایا: اگر اس کی ران میں تم نیزہ مار دو تب بھی کافی ہے۔ (رواہ احمد واصحاب السنن الاربعۃ والدارمی)

ابوداؤد نے بیان کیا ہے کہ اوپر سے نیچے گرنے والے جانور کا تزکیہ بھی اسی طرح ہے ترمذی نے لکھا ہے ایسا ضرورت کے وقت ہوگا۔ حافظ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مسند ابوالعشراء میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے اگر تم اس کی ران یا پہلو میں نیزہ مار دو اور اللہ کا نام لے لو تو تمہارے لئے کافی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے ایک اونٹ کنوئیں میں گر گیا تو اس کے پہلو کو نیزہ سے زخمی کر دیا گیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ دریافت کیا گیا آپ نے کھانے کا حکم دے دیا۔

مسئلہ: شکار کے تیر مارنے سے اگر اس کا کوئی عضو کٹ کر جدا ہو جائے تو شکار حلال ہے اور وہ کٹا ہوا عضو نہیں کھایا جائے گا۔ امام شافعی کے نزدیک دونوں کو کھانا حلال ہے خواہ شکار تیر مارنے سے مر گیا ہو کیونکہ غیر اختیاری تزکیہ سے عضو جدا ہوا ہے لہٰذا جس بدن سے جدا ہوا اور جو عضو جدا ہوا دونوں کا کھانا حلال ہے۔ ہمارے مسلک کا ثبوت حدیث سے ملتا ہے حضور کا فرمان عام ہے کہ زندہ سے جو حصہ جدا کر لیا گیا ہو وہ حصہ مردار ہے۔

واتقوا اللہ اور (ممنوعات کا ارتکاب کرنے) میں اللہ سے ڈرو۔

ان اللہ سریع الحساب یقیناً اللہ (عزوجل) جلد حساب لینے والا ہے۔ تمہارے ہر چھوٹے بڑے گناہ کی پکڑ کرے گا۔

ترک تسمیہ میں سہو کی صورت حلت وحرمت پر اختلاف ائمہ اربعہ

مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اس نے اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ لیتا تو اللہ کا نام ہی لیتا۔ اس کی مضبوطی دارقطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ ذکر کرے تو کھا لیا کرو کیونکہ مسلمان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے،

اسی مذہب کی دلیل میں وہ حدیث بھی پیش ہو سکتی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نو مسلموں کے ذبیحہ کے کھانے کی جس میں دونوں احتمال تھے آپ نے اجازت دی تو اگر بسم اللہ کا کہنا شرط اور لازم ہوتا تو حضور تحقیق کرنے کا حکم دیتے، تیسرا قول یہ ہے کہ اگر بسم اللہ کہنا بوقت ذبح بھول گیا ہے تو ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ نہ کہی جائے وہ حرام ہے اسی لئے امام ابو یوسف اور مشائخ نے کہا ہے کہ

اگر کوئی حاکم اسے بیچنے کا حکم بھی دے تو وہ حکم جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔

امام ابوجعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ حرام کہا ہے انہوں نے اور دلائل سے اس حدیث کی بھی مخالفت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلم کو اس کا نام ہی کافی ہے اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کرنا بھول گیا تو اللہ کا نام لے اور کھالے۔

یہ حدیث بیہقی میں ہے لیکن اس کا مرفوع روایت کرنا خطا ہے اور یہ خطا معقل بن عبیداللہ خرزی کی ہے، ہیں تو یہ صحیح مسلم کے راویوں میں سے مگر سعید بن منصور اور عبداللہ بن زبیر حمیری اسے عبداللہ بن عباس سے موقوف روایت کرتے ہیں۔ بقول امام بیہقی یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبی اور محمد بن سیرین اس جانور کا کھانا مکروہ جانتے تھے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو گو بھول سے ہی رہ گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سلف کراہیت کا اطلاق حرمت پر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ہاں یہ یاد رہے کہ امام ابن جریر کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ان دو ایک قولوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے جو جمہور کے مخالف ہوں اور اسے اجماع شمار کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میرے پاس بہت سے پرند ذبح شدہ آئے ہیں ان سے بعض کے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہے اور بعض پر بھول سے رہ گئی ہے اور سب غلط ملط ہو گئے ہیں آپ نے فتویٰ دیا کہ سب کھالو، پھر محمد بن سیرین سے یہی سوال ہوا تو آپ نے فرمایا جن پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا انہیں نہ کھاؤ۔

اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطاء کو بھول کو اور جس کام پر زبردستی کی جائے اس کو معاف فرما دیا ہے لیکن اس میں ضعف ہے ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ بتایئے تو ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا نام ہر مسلمان کی زبان پر ہے (یعنی وہ حلال ہے) لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے،

مروان بن سالم ابوعبداللہ شامی اس حدیث کا راوی ہے اور ان پر بہت سے ائمہ نے جرح کی ہے، واللہ اعلم، میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں تمام مذاہب اور ان کے دلائل وغیرہ تفصیل سے لکھے ہیں اور پوری بحث کی ہے، بظاہر دلیلوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے لیکن اگر کسی مسلمان کی زبان سے جلدی میں یا بھولے سے یا کسی اور وجہ سے نہ نکلے اور ذبح ہو گیا تو وہ حرام نہیں ہوتا۔

عام اہل علم تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا کوئی حصہ منسوخ نہیں لیکن بعض حضرات کہتے ہیں اس میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا استثناء کر لیا گیا ہے اور ان کا ذبح کیا ہوا حلال جانور کھالینا ہمارے ہاں حلال ہے تو گو وہ اپنی اصطلاح میں اسے نسخ سے تعبیر کریں لیکن دراصل یہ ایک مخصوص صورت ہے پھر فرمایا کہ شیطان اپنے ولیوں کی طرف وحی کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر سے جب کہا گیا کہ مختار گمان کرتا ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا وہ ٹھیک کہتا ہے۔ شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں اور روایت میں ہے کہ اس وقت مختار حج کو آیا ہوا تھا۔ ابن عباس کے اس جواب سے کہ وہ سچا ہے اس شخص کو سخت تعجب ہوا اس وقت آپ نے تفصیل بیان فرمائی کہ ایک تو اللہ کی وحی جو آنحضرت کی طرف آئی اور ایک شیطانی وحی

ہے جو شیطان کے دوستوں کی طرف آتی ہے۔ شیطانی وساوس کو لے کر لشکر شیطان اللہ والوں سے جھگڑتے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ کیا اندھیر ہے؟ کہ ہم اپنے ہاتھ سے مارا ہوا جانور تو کھالیں اور جسے اللہ مار دے یعنی اپنی موت آپ مر جائے اسے نہ کھائیں؟ اس پر یہ آیت اتری اور بیان فرمایا کہ وجہ حلت اللہ کے نام کا ذکر ہے لیکن ہے یہ قصہ غور طلب اولاً اس وجہ سے کہ یہودی از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں جانتے تھے دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہودی تو مدینے میں تھے اور یہ پوری سورت مکہ میں اتری ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ حدیث ترمذی میں مروی تو ہے لیکن مرسل طبرانی میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہوا سے کھالو اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہوا سے نہ کھاؤ تو اہل فارس نے قریشیوں سے کہلوا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ جھگڑیں اور کہیں کہ جسے تم اپنی چھری سے ذبح کر دو وہ تو حلال اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے خود ذبح کرے وہ حرام؟ یعنی میتہ از خود مرا ہوا جانور۔ اس پر یہ آیت اتری، پس شیاطین سے مراد فارسی ہیں اور ان کے اولیاء قریش ہیں اور بھی اس طرح کی بہت سی روایتیں کئی ایک سندوں سے مروی ہیں لیکن کسی میں بھی یہود کا ذکر نہیں پس صحیح یہی ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور یہود مدینے میں تھے اور اس لئے بھی کہ یہودی خود مردار خوار نہ تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جسے تم نے ذبح کیا یہ تو وہ ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اور جو از خود مر گیا وہ وہ ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، انعام ۱۲۱)

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ

باب: بدوی لوگ، ایک دوسرے کے مقابلے میں، فخر کے طور پر جو جانور قربان کرتے ہیں، اسے کھانے (کا حکم؟)

2820 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي رَيْحَانَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُعَاقَرَةِ الْأَعْرَابِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اسْمُ أَبِي رَيْحَانَةَ، عَبْدُ اللهِ بْنُ مَطَرٍ، وَغُنْدَرٌ أَوْقَفَهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں کے معاقرہ (یعنی ایک دوسرے کے مقابلے میں اونٹ ذبح کرنا) سے منع کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) غندر نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر "موقوف" روایت کے طور پر نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوریحانہ کا نام عبداللہ بن مطر ہے۔

بَابٌ فِي الذَّبِيحَةِ بِالْمَرْوَةِ

باب: پتھر کے ذریعے ذبح کیا جانے والا جانور

2821 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ

أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرِنْ - أَوْ أَعْجِلْ - مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوا مَا لَمْ يَكُنْ سِنًّا أَوْ ظُفُرًا، وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، أَمَّا السِّنُّ: فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ. وَتَقَدَّمَ بِهِ سَرَعَانٌ مِنَ النَّاسِ فَتَعَجَّلُوا فَأَصَابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ النَّاسِ، فَنَصَبُوا قُدُورًا، فَمَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ، وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ، وَنَدَّ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا فَعَلَ مِنْهَا هَذَا فَافْعَلُوا بِهِ مِثْلَ هَذَا

⚘⚘ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی:

''یارسول اللہ! کل ہم نے دشمن کا سامنا کرنا ہے، ابھی ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں، تو کیا ہم پتھر یا عصا کی دھار سے ذبح کرلیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جلدی کرو (یہاں ایک لفظ میں راوی کو شک ہے) جس (ذبیحہ) کا خون بہہ جائے اور (ذبح کے وقت) اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو، اسے کھالو، بشرطیکہ اسے ''سن'' یا ''ظفر'' کے ذریعے ذبح نہ کیا گیا ہو۔

میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں، ''سن'' سے مراد ہڈی ہے، اور ''ظفر'' حبشہ کے مخصوص چھری ہے، کچھ جلد باز لوگ آگے بڑھے، تو انہیں غنیمت میں (بکریاں) پہلے مل گئیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے والے لوگوں میں موجود تھے، (پہلے والے لوگوں) نے ہنڈیائیں چڑھادیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزران ہنڈیاؤں کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم تحت انہیں الٹادیا گیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے درمیان مال غنیمت تقسیم کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے مساوی قرار دیا، لوگوں کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ سرکش ہوگیا، اس وقت ان کے پاس کوئی گھوڑا نہیں تھا، تو ایک شخص نے اس (اونٹ کو) تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس (اونٹ کو) روک دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ جانور بھی بعض اوقات وحشی (درندوں) کی طرح سرکش ہو جاتے ہیں، ان میں سے جو ایسا کرے، اس کے ساتھ اسی طرح کا طرز عمل اختیار کرو''

2822 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ بْنَ زِيَادٍ وَحَمَّادًا حَدَّثَاهُمْ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ أَوْ صَفْوَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَصَدْتُ أَرْنَبَيْنِ فَذَبَحْتُهُمَا بِمَرْوَةٍ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمَا فَأَمَرَنِي بِأَكْلِهِمَا

⚘⚘ حضرت محمد بن صفوان رضی اللہ عنہ (یا شاید صفوان بن محمد) بیان کرتے ہیں: میں نے دو خرگوش شکار کیے، میں نے پتھر

2822- اسنادہ صحیح. الشعبی: ھو عامر بن شراحیل، وعاصم: ھو ابن سلیمان الاحول، وحماد: ھو ابن زید، ومسدد: ھو ابن مسرھد. واخرجه ابن ماجه (3175)، والنسائی (4313) من طریق عاصم الاحول، وابن ماجه (3244)، والنسائی (4313) و (4399) من طریق داود بن ابی ھند، کلاھما عن الشعبی، به. وقد وقع اسم الصحابی عند ابن ماجه: محمد بن صیفی، والصحیح محمد بن صفوان کما قال البخاری فیما نقله عنه الترمذی فی "العلل الکبیر" (256)، والدارقطنی فی "العلل" ھـ/ ورقة ھـ. وھو فی "مسند احمد" (15870).

کے ذریعے انہیں ذبح کیا، میں نے نبی اکرم ﷺ سے ان کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے مجھے انہیں کھا لینے کا حکم دیا۔

2823 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ كَانَ يَرْعَى لِقْحَةً بِشِعْبٍ مِنْ شِعَابِ أُحُدٍ فَأَخَذَهَا الْمَوْتُ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا يَنْحَرُهَا بِهِ، فَأَخَذَ وَتِدًا فَوَجَأَ بِهِ فِي لَبَّتِهَا حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهَا، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا

عطاء بن یسار، بنو حارثہ سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ اُحد کی ایک گھاٹی میں، اونٹنی چرا رہے تھے، وہ مرنے لگی، تو انہیں ایسی کوئی چیز نہیں ملی، جس کے ذریعے وہ اسے نحر کرتے، انہوں نے ایک میخ لی اور اسے نحر کے مقام پر گھونپ دیا، یہاں تک کہ اس کا خون بہہ گیا، پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا، تو آپ ﷺ نے اسے کھا لینے کی ہدایت کی۔

2824 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُرِّيِّ بْنِ قَطَرِيٍّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ أَحَدُنَا أَصَابَ صَيْدًا وَلَيْسَ مَعَهُ سِكِّينٌ أَيَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ: أَمْرِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ، وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ کہ ہم میں سے کوئی ایک شکار کو پکڑ لیتا ہے، لیکن اس کے پاس چھری نہیں ہوتی، تو کیا وہ اسے پتھر سے یا لاٹھی کی دھار کے ذریعے ذبح کر دے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم اللہ کا نام لے کر، جس چیز کے ذریعے چاہو، خون بہا دو"۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ذَبِيحَةِ الْمُتَرَدِّيَةِ

باب: (بلندی سے) گرنے والے جانور کو ذبح کیا جانا

2825 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الْعُشَرَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَمَا تَكُونُ الذَّكَاةُ إِلَّا مِنَ اللَّبَّةِ أَوِ الْحَلْقِ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ طَعَنْتَ فِي فَخِذِهَا لَأَجْزَأَ عَنْكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا لَا يَصْلُحُ إِلَّا فِي الْمُتَرَدِّيَةِ وَالْمُتَوَحِّشِ

ابوعشراء اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا صرف نرخرے اور حلق میں ہی ذبح کیا جاسکتا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم اس کی ران میں (نیزہ یا تیر) مار دو، تو یہ تمہارے لیے کافی ہوگا"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ صرف ایسے جانور کے لیے ہے، جو بلندی سے نیچے گر گیا، یا وحشی (سرکش) ہو گیا ہو۔

بَابٌ فِي الْمُبَالَغَةِ فِي الذَّبْحِ

باب: ذبح کرنے میں مبالغہ کرنا

2826 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عِيسَى مَوْلَى ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ زَادَ ابْنُ عِيسَى وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرِيطَةِ الشَّيْطَانِ زَادَ ابْنُ عِيسَى فِي حَدِيثِهِ: وَهِيَ الَّتِي تُذْبَحُ فَيُقْطَعُ الْجِلْدُ وَلَا تُفْرَى الْأَوْدَاجُ ثُمَّ تُتْرَكُ حَتَّى تَمُوتَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے ذبیحہ سے منع کیا ہے"

ابن عیسیٰ نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ذبح کے وقت جانور کی کھال کاٹ دی جائے لیکن اس کی رگیں نہ کاٹی جائیں اور پھر اسے یونہی چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ذَكَاةِ الْجَنِينِ

باب: (جانور کے) پیٹ میں موجود بچے کو ذبح کرنے (کا حکم؟)

2827 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَنِينِ فَقَالَ: كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ. وَقَالَ مُسَدَّدٌ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَنْحَرُ النَّاقَةَ، وَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ فَنَجِدُ فِي بَطْنِهَا الْجَنِينَ أَنُلْقِيهِ أَمْ نَأْكُلُهُ؟ قَالَ: كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (جانور کے) پیٹ میں موجود بچے کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اسے کھا لو۔

مسدد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم کوئی اونٹنی نحر کرتے ہیں، یا گائے یا بکری ذبح کرتے ہیں، اور پھر اس کے پیٹ میں بچہ بھی پاتے ہیں، تو کیا ہم اسے پھینک دیں یا اسے کھا لیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم چاہو تو اسے کھا لو، کیونکہ اس کی ماں کو ذبح کرنا، اسے ذبح کرنا شمار ہو گا"

2828 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ الْقَدَّاحُ الْمَكِّيُّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"(جانور کے پیٹ میں موجود) بچہ کا ذبح، اس کی ماں کا ذبح کرنا ہی ہوگا"

پیٹ میں موجود بچے کو ذبح کرنے سے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

حدیث کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ ماں کا ذبح ہونا اس کے پیٹ کے بچہ کے حلال ہونے کے لئے کافی ہے، مثلاً کسی شخص نے اونٹنی کو نحر کیا یا بکری کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا تو اس کو کھانا جائز ہے، چنانچہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہ مسلک ہے لیکن حضرت امام شافعی کے نزدیک تو اس بچہ کا کھانا ہر حال میں درست ہو گا، خواہ اس کے جسم پر بال ہوں یا نہ ہوں اور حضرت امام مالک کے نزدیک اس بچہ کو کھانا اسی صورت میں جائز ہوگا جب کہ اس کی جسمانی ساخت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے بدن پر بال نکل چکے ہوں۔ ان تینوں ائمہ کے برخلاف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس بچہ کو کھانا حلال نہیں ہے ہاں اگر وہ بچہ ماں کے پیٹ سے زندہ نکلے اور پھر اس کو ذبح کیا جائے تو اس صورت میں اس کو کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حنفیہ میں سے امام زفر اور حضرت امام حسن ابن زیاد کا بھی یہی قول ہے، ان حضرات کی طرف سے اپنے مسلک کی دلیل کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر شکار (گولی یا تیر وغیرہ کھا کر) پانی میں گر پڑے اور پھر اس میں سے مردہ نکلے تو اس کو کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ شکار پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے مرا ہو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جان نکلنے کے سبب میں شک واقع ہو جانے کی وجہ سے اس شکار کو کھانا حرام قرار دیا تو چونکہ وہی چیز یعنی جان نکلنے کے سبب میں شک کا واقع ہونا، ذبیحہ کے پیٹ سے نکلنے والے مردہ بچہ کے بارے میں بھی موجود ہے اس لئے وہ بھی حرام ہوگا کیونکہ جس طرح پانی میں گر جائے اور شکار کی موت کا سبب معلوم نہیں ہو سکتا اسی طرح اس مردہ بچہ کی موت کا سبب بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیا وہ اپنی ماں کے ذبح کئے جانے کے سبب سے مرا ہے یا دم گھٹنے کی وجہ سے مر گیا ہے۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو حضرت امام اعظم کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے میں کلام کیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ اللَّحْمِ لَا يُدْرَى أَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟

باب: ایسے گوشت کو کھانے کا حکم کیا ہے؟ جس کے بارے میں یہ پتہ نہ کہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا تھا' یا نہیں؟

2829 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ، وَمُحَاضِرٌ الْمَعْنَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ. وَلَمْ يَذْكُرَا عَنْ حَمَّادٍ، وَمَالِكٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ قَوْمًا حَدِيثُو عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ يَأْتُونَ بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا أَمْ لَمْ يَذْكُرُوا، أَفَنَأْكُلُ مِنْهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمُّوا اللهَ وَكُلُوا

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! لوگ زمانہ جاہلیت سے زیادہ دور نہیں ہیں، وہ کوئی گوشت لے آتے ہیں، ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ انہوں نے (ذبح کے وقت) اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا تھا یا نہیں؟ تو کیا ہم اسے کھالیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم اللہ کا نام لے کر (اسے) کھالو"

بَابٌ فِي الْعَتِيرَةِ

باب: عتیرہ کا بیان

2830 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ الْمَعْنَى، حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ: قَالَ نُبَيْشَةُ: نَادَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُنَّا نَعْتِرُ عَتِيرَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فِي رَجَبٍ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: اذْبَحُوا لِلَّهِ فِي أَيِّ شَهْرٍ كَانَ، وَبَرُّوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَطْعِمُوا. قَالَ: إِنَّا كُنَّا نُفْرِعُ فَرَعًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فِي كُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعٌ تَغْذُوهُ مَاشِيَتُكَ حَتَّى إِذَا اسْتَحْمَلَ قَالَ نَصْرٌ: اسْتَحْمَلَ لِلْحَجِيجِ ذَبَحْتَهُ فَتَصَدَّقْتَ بِلَحْمِهِ. قَالَ خَالِدٌ: أَحْسَبُهُ قَالَ: عَلَى ابْنِ السَّبِيلِ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ. قَالَ خَالِدٌ: قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ: كَمِ السَّائِمَةُ؟ قَالَ: مِائَةٌ

حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے بلند آواز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: زمانہ جاہلیت میں ہم لوگ رجب کے مہینے میں، "عتیرہ" کے نام کی قربانی کیا کرتے تھے، اب آپ ہمیں (اس حوالے سے) کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کے نام پر ذبح کرو، خواہ کوئی بھی مہینہ ہو، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو، اور (اس کا گوشت دوسروں کو بھی) کھلاؤ! اس نے عرض کی: ہم زمانہ جاہلیت میں "فرع" کے نام کی قربانی کیا کرتے تھے، تو آپ ہمیں (اس حوالے سے) کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر سائمہ (ایک سو بکریوں) میں سے ایک "فرع" ہونی چاہیے، جسے تمہارا جانور غذا فراہم کرے (یعنی دودھ پلائے) یہاں تک کہ جب وہ بوجھ اٹھانے کے قابل ہوجائے، (یہاں نصر نامی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) حاجیوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہوجائے، تو تم اسے ذبح کرکے اس کا گوشت صدقہ کردو"۔

خالد کہتے ہیں: میرا خیال ہے، روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: "مسافر پر (صدقہ کردو) کیونکہ یہ خیر ہے"

خالد کہتے ہیں: میں نے ابوقلابہ سے دریافت کیا: سائمہ کتنے ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ایک سو۔

2831 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ

2831-اسناده صحيح - سعيد: هو ابن المسيب. وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه البخاري (5473)، ومسلم (1976)، وابن ماجه (3168)، والترمذي (1512)، والنسائي (4222) و (4223) من طريق ابن شهاب الزهري، به. وزادوا في رواياتهم تفسير سعيد بن المسيب للفرع، وهو الآتي عند المصنف بعده. وهو في "مسند احمد" (7751)، و"صحيح ابن حبان" (5890).

⚘⚘ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''فرع اور عتیرہ کی کوئی (حیثیت) نہیں ہے''

2832 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: الْفَرَعُ أَوَّلُ النِّتَاجِ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ فَيَذْبَحُونَهُ

⚘⚘ سعید بن مسیب فرماتے ہیں: فرع سے مراد جانور کا پہلا بچہ ہوتا ہے، اسے وہ لوگ ذبح کر دیتے تھے۔

2833 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُلِّ خَمْسِينَ شَاةً شَاةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ بَعْضُهُمْ: الْفَرَعُ أَوَّلُ مَا تُنْتِجُ الْإِبِلُ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ، ثُمَّ يَأْكُلُونَهُ وَيُلْقَى جِلْدُهُ عَلَى الشَّجَرِ، وَالْعَتِيرَةُ: فِي الْعَشْرِ الْأُوَلِ مِنْ رَجَبٍ

⚘⚘ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی تھی کہ ہم ہر پچاس بکریوں میں سے ایک بکری صدقہ کر دیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بعض حضرات نے یہ بات بیان کی ہے: ''فرع'' سے مراد اونٹنی کا سب سے پہلا بچہ ہے، اسے وہ لوگ بتوں کے نام پر ذبح کر دیتے تھے، پھر اس کا گوشت کھا لیتے اور اس کی کھال درخت پر ڈال دیتے تھے۔ ''عتیرہ'' (وہ جانور ہوتا) جسے رجب کے پہلے عشرے میں (ذبح کیا جاتا تھا)۔

بَابٌ فِي الْعَقِيقَةِ

باب: عقیقہ کا بیان

2834 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أُمِّ كُرْزٍ الْكَعْبِيَّةِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ قَالَ: مُكَافِئَتَانِ: أَيْ مُسْتَوِيَتَانِ أَوْ مُقَارِبَتَانِ

⚘⚘ سیدہ ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''لڑکے کی طرف سے ایک جیسی دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (عقیقہ میں قربان کی جائے گی)''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''مکافئتان'' کا مطلب، دو برابر کی، یا دو، ایک دوسرے کے قریب کی (بکریاں) ہیں۔

2835 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أُمِّ كُرْزٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلَى مَكِنَاتِهَا . قَالَتْ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ لَا يَضُرُّكُمْ أَذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا

سیدہ اُم کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو''

وہ بیان کرتی ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا ہے:

''لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک (عقیقہ میں قربانی کیے جائیں گے) وہ مذکر ہوں یا مؤنث (یعنی بکرا ہو یا بکری) تمہیں کوئی نقصان نہیں''

2836 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ سِبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أُمِّ كُرْزٍ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مِثْلَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا هُوَ الْحَدِيثُ، وَحَدِيثُ سُفْيَانَ وَهْمٌ

سیدہ اُم کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''لڑکے کی طرف سے ایک جیسی دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (عقیقہ میں قربان کی جائے گی)''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اصل روایت ہے، سفیان کی نقل کردہ روایت وہم پر مبنی ہے۔

2837 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُدَمَّى فَكَانَ قَتَادَةُ إِذَا سُئِلَ عَنِ الدَّمِ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: إِذَا ذَبَحْتَ الْعَقِيقَةَ أَخَذْتَ مِنْهَا صُوفَةً، وَاسْتَقْبَلْتَ بِهِ أَوْدَاجَهَا، ثُمَّ تُوضَعُ عَلَى يَافُوخِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَسِيلَ عَلَى رَأْسِهِ مِثْلَ الْخَيْطِ، ثُمَّ يُغْسَلُ رَأْسُهُ بَعْدُ وَيُحْلَقُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا وَهْمٌ مِنْ هَمَّامٍ وَيُدَمَّى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: خُولِفَ هَمَّامٌ فِي هٰذَا الْكَلَامِ، وَهُوَ وَهْمٌ مِنْ هَمَّامٍ وَإِنَّمَا قَالُوا: يُسَمَّى، فَقَالَ هَمَّامٌ: يُدَمَّى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ يُؤْخَذُ بِهٰذَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر لڑکا (یا بچہ) اپنے عقیقہ کے عوض رہن ہوتا ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے گا، بچے کا سر مونڈ کر اس پر خون بہایا جائے گا''

قتادہ سے خون کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ اسے کیسے لگایا جائے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا، جب تم عقیقہ (کا جانور) ذبح کرو، تو اس کی کچھ روئی (یعنی بال) لے کر اس کی (گردن کی) رگوں کے آگے کر کے (خون آلود کرو) اور پھر انہیں بچے کی چندیا پر یوں رکھو کہ بچے کے سر پر دھاگے کی طرح خون بہہ جائے، پھر اس کے بعد اس کے سر کو دھو کر اس کا سر مونڈ دیا جائے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) "اس پر خون بہایا جائے" کے الفاظ ہمام نامی راوی کا وہم ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کے الفاظ ہمام کے برخلاف نقل کیے گیے ہیں، تو یہ ہمام کا وہم ہے، اصل لفظ یہ ہے "ویسمی" (اس کا نام رکھا جائے) تو ہمام نے اسے یوں روایت کیا "مدی" (اس پر خون بہایا جائے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

2838 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَيُسَمَّى أَصَحُّ كَذَا قَالَ: سَلَّامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ، عَنْ قَتَادَةَ، وَإِيَاسُ ابْنُ دَغْفَلٍ، وَأَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: وَيُسَمَّى. وَرَوَاهُ أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيُسَمَّى

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے، (اس کی پیدائش کے) ساتویں دن، اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا جائے گا، اور اس کا سر مونڈ کر اس کا نام رکھا جائے گا"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) لفظ "ویسمی" (اس کا نام رکھا جائے گا) صحیح ہے۔ سلام بن ابو مطیع نے قتادہ کے حوالے سے، جبکہ ایاس بن دغفل اور اشعث نے حسن بصری کے حوالے سے اسی طرح لفظ "ویسمی" نقل کیا ہے۔ اشعث نے اسے حسن بصری کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اور اس میں بھی لفظ "ویسمی" ہے۔

2839 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَتُهُ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"بچے کا عقیقہ ضروری ہے، تم اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے میل کچیل دور کرو"

2840 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ:

2838-اسناده صحيح كسابقه. سعيد: هو ابن ابي عروبة، وابن ابي عدي: هو محمد بن ابراهيم بن ابي عدي، وابن المثنى: هو محمد بن المثنى. واخرجه ابن ماجه (3165)، والترمذي (1601)، والنسائي (4220) من طريق سعيد بن ابي عروبة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (20083).

إِمَاطَةُ الْأَذَى حَلْقُ الرَّأْسِ

⊛⊛ حسن بصری فرماتے ہیں: میل کچیل دور کرنے سے مراد، سر مونڈنا ہے۔

2841 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ، وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں ایک، ایک مینڈھا ذبح کیا تھا۔

2842 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، أُرَاهُ عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيقَةِ؟ فَقَالَ: لَا يُحِبُّ اللهُ الْعُقُوقَ. كَأَنَّهُ كَرِهَ الِاسْمَ وَقَالَ: مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ. وَسُئِلَ عَنِ الْفَرَعِ؟ قَالَ: وَالْفَرَعُ حَقٌّ وَأَنْ تَتْرُكُوهُ حَتَّى يَكُونَ بَكْرًا شُغْزُبًّا ابْنَ مَخَاضٍ، أَوِ ابْنَ لَبُونٍ فَتُعْطِيَهُ أَرْمَلَةً أَوْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذْبَحَهُ فَيَلْزَقَ لَحْمُهُ بِوَبَرِهِ، وَتُكْفِئَ إِنَاءَكَ، وَتُولِهُ نَاقَتَكَ

⊛⊛ عمرو بن شعیب، اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ''عقوق'' (والدین کی نافرمانی) کو پسند نہیں کرتا''

(راوی کہتے ہیں:) گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ (عقیقہ) کو پسند نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ہاں بچہ ہو، اگر وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے، تو لڑکے کی طرف سے ایک جیسی دو بکریاں قربان کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''فرع'' کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرع'' حق ہے، اگر تم (یوں کرو کہ) اسے چھوڑ دو، جب وہ طاقتور جوان ہو جائے، یعنی ابن مخاض یا ابن لبون ہو جائے، تو تم اسے کسی بیوہ کو دیدو، یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں (حج یا جہاد کے لیے) سواری کے لیے دیدو، تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم اسے ذبح کر دو، جبکہ اس کا گوشت اس کے

2841-اسناده صحيح. وقد انتقاه ابن الجارود (911)، وصححه ابن حزم في "المحلى" /5307، وعبد الحق الاشبيلي في "احكامه الوسطى" /4 141 واقره ابن القطان الفاسي، وصححه كذلك ابن دقيق العيد في "الاقتراح" ص 458، وابن كثير في "تخريج احاديث التنبيه" /3581، وقد أعل بالارسال، وليس بشيء. واخرجه ابن ابي الدنيا في "العيال" (46)، وابن الجارود (911) و (912)، والدولابي في "الذرية الطاهرة" (105)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (1039)، والطبراني في "المعجم الكبير" (11856)، وابو نعيم في "اخبار اصبهان" /1512، وابن حزم في "المحلى" /5307، والبيهقي /2999 و 302، وابن عبد البر في "التمهيد" /3144 من طريق عبد الوارث بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه عبد الرزاق (7962) عن معمر وسفيان الثوري، عن ايوب، عن عكرمة: ان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- عق عن حسن وحسين كبشين. هكذا رواه معمر مرسلاً. واخرجه النسائي (4219)

بالوں سے چپکا ہوا ہو، تم اپنے برتن کو اوندھا کر دو (یعنی اس کا گوشت پکا کر کھایا بھی نہ جا سکے) اور اپنی اونٹنی کو تم بے چین کر دو۔

2843 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ: كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا، فَلَمَّا جَاءَ اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا نَذْبَحُ شَاةً وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنُلَطِّخُهُ بِزَعْفَرَانٍ

⭘⭘ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں ہم یہ کیا کرتے تھے کہ جب کسی کے ہاں بچہ ہوتا، تو وہ ایک بکری ذبح کرتا، اور اس بچے کے سر پر اس بکری کا خون لگا دیتا، جب اللہ تعالیٰ نے اسلام عطا کیا، تو ہم بکری ذبح کرتے تھے اور بچے کا سر مونڈ کر اس پر زعفران لگا دیتے تھے۔

عقیقہ کے متعلق احادیث' آثار اور اقوال تابعین کا بیان

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی کو دور کرو۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف ایک بکری (ذبح کرو) اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ نر ہو یا مادہ۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام دارمی (سنن دارمی ج ۲ ص ۸) اور امام احمد (مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۶۔۴۲۲۔۳۸۱) نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلے میں گروی ہے۔ ولادت کے ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے' اس کا نام رکھا اور اس کے بال مونڈے جائیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۲۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف دو دو مینڈھے ذبح کیے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں جن احادیث کا ذکر ہے وہ سب سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں بھی مذکور ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا

جائے کہ سنن ابوداؤد میں حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کو ذبح کرنے کا تذکرہ ہے اور سنن نسائی میں دو دو مینڈھے ذبح کرنے کا ذکر ہے تو اس کی کیا توجیہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ولادت کے دن ایک ایک مینڈھا ذبح کیا اور ساتویں دن ایک ایک مینڈھا اور ذبح کیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک مینڈھا آپ نے اپنی طرف سے ذبح کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دوسرا مینڈھا ذبح کرنے کا حکم دیا تو جس نے ایک ایک مینڈھے کے ذبح کی روایت کی اس نے آپ کی طرف ذبح کی حقیقی نسبت کی اور جس نے دو دو کو ذبح کرنے کی روایت کی اس نے آپ کی طرف مجازاً نسبت کی۔

امام عبدالرزاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔ (المصنف ج۴ ص۳۳)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابودرداء' حضرت جابر اور عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا۔ (المصنف ج۸ ص۴۷-۴۶)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو مینڈھے ذبح کیے۔

محمد بن علی بن حسین روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی اور امام مالک نے یحیٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت علی کے دو بیٹوں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا۔ (سنن کبریٰ ج۹ ص۲۹۹ مطبوعہ ملتان)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا۔ (المصنف ج۴ ص۳۲۰)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس حدیث کے رواۃ ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج۴ ص۵۹)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج۹ ص۳۰۰ مطبوعہ ملتان)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

عطا بیان کرتے ہیں کہ ام اسباع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کیا میں اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کروں آپ نے فرمایا ہاں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ (المصنف ج۸ ص۵۰ مطبوعہ کراچی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے ہمیں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کرنے کا حکم دیا نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں سنت ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری سنت ہے۔ (المصنف ج۸ ص۵۰ مطبوعہ کراچی)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو بھی عقیقہ کے متعلق سوال کرتا وہ اس کو عقیقہ کرنے کا حکم دیتے۔
(المصنف ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام ابوالقاسم سلیمان احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریوں کا عقیقہ ہے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا۔ (المعجم الکبیر ج ۲۴ ص ۱۸۳)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک اپنے بیٹوں کی طرف سے اونٹ ذبح کر کے عقیقہ کرتے تھے۔
(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۵۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ ھ)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ روایت کرتے ہیں:

جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے جو عقیقہ کیا تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ اس کی ایک ٹانگ دائی کے پاس بھیجی جائے اور اس کی کسی ہڈی کو نہ توڑا جائے۔

ابن ابی ذئب بیان کرتے ہیں کہ میں زہری سے عقیقہ کے متعلق سوال کی انہوں نے کہا اس کی ہڈیوں کو توڑا جائے نہ سر کو اور نہ بچہ اس کے خون میں لتھیڑا جائے۔

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن اور ابن سیرین عقیقہ میں ان تمام باتوں کو مکروہ کہتے تھے جو قربانی میں مکروہ ہیں اور ان کے نزدیک عقیقہ بہ منزلہ قربانی ہے اس کے گوشت کو کھایا جائے اور کھلایا جائے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے بچہ کا سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

ابو جعفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے ساتویں دن اپنے بیٹے کا عقیقہ کیا۔ اس کا نام رکھا۔ اس کا سر مونڈا۔ اس کا ختنہ کیا اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔ (المصنف ج ۸ ص ۵۵۔۵۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ روایت کرتے ہیں:

عطا کہتے ہیں کہ ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کیا جائے اگر اس دن نہ کر سکیں تو اگلے ساتویں دن موخر کر دیں اور میں نے دیکھا ہے کہ لوگ ساتویں دن ہی عقیقہ کا قصد کرتے ہیں اور عقیقہ کرنے والے خود بھی گوشت کھائیں اور لوگوں کو ہدیہ بھی دیں۔ ابن عیینہ نے کہا میں نے پوچھا کیا یہ سنت ہے؟ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے ابن عیینہ نے کہا کیا اس کے گوشت کو صدقہ کر دیں؟ کہا نہیں اگر چاہیں تو صدقہ کریں اور چاہیں تو خود کھا لیں۔ (المصنف ج ۸ ص ۳۲۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقیقہ ساتویں دن کیا جائے اور چودھویں دن اور اکیسویں دن۔ (سنن کبریٰ ج۹ ص ۳۰۳ مطبوعہ نشر السنہ ملتان)

جو دن بھی سات سے تقسیم ہو جائے اس میں عقیقہ کرنا سنت ہے اگر بچہ مثلاً منگل کو پیدا ہوا ہے تو جس پیر کو بھی عقیقہ کی جائے وہ سات دن سے تقسیم ہوگا۔

عقیقہ کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ:

علامہ عبداللہ بن احمد ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

عقیقہ کرنا سنت ہے۔ عام اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، فقہاء تابعین اور تمام ائمہ کا یہی نظریہ ہے ماسوا فقہاء احناف کے انہوں نے کہا یہ سنت نہیں۔ بلکہ امر جاہلیت سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عقوق کو ناپسند کرتا ہے گویا آپ نے لفظ عقوق کو ناپسند فرمایا (اس کا معنی قطع کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی ہے) اور فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ جانور ذبح کرنا چاہے تو جانور ذبح کرے۔ (سنن ابوداؤد ج۲ ص ۳۷۔۳۶، سنن نسائی ج۲ ص ۱۸۷، ابوداؤد اور نسائی میں اس کے بعد مذکور لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری) امام مالک نے اس حدیث کو اپنی موطا میں روایت کیا ہے۔ حسن بصری اور داؤد (ظاہری) نے کہا عقیقہ کرنا واجب ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ پانچ نمازوں کی طرح عقیقہ کا اہتمام کرتے ہیں کیونکہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی رکھا ہوا ہے، ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔ حضرت ابوہریرہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے امام احمد نے کہا اس حدیث کی سند جید ہے۔ عقیقہ کے استحباب پر یہ احادیث دلیل ہیں۔ اور حضرت ام کرز سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا جائے اور عقیقہ کے استحباب پر اجماع ہے۔ ابوالزناد نے کہا عقیقہ کو ترک کرنا مکروہ ہے، امام احمد نے کہا عقیقہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا ہے اور آپ کے اصحاب نے عقیقہ کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا عقیقہ کے ساتھ گروی رکھا ہوا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا کہ عقیقہ جاہلیت کے افعال میں سے ہے اور ان کے ساتھ حسن ظن یہ ہے کہ ان کو یہ احادیث نہیں پہنچیں۔

(المغنی ج۹ ص ۳۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

عقیقہ کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ:

علامہ ابواسحٰق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ ھ لکھتے ہیں:

عقیقہ سنت ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ مولود کی طرف سے ایک جانور ذبح کی جائے کیونکہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے عقیقہ کی اور یہ واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں عقوق

کو پسند نہیں کرتا اور جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ جانور ذبح کرنا چاہتا ہو تو کرے۔ آپ نے عقیقہ کو محبت پر معلق کیا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ عقیقہ واجب نہیں ہے نیز عقیقہ بغیر کسی جنایت (جرم) اور نذر کے خون بہانا ہے لہٰذا یہ قربانی کی طرح واجب نہیں ہے (شوافع کے نزدیک قربانی بھی واجب نہیں ہے) اور سنت یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے کیونکہ حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا لڑکے کے لیے دو بکریاں اور لڑکی کے لئے ایک بکری' نیز عقیقہ خوشی کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے اور لڑکے کی ولادت پر لڑکی کی بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے اس لئے اس کی ولادت پر دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔

(المہذب ج ۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

عقیقہ کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ:

امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اہل سے جو شخص بھی عقیقہ کے متعلق سوال کرتا وہ اس کو عقیقہ کرنے کا حکم دیتے اور آپ اپنی اولاد کی طرف سے ایک ایک بکری کا عقیقہ کرتے تھے۔ لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے۔

محمد بن حارث تیمی بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ کرنا مستحب ہے خواہ چڑیا سے کیا جائے۔ (یہ مبالغہ فرمایا)

امام مالک فرماتے ہیں ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا گیا۔

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد عروہ بن زبیر اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا ایک ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کرتے تھے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک عقیقہ کا حکم یہ ہے کہ جو شخص عقیقہ کرے وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کرے اور عقیقہ کرنا واجب نہیں ہے لیکن عقیقہ مستحب ہے' اور ہمارے نزدیک یہ وہ کام ہے جس کو ہمیشہ لوگ کرتے رہے ہیں جو شخص اپنے بیٹے کی طرف سے عقیقہ کرے وہ بہ منزلہ قربانی ہے اس میں کانے' لاغر' سینگ ٹوٹے ہوئے اور بیمار جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے اس کی کھال اور گوشت کو فروخت نہیں کیا جائے گا اس کی ہڈیوں کو توڑا جائے گا۔ گھر والے اس کے گوشت کو کھائیں گے اور اس میں صدقہ کریں گے اور بچہ کو اس کے خون میں نہ لتھیڑا جائے گا۔

(موطا امام مالک ص ۴۹۵۔۴۹۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

امام مالک نے عقیقہ میں لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کرنے کے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے یہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنے کا حکم فرمایا ہے اور حضرت ابن عمر اور عروہ بن زبیر نے جو بیٹوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی ہے وہ کسی عذر پر محمول ہے اسی طرح ہڈیاں توڑنا بھی احادیث کے خلاف ہے اور خون میں لتھیڑنا بھی احادیث کے خلاف ہے۔

عقیقہ کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ:

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

امام محمد از امام ابو یوسف از امام حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔

(الجامع الصغیر ص ۳۰۴ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی '۱۴۱۱ھ)

نیز امام محمد لکھتے ہیں:

ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی عقیقہ کیا گیا پھر قربانی نے ہر اس ذبیحہ کو منسوخ کردیا جو اس سے پہلے تھا اور رمضان کے روزوں نے ہر اس روزہ کو منسوخ کردیا جو اس سے پہلے تھا اور غسل جنابت نے ہر اس غسل کو منسوخ کردیا جو اس سے پہلے تھا اور زکوۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کردیا جو اس سے پہلے تھا' ہم کو اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔

(موطا امام محمد ص ۸۹-۸۸ 'مطبوعہ محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

علامہ ابوبکر مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

عقیقہ وہ ذبیحہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جاتا ہے ہم نے عقیقہ اور عتیرہ کا منسوخ ہونا اس روایت سے پہچانا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رمضان کے روزے نے ہر پہلے روزے کو منسوخ کردیا' اور قربانی نے اس سے پہلے کے ہر ذبیحہ کو منسوخ کردیا' اور غسل جنابت نے اسے پہلے کے ہر غسل کو منسوخ کردیا' اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا تھا کیونکہ اجتہاد سے کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ (الی قولہ) امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے۔ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔ اس عبارت میں عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عقیقہ کرنے میں فضیلت تھی اور جب فضیلت منسوخ ہوگئی تو اس کا صرف مکروہ ہونا باقی رہ گیا۔

(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹ 'مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی '۱۴۰۰ھ)

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

ولادت کے ساتویں دن لڑکے یا لڑکی کی طرف سے بکری ذبح کرنا اور لوگوں کی دعوت کرنا اور بچہ کے بال مونڈنا عقیقہ ہے یہ نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے اسی طرح کردری کی وجیز میں ہے۔ امام محمد نے عقیقہ کے متعلق ذکر کیا ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے اس کا اشارہ اباحت کی طرف ہے اس لئے اس کا سنت ہونا ممنوع ہے اور امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہے اسی طرح بدائع کی کتاب الاضحیہ میں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۶۲ 'مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر '۱۳۱۰ھ)

عقیقہ کے متعلق احکام شرعیہ اور مسائل:

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

عقیقہ نفل ہے اگر چاہے تو کرے اور اگر چاہے تو نہ کرے' اور عقیقہ کی تعریف یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے سات دن گزرنے

کے بعد ایک بکری ذبح کی جائے اور امام شافعی (بلکہ ائمہ ثلاثہ) کے نزدیک عقیقہ سنت ہے' پھر جب کوئی شخص عقیقہ کرنے کا ارادہ کرے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے' کیونکہ عقیقہ ولادت کی خوشی کے لئے مشروع کیا گیا ہے اور لڑکے کی ولادت پر زیادہ خوشی ہوتی ہے' اور اگر لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی تب بھی جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے ایک ایک بکری کو ذبح کیا تھا (سنن ابوداؤد میں یہ مروی ہے اور سنن نسائی' مصنف ابن ابی شیبہ' مصنف عبدالرزاق اور سنن بیہقی میں ہے آپ نے ان کی طرف سے دو دو بکریاں ذبح کیں اور یہی صحیح ہے) عقیقہ میں بھیڑ اور دنبہ چھ ماہ سے کم کا نہ ہو اور بکری ایک سال سے کم نہ ہو' عقیقہ کا جانور قربانی کے جانور کی طرح عیوب اور نقائص سے بری ہو کیونکہ عقیقہ بھی قربانی کی طرح شرعاً جانور کا خون بہانا ہے' اگر عقیقہ کو ساتویں دن پر موخر یا مقدم کر دیا جائے تو پھر بھی جائز ہے البتہ ساتواں دن افضل ہے' اور مستحب یہ ہے کہ اس کا گوشت ہڈیوں سے الگ کر لیں اور نیک شگون کے لئے ہڈیوں کو نہ توڑیں تاکہ اس بچہ کی ہڈیاں سلامت رہیں۔ عقیقہ کے گوشت کو خود کھائیں' کھلائیں اور صدقہ کریں۔ فصل الکراہۃ والاستحسان میں مذکور ہے کہ ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقیقہ حق ہے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد کے خود اپنا عقیقہ کیا ہے۔ عقیقہ کی دعا یہ ہے: ذبح کے وقت کہے۔ اے اللہ یہ میرے فلاں بیٹے کا عقیقہ ہے اس جانور کا خون میرے بیٹے کے خون کے عوض ہے اور اس کا گوشت اس کے گوشت کے عوض ہے' اس کی ہڈیاں اس کی ہڈیاں کے عوض ہیں' اس کی کھال اس کی کھال کے عوض ہے' اس کے بال اس کے بال کے عوض ہیں۔ اے اللہ! اس جانور کو میرے بیٹے کی جہنم سے آزادی کا فدیہ بنا دے۔

عقیقہ کی ہڈیوں کو توڑا نہ جائے اور اس کی ران دائی کو دی جائے اور گوشت پکا لیا جائے اور بچہ کے سر کو اس کے خون میں لتھیڑنا مکروہ ہے۔ (العقود الدریہ ج ۲ ص ۲۳۳۔۲۳۲' مطبوعہ دارالاشاعۃ العربیہ کوئٹہ)

عقیقہ کو منسوخ قرار دینے کے دلائل پر بحث ونظر

علامہ غلام رسول سعیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام محمد شیبانی نے فرمایا ہے کہ عقیقہ رسم جاہلیت میں سے ہے اور یہ ابتداء اسلام میں بھی مشروع رہا ہے بعد میں قربانی نے اس کو منسوخ کر دیا' اس لئے عقیقہ نہ کیا جائے' علامہ کاسانی نے اس پر متفرع کیا ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے اور دجیز میں اس کی اباحت کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کار ثواب نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک عقیقہ کو قربانی سے منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہجرت کے پہلے سال قربانی مشروع ہو گئی تھی۔ (تبیان القرآن' آل عمران' لاہور)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام کیا اور قربانی کرتے رہے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی ص ۲۲۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اگر قربانی سے عقیقہ منسوخ ہو گیا تھا تو قربانی مشروع ہونے کے بعد عقیقہ نہیں ہونا چاہیے تھا حالانکہ ہجرت کے پہلے سال سے قربانی مشروع ہو گئی تھی اور تین ہجری کو حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹' مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور چار ہجری کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا عقیقہ کیا۔ اگر قربانی کے بعد عقیقہ منسوخ ہو گیا ہوتا تو آپ ان کو عقیقہ نہ کرتے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کا عقیقہ نہ کرتے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کا عقیقہ نہ کیا۔ عروہ ابن الزبیر نے اپنے بچوں کا عقیقہ کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عقیقہ کے قائل تھے۔ بہ کثرت احادیث صحیحہ میں آپ نے عقیقہ کا حکم دیا اور متعدد صحابہ کرام اور فقہاء تابعین عقیقہ کو سنت قرار دیتے تھے۔ امام مالک' امام شافعی اور احمد بھی بالاتفاق عقیقہ کے سنت ہونے کے قائل ہیں اور جس چیز کا سنت ہونا اتنی کثیر احادیث سے ثابت ہو وہ مکروہ یا مباح کیسے ہو سکتی ہے۔

امام احمد رضا کا احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھنا:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ متوفی ۱۳۴۰ھ بلند پایہ محقق تھے وہ اندھی تقلید سے بہت تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اقوال فقہاء پر مقدم رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فقہاء احناف نے عقیقہ کرنے کو مکروہ یا مباح لکھا لیکن امام احمد رضا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے پیش نظر عقیقہ کو سنت لکھا فرماتے ہیں:

عقیقہ ولادت کے ساتویں روز سنت ہے اور یہی افضل ہے ورنہ چودہویں' اکیسویں دن' اور خصی جانور اور قربانی میں افضل ہے اور عقیقہ کا گوشت آباء واجداد بھی کھا سکتے ہیں۔ مثل قربانی اس میں بھی تین حصہ کرنا مستحب ہے اور اس کی ہڈی توڑنے میں علماء تفاولاً نہ توڑنا بہتر جانتے ہیں۔ پسر کے عقیقہ میں دو جانور درکار ہیں اور یہی کافی ہے اگرچہ خصی نہ ہو۔

نیز فرماتے ہیں: باپ اگر حاضر اور ذبح پر قادر ہو تو اسی کا ذبح کرنا بہتر ہے کہ یہ شکر نعمت ہے جس پر نعمت ہوئی وہی اپنے ہاتھ سے شکر ادا کرے وہ نہ ہو یا ذبح نہ کر سکے تو دوسرے کو قائم کرے یا کیا جائے اور ذبح کرے وہی دعا پڑھے۔ عقیقہ پسر میں کہ باپ ذبح کرے دعا یوں پڑھے:

اللهم هذه عقيقة ابنى فلان (فلاں کی جگہ بیٹے کا نام لے) دمها بدمه ولحمها بلحمه وعظمها بعظمه وجلدها بجلده وشعرها بشعره اللهم اجعلها فداء لابنى من النار بسم الله الله اكبر.

فلاں کی جگہ پسر کا جو نام رکھنا ہو لے۔ دختر ہو تو دونوں جگہ ابنی کی جگہ بنتی اور پانچوں جگہ کی جگہ پاک ہے اور دوسرا شخص ذبح کرے تو دونوں جگہ ابنی فلاں یا بنتی فلاں کی جگہ فلاں بن فلاں یا فلانہ بنت فلاں کہے' بچہ کو اس کے باپ کی طرف نسبت کرے۔ ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں اور نہ توڑنا بہتر اور دفن کر دینا افضل۔ عقیقہ ساتویں دن افضل ہے نہ ہو سکے تو چودہویں ورنہ اکیسویں۔ ورنہ زندگی بھر میں جب کبھی ہو۔ وقت دن کا ہو رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ کم سے کم ایک تو ہے ہی اور پسر کے لئے دو افضل ہیں' استطاعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے گوشت بنانے کی اجرت داموں میں مجرا کر سکتا ہے۔ سری پائے خود کھائے خواہ اقرباء یا مساکین جسے چاہے خواہ سب حجام یا سب سقاؤ دے۔ شرع مطہر نے ان کا کوئی خاص حق مقرر نہ فرمایا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۵۴۲۔۵۴۱ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

كِتَابُ الصَّيْدِ

یہ کتاب شکار کے بیان میں ہے

صید کی تعریف

صید کی لغوی معنی: شکار کرنا، شکار کیا ہوا۔ صید کی اصطلاحی معنی: ہر وہ وحشی جانور جسے انسان کسی حیلہ کے ذریعہ بمشکل قابو میں لاسکا ہو؛ خواہ اسے کھانا جائز ہو یا ناجائز

تعريف الصيد: الصيد أو الاصطياد لغة: مصدر "صاد" أي أخذ، فهو صائد، وذاك مصيد ويسمى المصيد صيداً. ويجمع على صيود. والمصيد: هو كل حيوان متوحش طبعاً، ممتنع عن الآدمي، مأكولاً كان أو غير مأكول، لا يمكن أخذه إلا بحيلة. (الفقہ الاسلامی وادلتہ الفصل الثانی: الصید ۳۳۴/۴)

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات اور ساری کائنات کو صرف انسان کے لیے پیدا فرمایا، خواہ وہ آسمان کی بلندی کو چھونے والے ہوں یا زمین کی گہرائی میں بسنے والے ہوں یہ سب کے سب انسان کی خدمت گزاری میں لگے ہوئے ہیں ان ہی مخلوقات میں حیوانات بھی ہیں ان میں کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام اور کچھ گھروں میں بسنے والے ہیں اور کچھ جنگلوں میں۔

قال الحسن البصري: طلبت خطب النبي صلى الله عليه وسلم في الجمعة فأعيتني فلزمت رجلا من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فسألته عن ذلك فقال: كان يقول في خطبته يوم الجمعة: إنكم خلقتم للآخرة والدنيا خلقت لكم (شعب الایمان الحادی والسبعون من شعب الایمان وهو باب فی الزهد وقصر الأمل)

﴿اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ (غافر:۷۹) ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف:۱۵۷)

ان میں جو حلال ہیں ان سے تو ہر طرح سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، گوشت کے علاوہ ہڈیوں اور چمڑوں سے بھی اور جو جانور حرام ہیں ان کے بھی چمڑوں سے دباغت کے بعد فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، البتہ خنزیر نجس العین ہے اس کی کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کیا جا سکتا اور جو جانور حرام ہیں انہیں شرعی طور پر ذبح کر لیا جائے تو ان کا گوشت بھی پاک ہو جائے گا اگرچہ کھایا نہیں جا سکتا۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ (المائدۃ:۳)

صید کے شرائط

(۱) شکار کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ جانور ذبح کرنے اور اس پر بسم اللہ پڑھنے کو سمجھ سکتا ہو، اور وہ شخص مسلمان یا یہودی یا نصرانی ہو۔

(۲) شکار کرتے وقت کوئی دوسرا جانور اس کے ساتھ شریک نہ ہو۔

(۳) شکار کرتے وقت جان بوجھ کر بسم اللہ پڑھنا نہ چھوڑا ہو، البتہ بھول سے چھوڑ دیا تو درست ہے۔

(۴) تیر پھینکنے یا کتا وغیرہ شکار کے لیے چھوڑ کر اس کے پیچھے مستقل لگا رہے، اگر چھوڑ کر انجان ہو گیا بعد میں وہ مردہ حالت میں ملا تو جائز نہ ہوگا اور جیسے ہی جانور قابو میں آ جائے اور اس کی سانس چل رہی ہو تو اسے فوراً ذبح کر دے۔

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ إِنَّا قَوْمٌ نَصِيدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ فَقَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَإِنْ قَتَلْنَ إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ وَإِنْ خَالَطَهَا كِلَابٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ (بخاری باب إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ ۵۰۶۱)

عن راشد بن سعد رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ذبيحة المسلم حلال وإن لم يسم ما لم يتعمد والعبد كذلك (المطالب العالية أبواب الذبائح ۲۳۷۹) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرْ اسْمَ اللهِ فَإِنْ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَأَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ. (مسلم باب الصَّيْدِ بِالْكِلَابِ الْمُعَلَّمَةِ ۳۵۶۵)

صید کے احکام

(۱) شکار کرنا جائز ہے اور اس کے ذریعہ وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے پھر اسے استعمال کرنا، اس کو بیچنا اور مستقل طور پر اس کو ذریعہ معاش بنانا بھی درست ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (المائدة:۹۶)

(۲) شکار کیے ہوئے جانور کی موت کسی جگہ چوٹ لگ کر یا اوپر سے نیچے گرنے کی وجہ سے ہوئی ہو تو پھر اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (المائدة:۳) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الصَّيْدِ قَالَ إِذَا رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَاذْكُرْ اسْمَ اللهِ فَإِنْ وَجَدْتَهُ قَدْ قَتَلَ فَكُلْ إِلَّا أَنْ تَجِدَهُ قَدْ وَقَعَ فِي مَاءٍ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي الْمَاءُ قَتَلَهُ أَوْ سَهْمُكَ (مسلم باب الصَّيْدِ بِالْكِلَابِ الْمُعَلَّمَةِ ۳۵۶۶)

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْكَلْبِ لِلصَّيْدِ وَغَيْرِهِ

باب: شکار وغیرہ کے لیے کتا رکھنا

2844-حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ صَيْدٍ أَوْ زَرْعٍ انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جس نے کتا پالا، جو جانوروں کی حفاظت، شکار کرنے، کھیت کی حفاظت کے لیے نہ ہو، تو اس کے اجر میں روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے''۔

شرح

اس حدیث میں کھیتی باڑی کے کتے کا اضافہ ہے یعنی کھیت کی حفاظت کے لیے کتا پالنا بھی جائز ہے اسی طرح باغ کی حفاظت بھی ہے اور گھر کی حفاظت بھی۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بلاضرورت کتے پالنے پر دو قیراط کی کمی ہوگی اور کسی جگہ ایک قیراط کی، یا گاؤں وجنگلوں میں کتے پالنے پر ایک قیراط کی کمی ہے شہر میں دو قیراط کی کہ کتے سے زیادہ تکلیف شہر میں ہوتی ہے، یا اولاً دو قیراط کی کمی کا قانون تھا پھر احکام نرم ہونے پر ایک قیراط کی کمی رہ گئی، غرضیکہ یہ حدیث گزشتہ دو قیراط والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرقات) مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اقتناء اور ہے اتخاذ کچھ اور، اقتناء میں دو قیراط کم ہوں گے اتخاذ میں ایک قیراط، محبت سے کتا پالنا اسے اپنے ساتھ بٹھانا ساتھ کھلانا اقتناء ہے مگر اسے پالنا اس سے محبت نہ کرنا اس سے علیحدہ رہنا اتخاذ ہے لہٰذا احادیث متعارض نہیں۔

اس کے متعلق مسئلہ ابھی عرض کیا گیا کہ کتوں کے قتل کا عمومی وجوب منسوخ ہے، ایک شرط کے ماتحت حکم استحبابی باقی ہے، معنر اور دیوانہ کتوں کا قتل اب بھی واجب ہے۔

قیراط" اصل میں ایک وزن کا نام ہے جو آدھے دانگ، یا بقول بعض، دینار کے ۶/۴ اور بقول بعض دینار کے دسویں حصے کے آدھے حصے کے برابر ہوتا ہے اور ایک دانگ چھ رتی کے وزن، یا ایک درم کے چھٹے حصے کے برابر ہوتا ہے، لیکن حدیث میں"

2844-اسناده صحيح. ابو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف الزهري، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، ومعمر: هو ابن راشد، وعبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني. وهو في "الجامع" لمعمر بن راشد المطبوع في آخر "مصنف عبد الرزاق" (19612) وزاد في روايته: فذكر لابن عمر قول ابي هريرة، قال: يرحم الله ابا هريرة كان صاحب زرع. واخرجه مسلم (1575)، والترمذي (1560)، والنسائي (4289) من طريق الزهري، والبخاري (2322)، ومسلم (1575)، وابن ماجه (3204) من طريق يحيى ابن ابي سلمة، كلاهما عن ابي سلمة، به. ولفظ يحيى: "الا كلب حرث او ماشية." واخرجه مسلم (1575) من طريق ابي رزين، عن ابي هريرة بلفظ: "ليس بكلب صيد ولا غنم." واخرجه مسلم (1575)، والنسائي (4290) من طريق ابن شهاب الزهري، عن سعيد بن المسيب، عن ابي هريرة، لكنه قال: "فانه ينقص من اجره قيراطان." وهو في "مسند احمد" (7621)، و"صحيح ابن حبان" (5652)

قیراط" کا استعمال اس مقدار کے لئے کیا گیا ہے جس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اگر چہ بعض احادیث میں اس" مقدار" کو احد پہاڑ کے برابر بتایا گیا ہے، اس بنیاد پر اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ شریعت نے جن مقاصد کے لئے کتوں کو پالنے کی اجازت دی ہے جیسے مویشیوں (یا گھر، کھیت) کی حفاظت اور شکار، ان کے علاوہ محض تفریح طبع اور شوق کی خاطر اگر کوئی شخص کتا پالے گا تو اس نے جو نیک اعمال کئے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان اعمال کی بناء پر اپنے فضل وکرم سے اس کے نامہ اعمال میں اجر وثواب کے جو ذخیرے رکھے ہیں، ان میں سے روزانہ اس مقدار میں کمی آتی رہے گی کہ اگر اس مقدار کو جسم تصور کیا جائے تو وہ دو احد پہاڑ کے برابر ہو! یا یہ کہ دو قیراط سے مراد اس شخص کی نیکیوں کے حصول میں سے دو حصے کی کمی ونقصان ہے۔ بہر حال " دو قیراط" سے کچھ ہی مراد لیا جائے ،حدیث کا اصل منشاء تو صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ بلاضرورت شرعی، کتا پالنا اپنے اعمال کے اجر وثواب کے ایک بہت بڑے حصے سے ہاتھ دھونا ہے، جہاں تک اس سبب کا تعلق ہے جو کتے پالنے کی وجہ سے ثواب اعمال میں کمی کی بنیاد ہے تو اس بارہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔

بعض حضرات کے نزدیک اس کمی ونقصان کا سبب ملائکہ رحمت کا گھر میں نہ آنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اور بعض حضرات نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ وہ شخص (کتا پال کر) دوسرے لوگوں کو ایذاء پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ کمی ونقصان اس سبب سے ہے کہ جب گھر میں کتا پلا ہوا ہوتا ہے تو وہ گھر والوں کی بے خبری میں کھانے پینے کے برتن باسن میں منہ ڈالتا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ گھر والے چونکہ بے خبر ہوتے ہی اس لئے وہ ان برتنوں کو دھوئے مانجے بغیر ان میں کھاتے پیتے ہیں۔

کتوں کو مارنے سے متعلق حکم وعلل کا بیان

کتے (بھی) گروہوں میں سے ایک گروہ ہیں الخ" اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا آیت (وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ (الانعام:38)۔" اور جتنی قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنی قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح گروہ نہ ہوں۔" اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان ایک امت اور ایک جنس ہیں اسی طرح جانور بھی ایک امت اور ایک جنس ہیں، خواہ وہ زمین پر چلنے والے ہوں یا فضا میں اڑنے والے ہوں، جس طرح انسان اپنے مختلف نام اور اپنے مختلف انواع کے ذریعہ ایک دوسرے سے پہچانے جاتے ہیں، اسی طرح جانوروں کے بھی مختلف نام اور مختلف نوع ہیں جن کے ذریعہ ایک دوسرے کے درمیان فرق امتیاز کیا جاتا ہے۔ اور جس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں۔ کہ ہر شخص کو اپنے اپنے مقدر کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا ہے، اسی طرح جانوروں کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے رزق ملتا ہے، نیز یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خاص مصلحت وحکمت کی بناء پر پیدا کیا ہے اسی طرح جانوروں کو بھی مصلحت وحکمت ہی کے مطابق پیدا کیا ہے، اس اعتبار سے جس طرح انسان کی جان کی اہمیت ہے، اسی طرح جانوروں کی جان کی بھی اہمیت ہے کہ ان کو بلا ضرورت اور بلا مقصد مار ڈالنا تخلیق الٰہی کی مصلحت وحکمت کے منافی ہے۔ لہٰذا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کریمہ کے بموجب یہ تو ممکن نہیں ہے کہ سارے کتوں کو مار ڈالا جائے کیونکہ مخلوق الٰہی میں جتنے گروہ اور جتنی جماعتیں ہیں ان میں ایک گروہ اور ایک جماعت کتے بھی ہیں اور کسی جماعت کے گروہ کے فنا کر دینا اللہ تعالیٰ کی اس حکمت ومصلحت کے بالکل منافی ہے جو ہر جاندار کی تخلیق میں کارفرما ہے، البتہ ان کتوں میں جو کتے خالص سیاہ رنگ کے ہوں ان کو مار ڈالنا چاہئے کیونکہ اس قسم کے کتے نہایت شریر اور سخت خطرناک ہوتے ہیں جن سے لوگوں کو سوائے تکلیف وایذاء کے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور باقی دوسری قسم کے کتے چونکہ کھیت کھلیان اور مویشیوں کی چوکسی کرنے وغیرہ کے کام میں آتے ہیں اور وہ ایک طرح سے انسان کی خدمت کرتے ہیں اس لئے آیت کریمہ کی تعلیم کے علاوہ یوں بھی مفاد عامہ کے پیش نظر ان کو زندہ رکھنا ہی زیادہ بہتر اور فائدہ مند ہے۔ حدیث میں لفظ " فاقتلوا " ترکیب نحوی کے اعتبار سے جواب ہے شرط محذوف کا، گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ جب مذکورہ سبب (آیت کریمہ کے بموجب) تمام کتوں کو مار ڈالنے کا کوئی راستہ نظر آتا تو کم سے کم ان کتوں کو مار ڈالو جو خالص سیاہ رنگ کے ہوں۔

سیاہ کتوں کو مار دینے کا بیان

2845 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِنَ الْأُمَمِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا، فَاقْتُلُوا مِنْهَا الْأَسْوَدَ الْبَهِيمَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اگر کتے مخلوق کی ایک مخصوص قسم نہ ہوتے' تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیتا' البتہ تم ان میں سے کالے سیاہ کتے کو مار دیا کرو"۔

شرح

اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ"۔ مطلب یہ ہے کہ کتے بھی مخلوق ہیں، ایک گروہ ہے جس کے پیدا فرمانے میں حکمت ہے اور انسان کو اس سے فائدہ بھی ہے کہ حفاظت وشکار میں کام آتا ہے اس لیے اس کا بالکل فنا کرنا مناسب نہیں۔ خیال رہے کہ کتے پالنے کا اور حکم ہے اسے ہلاک کرنے کا دوسرا حکم۔ بلا فائدہ اس کا پالنا ناجائز۔ فائدہ حفاظت یا شکار ہے اور بلا ضرر اس کا مارنا ممنوع ہے نقصان خواہ بالفعل ہو یا بالاحتمال۔

یہاں مرقات نے فرمایا کہ حیوانات کا ذبح کرنا صرف دو وجہ سے جائز ہے یا نفع حاصل کرنے کے لیے یا ان کا نقصان دفع کرنے کے لیے، چونکہ خالص کالا کتا فائدہ کم دیتا ہے نقصان زیادہ اس لیے اس کے مار دینے کا حکم ہے، ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ یہ حکم بھی منسوخ ہے۔ اب صرف نقصان دہ کتا ہلاک کیا جائے کالا ہو یا اور رنگ کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچھو، سانپ، بھیڑیا، شیر، چیتا وغیرہ تمام وہ جانور جو صرف نقصان دہ ہیں ان سے نفع کوئی نہیں ان کو مارنا مطلقاً درست ہے۔

بکری سے مراد تمام مویشی ہیں جیسے گائے بھینس وغیرہ کہ ان کی حفاظت کے لیے کتا پالنا جائز ہے، یوں ہی باغ، گھر و دکان کی حفاظت کے لیے پالنا درست ہے، ریوڑ کی حفاظت والے کتے بھیڑیئے کو بھی بھگا دیتے ہیں۔ اعمال کم ہونے کے معنی اور اس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

2846 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: أَمَرَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ. حَتَّى إِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ يَعْنِي بِالْكَلْبِ فَنَقْتُلُهُ، ثُمَّ نَهَانَا عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ: عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (پہلے ایسا ہوا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مار دینے کا حکم دیا' یہاں تک کہ کوئی عورت دیہات سے آتی اور اس کے ساتھ کوئی کتا ہوتا' تو اسے بھی مار دیا کرتے تھے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں انہیں مارنے سے منع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کالے (کتے) کو مارنا' تم پر لازم ہے''

شرح

عام کتے یا خاص کتے مدینہ منورہ کے مار ڈالنے کا حکم دیا کیونکہ مدینہ منورہ نزول وحی کی جگہ ہے وہاں ایسی گندی چیز کی موجودگی اچھی نہیں۔

عورت کا ذکر اتفاقی ہے کہ اکثر عرب عورتیں ہی کتے ساتھ رکھتی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو باہر کا کتا مدینہ منورہ میں آ جاتا ہم اس کو بھی نہ چھوڑتے تھے، اس کی مالکہ کے بغیر اذن ہی اسے مار دیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ناجائز کتا، سور، شراب، جوئے کا سامان وغیرہ یوں ہی طبلہ، سارنگی وغیرہ ناجائز و حرام گانے کے آلات مالک کے بغیر اجازت بھی ضائع کیے جا سکتے ہیں اس میں ضائع کرنے والے پر تاوان نہیں، یہ حدیث بہت سے احکام کی ماخذ ہے۔

اسود کالا اور بہیم خاص کالا جس میں اور کوئی رنگ نہ ہو، ذوالطفیتین وہ کتا یا سانپ جس کی آنکھوں کے اوپر دو داغ ہوں یہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور ڈراؤنا بھی، اس قسم کا سانپ تو بہت ہی خطرناک ہے، کتا دیوانہ ہو کر سانپ سے زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے کہ دیوانے کتے کا کاٹا ہوا اگر کسی کو کاٹ لے تو وہ بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے اور دیوانے کتے کا کاٹا خود دیوانہ ہو کر بڑی مصیبت سے بہت عرصہ میں مرتا ہے، کتے کی طرح خود بھونکتا ہے۔

یعنی ایسا کتا نقصان و ضرر میں شیطان کی طرح ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ اسلام میں پہلے تمام کتوں کے قتل کا حکم دیا گیا پھر صرف کالے آنکھوں پر داغ والے کتے کے قتل کا حکم رہا، تمام کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہوا، اب حکم یہ ہے کہ بے ضرر کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہے خواہ کالے ہوں یا کچھ اور ضرر والے خصوصاً دیوانے کتے کا قتل ضروری ہے۔ اور بلا ضرورت کتا پالنا منع ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ کتوں کو مار ڈالنے کا حکم صرف مدینہ منورہ کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ وہ شہر مقدس محض اسی اعتبار سے تقدیس کا حامل نہیں تھا کہ اس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اقامت پذیر تھے بلکہ اس اعتبار سے بھی اس کو پاکیزگی کی عظمت حاصل تھی کہ وہ وحی کے نازل ہونے اور ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ تھا، لہٰذا یہ بات بالکل موزوں اور مناسب تھی کہ اس کی سرزمین کو کتوں کے

وجود سے پاک رکھا جاتا۔ عورتوں کی تخصیص یا تو اس وجہ سے ہے کہ جو عورتیں جنگل میں بودوباش رکھتی تھیں ان کو (مویشیوں وغیرہ کی حفاظت کے لئے) کتوں کی زیادہ ضرورت ہوتی تھی اور جب وہ شہر میں آتیں تو اس وقت بھی ان کا کتا ان کے ہمراہ ہوتا تھا۔ یا یہ کہا جائے کہ یہاں عورت کی قید محض اتفاقی ہے اور مراد یہ ہے کہ ان کتوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑا جاتا تھا جو جنگل سے شہر آ جاتے تھے خواہ وہ کسی عورت کے ساتھ آتے یا کسی مرد وغیرہ کے ساتھ۔

جو دو نقطوں والا ہو یعنی وہ کالا بجنگ کتا جس کی دونوں آنکھوں پر دو سفید نقطے (ٹیکے) ہوتے ہیں۔ اس قسم کا کتا چونکہ انتہائی شریر اور لوگوں کے لئے سخت تکلیف اور ایذاء پہنچانے والا ہوتا ہے اس لئے اس کو "شیطان" فرمایا گیا ہے۔ اس کو "شیطان" کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسا کتا نہ نگہبانی کے کام کا ہوتا ہے اور نہ شکار پکڑنے کے مصرف کا، چنانچہ اسی سبب سے حضرات امام احمد و اسحق نے یہ کہا ہے کہ سیاہ کتے کا پکڑا ہوا شکار حلال نہیں کیونکہ وہ شیطان ہے۔

حضرت امام نووی فرماتے ہیں کہ عقور یعنی کٹ کھنے کتے کو مار ڈالنے پر تو علماء کا اتفاق ہے اگرچہ وہ سیاہ رنگ کا نہ ہو لیکن اس کتے کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں جو نقصان و ضرر پہنچانے والا نہ ہو۔ امام حرمین کہتے ہیں کہ کتوں کو مار ڈالنے کے حکم کی اصل صورت حال یہ ہے کہ پہلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا، بعد میں اس حکم کی عمومیت منسوخ کر کے اس کے صرف یک رنگ سیاہ کتے تک محدود کر دیا گیا اور پھر آخری طور پر ان تمام کتوں کو مار ڈالنے کی ممانعت نافذ ہوئی جو نقصان و ضرر پہنچانے والے نہ ہوں، یہاں تک کہ یک رنگ سیاہ کتے کو بھی اس حکم میں شامل کر دیا گیا اگر اس سے نقصان و ضرر پہنچنے کا خطرہ نہ ہو تو اس کو بھی ختم نہ کیا جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو (سارے کتوں کے یا مدینہ کے) کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا، لیکن شکاری کتوں اور بکریوں کی حفاظت کرنے والے کتوں اور مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتوں کو مستثنیٰ رکھا۔" (بخاری ومسلم)

اوماشیۃ" (اور مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتے)" یہ جملہ تعمیم بعد تخصیص کے طور پر ہے۔ یعنی استثناء کے سلسلے میں پہلے تو خاص طور پر بکریوں کو حفاظت کرنے والے کتوں کا ذکر کیا پھر اور بعد میں عمومی طور پر تمام جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتوں کا ذکر کر دیا، لہٰذا اس صورت میں حرف "او" تنویع کے لئے ہوگا جیسا کہ ماقبل کی عبارت میں ہے۔ یا یہ کہ "اوماشیۃ" میں حرف "او" راوی کے شک کو ظاہر کرنے کے لئے ہے یعنی اس کے ذریعہ حدیث کے راوی نے بتانا چاہا ہے کہ مجھے صحیح یاد نہیں ہے کہ اس موقع پر "الاکلب صید او کلب" کے بعد "غنم" فرمایا گیا تھا یا "ماشیۃ"۔

بَابٌ فِي الصَّيْدِ

باب: شکار کرنے (کے احکام)

2847- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: إِنِّي أُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ، فَتُمْسِكُ عَلَيَّ

أَفَآكُلُ، قَالَ: إِذَا أَرْسَلْتَ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ. قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلْنَ، قَالَ: وَإِنْ قَتَلْنَ مَا لَمْ يَشْرَكْهَا كَلْبٌ لَيْسَ مِنْهَا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، میں اپنے تربیت یافتہ کتوں کو چھوڑتا ہوں اور وہ میرے لیے کسی شکار کو روک لیتے ہیں تو میں اسے کھالیا کروں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے اپنے تربیت یافتہ کتوں کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لیا ہو، تو جسے وہ تمہارے لیے روک لیتے ہیں، اسے تم کھالو، میں نے دریافت کیا: اگرچہ انہوں نے اس (شکار) کو مار دیا ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ انہوں نے اس (شکار) کو مار دیا ہو، جبکہ اس میں کوئی ایسا کتا شریک نہ ہو، جو ان میں سے نہ ہو"۔

2848 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: إِنَّا نَصِيدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ. فَقَالَ لِي: إِذَا أَرْسَلْتَ كِلَابَكَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ، وَإِنْ قَتَلَ إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَإِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، میں نے عرض کی: ہم ان کتوں کے ذریعے (شکار) کرتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے تربیت یافتہ کتے کو چھوڑتے وقت اس پر اللہ کا نام لے لو، تو وہ جو (شکار) تمہارے لیے روکے اسے تم کھالو، اگرچہ اس نے (شکار) کو مار ڈالا ہو، البتہ اگر کتے نے (شکار میں سے) خود کچھ کھالیا ہو، تو پھر اسے تم نہ کھاؤ، کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اس نے وہ (شکار) اپنے لیے کیا ہوگا۔

2849 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَوَجَدْتَهُ مِنَ الْغَدِ، وَلَمْ تَجِدْهُ فِي مَاءٍ وَلَا فِيهِ أَثَرٌ غَيْرُ سَهْمِكَ فَكُلْ، وَإِذَا اخْتَلَطَ بِكِلَابِكَ كَلْبٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ لَا تَدْرِي لَعَلَّهُ قَتَلَهُ الَّذِي لَيْسَ مِنْهَا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب تم اپنے تیر کو مارتے وقت، اللہ کا نام لے لو، اور تمہیں وہ (شکار) اگلے دن ملے، وہ تمہیں پانی میں نہ ملے، یا تمہیں اس پر، تمہارے تیر کے علاوہ، کسی اور چیز کا نشان نظر نہ آئے، تو تم اسے کھالو، اور جب تمہارے کتوں کے ساتھ (شکار) میں کوئی ایسا کتا

2849- اسناده صحيح. الشعبي: هو عامر بن شراحيل، وعاصم الاحول: هو ابن سليمان، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه بنحوه البخاري (5484)، ومسلم (1929)، وابن ماجه (3213)، والترمذي (1536)، والنسائي (4263) و (4264) و (4268) و (4298) و (4299) من طريق عاصم بن سليمان، والنسائي (4269) من طريق زكريا بن ابي زائدة، كلاهما عن الشعبي، به. وعند بعضهم زيادات ليست في هذا الطريق، ورواية بعضهم مختصرة، وعند البخاري قال: "بعد يوم او يومين" بدل: "الغد." واخرجه الترمذي (1535)، والنسائي (4300-4302) من طريق سعيد بن جبير، عن عدي بن حاتم. بذكر صيد السهم فقط. وهو في "مسند احمد" (18259) دون ذكر صيد السهم.

بھی شامل ہو جائے، جو ان کے علاوہ ہو، تو تم اسے نہ کھاؤ، کیونکہ ہو سکتا ہے وہ (شکار) اس کتے نے کیا ہو، جو ان میں سے نہیں تھا''

2850 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنِي عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَقَعَتْ رَمِيَّتُكَ فِي مَاءٍ فَغَرِقَ فَمَاتَ فَلَا تَأْكُلْ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تمہارا شکار پانی میں گر کر، ڈوب کر مر جائے، تو تم اسے نہ کھاؤ''

2851 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا عَلَّمْتَ مِنْ كَلْبٍ أَوْ بَازٍ، ثُمَّ أَرْسَلْتَهُ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكَ عَلَيْكَ، قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلَ؟ قَالَ: إِذَا قَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَيْكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْبَازُ إِذَا أَكَلَ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَالْكَلْبُ إِذَا أَكَلَ كُرِهَ، وَإِنْ شَرِبَ الدَّمَ فَلَا بَأْسَ بِهِ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تم نے جس کتے یا باز کو سدھایا ہو، اور پھر اسے چھوڑتے وقت تم نے، اللہ کا نام لے لیا ہو، تو جسے وہ تمہارے لیے روک لیں، اسے تم کھا لو، میں نے دریافت کیا: اگرچہ اس نے (شکار) کو مار ڈالا ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اس نے (شکار) کو مار ڈالا ہو، اور اس میں سے کچھ نہ کھایا ہو، تو وہ اس نے تمہارے لیے روکا ہوگا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جب باز نے (شکار میں سے) کچھ کھا لیا ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر کتے نے کھا لیا ہو، تو اسے حرام قرار دیا گیا ہے، اگر وہ (کتا، شکار کا) خون پی لے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

2852 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَيْدِ الْكَلْبِ: إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ، وَكُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ يَدَاكَ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے شکار کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم اپنے کتے کو چھوڑتے وقت، اللہ کا نام لے لو، (تو اس کے شکار کو) کھا لو، اگرچہ اس (کتے) نے (اس شکار) میں سے کچھ کھا لیا ہو، اور تم اس چیز کو بھی کھا لو، جسے تمہارے ہاتھ نے، تمہاری طرف لوٹایا ہو، (یعنی تم نے تیر وغیرہ کے ذریعے جو شکار کیا ہو)''

2853 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ خُلَيْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَحَدُنَا يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَقْتَفِي أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ، ثُمَّ يَجِدُهُ مَيِّتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ أَيَأْكُلُ؟ قَالَ: نَعَمْ إِنْ شَاءَ أَوْ قَالَ: يَأْكُلُ إِنْ شَاءَ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی ایک شکار کو تیر مارتا ہے، پھر وہ اس کی خاطر دو تین دن، گھومنے کے بعد، اسے مردہ پاتا، اور اس میں آدمی کے تیر کا نشان، موجود ہوتا ہے، تو کیا وہ اسے کھالے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اگر وہ چاہے (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) اگر وہ چاہے تو کھالے"

2854 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ؟ فَقَالَ: إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ وَقِيذٌ. قُلْتُ: أُرْسِلُ كَلْبِي؟ قَالَ: إِذَا سَمَّيْتَ فَكُلْ وَإِلَّا فَلَا تَأْكُلْ، وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ لِنَفْسِهِ. فَقَالَ: أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ عَلَيْهِ كَلْبًا آخَرَ؟ فَقَالَ: لَا تَأْكُلْ لِأَنَّكَ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھالے کے ذریعے کیے گئے شکار کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: اگر اس کی دھار کے ذریعے (شکار کیا گیا ہو) تو تم اسے کھالو، اور اگر چوڑائی کی سمت سے (یعنی اسے لاٹھی کے طور پر استعمال کر کے شکار کیا گیا ہو) تو تم اسے نہ کھاؤ' کیونکہ وہ چوٹ کھا کر مارا ہوا ہوگا، میں نے عرض کی: میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے (کتے کو چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لے لیا تھا' تو تم کھالو ورنہ، نہ کھاؤ، اور اگر اس نے (اس شکار میں سے) کچھ کھالیا ہو، تو تم اسے نہ کھاؤ، کیونکہ اس نے اپنے لیے (وہ شکار) کیا ہے، حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں، (اور شکار کے پاس) ایک اور کتا پاتا ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے نہ کھاؤ، کیونکہ تم نے صرف اپنے کتے پر اللہ کا نام لیا تھا۔

2855 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَبِيعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيَّ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ عَائِذُ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ؟ قَالَ: مَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَكُلْ، وَمَا أَصَدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنے تربیت یافتہ کتے کے ذریعے بھی شکار کرتا ہوں اور غیر تربیت یافتہ کتے کے ذریعے بھی شکار کرتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم نے تربیت یافتہ کتے کے ذریعے جو شکار کیا ہو، اس پر اللہ کا نام لے کر کھالو، اور جو شکار غیر تربیت یافتہ کتے کے ذریعے کیا ہو، اگر تمہیں اسے ذبح کرنے کا موقع ملتا ہے، تو تم اسے کھالو۔

2856 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ سَيْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ كُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ وَكَلْبُكَ زَادَ عَنِ ابْنِ حَرْبٍ:

الْمُعَلَّمُ وَيَدُكَ فَكُلْ ذَكِيًّا وَغَيْرَ ذَكِيٍّ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوثعلبہ! تمہاری کمان اور تمہارا کتا (یہاں ابن حرب نے یہ لفظ "تربیت یافتہ" زائد نقل کیا ہے) اور تمہارا ہاتھ جو کچھ تمہیں لوٹائیں (یعنی تم نے ان کے ذریعے جو شکار کیا ہو) اسے تم کھالو، خواہ اسے ذبح کرنے کا موقعہ ملا ہو یا نہ ملا ہو۔

2857 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا يُقَالُ لَهُ أَبُو ثَعْلَبَةَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي كِلَابًا مُكَلَّبَةً فَأَفْتِنِي فِي صَيْدِهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كَانَ لَكَ كِلَابٌ مُكَلَّبَةٌ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قَالَ: ذَكِيًّا أَوْ غَيْرَ ذَكِيٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ؟ قَالَ: وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَفْتِنِي فِي قَوْسِي؟ قَالَ: كُلْ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ قَوْسُكَ. قَالَ: ذَكِيًّا أَوْ غَيْرَ ذَكِيٍّ؟ قَالَ: وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنِّي؟ قَالَ: وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنْكَ مَا لَمْ يَصِلَّ أَوْ تَجِدْ فِيهِ أَثَرًا غَيْرَ سَهْمِكَ. قَالَ: أَفْتِنِي فِي آنِيَةِ الْمَجُوسِ إِنِ اضْطُرِرْنَا إِلَيْهَا. قَالَ: اغْسِلْهَا وَكُلْ فِيهَا

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک دیہاتی جس کا نام ابوثعلبہ تھا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس کچھ تربیت یافتہ کتے ہیں، آپ ان کے ذریعے شکار کرنے کے بارے میں مجھے شرعی حکم بتایئے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے کتے تربیت یافتہ ہیں، تو جو (شکار) وہ تمہارے لیے روکتے ہیں، تم اسے کھالو، اس نے دریافت کیا: خواہ اسے ذبح کیا گیا ہو، یا نہ کیا گیا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! اس نے دریافت کیا: خواہ اس (کتے) نے اس (شکار) میں سے کچھ کھالیا ہو، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خواہ اس نے، اس میں سے کچھ کھالیا ہو (اس دیہاتی نے) عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھے میری کمان کے بارے میں شرعی حکم بتایئے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری کمان جو تمہیں لوٹا دے، اسے تم کھالو، اس نے دریافت کیا: خواہ اسے ذبح کیا گیا ہو، یا نہ کیا گیا ہو؟ اس نے دریافت کیا: خواہ وہ مجھ سے غائب ہوجائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خواہ وہ تم سے غائب ہوجائے، جب تک وہ خراب نہ ہو، یا تمہیں اس میں اپنی کمان کے علاوہ کسی اور کا نشان نظر نہ آئے، (اس دیہاتی نے) عرض کی: آپ ﷺ مجھے مجوسیوں کے برتنوں کے بارے میں شرعی حکم بتایئے: جب ہم انہیں استعمال کرنے پر مجبور ہوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم انہیں دھوکر ان میں کھالو۔

شرح

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا" اے اللہ کے نبی! ہم ایک ایسی قوم کے درمیان سکونت پذیر ہیں جو اہل کتاب ہے، تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھاپی سکتے ہیں اور ہم ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں شکار بہت ہیں میں اپنی کمان (یعنی تیر) اور تربیت یافتہ کتے کے ذریعہ بھی شکار مارتا ہوں اور غیر تربیت یافتہ کتے کے ذریعہ بھی شکار کرتا ہوں تو میرے لئے کون سی چیز درست ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے جو تم نے اہل کتاب کے برتنوں کے

بارے میں پوچھی ہے تو (ان کے متعلق یہ حکم ہے کہ) اگر ان برتنوں کے علاوہ اور برتن مل سکیں تو پھر ان کے برتنوں میں مت کھاؤ پیو اور اگر دوسرے برتن نہ مل سکیں تو (پہلے) ان کو دھو مانج لو اور پھر ان میں کھا پی لو۔ رہی شکار کی بات تو جس جانور کو تم نے اپنے تیر سے شکار کیا ہے اور (تیر چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لیا ہے اس کو کھا لو اسی طرح جس جانور کو تم نے تربیت یافتہ کتے کے ذریعہ شکار کیا ہے اور (اس کتے کو چھوڑتے وقت) اللہ کا نام لیا ہے تو اس کو بھی کھا سکتے ہو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 4)

ان کے برتنوں میں مت کھاؤ" یہ حکم احتیاط کے پیش نظر ہے اور اس کے کئی سبب ہیں ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے دع ما یریبک الی مالا یریبک دوسرے اس بات سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ حتی الامکان ان کے مستعمل برتنوں میں کھانے پینے سے احتراز کیا جائے اگرچہ ان کو دھو لیا گیا ہو۔ اور تیسرے مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات زیادہ سے زیادہ اہمیت کے ساتھ راسخ کرنا بھی مقصود ہے کہ مسلمانوں کے سامنے ان کا یہ ملی تقاضہ بہر صورت رہنا چاہئے کہ وہ ان (اہل کتاب) کے ساتھ رہن سہن اور باہمی اختلاط رکھنے سے نفرت کریں۔

تاہم یہ حکم کہ" ان کے برتنوں میں مت کھاؤ" دراصل تقویٰ کی راہ ہے اور اس بارے میں جو کچھ فتویٰ ہے وہ خود حدیث نے آگے بیان کر دیا ہے۔" ان کو دھو مانج لو" یہ حکم اس صورت میں تو بطریق وجوب ہوگا جب کہ ان برتنوں کے نجس و ناپاک ہونے کا ظن غالب ہو اور اس صورت میں بطریق استحباب ہوگا جب کہ ان کی نجاست کا ظن غالب نہ ہو۔ برماوی نے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر ان (اہل کتاب) کے برتنوں کے علاوہ اور دوسرے برتن مل سکتے ہوں تو اس صورت میں ان کے برتنوں کو دھو کر بھی اپنے کھانے پینے کے استعمال میں نہیں لانا چاہئے۔ جب کہ فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ ان کے برتنوں کے دھو لینے کے بعد استعمال کرنا بہر صورت جائز ہے۔ خواہ اور دوسرے برتن مل سکتے ہوں یا نہ مل سکتے ہوں۔ اس صورت میں کہا جائے گا کہ حدیث سے جو کراہت ثابت ہوتی ہے وہ ان برتنوں پر محمول ہے جن میں وہ لوگ سور کا گوشت پکاتے کھاتے ہوں یا جن میں شراب پینے کے لئے رکھتے ہوں، لہٰذا ایسے برتن چونکہ ایمانی نقطہ نظر سے بے حد گھناؤنے ہوتے ہیں، اس لئے ان کو اپنے استعمال میں لانا مکروہ ہے خواہ ان کو کتنا ہی دھو مانج کیوں نہ لیا جائے اور فقہاء نے جو مسئلہ بیان کیا ہے وہ ان برتنوں پر محمول ہے جو سور کے گوشت جیسی نجاستوں اور ناپاکیوں میں زیادہ مستعمل نہیں ہوتے۔

بَابٌ فِي صَيْدٍ قُطِعَ مِنْهُ قِطْعَةٌ

باب: جب شکار کا کوئی ایک حصہ کاٹ لیا جائے؟

2858 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي وَاقِدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا

2858-حدیث حسن، حسنه الترمذی، وقال: العمل علی هذا عند اهل العلم، وقال البخاری: هو محفوظ، وصححه ابو نعیم فی "حلية الاولياء" 2518/، وقد اختلف فيه علی زيد بن اسلم كما بيناه فی "مسند احمد" (21903). واخرجه الترمذی (1549) و (1550) من طريق عبدالرحمن بن عبدالله بن دينار، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (21903).

قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ

حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس بھی زندہ جانور کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے (تو وہ کاٹا ہوا حصہ) مردار شمار ہوگا''۔

شرح

زمانہ اسلام سے قبل چونکہ جاہلیت نے انسانی عقل وطبائع کو ماؤف کر رکھا تھا اس لیے اس وقت کے انسان ایسے ایسے طور طریقوں میں مبتلا تھے جن سے انسانیت بھی پناہ مانگتی تھی، انہی طور طریقوں میں ایک رواج مدینہ والوں میں یہ بھی جاری تھا کہ وہ جب چاہتے اپنے زندہ اونٹوں کے کوہان، زندہ دنبوں کی چکتیاں کاٹ لیتے تھے اور ان کو بھون پکا کر کھا لیتے تھے۔ یہ جانوروں کے تئیں ایک انتہائی بے رحمانہ طریقہ ہی نہیں تھا بلکہ طبع سلیم کے منافی بھی تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو اس مذموم فعل سے باز رکھا اور ان پر واضح کیا کہ زندہ جانور کے جسم سے جو بھی عضو کاٹا جائے گا وہ مردار ہوگا اور اس کا کھانا حرام ہوگا۔

بَابٌ فِي اتِّبَاعِ الصَّيْدِ

باب: شکار کا پیچھا کرنا

2859 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ مَرَّةً سُفْيَانُ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا، وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ، وَمَنْ أَتَى السُّلْطَانَ افْتُتِنَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جنگل (یا ویرانے) میں رہائش اختیار کرتا ہے تو اس کا دل سخت ہو جاتا ہے، اور جو شخص شکار کا پیچھا کرتا ہے وہ غافل ہو جاتا ہے اور جو حاکم وقت کے پاس آتا جاتا ہے، وہ آزمائش کا شکار ہو جاتا ہے''

2860 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ شَيْخٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى مُسَدَّدٍ، قَالَ: وَمَنْ لَزِمَ السُّلْطَانَ افْتُتِنَ زَادَ: وَمَا ازْدَادَ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا إِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللهِ بُعْدًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

اس کے بعد مسدد کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں ''جو حاکم کے ساتھ رہتا ہے، وہ آزمائش کا شکار ہو جاتا ہے'' اور یہ الفاظ زائد ہیں ''جو بندہ حاکم کے جتنا زیادہ قریب ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی دور ہوتا چلا جاتا ہے''

2861 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَمَيْتَ

الصَّيْدَ فَأَدْرَكْتَهُ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ وَسَهْمُكَ فِيهِ فَكُلْهُ مَا لَمْ يُنْتِنْ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تم شکار کو تیر مارو اور پھر تین دن کے بعد اسے پاؤ، جبکہ تمہارا تیر اس میں موجود ہو تو تم اسے کھا لو، بشرطیکہ وہ بدبودار نہ ہوا ہو''۔

2861- اسناده صحيح. وقد اعله ابن حزم في "المحلى" 4637/ بمعاوية بن صالح، وليس ذلك بعلة، لان معاوية بن صالح - وهو ابن حدير الحضرمي - وثقه الائمة، ولم يتكلم فيه غير يحيى القطان، ثم انه متابع. واخرجه مسلم (1931)، والنسائي (4303) من طريق معاوية بن صالح، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1931) من طريق ابي الزاهرية، عن جبير بن نفير، به. واخرجه ايضاً (1931) من طريق مكحول

كِتَابُ الْوَصَايَا

یہ کتاب وصیتوں کے بیان میں ہے

وصایا کے معنی ومفہوم کا بیان

وصایا وصیت کی جمع ہے خطایا خطیہ کی جمع ہے وصیت اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنے وارثوں سے یہ کہہ جائے کہ میرے مرنے کے بعد یہ فلاں فلاں کام کرنا مثلاً میری طرف سے مسجد بنوا دینا، کنواں بنوا دینا، یا مدرسہ اور خانقاہ وغیرہ میں اتنا روپیہ دیدینا یا فلاں شخص کو اتنا روپیہ یا مال دے دینا یا فقراء ومساکین کو طعام وغلہ یا کپڑے تقسیم کر دینا وغیرہ وغیرہ اور یا جو فرائض وواجبات مثلاً نماز اور زکوۃ وغیرہ اس کی غفلت کی وجہ سے قضاء ہو گئے تھے ان کے بارے میں اپنے ورثاء سے کہے کہ یہ ادا کر دینا یا ان کا کفارہ دے دینا اسی طرح بعض مواقع پر وصیت نصیحت کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔

علماء ظواہر (یعنی وہ علماء جو بہر صورت قرآن وحدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہیں) کے نزدیک وصیت کرنا واجب ہے جبکہ دوسرے تمام علماء کے ہاں پہلے تو وصیت واجب تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ داروں کے لئے اپنے مال واسباب میں سے حصے مقرر کرنا جانا ہر مال دار پر واجب تھا لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے خود تمام حصے متعین ومقرر فرما دیے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اسی لئے وارث کے لئے وصیت کرنا درست نہیں ہے البتہ آیت میراث کے بعد بھی تہائی مال میں وصیت کرنے کا اختیار باقی رکھا گیا تا کہ اگر کوئی شخص اپنے آخری وقت میں فی سبیل اللہ مال خرچ کر کے اپنی عمر بھی کی تقصیرات مثلاً بخل وغیرہ کا کفارہ اور مکافات کرنا چاہے تو یہ سعادت حاصل کر لے یا اگر اپنے کسی دوست یا دور کے رشتہ دار یا خادم وغیرہ کو کچھ دینا چاہے تو اس تہائی میں سے دیکر اپنا دل خوش کر لے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص پر کوئی قرض وغیرہ ہو یا اس کے پاس کسی کی امانت رکھی ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی ادائیگی وواپسی کی وصیت کر جائے اور اس بارے میں ایک وصیت نامہ لکھ کر اس پر گواہیاں کرا لے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْوَصِيَّةِ

باب: وصیت کا حکم دینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2862- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جس مسلمان کے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہو جس کے بارے میں وہ وصیت کرسکتا ہو تو اسے اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ اس پر دو راتیں گزر جائیں مگر یہ کہ وہ وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو یا لوگوں کا کوئی معاملہ اس کے سپرد ہو تو اسے چاہئے کہ وہ دو راتیں گزرنے سے پہلے وصیت نامہ لکھ کر رکھ لے دو راتوں سے مراد عرصہ قلیل ہے یعنی کم سے کم عرصہ بھی ایسا نہ گزرنا چاہئے کہ جس میں وصیت نامہ لکھا ہوا نہ رکھا ہو کیونکہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، نہ معلوم کس لحہ زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور وصیت نامہ کی عدم موجودگی میں ورثاء کے لاعلم ہونیکی وجہ سے حق تلفی کا وبال اس دنیا سے اس کے ساتھ جائے۔ علماء ظواہر اسی حدیث کے پیش نظر وصیت کے واجب ہونے کے قائل ہیں حالانکہ یہ حدیث عموی طور پر وصیت کے واجب ہونے پر دلالت نہیں کرتی البتہ اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص پر کسی کا قرض ہو یا اس کے پاس کسی کی امانت ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قرض یا امانت کے بارے میں وصیت کر جائے۔ علماء لکھتے ہیں کہ جس معاملہ میں یعنی قرض اور امانت وغیرہ کے سلسلہ میں وصیت کرنا لازم ہو اس کا وصیت نامہ جلد سے جلد مرتب کر لینا مستحب ہے نیز یہ ضروری ہے کہ وصیت نامہ لکھ کر اس وصیت نامہ پر دو اشخاص کی گواہیاں ثبت کرادی جائیں۔

2863- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا بَعِيرًا وَلَا شَاةً وَلَا أَوْصَى بِشَيْءٍ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دینار کوئی درہم کوئی اونٹ یا بکری (ورثے میں) نہیں چھوڑا اور نہ ہی آپ نے (اپنے مال کے بارے میں) کوئی وصیت کی۔

وصیت واجب نہیں بلکہ مستحب ہوتی ہے

وصیت واجب نہیں ہے بلکہ وہ مستحب ہے۔ جبکہ قیاس اس کا انکاری ہے۔ کیونکہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی ملکیت کو ختم کرنے کی طرف مضاف ہے۔ اور جب وصیت کو ملکیت قائم کرنے کی جانب مضاف کیا جائے۔ اور اس طرح کہا جائے میں نے

2862-اسناده صحيح. واخرجه البخاری (2738)، ومسلم (1627)، وابن ماجه (2699) و (2702)، والترمذی (996) و (2251)، والنسائی (3615) و (3616) من طرق عن نافع، به. واخرجه مسلم (1627)، والنسائي (3618) من طريق سالم بن عبد الله بن عمر، عن ابيه، الا انه قال: "ثلاث ليال" بدل: "ليلتين." وهو في "مسند احمد" (4469) من طريق سالم، و (4578) من طريق نافع. واخرجه النسائی (3617) من طريق عبدالله بن عون، عن نافع، عن ابن عمر من قوله.

2863-اسناده صحيح. مسروق: هو ابن الاجدع، وابو وائل: هو شقيق بن سلمة، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه مسلم (1635)، وابن ماجه (2695)، والنسائی (3621) و (3622) من طريق الاعمش، بهذا الاسناد. واخرجه النسائي (3623)

تم کو کل مالک بنا دیا ہے تو یہ باطل ہوگا۔ پس ایسی صورت میں وصیت بدرجہ اولیٰ باطل ہو جائے گی۔ لیکن لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے بطور استحسان ہم نے وصیت کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ انسان اپنی امید کے سبب دھوکہ کھانے والا ہے۔ اور وہ اپنے عمل میں غفلت کر سکتا ہے۔ اور جب اس کو بیماری لاحق ہو جائے تو وہ موت سے گھبرانے لگتا ہے۔ اور اس کی گذشتہ کی ہوئی غلطیوں اور زیادتیوں کی تلافی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جب وہ اسی بیماری میں فوت ہو جائے تو اس کا اخروی مقصد ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر وہ تندرست ہو گیا ہے تو وہ مال کی دنیاوی مقاصد میں خرچ کرے گا۔ اور وصیت کو مشروع کرنے کے سبب یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ پس اسی لئے ہم نے وصیت کو مشروع قرار دیا ہے۔ اور اجارہ میں بھی ہم اسی طرح بیان کر آئے ہیں۔ اور موت کے بعد بھی ضرورت کی وجہ سے ملکیت باقی رہتی ہے۔ جس طرح کفن و دفن اور قرض کی مقدار کا ادا کرنا ہے۔ اور کتاب اللہ نے اس کا جواز بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے "مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ" اور سنت سے بھی اس کے جواز کو بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ نبی کریم ﷺ کا فرمان اقدس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آخر عمر میں تمہارے تہائی مال کا صدقہ کیا ہے۔ تا کہ تمہارے اعمال میں اضافہ ہو۔ پس جہاں تم چاہو اس کو خرچ کرو۔ اور آپ ﷺ نے حیث احببتم ارشاد فرمایا ہے۔ اور وصیت کے جائز ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اور اجنبی کیلئے تہائی مال میں ورثاء کی اجازت کے بغیر وصیت صحیح ہے۔

(ہدایہ کتاب وصایا، لاہور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کاش لوگ وصیت کے مسئلہ میں ربع تک آ جاتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ثلث کا کچھ مضائقہ نہیں اور ثلث بھی بہت ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 16)

حضرت عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں کہا میں ایک مرتبہ بیمار ہوا تو آنحضرت ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ سے دعا فرمایئے، وہ مجھے ایڑیوں کے بل نہ لوٹا دے (یعنی مکہ میں جہاں سے میں ہجرت کر چکا ہوں، مجھے موت نہ دے) آپ نے فرمایا، گھبراؤ نہیں، تمہیں وہاں موت نہیں آئے گی، امید ہے کہ اللہ تمہیں بلند مرتبہ کر دے گا تم سے کچھ لوگوں کو نفع پہنچے گا میں نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ وصیت کروں۔ اور مری صرف ایک ہی بیٹی ہے، کیا میں نصف کی وصیت کروں۔ آپ نے فرمایا نصف بہت ہے، میں نے کہا تو تہائی مال کی، آپ نے فرمایا تہائی کا مضائقہ نہیں اور تہائی بھی بہت ہے، پس لوگوں نے تہائی کی وصیت کرنی شروع کی، اور یہ ان کیلئے جائز ہو گیا۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 17)

وصیت کرنا جائز ہے قرآن کریم سے، حدیث شریف سے اور اجماع امت سے اس کی مشروعیت ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (جوہرہ نیرہ ج 2 و بدائع ج 7، ص 330)

شریعت میں ایصاء یعنی وصیّت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا۔ (تبیین از عالمگیری ج 6، ص 90)

وصیّت کا رکن یہ ہے کہ یوں کہے "میں نے فلاں کے لئے اتنے مال کی وصیّت کی یا فلاں کی طرف میں نے یہ وصیّت کی۔

(محیط السرخسی از عالمگیری ج 6، ص 90)

وصیت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ موصی یعنی وصیت کرنے والا، موصی الہ یعنی جس کے لئے وصیت کی جائے، موصی بہ یعنی جس چیز کی وصیت کی جائے، وصی یعنی جس کو وصیت کی جائے۔

(کفایہ، عنایہ و عالمگیری، کفایہ از عالمگیری ج 6 ص 90 مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، مصری چھاپہ)

وصیت کرنا مستحب ہے جب کہ اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی نہ ہو، اگر اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی ہے جیسے اس پر کچھ نمازوں کا ادا کرنا باقی ہے یا اس پر حج فرض تھا ادا نہ کیا یا روزہ رکھنا تھا نہ رکھا تو ایسی صورت میں ان کے لئے وصیت کرنا واجب ہے۔ (تبیین از عالمگیری ج 6 ص 90 و قدوری، درمختار، ردالمحتار)

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَا لَا يَجُوزُ لِلْمُوصِي فِي مَالِهِ

باب: وصیت کرنے والے کیلئے اپنے مال کے حوالے سے کیا بات جائز نہیں ہے

2864- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَرِضَ مَرَضًا قَالَ ابْنُ أَبِي خَلَفٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ اتَّفَقَا أَشْفَى فِيهِ فَعَادَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي أَفَأَتَصَدَّقُ بِالثُّلُثَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالشَّطْرِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالثُّلُثِ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ إِنَّكَ أَنْ تَتْرُكَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَخَلَّفُ عَنْ هِجْرَتِي قَالَ إِنَّكَ إِنْ تُخَلَّفْ بَعْدِي فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ لَا تَزْدَادُ بِهِ إِلَّا رِفْعَةً وَدَرَجَةً لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں وہ بیمار ہو گئے اور شدید بیمار ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے آئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے تو کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے دریافت کیا: نصف؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ انہوں نے دریافت کیا: ایک تہائی۔ آپ نے فرمایا: (ایک تہائی کر سکتے ہو) ویسے ایک تہائی بھی زیادہ ہے اگر تم اپنے

2864- اسناده صحيح. عامر بن سعد: هو ابن ابي وقاص، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (56) و (1295) و (3936) و (4409) و (5668) و (6373) و (6733)، ومسلم (1628)، وابن ماجه (2708)، والترمذي (2249)، والنسائي (3626) من طريق ابن شهاب الزهري، به. واخرجه كذلك مطولاً ومختصراً البخاري (2742) و (2744) و (5354)، ومسلم (1628)، والنسائي (3627) و (3630) من طرق عن عامر بن سعد، به. واخرجه ايضاً البخاري (5659)، ومسلم (1628)، والترمذي (997)، والنسائي (3629) و (3631) و (3632) و (3635) من طرق عن سعد بن ابي وقاص. وهو في "مسند احمد" (1440)، و"صحيح ابن حبان" (4249).

وارثوں کو خوشحال چھوڑ کے جاؤ تو یہ اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تم انہیں غریب چھوڑ کے جاؤ اور وہ لوگوں سے مانگتے پھریں تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو (اس کا بھی اجر ملے گا)

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں اپنی ہجرت میں پیچھے رہ جاؤں گا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم پیچھے بھی رہ جاؤ تو پھر بھی تم جو عمل کرو گے اور جس کے ذریعے تم اللہ کی رضا چاہو گے تو اس کے نتیجے میں تمہاری قدر و منزلت میں اضافہ ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ تم زیادہ عرصے تک زندہ رہو یہاں تک کہ کچھ لوگ تم سے نفع حاصل کریں اور کچھ لوگ تم سے نقصان حاصل کریں پھر نبی اکرم ﷺ نے دعا کی اے اللہ! میرے ساتھیوں کی ہجرت کو برقرار رکھ انہیں الٹے قدموں واپس نہ لا۔ تاہم سعد بن خولہ پر افسوس ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ان پر افسوس کا اظہار اس لئے کیا کیونکہ ان کا انتقال مکہ میں ہوگیا تھا۔

تہائی میں وصیت کے جواز کا بیان

فرمایا کہ تہائی سے زائد کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ تم تہائی کی وصیت کرو۔ اور تہائی بہت زیادہ ہے۔ اور یہ ارشاد آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا کہ جب آپ ﷺ نے ان کو سارے اور نصف مال کی وصیت کرنے سے منع کیا تھا۔ کیونکہ مال ورثاء کا حق ہے۔ اور اس کی جانب ختم ہونے کا سبب منعقد ہو چکا ہے۔ اور وہ مورث کا مال سے بے پرواہ ہونا ہے۔ اور ان کا یہ بے پرواہ ہونا مال سے ان کے حق کو واسطہ ہونا ثابت کردے گا۔ لیکن شریعت نے اجنبیوں کے حق میں تہائی کی مقدار میں اس بے پرواہی کا اظہار نہیں کیا کہ مورث اپنی غلطی کی تلافی کرنے والا بن جائے۔ اسی تفصیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اور اس کو وارثوں کے حق میں ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ مورث اس کو اپنے وارثوں پر صدقہ نہ کرے گا۔ تا کہ اتفاقی طور واقع ہونے والے ایثار سے وہ بچ جائے۔ اسی وضاحت کے مطابق جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ وصیت میں ظلم کرنا یہ بڑے گناہوں میں سے بھی بڑا ہے۔ اور علماء نے حیف کی معنی تہائی سے زیادہ اور وارث کے حق میں وصیت کرنے کا کیا ہے۔ (ہدایہ کتاب وصایا، لاہور)

حالت مرض میں وصیت کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال اتنا سخت بیمار ہوا کہ موت کے کنارہ پر پہنچ گیا چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے مگر ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے تو کیا میں اپنے سارے مال کے بارے میں وصیت کر جاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں پھر میں نے عرض کیا کہ کیا دو تہائی مال کے بارے میں وصیت کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا نصف کے لئے فرمایا نہیں، میں نے پوچھا کہ ایک تہائی کے لئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تہائی مال کے بارے میں وصیت کر سکتے ہو اگرچہ یہ بھی بہت ہے اور یاد رکھو اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار و خوش حال چھوڑ جاؤ گے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو مفلس چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں جان لو تم اپنے مال کا جو بھی حصہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی

کے جذبہ سے خرچ کرو گے تو تمہیں اس کے خرچ کا ثواب ملے گا یہاں تک کہ تمہیں اس لقمہ کا بھی ثواب ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ تک لے جاؤ گے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 296)

میرا کوئی وارث نہیں ہے" سے حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ ذوی الفروض سے میرا کوئی وارث نہیں ہے یا یہ کہ ایسے وارثوں میں سے کہ جن کے بارے میں مجھے یہ خوف نہ ہو کہ وہ میرا مال ضائع کر دیں گے علاوہ ایک بیٹی کے اور کوئی وارث نہیں ہے، حضرت سعد کے اس جملہ کی یہ تاویل اسلئے کی گئی ہے کہ حضرت سعد کے کئی عصبی وارث تھے۔

یہ حدیث جہاں اس بات کی دلیل ہے کہ مال جمع کرنا مباح ہے وہیں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وارثوں کے حق میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس میت کے وارث موجود ہوں تو اس کی وصیت اس کے تہائی مال سے زائد میں جاری نہیں ہوتی، البتہ اگر وہ ورثاء اپنی اجازت وخوشی سے چاہیں تو ایک تہائی سے زائد میں بھی بلکہ سارے ہی مال میں وصیت جاری ہو سکتی ہے بشرطیکہ سب وارث عاقل وبالغ اور موجود ہوں، اور جس میت کا کوئی وارث نہ ہو تو اس صورت میں بھی اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ اس کی وصیت بھی ایک تہائی سے زائد میں جاری نہیں ہو سکتی۔ البتہ حضرت امام اعظم اور ان کے متبعین علماء اس صورت میں ایک تہائی سے زائد میں بھی وصیت جاری کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں نیز حضرت امام احمد اور حضرت اسحق کا بھی یہی قول ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے ان کے حق میں ہمیشہ خیر خواہی کا جذبہ رکھا جائے اور وارثوں کے تئیں شفقت ومحبت ہی کے طریقے کو اختیار کیا جائے علاوہ ازیں اس حدیث سے اور بھی کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ اپنا مال غیروں کو دینے سے افضل یہ ہے کہ اس کو اپنے قرابتداروں پر خرچ کیا جائے دوم یہ کہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے سے ثواب ملتا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی طلب پیش نظر ہو اور سوم یہ کہ اگر کسی مباح کام میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی نیت کر لی جائے تو وہ مباح کام بھی طاعت وعبادت بن جاتا ہے چنانچہ بیوی اگرچہ جسمانی ودنیوی لذت وراحت کا ذریعہ ہے اور خوشی ومسرت کے وقت اس کے منہ میں نوالہ دینا محض ایک خوش طبعی ہے جس کا طاعت وعبادت اور امور آخرت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ اگر بیوی کے منہ میں نوالہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی طلب کی نیت ہو تو اس میں ثواب ملتا ہے لہٰذا اس کے علاوہ دوسری حالتوں میں تو بطریق اولیٰ ثواب ملے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ جب میں بیمار تھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پوچھنے آئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے وصیت کرنے کا ارادہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتنے مال کی وصیت کا تم نے ارادہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو اللہ کی راہ میں اپنے سارے مال کی وصیت کرنے کا ارادہ کر لیا ہے آپ نے فرمایا اولاد کے لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا کہ وہ خود مالدار خوشحال ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وصیت کرنا ہی چاہتے ہو تو اپنے مال کے دسویں حصہ کے بارے میں وصیت کر دو حضرت سعد کہتے ہیں کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی

ہوئی اس مقدار کو بار بار کم کہتا رہا تو میرے اصرار پر آپ نے فرمایا کہ اچھا تہائی مال کے بارے میں وصیت کر دو اگر چہ یہ تہائی بھی بہت ہے۔ (ترمذی)

ورثاء کا مورث کے بعد تہائی سے زائد کی اجازت دینے کا بیان

ہاں جب مورث کی موت کے بعد تہائی سے زائد کی اجازت دے دیں اور وہ بھی اس طرح کہ ورثاء بڑے ہوں کیونکہ روکنا انہی کے حق کے سبب سے تھا۔ اور وہ اپنے حق کو ساقط کرنے والے ہیں۔

اور مورث کی زندگی میں ورثاء کی اجازت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ حق ثابت ہونے سے پہلے کا معاملہ ہے۔ کیونکہ وارثوں کا حق تو موت کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ پس ورثاء کو حق حاصل ہے کہ مورث کی موت کے بعد اس کو رد کر دیں۔ جبکہ موت کے موت کے بعد والی اجازت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اجازت حق ثابت ہونے کے بعد ہے۔ پس وارث اس سے رجوع کا حق رکھنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ جو چیز ساقط ہو جائے وہ معدوم ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ وارثوں کا حق اجازت کے وقت مزید پکا ہو جائے گا۔ اور پختگی موجودہ حق میں ظاہر ہوا کرتی ہے۔ جبکہ یہ گزر کر معدوم ہونے والی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ حقیقت موت کے وقت ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ موت سے پہلے صرف حق ثابت ہوتا ہے۔ پس جب ہر طرح استناد کو ثابت کر دیا جائے تو موت سے پہلے ہی حقیقت بدل جائے گی۔ کیونکہ حق کو باطل کرنے کی رضامندی یہ حقیقت کی رضامندی نہیں ہے۔

اور اسی طرح جب کوئی وصیت وارث کیلئے ہے اور باقی وارثوں نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہوگا جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور ہر وہ تصرف جو وارث کی اجازت کے ساتھ ہو ہمارے نزدیک موصی کی طرف سے مجازلہ اس کا مالک بن جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ)

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہاں پر وہ وارث کی جانب سے مالک بن جائے گا۔ اور ہمارا قول درست ہے کیونکہ اس کا سبب موصی کی جانب سے واقع ہوا ہے۔ اور اجازت دینا یہ مانع کو ختم کرنے کی بات ہے۔ اور قبضہ اس کیلئے شرط نہیں ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جس طرح جب مرتہن راہن کو بیع کرنے کی اجازت دے دیتا ہے۔

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وصیت ثلث مال سے زیادہ کی جائز نہیں مگر یہ کہ وارث اگر بالغ ہیں اور نابالغ یا مجنون نہیں، اور وہ موصی کی موت کے بعد ثلث مال سے زائد کی وصیت جائز کر دیں تو صحیح ہے۔ موصی کی زندگی میں اگر وارثوں نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہیں۔ موصی کی موت کے بعد اجازت معتبر ہے۔ (عالمگیری ج6،ص90)

تہائی مال سے وصیت کرنے کا بیان

جب کسی شخص نے اپنے مال سے کسی بندے کیلئے تہائی کی وصیت کی ہے اور دوسرے کیلئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے۔ اور وارثوں نے اس کی اجازت نہ دی۔ تو تہائی کو دونوں موصی لہ بندوں کے درمیان نصف نصف کر کے تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ تہائی ان کے حق سے کم ہے۔ اور عدم اجازت کے سبب تہائی پر اضافہ نہ کیا جائے گا۔ جس طرح اس کا بیان گزر گیا ہے۔ اور دونوں موصی لہ حقدار ہونے کے سبب میں برابر ہیں۔ پس حق بھی ان دونوں میں برابر ہو جائے گا۔ کیونکہ محل شرکت کو قبول کرنے والا ہے۔

پس تہائی ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگی۔

اور جب موصی نے دونوں میں سے کسی ایک کیلئے تہائی کی وصیت کی ہے اور اس نے دوسرے کیلئے سدس کی وصیت کی ہے تو تہائی ان دونوں کے درمیان تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک صحیح سبب ہونے کی وجہ سے حق رکھنے والا ہے۔ اور تہائی ان دونوں کے حق میں تنگ ہے۔ پس وہ اپنے حقوق کے مقدار کے برابر تقسیم کریں گے۔ جس طرح دیوان والوں میں ہوا کرتا ہے۔ تھوڑے والے کو ایک حصہ جبکہ زیادہ والے کو دو حصے ملیں گے۔ اور یہ کل تین حصے بن جائیں گے۔ کیونکہ ایک حصہ قلیل والے کیلئے اور دو حصے کثیر والے کیلئے ہوں گے۔

اور مرنے والے نے کسی آدمی کے حق میں اپنے چوتھائی مال کی وصیّت کی اور ایک دوسرے آدمی کے حق میں اپنے نصف مال کی، اگر ورثہ نے اس وصیّت کو جائز رکھا تو نصف مال اس کو ملے گا جس کے حق میں نصف مال کی وصیّت ہے اور چوتھائی مال اسے دیا جائے گا جس کے لئے چوتھائی مال کی وصیت کی اور باقی مال وارثوں کے درمیان مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو اس صورت میں مرنے والے موصی کی وصیّت اس کے ثلث مال میں صحیح ہوگی اور اس کا ثلث مال سات حصوں میں منقسم ہو کر چار حصے نصف مال کی وصیّت والے کو اور تین حصے چوتھائی مال کی وصیت والے کو ملیں گے۔ (خزانۃ المفتیین عالمگیری ج6،ص97)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کے حق میں اپنے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیّت کی اور دوسرے کے حق میں اپنے سدس مال کی (چھٹے حصے کی) تو اس صورت میں اس کے ثلث مال کے تین حصے کئے جائیں گے اس میں سے دو 2 حصے ثلث مال کی وصیّت والے کے لئے اور ایک حصہ اسے جس کے حق میں سدس مال کی وصیّت کی۔ (عالمگیری ج6،ص97)

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِضْرَارِ فِي الْوَصِيَّةِ

باب: صحت کے عالم میں صدقہ کرنے کی فضیلت

2865- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ حَرِيصٌ تَأْمُلُ الْبَقَاءَ وَتَخْشَى الْفَقْرَ وَلَا تُمْهِلْ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کون سا صدقہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اس حالت میں صدقہ کرو جب تم تندرست ہو اور حریص ہو زندگی کی امید ہو اور غربت کا اندیشہ ہو تم

2865- اسنادہ صحیح. مسدد: ھو ابن مسرھد. واخرجہ البخاری (1419)، ومسلم (1032)، وابن ماجہ (2706)، والنسائی (2542) و (3611) من طریق عمارۃ بن القعقاع، بہ. وھو فی "مسند احمد" (7159)، و "صحیح ابن حبان" (3312).

اسے اتنے عرصے تک مؤخر نہ کرو جب جان حلق میں پہنچ جائے تو تم یہ کہو کہ فلاں کو اتنا دے دینا اور فلاں کو اتنا دے دینا حالانکہ وہ فلاں کو ویسے ہی مل جائے گا۔

2866- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي فُدَيْكٍ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِي حَيَاتِهِ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ عِنْدَ مَوْتِهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: آدمی کا اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرنا اس کے حق میں' موت کے وقت اس کے سو درہم صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

بَابُ فِي كَرَاهِيَةِ الْاِضْرَارِ فِي الْوَصِيَّةِ

باب: وصیت میں کسی کو نقصان پہنچانے کا مکروہ ہونا

2867- حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُدَّانِيُّ حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ حَدَّثَنِي شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْاَةُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ سِتِّينَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ قَالَ وَقَرَاَ عَلَيَّ اَبُو هُرَيْرَةَ مِنْ هَاهُنَا (مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ) حَتّٰى بَلَغَ (ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) قَالَ اَبُو دَاوُدَ هٰذَا يَعْنِي الْاَشْعَثَ بْنَ جَابِرٍ جَدُّ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہتے ہیں پھر جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ وصیت کے معاملے میں کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں تو ان دونوں کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔

اس وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔

"وصیت کر لینے کے بعد جو وہ وصیت کریں اور قرض (ادا کرنے کے بعد) کسی کو نقصان پہنچائے بغیر"

یہ آیت انہوں نے یہاں تک پڑھی "بڑی کامیابی"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ یعنی اشعث بن جابر' نصر بن علی کے دادا ہیں۔

شرح

او دین غیر مضار اور اداء قرض کے بعد بغیر اس کے کہ ضرر پہنچائے یعنی تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے یا کسی کے قرض کا جھوٹا اقرار کر کے وارثوں کو ضرر نہ پہنچائے نہ وارثوں کو نقصان پہنچانا مقصود ہو کہ اللہ کا قرب حاصل کرنا تو مقصود نہ ہو صرف وارثوں کو دکھ پہنچانے کی غرض ہو۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: بعض مرد اور عورتیں ساٹھ برس اللہ کی اطاعت کے کام کرتے ہیں پھر

موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں (وارثوں کو) ضرر پہنچاتے ہیں اسی وجہ سے دوزخ ان کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ نے آیت: مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ۔۔ ذَٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيمُ تک تلاوت کی۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ) حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو وارثوں کی میراث کاٹے گا اللہ قیامت کے دن اس کا جنت کا حصہ کاٹ دے گا۔ (رواہ ابن ماجہ) بیہقی نے شعب الایمان میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بیان کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں پانچویں حصہ کی وصیت کروں تو چوتھائی مال کی وصیت کرنے سے میرے نزدیک زیادہ اچھا ہے اور تہائی مال کی وصیت کروں تو چوتھائی مال کی وصیت کرنے سے میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ (رواہ البیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ۱/۵ مال کی وصیت کرنے والا چہارم مال کی وصیت کرنے والے سے افضل ہے۔ (الحدیث رواہ البیہقی)

نکتہ* اس آیت میں اللہ نے وصیت اور قرض کو عدم ضرر کے ساتھ مشروط کیا اور پہلی آیت میں یہ قید نہیں لگائی حالانکہ وہاں بھی یہ قید ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرابت توالد یا علاقہ زوجیت کا خود تقاضا ہے کہ وصیت یا اقرار دین سے اس کو ضرر نہ پہنچایا جائے ہاں اخیافی رشتہ دار چونکہ قریبی قرابت نہیں رکھتے اس لیے ان کے معاملہ میں احتمال ہو سکتا تھا کہ کہیں وصیت کرنے اور اقرار کرنے میں ان کو ضرر پہنچانے کا جذبہ کارفرما ہو اس لیے اس جگہ قید لگا دی۔

وصیت کی مختلف قسمیں ہیں

وصیت کی مختلف قسمیں ہیں واجب، مستحب، مباح، حرام اور مکروہ۔ اگر میت قرضدار ہو یا اس پر زکوٰۃ یا منت یا حج فرض یا فوت شدہ نماز یا روزہ واجب الادا ہو تو اس وقت قرض اور زکوٰۃ وغیرہ کو ادا کرنے اور نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے پس اس کے کل ترکہ سے قرض ادا کیا جائے اور قرض میں بھی اس قرض کی ادائیگی مقدم ہے جس کا سبب متعین معلوم ہو یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام شافعی کے نزدیک ہر قسم کا قرض برابر ہے معلوم السبب ہو یا مجہول السبب۔ قرض کے علاوہ ہر قسم کی وصیت تہائی ترکہ سے پوری کی جائے گی۔ (زیادہ کی وصیت ناقابل تعمیل ہے) اس قسم کی (واجب) وصیت کی طرف سے غفلت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس مسلمان آدمی پر کوئی حق ہو جس کی اس کو وصیت کرنا ہے اس کے لیے درست نہیں کہ دو راتیں بھی بغیر تحریر وصیت کے گذارے۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم) مسلم کی روایت میں دو راتوں کی جگہ تین راتوں کا لفظ بھی آیا ہے۔

جس پر کوئی حق واجب نہ ہو اس کے لیے ۱/۱۰ سے ۱/۳ ترکہ تک خیرات کرنے کی وصیت کرنا مستحب ہے بشرطیکہ اس کے وارث غنی ہوں اس کا ثبوت گذشتہ احادیث سے ملتا ہے اور اگر وارث نادار ہوں تو ایسی حالت میں وصیت اور خیرات کرنا مکروہ تنزیہی ہے ترک وصیت اولیٰ ہے ترک وصیت میں اقارب کے لیے اس کا مال میراث ہوگا اور خیرات بھی۔ رسول اللہ نے فرمایا: کسی (غیر) مسکین کو خیرات دینا خیرات ہے اور کسی قرابت دار کو خیرات دینا خیرات بھی ہے اور صلہ رحم بھی۔ (رواہ احمد والترمذی

وابن ماجہ والدارمی) جس وصیت سے وارثوں کو ضرر پہنچانا مقصود ہو یا ضرر پہنچ رہا ہو ایسی وصیت حرام ہے۔
وصیت من اللہ یہ یوصیکم کا مفعول مطلق تاکیدی ہے یا مضار کا مفعول بہ ہے یعنی اللہ نے جو حکم دے دیا ہے کہ تہائی ترکہ سے زائد وصیت نہ ہو یا اولاد اور زوجین و اقارب (قریبہ) کے لیے وصیت نہ ہو اس حکم کو ضرر نہ پہنچایا جائے نہ وصیت کی شرعی حدود سے تجاوز کر کے نہ جھوٹے قرض کا اقرار کر کے۔ واللہ علیم اور اللہ ضرر پہنچانے والے کو خوب جانتا ہے۔
(تفسیر مظہری، سورہ نساء، لاہور)

دین محیط کے سبب وصیت کے عدم جواز کا بیان

جب کسی ایسے بندے نے وصیت کی ہے جس پر اتنا قرض ہے جو اس کے سارے مال کو گھیرنے والا ہے۔ تو وصیت جائز نہ ہو گی۔ کیونکہ قرض وصیت پر مقدم ہے۔ اور قرض ان دونوں ضرورتوں سے زیادہ اہمیت والا ہے۔ کیونکہ قرض کو ادا کرنا فرض ہے۔ اور وصیت احسان ہے۔ اور ہمیشہ اہمیت سے آغاز کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد جو اس کے بعد اہمیت والا ہے۔ ہاں البتہ جب قرض خواہوں نے مقروض کو بری کر دیا ہے۔ کیونکہ اب قرض باقی نہ رہا ہے۔ تو شریعت کی بیان کی مقدار کے مطابق وصیت نافذ ہو جائے گی۔ کیونکہ موصی کو اس کی ضرورت ہے۔ (ہدایہ، کتاب وصایا، لاہور)

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور جب کسی شخص نے وصیّت کی لیکن اس پر اتنا قرض ہے کہ اس کے پورے مال کو محیط ہے۔ تو یہ وصیّت جائز نہیں مگر یہ کہ قرض خواہ اپنا قرض معاف کر دیں۔ (عالمگیری ج 6، ص 92)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب میت پر قرض ہو یا اس نے کوئی وصیت کی ہو اور ورثاء نے اس کا قرض اپنے مال سے ادا نہ کیا اور نہ ہی اس کی وصیت کو نافذ کیا تو وصی تمام ترکہ کو بیچ سکتا ہے اگر قرض اس کو محیط ہو اور قرض ترکہ کو محیط نہ ہو تو قرض کے برابر ترکہ میں سے بیچ سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک قرض سے زائد ترکہ کو بھی بیچ سکتا ہے بخلاف صاحبین کے۔ ادب الاوصیاء میں کہا کہ فتوی صاحبین کے قول پر دیا جائے گا۔ ایسا ہی حافظیہ، قنیہ اور دیگر کتابوں میں ہے، اور اسی کی مثل بزازیہ میں ہے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب وصایا، بیروت)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّخُولِ فِي الْوَصَايَا

باب: وصیت میں شامل ہونا (وصی بننا)

2868- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي فَلَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ

قَالَ أَبُو دَاوُد تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ مِصْرَ

⊛⊛ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! میں تمہیں کمزور سمجھتا ہوں

میں تمہارے لئے اسی بات کو پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں تم دو آدمیوں کے امیر نہ بننا اور یتیم کے مال کے نگران نہ بننا۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اہل مصر اسے روایت کرنے میں ”منفرد“ ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي نَسْخِ الْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

باب: والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کے حکم کا منسوخ ہونا

2869- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ) فَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ كَذَلِكَ حَتَّى نَسَخَتْهَا آيَةُ الْمِيرَاثِ

عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: (انہوں نے یہ آیت پڑھی)

”اگر تم کوئی بھلائی (یعنی مال) چھوڑ و تو والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت کرو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پہلے وصیت اسی طرح ہوتی تھی یہاں تک کہ میراث سے متعلق آیت نے اسے منسوخ کر دیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَصِيَّةِ لِلْوَارِثِ

باب: وارث کیلئے وصیت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2870- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لئے وارث کے لئے وصیت نہیں ہوگی۔

وارث کیلئے وصیت کے عدم جواز کا بیان

وارث کیلئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو حق دے دیا ہے۔ خبردار! وارث کیلئے کوئی وصیت نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ بعض کو ترجیح دینے سے بعض کو تکلیف ہوگی۔ اور اس کو جائز قرار دینے میں قطع رحمی پائی جائے گی۔ کیونکہ ہماری بیان کردہ حدیث کے مطابق یہ زیادتی ہوگی۔ اور موصی لہ کا وارث ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار موت کے وقت کیا جائے گا وصیت کے وقت کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ وصیت ایک ایسی ملکیت ہے جو موت کے بعد کی جانب منسوب ہے۔ اور اس کا حکم بھی موت کے بعد ثابت ہونے والا ہے اور مریض کی جانب سے وارث کیلئے ہبہ کرنا اس میں وصیت کی مثال ہے۔ کیونکہ یہ حکمی طور پر وصیت ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس کا نفاذ تہائی مال سے ہوگا۔ جبکہ وارث کیلئے مریض کا اقرار کرنا یہ اس کے برعکس ہوگا کیونکہ یہ فوری طور پر تصرف ہے پس بہ وقت اقرار اعتبار کیا جائے گا۔

ہاں البتہ جب ورثاء اس وصیت کی اجازت دے دیتے ہیں تو یہ استثناء ہماری روایت کردہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس کا منع ہونا یہ ورثاء کے حق کے سبب تھا پس وارثوں کی اجازت سے وصیت جائز ہو جائے گی۔ اور جب بعض نے اجازت دی ہے اور بعض نے اجازت نہ دی تو اجازت دینے والوں پر ان کے حصے کی مقدار کے برابر وصیت جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ اجازت دینے والے پر اپنے آپ پر ولایت حاصل ہے۔ اور رد کرنے کی صورت میں وصیت باطل ہو جائے گی۔

حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دیدیا ہے لہٰذا وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔"

(ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 297)

اور امام ترمذی نے یہ مزید نقل کیا ہے کہ بچہ صاحب فراش کیلئے ہے اور زنا کرنیوالے کے لئے پتھر ہے، نیز ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور حضرت ابن عباس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے مگر جب کہ وارث چاہیں، یہ حدیث منقطع ہے اور یہ مصابیح کے الفاظ ہیں۔

اور دار قطنی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہوتی مگر جب کہ وارث چاہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے الخ) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ورثاء کے لئے حصے متعین ومقرر فرما دیئے ہیں خواہ وہ کسی وارث کے حق میں یہ وصیت کر بھی جائے کہ اسے دوسرے وارثوں سے اتنا زیادہ حصہ دیا جائے تو شرعی طور پر اس کا کچھ اعتبار نہیں ہاں اگر تمام ورثاء عاقل وبالغ ہوں اور وہ برضاء ورغبت کسی وارث کو میت کی وصیت کے مطابق اس کے حصے سے زیادہ دیدیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں آیت میراث نازل ہونے سے پہلے اپنے اقرباء کے حق میں وصیت کر جانا واجب تھا مگر جب آیت میراث نازل ہوئی اور تمام ورثاء کے حصے متعین ومقرر ہو گئے تو وصیت کا واجب ہونا منسوخ ہو گیا۔

فراش ویسے تو عورت کو کہتے ہیں لیکن یہاں (الولد للفراش) میں فراش سے مراد صاحب فراش یعنی عورت کا مالک ہے۔ حدیث گرامی کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے اور اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہو جائے تو اس بچہ کا نسب زنا کرنے والے سے قائم نہیں ہوتا بلکہ وہ صاحب فراش کی طرف منسوب ہوتا ہے خواہ وہ صاحب فراش زنا کرانے والی عورت کا خاوند ہو یا لونڈی ہونے کی صورت میں) اس کا آقا ہو اور یا وہ شخص جس نے شبہ میں مبتلا ہو کر اس عورت سے صحبت کر لی تھی۔

اور زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے یہ جملہ زنا کرنیوالے کی محرومی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جیسا کہ ہماری عام بول چال میں کسی ایسے شخص کے بارے میں کہ جسے کچھ نہیں ملتا کہہ دیا کرتے ہیں کہ اسے خاک پتھر ملے گا، لہٰذا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونیوالے بچہ کا نسب چونکہ زنا کرنیوالے سے قائم نہیں ہوتا اس لئے ولدالزنا کی میراث میں سے اسکو کچھ نہیں ملے گا۔ یا پھر یہ کہ یہاں پتھر سے مراد سنگسار کرنا ہے کہ اس زنا کرنیوالے کو اگر وہ شادی شدہ تھا سنگسار کر دیا جائے گا)۔

ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے کا مطلب یہ ہے کہ اس بدکاری میں مبتلا ہونیوالوں کا حساب وکتاب اللہ پر ہے کہ وہ ہر ایک کو ان کے کرتوت کے مطابق بدلہ دے گا۔ ویسے یہ جملہ ایک دوسرے معنی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ جہاں تک دنیا کا تعلق ہے تو یہاں ہم زنا کرنیوالوں کو سزا دیتے ہیں بایں طور کہ ان پر حد جاری کرتے ہیں اب رہا وہاں یعنی آخرت کا معاملہ تو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء پر موقوف ہے چاہے تو مؤاخذہ کرے اور چاہے تو اپنے بے پایاں رحم وکرم کے صدقہ میں انہیں بخش دے۔

مذکورہ بالا عبارت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو شخص زنا کرے یا کسی اور گناہ میں مبتلا ہو اور اس پر کوئی حد قائم نہ ہو یعنی دنیا میں اسے کوئی سزا نہ دی جائے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہ چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے اسے عذاب میں مبتلا کرے۔

بَابُ مُخَالَطَةِ الْيَتِيمِ فِي الطَّعَامِ

باب: یتیم کو کھانے میں ساتھ ملالینا

2871- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ) وَ(إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا) الْآيَةَ انْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ يَتِيمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهُ مِنْ طَعَامِهِ وَشَرَابَهُ مِنْ شَرَابِهِ فَجَعَلَ يَفْضُلُ مِنْ طَعَامِهِ فَيُحْبَسُ لَهُ حَتَّى يَأْكُلَهُ أَوْ يَفْسُدَ فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ) فَخَلَطُوا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِ وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی

''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ سوائے اس کے جو اچھا کرے اور بے شک جو لوگ یتیم کا مال ظلم کے طور پر کھاتے ہیں''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جس شخص کے زیر کفالت کوئی یتیم تھا وہ گیا اس نے اس یتیم کے کھانے سے اپنے کھانے کو الگ کرلیا اور اس کے مشروب کو اپنے مشروب سے الگ کردیا۔ اس یتیم کا جو کھانا بچ جاتا تھا وہ ویسے ہی پڑا رہتا تھا یہاں تک کہ وہ یتیم اسے کھالے یا پھر وہ خراب ہوجاتا تھا۔ یہ بات لوگوں کے لئے بڑی پریشانی کا باعث بنی۔ انہوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تم فرمادو! ان کے ساتھ بھلائی زیادہ بہتر ہے اور تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تو لوگوں نے اپنا کھانا یتیموں کے کھانے کے ساتھ ملالیا اور اپنا مشروب ان کے مشروب کے ساتھ ملالیا۔

یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا

اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے اور اچھے طریقہ کے بغیر مال یتیم کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور سورۃ نساء میں فرمایا ہے اور یتیموں کو جانچتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں اور اگر تم ان میں عقل مندی (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کردو اور ان کے اموال کو فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔
(النساء:۶)

سورہ نساء کی اس آیت میں ان کی بدنی قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے ذکر سے ظاہر ہوتا ہے اور ان کی ذہنی صلاحیت اور قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ اس قید سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ان میں عقلمندی کے آثار دیکھو' کیونکہ اگر جوان ہونے کے بعد یتیم کا مال اس کے حوالہ کر دیا جائے اور وہ ذہین اور عقل مند نہ ہو تو اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ اپنی خواہشوں اور شوق کو پورا کرنے میں سارا مال ضائع کر دے گا اور اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا' اس لیے جب تک وہ سمجھ دار نہ ہو جائے' مال اس کے حوالے نہ کیا جائے۔ اس عمر کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن زید نے کہا وہ بالغ ہو جائے۔ اہل مدینہ نے کہا' وہ بالغ بھی ہو اور اس میں سمجھ داری کے آثار بھی ظاہر ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ عمر پچیس سال ہے۔

یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کے متعلق بہت سخت وعید ہے

(آیت) "ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیرا"۔
(النساء:۱۰)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں' اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے"۔

امام ابن ابی شیبہ' امام ابویعلی' امام طبرانی' امام ابن حبان اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے درآنحالیکہ ان کے مونہوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شب معراج کے واقعات میں بیان فرمایا میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایک شخص مقرر تھا جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتا اور ان کے منہ میں آگ کے بڑے بڑے پتھر ڈال دیتا' پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے اور وہ زور زور سے چلاتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں؟ جو ناحق یتیموں کا مال کھاتے تھے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار ایسے شخص ہیں کہ اللہ پر حق ہے کہ انکو جنت میں داخل نہ کرے اور نہ ان کو کوئی نعمت چکھائے۔ دائم الخمر، سود خور، یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور ماں باپ کا نافرمان۔ (درمنثور، ج ۲، ص ۴۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ)

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَا لِوَلِيِّ الْيَتِيمِ أَنْ يَنَالَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ

باب: یتیم کے والی کو کس حد تک یتیم کا مال استعمال کرنا جائز ہے

2872- حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْمُعَلِّمَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي فَقِيرٌ لَيْسَ لِي شَيْءٌ وَلِي يَتِيمٌ قَالَ فَقَالَ كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُبَادِرٍ وَلَا مُتَأَثِّلٍ

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: میں غریب آدمی ہوں اور میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ ایک یتیم میرے زیر کفالت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے زیر کفالت یتیم کے مال میں سے کسی فضول خرچی کے بغیر زیادتی کے بغیر اور مال اکٹھا کیے بغیر کھا سکتے ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ مَتَى يَنْقَطِعُ الْيُتْمُ

باب: یتیمی کب ختم ہوتی ہے

2873- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدِينِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ خَالِدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُقَيْشٍ أَنَّهُ سَمِعَ شُيُوخًا مِنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَمِنْ خَالِهِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ

❁❁ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات یاد رکھی ہے: بالغ ہو جانے کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی اور صبح سے لے کر شام تک چپ کے روزے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ فِي أَكْلِ مَالِ الْيَتِيمِ

باب: یتیم کا مال کھانے کی (شدید مذمت کا بیان)

2874- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ

مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو الْغَيْثِ سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہلاک کرنے والے سات اعمال سے گریز کرو۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے ناحق طور پر قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا اور پاک دامن غافل مومن عورتوں پر الزام لگانا۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ابوالغیث سالم' ابن مطیع کے غلام ہیں۔

2875- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوزَجَانِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَانِئٍ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْكَبَائِرُ فَقَالَ هُنَّ تِسْعٌ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ وَاسْتِحْلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبْلَتِكُمْ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا

عبید بن عمیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے' ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ نو ہیں۔

اس کے بعد حسب سابق حدیث نقل کی ہے تاہم اس میں یہ دو چیزیں زائد بھی ہیں۔ مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا اور بیت الحرام کی حرمت کو پامال کرنا جبکہ وہ زندگی اور موت ہر حالت میں تمہارا قبلہ ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْكَفَنَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

باب: اس بات کی دلیل کہ کفن بھی تمام مال کے ساتھ شامل ہوگا

2876- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ إِلَّا نَمِرَةٌ كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد کے موقع پر شہید ہو گئے۔ ان کے پاس صرف ایک چادر تھی جب ہم اس کے ذریعے ان کا سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں ظاہر ہو جاتے تھے اور جب پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر ظاہر ہو جاتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (چادر) کے ذریعے اس کے سر کو ڈھانپ دو اور اس کے پاؤں پر "اذخر" (گھاس)

2876- اسناده صحيح. ابو وائل: هو شقيق بن سلمة، والاعمش هو سليمان بن مهران، وسفيان: هو ابن سعيد الثوري. واخرجه البخاري (1276)، ومسلم (940)، والترمذي (4189) و (4190)، والنسائي (1903) من طريق سليمان الاعمش، به. وهو في "مسند احمد" (21058)، و"صحيح ابن حبان" (7019)

ڈال دو۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَهَبُ الْهِبَةَ ثُمَّ يُوصَى لَهُ بِهَا أَوْ يَرِثُهَا

باب: کوئی شخص جب کوئی چیز ہبہ کرے اور پھر اسی چیز کی اس شخص کیلئے وصیت کردی جائے یا وہ اس کا وارث بن جائے

2877- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ بُرَيْدَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِوَلِيدَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ قَالَ قَدْ وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَجَعَتْ إِلَيْكِ فِي الْمِيرَاثِ قَالَتْ وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَيُجْزِئُ أَوْ يَقْضِي عَنْهَا أَنْ أَصُومَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ وَإِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ أَفَيُجْزِئُ أَوْ يَقْضِي عَنْهَا أَنْ أَحُجَّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کی: میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز صدقے (ہبہ) کے طور پر دی تھی۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے ترکے میں اسی کنیز کو چھوڑا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اجر واجب ہو گیا ہے اور میراث میں وہ کنیز تمہارے پاس واپس آ جائے گی۔ اس خاتون نے عرض کی: ان کا انتقال جب ہوا اس وقت ان پر ایک مہینے کے روزے رکھنا واجب تھا تو کیا یہ بات جائز ہوگی (راوی کو شک ہے) یا ان کی طرف سے ادائیگی ہو جائے گی اگر میں ان کی طرف سے روزہ رکھ لوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس عورت نے دریافت کیا: انہوں نے حج بھی کرنا تھا تو کیا یہ بات جائز ہوگی یا یہ ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا اگر میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يُوقِفُ الْوَقْفَ

باب: کسی شخص کا کسی چیز کو وقف کرنا

2878- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي بِهِ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبَى وَالرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَزَادَ عَنْ بِشْرٍ وَالضَّيْفِ ثُمَّ اتَّفَقُوا لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ

2878- اسناده صحيح. ابن عون: هو عبد الله، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (2737) و (2772) و (2773)، ومسلم (1632)، وابن ماجه (2396)، والترمذي (1429)، والنسائي (3597-3601) من طريق عبد الله بن عون، والبخاري (2777) من طريق ايوب السختياني والنسائي (3603-3605)

يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ وَيُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ زَادَ عَنْ بِشْرٍ قَالَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے بتایا: مجھے خیبر میں کچھ زمین ملی ہے۔ اس سے بہترین مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ آپ اس کے بارے میں مجھے کیا ہدایت کرتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین اپنے پاس رہنے دو اور اس پر جو پھل لگتے ہیں اسے صدقہ کردو' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کر دیا کہ اصل زمین کو فروخت نہیں کیا جاسکتا اور ہبہ نہیں کیا جاسکتا اور اسے وراثت میں نہیں دیا جا سکتا (اور اس کا پھل) غرباء' قریبی رشتہ داروں' غلاموں کے لئے' اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ہوگا۔

بشر کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: مہمانوں کے لئے بھی ہوگا۔

پھر اس کے بعد ان سب راویوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے: جو شخص اس کا نگران ہو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا اگر وہ مناسب طریقے سے خود کھالے اور اپنے دوست کو بھی کھلا دے جبکہ وہ اس مال کو اکٹھا کرنے والا نہ ہو۔

بشر کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں' محمد نامی راوی فرماتے ہیں: مال جمع کرنے والا نہ ہو۔

2879 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ عَنْ صَدَقَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُم قَالَ نَسَخَهَا لِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هٰذَا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللهِ عُمَرُ فِي ثَمْغٍ فَقَصَّ مِنْ خَبَرِهِ نَحْوَ حَدِيثِ نَافِعٍ قَالَ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا فَمَا عَفَا عَنْهُ مِنْ ثَمَرِهِ فَهُوَ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ قَالَ وَسَاقَ الْقِصَّةَ قَالَ وَإِنْ شَاءَ وَلِيُّ ثَمْغٍ اشْتَرَى مِنْ ثَمَرِهِ رَقِيقًا لِعَمَلِهِ وَكَتَبَ مُعَيْقِيبٌ وَشَهِدَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْأَرْقَمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ هٰذَا مَا أَوْصَى بِهِ عَبْدُ اللهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ حَدَثَ بِهِ حَدَثٌ أَنَّ ثَمْغًا وَصِرْمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدَ الَّذِي فِيهِ وَالْمِائَةَ سَهْمٍ الَّتِي بِخَيْبَرَ وَرَقِيقَهُ الَّذِي فِيهِ وَالْمِائَةَ الَّتِي أَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَادِي تَلِيهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ ثُمَّ يَلِيهِ ذُو الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا أَنْ لَا يُبَاعَ وَلَا يُشْتَرَى يُنْفِقُهُ حَيْثُ رَأَى مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ وَذَوِي الْقُرْبَى وَلَا حَرَجَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ إِنْ أَكَلَ أَوْ آكَلَ أَوِ اشْتَرَى رَقِيقًا مِنْهُ

لیث بیان کرتے ہیں' یحییٰ بن سعید نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صدقہ کرنے سے متعلق تحریر کے بارے میں بیان کیا ہے' عبدالحمید بن عبداللہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پوتے ہیں۔ نے اس کا ایک نسخہ مجھے لکھوایا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو رحمن اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ وہ ہے جو اللہ کے بندے ''عمر'' نے لکھا ہے جو ''ثمغ'' (نامی زمین کے بارے میں)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد انہوں نے سابقہ حدیث کی طرح پوری حدیث بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

وہ شخص مال اکٹھا کرنے والا نہ ہو اور اس کا جو پھل گر جائے وہ مانگنے والے محروم شخص کے لئے ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: اگر "ثمغ" کا نگران چاہے تو وہ غلام خرید سکتا ہے جو اس (زمین) میں کام کرے۔

معیقیب نے یہ بات تحریر کی ہے اور عبداللہ بن ارقم نے اس کی گواہی دی ہے۔ (اس کے الفاظ یہ ہیں)

"اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو رحمن اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ وہ ہے جس کے بارے میں اللہ کے بندے "عمر" نے جو مسلمانوں کا امیر ہے وصیت کی ہے کہ اگر کوئی صورتحال لاحق ہو جائے تو ثمغ، صرمہ بن اکوع اور وہ غلام جو اس میں ہے اور وہ سو حصے جو خیبر میں ہیں اور وہاں کا غلام جو اس میں ہے اور وہ سو حصے جو نبی اکرم ﷺ نے "وادی" میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو دیئے تھے ان سب کی نگران حفصہ رضی اللہ عنہا رہے گی۔ جب تک وہ زندہ ہے اس کے بعد اس کے گھر والوں میں سے اس کا نگران کوئی اور ہوگا اور اس کو فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو خریدا نہیں جا سکتا۔ اسے خرچ کیا جائے گا جہاں وہ مناسب سمجھے گا۔ سوال کرنے والے محروم شخص کے لئے، قریبی رشتہ دار کے لئے اور جو شخص اس کا نگران ہوگا کوئی حرج نہیں ہوگا اگر وہ خود اس میں سے کھائے یا کسی کو کھلائے یا اس میں سے کوئی غلام خرید لے (جو وہاں کام کرے)

وقف کی تعریف

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وقف کا معنی یہ ہے کہ کسی شے کو اپنی ملک سے خارج کر کے خالص اللہ عزوجل کی ملک کر دینا اسطرح کہ اُسکا نفع بندگانِ خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الوقف)

اصل چیز روک کر اس سے حاصل ہونے والا نفع خرچ کرنا وقف کہلاتا ہے۔ اصل سے مراد وہ چیز ہے جو بعینہ بچی رہے اور اس کا نفع خرچ کیا جا سکے، مثلاً گھر، اور دوکانیں، اور باغات وغیرہ۔ اور نفع سے مراد وہ غلہ ہے جو اصل سے حاصل ہو مثلاً پھل اور اجرت اور گھروں میں رہائش وغیرہ کرنا۔

کسی بھی چیز کی اصل کو روک کر رکھنے اور اس میں ہبہ یا وراثت کے تصرف نہ کرنے بلکہ کسی بھی قسم کا تصرف نہ کرنے کو وقف کہا جاتا ہے تا کہ اس چیز کے نفع کو وقف کرنے والے کی ارادہ کے مطابق خیر و بھلائی کے کاموں میں صرف کیا جا سکے۔

وقف کا حکم کا بیان

یہ ایسی نیکی ہے جو اسلام میں مستحب ہے، اس کی دلیل صحیح حدیث میں موجود ہے۔ صحیحین میں عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ انہوں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خیبر کا کچھ مال ملا ہے، مجھے اس سے بہتر مال کبھی حاصل نہیں ہوا، آپ اس کے متعلق مجھے کیا حکم دیتے ہیں: تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو اس کی اصل روکے رکھو اور اسے صدقہ کر دو، لیکن یہ ہے کہ اس اصل کو نہ تو ھبہ کیا جائے گا، اور نہ وہ وراثت بنے گا" تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فقراء و مساکین اور رشتہ داروں اور اللہ کے راستے، اور مسافروں اور مہمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے کہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: "جب آدم کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل رک جاتے ہیں، صرف تین قسم کے عمل جاری رہتے ہیں: صدقہ جاریہ، یا ایسا علم جس سے اس کے بعد نفع بھی حاصل کیا جاتا رہے، یا نیک اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

اور جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی وقف کے علاوہ کسی کی بھی قدرت نہیں رکھتے تھے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: (بلند و بالا عمارتیں اور خاص مساجد وقف کرنے میں آئمہ کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، اس کے علاوہ میں ان کا اختلاف ہے۔

وقف کی شرائط کا بیان

وقف کرنے کے لیے شرط ہے کہ وہ جائز التصرف ہو، یعنی اس کا تصرف کرنا جائز ہو؛ وہ اس طرح کہ وقف کرنے والا شخص بالغ، آزاد، اور عقلمند و سمجھدار ہو، لہٰذا بچے، بیوقوف، اور غلام کا وقف صحیح نہیں ہوگا۔

وقف دو امور میں سے ایک کے ساتھ ہوگا:

پہلا: وقف پر دلالت کرنے والا قول؛ مثلاً وہ یہ کہیکہ: میں نے یہ جگہ وقف کی یا اسے مسجد بنایا۔

دوسرا: انسان کے عرف میں وقف پر دلالت کرنے والا کام: مثلاً اس شخص کی طرح جس نے اپنے گھر کو مسجد بنا دیا، اور اس میں لوگوں کو نماز ادا کرنے کی عام اجازت دے دی، یا اس نے اپنی زمین کو قبرستان بنا کر لوگوں کو وہاں دفن کرنے کی اجازت دے دی۔

وقف کے الفاظ کی اقسام

پہلی قسم: صریح الفاظ: مثلاً وہ یہ کہے کہ: وقفت (وقف کردیا) حبست، (میں نے روک لیا) سبلت (میں نے اللہ کی راہ میں خیرات کردیا) سبیت (میں نے اللہ کے نام دیا) یہ صریح الفاظ ہیں؛ کیونکہ وقف کے علاوہ کسی معنی کا احتمال نہیں؛ لہٰذا جب ان الفاظ میں سے کوئی لفظ بھی ادا کیا تو اس کے ساتھ کوئی اور معاملہ زیادہ کیے بغیر ہی وقف ہو جائے گا۔

دوسری قسم: کنایہ کے الفاظ: مثلاً وہ یہ کہے: تصدقت (میں نے صدقہ کیا) حرمت (میں نے حرام کیا) ابدت (میں نے ہمیشہ کردیا) یہ کنایہ کے الفاظ ہیں، کیونکہ یہ وقف کے علاوہ دوسرے معنی کا بھی محتمل ہے۔

لہٰذا جب بھی اس نے ان الفاظ میں سے کوئی لفظ بولا تو اس کے ساتھ وقف کی نیت کی شرط لگائی جائے گی، یا اس کے ساتھ کوئی صریح لفظ بولا جائے گا، یا اس کے ساتھ کنایہ کی دوسرے الفاظ میں سے کوئی لفظ۔

صریح الفاظ کے ساتھ ملا کر بولنے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً وہ اس طرح کہے:

تصدقت بكذا صدقة موقوفة او محبسة او مسبلة اور مؤبدة (میں نے وقف صدقہ کیا، یا روکا ہوا یا خیرات کیا ہوا، یا ہمیشہ کے لیے

اور کنایہ کا لفظ وقف کے حکم کے ساتھ ملانے کی مثال یہ ہے کہ وہ اس طرح کہے: تصدقت بكذا صدقة لا تباع ولا تورث. میں نے ایسا صدقہ کیا جو نہ تو فروخت ہو سکتا ہے اور نہ ہی وراثت بن سکتا ہے۔

وقف صحیح ہونے کی شرائط کا بیان

اول: جس طرح بیان کیا جا چکا ہے کہ وقف کرنے والا تصرف کرنے کا اہل اور مجاز ہو۔

دوم: وقف کی جانے والی چیز ایسی ہو جس کا فائدہ مستقل طور پر اٹھایا جائے، اور اس کی اصل باقی رہے؛ لہٰذا ایسی چیز وقف کرنی صحیح نہیں جو فائدہ حاصل کرنے کے بعد باقی نہ رہے، مثلاً کھانا، اور غلہ وغیرہ

سوم: وقف کی جانے والی چیز معین ہو؛ لہٰذا غیر معین چیز وقف کرنا صحیح نہیں ہوگا، جس طرح کوئی یہ کہے: میں نے اپنے غلاموں اور عمارتوں میں سے کوئی غلام اور گھر وقف کیا۔

چہارم: وقف نیکی پر ہو؛ کیونکہ وقف کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے؛ مثلاً مساجد اور عمارتیں، اور رہائش گاہیں، اور کنویں اور نل وغیرہ، علمی کتب، مشکیں، لہٰذا نیکی کے علاوہ کسی اور کام کے لیے وقف کرنا صحیح نہیں؛ مثلاً کفار کی عبادت گاہوں کے لیے وقف کرنا، اور ملحدوں زندیق اور بے دین لوگوں کی کتابیں، اور درباروں کی روشنی یا اسے تعمیر کرنے کے لیے وقف کرنا، اور کیونکہ یہ سب کچھ معصیت و شرک اور کفر میں معاونت ہے۔

پنجم: وقف کے صحیح ہونے میں شرط ہے کہ اگر معین چیز ہو تو اس معین چیز کی ملکیت کا ثبوت ہونا شرط ہے، کیونکہ وقف ملکیت ہوتی ہے، لہٰذا جو مالک ہی نہیں اس پر وقف صحیح نہیں، مثلاً میت اور جانور۔

ششم: وقف صحیح ہونے میں شرط یہ ہے کہ: وقف پورا ہو، لہٰذا معلق اور مؤقت وقف کرنا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی اپنی موت کے ساتھ وقف معلق کرتا ہے تو یہ جائز ہوگا۔

مثلاً وہ یہ کہے: جب میں مر جاؤں تو میرا گھر فقراء پر وقف ہے۔ اس کی دلیل ابوداود کی مندرجہ ذیل حدیث ہے: عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ اگر انہیں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو ان کی ثمغ نامی زمین صدقہ ہے۔ اور یہ مشہور ہو گیا اور کسی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا تو یہ اجماع تھا، اور موت پر معلق وقف مال کے ثلث میں سے ہونا چاہیے، کیونکہ یہ وصیت کے حکم میں ہوگا۔

اور وقف کے احکام میں یہ شامل ہے کہ: وقف کرنے والے کی شرط کے مطابق اس وقف میں کام کرنا واجب ہے، لیکن اگر شریعت کے مخالف ہو تو پھر نہیں، بلکہ اسے نیکی کے کام میں صرف کیا جائے گا، اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "مسلمان اپنی شروط پر قائم رہتے ہیں، لیکن ایسی شرط جو حرام کو حلال، یا حلال کو حرام کر دے" (یعنی اس پر عمل نہیں ہوگا)

اور اس لیے بھی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کیا اور اس کے لیے شرط بھی رکھی، اور اگر اس کی شرط پر عمل کرنا واجب نہ ہو تو اس میں کوئی فائدہ ہی نہیں، اور اگر اس میں اس نے مقدار یا مستحقین میں سے کسی کو کسی ایک یا سب پر مقدم رکھنے کی شرط رکھی، یا مستحق میں کسی وصف کے معتبر ہونے کی شرط لگائی، یا کسی وصف کے نہ ہونے کی شرط لگائی، یا وقف پر نگرانی کی شرط رکھی، یا اس کے علاوہ تو جب تک وہ شرط کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو اس شرط پر عمل کیا جائے گا۔ اور اگر وہ کوئی شرط نہ رکھے تو پھر مالدار اور فقیر مرد و عورت، سب وقف کی گئی چیز میں برابر ہوں گے۔

اور جب وقف کرنے والا وقف کے نگران کی تعیین نہ کرے، یا اس نے کسی شخص کو متعین کیا اور مر گیا، تو معین ہونے کی صورت

میں نگرانی ہوگی، اور اگر وقف کسی ادارے وغیرہ پر ہو یعنی مساجد یا ان کے لیے وقف ہو جن کا شمار ممکن نہ ہو مثلاً مساکین، تو پھر نگرانی حاکم وقت خود کرے گا، یا جس کو وہ مقرر کرے۔

نگران کو اللہ تعالیٰ کا ڈر اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے وقف کی نگرانی اچھے اور احسن انداز میں کرنی چاہیے کیونکہ یہ اس کے ذمہ امانت ہے۔

اور جب وہ اپنی اولاد پر وقف کرے تو اس کے مستحقات میں مرد وعورت سب برابر ہوں گے، کیونکہ یہ ان سب میں مشترکہ ہے، اور شراکت کا اطلاق استحقاق میں برابری کا متقاضی ہے؛ جس طرح اگر اس نے ان کے لیے کوئی چیز مقرر کر دی تو وہ ان کے درمیان برابر ہوگی؛ تو اسی طرح جب اس نے ان پر کوئی چیز وقف کی، پھر اس کی صلبی اولاد کے بعد وقف ان کے بیٹوں کی اولاد پوتے پوتیوں میں منتقل ہو جائے گا، نہ کہ بیٹی کی اولاد میں، کیونکہ وہ تو کسی اور آدمی کی اولاد میں سے ہیں، لہٰذا تو اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں گے، اور اس لیے بھی کہ وہ مندرجہ ذیل فرمان باری تعالیٰ کے تحت نہیں:

فرمان باری تعالیٰ ہے: (اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارہ میں وصیت کرتا ہے)۔

اور کچھ علماء کرام ایسے بھی ہیں جو انہیں لفظ اولاد میں شامل کرنے کی رائے رکھتے ہیں؛ کیونکہ بیٹیاں بھی اولاد ہیں، تو اس طرح طرح اولاد کی اولاد اس کی حقیقی اولاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور اگر وہ یہ کہے: میرے بیٹوں پر وقف ہے، یا فلاں کے بیٹوں پر، وقف کو ان کے صرف مردوں کے خاص کر دیا؛ کیونکہ لفظ بنین حقیقتاً اسی کے وضع کیا گیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: (کیا اس کی بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے)۔

لیکن یہ ہے کہ جن کے لیے وقف کیا گیا ہے اگر وہ قبیلہ ہو؛ مثلاً بنو ہاشم، اور بنو تمیم، تو اس میں عورتیں بھی داخل ہوں گی؛ کیونکہ قبیلے کا نام مرد وعورت دونوں کو شامل ہے۔

لیکن اگر اس نے جماعت، اور گروہ جن کا شمار ممکن ہو کے لیے وقف کیا؛ تو انہیں عام رکھنا، اور ان میں برابری قائم کرنا واجب ہے، اور اگر ان کا شمار ناممکن ہو مثلاً بنو ہاشم، اور بنو تمیم؛ تو پھر انہیں عام رکھنا واجب نہیں؛ کیونکہ یہ ناممکن ہے، اور ان کے بعض افراد پر ہی اقتصار کرنا، اور کچھ کو دوسروں پر فضیلت دینا جائز ہے۔

اور وقف ایسی چیز ہے جو ان معاہدوں میں سے ہے جو صرف قول سے ہی لازم ہو جاتا ہے، جس کا فسخ کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: " : اس کی فروخت نہیں کی جائے، اور نہ ہبہ ہوگی اور نہ ہی وراثت بنے گی۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اہل علم کے ہاں اس حدیث پر عمل ہے۔

لہٰذا اس کا فسخ اور ختم کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے، اور نہ ہی فروخت کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی آپس میں اسے نقل کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر اس کا فائدہ مکمل طور پر تعطل کا شکار ہو جائے، مثلاً گھر منہدم ہو گیا، اور وقف کی آمدن سے اسے تعمیر کرنا ناممکن ہو، یا زرعی زمین خراب ہو جائے، اور بے آباد ہو جائے، جس کو وادی کے کناروں کے ساتھ آباد کرنا بھی ناممکن ہو، یا وقف کی

آمدن میں بھی اتنا کچھ نہ ہو جو اسے آباد کر سکے، تو اس حالت میں ہو جانے والا وقف فروخت کر دیا جائے گا، اور اس کی قیمت اسی طرح کے وقف میں صرف کی جائے گی؛ کیونکہ یہ وقف کرنے والے کے مقصد کے زیادہ قریب ہے، اور اگر مکمل اس جس طرح کا حصول ناممکن ہو، تو پھر اس سے ملتے جلتے میں صرف کر دیا جائے؛ اور اس کے بدلے میں دوسری چیز صرف خریدنے سے ہی وقف بن جائے گی۔

موت کے وقف کو معلق کرنے کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مریض نے کہا اگر میں اس مرض سے مرجاؤں تو میری یہ زمین وقف ہے یہ وقف صحیح نہیں اور اگر یہ کہا کہ میں مرجاؤں تو میری اس زمین کو وقف کر دینا یہ وقف کے لیے وکیل کرنا ہے اس کے مرنے کے بعد وکیل نے وقف کیا تو صحیح ہو گیا کہ وقف کے لیے توکیل درست ہے اور توکیل کو شرط پر معلق کرنا بھی درست ہے مثلاً یہ کہا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو میرا مکان وقف ہے یہ وقف صحیح نہیں اور اگر یہ کہتا کہ میں اس گھر میں جاؤں تو تم میرے مکان کو وقف کر دینا تو وقف صحیح ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب الوقف)

یعنی اُس صورت میں صحیح ہے کہ وہ زمین اس کے ترکہ کی تہائی کے اندر ہو یا ورثہ اِس وقف کو جائز کر دیں اور ورثہ جائز نہ کریں تو ایک تہائی وقف ہے باقی میراث کہ یہ وقف وصیت کے حکم میں ہے اور وصیت تہائی تک جاری ہوگی بغیر اجازت ورثہ تہائی سے زیادہ میں وصیت جاری نہیں ہوسکتی۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی نے کہا اگر میں مرجاؤں تو میرا مکان فلاں پر وقف ہے یہ وقف نہیں بلکہ وصیت ہے یعنی وہ شخص اگر اپنی زندگی میں باطل کرنا چاہے تو باطل ہوسکتی ہے اور مرنے کے بعد یہ وصیت ایک تہائی میں لازم ہوگی ورثہ اس کو رد نہیں کر سکتے اگرچہ وارث ہی پر وقف کیا ہو مثلاً یہ کہا کہ میں نے اپنے فلاں لڑکے اور نسلاً بعد نسل اُس کی اولاد پر وقف کیا اور جب سلسلہ نسل منقطع ہو جائے تو فقراء و مساکین پر صرف کیا جائے تو اس صورت میں دو تہائی ورثہ لینگے اور ایک تہائی کی آمدنی تنہا موقوف علیہ لے گا اُس کے بعد اُس کی اولاد لیتی رہے گی۔ (درمختار، کتاب الوقف)

ایک تہائی پر وقف کے اطلاق کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مرض الموت میں اپنے اموال کی ایک تہائی وقف کرسکتا ہے اسکو کوئی روک نہیں سکتا۔ تہائی سے زیادہ کا وقف کیا اور اس کا کوئی وارث نہیں تو جتنا وقف کیا سب جائز ہے اور وارث ہو تو ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے اگر ورثہ جائز کر دیں تو جو کچھ وقف کیا سب صحیح و نافذ ہے اور ورثہ انکار کریں تو ایک تہائی کی قدر کا وقف درست ہے اس سے زیادہ کا باطل اور اگر ورثہ میں اختلاف ہوا بعض نے وقف کو جائز رکھا اور بعض نے رد کر دیا تو ایک تہائی وقف ہے اور اس سے زیادہ میں جس نے جائز رکھا اُس کا حصہ وقف ہے اور جس نے رد کر دیا اُس کا حصہ وقف نہیں، مثلاً ایک شخص کی نو بیگھہ زمین تھی اور کل وقف کر دی، اس کے تین لڑکے ہیں ایک لڑکا باپ کے وقف کو جائز رکھتا ہے اور دو نے رد کر دیا تو پانچ بیگھے وقف کے ہوئے اور چار بیگھے دو لڑکوں کو ترکہ میں ملیں گے کہ تین بیگھے تو تہائی کی سبب سے وقف ہوئے اور دو بیگھے اُس لڑکے کے حصہ کے جس نے جائز رکھا

ہے اور اگر اس صورت میں چھ بیگھے وقف کرے تو چار بیگھے وقف ہوں گے۔ (ردمحتار، کتاب وقف)

مریض نے وقف کیا تھا ورثہ نے جائز نہیں رکھا اس سبب سے ایک تہائی میں قاضی نے وقف کو جائز کیا اور دو تہائی میں باطل کر دیا اس کے بعد واقف کے کسی اور مال کا پتہ چلا کہ یہ کل جائداد جس کو وقف کیا ہے اُس کی تہائی کے اندر ہے تو اگر وہ دو تہائیاں جو ورثہ کو دی گئی تھیں ورثہ کے پاس موجود ہوں تو کل وقف ہے اور اگر وارثوں نے بیچ کر ڈالی ہے تو بیع درست ہے مگر اتنی ہی قیمت کی دوسری جائداد خرید کر وقف کر دی جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ، خانیہ)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مریض نے اپنی کل جائداد وقف کر دی اور اُس کی وارث صرف زسبب ہے اگر اس نے وقف کو جائز کر دیا جب تو کل جائداد وقف ہے ورنہ کل مال کا چھٹا حصہ زسبب پائیگی باقی پانچ حصے وقف ہیں۔ (بحرالرائق)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مریض پر اتنا دین ہے کہ اُس کی تمام جائداد کو گھیرے ہوئے ہے اس نے اپنی جائداد وقف کر دی تو وقف صحیح نہیں بلکہ تمام جائداد بیچ کر دین ادا کیا جائے گا اور تندرست پر ایسا دین ہوتا تو وقف صحیح ہوتا مگر جبکہ حاکم کی طرف سے اس کے تصرفات روک دیے ہوں تو اس کا وقف بھی صحیح نہیں۔ را ہن نے جائداد مرہونہ وقف کر دی اگر اس کے پاس دوسرا مال ہے تو اُس سے دین ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور وقف صحیح ہوگا اور دوسرا مال نہ ہو تو مرہون کو بیع کر کے دین ادا کیا جائے گا اور وقف باطل ہے۔ (درمختار، کتاب وقف)

مریض نے ایک جائداد وقف کی جو تہائی کے اندر تھی مگر اس کے مرنے سے پہلے مال ہلاک ہو گیا کہ اب تہائی سے زائد ہے یا مرنے کے بعد مال کی تقسیم ہو کر ورثہ کو نہیں ملا تھا کہ ہلاک ہو گیا تو اس کی ایک تہائی وقف ہوگی۔ اور دو تہائیوں میں میراث جاری ہوگی۔ مریض نے زمین وقف کی اور اس میں درخت ہیں جن میں واقف کے مرنے سے پہلے پھل آئے تو پھل وقف کے ہیں اور اگر جس دن وقف کیا تھا اُسی دن پھل موجود تھے تو یہ پھل وقف کے نہیں بلکہ میراث ہیں کہ ورثہ پر تقسیم ہوں گے۔

مریض نے بیان کیا کہ میں وقف کا متولی تھا اور اُس کی اتنی آمدنی اپنے صرف میں لایا، لہٰذا یہ رقم میرے مال سے ادا کر دی جائے یا یہ کہا کہ میں نے اتنے سال کی زکاۃ نہیں دی ہے میری طرف سے زکاۃ ادا کی جائے اگر ورثہ اُس کی بات کی تصدیق کرتے ہوں تو وقف کا روپیہ جمیع مال سے ادا کیا جائے یعنی وقف کا روپیہ ادا کرنے کے بعد کچھ بچے تو وارثوں کو ملے گا ورنہ نہیں اور زکاۃ تہائی مال سے ادا کی جائے یعنی اس سے زیادہ کے لیے وارث مجبور نہیں کیے جاسکتے اپنی خوشی سے کل مال ادائے زکاۃ میں صرف کر دیں تو کر سکتے ہیں اور اگر وارث اس کے کلام کی تکذیب کرتے ہیں کہتے ہیں اس نے غلط بیان کیا تو وقف اور زکاۃ دونوں میں تہائی مال دیا جائے گا مگر تکذیب کی صورت میں وقف کا متولی و منتظم وارثوں پر حلف دے گا کہ قسم کھائیں ہمیں نہیں معلوم ہے کہ جو کچھ مریض نے بیان کیا وہ سچ ہے اگر قسم کھالیں گے تہائی مال تک وقف کے لیے لیا جائے گا اور قسم سے انکار کریں تو وقف کا روپیہ جمیع مال سے لیا جائے گا اور زکاۃ بہر صورت ایک تہائی سے ادا کرنی ضروری ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الوقف)

صحت میں وقف کیا تھا اور متولی کے سپرد کر دیا تھا مگر اُس کی آمدنی کو صرف کرنا اپنے اختیار میں رکھا تھا کہ جس کو چاہے گا دے گا واقف نے مرتے وقت وصی سے یہ کہا کہ اس کی آمدنی کا پچاس روپیہ فلاں کو دینا اور سو روپیہ فلاں کو دینا اور وصی سے یہ

بھی کہہ دیا کہ تم جو مناسب دیکھنا کرنا اور واقف مر گیا اور اُسکا ایک لڑکا تنگدست ہے تو بہ نسبت اوروں کے اس لڑکے کو دینا بہتر ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب الوقف)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب: میت کی طرف سے صدقہ کرنا

2880 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أُرَاهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے ماسوائے تین اعمال کے' صدقہ جاریہ' وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے' وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

مؤمن کے عمل کا اجر وثواب

مومن اس عارضی دنیوی زندگی میں اپنی موت سے پہلے پہلے جو بھی نیک کام کرے گا؛ چاہے اپنی زبان سے ہو کہ ہاتھ سے یا اپنے مال کے ذریعہ اس کا ثواب ضرور پائے گا یعنی عمل کا اجر اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا؛ لیکن مرنے کے بعد عمل کا دفتر بند ہوجاتا ہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی عمل کرنے سے عاجز ہوجاتا ہے؛ اس لیے نیکیوں پر اجر وثواب کا سلسلہ بھی ختم ہوجاتا ہے؛ البتہ چند اعمال واسباب ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی اس کا اجر میت کو پہنچتا رہتا ہے (یہی حال اس کے برے عمل اور گناہ کا ہے) حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اذا مات ابن آدم انقطع عملہ الا من ثلاث صدقۃ جاریۃ أو علم ینتفع بہ أو ولد صالح یدعولہ (رواہ مسلم) جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل بند ہوجاتا ہے؛ مگر تین چیزیں: (۱) ایک صدقہ جاریہ یعنی ایسا صدقہ جس سے زندہ لوگ نفع حاصل کرتے رہیں (۲) دوسری ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں (۳) تیسری ایسی نیک اولاد جو اپنے والدین کے لیے دعا کرتی رہے، ان تین قسم کے اعمال کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یعنی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

ایک دوسرے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا: ان مما یلحق المؤمن عملہ وحسناتہ بعد موتہ علمًا علّمہ ونشرہ أو ولدًا صالحا ترکہ أو مصحفا ورثہ أو مسجدًا بناہ أو بیتاً لابن السبیل بناہ أو نہرًا اجراہ أو صدقۃ أخرجہا من مالہ فی صحتہ وحیاتہ تلحقہ من بعد موتہ (الترغیب، ص ۱۹۶/۱ عن ابن ماجہ)

بے شک مومن کے عمل اور اس کی نیکیوں میں سے جس کا ثواب مومن کو اس کے مرنے کے بعد پہنچتا رہتا ہے: (۱) وہ علم ہے جو اس نے دوسرے کو سکھایا اور پھیلایا (۲) یا نیک اولاد جو اس نے چھوڑی ہے (۳) یا قرآن پاک کا کسی کو وارث بنایا یعنی تلاوت کے لیے وقف کردیا (۴) یا مسجد تعمیر کی (۵) یا مسافر کے لیے کوئی سرائے یعنی مسافر خانہ بنایا (۶) یا نہر جاری کی (۷) یا اپنے مال میں سے نفلی صدقہ نکالا، تندرستی اور زندگی میں تو ان چیزوں کا اجر وثواب مرنے کے بعد بھی میت کو پہنچتا رہے گا۔

ایصال ثواب اور اس کے اغراض

جس طرح میت کو اپنے بعض اعمال کا اجر وثواب پہنچتے رہنا متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اور اہل ایمان کا ان احادیث پر عمل بھی پایا جاتا ہے، اسی طرح میت کو کسی نیک عمل کے ذریعہ نفع پہنچانا اور میت کا اس سے نفع اٹھانا احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ! ہم اپنے مُردوں کے لیے دعا کرتے ہیں، ان کے لیے صدقہ کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں، کیا ان اعمال کا ثواب ان مُردوں تک پہنچتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو ثواب پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی خوش ہوتا ہے، جب اسے کھجور کا طبق ہدیہ کیا جائے۔ ایک اور حدیث میں ہے جس شخص نے اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی اور قبر کے پاس یٰسین شریف پڑھی تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

ایصال ثواب کا منشا عموماً یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے میت سے عذاب میں تخفیف کر دیتے ہیں یا دور فرما دیتے ہیں، کبھی میت کے درجات کی بلندی یا میت پر شفقت وترحم ہوتا ہے، کبھی اس کا مقصد والدین کی طاعت ہوتا ہے اور کبھی میت کے حق کی ادائیگی یا اس کے احسان کا بدلہ دینا ہوتا ہے۔ اور ایک غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ خود ایصال ثواب کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ہو۔ یہ سب دینی مقاصد ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں، جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص قبرستان گیا اور یٰسین شریف پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس دن مردوں سے عذاب میں تخفیف کرتے ہیں اور مُردوں کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کو اجر دیتا ہے۔ بہر حال ایصال ثواب ایک شرعی مقصد ہے۔

تنبیہ: میت کو نفع پہنچانے اور پہنچنے کے ذرائع میں سے ولد صالح کا اپنے والدین کے لیے دعا کرنا یا دوسرے اشخاص کا میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا بھی ایصال ثواب کے حکم کلی شرعی میں داخل ہے، جیسا کہ مذکورہ احادیث میں اس کا ذکر صراحتاً موجود ہے۔

ایصال ثواب کے مختلف طریقے

ایصال ثواب چاہے مالی عبادت کے ذریعہ ہو، جیسے صدقات وخیرات کرنا یا مسکین وحاجت مند کو کھلانا، پلانا (یا پہنانا یا ان کی کوئی اور ضرورت پوری کرنا) یا بدنی عبادت سے ہو، جیسے نفل نماز، روزہ، تلاوت قرآن وذکر واعتکاف اور طواف یا نفل حج یا عمرہ ایسے عمل کے ذریعہ ہو جس سے مخلوق کو نفع پہنچے اور اللہ کا قرب حاصل ہو، جیسے کنواں یا نہر کھدوانا (آج کل بورنگ کر دینا) یا پل یا مسافر خانہ بنوانا، پھلدار یا سایہ دار درخت لگانا، مسجد کی تعمیر کرنا یا مصحف شریف یعنی قرآن مجید کو تلاوت کے لیے وقف کرنا یا اولاد کو دینی تعلیم دلانا وغیرہ ان سب چیزوں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس سے میت کو خوشی وراحت ملتی ہے۔

پس فرائض کے سوا ہر نیک عمل سے چاہے کرتے وقت مُردوں کی طرف سے نیت کی ہو یا کر کے اس کا ثواب بخشا جائے اور ثواب چاہے کسی خاص میت کو بخشے یا تمام مومنین کو اور چاہے عمل کرنے والا تنہا کرے یا چند افراد مل کر انجام دیں ہر طرح مُردوں کو نفع پہنچانا درست اور ثابت ہے؛ بلکہ زندوں کو بھی ثواب بخشنا درست اور جائز ہے۔ الاصل أنّ كلّ مَن أتى بعبادةٍ مّا أي سواء كانت صلاةً أو صومًا أو صدقةً أو قراءةً أو ذكرًا أو طوافًا أو حجًّا أو عمرةً جميع أنواع البر (شامی

دبحر) الافضل لمن يتصدق نفلاً أن ينوي لجميع المومنين والمومنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من أجره شيء هو مذهب أهل السنة والجماعة (شامی)

اصل یہ ہے کہ جو کوئی کسی قسم کی عبادت کرے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرأت قرآن یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ ہر طرح کی نیکیوں کا ثواب پہنچانا درست ہے اور ایصال ثواب کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ تمام مومنین اور مومنات کی نیت کرے؛ اس لیے کہ سب کو بھیجے ہوئے نیک عمل کا پورا ثواب پہنچتا ہے، بھیجنے والے کے اجر میں سے کچھ کم نہیں کیا جاتا، یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے۔ فهذه الآثار وما قبلها وما في السنة أيضاً من نحوها عن كثير قد تركناه لحال الطول يبلغ القدر المشترك بين الكل وهو من جعل شيئاً من الصالحات لغيره نفعه الله به مبلغ التواتر

(فتح القدیر صفحہ ۱۴۲: ۳)

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ احادیث وآثار بکثرت ہیں طوالت کی وجہ سے ہم نے ترک کر دیا، ان سب سے قدر مشترک ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص کسی بھی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ضرور نفع دے گا یہ بات یقینی ہے۔

ایصال ثواب کے لیے قرأت قرآن

قرآن پاک کی تلاوت چاہے انفرادی طور پر ہو یا کسی جگہ اکٹھے ہو کر دونوں طرح صحیح اور مستحسن ہے۔ تلاوت قرآن کی اصل غایت تو رضائے الٰہی ہے؛ لیکن دوسرے مقاصد خیر کے لیے بھی قرآن کریم کا پڑھنا احادیث وآثار سے ثابت ہے؛ چنانچہ ایصال ثواب کے لیے جو ایک شرعی مقصد ہے، قرآن کریم کا پڑھنا خیر القرون کے زمانہ سے جاری اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ان لكل شيء قلب وقلب القرآن يسين فاقرؤها على موتاكم ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے، قرآن پاک کا دل سورۂ یٰسین ہے، پس اسے مردوں پر پڑھا کرو؛ اس لیے میت کے لیے یٰسین شریف پڑھنا اور پڑھوانا دونوں درست ہے۔ (فتح القدیر)

محی السنہ امام نووی اپنی کتاب "التبیان فی آداب حملۃ القرآن" میں انصار مدینہ کا ایک معمول نقل کرتے ہیں الانصار اذا حضروا عند الميت قرؤا سورة البقرة۔ انصار مدینہ جب میت کے پاس حاضر ہوتے تو سورۂ بقرہ پڑھا کرتے تھے۔ مشہور شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری جلیل القدر تابعی امام شعبی کا قول نقل کرتے ہیں كانت الأنصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الى قبره يقرؤن القرآن (مرقات صفحہ ۱۹۸: ۴)

ابن القیم نے بھی اپنی کتاب "الروح/ ۹۳" میں امام شعبی کا قول ذکر کیا ہے، یعنی انصار میں جب کسی کا انتقال ہوتا تو اس کی قبر پر جاتے اور قرآن پڑھتے تھے۔

اس سلسلہ میں مختلف احادیث وآثار ذکر کر کے ملا علی قاری لکھتے ہیں: الأحاديث المذكورة وهي ان كانت ضعيفة فمجموعها يدل على أن لذلك اصلاً وان المسلمين ما زالوا في كل عصر ومصر يجتمعون ويقرؤن لموتاهم من غير نكير فكان ذلك اجماعاً یعنی میت کے ایصال ثواب کے لیے قرأت قرآن کی مذکورہ

احادیث اگرچہ ضعیف ہیں؛ مگر مجموعہ دلالت کرتا ہے کہ اس کی اصل موجود ہے؛ چنانچہ مسلمان ہر زمانہ اور شہر میں جمع ہوتے ہیں اور اپنی میت کے لیے قرآن پڑھتے ہیں، پس عملاً یہ اجماع ہوگیا۔ (مرقات، ص:۱۹۹، ۴)

اور جب خیر القرون؛ بلکہ ایک جماعت صحابہ سے اس کا ثبوت موجود ہے، تو پھر ایصال ثواب کے لیے اجتماعی قرأت قرآن کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔

بہت سے لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلانے کے لئے حوض بنالیتے ہیں ان میں دوسرے لوگوں کے بھوکے بھٹکے جانور بھی آکر پانی پی لیتے ہیں، حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں دریافت کیا کہ ان جانوروں کو اگر اپنے حوض سے نہ ہٹاؤں اور پانی پینے دوں تو کیا اس میں بھی ثواب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاص ان جانوروں پر ہی کیا منحصر ہے جتنی بھی چیزیں جگر رکھنے والی ہیں جن کو کھلانے پلانے کی ضرورت ہے، ان کے کھلانے پلانے میں ثواب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اہل جنت صفیں بنائیں گے چنانچہ ایک آدمی گذرے گا (ان میں سے کسی) ایک آدمی پر (یعنی اس کے پاس سے گزرے گا اور) کہے گا کہ اے فلاں! اس دن کو یاد کر کہ جب تو نے پانی مانگا تھا (اور) میں نے تجھ کو پانی پلایا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ (جنتی شخص اس (گذرنے والے کے لئے) سفارش کرے گا (چنانچہ اس کی سفارش سے وہ آدمی بخش دیا جائے گا) اور ایک آدمی دوسرے (کسی جنتی) آدمی پر گذرے گا اور (اس سے) کہے گا کہ فلاں دن کو یاد کر جب میں نے تجھ کو وضو کے لئے پانی لاکر دیا تھا۔ اس پر وہ شخص (بھی) اس کے لئے (اللہ پاک سے) سفارش کرے گا (چنانچہ اس کی مغفرت کردی جائے گی) (ابن ماجہ)

ان چیزوں کا ذکر جو میت کو اس کی موت کے بعد پہنچتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان چیزوں میں سے جو مومن کو اس کے اعمال اور نیکیوں میں سے اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو پہنچتی ہیں (یہ ہیں)

۱) ایسا علم جس کو اس نے سکھایا ہو اور پھیلایا ہو۔ ۲) نیک اولاد جو اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ ۳) قرآن مجید ورثہ میں چھوڑ گیا۔ ۴) مسجد بنوا گیا۔ ۵) مسافر خانہ بنوا گیا۔ ۶) نہر کھدوا گیا۔ ۷) صدقہ (کر گیا) جو اس نے اپنی صحت اور زندگی کے زمانہ میں دیا تھا (پھر اب لوگ اس کی موت کے بعد اس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں) تو ان چیزوں کا (ثواب) اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ (ابن ماجہ)

صدقہ وغیرہ کے فضائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے کہا کہ میں آج رات ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا، نادانی اور رات کو اندھیری میں کسی زانیہ عورت کے ہاتھ میں دے دیا۔ صبح ہوئی تو چرچا ہو رہا تھا کہ ایک زانیہ پر (رات کو) صدقہ کیا گیا۔ (یہ سن کر وہ شخص) کہنے لگا کہ اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لئے ہے (اور تجھے سب کچھ اختیار ہے) مگر عجیب بات ہے کہ میں صدقہ دے آیا ایک زانیہ کو، (پھر کہنے لگا کہ) میں آج رات ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا (اور غلطی سے رات کی اندھیری میں) ایک مالدار آدمی کے ہاتھ میں رکھ دیا (جب) صبح ہوئی تو چرچا

ہو رہا تھا کہ (رات کو) صدقہ ایک مالدار آدمی کو دے دیا گیا ہے۔ کہنے لگا: اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لئے ہے (تجھے سب اختیار ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ میں صدقہ دے آیا ایک مالدار آدمی کو) پھر کہنے لگا کہ (رات کو پھر) میں ضرور صدقہ کروں گا پس وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا (اور غلطی سے) رکھ دیا ایک چور کے ہاتھ پر۔ صبح ہوئی تو چرچا ہو رہا تھا کہ صدقہ کیا گیا ایک چور پر، کہنے لگا: اے اللہ سب تعریف تیرے ہی لئے ہیں (مگر عجیب بات ہے کہ میں صدقہ دے آیا) ایک زانیہ عورت کو اور ایک مالدار کو اور چور کو، پس خواب میں اس سے کہا گیا کہ تیرا صدقہ قبول کرلیا گیا۔ جو زانیہ عورت تھی ممکن ہے کہ وہ اس صدقہ کی وجہ سے پاک دامنی اختیار کرے اور ہوسکتا ہے کہ مالدار آدمی (تیرے اس صدقے کی وجہ سے) عبرت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے لگے اور ہوسکتا ہے کہ چور (چوری سے) توبہ کرے اور اپنے گناہ کے شغل سے پرہیز کرے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی مسلمان نے کسی ننگے کو کپڑا پہنایا تو اللہ تعالیٰ اس کو (قیامت کے دن) جنت میں سبز لباس پہنائیں گے اور جس کسی مسلمان نے کسی بھوکے کو کھانا کھلایا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائیں گے اور جس کسی مسلمان نے کسی پیاسے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو مہر لگی ہوئی شراب میں سے پلائیں گے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ مَاتَ عَنْ غَيْرِ وَصِيَّةٍ يُتَصَدَّقُ عَنْهُ

باب: جو شخص وصیت کئے بغیر مرجائے کیا اس کی طرف سے صدقہ کیا جاسکتا ہے

2881- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَتَصَدَّقَتْ وَأَعْطَتْ أَفَيُجْزِئُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَتَصَدَّقِي عَنْهَا

❁❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کچھ صدقہ کرتی اور کچھ عطا کرتی تو کیا یہ بات جائز ہوگی اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تم ان کی طرف سے صدقہ کرو۔

2882- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَقَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ أَفَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ لِي مَخْرَفًا وَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا

❁❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کی والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کردوں تو کیا انہیں نفع ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہاں۔ اس نے دریافت کیا: میرے پاس ایک

2881- اسناده صحيح. هشام: هو ابن عروة بن الزبير، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه البخاري (1388) و (2760)، ومسلم (1004) وبالر (1630)، وابن ماجه (2717)، والنسائي (3649) من طرق عن هشام ابن عروة، به. الا انهم جميعاً جعلوا السائل رجلا لا امرأة. وهو في "مسند احمد" (24251)، و "صحيح ابن حبان" (3353)

بالغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے ان کی طرف سے صدقہ کیا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصِيَّةِ الْحَرْبِيِّ يُسْلِمُ وَلِيُّهُ أَيَلْزَمُهُ أَنْ يُنَفِّذَهَا

باب: حربی کی وصیت' جبکہ اس کا ولی مسلمان ہو چکا ہو تو کیا اس ولی کیلئے لازم ہوگا کہ وہ اس وصیت کو نافذ کرے

2883- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ أَخْبَرَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ مِائَةَ رَقَبَةٍ فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي أَوْصَى بِعِتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ وَإِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِينَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقَبَةً أَفَأُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذَلِكَ

❀❀ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' عاص بن وائل نے یہ وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے پھر اس کے بیٹے عمرو (جو مسلمان ہو چکے تھے) انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس کی طرف سے بقیہ پچاس غلام بھی آزاد کر دیں انہوں نے سوچا کہ پہلے میں اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر لوں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی' یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے والد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی تو ہشام نے پچاس غلام ان کی طرف سے آزاد کر دیئے' کیا باقی پچاس غلام میں آزاد کر دوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ مسلمان ہوتا تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا اس کی طرف سے صدقہ کرتے تو اس کا ثواب اسے مل جاتا (اب کرنے کی ضرورت نہیں)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَهُ وَفَاءٌ يُسْتَنْظَرُ غُرَمَاؤُهُ وَيُرْفَقُ بِالْوَارِثِ

باب: جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ اس کے ذمے قرض ہو اور اس کے پاس اس کی ادائیگی کیلئے مال ہو تو اس کے قرض خواہ انتظار کرینگے اور وارثوں کے ساتھ نرمی سے بات کریں گے

2884- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ شُعَيْبَ بْنَ إِسْحَاقَ حَدَّثَهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ

2884- اسنادہ صحیح. واخرجه بطوله البخاري (2396)، وابن ماجه (2434) من طريق هشام بن عروة، به. واخرجه بنحوه مطولاً البخاري (2709)، والنسائي (3640) من طريق عبيد الله ابن عمر، عن وهب بن كيسان، به. ولم يذكر الاستنظار. واخرجه بنحوه كذلك البخاري (2127) و(2395) و(2405) و(2601)، والنسائي (3638) و(3639) من طريق عن جابر بن عبد الله. وليس في شيء من هذه الروايات ذكر الاستنظار، الا في رواية النسائي الثانية ففيها: ان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - قال لليهودي، هل لك ان تاخذ العام نصفه، وتؤخر نصفه، فأبى اليهودي. وهو في "مسند احمد" (14359) و(15005)، و"صحيح ابن حبان" (6536) و(7139).

كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنْ يَهُودَ فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبَى فَكَلَّمَ جَابِرٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ ثَمَرَ نَخْلِهِ بِالَّذِي لَهُ عَلَيْهِ فَأَبَى عَلَيْهِ وَكَلَّمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنْظِرَهُ فَأَبَى وَسَاقَ الْحَدِيثَ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ان کے والد کا انتقال ہو گیا انہوں نے تیس وسق ایک یہودی کا قرض دینا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس سے مہلت مانگی تو اس نے انکار کر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی کہ آپ اس سے سفارش کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے اس یہودی کے ساتھ بات کی کہ وہ ان کے باغ کا پھل وصول کر لے۔ اس چیز کے عوض میں جو ان کے والد کے ذمے واجب تھی' تو اس نے انکار کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس بارے میں بات کی کہ وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو مہلت دے تو اس نے یہ بات بھی نہیں مانی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

میت کے قرض کے وجوب ادا کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی جنازہ لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مرنے والے) آدمی کے عمل کے متعلق کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھتے اور اس کے قرضے کے بارے میں سوال فرماتے تھے، اگر کہا جاتا کہ اس پر قرضہ ہے تو نماز (پڑھانے) سے رک جاتے تھے اور اگر کہا جاتا کہ (اس پر) قرضہ نہیں ہے تو اس پر نماز پڑھتے تھے۔ پس ایک جنازہ لایا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز پڑھانے کے لئے) کھڑے ہوئے تاکہ تکبیر کہیں تو اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا تمہارے ساتھی پر قرضہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! (اس پر) دو دینار قرض ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے ہٹ گئے اور فرمایا کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ دونوں (دینار) مجھ پر ہیں (یعنی میں ادا کروں گا) وہ (میت ان سے) بری ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور اس پر نماز پڑھائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ تیری جان کو (دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے) چھٹکارا دے جیسا کہ تو نے اپنے بھائی کی جان کو چھڑایا ہے بے شک جو بھی کوئی مرنے والا مر جاتا ہے اور اس پر قرضہ ہوتا ہے (تو) وہ اپنے قرضے کی وجہ سے روکا ہوا ہوتا ہے (یعنی اس کا چھٹکارا نہیں ہوتا) اور جس شخص نے میت کی جان کو (اس کا قرضہ ادا کر کے) چھڑا دیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (عذاب سے) اس کا چھٹکارا فرما دیں گے، بعض صحابہ نے دریافت کیا کہ یہ علی کے لئے خاص ہے یا مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عام مسلمانوں کے لئے ہے (یعنی جو مسلمان بھی کسی میت کا قرضہ ادا کر کے اس کی جان چھڑا دے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جان کو چھٹکارا فرما دے گا) (دارقطنی)

مقروض کو مہلت دینے کا بیان

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا ایک شخص تھا جو لوگوں سے قرض لین دین کا معاملہ کرتا تھا (یعنی لوگوں کو

قرض دیا کرتا تھا) اور اس نے اپنے کارندے سے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب کسی تنگدست کے پاس (قرض وصول کرنے جاؤ) تو اس سے درگذر کرو شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگذر فرمائے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی (یعنی اس کا انتقال ہو) تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگذر فرمایا (اور اس کے گناہوں پر مؤاخذہ نہیں کیا)

حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے تو اسے چاہئے کہ وہ مفلس وتنگدست سے اپنا قرض وصول کرنے میں تاخیر کرے یا اس کو معاف کردے (یعنی اپنا پورا قرض یا جس قدر ممکن ہو معاف کردے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 125)

یوں تو فرض اعمال نفل اعمال سے ستر درجے زیادہ فضیلت کے حامل ہیں لیکن بعض مسائل ومعاملات میں نفل اعمال فرض اعمال سے زیادہ فضیلت کے رکھتے ہیں انہیں میں سے ایک تو تنگدست ومفلس کو اپنا حق (مثلاً قرض وغیرہ) معاف کردینا ہے کہ یہ اگرچہ مستحب ہے لیکن مفلس وتنگدست کو قرض وغیرہ ادا کرنے میں مہلت دینے سے افضل ہے جو واجب ہے دوسرے سلام کرنے میں پہل کرنا سنت ہے لیکن یہ افضل ہے سلام کا جواب دینے سے جو فرض ہے تیسرے وقت سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے لیکن یہ افضل ہے وقت شروع ہو جانے کے بعد وضو کرنے سے جو فرض ہے۔

حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص اپنا مطالبہ وصول کرنے میں مفلس کو مہلت دے یا اس کو اپنا پورا مطالبہ یا اس کا کچھ حصہ معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات دے گا۔ (مسلم)

حضرت ابوالیسر کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص تنگدست کو مہلت دے یا اس کو معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا (یعنی قیامت کے دن اسے گرمی کی تپش اور اس دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے گا (مسلم)

امام احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے کہ جو شخص مفلس وتنگدست کو مہلت دے تو ادائیگی کا دن آنے تک اس کو ہر دن کے بدلے اس کے قرض کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور پھر جب ادائیگی کا دن آئے اور وہ پھر اسے مہلت دے دے اور اس کی ادائیگی کا دن آنے تک ہر دن کے بدلے اس کے قرض کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور پھر جب ادائیگی کا دن آئے اور وہ پھر اسے مہلت دے دے تو اس کو ہر دن کے بدلے اس کے قرض کی دگنی مقدار کے برابر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ اس روایت کو تمثیلی طور پر یوں سمجھئے کہ مثلاً ایک شخص نے کسی کو دو مہینے کے وعدے پر ایک سو روپے قرض دیئے اور دو مہینے کے بعد اس کی مفلسی وتنگدستی کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک مہینے کی مہلت دیدی تو اسے پورے مہینے اس طرح کا ثواب ملتا رہے گا کہ گویا وہ ہر دن ایک سو روپیہ صدقہ وخیرات کرتا ہے اسی طرح ایک مہینے کی مدت گزر جانے کے بعد دوبارہ مہلت دینے میں ایسا ہی ثواب ملتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب تیسری مرتبہ مہلت دے گا تو اسے ہر دن ایسا ثواب ملے گا جیسے کہ وہ ہر دن دو سو روپے صدقہ وخیرات کرتا ہے۔

كِتَابُ الْفَرَائِضِ

یہ کتاب وراثت کے بیان میں ہے

فوت ہونے والا شخص اپنے پیچھے جو اپنا مال، زمین، زیور وغیرہ چھوڑ جاتا ہے اسے ترکہ، وراثت یا ورثہ کہتے ہیں۔ کسی مرنے والے مرد یا عورت کی اشیاء اور وسائلِ آمدن وغیرہ کے بارے یہ بحث کہ کب، کس حالت میں کس وارث کو کتنا ملتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں اسے علم الفرائض کہتے ہیں۔ علم الفرائض (اسلامی قانون وراثت) اسلام میں ایک نہایت اہم مقام رکھتا ہے۔ قرآن مجید نے فرائض کے جاری نہ کرنے پر سخت عذاب سے ڈرایا ہے۔ چونکہ احکام وراثت کا تعلق براہ راست روزمرہ کی عملی زندگی کے نہایت اہم پہلو سے ہے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کو اس علم کی طرف خصوصاً توجہ دلائی اور اسے دین کا نہایت ضروری جزء قرار دیا۔

صحابہ کرام میں سیدنا علی ابن ابی طالب، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا علم الفرائض کے ماہرین میں شمار ہوتا ہے۔ صحابہ کے بعد زمانے کی ضروریات نے دیگر علوم شرعیہ کی طرح اس علم کی تدوین پر بھی فقہاء کو متوجہ کیا۔ انہوں نے اسے فن کی حیثیت دی اس کے لیے خاص زبان اور اصلاحات وضع کیں اور اس کے ایک ایک شعبہ پر قرآن وسنت کی روشنی میں غور وفکر کر کے تفصیلی وجزئی قواعد مستخرج کیے۔ اہل علم نے اس علم کے متعلق مستقل کتب تصنیف کی ہیں۔

تعریف: فقہ وحساب کے وہ اصول جاننا جن کے ذریعے سے ترکہ میں سے وارثوں کے حصے معلوم کیے جائیں۔

موضوع: علم میراث کا موضوع ترکہ اس کے مستحق اور ان کے حصے ہیں۔

غرض وغایت: اس علم کے حاصل کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حق داروں کو ان کا حق پہنچایا جائے۔

حکم: اس علم کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ وراثت کے تین رکن ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو وراثت ثابت نہ ہوگی۔ 1۔ مُوَرِّث: یعنی میت یا جو میت کے حکم میں ہو جیسے گم شدہ۔ 2۔ وَارِث: یعنی وہ زندہ افراد جو میت کا مال لینے والے ہوں۔ 3۔ مُوْرُوْث: یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال زمین یا سامان وغیرہ۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ الْفَرَائِضِ

باب: علم وراثت کی تعلیم دینے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2885 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ التَّنُوخِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، وَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"علم تین قسم کے ہیں ان کے علاوہ جو بھی ہیں وہ اضافی شمار ہوں گے، محکم آیات، ثابت شدہ سنت اور انصاف پر مبنی وراثت (کی تقسیم)"۔

علم میراث کے معنی ومفہوم کا بیان

لغوی معنی: میراث کی جمع مواریث آتی ہے، جس کے معنی "ترکہ" ہیں، یعنی وہ مال وجائیداد جو میت چھوڑ کر مرے۔ علم میراث کو علم فرائض بھی کہا جاتا ہے، فرائض فریضہ کی جمع ہے، جو فرض سے لیا گیا ہے، جس کے معنی "متعین" کے ہیں۔ کیوں کہ وارثوں کے حصے شریعت اسلامیہ کی جانب سے متعین ہیں، اس لیے اس علم کو علم فرائض بھی کہتے ہیں۔

اصطلاحی معنی: اس علم کے ذریعہ یہ جانا جاتا ہے کہ کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کا وارث کون بنے گا اور کون نہیں؟ نیز وارثین کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر میراث کے احکام بیان کیے گئے ہیں، لیکن تین آیات (سورۃ النساء 11، 12، 176) میں اختصار کے ساتھ بیشتر احکام جمع کر دیے گئے ہیں۔ میراث کے مسائل میں فقہاء وعلماء کا اختلاف بہت کم ہے۔

علم میراث کی اہمیت

دین اسلام میں اس علم کی بہت زیادہ اہمیت ہے، چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کو پڑھنے پڑھانے کی متعدد مرتبہ ترغیب دی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، کیوں کہ یہ نصف علم ہے، اس کے مسائل لوگ جلدی بھول جاتے ہیں، یہ پہلا علم ہے جو میری امت سے اٹھالیا جائے گا۔ (ابن ماجہ۔ باب الحث علی تعلیم الفرائض، 2719)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کو نصف علم قرار دیا ہے۔ اس کی مختلف توجیہات ذکر کی گئی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں: ایک زندگی کی حالت اور دوسری مرنے کی حالت۔ علم میراث میں زیادہ تر مسائل موت کی حالت کے متعلق ہوتے ہیں، جب کہ دیگر علوم میں زندگی کے مسائل سے بحث ہوتی ہے، لہٰذا اس معنی کو سامنے رکھ کر علم میراث نصف علم ہوا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے بھی ایک دن دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ علم اٹھالیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ میراث کے معاملہ میں دو شخص اختلاف کریں گے تو کوئی شخص ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا نہیں ملے گا۔

(ترمذی، مسند احمد)

2885- اسنادہ ضعیف لضعف عبد الرحمن بن رافع التنوخی وعبد الرحمن بن زیاد - وھو ابن انعم-۔ واخرجہ ابن ماجہ (54) من طریق عبد الرحمن بن زیاد بن انعم، بہ۔

حضرت عمر فاروق نے فرمایا: میراث کے مسائل کو سیکھا کرو، کیوں کہ یہ تمہارے دین کا ایک حصہ ہے۔ (الدارمی 2851)
حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: جو شخص قرآن کریم کو سیکھے اس کو چاہیے کہ وہ علم میراث کو بھی سیکھے۔
(رواہ البیہقی فی "الکبری" 6/209، والحاکم فی "المستدرک" 8072، والطبرانی فی "الکبیر" 8656، والدارمی فی "مسندہ" 2914)

بے سر کے ٹوپی

ان مثل العالم الذی لا یعلم الفرائض کمثل البرنس لا رأس له۔ (جمع الفوائد کتاب العلم)
وہ عالم جو فرائض (میراث) نہ جانتا ہو ایسا ہے جیسا کہ بے سر کے ٹوپی یعنی اس کا علم بے زینت و بے کار ہے۔

سر جس میں چہرہ ہی نہیں

عن ابی موسیٰ رضی الله عنه موقوفا: من علم القران ولم یعلم الفرائض فان مثله مثل الرأس لا وجه له۔ (الدارمی 2/441)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: جس نے قرآن سیکھا لیکن فرائض (میراث) کو حاصل نہ کیا تو اس کی مثال ایسے سر کی ہے جس میں چہرہ نہ ہو۔

باتیں کرنا

کتب عمر الی أبی موسیٰ الاشعری: اذا لهو تم فالهوا بالرمی واذا تحدثتم فتحدثوا بالفرائض۔
(المستدرک علی الصحیحین جز 4 صفحہ 370) (سنن بیہقی ج 6 ص 209)
جب تم کھیلنا چاہو تو تیراندازی کا کھیل کھیلو اور جب باتیں کرنا چاہو تو فرائض کی باتیں کرو۔

جنت سے محروم

عن انس قال قال رسول الله ﷺ من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة۔
(مشکوٰۃ)
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس نے کسی وارث کے حصہ میراث کو روکا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کے حصے کو روکیں گے۔

دوزخ میں داخلہ

ایک صحیح حدیث کا مضمون ہے کہ بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں لیکن موت کے وقت میراث میں وارثوں کو ضرر پہنچاتے ہیں (یعنی بلا وجہ شرعی کسی حیلے سے محروم کردیتے ہیں یا حصہ کم کر دیتے ہیں) ایسے شخصوں کو اللہ تعالیٰ سیدھا دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

بھوکا

قال رسول الله ﷺ: فمن يأخذ مالاً بحقه يبارك له فيه و من يأخذ مالا بغير حقه فمثله كمثل الذي يأكل ولا يشبع۔ (صحیح الامام المسلم 2/727)

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مال حق کے ساتھ لیا تو اس میں برکت ڈالی جائے گی اور جس نے بغیر حق کے مال لیا تو اس کی مثال اس شخص سی ہے، جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔

اقوال صحابہ

قال عمر قال عمر بن الخطاب رضی الله عنه : تعلموا الفرائض و اللحن والسنن كما تعلموا القرآن۔ (سنن داری 2/441 بیہقی، مصنف ابن شیبہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میراث، لحن، اور سنن کو اس طرح سیکھو جیسا کہ تم نے قرآن کو سیکھا۔

قال عبدالله عن ابن مسعود رضی الله عنه: تعلموا الفرائض والطلاق والحج فأنه من دينكم۔

(داری 2/441)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ علم میراث اور طلاق اور حج کو سیکھو یہ تمہارے دین میں سے ہے۔

قال عبدالله بن مسعود تعلموا الفرائض فأنه يوشك ان يفتقر الرجل الى علم كان يعلمه أو يبقى فی قوم لا يعلمون۔ (طبرانی، مجمع الزوائد 4/224، المعجم الکبیر 9/188)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ علم میراث کو سیکھو عنقریب آدمی اس علم کا محتاج ہوگا جس کو وہ جانتا تھا، یا ایسی قوم میں ہوگا جو علم نہیں رکھتے۔

قال عقبة

قال عقبة بن عامر تعلموا الفرائض قبل الظانين يعنى الذين يتكلمون بالظن۔

(بخاری 6/2474، تغلیق التعلیق 5/213)

حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ علم میراث کو سیکھو گمان کرنے والوں سے پہلے یعنی جو لوگ گمان کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔

ان احادیث میں علم میراث کو سیکھنے اور سکھانے کا حکم دیا گیا ہے اور علم میراث کو نصف علم کہا گیا ہے اور وہ عالم جو میراث نہ جانتا ہو اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ گویا ایسا ہے کہ اس کے پاس ٹوپی تو ہے مگر سر نہیں اور اس کے پاس سر تو ہے مگر اس میں چہرہ نہیں۔

اسی طرح فرمایا جو کسی کا حصہ نہیں دے گا اللہ قیامت کے دن جنت سے اس کا حصہ روکیں گے۔ اب علماء اور عام مسلمانوں سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس علم کو پھیلائیں تا کہ لوگ اس حرام خوری کے گناہ عظیم سے بچ سکیں۔

ورثاء اوران کے حصوں کا بیان

مردوں میں سے جن کے وارث ہو سکنے پر اجماع ہے وہ دس ہیں۔ بیٹا(۱)' پوتا(۲)' جبکہ نیچے کی طرف سے ہوں۔ باپ(۳) اور دادا(۴) جبکہ اوپر کی طرف سے ہوں۔ بھائی(۵)' بھتیجا(۶)' چچا(۷)' چچا زاد(۸)' شوہر(۹) اور آزاد کنندہ(۱۰) اور عورتوں میں سے جو وارث ہو سکتی ہیں وہ سات ہیں۔ بیٹی' پوتی' ماں' دادی' بہن' بیوی اور آزاد کرنے والی عورت وارث ہو سکتی ہے۔ چار آدمی وارث نہیں ہو سکتے۔ غلام' قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا' مرتد اور مختلف مذہبوں والے افراد وارث نہیں ہو سکتے۔

وراثت سے متعلق بعض فقہی اصطلاحات کا بیان

حقیقی بھائی۔ جن کے ماں باپ دونوں شریک ہوں۔ علاتی بھائی۔ باپ شریک بھائی۔ اخیافی بھائی۔ ماں شریک بھائی۔ اخوہ۔ دو یا دو سے زیادہ بھائی/بہنیں، چاہے سب حقیقی ہوں، علاتی یا اخیافی ہوں یا ملے جلے ہوں۔

جد صحیح

ذوی الفروض میں صرف جد صحیح حصہ لے سکتا ہے۔ اور یہ وہ جد ہے جس کے میت کے ساتھ رشتے کے درمیان کوئی عورت نہ آئے مثلا دادا پردادا اسکڑ دادا وغیرہ سارے اجداد صحیح ہیں

جد رحمی (جد فاسد)

وہ جد ہے جس کے میت کے ساتھ رشتے میں عورت آتی ہو مثلاً نانا وغیرہ۔ اس جد کو جد فاسد کہنے کی بجائے جد رحمی کہا جائے کیونکہ اس سے کئی مقدس رشتوں کی توہین ہوتی ہے۔

جدہ صحیحہ

عربی میں جدہ صرف دادی کو نہیں بلکہ ہر وہ عورت جس کی کسی قسم کی اولاد میں میت کے ماں باپ آ سکتے ہوں پس نانی بھی جدہ کہلائے گی البتہ جدہ صحیحہ صرف وہ جدہ ہے جس کی میت کے ساتھ رشتے کے درمیان جد رحمی نہ آئے۔ مثلاً دادا کی ماں، باپ کے باپ کی ماں ہوتی ہے وہ جدہ صحیحہ ہے کیونکہ اس میں جد رحمی کا واسطہ نہیں لیکن دادی کی دادی یعنی باپ کے نانا کی ماں جدہ صحیحہ نہیں کیونکہ نانا جد رحمی ہے۔ جو جدہ، جدہ صحیحہ نہیں وہ جدہ رحمی ہے۔ صفحہ نمبر 56 پر ان کا تین پشتوں تک کا نقشہ موجود ہے۔

ذوی الفروض

یہ وہ لوگ ہیں جن کی میراث میں حصص کتاب وسنت یا اجماع سے ثابت ہیں۔ مثلاً میت کی بیٹی کیونکہ اس کا حصہ اگر اکیلی ہو اور میت کا بیٹا نہ ہو تو نصف۔ قرآن سے ثابت ہے اور جدہ صحیحہ کا حصہ سدس حدیث پاک سے ثابت ہے۔

ذوی الفروض نسبی وسببی

وہ لوگ جن کے حصے کسی سبب کی بنیاد پر کتاب وسنت اور جماع سے ثابت ہوں، ذوی الفروض سببی کہلاتے ہیں۔ مثلاً خاوند کا حصہ

میت کی اولاد کی موجودگی میں "زوجیت کے رشتہ کی بنیاد پر ایک چوتھائی ہوتا ہے۔ اگر یہ رشتہ ختم ہو جائے تو اس کا حصہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ لوگ جن کا حصہ نسب کی بنیاد پر ثابت ہو مثلاً بیٹی کا حصہ، یہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ہاں اگر اس کی موت میت کی موت سے پہلے ہو جائے یا کوئی اور وجہ اس کو وراثت سے محروم کر دے مثلاً کوئی نعوذ باللہ من ذالک میت کے قتل کا مرتکب قرار پائے، چاہے قتل خطا ہو۔

اولاد کی تشریح

صرف وہ اولاد ذوی الفروض اور عصبات میں حصہ لے سکتی ہے اور دوسرے ذوی الفروض کے حصوں پر اثر انداز ہو سکتی ہے جس کے میت کے ساتھ رشتے میں عورت کا واسطہ نہ آئے مثلاً بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی، سکڑ پوتا، سکڑ پوتی وغیرہ ان اولاد میں کوئی موجود ہو تو بھائی بہنیں سب محروم قرار پائیں گے اور ماں کا حصہ $\frac{1}{6}$ ہوگا۔ اس کے مقابلے میں وہ اولاد جس کے میت کے ساتھ رشتے میں کوئی عورت آئے وہ ذوی الارحام اولاد ہے ان کی موجودگی میں دوسرے ذوی الفروض مثل بہن بھائی محروم نہیں ہوتے اور نہ ہی ذوی الفروض کے حصوں پر فرق پڑتا ہے اس لئے سکڑ پوتی اگر چہ خود تو عورت ہے لیکن چونکہ اس کے اور میت کے درمیان سارے واسطے مرد کے ہیں یعنی وہ میت کے بیٹے کے بیٹے کی بیٹی ہے۔ اس لئے یہ وہ اولاد ہے جو ذوی الفروض میں حصہ لے سکتی ہے۔ اور نواسا گو کہ مرد ہے لیکن اس کے اور میت کے درمیان چونکہ واسطہ عورت (بیٹی) ہے اس لئے یہ ذوی الفروض اور عصبات میں حصہ لینے کا کبھی اہل نہیں بن سکتا البتہ ذوی الارحام میں ان کو اول درجے کی ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

عول (تنگی)

اگر ذوی الفروض کی کسروں میں حصوں کا مجموعہ 1 سے بڑھ جائے تو ذوی الفروض کے حصوں میں ان کے حصوں کے تناسب سے کمی کی جائی گی۔ اس کو علم المیراث میں عول کہتے ہیں کیونکہ اس میں ذوی الفروض میں ہر ایک کا حصہ اس کے اصل حصہ سے کم ہو جاتا ہے مثلاً ماں کا حصہ اولاد کی موجودگی میں $\frac{1}{6}$ ہوتا ہے لیکن میت کی ماں کے ساتھ میت کی بیٹیاں باپ اور بیوی موجود ہو تو باپ کا حصہ رہ جاتا ہے جو کہ اس کے عام حالات میں حصے یعنی $\frac{1}{6}$ سے کم ہے۔

عصبات:

یہ میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصے شریعت میں ایسے ثابت ہیں کہ جب ذوی الفروض اپنے اپنے حصے لے لیں تو اس کے بعد جو مال ترکے میں سے بچ جائے اس کے یہ حقدار بن جائیں۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ:۔ اس قرآنی قانون کے مطابق جب مرد اور عورتیں آپس میں بطور عصبہ یا بطور ذوی الارحام شریک بن جائیں تو ان میں ہر مرد کو عورت کے حصے کا دگنا دیا جاتا ہے۔

ردّ (لوٹانا)

یہ عول کی ضد ہے یعنی ذوی لفروض کو اپنا اپنا حصہ دینے کے بعد بھی اگر کچھ ترکہ بچ جائے تو اس باقی ترکہ کو ذوی الفروض نسبی پر ان کے حصوں کے تناسب سے تقسیم کرنے کو رد کہتے ہیں۔ اس سے ذوی الفروض کے حصے معمول کے حصوں سے بڑھ جاتے ہیں۔

سہام (اکائیاں)

ورثاء کے آپس میں حصوں کی جو نسبت ہوتی ہے اس کو سہام سے ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً بیوی ماں اور باپ وارث ہوں تو ان کے حصوں میں 2 : 1 : 1 کی نسبت ہوتی ہے اس لئے یہ کہا جائے گا کہ بیوی کو 1 سہام، ماں کو بھی 1 سہام اور باپ کو 2 سہام دیئے جائیں گے۔ چونکہ سہام اور اکائی ایک ہی چیز ہے اس لئے اگر کسی وارث کے سہام کا پتہ ہو تو کل ترکہ میں اس کا حصہ معلوم کرنے کے لئے اس کے سہام کو کل سہام پر تقسیم کرکے کل ترکہ سے ضرب دی جائے گی تو اس کا حصہ کل ترکہ میں معلوم ہو جائے گا مثلاً اس مثال میں بیوی کا 1 سہام ہے جبکہ کل سہام 4 بنتے ہیں اس لئے اگر کل ترکہ 2000 روپے ہو تو اس میں بیوی کا حصہ 2000×4÷1=500 روپے ہوا۔ اس کو اکائی کا قاعدہ بھی کہتے ہیں۔

تصحیح

اگر کسی وارث کے سہام اس کی تعداد پر تقسیم نہ ہوتے ہوں تو مجموعہ سہام کو ایسا بڑھانا کہ ورثاء کے حصوں میں جو نسبت ہو وہ تو متاثر نہ ہو لیکن تمام ورثاء کے سہام ان کی اپنی اپنی تعداد پر تقسیم ہو جائیں یہ عمل تصحیح کہلاتا ہے۔ اس کے بعد جو سہام کا مجموعہ بنتا ہے تو کہتے ہیں کہ تصحیح اس سے ہے۔

تصحیح کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ جن جن ورثاء کو جتنے جتنے سہام ملے ہیں وہ ان کی اپنی اپنی تعداد پر تقسیم کرتے جائیں تاکہ فی کس سہام معلوم ہوں۔ اس میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں

الف۔ اگر سارے ورثاء کے سہام ان کی اپنی اپنی تعداد پر پورے پورے تقسیم ہو سکتے ہیں اس صورت میں تو ہر وارث کے سہام اس کی تعداد پر تقسیم کرلیں مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

ب۔ اگر کسی وارث کے سہام اس کی تعداد پر پورے پورے تقسیم نہیں ہو سکتے تو جن جن ورثاء کا فی کس حصہ کسر میں آرہا ہے ان کسور کا ذواضعاف اقل معلوم کریں۔ پھر ہر وارث کے سہام اور کل مجموعے کو اس ذواضعاف اقل سے ضرب دیں۔ ہر وارث کے لیئے نئے سہام اور ان کا نیا مجموعہ حاصل ہو جائے گا۔ کیلکولیٹر کی موجودگی میں گوکہ مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ کیلکولیٹر کے لئے بڑا عدد اور چھوٹا عدد یکساں ہے لیکن بعض حضرات کی نازک طبع پر یہ گراں گزرتا ہے اس لیئے مختصر کرنے کے لیئے ان کو چاہیئے کہ ورثاء کے سہام کو عمل اختصار کے ذریعے مختصر کریں اور وہ یوں کہ ان کو کسی چھوٹے سے چھوٹے عدد جس پر سب سہام تقسیم ہو سکیں تقسیم کریں اور ایسا اس وقت تک کرتے جائیں جب مزید ان کو بیک وقت کسی عدد پر تقسیم نہ کیا جا سکتا ہو۔

سراجی کے تصحیح کے باب کے تو مسئلوں کو اب اس طریقے سے حل کیا جاتا ہے جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ تصحیح کے لیئے علیحدہ علیحدہ قاعدے ذہن نشین کرنے کی بجائے یہی ایک مذکورہ قاعدہ ہی سب کے لئے کافی ہے۔

ذوی الفروض میں میراث کی تقسیم

اس مقصد کے لئے ذوی الفروض کا جدول بہت محنت کے ساتھ تیار کیا گیا ہے اس جدول میں فقہ حنفی کے مطابق حصص معلوم

کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے اس میں ہر وارث کے سامنے اس کے لئے مطلوبہ شرائط کے ساتھ قرآنی حصہ مثل تہائی، نصف وغیرہ دیا ہوا ہے۔

جدات صحیحہ کی آسان تعریف تو اصطلاحات کے باب میں دیکھیں اس جدول میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ جتنی بھی ہوں ان سب کو مشترکہ طور پر سدس ملے گا اور وہ جدات حصہ پانے والوں میں نہیں ہوں گی جو کسی وجہ سے محروم ہوں۔ شجرہ عصبات کے نیچے تین پشتوں تک جدات صحیحہ کا نقشہ دیا ہوا ہے۔ اس جدول کے مطابق ماں موجود ہو تو ساری جدات صحیحہ میراث سے محروم ہو جاتی ہیں اور باپ اور جد صرف پدری جدات کو محروم کرتے ہیں البتہ وہ جد ان کو محروم نہیں کرتا جو اس کے اور میت کے رشتے میں واسطہ نہ بنتا ہو مثلاً دادا دادی کو محروم نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے لیکن پردادی کو محروم کر دیتا ہے کیونکہ وہ پردادی کے لئے واسطہ ہے نیز صرف ایک پشت کی جدات کا حصہ مل سکتا ہے اور وہ پشت سب سے قریبی پشت ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قریب والی جدات دور والی جدات کو محروم کر دیتی ہیں چاہے وہ خود بھی کسی وجہ سے محروم ہوں مثلاً باپ، دادی اور ماں کی نانی جمع ہوں تو دادی گو کہ باپ کی موجودگی میں خود محروم ہے لیکن وہ ماں کی نانی کو محروم کر دے گی حالانکہ ماں کی نانی دادی کی غیر موجودگی میں باپ کی وجہ سے محروم نہ تھی۔

اگر کوئی جدہ میت کے لئے ایک سے زیادہ قسم کی جدہ بنتی ہو مثلاً وہ میت کی نانی بھی ہو اور دادی بھی تو اس کو صرف ایک ہی جدہ کا حصہ ملے گا۔

کتاب اللہ میں مقررہ حصوں کا بیان

وہ حصے جو کتاب اللہ تعالیٰ میں مقرر ہیں وہ چھ ہیں۔ نصف، ربع (چوتھائی)، ثمن (آٹھواں)، ثلثان (دو تہائی)، ایک ثلث اور سدس (چھٹا حصہ) پس تو نصف پانچ آدمیوں کے حصے میں آتا ہے۔ بیٹی، پوتی جب صلبی نہ ہوں اور حقیقی بہن اور جب حقیقی بہن نہ ہو تو باپ شریک بہن اور شوہر نہ ہو۔ جب میت کا بیٹا اور پوتا نہ ہوں جب چہ وہ نیچے کی طرف سے ہی ہوتے اور

ربع (چوتھا حصہ) بیٹے کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ شوہر کا حصہ ہوتا ہے۔ جبکہ وہ نچلی طرف کے ہوں۔ جب میت کا بیٹا اور پوتا نہ ہوں گے تو ربع (چوتھائی حصہ) بیوی کے لئے ہوگا۔

ثمن (آٹھواں حصہ) بیٹے یا پوتے کے ساتھ بیویوں کے لئے ہوتا ہے اور ثلثان (دو تہائی حصہ) وہ آدمی جن کا حصہ نصف ہوتا ہے ان میں سے شوہر کے علاوہ باقی ہر دو آدمیوں کے لئے ثلثان ہوگا۔

ثلث (ایک تہائی حصہ) جب میت کا بیٹا اور پوتا نہ ہوں۔ نہ دو بھائی اور نہ تین یا تین سے زیادہ بہنیں ہوں تو اس صورت میں ثلث حصہ ماں کے لئے ہوگا یا دو مسئلے ہونے کی صورت میں ماں کے لئے اس سے زیادہ یعنی جو مال باقی بچا ہو اس کا ایک تہائی مقرر کیا جاتا ہے۔ وہ دو مسئلے یہ ہیں۔ ان میں سے......

ایک یہ ہے کہ شوہر اور ماں باپ ہوں۔ دوسرا یہ کہ بیوی اور ماں باپ ہوں۔ پس تو بیوی اور شوہر کے حصے کے بعد جو مال باقی بچے گا ماں کے لئے اس مال سے ثلث حصہ ہوگا اور ثلث حصہ ہر دو کیلئے بلکہ دو سے زیادہ کے لئے ہوگا۔ ماں کی طرف سے یعنی اخیافی بہن بھائیوں میں سے مرد اور عورتیں اس حصہ میں برابر ہوں گے اور......

سدس (چھٹا حصہ) سات آدمیوں کے لئے ہوتا ہے وہ اس طرح کہ بیٹے یا پوتے کے ساتھ والدین کے لئے ہوتا ہے۔ والدین میں سے ہر ایک کے لئے اور بھائیوں کے ساتھ ماں کے لیے ہوتا ہے۔ اور بیٹوں یا پوتوں کے ساتھ دادوں یا دادیوں کے لئے ہوتا ہے اور ایسے بیٹی کے ساتھ پوتی کے لئے بھی ساتواں حصہ ہوتا ہے۔ ایک حقیقی بہن کے ساتھ ایک علاتی ۲۔ بہن کے لیے اور ایک اخیافی بہن کے لیے بھی ساتواں حصہ ہوتا ہے۔

ماں کی وجہ سے جدات (دادیاں) ساقط ہو جاتی ہیں اور باپ کی وجہ سے دادا' بھائی اور بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور چار ورثاء کی وجہ سے اخیافی بہن بھائی ساقط ہو جاتے ہیں اور بیٹے' پوتے' باپ اور دادے کی وجہ سے جب بیٹیاں پورا دو تہائی حصہ لے لیں گے۔ تو پوتیاں ساقط ہو جائیں گی۔ مگر یہ ساقط اس طرح ہوں گی کہ ان کے مقابلے میں ان کے نیچے جب کوئی پوتا ہوگا تو وہ ان میں شامل نہیں ہوگا۔ کیونکہ پوتا پوتیوں کو عصبہ بنا دیتا ہے۔ جب حقیقی بہنیں پورا دو تہائی حصہ لے لیں گی تو علاتی بہنیں ساقط ہو جائیں گی۔ لیکن جب ان کے ساتھ ان کا کوئی بھائی ہوگا تو وہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ وہ انہیں عصبہ بنا دیتا ہے۔ (قدوری)

اصحاب فروض کے حصوں میں کمی وبیشی کی ممانعت کا بیان

میت کے ورثاء میں ذوی الفروض کے حصے کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع سے ثابت ہیں۔ ان میں کمی بیشی ممکن نہیں جن کا جتنا حصہ مقرر ہے ان کو اتنا دیا جائے گا نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ ذوی الفروض کو اپنا اپنا حصہ دینے کے بعد جو مال بچے وہ مستحق عصبات کو دیا جائے گا۔ اگر ان میں کوئی بھی نہ ہو تو مولیٰ عتاقہ کو اور یہ وہ شخص ہوتا ہے جس نے میت کو آزاد کیا ہو اگر وہ نہ ہو تو مولیٰ عتاقہ کے مرد عصبات کو مال ملے گا۔ وہ بھی نہ ہوں یا میت بھی غلام رہا ہی نہ ہو تو بقیہ مال کو بھی ذوی الفروض نسبیہ پر رد کیا جائے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بقیہ مال کو موجودہ ذوی الفروض نسبی کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ اگر ذوی الفروض نسبی نہ ہو تو باقی مال ذوی الارحام کو ملے گا۔ وہ بھی نہ ہوں تو پھر مولیٰ الموالاۃ کو دیا جائے گا ورنہ مقرلہ بالنسب علی الغیر اور وہ نہ ہو تو اس شخص کو دیا جائے گا جس کے لئے میت نے سارے مال کی وصیت کی ہے۔ اگر مندرجہ بالا میں سے کوئی بھی نہ ملے تو باقی مال بیت المال کا ہوگا۔

خاوند کی دو حالتوں کا بیان

(۱) جب فوت شدہ بیوی کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو خاوند کو ترکہ میں سے نصف ملے گا۔ اولاد اور نرینہ اولاد کی اولاد فرع کہلاتی ہے مثلاً بیٹا پوتا پڑپوتا بیٹی پوتی پڑپوتی ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تمھاری بیویوں کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمھارے لیے نصف ہے۔

(۲) جب بیوی کی کوئی فرع وارث ہو خواہ اسی خاوند سے ہو یا کسی پہلے خاوند سے تو خاوند کو ترکہ میں سے چوتھا حصہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر بیویوں کی اولاد ہو تو تمھارے لیے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے۔ (النساء)

باپ کی تین حالتوں کا بیان

(۱) جب میت کی مذکر فرع وارث ہو جیسے بیٹا پوتا وغیرہ تو باپ کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔

(۲) جب میت کی مونث فرع وارث ہو جیسے بیٹی پوتی وغیرہ تو باپ چھٹے حصے کے ساتھ عصبہ بھی بنے گا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ہوگا۔
(۳) جب میت کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو باپ بطور عصبہ وارث بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث والدین ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا۔ باقی دو تہائی بطور عصبہ باپ کا ہوگا۔

دادا کی تین حالتوں کا بیان

باپ کی عدم موجودگی میں دادا وارث بنتا ہے اور باپ کی مذکورہ تینوں حالتیں دادا پر جاری ہوں گی۔

مادری بہن بھائی کے حصوں کا بیان

(مادری بہن اور بھائی) وارثت میں برابر ہوتے ہیں اور ان کی تین حالتیں ہیں 1۔ اگر ایک ہو تو اس کے لیے چھٹا حصہ ہوگا۔ 2۔ اگر زیادہ ہوں تو ان کے لیے ایک تہائی حصہ ہوگا۔ 3۔ اگر میت کی فرع وارث یا باپ دادا موجود ہوں تو یہ ترکہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کوئی میت مرد یا عورت کلالہ ہو (جس کا اصل یا فرع میں سے کوئی نہ ہو) اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ تیسرے حصے میں شریک ہوں گے۔ (النساء)
نوٹ: مادری بہن بھائی کو اصطلاح میں اخیافی بہن بھائی کہا جاتا ہے۔ یہ (مذکر اور مونث) وراثت کے استحقاق اور آپس کی تقسیم میں برابر ہوتے ہیں۔
نیز ماں کی موجودگی میں بھی وارث بنتے ہیں۔ جبکہ دیگر ورثاء اس وارث کی موجودگی میں اکثر محروم ہو جایا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ میت کے رشتہ دار بنتے ہیں۔

بیوی کے دو احوال کا بیان

1- جب فوت شدہ خاوند کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو بیوی کو ترکہ میں سے چوتھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو ان (بیویوں) کے لیے تمھارے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے۔ النساء 12:4
2- جب خاوند کی فرع وارث ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تمھاری اولاد ہو تو ان (بیویوں) کے لیے تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ النساء 12:4
نوٹ: اگر بیوی اکیلی ہو تو تنہا چوتھا یا آٹھواں حصہ لے گی اگر زیادہ ہوں تو یہی حصہ آپس میں برابر تقسیم کر لیں گی۔ اور رجعی طلاق کی عدت میں بھی عورت وارث ہوگی۔

ماں کے تین احوال کا بیان

1- جب فوت شدہ بیٹے کی کوئی فرع وارث ہو یا ایک سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو ماں کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ میں چھٹا حصہ ہے۔ النساء 4:11

اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ النساء 14:11

2۔جب مذکورہ وارث (اولاد یا ایک سے زیادہ بہن بھائی) نہ ہوں تو ماں کو کل ترکہ کا ایک تہائی ملے گا۔3۔جب میت کے والدین کے ساتھ خاوند یا بیوی میں سے کوئی ہو تو ماں کو باقی ماندہ ترکہ کا ایک تہائی حصہ ملے گا۔ باقی ماندہ سے مراد خاوند یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد بچنے والا حصہ ہوتا ہے۔ اسے مسئلہ عُمَرِیَّتَیْن کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا فیصلہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اس کی دو صورتیں ہیں: خاوند ماں اور باپ۔ بیوی ماں اور باپ۔

دادی ونانی صیحہ کے احوال کا بیان

دادی اور نانی کو ترکہ میں چھٹا حصہ ملے گا جب میت کی ماں موجود نہ ہو۔ اور باپ کی موجودگی میں دادی محروم ہو جاتی ہے البتہ نانی وارث بنتی ہے۔

نوٹ: میت کی دادی اور نانی دونوں ہوں تو چھٹا حصہ آپس میں برابر تقسیم کرلیں گی۔ اگر ایک ہو تو تنہا چھٹے حصے کی وارث بنے گی۔

قریبی کی موجودگی میں بعیدی محروم ہو جاتی ہے۔ مثلاً دادی کی موجودگی پڑدادی اور نانی کی موجودگی پڑنانی کو محروم کردے گی۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس میت کی جدہ (نانی) آئی اور اپنی میراث کا سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا تیرا حصہ کتاب اللہ میں (بیان) نہیں ہے اس کے بارے میں مجھے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی معلوم نہیں اس لیے واپس چلی جاؤ۔ میں لوگوں سے (اس بارے) میں سوال کروں گا۔ چنانچہ انھوں نے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو آپ نے جدہ (نانی) کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تیرے ساتھ اور کون تھا؟ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اسی طرح کہا جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے یہی حکم جاری کردیا۔

پھر دوسری جدہ (دادی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (ان کے دور خلافت) میں آئی اور اپنی وراثت کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے فرمایا: کتاب اللہ میں تیرا کوئی حصہ (بیان) نہیں۔ البتہ وہی چھٹا حصہ ہے اگر تم دونوں (دادی اور نانی) ہو تو یہ چھٹا حصہ تمھارے درمیان مشترکہ ہوگا اگر کوئی اکیلی ہو تو صرف اس کے لیے ہوگا۔ (جامع الترمذی)

قاضی حسین نے وضاحت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے والی میت کی نانی تھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے والی دادی تھی۔ اور ابن ماجہ کی ایک روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی، 229/6)

بیٹی کے تین احوال کا بیان

1۔جب میت کی اولاد میں صرف ایک بیٹی ہو تو اسے آدھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر بیٹی اکیلی ہو تو اسے آدھا حصہ ملے گا۔ النساء 4:11

2۔جب ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو دو تہائی حصہ لیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر بیٹیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان

کے لیے ترکہ میں سے دو تہائی حصہ ہوگا۔ النساء 4:11

3۔جب لڑکے اور لڑکیاں دونوں قسم کی اولاد ہو تو بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ بطور عصبہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مذکر کے لیے مونث کی بہ نسبت دو حصے ہیں۔ النساء 4:11

پوتی کے پانچ احوال کا بیان

1۔جب میت کی اولاد میں سے صرف ایک پوتی ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ 2۔جب ایک سے زیادہ ہوں تو انھیں دو تہائی حصہ ملے گا۔ 3۔جب ایک یا زیادہ پوتیوں کے ساتھ ایک بیٹی بھی ہو تو انھیں چھٹا حصہ ملے گا اور بیٹی کو اس صورت میں نصف ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کے لیے نصف پوتی کے لیے چھٹا حصہ دو تہائی کی تکمیل کے لیے اور باقی ماندہ بہن کے لیے ہوگا۔ (صحیح البخاری، الفرائض)

4۔جب ان کے ساتھ ان کا بھائی ہو تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ اور (لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ) کے مطابق آپس میں تقسیم کریں گے۔ 5۔جب میت کا بیٹا یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو یہ محروم ہو جاتی ہیں۔

حقیقی بہن کے پانچ احوال کا بیان

1۔جب میت کی صرف ایک بہن ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آپ سے (کلالہ کے بارے) میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمایئے: اللہ تعالیٰ تمھیں کلالہ کے بارے فرماتا ہے اگر کوئی مرد بغیر اولاد کے فوت ہو جائے اور اس کی ایک (حقیقی یا پدری) بہن ہو تو اسے نصف ملے گا۔ النساء 4:176

2۔جب ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو دو تہائی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر بہنیں دو (یا دو) سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکہ میں سے دو تہائی ہے۔ النساء 4:176

3۔جب ان کے ساتھ ان کا بھائی ہو تو ان کو بطور عصبہ حصہ ملے گا اور لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کے مطابق آپس میں تقسیم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر بھائی مذکر اور مونث (دونوں قسم کے) ہوں تو مذکر کے لیے مونث کی بہ نسبت دو حصے ہوں گے۔ النساء 4:176

4۔جب میت کی مونث فرع وارث ہوں تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ 5۔جب میت کی مذکر فرع وارث ہوں یا باپ موجود ہو تو محروم ہو جاتی ہیں۔

پدری بہن کے چھ احوال کا بیان

1۔جب میت کی صرف ایک پدری بہن ہو اور حقیقی بہن نہ ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ 2۔جب یہ ایک سے زیادہ ہوں اور حقیقی بہن نہ ہو تو دو تہائی لیں گی۔ 3۔ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں چھٹا حصہ کی وارث بنے گی تا کہ دو تہائی مکمل ہو جائے۔ 4۔جب ان کے ساتھ ان کا بھائی یا میت کی مونث فرع وارث ہو تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ 5۔جب میت کی مذکر فرع، باپ یا حقیقی بھائی وارث ہو تو یہ محروم ہو جاتی ہیں۔ 6۔دو حقیقی بہنوں کی موجودگی میں بھی یہ محروم ہو جاتی ہیں۔ اِلّا یہ کہ ان کے

ساتھ پدری بھائی ہو۔اس وقت بطور عصبہ وارث ہوں گی۔

عصبات سے متعلق احکام میراث کا بیان

عصبات میں سب سے زیادہ قریب بیٹے ہوتے ہیں۔اس کے بعد پوتے' پھر باپ' پھر دادے آتے ہیں۔اس کے بعد باپ کے بیٹے یعنی اپنے بھائی آتے ہیں۔اس کے بعد دادا کے بیٹے یعنی چچے آتے ہیں۔پھر' پردادا کے بیٹے آتے ہیں۔جب دادا کے بیٹے درجہ و مرتبہ میں برابر ہوں تو ان میں سے جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہوگا وہ زیادہ حقدار ہوگا جبکہ بیٹا' پوتا اور بھائی اپنی بہنوں سے مرد کے لئے دو حصوں کے مثل باہم تقسیم کا معاملہ کر لیتے ہیں۔ان کے علاوہ دوسرے عصبات یعنی ان کے مرد میراث پانے میں تنہا ہوتے ہیں۔مگر ان کی عورتیں تنہا نہیں ہوتیں۔جب میت کا نسبی عصبہ نہ ہو۔تو اس کا آزاد کرنے والا آقا اس کا عصبہ ہوگا۔جب آقا بھی نہ ہو تو اس کے بعد پھر اس آقا کے عصبات میں سے جو سب سے زیادہ قریب ہوگا وہ اس میت کا عصبہ ہوگا۔

عصبہ کی تعریف

عصبہ کے لغوی معنی مضبوط کرنے اور جوڑنے کے ہیں۔اصطلاحی معنی: میت کے وہ قریبی رشتہ دار جن کے حصے متعین نہیں ہیں بلکہ اصحاب الفرائض سے بچا ہوا ترکہ لیتے ہیں۔اور ان کی عدم موجودگی میں تمام ترکہ کے وارث بنتے ہیں۔

عصبہ کی اقسام کا بیان

اس کی دو بڑی اقسام ہیں: 1-عصبہ نسبی 2-عصبہ سببی

عصبہ نسبی

جو خونی رشتہ کی وجہ سے عصبہ بنتے ہیں۔ان کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں۔

عصبہ بہ نفس کا بیان

میت کے وہ مذکر رشتہ دار کہ ان کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کسی مونث کا واسطہ نہ آئے۔اس کی بالترتیب چار جہات ہیں: بیٹے کی جہت: یعنی میت کا بیٹا اس کی عدم موجودگی میں پوتا پھر پڑپوتا الخ۔باپ کی جہت: یعنی میت کا باپ اس کی عدم موجودگی میں دادا پھر پڑدادا الخ۔ بھائی کی جہت: یعنی میت کا بھائی اس کی عدم موجودگی میں بھتیجا الخ۔ چچا کی جہت: یعنی میت کا چچا اس کی عدم موجودگی میں چچا کا بیٹا الخ۔

عصبہ بہ غیر کا بیان

ہر وہ مونث جو صاحب فرض ہو اور اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بنے۔اور یہ چار فرد ہیں: بیٹی پوتی یا پڑپوتی حقیقی بہن پدری بہن۔ان میں ترکہ (لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ) کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

عصبہ مع غیر کا بیان

ہر وہ مؤنث جو کسی دوسری مؤنث کی وجہ سے عصبہ بنے اس میں صرف حقیقی بہن اور پدری بہن آتی ہے جس وقت بیٹی یا پوتی

کے ساتھ مل کر آئے۔

عصبہ سببی کا بیان

آزاد کردہ غلام فوت ہوجائے اور اس کا کوئی نسبی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا مالک اس کا وارث بنے گا۔ اسے عصبہ سببی کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔ (صحیح البخاری، البیوع)

عصبات میں سے عصبہ بالنفس کی پہلی قسم (بیٹے کی جہت) وراثت میں سب سے مقدم ہوتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو دوسری پھر تیسری اور پھر چوتھی کا اعتبار کیا جائے گا۔ وراثت میں اس عصبہ کو مقدم کیا جائے گا جو درجہ میں میت کے زیادہ قریب ہوگا۔ مثلاً بیٹا پوتے سے زیادہ حقدار ہوگا۔ قوی قرابت والا ضعیف سے مقدم ہوگا۔ مثلاً حقیقی بھائی پدری بھائی سے مقدم ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً حقیقی بہن بھائی وارث ہوں گے پدری بھائیوں کے علاوہ۔ (مسند احمد، ج۱، ص۷۹)

بَابٌ فِي الْكَلَالَةِ

باب: کلالہ کا بیان

2886- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، يَقُولُ: مَرِضْتُ فَأَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ مَاشِيَيْنِ، وَقَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ، فَلَمْ أُكَلِّمْهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَبَّهُ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي وَلِي أَخَوَاتٌ؟ قَالَ: فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمَوَارِيثِ: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) (النساء:176)

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہوگیا، نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے میری عیادت کے لیے تشریف لائے، مجھ پر بے ہوشی طاری تھی، میں آپ ﷺ کے ساتھ کوئی بات چیت نہیں کر سکا، نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر انڈیلا، تو مجھے ہوش آ گیا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے مال کے بارے میں کیا کروں؟ جب کہ (میری وارث) میرے بہنیں ہیں، راوی بیان کرتے ہیں: تو وراثت کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوئی:

"لوگ تم سے دریافت کرتے ہیں، تو تم فرما دو! اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے"

وراثت کلالہ سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

(۱) ابن سعد واحمد وبخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر والبیہقی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں مریض تھا اس حال میں کہ میری عقل ٹھکانے نہیں تھی آپ نے وضو فرمایا پھر مجھ پر پانی ڈالا تو مجھے عقل آ گئی میں نے عرض کیا میرا کلالہ کے سوا کوئی وارث نہیں تو میراث کیسے تقسیم ہوگی تو یہ آیت فرائض (میراث) نازل ہوئی۔

(۲) ابن سعد وابن ابی حاتم نے جابر رضی اللہ عنہ سے لفظ آیت "يستفتونك قل الله يفتيكم في الكللة" کے

بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔

(۳) ابن راھویہ وابن مردویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کلالہ کی وراثت کیسے تقسیم ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ اتارا لفظ آیت ''یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکللة'' آخر تک۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے تو انہوں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تو رسول اللہ ﷺ کو ہشاش بشاش دیکھے تو ان سے پوچھ لینا۔ جب انہوں نے آپ کو ہشاش بشاش دیکھا تو ان سے پوچھ لیا آپ ﷺ نے فرمایا تیرے باپ نے تجھ سے یہ کہا تھا میرا خیال نہیں کہ وہ اسے جانتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میں اس کو جانتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا۔

(٤) عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن مردویہ نے طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنی بیٹی) حفصہ کو حکم فرمایا کہ وہ نبی ﷺ سے کلالہ کے بارے میں پوچھے میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے اس کو ایک کندھے کی ہڈی پر لکھ دیا آپ نے پوچھا تجھے اس کا کس نے کہا تھا کیا عمر نے؟ میں نہیں خیال کرتا ہوں کہ وہ اس کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ کیا اس کو آیۃ الصیف کافی نہیں ہے؟ سفیان نے کہا آیۃ الصیف جو سورۃ نساء میں ہے یعنی لفظ آیت ''وان کان رجل یورث کللة'' (النساء آیت ۲) ''او امراۃ'' جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آیت نازل ہوئی جو سورۃ نساء کے آخر میں ہے۔

(۵) مالک ومسلم وابن جریر وبیہقی نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے زیادہ کبھی کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جتنا میں نے کلالہ کے بارے میں سوال کیا یہاں تک کہ آپ نے میرے سینے میں اپنی انگلی چبھو دی اور فرمایا تجھ کو آیۃ الصیف کافی ہے جو سورۃ نساء کے آخر میں ہے۔

کلالہ کا حکم

(۷) عبد بن حمید وابوداؤد (مراسیل میں) اور بیہقی نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کلالہ کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا کیا تو نے وہ آیت نہیں سنی جو سورۃ صیف میں نازل ہوئی۔ لفظ آیت ''یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکللة'' یعنی جو کوئی شخص نہ اولاد چھوڑے اور نہ والد چھوڑے تو کلالہ اس کا وارث ہوگا۔

(۸) عبدالرزاق وبخاری ومسلم وابن جریر وابن المنذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تین چیزیں اس میں ہیں کہ جن کے بارے میں، میں پسند کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو حتمی حکم ارشاد فرماتے جس پر ہم عمل کرتے یعنی دادا اور کلالہ اور سود کے دروازوں میں سے دروازے (یعنی سود کی صورتیں)۔

(۹) احمد نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تجھ کو آیۃ الصیف کافی ہے اور میں اس بات کو زیادہ محبوب رکھتا تھا کہ میں آپ سے اس کے بارے میں سوال کروں اس بات سے بھی زیادہ محبوب کہ (اس کے بدلے میں) میرے لئے سرخ اونٹ ہو جائیں۔

(۱۰) عبدالرزاق والعدنی وابن المنذر وحاکم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں چند باتوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں یہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب تھا آپ کے بعد خلیفہ (کون ہوگا) اور اس قوم کے بارے میں جو یہ کہتی کہ ہم پہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے لیکن ہم تم کو نہیں دیں گے کیا ان کے ساتھ قتال کرنا حلال ہے؟ اور کلالہ کے بارے میں۔

(۱۱) الطیالسی وعبدالرزاق وابن ماجہ والنسائی وابن جریر وحاکم وبیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضاحت فرماتے تو یہ میرے لئے دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوں خلافۃ کلالہ اور سود۔

(۱۲) الطبرانی نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کلالہ کے بارے میں فتویٰ لینے کے لئے آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے خبر دیجئے کیا کلالہ سے مراد اس کی ماں باپ کی طرف سے بھائی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں فرمایا سوائے اس کے کہ اس پر آپ نے کلالہ کی آیت پڑھی جو سورۃ نساء میں ہے پھر آدمی نے اپنے سوال کو دہرایا جب بھی اس نے سوال تو آپ نے اس آیت (کلالہ والی) کو پڑھ دیا یہاں تک کہ جب اکثر مرتبہ ایسا ہوا تو وہ آدمی شور مچانے لگا اور اس کا شور سخت ہوا اور حرص کی وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے مزید کچھ بیان فرمائیں گے مگر آپ نے (پھر بھی) اس پر وہی آیت پڑھی اور اس سے فرمایا اللہ کی قسم! جو میں نے تجھے دے دیا اس پر میں زیادہ نہیں کروں گا۔

(۱۳) عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وحاکم وبیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں وہ آخری آدمی ہوں عمر کے لحاظ سے میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا (میرا وہی قول ہے جو میں نے کہا۔ میں نے پوچھا آپ نے کیا فرمایا آپ نے فرمایا میں نے کہا کلالہ وہ ہوتا ہے جس کی کوئی اولاد نہ ہو۔

(۱٤) ابن جریر نے طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کندھا پکڑا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو جمع فرمایا پھر فرمایا میں کلالہ کے بارے میں ضرور فیصلہ کروں گا ایسا فیصلہ کہ جس کو عورتیں اپنے پردہ میں بیان کریں گی اس وقت ایک سانپ گھر سے نکل پڑا تو سب لوگ متفرق ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کرنے کا ارادہ فرماتے تو میں اس کو ضرور پورا کرتا۔

کلالہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیق

(۱۵) عبدالرزاق نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جد اور کلالہ کے بارے میں ایک کتاب لکھی پھر وہ یونہی ٹھہرے رہے تاکہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کریں اور یوں دعا کرتے تھے اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اس میں خیر ہے تو اسے جاری کرتے جب آپ کو زخمی کیا گیا تو آپ نے اس کتاب کو منگوایا اور مٹا دیا کسی نے نہیں جانا کہ اس میں انہوں نے کیا لکھا تھا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے دادا اور کلالہ کے بارے میں لکھا تھا اور میں اللہ تعالیٰ اس بارے میں استخارہ کرتا رہا تو میں اس رائے پر پہنچا کہ میں تم کو اسی حال پر چھوڑ دوں جس پر تم ہو۔

(۱۶) عبدالرزاق وابن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں پہلا آدمی تھا جو عمر کے پاس آیا جب ان کو زخمی کیا گیا تو عمر نے فرمایا مجھ سے تین باتیں یاد کرلو بلاشبہ میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو لوگ نہیں پائیں گے کہ میں فوت ہو جاؤں گا۔ (۱) میں نے کلالہ کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا۔ (۲) میں نے لوگوں پر کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا۔ (۳) میرا ہر غلام آزاد ہے۔

(۱۷) احمد نے عمرو القاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سعد کے پاس تشریف لائے جبکہ ان کو شدید درد تھا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے پاس مال ہے میرا ورثہ کلالہ کی صورت تقسیم ہوگا میں اپنے مال کے بارے میں کوئی وصیت کر جاؤں یا میں اس کو صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا کیا میں دو تہائی وصیت کروں؟ فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا کیا آدھے مال کی وصیت کروں؟ فرمایا نہیں پھر میں عرض کیا کیا ایک تہائی کی وصیت کروں آپ نے فرمایا ہاں (یہ ٹھیک ہے) اور یہ بھی زیادہ ہے۔

(۱۸) ابن سعد ونسائی وابن جریر وبیہقی نے اپنی سنن میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں بیمار ہوا تو نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا میں اپنی بہنوں کے لئے ایک ثلث کی وصیت کروں آپ نے فرمایا اچھی بات ہے میں نے عرض کیا کیا آدھی وصیت کروں؟ آپ نے فرمایا اچھی بات ہے۔ پھر آپ باہر تشریف لے گئے پھر آپ اندر تشریف لائے اور فرمایا میرا خیال نہیں ہے کہ اس تکلیف میں فوت ہوگا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا اور تیری بہنوں کے حصے کی وضاحت کردی اور وہ دوثلث ہے جابر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہی آیت میرے بارے میں نازل ہوئی لفظ آیت ''یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکللة''۔

(۱۹) العدنی والبزار نے اپنی مسندوں میں وابو الشیخ نے الفرائض میں (صحیح سند کے ساتھ) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کلالہ کی آیت نبی ﷺ پر سفر میں نازل ہوئی نبی ﷺ ٹھہر گئے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ حاضر تھے آپ نے آیت پڑھ کر سنائی حذیفہ نے دیکھا تو عمر کھڑے تھے تو وہی چیز عمر کو بتائی جب عمر خلیفہ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلالہ کے بارے میں غور کیا حذیفہ کو بلوایا اور اس بارے میں ان سے پوچھا حذیفہ نے فرمایا حذیفہ نے عرض کیا رسول اللہ نے وہ آیت مجھے عطا فرمائی جس طرح آپ نے مجھے عطا فرمائی میں نے آپ کو پڑھ کو سنائی اللہ کی قسم میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہوں گا۔

(۲۰) ابو الشیخ نے فرائض میں براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا جس کی اولاد اور والد نہ ہو (یعنی فوت ہو گئے ہوں)۔

(۲۱) ابن ابی شیبہ والدارمی وابن جریر نے ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عقبہ بن عامر سے کلالہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا کیا تم کو تعجب نہیں کہ یہ آدمی مجھ سے کلالہ کے بارے میں پوچھتا ہے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو کسی چیز نے اتنا مشکل میں نہیں ڈالا جتنا کلالہ نے مشکل میں ڈالا۔

(۲۲) عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ والدارمی وابن جریر وابن المنذر وبیہقی نے اپنی سنن میں شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا عنقریب میں اس میں اپنے رائے

سے کہوں گا اگر وہ ٹھیک ہوگی تو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف سے ہوگی اگر وہ غلط ہوگی تو مجھ سے اور شیطان کی طرف سے ہوگی اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں میرا خیال ہے کلالہ اسے کہتے ہیں جس کا والد اور اولاد نہ ہو جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا جو اولاد سے خالی ہو۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہوں کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کروں۔

(۲۳) عبد بن حمید نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس آدمی کا لڑکا اور والد نہ ہو کلالہ اس کے وارث ہوں گے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے اختلاف کیا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی طرف رجوع کر لیا۔

(۲٤) عبدالرزاق نے عمرو بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میرا خیال یہ ہے کہ صحابہ نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کی اولاد اور والد نہ ہو۔

(۲۵) عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ والدارمی وابن جریر وابن المنذر وبیہقی نے اپنی سنن میں حسن بن محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کلالہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا جس کی اولاد اور والد نہ ہو میں نے ان سے کہا لفظ آیت "ان امرؤا اهلك ليس له ولد وله" تو اس پر وہ غضبناک ہوئے اور مجھ کو جھڑک دیا۔

(۲٦) ابن جریر نے علی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کلالہ وہ ہے جو اپنے پیچھے والد اور اولاد نہ چھوڑے۔

(۲۷) ابن ابی شیبہ نے سمیط رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کلالہ سے مراد بچے اور والد کے علاوہ رشتہ دار ہیں۔

(۲۸) ابن المنذر نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ کلالہ سے وہ وارث مراد ہیں جو والد اور لڑکے کے علاوہ ہو بھائی یا دوسرے عصبہ میں سے اسی طرح علی بن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

(۲۹) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور ابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کلالہ سے مراد خود میت ہے۔

(۳۰) ابن جریر نے معدان بن ابی طلحہ العمری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھ سے رسول اللہ ﷺ کبھی غصے نہیں ہوئے یا میں رسول اللہ ﷺ سے کسی معاملہ میں نہیں جھگڑا مگر میں نے کلالہ کی آیت میں جھگڑا کیا یہاں تک کہ میرے سینے کو مار کر فرمایا تجھ کو آیت الصیف کافی ہے۔ لہٰذا آیت "يستفتونك قل الله يفتيكم في الكللة" میں عنقریب اس بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا کہ جس کو پڑھنے والا اور نہ پڑھنے والا جان لے گا یہ وہ آدمی ہے جس کا پرورش کرنے والا اور پرورش پانے والا نہ ہو۔

(۳۱) عبدالرزاق وابن جریر وابن المنذر نے ابن سیرین رحمۃ اللہ سے روایت کیا کہ یہ آیت "يستفتونك قل الله يفتيكم في الكللة" جب نازل ہوئی تو نبی ﷺ سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ تھے تو نبی ﷺ نے یہ آیت حذیفہ کو پہنچائی (پھر) حذیفہ نے یہ خبر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پہنچائی اور وہ آپ کے پیچھے چل رہے تھے

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو اس بارے میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ امید رکھتے ہوئے کہ ان کے پاس اس کی تفسیر ہوگی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اللہ کی قسم! اگر آپ نے یہ گمان کیا کہ آپ کی امارت مجھے ایسی بات کرنے پر مجبور کر دے گی کہ میں تجھ کو وہ بات بیان کروں گا وہ چیز جو میں نے اس روز نہیں کہی تھی تو آپ عاجز رہیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے کوئی ارادہ نہیں کیا اللہ تجھ پر رحم کرے۔

(۳۲) ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں کلالہ کو جاننے والا ہوجاتا یہ مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میرے پاس شام کے محلات کا جزیہ پہنچے۔

کلالہ کے متعلق تفصیلی علم

(۳۳) ابن جریر نے حسن بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اپنے ان قریبی رشتہ داروں کے بارے میں کلالہ کے وارث بنیں گے آپ نے فرمایا الکلالہ الکلالہ الکلالہ اور آپ نے اپنی داڑھی مبارک کو پکڑ کر فرمایا اللہ کی قسم اس کا علم مجھے زمین میں موجود ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے میں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اس آیت کو نہیں سنا جو موسم گرما میں اتری ہے اور اس بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ لوٹایا۔

(۳۴) ابن جریر نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کلالہ کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا کیا تو نے اس آیت کو نہیں سنا جو موسم گرما میں اتری یعنی لفظ آیت "وان کان رجل یورث الکللۃ" آیت کے آخر تک۔

(۳۵) احمد نے (جید سند کے ساتھ) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے شوہر اور سگی بہن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے شوہر کو آدھا اور بہن کو آدھا دیا اس بارے میں گفتگو کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے ایسے ہی فیصلہ فرمایا۔

(۳۶) عبدالرزاق و بخاری حاکم نے اسود رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہمارے درمیان معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک بیٹی اور ایک بہن کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کے لئے آدھا اور بہن کے لئے آدھا ہوگا۔

(۳۷) عبدالرزاق و بخاری و حاکم و بیہقی نے ھذیل بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابوموسیٰ اشعری سے بیٹی بیٹے کی بہن اور سگی بہن کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا بیٹی کے لئے آدھا اور بہن کے لئے آدھا تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ وہ بھی میری موافقت کرے گا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا گیا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا قول بھی بتایا گیا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں بھی ایسی ہی بات کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہیں ہوں گا میں اس بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق ہوگا کہ بیٹی کے لئے آدھا اور بیٹے کی بیٹی

کے لئے چھٹا حصہ ہوگا اس طرح دو ثلث مکمل ہوگیا جو باقی ہے وہ بہن کے لئے ہے ہم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی ان کو خبر دی تو انہوں نے فرمایا مجھ سے نہ پوچھا کرو جب تک تمہارے اندر یہ عالم موجود ہیں۔

نرینہ اولاد ہو تو بہن کو میراث نہیں ملتی

(۳۸) عبد الرزاق و ابن المنذر و حاکم و بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ان سے ایسے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو فوت ہوگیا اور اس نے اپنی بیٹی اور سگی بہن چھوڑی انہوں نے فرمایا بیٹی کے لئے آدھا اور بہن کے لئے کوئی چیز نہیں اور جو باقی ہے وہ عصبات کے لئے ہے کہا گیا کہ مرد نے بہن کے لئے آدھا مقرر فرمایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ''ان امرؤا ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک'' اور تم کہتے ہو بہن کو آدھا ملے گا اگرچہ اس کی اولاد ہو۔

(۳۹) ابن المنذر و حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک ایسی چیز ہے کہ تم اس کو اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے میں بھی نہیں پاتے مگر تمام لوگوں میں یہ پاتے ہو کہ بیٹی کے لئے آدھا اور بہن کے لئے آدھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ''ان امرؤا ھلك لیس له ولد وله اخت فلھا نصف ما ترك''۔

(۴۰) الشیخان نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرائض کو ملا دو ان کے اہل کے ساتھ (یعنی حصے ان کے مستحقوں کے حوالے کرو) جو باقی بچے وہ قریبی مرد کو دے دو۔

(۴۱) ابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ''یستفتونك'' سے مراد ہے کہ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا (پھر فرمایا) لفظ آیت ''یبین الله لكم ان تضلوا'' یعنی میراث کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔

(۴۲) ابن ابی شیبہ و بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن الضریس و ابن جریر و ابن المنذر والبیہقی نے دلائل میں براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جو پوری سورت آخر میں نازل ہوئی وہ سورت برات ہے اور سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ سورۃ نساء کی یہ آیت ہے لفظ آیت ''یستفتونك قل الله یفتیكم فی الكللة''۔

(۴۳) ابن جریر و عبد بن حمید و بیہقی نے اپنی سنن میں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا خبر دار وہ آیت جو سورۃ نساء کے آخر میں نازل ہوئی فرائض کے بارے میں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اولاد اور والد کے بارے میں نازل فرمایا اور دوسری آیت کو شوہر بیوی اور ماں شریک بھائیوں کے بارے میں نازل فرمایا اور وہ آیت کہ جس سے سورۃ نساء ختم ہوئی وہ بھائیوں اور سگی بہنوں کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ آیت جس سے سورۃ انفال ختم ہوئی وہ اولی الارحام کے بارے میں نازل ہوئی کہ بعض بعض سے کتاب اللہ میں قریبی ہیں جس طرح رحم میں بعض بعض سے قریبی ہیں۔

(۴۴) الطبرانی نے الصغیر میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قباء کی طرف (جانے کے لئے) گدھے پر

سوار ہوئے تا کہ استخارہ فرمائیں پھوپھی اور خالہ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ ان دونوں کے لئے میراث نہیں۔

(٤٥) عبد الرزاق وابن جریر وابن المنذر نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب (یہ آیت) پڑھتے لفظ آیت "یبین اللہ لکم ان تضلوا" تو فرماتے اے اللہ! کس کے لئے آپ نے کلالہ کی وضاحت کی میرے لئے تو یہ واضح نہیں۔

(٤٦) احمد نے عمرو القاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ سعد کے پاس تشریف لائے اور وہ شدید درد میں مبتلا تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس مال ہے جبکہ میرا ورثہ کلالہ میں تقسیم ہوگا کیا میں اپنے مال کی وصیت کر جاؤں یا میں اس کو صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر انہوں نے عرض کیا کیا میں دو تہائی کی وصیت کروں؟ فرمایا نہیں پھر انہوں نے عرض کیا کیا میں آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ فرمایا نہیں پھر عرض کیا کیا میں ایک تہائی کی وصیت کر دوں فرمایا ہاں۔ اور یہ بھی زیادہ ہے۔

(٤٧) الطبرانی نے خارجہ بن زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں یہ لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط اللہ کے بندے معاویہ امیر المومنین کے لئے ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف سے سلام علیک امیر المومنین ورحمۃ اللہ۔ بلاشبہ میں تیرے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں امابعد آپ نے مجھ سے دادا اور بھائیوں کی میراث کے بارے میں پوچھا تھا۔

بے شک کلالہ اور وراثت کے بہت سارے فیصلے ان کی حقیقت سے تو اللہ ہی واقف ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم یہ معاملات خلفاء پر پیش کرتے تھے جن کو ہم نے یاد رکھنا چاہا وہ ہم نے یاد رکھا ہم سے اس بارے میں جو فتویٰ پوچھتا ہے ہم اس کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ (تفسیر درمنثور، سورہ نساء، بیروت)

بَابُ مَنْ كَانَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أَخَوَاتٌ

باب: جس (میت کی) اولاد نہ ہو، اور (تین یا زیادہ) بہنیں ہوں

2887 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ يَعْنِي الدَّسْتُوَائِيَّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اشْتَكَيْتُ وَعِنْدِي سَبْعُ أَخَوَاتٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَفَخَ فِي وَجْهِي، فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أُوصِي لِأَخَوَاتِي بِالثُّلُثِ؟ قَالَ: أَحْسِنْ، قُلْتُ: الشَّطْرُ؟ قَالَ: أَحْسِنْ ثُمَّ خَرَجَ وَتَرَكَنِي، فَقَالَ: يَا جَابِرُ، لَا أُرَاكَ مَيِّتًا مِنْ وَجَعِكَ هَذَا، وَإِنَّ اللهَ قَدْ أَنْزَلَ فَبَيَّنَ الَّذِي لِأَخَوَاتِكَ فَجَعَلَ لَهُنَّ الثُّلُثَيْنِ، قَالَ: فَكَانَ جَابِرٌ يَقُولُ: أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِيَّ: {يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ} (النساء:176)

⊛⊛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہو گیا، میری سات بہنیں تھیں، نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف

لائے، آپ ﷺ نے میرے چہرے پر دم کیا، تو مجھے ہوش آ گیا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنی بہنوں کے بارے میں ایک تہائی مال کی وصیت نہ کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اچھائی کرو، میں نے عرض کی: نصف کی کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اچھائی کرو، پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے مجھے چھوڑ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! میں نہیں سمجھتا کہ تمہارا اس بیماری کے دوران انتقال ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی اور یہ بات بیان کی کہ تمہاری بہنوں کو کیا ملے گا؟ تو اس نے ان کے لیے دو تہائی حصہ مخصوص کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

''لوگ تم سے مسئلہ دریافت کرتے ہیں، تم یہ فرما دو! اللہ تعالیٰ ''کلالہ'' کے بارے میں تمہیں یہ حکم دیتا ہے''۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو اور اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لئے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ ہے۔ ان کی وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد' اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ ہے۔ ان کی وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد' اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ ہے اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد۔

شوہر اور بیوی کے احوال

اولاد کی ماں باپ کے ساتھ اور ماں باپ کی اولاد کے ساتھ نسبی قرابت ہے' اور یہ بلاواسطہ قرابت ہے اور شوہر کی بیوی کے ساتھ اور بیوی کی شوہر کے ساتھ نکاح کے سبب سے قرابت ہے اور یہ بھی بلاواسطہ قرابت ہے' ان کے علاوہ جو قرابتیں ہیں مثلاً بھائی بہن وغیرہ وہ بالواسطہ قرابتیں ہیں کیونکہ بھائی' بہن وغیرہ کی قرابت ماں باپ کے واسطہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بلاواسطہ قرابت داروں کے احکام وراثت بیان فرمائے اور پھر بالواسطہ قرابت داروں کے احکام بیان فرمائے' اور بلاواسطہ قرابت میں نسبی قرابت سببی قرابت سے قوی ہے اس لئے پہلے نسبی قرابت داروں میں اولاد اور ماں باپ کے حصص بیان فرمائے اس کے بعد سببی قرابت میں شوہر اور بیوی کے حصص بیان فرمائے اور یہ نہایت عمدہ ترتیب ہے۔

اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اگر بیوی کی اولاد نہ ہو تو شوہر کا حصہ نصف (آدھا) ہے اور اگر اولاد ہو تو اس کا حصہ چوتھائی ہے اور اگر شوہر کی اولاد نہ ہو تو بیوی کا حصہ ربع (چوتھائی) ہے اور اگر اولاد ہو تو اس کا حصہ ثمن (آٹھواں) ہے اس سے واضح ہوا کہ شوہر کا حصہ بیوی کے حصہ سے دگنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دگنا ہوتا ہے۔

اس آیت میں اولاد سے مراد عام ہے خواہ ایک ہو یا زیادہ' مذکر ہو یا مونث' نیز وہ اولاد واسطہ ہو جیسے بیٹا یا بیٹی یا بالواسطہ ہو جیسے پوتا اور پوتی' اور جب بیوی شوہر کی وارث ہو تو شوہر کی اولاد عام ہے خواہ اسی بیوی سے ہو یا کسی اور بیوی سے۔ اسی طرح جب شوہر بیوی کا وارث ہو تب بھی اولاد عام ہے خواہ وہ اسی شوہر کی اولاد ہو یا اس کے پہلے شوہر کی اولاد ہو' اسی طرح بیوی ایک ہو یا کئی بیویاں

ہوں سب کا حصہ ثمن (آٹھواں) ہے اور آٹھواں حصہ ان سب بیویوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کا نہ والد ہو اور نہ اولاد اور (اس کا ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا تہائی حصہ ہے اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد وصیت میں نقصان نہ پہنچایا گیا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا بہت حکمت والا ہے۔

کلالہ کا معنی اور اس کے مصداق کی تحقیق

کلالہ کی کئی تفسیریں ہیں: ایک تفسیر یہ ہے کہ کلالہ ان وارثوں کو کہتے ہیں جو میت کے نہ والد ہوں اور نہ اولاد۔ یہ تفسیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ کلالہ اس مورث میت (مرنے والے شخص) کو کہتے ہیں جس کا نہ والد ہو اور نہ اس کی اولاد ہو؛ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی تفسیر مختار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کلالہ میت کے ترکہ کو بھی کہتے ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلالہ کی تفسیر میں میری ایک رائے ہے اگر یہ درست ہے تو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف سے ہے اور اگر یہ خطاء ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اس سے بری ہے' کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو میت کا نہ والد ہو اور نہ اولاد' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے کہا میں اس بات سے اللہ سے حیاء کرتا ہوں کہ میں نے کلالہ کی تفسیر میں حضرت ابوبکر کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۱۹۲ 'مطبوعہ دار المعرفۃ' ۱۴۰۹ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم میری عیادت کے لئے آئے مجھ پر بے ہوشی طاری تھی آپ نے وضو کیا اور وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا مجھے ہوش آ گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں۔ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ میراث کی آیت نازل ہوئی:

آیت) "ویستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالة ان امرؤا هلك لیس له ولد وله اخت لها ولد فان کانتا اثنتین فلهما الثلثن مما ترك وان کانوا اخوة رجالا ونسآء فللذ کر مثل حظ الانثیین"۔

(النساء: ۱۷۶)

ترجمہ: آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ والد) اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لئے نصف ترکہ ہے' اور وہ شخص اس بہن کا وارث ہوگا

اگر اس کا بیٹا نہ ہو اور اگر دو بہنیں ہوں تو ان کو اس شخص کے ترکہ کا دو تہائی ۲۔۳، ملے گا اور اگر اس کے وارث بہن بھائی ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۶۱۶)

یہ سورۃ النساء کی آخری آیت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلالہ کی تفسیر میں اسی آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

معدان ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور کہا میں اپنے بعد کلالہ سے اہم اور کوئی چیز چھوڑ کر نہیں جا رہا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا کلالہ کے متعلق پوچھا ہے اور کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھا اور آپ نے نے جتنی سختی اس میں کی ہے اور کسی چیز میں نہیں فرمائی حتیٰ کہ آپ نے میرے سینہ میں انگلی چبھوئی اور فرمایا اے عمر کیا تم کو سورۃ النساء کی آخری آیت کافی نہیں ہے؟

(صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۶۱۷)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

کلالہ کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ کلالہ ان وارثوں کو کہتے ہیں جو والد (ماں باپ) اور اولاد (یا بیٹے کی اولاد) کے ماسوا ہوں اس کے ثبوت میں حضرت براء بن عازب سے حدیث صحیح ہے ایک قول یہ ہے کہ جو وارث بیٹے کے ماسوا ہوں ایک قول یہ ہے کہ اخیافی بھائیوں کو کلالہ کہتے ہیں ایک قول ہے، عم زاد بھائیوں کو کلالہ کہتے ہیں ایک قول ہے تمام عصبات کو ایک قول ہے تمام وارثوں کو ایک قول ہے میت کو ایک قول ہے مال موروث کو جوہری نے کہا کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والد (ماں باپ) ہو زمخشری نے کہا کلالہ کا اطلاق تین پر کیا جاتا ہے اس مرنے والے پر جس کی نہ اولاد ہے نہ والد (ماں باپ) اور اس وارث پر جو نہ والد (ماں باپ) ہے نہ اولاد اور ان قرابت داروں پر جو والد (ماں باپ) اور اولاد کی جہت سے نہ ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۸۷ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۷ھ)

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے جس پر علماء کی ایک جماعت کا اتفاق ہے کہ کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کا نہ والد (ماں باپ) ہو اور نہ اولاد۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۵۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور نہ اس کا والد (ماں باپ) ہو اور نہ اس کی اولاد تو اس کے وارث کلالہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور جمہور اہل علم کا قول ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۵ ص ۷۶ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ لکھتے ہیں:

اکثر صحابہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ کلالہ وہ وارث ہیں جو والدین اور اولاد کے ماسوا ہوں یہی قول صحیح اور مختار ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

مرنے والا خود کلالہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے،

(آیت) "وان کان رجل یورث کلالۃ"۔ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کلالہ میت کا اسم ہے اور کلالہ اس کا حال اور اس کی صفت ہے اسی لئے منصوب ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کلالہ مرنے والے کا وارث ہے جو نہ والد (ماں باپ) ہو نہ ولد' اور میں حضرت ابوبکر کی مخالفت سے حیا کرتا ہوں اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو انہوں نے کہا کلالہ اس مرنے والے کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے سو قرآن مجید کی یہ آیت اور صحابہ کرام کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مرنے والا خود کلالہ ہے۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۸۶ 'مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کا نہ والد ہو اور نہ اولاد اور (اس کا ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ (بھائی یا بہن) ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا تہائی حصہ ہے۔

آیت مذکورہ میں بھائی بہن سے اخیافی بھائی بہن مراد ہونے پر دلائل

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۲ھ لکھتے ہیں: اس آیت کریمہ میں بھائی یا بہن سے مراد فقط اخیافی بھائی بہن (ماں کی طرف سے) عام مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے حتیٰ کہ بعض نے کہا اس پر اجماع ہے۔ متعدد مفسرین نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت کو یوں پڑھتے تھے۔ "ولہ اخ واخت من ام"۔ اور حضرت ابی اس کو پڑھتے تھے ولہ اخ او اخت من الام' ہر چند کہ یہ قرات شاذ ہے تاہم اکثر علماء کا یہ مختار ہے کہ جب قرات شاذہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہو تو وہ خبر واحد کے حکم میں ہے اور اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس میں بعض کا اختلاف بھی ہے۔ اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ عینی اور علاتی بھائی بہن (سگے اور باپ کی طرف سے) کا ذکر اس سورت کی آخری آیت میں ہے۔ نیز اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ اگر اخیافی بھائی یا بہن ایک ہو تو اس کا حصہ سدس (چھٹا) ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہو تو ان کا حصہ ثلث (تہائی) ہے اور ماں کا بھی یہی حصہ ہے تو مناسب ہوا کہ ماں کی طرف بھائی یا بہن کا بھی یہی حصہ ہو نیز عینی بھائی اور بہن عصبہ ہوتے ہیں جیسا کہ اس سورت کے آخر میں فرمایا ہے اور آیت میں بھائی اور بہن کا حصہ سدس اور ثلث مقرر فرمایا ہے اب اگر اس آیت میں بھائی اور بہن سے علاتی بھائی اور بہن سے علاتی بھائی اور بہن مراد لیا جائے تو ان آیتوں میں تعارض لازم آئے گا۔

2888- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ فِي الْكَلَالَةِ: (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) (النساء:176)

❁❁ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آخری آیت کلالہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی (جو یہ ہے)

2888- اسناده صحيح. ابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، وشعبة: هو ابن الحجاج. ولم يرو شعبة عن ابي اسحاق السبيعي الا ما سمعه، فكيف وقد صرح بالسماع عند البخاري وغيره؛ واخرجه البخاري (4364) و (4605) و (4654) و (6744)، ومسلم (1618)، والنسائي في "الكبرى" (6292) و (6293) و (11068) و (11071) و (11148) من طرق عن ابي اسحاق، به. واخرجه مسلم (1618)، والترمذي (3290) من طريق ابي السفر سعيد بن احمد، عن البراء بن عازب. وهو في "مسند احمد" (18638)

"لوگ تم سے مسئلہ دریافت کرتے ہیں، تم یہ فرمادو اللہ تعالیٰ کلالہ کے بارے میں تمہیں یہ حکم دیتا ہے"۔

2889- حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَسْتَفْتُونَكَ فِي الْكَلَالَةِ فَمَا الْكَلَالَةُ؟ قَالَ: تُجْزِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: هُوَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا وَلَا وَالِدًا؟ قَالَ: كَذَلِكَ ظَنُّوا أَنَّهُ كَذَلِكَ

❁❁ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کے بارے میں مسئلہ دریافت کرتے ہیں، کلالہ سے مراد کیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے گرمی کے موسم میں نازل ہونے والی سورت کافی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے استاد سے دریافت کیا، یہ وہ شخص ہوگا، جو ایسی حالت میں انتقال کر جائے کہ اس کی اولاد بھی نہ ہو اور ماں باپ بھی نہ ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: یہ ایسا ہی ہے، لوگوں نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

عصبہ اور کلالہ کی وضاحت / مسائل وراثت

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورتوں میں سب سے آخری سورت سورۃ برأت اتری ہے اور آیتوں میں سب سے آخری آیت (یستفتونک) اتری ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" میں بیماری کے سبب بیہوش پڑا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے، آپ نے وضو کیا اور وہی پانی مجھ پر ڈالا جس سے مجھے افاقہ ہوا اور میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وارثوں کے لحاظ سے میں کلالہ ہوں، میری میراث کیسے بٹے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت فرائض نازل فرمائی (بخاری ومسلم)

اور روایت میں بھی اسی آیت کا اترنا آیا ہے۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں یعنی کلالہ کے بارے میں۔ پہلے یہ بیان گذر چکا ہے کہ لفظ کلالہ اکیل سے ماخوذ ہے جو کہ سر کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے کہا ہے کہ کلالہ وہ ہے جس میت کے لڑکے پوتے نہ ہوں اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جس کے لڑکے نہ ہوں، جیسے کہا آیت میں ہے آیت (لیس لہ ولد) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے جو مشکل مسائل آئے تھے، ان میں ایک یہ مسئلہ بھی تھا۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا تین چیزوں کی نسبت میری تمنا رہ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ہماری طرف کوئی ایسا عہد کرتے کہ ہم اسی کی طرف رجوع کرتے دادا کی میراث، کلالہ اور سود کے ابواب اور روایت میں ہے، آپ فرماتے ہیں کہ کلالہ کے بارے میں میں نے جس قدر سوالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے، اتنے کسی اور مسئلہ میں نہیں کئے یہاں تک کہ آپ نے اپنی انگلی سے

2889- صحیح لغیرہ، وهذا اسناد ضعیف، لان سماع ابی بکر -وهو ابن عیاش- من ابی اسحاق -وهو عمرو بن عبد الله السبیعی- لیس بذاک القوی فیما ذکر ابو حاتم، وقد جاء من حدیث عمر بن الخطاب باسناد صحیح انه هو الذی سال النبی -صلّی الله علیه وسلم- عن الکلالة، فقال له: "الا تکفیک آیة الصیف؟!." واخرجه الترمذی (3291) من طریق ابی بکر بن عیاش، به. وهو فی "مسند احمد" (18589). ولبت من حدیث عمر بن الخطاب عند احمد (179)، ومسلم (567) وابن ماجه (2726)، والنسائی فی "الکبری" (11070)

میرے سینے میں کچو کا لگا کر فرمایا کہ تجھے گرمیوں کی وہ آیت کافی ہے، جو سورۃ نساء کے آخر میں ہے اور حدیث میں ہے اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید اطمینان کر لیا ہوتا تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں کے ملنے سے زیادہ بہتر تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت موسم گرما میں نازل ہوئی ہوگی واللہ اعلم اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سمجھنے کی طرف رہنمائی کی تھی اور اسی کو مسئلہ کا کافی حل بتایا تھا، لہٰذا فاروق اعظم اس کے معنی پوچھنے بھول گئے، جس پر اظہار افسوس کر رہے ہیں۔

ابن جریر میں ہے کہ جناب فاروق نے حضور سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا پس فرمایا "کیا اللہ نے اسے بیان نہیں فرمایا" پس یہ آیت اتری۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں فرماتے ہیں جو آیت سورۃ نساء کے شروع میں فرائض کے بارے میں ہے، وہ ولد و والد کے لئے ہے اور دوسری آیت میاں بیوی کے لئے ہے اور ماں زاد بہنوں کے لئے اور جس آیت سے سورۃ نساء کو ختم کیا ہے وہ سگے بہن بھائیوں کے بارے میں ہے جو رحمی رشتہ عصبہ میں شمار ہوتا ہے (ابن جریر) اس آیت کے معنی ھلک کے معنی ہیں مرگیا، جیسے فرمان ہے حدیث (كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ) 28۔القصص:88) یعنی ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذات الٰہی کے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا آیت (كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝) 55۔الرحمن:26۔27) یعنی ہر ایک جو اس پر ہے فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ ہی باقی رہے گا جو جلال و اکرام والا ہے۔ پھر فرمایا اس کا ولد نہ ہو، اس سے بعض لوگوں نے دلیل لی ہے کہ کلالہ کی شرط میں باپ کا نہ ہونا نہیں بلکہ جس کی اولاد نہ ہو وہ کلالہ ہے، بروایت ابن جریر حضرت عمر بن خطاب سے بھی یہی مروی ہے لیکن صحیح قول جمہور کا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کا نہ ولد ہو، نہ والد اور اس کی دلیل آیت میں اس کے بعد کے الفاظ سے بھی ثابت ہوتی ہے جو فرمایا آیت (وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ) 4۔النساء:176) یعنی اس کی بہن ہو تو اس کے لئے کل چھوڑے ہوئے مال کا آدھوں آدھ ہے اور اگر بہن باپ کے ساتھ ہو تو باپ اسے ورثہ پانے سے روک دیتا ہے اور اسے کچھ بھی اجماعاً نہیں ملتا، پس ثابت ہوا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد نہ ہو جو نص سے ثابت ہے اور باپ بھی نہ ہو یہ بھی نص سے ثابت ہوتا ہے لیکن قدرے غور کے بعد، اس لئے کہ بہن کا نصف حصہ باپ کی موجودگی میں ہوتا ہی نہیں بلکہ وہ ورثے سے محروم ہوتی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ ایک عورت مرگئی ہے اس کا خاوند ہے اور ایک سگی بہن ہے تو آپ نے فرمایا آدھا بہن کو دے دو اور آدھا خاوند کو جب آپ سے اس کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا میری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی صورت میں یہی فیصلہ صادر فرمایا تھا (احمد)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے ابن جریر میں منقول ہے کہ ان دونوں کا فتویٰ صادر فرمایا تھا (احمد)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے ابن جریر میں منقول ہے کہ ان دونوں کا فتویٰ اس میت کے بارے میں جو ایک لڑکی اور ایک بہن چھوڑ جائے، یہ تھا کہ اس صورت میں بہن محروم رہے گی، اسے کچھ بھی نہ ملے گا، اسی لئے کہ قرآن کی اس آیت میں بہن کو آدھا ملنے کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ میت کی اولاد نہ ہو اور یہاں اولاد ہے۔ لیکن جمہور ان کے خلاف ہیں وہ کہتے

ہیں کہ اس صورت میں بھی آدھا لڑکی کو ملے گا اور بہ سبب فرض اور عصبہ آدھا بہن کو بھی ملے گا۔ ابراہیم اسود کہتے ہیں ہم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فیصلہ کیا کہ آدھا لڑکی کا اور آدھا بہن کا۔ صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لڑکی اور پوتی اور بہن کے بارے میں فتویٰ دیا کہ آدھا لڑکی کو اور آدھا بہن کو پھر فرمایا ذرا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ہو آؤ وہ بھی میری موافقت ہی کریں گے۔

لیکن جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا اور حضرت ابوموسیٰ کا فیصلہ بھی انہیں سنایا گیا تو آپ نے فرمایا ان سے اس صورت میں گمراہ ہو جاؤں گا اور راہ یافتہ لوگوں میں میرا اشمار نہیں رہے گا، سنو میں اس بارے میں وہ فیصلہ کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے آدھا تو بیٹی کو اور چھٹا حصہ پوتی کو تو دوثلث پورے ہو گئے اور جو باقی بچا وہ بہن کو۔ ہم پھر واپس آئے اور حضرت ابوموسیٰ کو یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا جب تک یہ علامہ تم میں موجود ہیں، مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔ پھر فرمان ہے کہ یہ اس کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو، یعنی بھائی اپنی بہن کے کل مال کا وارث ہے جبکہ وہ کلالہ مرے یعنی اس کی اولاد اور باپ نہ ہو، اس لئے کہ باپ کی موجودگی میں تو بھائی کو ورثے میں سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ ہاں اگر بھائی کے ساتھ ہی اور کوئی مقررہ حصے والا اور وارث ہو جیسے خاوند یا ماں جایا بھائی تو اسے اس کا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی کا وارث بھائی ہوگا۔

صحیح بخاری میں ہے حضور (علیہ السلام) فرماتے ہیں فرائض کو ان کے اہل سے ملا دو، پھر جو باقی بچے وہ اس مرد کا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہو۔ پھر فرماتا ہے اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں مال متروکہ کے دوثلث ملیں گے۔ یہی حکم دو سے زیادہ بہنوں کا بھی ہے، یہیں سے ایک جماعت نے دو بیٹیوں کا حکم لیا ہے۔ جیسے کہ دو سے زیادہ بہنوں کا حکم لڑکیوں کے حکم سے لیا ہے جس آیت کے الفاظ یہ ہیں آیت (فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ) 4۔ النساء:11) پھر فرماتا ہے اگر بہن بھائی دونوں ہوں تو ہر مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، یہی حکم عصبات کا ہے خواہ لڑکے ہوں یا پوتے ہوں یا بھائی ہوں، جب کہ ان میں مرد و عورت دونوں موجود ہوں۔ تو جتنا دو عورتوں کو ملے گا اتنا ایک مرد کو۔ اللہ اپنے فرائض بیان فرما رہا ہے، اپنی حدیں مقرر کر رہا ہے، اپنی شریعت واضح کر رہا ہے۔ تاکہ تم بہک نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کے انجام سے واقف اور ہر مصلحت سے دانا، بندوں کی بھلائی برائی کا جاننے والا، مستحق کے استحقاق کو پہچاننے والا ہے۔

ابن جریر کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کہیں سفر میں جا رہے تھے۔ حذیفہ کی سواری کے دوسرے سوار کے پاس تھا جو آیت اتری پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو سنائی اور حضرت حذیفہ نے حضرت فاروق اعظم کو اس کے بعد پھر حضرت عمر نے جب اس کے بارے میں سوال کیا تو کہا واللہ تم بے سمجھ ہو، اس لئے کہ جیسے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی ویسے ہی میں نے آپ کو سنا دی، واللہ میں تو اس پر کوئی زیادتی نہیں کر سکتا، پس حضرت فاروق فرمایا کرتے تھے الہٰی اگرچہ تو نے ظاہر کر دیا ہو مگر مجھ پر تو کھلا نہیں۔ لیکن یہ روایت منقطع ہے اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ حضرت عمر نے دوبارہ یہ سوال اپنی خلافت کے زمانے میں کیا تھا اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ کلالہ کا ورثہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری لیکن چونکہ حضرت کی پوری تشفی نہ ہوئی تھی، اس لئے اپنی صاحبزادی زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ سے فرمایا کہ

جب رسول اللہ ﷺ خوشی میں ہوں تو تم پوچھ لینا۔

چنانچہ حضرت حفصہ نے ایک روز ایسا ہی موقعہ پا کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا شاید تیرے باپ نے تجھے اس کے پوچھنے کی ہدایت کی ہے میرا خیال ہے کہ وہ اسے معلوم نہ کر سکیں گے۔ حضرت عمر نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا تو بس میں اب اسے جان ہی نہیں سکتا اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر کے حکم پر جب حضرت حفصہ نے سوال کیا تو آپ نے ایک کنگھے پر یہ آیت لکھوا دی، پھر فرمایا کیا عمر نے تم سے اس کے پوچھنے کو کہا تھا؟ میرا خیال ہے کہ وہ اسے ٹھیک ٹھاک نہ کر سکیں گے۔ کیا انہیں گرمی کی وہ آیت جو سورۃ نساء میں ہے کافی نہیں؟ وہ آیت (وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً) 4۔النساء:12) ہے پھر جب لوگوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا تو وہ آیت اتری جو سورۃ نساء کے خاتمہ پر ہے اور کنگھی پھینک دی۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر نے صحابہ کو جمع کر کے کنگھے کے ایک ٹکڑے کو لے کر فرمایا میں کلالہ کے بارے میں آج ایسا فیصلہ کر دونگا کہ پردہ نشین عورتوں تک کو معلوم رہے، اسی وقت گھر میں سے ایک سانپ نکل آیا اور سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے، پس آپ نے فرمایا اگر اللہ عزوجل کا ارادہ اس کام کو پورا کرنے کا ہوتا تو اسے پورا کر لینے دیتا۔ اس کی اسناد صحیح ہے، مستدرک حاکم میں ہے حضرت عمر نے فرمایا کاش میں تین مسئلے رسول مقبول ﷺ سے دریافت کر لیتا تو مجھے سرخ اونٹوں کے لنے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ ایک تو یہ کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرے یہ کہ جو لوگ زکوٰۃ کے ایک تو قائل ہوں لیکن کہیں کہ ہم تجھے ادا نہیں کریں گے ان سے لڑنا حلال ہے یا نہیں؟ تیسرے کلالہ کے بارے میں ایک اور حدیث میں بجائے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے سودی مسائل کا بیان ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں حضرت عمر کے آخری وقت میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے قول وہی ہے جو میں نے کہا، تو میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ وہ۔ ایک اور روایت میں ہے حضرت فاروق فرماتے ہیں میرے اور حضرت صدیق کے درمیان کلالہ کے بارے میں اختلاف ہوا اور بات وہی تھی جو میں کہتا تھا۔ حضرت عمر نے سگے بھائیوں اور ماں زاد بھائیوں کو جبکہ وہ جمع ہوں، ثالث میں شریک کیا تھا اور حضرت ابو بکر اس کے خلاف تھے۔

ابن جریر میں ہے کہ خلیفۃ المومنین جناب فاروق نے ایک رقعہ پر دادا کے ورثے اور کلالہ کے بارے میں کچھ لکھا پھر استخارہ کیا اور ٹھہرے رہے اور اللہ سے دعا کی کہ پروردگار اگر تیرے علم میں اس میں بہتری ہے تو اسے جاری کر دے پھر جب آپ کو زخم لگایا گیا تو آپ نے اس رقعہ کو منگوا کر مٹا دیا اور کسی کو علم نہ ہوا کہ اس میں کیا تحریر تھا پھر خود فرمایا کہ میں نے اس میں دادا کا اور کلالہ کا لکھا تھا اور میں نے استخارہ کیا تھا پھر میرا خیال یہی ہوا کہ تمہیں اسی پر چھوڑ دوں جس پر تم ہو۔

ابن جریر میں ہے میں اس بارے میں ابو بکر کے خلاف کرتے ہوئے شرماتا ہوں اور ابو بکر کا فرمان تھا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد و والد نہ ہو۔ اور اسی پر جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین ہیں اور یہی چاروں اماموں اور ساتوں فقہاء کا مذہب ہے اور اسی پر قرآن کریم کی دلالت ہے جیسے کہ باری تعالیٰ عزاسمہ نے اسے واضح کر کے فرمایا اللہ تمہارے لئے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے

تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۂ نساء، بیروت)

بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ الصُّلْبِ

باب: صلبی اولاد کی وراثت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2890 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ فَسَأَلَهُمَا، عَنِ ابْنَةٍ، وَابْنَةِ ابْنٍ، وَأُخْتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ، فَقَالَا: وَلِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ، وَالْأُمِّ النِّصْفُ، وَلَمْ يُوَرِّثَا ابْنَةَ الِابْنِ شَيْئًا، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَإِنَّهُ سَيُتَابِعُنَا، فَأَتَاهُ الرَّجُلُ فَسَأَلَهُ وَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِهِمَا، فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ، وَلَكِنِّي سَأَقْضِي فِيهَا بِقَضَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنَتِهِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ الِابْنِ سَهْمٌ تَكْمِلَةُ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ وَالْأُمِّ

ھزیل بن شرحبیل اودی بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' اس نے ان دونوں حضرات سے (میت کے پسماندگان میں) ایک بیٹی' ایک پوتی اور ایک سگی بہن کا مسئلہ دریافت کیا' توان دونوں حضرات نے یہ جواب دیا، اس کی بیٹی کو نصف حصہ ملے گا، سگی بہن کو نصف حصہ ملے گا ان دونوں حضرات نے پوتی کو کسی چیز کا وارث قرار نہیں دیا (اور یہ ہدایت کی) تم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ ہماری تائید کردیں گے، وہ شخص ان کے پاس آیا اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا اور ان دونوں حضرات کے جواب کے بارے میں بتایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اگر میں بھی یہی جواب دوں) تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور میں ہدایت یافتہ نہیں ہوں گا، میں وہ فیصلہ دوں گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا' اس کی بیٹی کو نصف حصہ ملے گا' پوتی کو ایک حصہ (یعنی چھٹا حصہ) ملے گا' جو دو تہائی کی تکمیل کے لیے ہوگا اور جو باقی بچ جائے گا' وہ حقیقی بہن کو ملے گا۔

شرح

فقہاء لکھتے ہیں کہ میت کے ترکہ (یعنی اس کے چھوڑے ہوئے مال واسباب) کے ساتھ چار حق متعلق ہوتے ہیں جس کی ترتیب یہ ہے کہ (۱) پہلے تو میت کی تجہیز وتکفین کی جائے یعنی اسے غسل دیا جائے پھر کفن دیا جائے اس کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھوا کر قبرستان لے جایا جائے اور پھر قبر میں دفن کیا جائے ان چیزوں میں جو کچھ خرچ کرنے کی ضرورت ہو وہ اس کے ترکہ میں سے اس طرح خرچ کیا جائے کہ نہ تو تنگی کی جائے اور نہ اسراف کیا جائے۔ (۲) اس کے بعد اگر میت کے ذمہ کوئی قرض ومطالبہ ہو تو اس کی ادائیگی کی جائے۔ پھر قرض ومطالبہ کی ادائیگی کے بعد (۳) جو مال واسباب بچے اس میں سے تہائی حصہ میں وصیت جاری کی جائے بشرطیکہ اس نے وصیت کی ہو ان تین مرحلوں کے بعد (٤) اس کا بقیہ تمام مال واسباب اس کے وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے جس کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصے دیئے جائیں اور ان کو دینے کے بعد جو کچھ بچے وہ میت کے عصبات نسبی کو دیدیا جائے کیونکہ ذوالفروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ عصبات نسبی کا حق ہوتا ہے اور اگر میت کے وارثوں

میں ذوی الفروض موجود نہیں ہوتے تو پھر اس کا تمام ترکہ عصبات نسبی کو ملتا ہے اور اگر اس کے وارثوں میں عصبات نسبی نہیں ہوتے تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ آزاد کرنیوالے کو ملتا ہے بشرطیکہ میت غلام رہا ہو اور اس کو آزاد کیا گیا ہو اور اگر آزاد کرنیوالا موجود نہ ہو تو پھر اس آزاد کرنیوالے کے مرد عصبات کو دیا جاتا ہے اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو بھی وہ بچا ہوا ترکہ ذوی الفروض کی طرف لوٹ جائے گا علاوہ زوجین کے کیونکہ اس دوبارہ تقسیم میں ذوی الفروض میں سے زوجین کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اور اگر میت کے ورثاء میں نہ تو ذوی الفروض میں سے کوئی ہو اور نہ عصبات نسبی وسببی ہوں تو اس کا ترکہ ذوی الارحام کو دیا جائے اور اگر ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مولا موالات کو دیا جائے۔

اور اگر کوئی مولا موالات بھی نہ ہو تو پھر وہ تمام ترکہ اس غیر شخص کو ملے گا جس کے نسب کا میت نے اقرار کیا ہو مثلاً اس نے زید کے بارے میں کہا ہو کہ یہ میرے باپ کا بیٹا ہے حالانکہ زید کا یہ نسب یعنی اس میت کے باپ کا بیٹا ہونا اس اقرار کے علاوہ اور کسی صورت میں ثابت نہ ہو لیکن پھر بھی وہ میت کے ترکہ کا حقدار قرار پائیگا۔ اور اگر ایسا بھی کوئی شخص نہ ہو تو پھر وہ ترکہ اس شخص کو دیا جائے گا جس کے لئے میت نے اپنے تمام مال کی وصیت کی ہو اور اگر ایسا بھی کوئی شخص نہ ہو جس کے لئے میت نے اپنے تمام مال واسباب کی وصیت کی ہو تو پھر اس کا سارا مال واسباب بیت المال میں رکھا جائے گا۔ اور اگر بیت المال بھی نہ ہو تو پھر آخر میں بیت المال کے مصرف میں صرف کیا جائے یعنی مدارس ومساجد یا فقراء اور مساکین وغیرہ کو دیا جائے گا۔

2891 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جِئْنَا امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْأَسْوَاقِ، فَجَاءَتِ الْمَرْأَةُ بِابْنَتَيْنِ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَاتَانِ بِنْتَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ قُتِلَ مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَقَدِ اسْتَفَاءَ عَمُّهُمَا مَالَهُمَا وَمِيرَاثَهُمَا كُلَّهُ، فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا إِلَّا أَخَذَهُ، فَمَا تَرَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَوَاللّٰهِ لَا تُنْكَحَانِ أَبَدًا إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْضِي اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ. قَالَ: وَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ: (يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) (النساء: 11) الْآيَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادْعُوا لِي الْمَرْأَةَ وَصَاحِبَهَا فَقَالَ لِعَمِّهِمَا: أَعْطِهِمَا الثُّلُثَيْنِ وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ، وَمَا بَقِيَ فَلَكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَخْطَأَ بِشْرٌ فِيهِ، إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ.

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم اسواق میں ایک انصاری خاتون کے پاس آئے وہ خاتون اپنی دو بیٹیوں کو لے کر آئی اس نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ دونوں ثابت بن قیس کی بیٹیاں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد کے موقع پر شہید ہو گئے تھے، ان دونوں کے چچا نے ان دونوں کا پورا مال حاصل کر لیا ہے ان دونوں کی پوری وراثت کو حاصل کر لیا ہے ان دونوں کے لیے کوئی مال نہیں چھوڑا سارا حاصل کر لیا ہے، یا رسول اللہ! تو اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے؟ اللہ کی قسم! ان دونوں کی شادی صرف اسی وقت ہو سکتی ہے، جب ان کے پاس مال بھی موجود ہو، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بارے میں فیصلہ دیدے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی:
''اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں یہ حکم دیتا ہے''
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اس عورت اور اس کے مخالف فریق کو بلا کر لاؤ تو نبی اکرم ﷺ نے ان بچیوں کے چچا سے فرمایا: ان دونوں کو دو تہائی حصہ دو، ان دونوں کی ماں کو آٹھواں حصہ دو، جو باقی بچے گا وہ تمہیں ملے گا۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بشر نامی راوی نے اس روایت میں غلطی کی ہے، کیونکہ وہ دونوں بچیاں حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں تھیں، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا انتقال تو جنگ یمامہ میں ہوا تھا۔

شرح

ولکم نصف ما ترک ازواجکم ازواج سے مراد ہیں بیویاں۔
ان لکم یکن لھن ولد تمہارا موروثی حصہ اپنی بیویوں کے ترکہ میں سے (کل ترکہ کا) نصف ہے بشرطیکہ ان کی (بطنی) اولاد (صاحب فرض اور عصبہ موجود) نہ ہو (یعنی اولاد یا اولاد کی اولاد غرض نسل میں سے کوئی موجود نہ ہو)
فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن اور اگر ان کی (نسلی ذوی الفرضی یا عصبہ) اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارا چہارم ہے۔
من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین ان کی وصیت (تہائی مال سے) پوری کرنے اور (کل مال سے) قرض ادا کرنے کے بعد۔
ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد اور (بیویاں چند ہوں یا ایک ان سب کیلئے تمہارے ترکہ کا چہارم ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو یعنی صلبی اولاد اور بیٹے کی اولاد نہ ہو)
فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم اور اگر تمہاری اولاد موجود ہو تو تمہاری بیویوں کے لیے تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ہے۔
من بعد وصیۃ توصون بھا او دین تمہاری وصیت (تہائی مال سے) پوری کرنے اور (کل مال سے) قرض ادا کرنے کے بعد۔
جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہو اور شوہر نے صحیح طلاق دی ہو تو وہ وارث ہوتی ہے اگر طلاق بائن کی عدت میں ہو تو وارث نہیں ہوتی۔ شوہر نے اگر مرض موت میں طلاق رجعی دی تو ایسی مطلقہ بالاجماع وارث ہوتی ہے لیکن یہ مسئلہ ذرا تفصیل طلب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایسی عورت اس وقت وارث ہوگی جب شوہر کے مرنے کے وقت عدت میں ہو امام احمد نے فرمایا: عدت گذر جانے کے بعد بھی وارث ہوگی بشرطیکہ شوہر کی موت سے پہلے اس نے نکاح جدید نہ کرلیا ہو امام مالک نے فرمایا: اگر شوہر کے مرنے سے پہلے اقتضائے عدت کے بعد اس نے کسی سے نکاح بھی کرلیا ہو تب بھی وارث ہوگی۔ امام شافعی کے تین مختلف قول منقول ہیں ہر قول ایک امام کے موافق ہے اگر مرض موت میں شوہر نے طلاق بائن دی ہو تب بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ اور امام احمد کا یہی قول ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں وارث ہونے کی یہ شرط ہے کہ عورت نے خود طلاق کی درخواست نہ کی ہو ورنہ سمجھا جائے گا کہ وہ خود اپنے حق کے سوخت ہونے پر راضی ہے (اس لیے اس کو میراث نہیں دی جائے گی) امام شافعی کے دو قول آئے ہیں قوی قول یہ ہے کہ طلاق بائن والی عورت وارث نہ ہوگی۔

امام احمد نے معمر کی روایت سے لکھا ہے کہ غیلان بن سلمہ کی مسلمان ہونے کے وقت دس بیویاں تھیں رسول اللہ نے فرمایا: ان میں سے چار کا انتخاب کرلو (باقی کو چھوڑ دو) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو غیلان نے بیویوں کو (رجعی) طلاق دیدی اور اپنا مال اپنے لڑکوں کو تقسیم کر دیا۔ حضرت عمر کو اس کی اطلاع پہنچی تو فرمایا: میرا خیال ہے کہ جو شیطان (فرشتوں کی گفتگو) چوری سن لیتا ہے اسی نے تیری موت کی خبر سن کر تیرے دل میں ڈال دی ہے اور تجھے بتا دیا ہے کہ تو زیادہ مدت زندہ نہیں رہے گا خدا کی قسم یا تو تو اپنی عورتوں سے مراجعت کرلے اور (لڑکوں سے) مال واپس لے لے ورنہ میں ان عورتوں کو تیرا وارث بنا دوں گا اور حکم دیدوں گا کہ جس طرح ابورغال (دور جاہلیت میں ایک قومی غدار تھا) کی قبر پر سنگ باری کی جاتی ہے اس طرح تیری قبر کو سنگسار کیا جائے۔

یہ حدیث جمہور سلف کے اس مسلک کی تائید کر رہی ہے کہ طلاق رجعی کے بعد (عدت کے اندر) عورت اپنے شوہر کی وارث ہوتی ہے۔ رہا طلاق بائن کے بعد عورت کا وارث ہونا تو جمہور کے اس قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنی بیوی کو (جس کا نام تماضر بنت اصبغ بن زیاد تھا اور یہ خاندان کلب میں سے تھی یا بنت عمرو بن الشرید کو جو قبیلہ سلم کی تھی) جب قطعی طلاق دیدی اور عدت پوری ہونے نہ پائی تھی کہ آپ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عثمان نے مطلقہ بیوی کو حضرت عبد الرحمن کا وارث قرار دیا یہ فیصلہ تمام صحابہ کی موجودگی میں صادر کیا اور کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا تو گویا اجماع ہوگیا اور یہ بھی فرمایا: کہ میں عبدالرحمن پر بدگمانی نہیں کرتا میرا مقصد صرف سنت پر عمل کرنا ہے۔

ہمارے مسلک کی تائید حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عثمان حضرت ابن مسعود اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے اقوال سے ہوتی ہے ابوبکر رازی نے حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن ثابت کے اقوال بھی اسی کی موافقت میں نقل کئے ہیں بلکہ کسی صحابی کا قول اس کے خلاف منقول نہیں نخعی، شعبی، سعید بن مسیب، ابن سیرین، عروہ، شریح، ربیعہ بن عبدالرحمن، طاؤس بن شبرمہ، ثوری، حارث اور حماد بن ابی سلیمان کا بھی یہی مسلک ہے۔

وان کان رجل اور اگر کوئی آدمی یعنی میت یا وارث۔

یورث جس کی وراثت تقسیم کی جارہی ہو یا جس کو وارث بنایا جارہا ہو اگر رجل سے مراد میت ہو تو اولیٰ ترجمہ ہوگا اور اگر وارث مرد ہو تو دوسرا ترجمہ کیا جائے گا۔

کلالۃ ناطہ نگوڑا ہو۔ کلالۃ اصل لغت میں کلال کی طرح مصدر ہے اور کلال کا معنی ہے تھکنا عاجز ہو جانا کَلَّ الرَّجُلُ فِي مَشْيِهِ كَلَالًا فلاں شخص اپنی رفتار میں سست ہوگیا، تھک گیا۔ وكَلَّ السَّيْفُ عَنْ ضربته كُلُولًا وَ كَلَالَةً اور تلوار مارنے سے کند ہوگئی كَلَّ اللِّسَانُ عَنِ الْكَلَامِ زبان بات سے عاجز ہوگئی۔ تیز نہ رہی۔ مجازاً کلالہ سے مراد وہ قرابت دار ہوتے ہیں جن کا آپس میں رشتہ توالد نہ

ہو یعنی باپ دادا اور بیٹے پوتے کا ان کے آپس میں رشتہ نہ ہو۔ یہ بھی ایک قسم کی عاجزی درماندگی ہوتی ہے پھر کلالہ کو ذی کلالہ کے معنی میں استعمال کرلیا جاتا ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کی نہ اصل ہو نہ نسل کہ اس کی وارث ہو یا یہ اس کا وارث ہو۔ (کذا قال البیضاوی)

بغوی نے لکھا ہے کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کی نہ اولاد ہو۔ نہ والد۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا: گویا دونوں طرف اس کے نسبی ستون کمزور ہیں سعید بن جبیر نے کہا کلالہ وہ وارث ہے جو میت کا نہ والد (باپ دادا پر دادا وغیرہ) ہو نہ اولاد۔ ایسے وارث میت کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں لیکن بیچ میں کوئی نسبی ستون نہیں ہوتا جیسے سر پر بندھی ہوئی شاخی پٹی کہ سر کو چاروں طرف سے محیط ہوتی ہے مگر سر کا درمیانی حصہ خالی ہوتا ہے حضرت جابر والی حدیث میں کلالہ کا یہی مطلب ہے آپ ﷺ نے کہا تھا کہ میرے وارث کلالہ ہیں یعنی نہ میری نرینہ اولاد ہے نہ والد۔

حضرت ابوبکر سے کلالہ کے متعلق دریافت کیا گیا۔ فرمایا: میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر صحیح ہوگا تو اللہ کی طرف سے اور غلط ہوگا تو میری طرف سے ہوگا اور شیطان کی طرف سے، میرے خیال میں کلالہ وہ ہے جو نہ (کسی کا) والد ہو اور نہ اولاد جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا مجھے ان کی تردید کرنے سے جھجک آتی ہے (یعنی ٹھیک ہے) (رواہ البیہقی عن الشعبی) ابن ابی حاتم نے بھی اپنی تفسیر میں اس کو نقل کیا ہے اور حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عمر کے اس قول کو حضرت ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے حضرت ابوہریرہ کی مرفوع حدیث ہے کہ کلالہ کی تشریح میں آپ نے فرمایا: وہ ایسا شخص ہے جو نہ (میت کا) والد ہو نہ مولود۔ (رواہ الحاکم)

ابوالشیخ نے حضرت براء کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ سے کلالہ کے متعلق دریافت کیا فرمایا: (میت کے) والد اور اولاد کے سوا (جو وارث ہو وہ) کلالہ ہے۔ ابوداؤد نے مراسیل میں ابوسلمہ بن عبدالرحمن کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو والد کو چھوڑے نہ اولاد کو اس کے وارث کلالہ ہوتے ہیں میں کہتا ہوں کہ کلالہ کی تشریح میں والد اور ولد سے مراد ہیں ذکر اصول وفرع پس اگر میت کی ماں یا بیٹی موجود ہو اور باپ اور بیٹا نہ ہو تو وہ کلالہ ہے اس قول کا ثبوت حضرت جابر کی حدیث سے ملتا ہے کیونکہ نزول آیت کے وقت حضرت جابر کی ایک لڑکی موجود تھی، والد نہ تھے آپ کے والد عبداللہ بن حرام کا انتقال احد کے دن ہو چکا تھا اور بہن بھائی، ماں اور بیٹی کی موجودگی میں بالاتفاق وارث ہوتے ہیں ولد کا لفظ بھی عام ہے پوتا ہے اس میں داخل ہے۔ یہاں تک کہ پوتے کے ساتھ بھائی بھی بالاجماع وارث ہوتے ہیں؛ اسی طرح والد سے مراد بھی عام ہے حقیقی والد ہو یا دادا کیونکہ کلالہ کی تشریح میں جو ولد کا مفہوم ہے وہی والد کا دونوں میں کوئی فرق نہیں (یعنی جس طرح لفظ ولد پوتے کو شامل ہے اسی طرح دادا بھی لفظ والد کے تحت داخل ہے۔

او امرأۃ یا عورت ہو اس کا عطف رَجُلٌ پر ہے یعنی یا کلالہ عورت ہو۔

ولہ ٗ ضمیر مذکر رَجُلٌ کی طرف راجع ہے جس سے کلام کا آغاز کیا گیا ہے یا احدھما کی طرف راجع ہے مرد ہو یا عورت۔

اخ او اخت اور اس میت کا کوئی بھائی یا بہن ہو۔ بالاجماع اہل تفسیر اس جگہ بھائی بہن سے مراد ہیں اخیافی بھائی بہن۔ حضرت

ابی ابن کعب اور حضرت سعد بن ابی وقاص کی قراءت میں تو یہ صراحتہ آیا ہے۔ بیہقی کا بیان ہے کہ سعد (راوی کے گمان کے مطابق سعد سے مراد ہیں سعد بن ابی وقاص) پڑھتے تھے: وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ لِاُمٍّ امام ابوبکر بن منذر نے بھی حضرت سعد کی طرف اس قراءت کی نسبت کی ہے۔ زمخشری نے حضرت سعد اور حضرت ابی بن کعب دونوں کی یہی قراءت بیان کی ہے بعض علماء نے حضرت ابن مسعود کی قراءت بھی اسی طرح نقل کی ہے لیکن ابن حجر نے لکھا ہے میں نے ابن مسعود سے کوئی روایت ایسی نہیں دیکھی۔ یہاں سے یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ غیر متواتر قراءت پر بھی عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کی اسناد صحیح ہو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے شافعی نے اس کی مخالفت کی ہے۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا۔

سنو! اللہ تعالیٰ نے جو آیت سورۂ نساء کے شروع میں بیان میراث کے سلسلہ میں نازل فرمائی وہ والد اور ولد کے متعلق ہے اور دوسری آیت شوہر بیوی اور اخیافی بھائی اور بہن کے متعلق ہے اور جس آیت پر سورت کو ختم کیا وہ حقیقی بھائیوں اور بہنوں کے متعلق ہے اور جس آیت پر سورۂ انفال کو ختم کیا وہ ان رشتہ داروں کے متعلق ہے جو اصحاب فرائض نہیں ہیں اللہ کی کتاب میں جن کا تعلق بعض کے ساتھ بعض کا زیادہ ہے۔

فلکل واحد منهما السدس اگر ایک اخیافی بھائی یا بہن ہو تو دونوں میں سے کوئی ایک ہو ہر ایک کے لیے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے۔

فان كانوا اكثر من ذالك فهم شركاء فى الثلث اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں (برابر کے) شریک ہوں گے یعنی اخیافی بھائی بہن اگر دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کا کل حصہ ترکہ کا ایک تہائی ہے اس ایک تہائی میں مرد عورت سب برابر کے شریک ہوں گے استحقاق اور حصہ میں سب مساوی ہیں۔

مسئلہ حماریہ

شوہر، ماں، دو اخیافی بھائی، ایک حقیقی بھائی۔ تصحیح مسئلہ ٦ سے ہوگی نصف یعنی ٣ شوہر کے چھٹا حصہ یعنی ٦/١ ماں کا ایک تہائی یعنی ٢ اخیافی بھائیوں کے ہوں گے حقیقی بھائی چونکہ عصبہ ہے اور اصحاب فرائض سے کچھ نہیں بچا اسلئے حقیقی بھائی کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ نہیں ملیگا خواہ حقیقی بھائی ایک ہو یا متعدد۔ امام مالک اور امام شافعی حقیقی بھائی کو اخیافی بھائیوں کے ساتھ تہائی میں شریک کر دیتے ہیں۔

طحاوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر حقیقی بھائی کو اخیافی بھائیوں کے ساتھ میراث میں شریک نہیں کرتے تھے آخر ایک سوال سے لاجواب ہو گئے ایک حقیقی بھائی نے کہا امیر المومنین فرض کر لیجئے کہ ہمارا باپ گدھا تھا تو کیا کم سے کم ہم سب ایک ماں کی اولاد نہیں ہیں اس سوال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حقیقی بھائیوں کو بھی اخیافیوں کے ساتھ شریک کر دیا اسی وجہ سے اس مسئلہ کو حماریہ کہتے ہیں اس مسئلہ کو حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں حضرت زید بن ثابت کی طرف بھی نسبت کر کے بیان کیا ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح بھی کہا ہے مگر اس کی اسناد میں ایک شخص ابوامیہ بن یعلی ثقفی ہے جو ضعیف ہے حاکم نے بطریق شعبی حضرت علی اور حضرت عمر اور حضرت زید بن ثابت کا بھی یہ قول نقل کیا ہے اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ باپ نے حقیقی بھائیوں

کے قرب کو میت سے اور بڑھا دیا (یعنی اخیافی بھائیوں کو میت سے صرف قرب بطنی حاصل ہوتا ہے اور حقیقی بھائیوں کو قرب بطنی بھی اور شرکت صلبی بھی۔

دار قطنی نے بطریق وہب بن منبہ مسعود بن حکم ثقفی کی روایت سے لکھا ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی عورت مرجائے اور شوہر ماں چند اخیافی بھائی اور چند حقیقی بھائی چھوڑ جائے تو کیا کیا جائے؟ حضرت عمر نے حقیقی بھائیوں کو اخیافی بھائیوں کے ساتھ (تہائی میں) شریک کردیا ایک شخص نے عرض کیا آپ نے فلاں سال تو حقیقی بھائیوں کو اخیافیوں کی میراث میں شریک نہیں کیا تھا فرمایا: وہ ویسا ہی رہے گا جو ہم نے کردیا تھا اور یہ ویسا ہی ہوگا جیسا ہم نے فیصلہ کردیا۔

عبدالرزاق نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے اور بیہقی نے بطریق ابن مبارک معمر کی روایت سے بھی لکھا ہے لیکن اس روایت میں مسعود بن حکم کا نام نہیں ہے بلکہ حکم از ابن مسعود کی روایت ہے نسائی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے سب (اخیافی اور حقیقی) بھائیوں کو شریک کیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (حقیقی بھائیوں کو اخیافیوں کے حصہ) میں شریک نہیں کیا۔

مسئلہ • اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا باپ یا دادا موجود ہو تو اخیافی بھائی بہن باتفاق آراء ساقط ہوجاتے ہیں اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ اگر دادا موجود ہو تو علاتی اور حقیقی بھائی بہن ساقط ہوجاتے ہیں یا نہیں قیاس کا تقاضا ہے کہ ماں موجود ہو تو اخیافی بھائی بہن ساقط ہوجائیں کیونکہ جس شخص کا رشتہ میت سے کسی ذریعہ سے ہو جب وہ ذریعہ خود موجود ہو تو وہ شخص ساقط ہی ہوجاتا ہے لیکن اجماع سلف اس کے خلاف ہے۔ اجماع کے خلاف ہم نے قیاس کو ترک کردیا۔ ترک کی ایک قیاسی وجہ یہ بھی ہے کہ ماں پورے ترکہ کی وارث نہیں ہوتی (لہٰذا اخیافی بھائی بہن کے محروم ہونے کی کوئی وجہ نہیں)۔

من بعد وصية يوصى بها جو وصیت کی جائے اس کو پوری کرنے کے بعد۔

او دین غیر مضار اور ادائے قرض کے بعد بغیر اس کے کہ ضرر پہنچائے یعنی تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے یا کسی کے قرض کا جھوٹا اقرار کر کے وارثوں کو ضرر نہ پہنچائے نہ وارثوں کو نقصان پہنچانا مقصود ہو کہ اللہ کا قرب حاصل کرنا تو مقصود نہ ہو صرف وارثوں کو دکھ پہنچانے کی غرض ہو۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: بعض مرد اور عورتیں ساٹھ برس اللہ کی اطاعت کے کام کرتے ہیں پھر موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں (وارثوں کو) ضرر پہنچاتے ہیں اسی وجہ سے دوزخ ان کے لیے واجب ہوجاتی ہے۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ نے آیت: **مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ.. ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ** تک تلاوت کی۔ (رواہ احمد والترمذی وابو داؤد وابن ماجہ) حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو وارثوں کی میراث کاٹے گا اللہ قیامت کے دن اس کا جنت کا حصہ کاٹ دے گا۔ (رواہ ابن ماجہ) بیہقی نے شعب الایمان میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بیان کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں پانچویں حصہ کی وصیت کروں تو چوتھائی مال کی وصیت کرنے سے میرے نزدیک

زیادہ اچھا ہے اور تہائی مال کی وصیت کروں تو چوتھائی مال کی وصیت کرنے سے میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ (رواہ البیہقی)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ۵ / ۱ مال کی وصیت کرنے والا چہارم مال کی وصیت کرنے والے سے افضل ہے۔
(الحدیث رواہ البیہقی)

نکتہ * اس آیت میں اللہ نے وصیت اور قرض کو عدم ضرر کے ساتھ مشروط کیا اور پہلی آیت میں یہ قید نہیں لگائی حالانکہ وہاں بھی یہ قید ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرابت توالد یا علاقہ زوجیت کا خود تقاضا ہے کہ وصیت یا اقرار دین سے اس کو ضرر نہ پہنچایا جائے ہاں اخیافی رشتہ دار چونکہ قریبی قرابت نہیں رکھتے اس لیے ان کے معاملہ میں احتمال ہو سکتا تھا کہ کہیں وصیت کرنے اور اقرار کرنے میں ان کو ضرر پہنچانے کا جذبہ کارفرما ہو اس لیے اس جگہ قید لگا دی۔

فصل * وصیت کی مختلف قسمیں ہیں واجب، مستحب، مباح، حرام اور مکروہ۔ اگر میت قرضدار ہو یا اس پر زکوٰۃ یا منت یا حج فرض یا فوت شدہ نماز یا روزہ واجب الادا ہو تو اس وقت قرض اور زکوٰۃ وغیرہ کو ادا کرنے اور نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے پس اس کے کل ترکہ سے قرض ادا کیا جائے اور قرض میں بھی اس قرض کی ادائیگی مقدم ہے جس کا سبب متعین معلوم ہو یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے امام شافعی کے نزدیک ہر قسم کا قرض برابر ہے معلوم السبب ہو یا مجہول السبب۔ قرض کے علاوہ ہر قسم کی وصیت تہائی ترکہ سے پوری کی جائے گی۔ (زیادہ کی وصیت ناقابل تعمیل ہے) اس قسم کی (واجب) وصیت کی طرف سے غفلت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس مسلمان آدمی پر کوئی حق ہو جس کی اس کو وصیت کرنا ہے اس کے لیے درست نہیں کہ دو راتیں بھی بغیر تحریر وصیت کے گذارے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) مسلم کی روایت میں دو راتوں کی جگہ تین راتوں کا لفظ بھی آیا ہے۔

جس پر کوئی حق واجب نہ ہو اس کے لیے، ۱۰/۱ سے ۳/۱ ترکہ تک خیرات کرنے کی وصیت کرنا مستحب ہے بشرطیکہ اس کے وارث غنی ہوں اس کا ثبوت گذشتہ احادیث سے ملتا ہے اور اگر وارث نادار ہوں تو ایسی حالت میں وصیت اور خیرات کرنا مکروہ تنزیہی ہے ترک وصیت اولیٰ ہے ترک وصیت میں اقارب کے لیے اس کا مال میراث ہوگا اور خیرات بھی۔ رسول اللہ نے فرمایا: کسی (غیر) مسکین کو خیرات دینا خیرات ہے اور کسی قرابت دار کو خیرات دینا خیرات بھی ہے اور صلہ رحم بھی۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ والدارمی) جس وصیت سے وارثوں کو ضرر پہنچانا مقصود ہو یا ضرر پہنچ رہا ہو ایسی وصیت حرام ہے۔

وصیت من اللہ یہ یوصیکم کا مفعول مطلق تاکیدی ہے یا مضار کا مفعول بہ ہے یعنی اللہ نے جو حکم دے دیا ہے کہ تہائی ترکہ سے زائد وصیت نہ ہو یا اولاد اور زوجین واقارب (قریبہ) کے لیے وصیت نہ ہو اس حکم کو ضرر نہ پہنچایا جائے نہ وصیت کی شرعی حدود سے تجاوز کر کے نہ جھوٹے قرض کا اقرار کر کے۔

واللہ علیم اور اللہ ضرر پہنچانے والے کو خوب جانتا ہے۔
حلیم (مگروہ) حلیم بھی ہے اس لیے عذاب میں جلدی نہیں کرتا۔ (تفسیر مظہری، سورہ نساء، لاہور)

2892 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، وَغَيْرُهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، عَنْ

عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ امْرَأَةَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ سَعْدًا هَلَكَ وَتَرَكَ ابْنَتَيْنِ، وَسَاقَ نَحْوَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا هُوَ أَصَحُّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ آئی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے، انہوں نے دو بیٹیاں چھوڑی ہیں (اس کے راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

2893 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو حَسَّانَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، وَرَّثَ أُخْتًا وَابْنَةً، فَجَعَلَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا النِّصْفَ وَهُوَ بِالْيَمَنِ، وَنَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَيٌّ

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے (میت کی) بہن اور بیٹی کو وارث قرار دیا ہے، انہوں نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو نصف حصہ دیا تھا' یہ اس وقت کی بات ہے' جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں تھے اور اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے۔

بَابٌ فِي الْجَدَّةِ

باب: دادی (یا نانی) کا حکم

2894 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ خَرَشَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا؛ فَقَالَ: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِي سُنَّةِ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ، فَسَأَلَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، حَضَرْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؛ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَالَ: مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، فَقَالَ: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا كَانَ الْقَضَاءُ الَّذِي قُضِيَ بِهِ إِلَّا لِغَيْرِكِ، وَمَا أَنَا بِزَائِدٍ فِي الْفَرَائِضِ، وَلَكِنْ هُوَ ذَلِكَ السُّدُسُ، فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا، وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا

حضرت قبیصہ بن ذؤیب بیان کرتے ہیں: ایک دادی (یا نانی) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان سے اپنی وراثت کا مطالبہ کیا' تو انہوں نے فرمایا: تمہارے لیے اللہ کی کتاب میں کوئی حکم نہیں ہے اور تمہارے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی مجھے کسی چیز کا علم نہیں ہے، تم واپس چلی جاؤ، میں اس بارے میں لوگوں سے دریافت کروں

گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا: تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (یعنی ایک میت کی نانی یا دادی کو) چھٹا حصہ دیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی وہی بات بیان کی، جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی تھی، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس (نانی یا دادی) کے لیے یہ حصہ نافذ کر دیا۔

پھر ایک اور نانی (یا دادی) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان سے اپنی وراثت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارے لیے اللہ کی کتاب میں کوئی حصہ نہیں ہے اور جو فیصلہ دیا گیا تھا، وہ تمہارے علاوہ اور کے لیے تھا، (یعنی اگر تم نانی ہو، تو وہ دادی کے لیے تھا، یا اگر تم دادی ہو، تو وہ نانی کے لیے تھا) اور میں وراثت کے متعین حصوں میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا، تو تمہیں چھٹا حصہ مل جائے اور اگر تم دونوں اس میں شریک ہو جاتی ہو تو وہ تم دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا، ورنہ تم دونوں میں سے جو موجود ہو، وہ چھٹا حصہ اسے مل جائے گا۔

2895 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ أَبُو الْمُنِيبِ الْعَتَكِيُّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ، إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهَا أُمٌّ

ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی (یا نانی) کے لیے چھٹا حصہ مقرر کیا ہے، جبکہ ان سے پہلے ماں موجود نہ ہو۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ اگر میت کی ماں زندہ ہوگی تو اس کی وجہ سے میت کی جدہ محروم ہو جائے گی ہاں اگر میت کی ماں زندہ نہ ہوگی تو اس کے ترکہ میں سے جدہ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ یہاں جدہ کے عام معنی یعنی دادی اور نانی دونوں مراد ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ الْجَدِّ

باب: دادا کی میراث کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2896 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ ابْنِي مَاتَ، فَمَا لِي مِنْ مِيرَاثِهِ؟ فَقَالَ: لَكَ السُّدُسُ فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاهُ، فَقَالَ: لَكَ سُدُسٌ آخَرُ فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاهُ، فَقَالَ: إِنَّ السُّدُسَ الْآخَرَ طُعْمَةٌ قَالَ قَتَادَةُ: فَلَا يَدْرُونَ مَعَ أَيِّ شَيْءٍ وَرَّثَهُ، قَالَ: قَتَادَةُ: أَقَلُّ شَيْءٍ وَرِثَ الْجَدُّ السُّدُسُ

2905- اسناده ضعيف. عوسجة- وهو مولى ابن عباس- قال البخاري: لم يصح حديثه، وقال غير واحد من الائمة: ليس بمشهور، ولم يروعنه غير عمرو بن دينار، وذكر العقيلي في "الضعفاء" 4143/، وقال: لا يتابع على حديثه هذا، وقال الذهبي: لا يعرف. حماد: هو ابن سلمة. واخرجه ابن ماجه (2741)، والترمذي (2238)، والنسائي في "الكبرى" (6376) و (6377) من طرق عن عمرو بن دينار، به. وقال الترمذي: حديث حسن، وهو في "مسند احمد" (1930).

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی میرے پوتے کا انتقال ہوگیا ہے اس کی وراثت میں سے مجھے کیا ملے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں چھٹا حصہ ملے گا، جب وہ واپس چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا اور فرمایا، تمہیں ایک اور چھٹا حصہ بھی ملے گا جب وہ واپس چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلوایا اور فرمایا: تمہیں ایک اور چھٹا حصہ تحفے کے طور پر ملے گا۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: لوگوں کو یہ پتہ نہیں چل سکا، کہ کون سی چیز نے اسے وارث قرار دیا تھا؟

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: دادا کا کم از کم حصّہ، چھٹا حصہ ہوگا۔

میراث میں دادا کے لیے چھٹا حصہ ہونے کا بیان

یہ آخر کا چھٹا حصہ تمہارا رزق ہے کا مطلب یہ ہے کہ پہلا چھٹا حصہ تو تمہارے ذی فرض ہونے کی وجہ سے تمہیں ملا اور یہ دوسرا چھٹا تمہارے عصبہ ہونے کی حیثیت سے تمہیں ملا ہے اس طرح اس شخص کو گویا کل ترکہ میں سے تہائی ملا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکبارگی اسے تہائی نہیں دیا تا کہ وہ یہ گمان نہ کرلے کہ پوتے کے ترکہ میں سے دادا کا حصہ ذی فرض ہونے کی حیثیت سے تہائی ہی ہوتا ہے۔ یہ تو حدیث کی وضاحت تھی اب مسئلہ کی نوعیت سمجھئے جو یہ تھی کہ ایک شخص کا انتقال ہوا جس کے وارثوں میں دو بیٹیاں تھیں اور ایک یہ سائل یعنی دادا تھا چنانچہ میت کے ترکہ میں سے اس کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی ملا باقی ایک تہائی میں سے آدھا یعنی کل ترکہ کا چھٹا حصہ تو دادا کو ذی فرض ہونے کی حیثیت سے ملا اور جو آدھا یعنی کل ترکہ کا چھٹا بچا وہ بھی دادا ہی کو عصبہ ہونیکی وجہ سے مل گیا گویا ترکہ کی تقسیم یوں ہوئی۔

2897 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ: أَيُّكُمْ يَعْلَمُ مَا وَرَّثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَدَّ؟ فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ: أَنَا، وَرَّثَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّدُسَ، قَالَ: مَعَ مَنْ؟ قَالَ: لَا أَدْرِي، قَالَ: لَا دَرَيْتَ، فَمَا تُغْنِي إِذًا؟

حسن بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کون یہ جانتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دادا کو کتنا حصہ دیا تھا؟ تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں (جانتا ہوں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھٹے حصے کا وارث قرار دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، کس کے ساتھ؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے نہیں معلوم' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں پوری بات پتہ نہیں ہے، پھر تو یہ فائدہ نہیں دے گی۔

پوتے کی وراثت سے متعلق مختلف ابحاث کا بیان

یہاں پر ہم بعض لوگوں کی مختلف آراء کو ذکر کر رہے ہیں۔ میت کے ترکہ میں چھ بنیادی وارث ایسے ہیں جو کسی بھی فقہی مسلک کے تحت محجوب الارث یعنی وراثت سے محروم نہیں ہوسکتے یہ ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، خاوند اور بیوی ہیں کیونکہ ان کا تعلق براہِ راست میت سے ہوتا ہے۔ باقی تمام قسم کے ورثاء کسی واسطے سے رشتہ رکھتے ہیں اُس واسطے کی زندگی میں وہ ویسے وارث نہیں بن سکتے مثلاً باپ کی زندگی میں باپ کا باپ یعنی دادا اور بیٹے کی موجودگی میں بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا وراثت میں حصہ نہیں پاسکتے۔ اگر بنیادی ورثاء

زندہ نہ ہوں تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو بالواسطہ رشتہ رکھنے والے تمام ورثاء برابر کے درجے کے ہوں گے یا ان میں درجوں کا فرق ہوگا یعنی بعض کم واسطوں سے اور بعض زیادہ واسطوں سے میت سے رشتہ رکھتے ہوں گے ایسی صورت میں زیادہ قریبی کو مقدم کیا جائے گا اور صلبی اولاد کی عدم موجودگی میں اولاد کی اولاد کو شریعت کے مطابق ورثہ ملے گا، مگر جب صلبی اولاد میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو تو اس صورت میں اہل سنت کے نزدیک صرف پوتوں اور پوتیوں کو اولاد کا قائم مقام سمجھا جائے گا مگر امامیہ (شیعہ حضرات) کے نزدیک پوتوں اور پوتیوں کے علاوہ بیٹیوں کی اولاد یعنی نواسوں اور نواسیوں کو بھی لیا جائے گا۔

اس قائم مقامی کی تعبیر میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک قائم مقام کو اصل مورث کی طرح قرار دیا جائے گا مثلاً باپ کی عدم موجودگی میں دادا کو باپ تصور کیا جائے گا۔ ماں کی عدم موجودگی میں نانی کو ماں سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اولاد کی عدم موجودگی میں پوتوں اور پوتیوں کو اولاد سمجھ کر جائیداد حسب قواعد شرعی تقسیم کر دی جائے گی، لیکن امامیہ (اہل تشیع) کے نزدیک اولاد کی عدم موجودگی میں اولاد کی اولاد اپنے باپ یا ماں کی نمائندہ سمجھی جائے گی اور جائیداد ان میں علیٰ لنسب تقسیم ہوگی۔ اس اختلاف کی وضاحت حسب ذیل خاندان کی مثال سے کی جا سکتی ہے۔

مثال: جد امجد (ایک دادا) ہے جس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے جن کی اولاد میں ایک بیٹے کے دو بیٹے، دوسرے بیٹے کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی جبکہ جد کی بیٹی کی اولاد ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔

فرض کیجیے جد امجد کی زندگی میں اُس کا ایک بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو اس صورت میں بالاتفاق جائیداد کے وارث صرف اس کا بیٹا اور بیٹی ہوں گے اس کا ایک بیٹا جو فوت ہوا ہے اس کی اولاد یعنی دادا کے پوتے اور پوتیاں دادا کی جائیداد کے اس حصے سے محروم ہو جائیں گی جو اگر ان کا باپ زندہ ہوتا تو اُسے ملتا اور جائیداد کے وارث جد (دادا) کا بیٹا اور بیٹی جو زندہ ہیں وہی ہوں گے اگر جد کی اولاد میں تینوں ہی فوت ہو جائیں تو اہل سنت کے مطابق پوتوں اور پوتیوں کو جد (دادا) کی اولاد سمجھ لیا جائے گا تو ان کے لیے شرعی قواعد کے مطابق مرد کے دو حصے اور عورت کا ایک حصہ کے تناسب سے (جو دو بیٹوں کی اولاد کے لیے جو تین بیٹوں اور ایک بیٹی پر مشتمل ہے) کل سات حصے بنیں گے ہر لڑکا 2/7 اور لڑکی 1/7 حصہ لے گی مگر فقہ جعفریہ مسلکِ اہل تشیع کی رو سے پہلے جد کے دو بیٹوں اور ایک بیٹی کے حصے نکالے جائیں گے جو علی الترتیب 2/5، 2/5 اور 1/5 ہوں گے پھر ہر ایک کا حصہ اس کی اولاد میں مرد کو عورت سے دوگنا کے اصول پر تقسیم کیا جائے گا۔۔۔۔ اب تک جو بیان کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یتیم پوتا اقربیت (قریبی ہونے) کے تشریحی اختلافات کی وجہ سے محروم وراثت ہو رہا ہے۔ یتیم پوتوں کی میراث کے احکام کے لئے ان احادیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

1۔ اصحاب الفرائض کو دینے کے بعد جو کچھ بچے وہ قریب ترین مرد کو دے دو۔

2۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ بیٹوں کی اولاد بیٹوں ہی کے حکم میں ہے، جبکہ ان کے علاوہ میت کا اور کوئی بیٹا موجود نہ ہو ان میں لڑکے لڑکوں کی طرح اور لڑکیاں لڑکیوں کی طرح میراث پائیں گی۔ (صحیح بخاری)

3۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک میت جس کے وارث اس کی بیٹی، پوتی اور بہن تھے ترکے کی تقسیم کے سوال

پر سائل کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو انہوں نے بیٹی کو نصف، پوتی کو 1/6 اور بہن کو بقایا 1/3 دلایا اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے مسئلہ میں یہی فیصلہ دیا تھا۔

جہاں تک محجوب الارث یتیموں کے مستقبل کی حفاظت کے لئے ان کو اُن کے دادا کی جائیداد سے حصہ دلانے کے لئے کوئی قانونی ذریعہ مہیا کرنے کا تعلق ہے یہ مقصد خلاف اسلام نہیں ہوسکتا اور کوئی بھی ذی شعور شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یتیم پوتے کو کچھ دلانے کا ذریعہ پیدا کرنا اسلامی احکامات کے خلاف ہے اگر کوئی سمجھتا ہے کہ اپنے باپ کی عدم موجودگی میں پوتا دادا کے لئے اقرب نہیں ہے تو یتیموں کے تحفظ اور بہبود کے لئے جواز روئے قرآن ضروری ہے حکومت اس سلسلے میں وصیت واجبہ اور نفقات کا قانون نافذ کرے۔ایسی خاص صورتوں میں جبکہ دادا نہ تو زندگی میں کچھ دے سکا اور نہ ہی وصیت کر سکا تو ایسی صورت میں مصری قانون کی طرح وصیت واجب کے نفاذ کا اختیار عدالت کو دیا جائے۔ بہر حال ہمارے ملک پاکستان میں مسلم فیملی لاء آرڈیننس نمبر VIII مجریہ 1961ء کی دفعہ 4 کے تحت دادا کی وفات کے بعد موروثی اولاد باپ کے حصہ کے مطابق دادا کے ترکہ میں سے حصہ لینے کا حق رکھتی ہے۔(Pesh.27PLD 1985)

دفعہ ہذا کے احکام کا مقصد ان پوتے اور پوتیوں کو تکالیف سے نجات دلانا ہے جن کے والدین دادا کی وفات سے پہلے وفات پاچکے ہوں۔ایسی اولاد کو ترکہ کے حصہ سے باہر نہیں کیا جاسکتا(Sc J 841NLR 1990)۔آرڈیننس کی دفعہ 4 کے احکام اسلامی احکامات یا اصولوں سے متصادم نہیں ہیں بلکہ اسلامی احکامات سے ہم آہنگ ہیں(YLR 12012004)اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یتیم پوتے کو دیا جانے والا حصہ اس کے باپ کی جانب سے دیا جانے والا حصہ نہیں بلکہ اسے دیا جانے والا حصہ اُسی کا ہے، کیونکہ باپ کی وفات کے بعد دادا کے لئے اقرب (قریبی) کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔۔۔قرآن حکیم نے یتیموں کے حقوق کے متعلق جو احکامات دیئے ہیں انہیں سن کر دل دہل جاتا ہے۔ملاحظہ کیجئے۔

اگر تقسیم وراثت کے موقع پر غیر وارث رشتہ دار اور یتیم اور محتاج موجود ہوں تو اس میں سے کچھ انہیں بھی دے دو اور ان سے نیک بات کہو(النساء4:8)

اور لوگوں کو ڈرنا چاہئے اگر وہ اپنے پیچھے ناتواں بچے چھوڑ جاتے تو مرتے وقت کتنے خوفزدہ ہوتے لہٰذا انہیں (یتیموں کے بارے میں) اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور ان سے سیدھی بات کہنی چاہئے(النساء4:9)

بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جاگریں گے۔(النساء4:10)

مفسرین کے نزدیک بھی اولاد کی عدم موجودگی میں بیٹے کی اولاد یعنی پوتے بھی اولاد کے حکم میں ہیں۔(فتح القدیر، ابن کثیر)

اللہ کریم ہماری درست سمت میں رہنمائی فرمائے۔

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ

موجودہ دور میں وراثت کے متعلق جس مسئلے کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے وہ میت کی اپنی حقیقی اولاد کے ہوتے ہوئے یتیم پوتے

پوتی اور نواسے نواسی کی میراث کا مسئلہ ہے۔ اس کی بے چارگی اور محتاجی کو بنیاد بنا کر اسے بہت اچھالا گیا ہے، حالانکہ اس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر بیسویں صدی تک کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ دادا یا نانا کے انتقال پر اگر اس کا بیٹا موجود ہو تو اس کے دوسرے مرحوم بیٹے یا بیٹی کی اولاد کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

اس مسئلے میں نہ صرف مشہور فقہی مذاہب، حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نیز شیعہ، امامیہ، زیدیہ اور ظاہریہ سب متفق ہیں بلکہ غیر معروف ائمہ وفقہا کا بھی اس کے خلاف کوئی قول منقول نہیں، البتہ حکومت پاکستان نے 1961ء میں مارشل لاء کا ایک آرڈیننس جاری کیا، جس کے تحت یہ قانون نافذ کر دیا گیا کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اپنے پیچھے ایسے لڑکے یا لڑکی کی اولاد چھوڑ جائے جس نے اس کی زندگی میں وفات پائی ہو تو مرحوم یا مرحومہ کی اولاد دیگر بیٹوں کی موجودگی میں اس حصے کو پانے کی حقدار ہوگی جو ان کے باپ یا ماں کو ملتا، اگر وہ اس شخص کی وفات کے وقت زندہ ہوتے۔

پاکستان میں اس قانون کے خلاف شریعت ہونے کے متعلق عظیم اکثریت نے دوٹوک فیصلہ کر دیا تھا کہ یہ قانون امت مسلمہ کے اجتماعی نقطہ نظر کے خلاف ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ

''اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری اولاد کے متعلق حکم دیتا ہے۔ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر ہے۔'' النساء4:11

اس آیت کریمہ میں لفظ اولاد، ولد کی جمع ہے جو جنے ہوئے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں لفظ ولد دو طرح سے مستعمل ہے:

1۔ حقیقی، جو بلا واسطہ جنا ہوا ہو، یعنی بیٹا اور بیٹی۔

2۔ مجازی، جو کسی واسطے سے جنا ہوا ہو، یعنی پوتا اور پوتی۔

بیٹیوں کی اولاد، یعنی نواسی اور نواسے اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہی نہیں ہیں کیونکہ نسب باپ سے ملتا ہے۔ اس بنا پر نواسا اور نواسی لفظ ولد کی تعریف میں شامل نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک حقیقی معنی کا وجود ہو گا مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں ہے، یعنی لفظ ولد کے حقیقی معنی بیٹے اور بیٹی کی موجودگی میں پوتا اور پوتی مراد نہیں لیے جا سکتے، لہٰذا آیت کریمہ کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حقیقی بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے پوتی کا کوئی حق نہیں ہے، خواہ وہ پوتا پوتی زندہ بیٹے سے ہوں یا مرحوم بیٹے سے۔

اس کے متعلق امام جصاص اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''امت کے اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد میں صرف اولاد مراد ہے اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ پوتا، حقیقی بیٹے کے ساتھ اس میں شامل نہیں ہے اور نہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر حقیقی بیٹا موجود نہ ہو تو اس سے مراد بیٹوں کی اولاد ہے بیٹیوں کی نہیں، لہٰذا یہ لفظ صلبی اولاد کے لیے ہے اور جب صلبی نہ ہو تو بیٹے کی اولاد اس میں شامل ہے۔

(أحکام القرآن:2/96)

اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

ترجمہ

''وراثت کے مقررہ حصے ان کے حقداروں کو دو، پھر جو بچ جائے وہ میت کے سب سے زیادہ قریبی مذکر کے لیے ہے۔''

(صحیح البخاری، الفرائض، باب میراث الولد من أبیہ وأمّہ، حدیث:6732)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقررہ حصہ لینے والوں کے بعد وہ وارث ہوگا جو میت سے قریب تر ہوگا، چنانچہ بیٹا، درجے کے اعتبار سے پوتے کی نسبت قریب تر ہے، اس لیے پوتے کے مقابلے میں بیٹا وارث ہوگا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرمایا کہ پوتا بیٹے کی موجودگی میں وارث نہیں ہوگا۔ اس پر امام بخاری نے بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

ترجمہ

''پوتے کی وراثت جبکہ بیٹا موجود نہ ہو۔'' (صحیح البخاری، الفرائض، باب:7)

شریعت نے وراثت کے سلسلے میں الأقرب فالأقرب کے قانون کو پسند کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ

''ہر ایک کے لیے ہم نے اس ترکے کے وارث بنائے ہیں جسے والدین اور قریب تر رشتہ دار چھوڑ جائیں۔'' (النساء4:33)

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور والا رشتہ دار محروم ہوگا، لہٰذا بیٹے کی موجودگی میں پوتا وراثت سے حصہ نہیں پائے گا۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام نے وراثت کے سلسلے میں رشتہ داروں کے فقر و احتیاج اور ان کی بے چارگی کو بنیاد نہیں بنایا جیسے کہ یتیم پوتے کے متعلق اس قسم کا تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ مستقبل میں مالی معاملات کے متعلق ان کی ذمہ داری کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اگر اس سلسلے میں کسی کا محتاج اور بے بس ہونا بنیاد ہوتا تو لڑکی کو لڑکے کے مقابلے میں دوگنا حصہ ملنا چاہیے تھا کیونکہ لڑکے کے مقابلے میں لڑکی مال و دولت کی زیادہ حاجت مند ہے اور اس کی بے چارگی کے سبب میت کے مال میں اسے زیادہ حقدار قرار دیا جانا چاہیے تھا، جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ وراثت میں حاجت مندی، عدم کسب معاش یا بے چارگی قطعاً ملحوظ نہیں ہے۔

البتہ اسلام نے اس مسئلے کا حل یوں نکالا ہے کہ مرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے یتیم پوتے، پوتیوں، نواسے، نواسیوں اور دیگر غیر وارث حاجت مند رشتہ داروں کے حق میں مرنے سے پہلے اپنے ترکے سے کی وصیت کر جائے۔ اگر کوئی یتیم پوتے پوتیوں کے موجود ہوتے ہوئے دیگر غیر وارث افراد یا کسی خیراتی ادارے کے لیے وصیت کرتا ہے تو حاکم وقت کو اختیار ہونا چاہیے کہ وہ اسے ان کے حق میں کالعدم قرار دے کر حاجت مند یتیم پوتے، پوتیوں کے حق میں اس وصیت کو نافذ قرار دے۔ ہاں اگر دادا نے اپنی زندگی میں یتیم پوتے پوتیوں کو بذریعہ ہبہ ترکے کا کچھ حصہ پہلے ہی دے دیا ہے تو اس صورت میں وصیت کو کالعدم قرار دینے کے بجائے اسے عملاً نافذ کر دیا جائے۔

بَابٌ فِي مِيرَاثِ الْعَصَبَةِ

باب: عصبہ کی میراث کا حکم

2898- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ - وَهَذَا حَدِيثُ مَخْلَدٍ وَهُوَ الْأَشْبَعُ - قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْسِمِ الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ، عَلَى كِتَابِ اللَّهِ فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى ذَكَرٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم کے مطابق، مال کو ذوی الفروض کے درمیان تقسیم کرو، ذوی الفروض جسے چھوڑ دے، وہ (میت کے) قریبی مرد رشتے دار کو ملے گا''۔

شرح

عصبہ وہ رشتہ دار ہیں جن کا کوئی خاص حصہ مقرر نہیں ہے، جب میت کا مال ذوی الفروض پر تقسیم ہو کر کچھ بچ رہے تو عصبات میں سے جو میت سے قریبی رشتہ رکھتا ہو حصہ پائے گا۔

ذوی الفروض اور عصبات میں اختلاف مذاہب اربعہ

1۔ باپ دادا کا دادی کے حاجب ہونے میں اختلاف: احناف، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک جدات صحیحہ کو ان کا میت کے ساتھ کوئی ذوی الفروض واسطہ محروم کر سکتا ہے یعنی ماں باپ دادا وغیرہ جبکہ حنابلہ کے راجح قول کے مطابق صرف ماں ہی جدات کو محروم کر سکتی ہے اور کوئی نہیں۔ پس ان کے نزدیک باپ دادا کی موجودگی میں ابوی جدات محروم نہیں ہوتیں اور باقی آئمہ کے نزدیک ہوتی ہیں۔

2۔ اخوہ مع الجد۔ احناف اور حنابلہ کے مفتی بہ اقوال کے مطابق جد کی موجودگی میں حقیقی اور علاتی بہن بھائی بھی محروم ہیں۔ شوافع و مالکیہ ان کو جد کے ساتھ شریک مانتے ہیں۔ اس کی تفصیل کیلئے اخوہ مع الجد کے باب کا مطالعہ بہتر رہے گا۔

3۔ مسئلہ مشترکہ میں اخیافی بھائیوں کی موجودگی میں حقیقی بھائی محروم ہوتے ہیں۔ اس میں حنابلہ اور احناف کے ہاں حقیقی بھائی حسب قاعدہ محروم ہوتے ہیں لیکن شوافع اور مالکیہ ان کو اخیافی بہن بھائیوں کے ساتھ ثلث میں اخیافیوں کے طریقے پر شریک کر دیتے ہیں۔

4۔ رد کے مسئلے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جن وارثوں کا حصہ از روئے شریعت مقرر ہے ان کو ان کا وہی حصہ دے دیا جائے اور جو بچ جائے وہ بیت المال میں رکھا جائے اور اسی پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری کا فتویٰ ہے لیکن دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان کا قول نہیں لیا اس لئے احناف اور حنابلہ رد کے قائل ہوئے تاہم بعد میں شوافع اور مالکیہ کے متاخرین نے بیت المال کا صحیح انتظام نہیں ہونے کی وجہ سے احناف کے طریقہ

پر رد کا فتویٰ دیا ہے۔

جو حضرات رد کے قائل ہیں ان کے ہاں پھر تین قول ہیں۔

الف۔ سوائے میاں / بیوی کے سب پر رد کیا جائے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

ب۔ میاں / بیوی پر بھی رد کیا جاسکتا ہے۔ یہ قول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے لیکن اس پر کسی کا عمل نہیں ہے۔

ج۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ چھ وارثوں کے سوا سارے ذوی الفروض پر رد کیا جائے اور وہ یہ ہیں۔ خاوند، بیوی، بیٹی کی موجودگی میں پوتی، حقیقی بہن کی موجودگی میں سوتیلی بہن، ماں کی موجودگی میں ماں کی اولاد، کسی بھی ذوی الفروض کی موجودگی میں دادی۔ اسی پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے۔

بَابٌ فِيْ مِيرَاثِ ذَوِي الْأَرْحَامِ

باب: ذوی الارحام کی میراث کا حکم

2899۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ بُدَيْلٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُحَيٍّ، عَنِ الْمِقْدَامِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيَّ وَرُبَّمَا قَالَ: إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَأَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، أَعْقِلُ لَهُ وَأَرِثُهُ، وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، يَعْقِلُ عَنْهُ وَيَرِثُهُ

❁❁ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص قرضہ یا بال بچے چھوڑ کر جائے گا، تو وہ میری طرف آئیں گے (بعض اوقات راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) اللہ اور اس کے رسول کی طرف آئیں گے اور جو شخص مال چھوڑ کر جائے گا، وہ اس کے ورثاء کو ملے گا، اور جس کا کوئی وارث نہ ہو، میں اس کا وارث ہوں، میں اس کی طرف سے دیت بھی ادا کروں گا اور اس کا وارث بھی بنوں گا اور جس کا کوئی وارث نہ ہو، ماموں اس کا وارث ہوتا ہے، وہ اس کی طرف سے دیت بھی ادا کرے گا اور اس کا وارث بھی بنے گا"

للذکر مثل حظ الانثیین کا آسان طریقہ

اس کی ضرورت عصبات اور ذوی الارحام میں آتی ہے اس کے لئے آسان طریقہ بتایا جاتا ہے اس آسان طریقے پر عمل سے صحیح مسئلہ بہت آسان ہو جاتا ہے۔

اس قرآنی قاعدے کے مطابق عصبات اور ذوی الارحام میں مرد اور عورتیں جمع ہونے کی صورت میں مرد کو عورت کے حصہ

2909- اسنادہ صحیح. عمرو بن عثمان: ھو ابن عفان الاموی، وعلی بن الحسین: ھو ابن علی بن ابی طالب، وسفیان: ھو ابن عیینۃ، ومسدد: ھو ابن مسرھد. واخرجہ البخاری (4283) و (6764)، ومسلم (1614)، وابن ماجہ (2729)، والترمذی (2239) و (2240)، والنسائی فی "الکبری" (6339-6347) و (6349) من طرق عن ابن شھاب الزھری، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (21747)، و"صحیح ابن حبان" (6033)

سے دگنا مال دیا جاتا ہے۔ اس میں عورت کا حصہ 1 فرض کیا جائے تو مرد کا 2 بن جائے گا۔ اب جتنی تعداد مردوں کی ہے اس کو 2 سے ضرب دی جائے اس میں عورتوں کی تعداد کو جمع کریں۔ دوسرے لفظوں میں مردوں سے بھی عورتیں بنائیں گویا کہ کل اتنی عورتیں موجود ہیں جن میں عصبات کے لئے موجود سہام تقسیم کرنے ہوں گے پس اگر وہ سہام اس مجموعہ پر قابل تقسیم ہو تو ہر عورت کے حصے میں جتنے سہام آئیں گے وہ ہر عورت کا حصہ اور اس کے دگنے سہام ہر مرد کا حصہ قرار پائے گا۔

اگر وہ سہام ان مفروضہ عورتوں کی تعداد پر ناقابل تقسیم ہو تو حسب قاعدہ نمبر 1 ذوی الفروض ورثاء کے ساتھ ان مفروضہ عورتوں کی تعداد کا ذواضعاف اقل معلوم کر کے سارے ورثاء کے سہام کو اس سے ضرب دے کر ان کی اپنی اپنی تعداد پر تقسیم کریں تو ہر وارث بشمول ان مفروضہ عورتوں کے فی کس سہام معلوم ہو جائیں گے۔ یاد رہے کہ اب کل سہام 24 نہیں بلکہ 24 اور اس ذو اضعاف اقل کا حاصل ضرب ہوگا۔ جتنے سہام 24 میں عصبات کے مفروضہ عورتوں کے لئے فی کس آئے ہیں وہ تو عورتوں کے ہوں گے اور ان سے دگنے ہر عصبہ مرد کے لئے ہوں گے۔

2900 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ بُدَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ، عَنِ الْمِقْدَامِ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيْعَةً فَإِلَيَّ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَأَنَا مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ أَرِثُ مَالَهُ وَأَفُكُّ عَانَهُ، وَالْخَالُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ يَرِثُ مَالَهُ وَيَفُكُّ عَانَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ عَائِذٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ، وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَاشِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَقُولُ الضَّيْعَةُ مَعْنَاهُ عِيَالٌ

❁❁ حضرت مقدام کندی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"میں ہر مومن کے لیے اس کی جان سے زیادہ قریب ہوں' تو جو شخص قرض چھوڑ کر جائے گا' یا بال بچے چھوڑ کر جائے گا' وہ میری طرف آئیں گے اور جو مال چھوڑ کر جائے گا' تو وہ اس کے ورثاء کو ملے گا' جس کا کوئی مولیٰ نہ ہو، میں اس کا مولیٰ ہوں' میں اس کے مال کا وارث بنوں گا، اور اس کی طرف سے قرض ادا کروں گا اور جس کا کوئی مولیٰ نہ ہو' اس کا ماموں مولیٰ ہوتا ہے، جو اس کے مال کا وارث بنتا ہے اور اس کا قرض ادا کرتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) لفظ ضیعۃ سے مراد بال بچے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2901 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَتِيقٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَنَا وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، أَفُكُّ عَانِيَهُ، وَأَرِثُ مَالَهُ. وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، يَفُكُّ عَانِيَهُ وَيَرِثُ مَالَهُ

صالح بن یحییٰ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت مقدم رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا میں وارث ہوں' میں اس کا قرض بھی ادا کروں گا اور اس کے مال کا وارث بھی بنوں گا اور جس کا کوئی وارث نہ ہو' تو ماموں اس کا وارث ہوتا ہے' جو اس کا قرض ادا کرتا ہے اور اس کے مال کا وارث بنتا ہے"

2902 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْيَانَ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ وَرْدَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ مَوْلًى لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَاتَ، وَتَرَكَ شَيْئًا وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا، وَلَا حَمِيمًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطُوا مِيرَاثَهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ قَرْيَتِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ سُفْيَانَ أَتَمُّ وَقَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ أَرْضِهِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَأَعْطُوهُ مِيرَاثَهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام فوت ہو گیا وہ کوئی مال چھوڑ کر مرا تھا' اس کی نہ تو کوئی اولاد تھی اور نہ ہی کوئی رشتے دار تھا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی وراثت کا مال' اس کی بستی کے رہنے والوں میں سے کسی شخص کو دے دو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔ مسدد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا یہاں اس کی سرزمین سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس کی وراثت اسے دے دو۔

2903 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ جِبْرِيلَ بْنِ أَحْمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي مِيرَاثَ رَجُلٍ مِنَ الْأَزْدِ، وَلَسْتُ أَجِدُ أَزْدِيًّا أَدْفَعُهُ إِلَيْهِ؟ قَالَ: اذْهَبْ فَالْتَمِسْ أَزْدِيًّا حَوْلًا قَالَ: فَأَتَاهُ بَعْدَ الْحَوْلِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمْ أَجِدْ أَزْدِيًّا أَدْفَعُهُ إِلَيْهِ؟ قَالَ: فَانْطَلِقْ فَانْظُرْ أَوَّلَ خُزَاعِيٍّ تَلْقَاهُ فَادْفَعْهُ إِلَيْهِ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: عَلَيَّ الرَّجُلَ فَلَمَّا جَاءَهُ، قَالَ: انْظُرْ كُبْرَ خُزَاعَةَ فَادْفَعْهُ إِلَيْهِ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے عرض کی: میرے پاس "ازد" قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی وراثت کا مال ہے، مجھے ازد قبیلے سے تعلق رکھنے والا کوئی ایسا شخص نہیں ملا' جس کے حوالے' میں اُسے کر سکوں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور ایک سال ازد قبیلے سے تعلق رکھنے والے کسی

شخص کو تلاش کرو، راوی بیان کرتے ہیں: ایک سال کے بعد وہ شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے ازد قبیلے سے تعلق رکھنے والا کوئی ایسا شخص نہیں ملا، جس کے سپرد میں وہ مال کرسکوں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور خزاعہ سے تعلق رکھنے والا' جو شخص تمہیں سب سے پہلے ملے' یہ اس کے حوالے کردو وہ شخص ابھی اٹھ کے گیا ہی تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس بلا کر لاؤ' جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خزاعہ کے کسی بڑے شخص کا جائزہ لینا اور اس کے حوالے یہ کر دینا۔

2904 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَسْوَدَ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ جِبْرِيلَ بْنِ أَحْمَرَ أَبِي بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنْ خُزَاعَةَ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيرَاثِهِ، فَقَالَ: الْتَمِسُوا لَهُ وَارِثًا، أَوْ ذَا رَحِمٍ، فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ وَارِثًا وَلَا ذَا رَحِمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطُوهُ الْكُبْرَ مِنْ خُزَاعَةَ وَقَالَ يَحْيَى: قَدْ سَمِعْتُهُ مَرَّةً يَقُولُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: انْظُرُوا أَكْبَرَ رَجُلٍ مِنْ خُزَاعَةَ

❀❀ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان کرتے ہیں: خزاعہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کی وراثت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لائی گئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے کسی وارث یا قریبی رشتے دار کو تلاش کرو، لوگوں کو اس کا کوئی وارث یا قریبی رشتے دار نہ ملا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ مال خزاعہ سے تعلق رکھنے والے کسی بڑے کو دے دو، ایک مرتبہ راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''خزاعہ'' سے تعلق رکھنے والے کسی بڑے شخص کو ڈھونڈو۔

2905 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَوْسَجَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا إِلَّا غُلَامًا لَهُ كَانَ أَعْتَقَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَهُ أَحَدٌ؟ قَالُوا: لَا إِلَّا غُلَامًا لَهُ كَانَ أَعْتَقَهُ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيرَاثَهُ لَهُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص کا انتقال ہوگیا' اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا صرف اس کا ایک غلام تھا' جسے اس نے آزاد کیا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا اس کا (کوئی رشتے دار) ہے؟

لوگوں نے جواب دیا: صرف ایک غلام ہے جسے اس نے آزاد کیا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے اس مرحوم کی وراثت غلام کو دے دی۔

بَابُ مِيرَاثِ ابْنِ الْمُلَاعَنَةِ

باب: لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث کا حکم

2906 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ رُؤْبَةَ التَّغْلِبِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ النَّصْرِيِّ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

الْمَرْاَةُ تُحْرِزُ ثَلَاثَةَ مَوَارِيثَ: عَتِيقَهَا، وَلَقِيطَهَا، وَوَلَدَهَا الَّذِي لَاعَنَتْ عَنْهُ

❁❁ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عورت تین طرح کی وراثت حاصل کرلیتی ہے، اپنے غلام کی، اپنے اس بچے کی، جو اسے کہیں سے ملا ہو اور اس بچے کی، جس کے بارے میں اس نے (شوہر سے) لعان کیا ہو''۔

شرح

اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کی" سے مراد یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے کسی غلام کو آزاد کیا اور وہ آزاد شدہ غلام اس حالت میں مرا کہ اس کا کوئی نسبی عصبہ نہیں تھا تو جس طرح ایک مرد اس صورت میں اپنے آزاد شدہ غلام کا وارث ہوتا ہے اسی طرح یہ عورت بھی اپنے اس آزاد شدہ غلام کی میراث پائیگی۔ دوسرے اپنے لقیط کی" سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی عورت نے کہیں راستہ میں پڑا ہوا کوئی بچہ پایا اور اسے پالا پوسا تو اب یہ عورت اس کی وارث ہوگی کہ اس لقیط کے مرنے کے بعد اس کی میراث پائیگی چنانچہ حضرت اسحق بن راہویہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن علماء کا یہ مسلک ہے کہ ملتقط (یعنی لقیط کو اٹھانیوالا) حق ولاء نہیں رکھتا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو عورت کسی بچہ کو اٹھالے اور اسے پالے پوسے تو وہ اس کی وارث نہیں ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد گرامی حدیث (لا ولاء لها الولا ولاء العتاقة) کے ذریعہ لقیط کے حق ولاء کو آزاد کرنیوالے کے ساتھ مختص کیا ہے چنانچہ ان علماء کے نزدیک یہ حکم کہ عورت اپنے لقیط کی وارث ہوتی ہے منسوخ ہے۔

البتہ قاضی نے اس حکم کا جو مطلب بیان کیا ہے اس کے پیش نظر اس کو منسوخ کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ لقیط کا چھوڑا ہوا مال واسباب بیت المال کا حق ہے ہاں جس عورت نے لقیط کو اٹھایا اور اسے پالا پوسا وہ دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں اس بات کی زیادہ مستحق اور اولی ہے کہ بیت المال کی طرف سے وہ مال جو اس لقیط نے چھوڑا ہے اس عورت پر صرف کیا جائے۔ لعان اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا ہے اس کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں ہے اور وہ اس کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے پر لعنت ملامت کریں اس کا تفصیلی ذکر ان شاء اللہ باب اللعان میں آئیگا لہذا جس بچہ کے پیدا ہونے میں لعان ہوا ہے۔

اس بچہ کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ وہ بچہ اور باپ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کیونکہ وارثت کا تعلق نسب سے ہوتا ہے جو اس صورت میں منتفی ہوتا ہے البتہ اس بچہ کا نسب چونکہ ماں سے ثابت ہوتا ہے اس لئے وہ بچہ اور ماں آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ ولد الزنا کا بھی یہی حکم ہے۔

2907 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ وَمُوسَى بْنُ عَامِرٍ، قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنَا مَكْحُولٌ قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيرَاثَ ابْنِ الْمُلَاعَنَةِ لِأُمِّهِ، وَلِوَرَثَتِهَا مِنْ بَعْدِهَا،

❁❁ مکحول رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث اس کی ماں کو اور اس کی ماں کے بعد اس کی ماں کے ورثاء کو دی تھی (یا مقرر کی تھی)۔

2908 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، أَخْبَرَنِي عِيسَى أَبُو مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ هَلْ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ؟

باب: کیا مسلمان کافر کا وارث بنے گا؟

2909 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بنتا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بنتا"

2910 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِي حَجَّتِهِ؟ قَالَ: وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيلٌ مَنْزِلًا؟ ثُمَّ قَالَ: نَحْنُ نَازِلُونَ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ - يَعْنِي الْمُحَصَّبَ - وَذَاكَ أَنَّ بَنِي كِنَانَةَ حَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلَى بَنِي هَاشِمٍ: أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ، وَلَا يُبَايِعُوهُمْ، وَلَا يُؤْوُوهُمْ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَالْخَيْفُ الْوَادِي

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں عرض کی: یارسول اللہ! کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں پڑاؤ کریں گے؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقع کی بات ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا عقیل نے ہمارے لیے صلی اللہ علیہ وسلم کوئی رہائش گاہ چھوڑی ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم بنوکنانہ کے خیف میں پڑاؤ کریں گے، جہاں قریش نے کفر پر ثابت قدم رہنے کی قسم اٹھائی تھی (یعنی معاہدہ کیا تھا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد "وادی خیف" تھی، اس کی وجہ یہ ہے: بنوکنانہ نے اس جگہ پر قریش سے یہ حلف لیا تھا، جو بنوہاشم کے خلاف تھا کہ وہ لوگ ان کے ساتھ نکاح نہیں کریں گے ان کے ساتھ خرید وفروخت نہیں کریں گے اور انہیں پناہ نہیں دیں گے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "خیف" ایک وادی ہے۔

2911 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"دو مختلف دینوں سے تعلق رکھنے والے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں بنتے ہیں"

2912 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَكِيمٍ الْوَاسِطِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، أَنَّ أَخَوَيْنِ، اخْتَصَمَا إِلَى يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ: يَهُودِيٌّ وَمُسْلِمٌ، فَوَرَّثَ الْمُسْلِمَ مِنْهُمَا، وَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، أَنَّ رَجُلًا، حَدَّثَهُ أَنَّ مُعَاذًا، حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ، فَوَرَّثَ الْمُسْلِمَ.

⊛⊛ عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں: دو آدمی ایک یہودی اور ایک مسلمان، یحییٰ بن یعمر کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئے، تو انہوں نے مسلمان کو وارث قرار دے دیا اور یہ بات بیان کی: ابو اسود نے مجھے یہ بات بتائی ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی تھی، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اسلام اضافہ کرتا ہے، کمی نہیں کرتا" تو انہوں نے مسلمان کو وارث قرار دیا۔

2913 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، أَنَّ مُعَاذًا، أُتِيَ بِمِيرَاثِ يَهُودِيٍّ وَارِثُهُ مُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ ابو اسود دیلی بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی کی وراثت کا مسئلہ لایا گیا، جس کا وارث ایک مسلمان بنتا تھا، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے حسب سابق حدیث منقول ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ أَسْلَمَ عَلَى مِيرَاثٍ

باب: جو میراث (کی تقسیم ہو جانے کے بعد) مسلمان ہوا ہو

2914 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ قَسْمٍ، قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلَى مَا قُسِمَ لَهُ، وَكُلُّ قَسْمٍ أَدْرَكَهُ الْإِسْلَامُ فَهُوَ عَلَى قَسْمِ الْإِسْلَامِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ہر وہ تقسیم جو زمانہ جاہلیت میں ہو چکی ہو، (وہ اس کے مطابق باقی رہے گی) اور جو اسلام کے آنے تک نہیں ہوئی تھی، وہ اسلامی قوانین کے مطابق ہوگی"۔

2912-اسنادہ ضعیف لابهام الرجل الذی حدث ابا الاسود - وهو ظالم بن عمرو الدؤلی - وقد اختلف فيه على عمرو بن ابی حکیم کما سیاتی. عبد الوارث: هو ابن سعيد، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البيهقى 6/254-255 من طريق مسدد، بهذا الاسناد. واخرجه الطيالسى (568)، وابن ابى شيبة 11/374، واحمد (22005)، وابن ابى عاصم فى "السنة" (954)، ووكيع فى "اخبار القضاة" 1/98-99، والطبرانى فى "الكبير" 20/(338)، والحاكم 4/345، والبيهقى 6/254، والجورقانى فى "الاباطيل" (550)

بَابٌ فِي الْوَلَاءِ

باب: ولاء کا بیان

ولاء کی لغوی تشریح کا بیان

ولاء عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "و، ل، ی" ہے ولی کا مطلب ہے دوست، مددگار، حلیف، قریبی، حامی اسی سے ولاء کا لفظ بنا ہے جس کا مطلب ہے دوستی، قربت، محبت، نصرت، حمایت۔ جب یہ لفظ ال کے اضافے کے ساتھ الولاء کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو یہ ایک شرعی اصطلاح بن جاتی ہے جس کا مطلب یہ واضح کرنا ہے کہ مومن آدمی کو کس کس سے دوستی اور محبت کرنی چاہیے۔ الولاء کا لفظ شرعی اصطلاح میں اس قدر جامع ہے کہ اردو کے کسی ایک لفظ کے ساتھ اس کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی مشکل ہے ہم نے اس کی ترجمانی کے لیے "دوستی" کا لفظ منتخب کیا ہے لیکن اس دوستی سے مراد وہ سرسری تعلقات نہیں جو عارضی مفادات یا بعض دیگر وقتی اسباب کے تابع ہوتے ہیں بلکہ اس دوستی سے مراد وہ قلبی تعلق ہے جو ہمیشہ قائم رہے اور جس میں دلی محبت اور وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہو سر سے خون کی ندیاں ہی کیوں نہ گزر جائیں لیکن اس دوستی میں ذرہ برابر فرق نہ آئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2387)

شہاب کہتے تھے کہ سنت جاری ہے اس بات پر جب غلام آزاد ہو جائے اس کا مال اسی کو ملے گا۔ امام مالک نے کہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ غلام اور مکاتب جب مفلس ہو جائیں تو ان کے مالک اور ام ولد لے لیں گے مگر اولاد کو نہ لیں گے کیونکہ اولاد غلام کا مالک نہیں ہے۔

امام مالک نے کہا ہے اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ غلام جب بیچا جائے اور خریدار اس کے مالک لینے کی شرط کرے تو اولاد اس میں داخل نہ ہوگی۔

امام مالک نے کہا ہے غلام اگر کسی کو زخمی کرے تو اس دیت میں وہ خود اور مال اس کا گرفت کیا جائے گا مگر اس کی اولاد سے مواخذہ نہ ہوگا۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1153)

یعنی ولاء کا معنی غلام یا لونڈی کا ترکہ جب وہ مر جائے تو اس کا آزاد کرنے والا اس کا وارث بنے۔ عرب میں غلام اور آقا کے اس تعلق کو بیع کرنے یا ہبہ کرنے کا رواج تھا۔ شارع نے اس سے منع کر دیا۔ اس لیے کہ ولاء نسب کی طرح ہے جو کسی طور بھی زائل نہیں ہو سکتا۔ اس پر تمام فقہاء عراق اور حجاز کا اتفاق ہے۔ (حاشیہ، بخاری، کتاب العتاق)

علامہ ابن مازہ بخاری حنفی علیہ الرحمہ ولاء سے متعلق لکھتے ہیں۔

فرع في الأصل على ما إذا مات المعتق عن ابنين فقال: لو مات الابنان ولأحدهما ابن وللآخر ابنان ثم مات المعتق فميراث المعتق بينهم؛ لأن الولاء لم يصر ميراثاً بين ابن المعتق بل هو باق

لى المعتق على حاله، ثم يخلفه فيه أقرب عصبة على ما ذكرنا، وهؤلاء في القرب إليه على السواء

(محیط برہانی، ج ۴، ص ۱۷۶، بیروت)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مال کا وارث ہوتا ہے وہ ولاء کا بھی وارث ہوتا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 290)

آزاد شدہ غلام کے مال کو ولاء کہتے ہیں لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مثلاً زید کا باپ مر گیا پھر اس کے بعد اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام یا اس کے باپ کا آزاد کردہ غلام مرا تو اب یہ شخص یعنی زید اس کے مال کا وارث ہوگا کیونکہ جس طرح یہ اپنے باپ کی دیگر املاک کا وارث ہوتا ہے اسی طرح اپنے باپ کے ولاء کا بھی وارث ہے لیکن یہ حکم صرف عصبہ کے ساتھ مخصوص ہے یعنی جو عصبہ وارث مثلاً بیٹا بنفسہ ہونے کی حیثیت سے میت کے مال کا وارث ہوتا ہے وہی عصبہ ولاء کا وارث ہوگا لہٰذا آزاد کرنیوالے کی بیٹی اپنے باپ کے ولاء کی وارث نہیں ہوگی کیونکہ اگرچہ وہ اپنے باپ کے مال کی وارث ہوتی ہے مگر عصبہ نہیں ہوتی بلکہ عصبہ بنفسہ تو صرف مرد ہوتے ہیں عورتیں عصبہ بنفسہ نہیں ہوتیں ہاں عورت ایسے آزاد شدہ غلام کے مال کی تو وارث ہوتی ہے جسے اس نے خود آزاد کیا ہو یا اس کو اس کے آزاد کردہ غلام نے آزاد کیا ہو۔

2915 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: قُرِءَ عَلَى مَالِكٍ، وَأَنَا حَاضِرٌ، قَالَ مَالِكٌ: عَرَضَ عَلَيَّ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تُعْتِقُهَا، فَقَالَ: أَهْلُهَا نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ ذَاكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات نقل کی ہے: انہوں نے ایک کنیز خرید کر اسے آزاد کرنے کا ارادہ کیا، تو اس کے مالکان نے یہ کہا: ہم اسے اس شرط پر فروخت کریں گے کہ اس کی ولاء کا حق ہمارے پاس ہوگا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ چیز تمہیں اس سے نہ روکے، کیونکہ ولاء کا حق آزاد کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔

2916 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْطَى الثَّمَنَ وَوَلِيَ النِّعْمَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ولاء کا حق اسے حاصل ہوتا ہے، جو قیمت ادا کرتا ہے اور نعمت کا ولی بنتا ہے (یعنی آزاد کرتا ہے)"۔

2917 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رِئَابَ بْنَ حُذَيْفَةَ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَوَلَدَتْ لَهُ ثَلَاثَةَ غِلْمَةٍ فَمَاتَتْ أُمُّهُمْ فَوَرَّثُوهَا رِبَاعَهَا، وَوَلَاءَ مَوَالِيهَا، وَكَانَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ عَصَبَةَ بَنِيهَا، فَأَخْرَجَهُمْ إِلَى الشَّامِ فَمَاتُوا، فَقَدِمَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، وَمَاتَ مَوْلًى لَهَا وَتَرَكَ مَالًا لَهُ، فَخَاصَمَهُ إِخْوَتُهَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ عُمَرُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَحْرَزَ الْوَلَدُ أَوِ الْوَالِدُ فَهُوَ لِعَصَبَتِهِ مَنْ كَانَ قَالَ: فَكَتَبَ لَهُ كِتَابًا فِيهِ شَهَادَةُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَرَجُلٍ آخَرَ. فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عَبْدُ الْمَلِكِ اخْتَصَمُوا إِلَى هِشَامِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ - أَوْ إِلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ هِشَامٍ - فَرَفَعَهُمْ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ فَقَالَ: هَذَا مِنَ الْقَضَاءِ الَّذِي مَا كُنْتُ أَرَاهُ قَالَ: فَقَضَى لَنَا بِكِتَابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَنَحْنُ فِيهِ إِلَى السَّاعَةِ

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: رباب بن حذیفہ نے ایک خاتون کے ساتھ شادی کرلی، اس نے ان کے تین بچوں کو جنم دیا، ان بچوں کی ماں کا انتقال ہو گیا، وہ بچے اس خاتون کی زمین اور اس کے غلاموں کی ولاء کے وارث بن گئے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس خاتون کے بچوں کے عصبہ تھے، وہ ان بچوں کو لے کر شام چلے گئے، ان بچوں کا انتقال ہو گیا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آئے، اس دوران اس عورت کے ایک غلام کا بھی انتقال ہو چکا تھا اور وہ بھی مال چھوڑ کر گیا تھا، تو اس خاتون کے بھائیوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں جھگڑا کیا، یہ معاملہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

"بیٹا یا باپ جو بھی مال جمع کرتا ہے، وہ اس کے عصبہ کو ملتا ہے، خواہ وہ جو کوئی بھی ہو"

پھر انہوں نے اس فیصلے کی ایک تحریر لکھوائی، جس میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ایک اور آدمی کی گواہی بھی نقل ہوئی۔ جب عبدالملک خلیفہ بنا تو عورت کے بھائیوں نے ہشام بن اسماعیل (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اسماعیل بن ہشام کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا، اس نے انہیں عبدالملک کے پاس بھیج دیا، تو عبدالملک نے کہا: یہ تو وہی فیصلہ ہے، جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ میں اسے پہلے بھی دے چکا ہوں، تو اس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تحریر کے مطابق ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا، اور آج تک وہ سارا مال ہمارے پاس ہی ہے۔

ولاء سے متعلق حکم میراث کا بیان

ایک شخص عاقل بالغ کسی کے ہاتھ پر مشرف با سلام ہوا اس نومسلم نے اس سے یا کسی دوسرے سے موالاۃ کی یعنی یہ کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو میرا وارث تو ہے اور مجھ سے کوئی جنایت ہو تو دیت تجھے دینی ہوگی اس نے قبول کرلیا یہ موالاۃ صحیح ہے اس کا نام مولی الموالاۃ ہے اور دونوں جانب سے بھی موالاۃ ہو سکتی ہے یعنی ہر ایک دوسرے سے کہے کہ تو میرا وارث ہوگا اور میری جنایت کی دیت دے گا اور دوسرا قبول کرے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ مولی عرب میں سے نہ ہو۔

جب نابالغ مشرف باسلام ہوا اور اس نے موالاۃ کی یہ نا جائز ہے اگرچہ اپنے باپ یا وصی کی اجازت سے کی ہو اور بالغ، عاقل

نے نابالغ عاقل سے موالاۃ کی اور اس کے باپ یا وصی نے اجازت دے دی ہو تو موالاۃ جائز ہے۔ یونہی اگر غلام نے موالاۃ کی تو اس کے مولی کی اجازت پر موقوف ہے وہ جائز کر دے گا جائز ہوگی ورنہ نہیں۔ (درمختار، ردالمحتار)

جس شخص سے اس نے موالاۃ کی ہے اب یہ (مولیٰ اسفل) اس ولا کو فسخ کرنا چاہتا ہے تو اس کی موجودگی میں فسخ کر سکتا ہے یعنی اس کو علم ہو جانا ضروری ہے کیونکہ یہ عقد غیر لازم ہے تنہا فسخ کر سکتا ہے دوسرے کی رضامندی ضروری نہیں اور اگر دوسرے سے موالاۃ کر لی تو پہلی موالاۃ فسخ ہوگئی اس میں علم کی ضرورت نہیں کہ دوسرے سے عقد کرنے ہی سے پہلی موالاۃ خود بخود فسخ ہوگئی مگر شرط یہ ہے کہ اس نے اس کی طرف سے دیت ادا نہ کی ہو اور اگر اس نے کسی معاملہ میں دیت دے دی ہے تو اب نہ فسخ کر سکتا ہے نہ دوسرے سے موالاۃ کر سکتا ہے بلکہ اس کی اولاد کی طرف سے بھی اگر اس نے دیت دے دی جب بھی فسخ نہیں کر سکتا نہ دوسرے سے موالاۃ کر سکتا ہے۔ موالاۃ کرنے کے وقت جو اس کے نابالغ بچے ہیں یا اس عقد کے بعد جو پیدا ہوئے سب اس ولا میں داخل ہیں بالغ اولادوں سے اس عقد کا تعلق نہیں یعنی یہ دوسرے سے موالاۃ کر سکتے ہیں۔ (ردالمحتار)

مولیٰ العتاقہ یعنی وہ غلام جسے مولیٰ (مالک) نے آزاد کر دیا ہے وہ دوسرے سے موالاۃ نہیں کر سکتا۔ موالاۃ کا یہ حکم ہے کہ اگر جنایت کرے تو دیت لازم ہوگی اور ان میں سے کوئی مرجائے تو دوسرا وارث ہو جاتا ہے مگر اس کا مرتبہ تمام وارثوں سے موخر ہے جب کوئی وارث نہ ہو یعنی ذوی الارحام بھی نہ ہو تو یہ وارث ہوگا۔ (ہدایہ)

عورت نے موالاۃ کی یا موالاۃ کا اقرار کیا اور اس کے ساتھ کوئی بچہ مجہول النسب ہے یا موالاۃ کے بعد پیدا ہوا یہ بچہ بھی عقد موالاۃ کے حکم میں داخل ہے۔ مرد نے اسلام قبول کر کے ایک شخص سے موالاۃ کی اور عورت نے اسلام لا کر دوسرے سے موالاۃ کی تو ان دونوں سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کا تعلق باپ کے مولیٰ سے ہوگا ماں کے مولیٰ سے نہیں ہوگا۔ (عالمگیری)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ عَلَى يَدَيِ الرَّجُلِ

باب: ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا

2918 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ابْنُ حَمْزَةَ - عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَوْهَبٍ، يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، قَالَ هِشَامٌ: عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَقَالَ يَزِيدُ: إِنَّ تَمِيمًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا السُّنَّةُ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ عَلَى يَدَيِ الرَّجُلِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهِ

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! جب کوئی شخص کسی دوسرے مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا ہے، تو اس کے بارے میں سنت کیا ہوگی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ اس کی زندگی اور موت (ہر عالم میں) دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہوگا"۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الْوَلَاءِ

باب: ولاء کو فروخت کرنا

2910 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ، وَعَنْ هِبَتِهِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو فروخت کرنے یا اسے ہبہ کرنے سے منع کیا ہے۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ایک دن بریرہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے نو اوقیہ پر اس شرط کے ساتھ مکاتبت کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ ادا کیا کروں گی لہذا آپ میری مدد کیجئے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ یہ سن کر میں نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو یہ پسند ہو کہ میں سب کے سب اوقیے ایک ہی مرتبہ میں انہیں دے دوں اور پھر تمہیں آزاد کردوں تو ایسا کرسکتی ہوں لیکن اس صورت میں حق ولاء مجھے حاصل ہوگا بریرہ یہ سن کر اپنے مالکوں کے پاس گئی اور ان کے سامنے یہ صورت رکھی مگر انہوں نے اسے نامنظور کر دیا اور کہا کہ ہم صرف اس شرط کے ساتھ تجھے بیچ سکتے ہیں کہ حق ولاء ہمیں حاصل ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کہ تم اسے لے کر آزاد کردو اس کا حق ولاء تمہیں ہی حاصل ہوگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے یعنی مشروع نہیں ہیں جو شرط کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ باطل ہے اگرچہ وہ سو شرطیں ہوں (یعنی جو شرط ناجائز ونامشروع ہے اسے چاہے کوئی سو بار ہی کیوں نہ عائد کرے وہ باطل ہی رہے گی اور اس کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی)۔ اور اللہ ہی کا حکم سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کی شرط سب سے زیادہ مضبوط ہے یعنی بیع وشراء کے معاملات میں اللہ نے جو احکام دیئے ہیں بہر صورت ان ہی کی تعمیل ضروری ہے اور اللہ نے جو شرائط مقرر کی ہیں صرف انہی کا لحاظ ضروری ہے اپنی طرف سے عائد کردہ کوئی شرط بھی قابل عمل نہیں ہوگی جان لو حق ولاء اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو آزاد کرے۔

(بخاری مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 103)

مکاتبت غلام اور اس کے مالک کے درمیان ایک خاص نوعیت کے معاہدہ کا اصطلاحی نام ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ غلام کا مالک اسے اس شرط پر آزاد کرتا ہے کہ روپیہ کی اتنی مقدار اتنی مدت میں دینی ہوگی غلام اسے قبول ومنظور کر لیتا ہے چنانچہ غلام اگر روپیہ کی وہ مقدار اس متعینہ مدت میں ادا کر لیتا ہے تو اپنے مالک کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اگر وہ مقدار ادا نہیں کر پاتا تو پھر جوں کا توں اس کی غلامی میں رہتا ہے اس معاملہ کو مکاتبت یا کتابت اور اس غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔ ولاء آزاد کرنے کے اس حق کو کہتے ہیں جو غلام کے مالک کو حاصل ہوتا ہے یعنی اگر کوئی شخص اپنے کسی غلام کو آزاد کردے اور وہ آزادی ہی کی حالت میں مرجائے اور اپنے پیچھے کچھ مال واسباب چھوڑ جائے تو اس کے عصبہ نہ ہونے کی صورت میں اس کے تمام مال واسباب کا حق دار وہی آزاد کرنیوالا شخص ہوتا ہے یہی حق ولاء کہلاتا ہے۔ بریرہ حضرت عائشہ کی لونڈی کا نام ہے یہ حضرت عائشہ کی خدمت میں آنے سے پہلے ایک یہودی کی ملکیت میں تھی جب انہوں نے اپنے مالکوں سے کتابت کی تو وہ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان

سے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ پر اس شرط کے ساتھ کتابت کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ جو چالیس درہم کا ہوتا ہے دیا کروں گی اب میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ میری مدد کریں اور مجھے اتنا دیدیں جو میں بدل کتابت کے طور پر اپنے مالکوں کو دیدوں۔

حضرت عائشہ نے کہا کہ اگر تمہارے مالکوں کو پسند ہو تو میں یہ کرسکتی ہوں کہ انہیں یہ نو اوقیہ یک مشت تمہاری قیمت کے طور پر انہیں دیدوں اور تمہیں خرید کر آزاد کردوں اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو تو اسے بیچنا خریدنا جائز ہے ظاہر ہے کہ اس صورت میں تمہاری طرف سے حق ولاء مجھے ہی حاصل ہوگا لیکن جب یہ بات بریرہ کے مالکوں کو پہنچی تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا کیونکہ وہ بریرہ کو حضرت عائشہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرنا چاہتے تھے کہ بریرہ کا حق ولاء ان کو حاصل ہو چونکہ ان کی یہ شرط کہ بریرہ کو خرید کر آزاد تو کریں عائشہ اور حق ولاء پہنچے ان کو بالکل نادانی کی بات تھی اور شرعی طور پر مطلقاً ناجائز اس لئے جب حضرت عائشہ نے اس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور حدیث میں مذکورہ کلمات ارشاد فرمائے۔ حق ولاء کو بیچنا یا اس کو ہبہ کرنا ناجائز ہے حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو بیچنے یا اس کو ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مثلاً ایک شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا جس کی وجہ سے حق ولاء اس کے لئے ثابت ہو گیا اب اگر وہ یہ چاہے کہ اس حق ولاء کو کسی کے ہاتھ بیچ دے یا کسی کو ہبہ کردے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ولاء کوئی مال نہیں ہے کہ اس کو بیچا یا ہبہ کیا جاسکے اس بارے میں تمام علماء کا متفقہ طور پر یہی مسلک ہے۔

ہبہ کی لغوی واصطلاحی تعریف کا بیان

ہبہ کے لغوی معنی: تحفہ دینا، احسان کرنا ہے۔ الھبة في اللغة: التبرع (التعریفات ۱/۸۲)

ہبہ کی اصطلاحی تعریف: کسی شخص کو اپنی کسی چیز کا بلاعوض مالک بنانا ہے۔ وفي الشرع: تمليك العين بلا عوض،

(التعریفات ۱/۸۲)

ہبہ اور عطیہ وغیرہ کسی مالدار یا غریب، مرد یا عورت ہر ایک کو دیا جاسکتا ہے یہ محبت بڑھانے اور تعلقات استوار کرنے کی غرض سے دیا جاتا ہے یا پھر آخرت میں اس کا ثواب حاصل کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسِنِ شَاةٍ (ترمذی باب في حث النبي صلى الله عليه وسلم على التهادى ۲۰۵۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: تَهَادَوْا تَحَابُّوا

(السنن الكبرى للبيهقي باب التحريض على الهبة والهدية صلة بين الناس ۱۲۲۹۷)

ہبہ کے ارکان وشرائط

ہبہ کے ارکان دو ہیں: (۱) ایجاب۔ (۲) قبول۔

مسئلہ: ہبہ کرنے والا اپنی زبان سے ہبہ یا اس جیسا لفظ جو ہبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہو کہہ دینے سے ایجاب اور جس شخص کو دیا جا رہا ہے وہ اسے قبول کرلے تو قبول پایا جائے گا مگر ہبہ کے تام اور مکمل ہونے کے لیے جسے ہبہ کیا گیا ہے اس شخص کا ہبہ کی ہوئی چیز پر قبضہ کرنا ضروری ہے بغیر قبضہ کے ہبہ مکمل نہیں ہوگا۔

عن ابن عباس قال: لا تجوز الصدقة إلا مقبوضة وروينا عن عثمان، وابن عمر، وروينا عن معاذ وشريح أنهما كانا لا يجيزانها إلا مقبوضة (معرفة السنن والآثار للبيهقي باب الهبة ۳۸۸۲، ۱۰/۲۳۵) وقال أبو عمر اتفق الخلفاء الأربع على أن الهبة لا تصح إلا مقبوضة وبه قال الأئمة الثلاثة (شرح الزرقاني، ما لا يجوز من العطية ۴/۵۷)

ہبہ کے شرائط

(۱) ہبہ کرنے والا عاقل اور بالغ ہو۔

(۲) ہبہ کرتے وقت وہ چیز ہبہ کرنے والے کے پاس موجود ہو لہٰذا جو چیز ابھی موجود نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں جیسے کوئی کہے میری بکری کو امسال جو بچہ پیدا ہوگا وہ تیرے لیے ہبہ ہے یہ درست نہیں۔

(۳) جس چیز کو ہبہ کر رہا ہے وہ شریعت کی نگاہ میں قیمت والا مال ہو لہٰذا جو شریعت کی نگاہ میں مال نہ ہو اس کا ہبہ درست نہ ہوگا جیسے مردار، خون وغیرہ۔

وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ (بخاری بَاب الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ وَالسَّكْرَانِ ۱۶/۳۱۵) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَبِيعَ مَا لَيْسَ عِنْدِي (ترمذی بَاب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ ۱۱۵۳) وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة: ۲) (وَأَمَّا) مَا يَرْجِعُ إِلَى الْوَاهِبِ فَهُوَ أَنْ يَكُونَ مِمَّنْ يَمْلِكُ التَّبَرُّعَ وَلِأَنَّ الْهِبَةَ تَبَرُّعٌ فَلَا يَمْلِكُهَا مَنْ لَا يَمْلِكُ التَّبَرُّعَ فَلَا تَجُوزُ هِبَةُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ لِأَنَّهُمَا لَا يَمْلِكَانِ التَّبَرُّعَ لِكَوْنِهِ ضَرَرًا مَحْضًا ... (وَأَمَّا) مَا يَرْجِعُ إِلَى الْمَوْهُوبِ فَأَنْوَاعٌ مِنْهَا) أَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا وَقْتَ الْهِبَةِ فَلَا تَجُوزُ هِبَةُ مَا لَيْسَ بِمَوْجُودٍ وَقْتَ الْعَقْدِ... وَكَذَلِكَ لَوْ وَهَبَ مَا فِي بَطْنِ هَذِهِ الْجَارِيَةِ أَوْ مَا فِي بَطْنِ هَذِهِ الشَّاةِ أَوْ مَا فِي ضَرْعِهَا لَا يَجُوزُ (بدائع الصنائع فصل في شرائط ركن الهبة ۱۳/۲۸۸)۔

ہبہ کے احکام

جس چیز کو ہبہ کیا گیا اس پر قبضہ کے بعد موہوب لہ (جس کو ہبہ کیا گیا ہے) اس کا مالک ہو جاتا ہے

مسئلہ: ہبہ کرنے والا ہبہ کر کے اس سے رجوع کر سکتا ہے مگر اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے؛ البتہ اگر اس کا کوئی عوض لے لیا گیا ہو، یا اولاد یا شوہر و بیوی یا محرم رشتہ دار کو ہبہ کیا گیا ہو یا اس میں کچھ اضافہ کر دیا گیا ہو جیسے زمین تھی تو اس میں تعمیر کر دی گئی یا ہبہ کرنے والا اور جسے ہبہ کیا گیا دونوں میں سے کسی کا انتقال ہو گیا ہو یا جسے ہبہ کیا گیا وہ اس کی ملکیت میں باقی نہ ہو یا وہ چیز اس کے

بنا سے ضائع ہوگئی ہوتو ان صورتوں میں ہبہ سے رجوع نہیں کیا جاسکتا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ (بخاری باب فی الھبۃ والشفعۃ ۱۷۷۰)

عن سمرة رضی الله عنه: عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: إذا كانت الهبة لذی رحم محرم لم يرجع فيها هذا حديث صحيح على شرط البخاری ولم يخرجاه (المستدرک للحاکم، کتاب البیوع ۲۳۲۴)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ أَحَقُّ بِهِبَتِهِ مَا لَمْ يُثَبْ مِنْهَا (ابن ماجه باب مَنْ وَهَبَ هِبَةً رَجَاءَ ثَوَابِهَا ۲۳۸۸) (ويمنع الرجوع فيها) حروف (دمع خزقه) يعنى الموانع السبعة الآتية (فالدال الزيادة) فى نفس العين الموجبة لزيادة القيمة (المتصلة) وإن زالت قبل الرجوع كأن شب ثم شاخ لكن فى الخانية ما يخالفه واعتمده القهستانى فليتنبه له. لان الساقط لا يعود (كبناء وغرس) إن عدا زيادة فى كل الارض والا رجع الخ (الدر المختار باب الرجوع فی الھبۃ ۲۶۸/۵)

بَابٌ فِي الْمَوْلُودِ يَسْتَهِلُّ ثُمَّ يَمُوتُ

باب: جب نومولود بچہ چیخ کر رونے کے بعد انتقال کر جائے (تو اس کی میراث کا احکام)

2920 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُودُ وُرِّثَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب (پیدا ہونے والا) بچہ چیخ کر رو دے (اور پھر انتقال کر جائے) تو اس کی وراثت (کے احکام جاری ہونگے)

شرح

اولاد کی نعمت ایک عظیم نعمت ہے، جس پر بندے کو اللہ رب العزت کا شکر بجالانا ضروری ہے، جو شکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے شکر کی قدر فرماتے ہیں، شکر یہی ہے کہ بندہ؛ اللہ تعالیٰ نے جو اولاد عطا کی ہے اس کے تئیں اللہ تعالیٰ کے بتائے گئے احکامات کا لحاظ رکھے، اس رسالے میں نومولود سے متعلق شرعی احکام اور مسائل کو بڑے اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، امید ہے کہ اس مختصر رسالے سے قارئین کو فائدہ ہوگا، جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نئی اولاد عطا فرمائے وہ اس رسالے سے ضروری استفادہ کریں۔

۱۔ نومولود کی مبارکباد دینا

نومولود کے والدین، رشتہ دار اور اقاریب کو مبارکباد دینا مستحب ہے، اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان الفاظ میں خوش خبری دی:

"فبشرناه بغلم حليم" (الصافات:101)

"پس ہم نے انھیں ایک بردبار بچے کی بشارت دی"۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے ایک مجلسی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو ایک شخص نے اسے ان الفاظ سے مبارکباد دی کہ تجھے شہ سوار بیٹا مبارک ہو، اس پر حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا تجھے کیا معلوم کہ وہ شہ سوار ہوگا؟ ممکن ہے وہ بڑھئی یا درزی ہو، اس شخص نے عرض کیا: پھر میں کن کلمات سے مبارکباد کہوں؟ انھوں نے کہا: یہ کلمات کہو:

"شكرتَ الواهِبَ، وبُورِكَ لكَ في الموهُوبِ، وبلَغَ أشُدَّهُ، ورُزِقتَ بِرَّهُ"

تو عطا کرنے والے کا شکر کرے، عطا کردہ بچے میں تیرے لیے برکت ہو، یہ اپنی جوانی کو پہنچے اور تجھے اس کا حسن سلوک نصیب ہو (ورد بسند صحیح عن الحسین رضی اللہ عنہ)

ایوب سختیانی رحمہ اللہ جب کسی نومولود کی ولادت پر مبارکباد دیتے تو یہ کلمات کہتے:

"جعَلَهُ اللهُ مُبارَكاً عَلَيكَ وعَلى أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلى اللهُ عليه وسلم"

"اللہ تعالیٰ اسے تیرے لیے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بنائے"

۲۔ نومولود کے کان میں اذان دینا

نومولود کے کان میں اذان دینا سنت ہے، ابورافع سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، أذن في أذن الحسن حين ولدته فاطمة "

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب حضرت حسن کی فاطمہ کے ہاں پیدائش ہوئی تو آپ نے حضرت حسن کے کان میں اذان دی"۔ رواہ احمد وابوداود والترمذی۔

جہاں تک دوسرے کان میں اقامت کہنے کے سلسلے احادیث ملتی ہیں ان کے سلسلے میں محدثین نے کہا ہے کہ وہ غیر صحیح ہیں۔

۳۔ نومولود کو گھٹی دینا اور اس کے لیے خیر و برکت کی دعاء کرنا

نومولود کی ولادت کے بعد بچے کو گھٹی (تحنیک) دینا اور اس کے لیے دعاء کرنا سنت اور مستحب عمل ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يؤتى بالصبيان فيبرك عليهم ويحنكهم (رواہ مسلم)

رسول اللہ کے پاس (نومولود) بچے لائے جاتے تو آپ ان کے لیے برکت کی دعاء کرتے اور انھیں گھٹی دیتے تھے۔

بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر بیان کرتی ہیں کہ جب انھوں نے عبداللہ بن زبیر کو جنم دیا تو وہ انھیں لے کر آپ ﷺ کے پاس آئی اور انھیں آپ ﷺ کی گود میں رکھا، آپ ﷺ نے کھجور منگوائی، اسے چبایا، پھر بچے کے منہ میں لعاب ڈالا، چنانچہ سب سے پہلی چیز جو ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ آپ ﷺ کا لعاب تھا، بعد ازاں آپ ﷺ نے انھیں کھجور کی گھٹی دی اور ان کے لیے برکت کی دعا دی۔ (بخاری و مسلم)

۴۔ نومولود کا عقیقہ کرنا

تمام محدثین، فقہاء امت اور جمہور اہل سنت کے نزدیک عقیقہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مع الغلام عقيقة فأهريقو عنه دما وأميطوا عنه الأذى" (رواہ البخاری معلقا وغیرہ)

ہر بچے کے ساتھ عقیقہ ہے، تو اس کی طرف سے خون بہاؤ (عقیقہ کرو) اور اس سے میل کچیل دور کرو (یعنی سر کے بال مونڈ دو)۔

سمرہ بن جندب سے مرفوعا روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"كل غلام رهينة بعقيقته، تذبح عنه يوم سابعه ويحلق ويسمى"

(أخرجہ أبو داود والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (جانور) ذبح کیا، اس کا (بچہ کا) سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يعق عن الغلام شاتان متكافئتان وعن الجارية شاة (رواہ أحمد وأبو داود والترمذی والنسائی)

"لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے حسن اور حسین کی طرف سے ساتویں دن دو بکریاں ذبح کی اور ان دونوں کا نام رکھا، اور ان دونوں کے سر سے میل کچیل دور کرنے (سر منڈوانے) کا حکم دیا، وہ فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کے نام سے ذبح کرو اور کہو:

بسم الله اللهم منك وإليك، هذه عقيقة فلان

فرماتی ہیں: جاہلیت میں لوگ عقیقہ کے جانور کے خون کو ایک کپڑے میں بھگوتے تھے اور بچے کا سر منڈانے کے بعد اسے اس کے سر پر رکھا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے خون کی جگہ بچے کے سر پر خوشبو رکھنے کا حکم دیا

(رواہ البیہقی فی الکبری وعبد الرزاق فی المصنف ورواہ ابن ماجہ وأحمد مختصرا وسندہ حسن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کی طرف سے ایک ایک مینڈھا عقیقہ کیا (رواہ أبو داود والنسائی) یہ الفاظ ابوداود کے ہیں۔

لیکن نسائی کے الفاظ اس طرح ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کی طرف سے دو دو مینڈھے عقیقہ کیے۔

یعنی دو مینڈھوں کا ذکر ہے۔ یہ شریعت کا اصول بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت میں ایک دوسرے کو فضیلت بخشی ہے، عورت کو مرد کے مقابلے میراث، دیات، گواہی و شہادت وغیرہ میں نصف حصہ رکھا ہے لہٰذا عقیقے میں بھی یہی فرق رکھا ہے، لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری پیدائش کے ساتویں دن اگر آسانی سے فراہم ہو تو ذبح کی جائے، اگر ساتویں

دن ممکن نہ ہو تو چودہویں دن اور تب بھی ممکن نہ ہو تو 21 ویں دن ذبح کی جائے۔

وقت کی تعیین کے سلسلے میں حضرت بریدہ اور حضرت عائشہ سے روایات منقول ہیں لیکن یہ مستحب ہے، پیدائش کے چوتھے، آٹھویں، دسویں یا کسی اور دن بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔

البتہ ساتویں دن عقیقہ کرنے کی حکمت کو شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس طرح بیان کیا ہے: ساتویں دن کو اس لیے مخصوص کیا گیا ہے کیونکہ ولادت کے بعد ساتویں دن تک گھر کے افراد بچے اور بچے کی ماں کی مصروفیت سے فارغ ہوجاتے ہیں، ان دنوں میں وہ لوگ اس کام کو انجام دینے سے قاصر رہتے ہیں، اسی طرح بسا اوقات کوئی انسان پہلے ہی دن بکری کا نظم کرنے پر طاقت نہیں رکھ سکتا، لہٰذا ساتواں دن گھر والوں کے لیے سارے انتظامات کرنے کے لیے مناسب ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ کے بقول: عقیقہ کے گوشت کو جیسا چاہو استعمال کرو، دریافت کیا گیا وہ کیسے؟ کیا پورا خود ہی کھالیا جائے؟ فرمایا: کھائیں بھی اور کھلائیں بھی۔

کیا ذبح کریں نر یا مادہ؟

اس سلسلے میں صریح حدیث وارد ہے، ام کرز الکعبیہ نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

نعم، عن الغلام شاتان وعن الأنثى واحدة. لا يضركم ذكرانا كن أم اناثا (رواہ أحمد وأبو داود)

ہاں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری، بکریوں کا مذکر و مونث ہونا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں۔

جمہور علماء کے مطابق عقیقہ میں ان تمام آٹھ نوع کے جانوروں کو ذبح کرنا جائز ہے جنھیں قربانی میں ذبح کیا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: عقیقہ ایک واجب سنت ہے، لہٰذا عقیقہ کے جانور میں بھی عیوب کے سلسلے میں وہی شرائط ہیں جو قربانی کے جانوروں کے لیے ہیں۔

۵۔ نومولود کے سر کے بال مونڈوانا

بچے کی ولادت کے ساتویں دن بچے کے بال مونڈنا ایک مستحب عمل ہے۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث وارد ہیں:

سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مع الغلام عقيقة فأهريقوا عنه دما. وأميطوا عنه الأذى

بچے کے ساتھ عقیقہ ہے، لہٰذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے میل کچیل دور کرو (یعنی سر منڈاو)۔

(رواہ البخاری معلقا مجزوما بہ، وأحمد وأبو داود وغیرہما)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کی اور فرمایا:

يا فاطمة احلقي رأسه وتصدقي بزنة شعره فضة فوزناه فكان وزنه درهما أو بعض درهم

اے فاطمہ! اس کا سر منڈواؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو، پھر انھوں نے اس کا وزن کیا تو اس کا وزن درہم یا درہم کا کچھ حصہ ہوا۔ (رواہ الترمذی والحاکم)

نومولود کے بال کتروانے کے سلسلے میں جمہور فقہاء کے نزدیک شرعی حکم یہی ہے کہ ساتویں دن نومولود کے بال کتروا کر ان بالوں کے وزن کی چاندی صدقہ کرنا مستحب ہے۔

حضرت ابورافع کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت حسن کی ولادت ہوئی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

احلقي رأسه وتصدقي بوزن شعره فضة على المساكين والأوفاض

اس کا سر منڈواؤ اور اس کے بالوں کے وزن کی چاندی مساکین اور فقراء کو صدقہ کرو۔

۶۔ختنہ کرنا

نومولود کی ختنہ کرانا ایک سنت عمل ہے، اس سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث ملتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

الفطرة خمس: الختان، والاستحداد، وقص الشارب، وتقليم الأظافر ونتف الإبط

پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: ختنہ کرانا، زیر ناف بال مونڈنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، مونچھیں کم کرنا اور ناخن تراشنا (متفق علیہ)

حضرت قتادہ الرہاوی سے ایک روایت مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی مسلمان ہوتا تو اسے ختنہ کرانے کا حکم دیتے تھے۔ (رواہ الطبرانی)

ختنہ کروانے کی عمر کیا ہے؟:

اس سلسلے میں علماء نے بلوغت سے پہلے تک ختنہ کرنے کی اجازت دی ہے، اور بلوغت کے قریب کے وقت ختنہ کرنے کو افضل و مستحب بتایا ہے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کی کیا عمر تھی؟ انھوں نے کہا:

أنا يومئذ مختون. قال: وكانوا لا يختنون الرجل حتى يدرك

اس وقت میری ختنہ ہو چکی تھی، (اور اس زمانے میں صحابہ) اس وقت تک آدمی کی ختنہ نہیں کرواتے تھے جب تک کہ وہ بلوغت کے قریب نہ پہنچ جاتا۔ (صحیح بخاری)

۷۔نومولود کا نام رکھنا

یہ مستحب ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا اچھا نام رکھا جائے، کیونکہ ساتویں دن تک ماں باپ کو یہ بچے کے دیگر

سرپرست حضرات کو نام پر غور وفکر کرنے کا موقع مل جاتا ہے، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كل غلام رهينة بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه ويحلق ويسمى

ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، اس کا سر مونڈھا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔ (رواہ اہل السنن)

البتہ پہلے دن یا ساتویں دن تک کسی بھی دن رکھا جا سکتا ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

ولد لي الليلة غلام فسميته باسم أبي إبراهيم. (رواہ مسلم)

رات میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام میرے والد ابراہیم کے نام پر رکھا۔

والد کے لیے ضروری ہے کہ بچے کا اچھے سے اچھا نام تجویز کرے، بعض نام رکھنا مستحب ہے جیسے:

ا۔حدیث ہے:

افضل الأسماء عبد الله وعبد الرحمن وأصدقها حارث وهمام (أبوداود والنسائي وصححه الألباني)

"سب سے افضل نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے اور وفا شعار نام حارث اور ہمام ہے"

اور حدیث میں ہے:

تسموا باسمي ولا تكنوا بكنيتي

میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ (متفق علیہ)

۲۔نیک باپ کے نام پر نام رکھنا: حدیث میں ہے:

ولد لي الليلة غلام فسميته باسم أبي إبراهيم (رواہ مسلم)

رات میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام میرے والد ابراہیم کے نام پر رکھا۔

۳۔انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کے نام پر نام رکھنا:

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، میں اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لے آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم رکھا، پھر اسے کھجور کی گھٹی دی اور اس کے لیے برکت کی دعا دی اور میرے سپرد فرمایا، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے یہ سب سے بڑے بیٹے تھے۔ (رواہ البخاری)

مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب نجران گیا تو انھوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تم یہ آیت:

يا أخت هارون (مریم:۲۸)

تلاوت کرتے ہو، جب کہ موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے، پھر جب میں رسول اللہ ﷺ کے

پاس حاضر ہوا اور میں نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إنهم كانوا يسمون بأنبياءهم والصالحين قبلهم

بیشک وہ لوگ اپنے انبیاء اور اپنے سے پہلے کے نیک لوگوں کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے علماء کا کہنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنا جائز ہے اور اس کے جواز پر علماء کا اجماع ہے، اسی طرح صحابہ وتابعین، تبع تابعین، محدثین، علماء کرام، شہداء اور امت کے نیک افراد کے ناموں پر نام رکھنا جائز ہے۔

بَابُ نَسْخِ مِيرَاثِ الْعَقْدِ بِمِيرَاثِ الرَّحِمِ

باب: رشتہ داروں کی میراث کے ذریعے، باہمی بھائی چارے کی میراث کا منسوخ ہونا

2921 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: (وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ) كَانَ الرَّجُلُ يُحَالِفُ الرَّجُلَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا نَسَبٌ، فَيَرِثُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، فَنَسَخَ ذَلِكَ الْأَنْفَالُ، فَقَالَ تَعَالَى: (وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ) (الاحزاب:6)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"اور وہ لوگ جنہیں تمہاری قسموں نے باندھا، تم انہیں ان کا حصہ دو"

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:) پہلے ایک شخص دوسرے کا حلیف بن جاتا تھا، حالانکہ ان کے درمیان کوئی نسبی رشتہ داری نہیں ہوتی تھی اور پھر وہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنتے تھے، تو سورۃ انفال نے اس حکم کو منسوخ کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"رشتے دار لوگ ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں"

شرح

النبی اولی بالمومنین من انفسهم. نبی مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفسوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

یعنی مومنوں کا جو تعلق ایک دوسرے کے ساتھ ہے ان سب سے زیادہ نبی کا مومنوں سے تعلق ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے نبی کا حکم مومنوں پر نافذ ہے اور پیغمبر کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ ماں باپ کا حکم بھی اگر نبی کے حکم کے خلاف ہو تو اس کی مخالفت بھی لازم ہے۔ پس پیغمبر کو ہی جہاد پر بھیجنے اور راہ خدا میں جان خرچ کرنے کا حکم دینے کا حق حاصل ہے۔

حضرت ابن عباس اور عطاء نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب نبی کسی کو کسی کام کی دعوت دیں اور اس کا نفس کسی دوسری بات کا خواہش مند ہو تو نفس کی اطاعت سے نبی کی اطاعت اولیٰ ہے کیونکہ نبی تمام مسلمانوں کے مصالح اور مفاسد سے بوحی الٰہی خوب واقف ہیں۔ نبی مومنوں کیلئے اسی بات کو پسند کرتے اور اسی کام کا حکم دیتے ہیں جس میں مومنوں کی بہبودی اور کامیابی

ہوتی ہے۔ اللہ نے فرمایا: حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

انسان کا نفس ہمیشہ بدی کا حکم دیتا ہے سوائے اس کے جس پر اللہ کا کرم ہو۔ انسان کا نفس بڑا ناحق کوش اور بہت ہی نادان ہے' اس لئے ضروری ہے کہ مؤمنوں کو اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اپنے نفسوں سے بھی زیادہ ہو' اللہ کے رسول ﷺ کا حکم نفس کی حکومت پر غالب ہو اور رسول خدا کی مؤمنوں پر شفقت اتنی ہو کہ خود ان کو اپنے نفوس پر نہ ہو۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ میں اس کی نظر میں اس کے باپ' اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ رواہ البخاری و مسلم فی صحیحیھما عن انس۔

حضرت ابو ہریرہ روای ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: ہر مؤمن سے دنیا و آخرت میں میرا تعلق سب سے زیادہ ہے۔ اگر اس کا ثبوت چاہتے ہو تو پڑھو آیت اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ پس جو مؤمن مال چھوڑ کر مرے تو اس کے مال کے وارث اس عصبات ہوں گے' جو بھی ہوں اور جو مؤمن نادار بیوی بچوں کو چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آ جائیں' میں ان کا متولی ہوں۔

وازواجه امهتهم. اور نبی ﷺ کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں۔ یعنی ان کا حق (ماؤں کی طرح) بڑا ہے' ان سے ہمیشہ

کیلئے (ہر مؤمن کا) نکاح حرام ہے۔ مطلب یہ نہیں ہے کہ جس طرح ماؤں کو دیکھنا اور ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا جائز ہے' اسی طرح پیغمبر ﷺ کی بیبیوں کو دیکھنا اور ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا جائز ہے۔ امہات المؤمنین کو دیکھنا اور خلوت میں ان کے ساتھ بیٹھنا تو ایسا ہی ناجائز ہے جیسے اجنبی عورتوں کے ساتھ۔ اللہ نے فرمایا ہے: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اگر امہات المؤمنین سے تم کو کوئی سامان مانگنا ہو تو پردہ کی اوٹ سے مانگو۔

امہات المؤمنین کی بیٹیوں کو امت کی بہنیں نہیں کہا جاتا' نہ ان کے بہن بھائی امت کی خالائیں اور ماموں ہیں (نسبی رشتہ نہیں ہے)۔ امام شافعی نے فرمایا: حضرت زبیر نے حضرت اسماء سے نکاح کی اور حضرت اسماء حضرت عائشہ کی بہن تھیں لیکن کسی نے نہیں کہا کہ حضرت اسماء مؤمنوں کی خالہ تھیں۔ اسی طرح رسول اللہ نے اپنی لڑکیوں کا نکاح حضرت عثمان اور حضرت علی سے کیا تھا (اگر حضور ﷺ کی صاحبزادیاں امت کی بہنیں ہوتیں تو ان سے کسی کا نکاح نہیں ہوتا)۔

شعبی نے مسروق کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ کو اماں کہا' آپ نے فرمایا: میں تمہاری ماں نہیں ہوں' تمہارے مردوں کی ماں ہوں۔ بیہقی نے سنن میں بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ نے جو حضور ﷺ کی بیویوں کو مؤمنوں کی مائیں قرار دیا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ماؤں کی طرح ازواج مطہرات سے امت کا نکاح حرام ہے۔ حضرت ابی بن کعب کی قرأت میں آیا ہے: وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ یعنی رسول اللہ مؤمنوں کے دینی باپ تھے' ہر پیغمبر اپنی امت کا دینی باپ ہوتا ہے۔ سب کی ابدی زندگی کی جڑ پیغمبر ہی ہوتا ہے اسی لئے سب مؤمن آپس میں دینی بھائی ہیں۔

واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض فی كتب الله من المؤمنين والمهجرين. اور اللہ کی کتاب میں (دوسرے) مؤمنوں اور مہاجروں کی بہ نسبت رشتہ دار ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

کتاب اللہ سے مراد ہے فیصلۂ خداوندی یا لوح محفوظ یا قرآن کی یہی آیت یا آیت میراث۔ بعضھم اولیٰ ببعض کا یہ مطلب ہے کہ میراث کے زیادہ مستحق ہیں اسی لئے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس نے مال چھوڑا تو اس کے وارث اس کے عصبات ہوں گے جو بھی ہوں۔

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ میں مِن تفضیلیہ ہے ابتداء اسلام میں مہاجر مہاجر کا وارث ہوتا یا دینی موالات (انصار و مہاجرین کی اخوت دینی) موجب میراث تھی۔ اس آیت سے وہ حکم منسوخ ہو گیا (اور دوسرے مہاجرین و مؤمنین کے مقابلہ میں قرابتدار اپنے قرابتدار کی میراث کا مستحق قرار دیا گیا) قتادہ نے کہا: مسلمان ہجرت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ (بغوی) کلبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ نے مسلمانوں میں باہم رشتۂ اخوت قائم کرا دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو دو مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیتے تھے آخر یہ آیت نازل ہوئی (تو پچھلا دستور منسوخ ہو گیا)۔

اُولُوا الْاَرْحَامِ یعنی وہ قرابتدار جو ذوی الفروض بھی نہیں اور عصبات بھی نہیں ہیں امام شافعی کے نزدیک کسی حال میں وارث نہیں ہوتے۔ ہمارے نزدیک ذوی الفروض اور عصبات کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ترکہ کے وارث ذوی الارحام ہوتے ہیں۔ آیت مذکورہ سے ہمارے قول کا ثبوت ملتا ہے (ذوی الفروض وہ قرابتدار ہوتے ہیں جن کا میراثی حصہ قرآن میں مقرر کر دیا گیا ہے اور عصبات وہ لوگ ہیں جو ذوی الفروض کے موجود نہ ہونے کی صورت میں کل ترکہ کے وارث ہو جاتے ہیں اور ذوی الفروض موجود ہوں تو ان کے مقررہ حصے دینے کے بعد اگر کچھ مال بچتا ہو تو اس کے وارث یہ عصبات ہو جاتے ہیں ان کے بعد اولوا الارحام کا درجہ ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ اولوا الارحام وارث ہی نہیں ہوتے اگر عصبات موجود نہ ہوں تو ترکہ کا مال بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت میں اولوا الارحام کو دوسرے مؤمنوں کے مقابلہ میں ترجیح دی گئی ہے اس لئے اگر عصبات نہ ہوں تو دوسرے رشتہ داروں کو ترکہ تقسیم کر دیا جائے اور کوئی رشتہ دار نہ ہو تو مجبوراً بیت المال میں داخل کیا جائے۔ مترجم)۔

الا ان تفعلوا الی اولیاء کم معروفا مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے (یعنی مہاجر بھائیوں سے یا کسی مؤمن سے) یہ سلوک کرنا چاہو (تو جائز ہے)۔

معروف سے مراد وصیت ہے۔ جس دوست کے متعلق وصیت کی جائے اس کا حق وارثوں سے مقدم ہے۔ فعل معروف کا لفظ اگرچہ عام ہے لیکن سنت اور اجماع نے اس عموم کو کل ترکہ کے ایک تہائی کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے یعنی صرف ایک تہائی ترکہ کی وصیت کرنے کا حق میت کو ہے۔

اولوا الارحام کو میراث کا سب سے زیادہ مستحق قرار دیا گیا۔ اس سے وصیت والے دوستوں کو مستثنیٰ کر لیا گیا (یعنی جن دوستوں کو مال دینے کی وصیت کی ہو ان پر قرابتدار ترجیح نہیں رکھتے)۔

یا استثناء منقطع ہے موالات اور ہجرت کو پہلے استحقاق میراث کا موجب قرار دیا گیا تھا اب اس کو منسوخ قرار دیا اور حسب منشاء دوستوں کیلئے ایک تہائی مال کی وصیت کرنے کو جائز کر دیا۔ بعض علماء نے من المؤمنین و المهاجرین میں لفظ مِن کو

بیانیہ کہا ہے یعنی جو مؤمن اور مہاجر (میت کے) رشتہ دار ہوں وہ میراث کے زیادہ مستحق ہیں۔ مطلب یہ کہ کافر و مسلم اور مہاجر و غیرہ کے درمیان سلسلۂ توارث قائم نہیں ہوگا۔ ہاں اگر کافر یا غیر مہاجر قرابت دار ہوں تو ان کیلئے وصیت کی جا سکتی ہے۔ بغوی نے لکھا ہے: یہ قول قتادہ، عطاء اور عکرمہ کا ہے۔

میں کہتا ہوں: اگر مِن کو بیانیہ قرار دیا جائے گا تو اولیٰ (جو اسم تفضیل کا صیغہ ہے) اس کا استعمال عام افعل التفضیل کے خلاف ہو جائے گا، کیونکہ اولیٰ پر نہ تو الف لام ہے، نہ یہ مضاف ہے، نہ اس کی کے صلہ میں مِن ہے اور استعمال اسم تفضیل کے یہی تین طریقے ہیں۔ اس کے علاوہ مِن کو بیانیہ قرار دینے سے مسلم و کافر کے درمیان توارث کی نفی پر نہ صراحۃً کوئی لفظ دلالت کر رہا ہے نہ معنوی مفہوم کے طور پر ہی یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ مؤمن کے اولیٰ بالمیراث ہونے سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اگر مؤمن وارث موجود نہ ہو تو مؤمن کی میراث کافر کو (اس صورت میں بھی) نہ دی جائے۔

کان ذلک فی الکتب مسطورا. یہ (حکم) کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی لوح محفوظ میں یا قرآن میں۔ بعض علماء کے نزدیک الکتاب سے مراد توریت ہے۔ (تفسیر مظہری، سورۂ احزاب، لاہور)

2922 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنِي إِدْرِيسُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ) قَالَ: كَانَ الْمُهَاجِرُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ تُوَرَّثُ الْأَنْصَارَ، دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ، فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ) (النساء: 33) قَالَ: نَسَخَتْهَا: (وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ) (النساء: 33) مِنَ النَّصْرِ وَالنَّصِيحَةِ وَالرِّفَادَةِ وَيُوصِي لَهُ، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

''وہ لوگ جنہیں تمہاری قسموں نے باندھ دیا تم انہیں ان کا حصہ دو''۔

(انہوں نے اس کی وضاحت کی) مہاجرین جب مدینہ منورہ آئے تو انصار کے وارث وہی بنتے تھے (یعنی جو مہاجر کسی انصاری کا بھائی ہوتا تھا، وہ اس کا وارث بنتا تھا) دوسرے رشتے دار نہیں بنتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان آپس میں بھائی چارہ قائم کر دیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

''جو وہ چھوڑ کر جاتا تھا اس میں سے ہم نے ہر ایک کے لیے موالی بنا دیے ہیں''۔

تو اس آیت نے اس آیت کو منسوخ کر دیا۔

''تمہاری قسموں نے جنہیں پختہ کیا تم انہیں ان کا حصہ دو''۔

اس کا تعلق مدد کرنے اور خیر خواہی کرنے اور تعاون کرنے سے ہے اور وہ اس کے لیے وصیت بھی کر سکتا ہے، لیکن وراثت کا حکم ختم ہو گیا۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لئے وارث مقرر کردیئے ہیں۔ اولاد قرابت دار اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہوچکا ہے سو تم انہیں ان کا حصہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ (النساء:۳۳)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس انسان کا مال اور ترکہ ہے ہم نے اس کے لئے وارث بنادیئے ہیں پھر ان وارثوں کا بیان فرمایا وہ اس کی اولاد اور اس کے قرابت دار ہیں اور وہ لوگ ہیں جن سے تمہارا عہد ہوچکا ہے۔

امام ابن جریر نے قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص دوسرے شخص سے (جس سے اس کی نسبی قرابت نہیں ہوتی تھی) یہ عہد کرتا کہ میرا خون تمہارا خون ہے اور میرا نقصان تمہارا نقصان ہے تم میرے وارث ہوگے اور میں تمہارا وارث ہوں گا تم مجھ سے مطالبہ کرنا اور میں تم سے مطالبہ کروں گا پھر زمانہ اسلام میں اس کا چھٹا حصہ مقرر کردیا گیا اس کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ورثہ میں ترکہ تقسیم کیا جاتا تھا پھر جب سورۃ انفال میں یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت) "واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب الله"۔ (الانفال:۷۰)

ترجمہ: اور قرابت دار ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کی کتاب میں زیادہ حقدار ہیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد جس شخص سے کسی نے عہد کیا تھا اس کی وراثت منسوخ ہوگئی۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۳۴)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور انہوں نے یہ عہد کیا کہ وہ اس کی دیت ادا کرے گا اور اس کا وارث ہوگا تو اس کا دیت ادا کرنا صحیح ہے اور اگر اس کا کوئی اور نسبی وارث نہ ہو تو پھر وہ شخص اس کا وارث ہوگا۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۲۲)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں چار قول ہیں:

(۱) جاہلیت میں جو لوگ ایک دوسرے سے ایک دوسرے کا وارث ہونے کا عہد کرتے اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں اور سورۃ انفال کی آیت سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

(۲) اس سے وہ مہاجرین اور انصار مراد ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی بنادیا تھا۔

(۳) اس سے وہ لوگ ہیں مراد ہیں جن کو زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنا بیٹا بنالیا کرتے تھے حالانکہ وہ کسی اور کے بیٹے ہوتے تھے پہلے قول کے متعلق امام شافعی امام مالک اور امام احمد کا یہ مذہب ہے وہ سورۃ انفال کی آخری آیت سے منسوخ ہوگیا۔

(۴) امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے البتہ عصبات اور ذوالارحام اس شخص پر مقدم ہیں جس سے عہد کیا گیا وہ نہ ہوں تو اس کو عہد کرنے والے کی وراثت ملے گی۔

اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص سے تم نے وراثت کے علاوہ مدد کرنے اور خیر خواہی کا

معاہدہ کیا ہے اس معاہدہ کو پورا کرو کیونکہ زمانہ جاہلیت میں صرف ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ ہوتا تھا اس کے سوانہیں ہوتا تھا اور اسلام نے اس کو متغیر نہیں کیا بلکہ اور پختہ کیا ہے۔ یہ سعید بن جبیر کا قول ہے اور یہ آیت محکم ہے۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۷۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام میں حلف نہیں ہے حلف صرف جاہلیت میں ہوتا تھا اور اسلام میں اس حلف کی شدت میں اور اضافہ کیا ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۳۰ 'سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۲۵ 'مسند احمد ج ۴ ص ۸۳)

اس حدیث میں غیر شرعی باتوں پر حلف اٹھانے کی ممانعت ہے اور ایک دوسرے کا وارث بنانے پر حلف اٹھانے کی ممانعت ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے لیے جو حلف اٹھایا جائے اس حلف کی شدت میں اور اضافہ کیا ہے۔

2923 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْمَعْنَى - قَالَ أَحْمَدُ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، قَالَ: كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَى أُمِّ سَعْدٍ بِنْتِ الرَّبِيعِ - وَكَانَتْ يَتِيمَةً فِي حِجْرِ أَبِي بَكْرٍ - فَقَرَأْتُ: (وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ) (النساء: 33)، فَقَالَتْ: لَا تَقْرَأْ: (وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ) (النساء: 33)، إِنَّمَا نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حِينَ أَبَى الْإِسْلَامَ، فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ أَلَّا يُوَرِّثَهُ، فَلَمَّا أَسْلَمَ أَمَرَ اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يُؤْتِيَهُ نَصِيبَهُ. زَادَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: فَمَا أَسْلَمَ حَتَّى حُمِلَ عَلَى الْإِسْلَامِ بِالسَّيْفِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَنْ قَالَ: (عَقَدَتْ) (النساء: 33): جَعَلَهُ حِلْفًا، وَمَنْ قَالَ: عَاقَدَتْ جَعَلَهُ حَالِفًا. قَالَ: وَالصَّوَابُ حَدِيثُ طَلْحَةَ عَاقَدَتْ

داؤد بن حصین بیان کرتے ہیں: میں سیدہ اُم سعد بنت ربیع رضی اللہ عنہا کے ہاں پڑھا کرتا تھا، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت یتیم لڑکی تھیں، میں نے یہ آیت یوں تلاوت کی

''تمہاری قسموں نے جنہیں پختہ کیا ہے''

انہوں نے فرمایا: تم یہ نہ پڑھو ''تمہاری قسموں نے جنہیں پختہ کیا ہے''۔

یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ وہ انہیں وارث نہیں بنائیں گے، جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا، تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ ان کا حصہ انہیں دیں۔

عبدالعزیز نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: انہوں نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا، جب تک تلوار کے ذریعے انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جو لفظ ''عقدت'' پڑھتے ہیں، انہوں نے اسے قسم بنایا ہے اور جو لوگ ''عاقدت'' پڑھتے

ہیں، انہوں نے اسے قسم اٹھانے والا بنایا ہے۔
درست وہ ہے، جو طلحہ کی روایت میں ہے کہ لفظ "عاقدت" ہے۔

2924 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا) (الانفال:74) (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا) (الانفال:74) فَكَانَ الْاَعْرَابِيُّ لَا يَرِثُ الْمُهَاجِرَ، وَلَا يَرِثُهُ الْمُهَاجِرُ، فَنَسَخَتْهَا فَقَالَ: (وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ) (الاحزاب:6)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی۔ (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"وہ لوگ جو ایمان لائے انہوں نے ہجرت نہیں کی"

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:) کوئی دیہاتی کسی مہاجر کا وارث نہیں بنتا تھا اور نہ ہی مہاجر اس کا وارث بنتا تھا، تو اس آیت نے اسے منسوخ کر دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان کے رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں"۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کی اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ فراہم کی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں بالکل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں، اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے ماسوا اس قوم کے جس کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور تم جو کام بھی کرتے ہو اللہ اس کو خوب دیکھنے والا ہے"

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مومنین کی چار قسمیں

اس آیت (الانفال:72) میں اور اس سورت کی آخری آیت (الانفال:72) میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایمان لانے والوں کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں (1) مہاجرین اولین، ان کا ذکر آیت 72 کے اس حصہ میں ہے۔ (1)۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (2) انصار، ان کا ذکر آیت مذکورہ کے اس حصہ میں ہے، وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا۔ (3) جن مومنین نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی ان کا ذکر الانفال: 75 کے اس حصہ میں ہے والذین امنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم۔ (4)۔ وہ مومنین جنہوں فتح مکہ تک ہجرت نہیں کی ان کا ذکر (انفال:72) کے اس حصہ میں ہے، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا۔

مہاجرین اولین کی دیگر مہاجرین اور انصار پر فضیلت

مہاجرین اولین نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے جہاد کیا۔ کیونکہ جب وہ اپنے وطن کو چھوڑ آئے تو ان کے تمام مال ۔۔۔ ت

اوران کے مکانوں اور تجارت پر کفار مکہ نے قبضہ کرلیا۔ پھر انہوں نے مکہ سے مدینہ آنے کے لیے اور غزوات میں شرکت کرنے کے لیے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور انہوں نے اپنی جانوں کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ کیا، کیونکہ انہوں نے بغیر ہتھیاروں اور بغیر عددی قوت اور بغیر تیاری کے غزوہ بدر میں کفار کے خلاف جہاد کیا۔ اس سے یہ واضح ہوگیا کہ اللہ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے مقابلہ میں ان کو اپنا مال عزیز تھا نہ جان، اور چونکہ وہ ہجرت کرنے میں اور اللہ کی راہ میں مال اور جان کرچ کرنے میں بعد کے مسلمانوں پر سابق اوداول تھے اس لیے ہجرت اور جہاد میں وہ بعد کے مسلمانوں کے لیے امام، پیشوا اور مقتدا بن گئے اس لیے ان کا مرتبہ اور اجر وثواب بعد میں ہجرت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

السابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنه ور ضو عنه (التوبہ:100)

مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے، اور جن لوگوں نے نیک کاموں میں ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقو من بعد وقاتلو وكلا وعد الله الحسنى (الحدید:10)

جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہوسکتے جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور جہاد کیا، ان لوگوں کا بہت بڑا درجہ ہے اور اللہ نے ان سب سے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

السابقون السابقون۔ اولئك المقربون (الواقعہ:10-11)

سبقت کرنے والے، سبقت کرنے والے ہیں وہی (اللہ کے مقرب ہیں۔

مہاجرین اولین سابقین نے سب مسلمانوں سے پہلے ہجرت کرکے اللہ کی راہ میں کرچ کرکے اور اس کی راہ میں جہاد کرکے بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے اس نیک عمل کی راہ دکھائی اس لیے قیامت تک کے مسلمانوں کی ان نیکیوں کا اجر ان کے نامہ اعمال کی زینت ہوگا، حدیث شریف میں ہے:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا، اور بعد والوں کے اپنے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس شخص نے اسلام میں کسی برے کام کی ابتداء کی اس کو اپنے کام کا گناہ بھی ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے اعمال کا گناہ بھی ہوگا اور ان کے اپنے کاموں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم الزکوۃ 69(1017)2313۔ سنن النسائی رقم الحدیث:2554۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:203۔ مسند احمد ج4،ص359،357۔ المعجم الکبیر، ج2، رقم الحدیث:2445، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:21025۔ سنن کبریٰ للبیہقی، ج4،ص175، کنز العمال رقم الحدیث:43078)

لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ اپنی نوع کے لوگوں کو کوئی نیک کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں بھی اس نیک کام کرنے کا جذبہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے خواہ وہ کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔ اور لوگوں پر کوئی مشکل کام اس وقت آسان ہو جاتا ہے جب وہ اور لوگوں کو بھی وہ کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ سو اس اعتبار سے مہاجرین اولین کو بعد کے مسلمانوں پر بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔

مومنین انصار کو بھی بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان کی طرف ہجرت کی تھی تو اگر وہ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو مدینہ میں جگہ نہ دیتے اور آپ کی مدد نہ کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی جان اور اپنے مال کے نذرانے پیش نہ کرتے اور مشکل مہمات میں اصحاب رسول کا ساتھ نہ دیتے تو ہجرت کے مقاصد پورے نہ ہوتے۔ اس کے باوجود مہاجرین اولین کا مرتبہ انصار مدینہ سے کوئی وجہ سے افضل ہے۔

1۔ مہاجرین سابقین اولین ایمان لانے میں انصار اور باقی سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔ اور ایمان لانا ہی تمام فضیلتوں کا مبدء اور منشاء ہے۔

2۔ مہاجرین اولین مسلسل تیرہ سال کفار قریش کی زیادتیوں اور ظلم وستم کا شکار ہوتے رہے اور تمام سختیوں پر صبر کرتے رہے۔

3۔ انہوں نے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر اپنا وطن چھوڑا، عزیز واقارب کو چھوڑا، اگھر، تجارت اور باغات کو چھوڑا اور اسلام کی خاطر یہ تمام مصائب مہاجرین نے برداشت کیے۔

4۔ رسول اللہ ﷺ کے پیغام اور آپ کے دین اور آپ کی شریعت کو قبول کرنے کا دروازہ مہاجرین اولین نے کھولا۔ انصار نے ان کی اقتداء کی اور ان کی مشابہت اختیار کی اور مقتدیٰ مقتدی سے افضل ہوتا ہے۔

مہاجرین اور انصار کے درمیان پہلے وراثت کا مشروع پھر منسوخ ہونا

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا یہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں اس جگہ مفسرین کا اختلاف ہے کہ ولایت سے مراد وراثت ہے یا ولایت سے مراد ایک دوسرے کی نصرت اور معاونت ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس ولایت سے مراد وراثت ہے اور اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا وارث کر دیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اور جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی، وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں ان کو وراثت نہیں ملے گی اور جب اللہ تعالیٰ نے اس سوت کے آخرت میں فرمایا اور اللہ کی کتاب میں قرابت دار (بطور وراثت) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں تو اس آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا۔ اور اب قرابت وراثت کا سبب ہے اور ہجرت وراثت کا سبب نہیں ہے۔ مجاہد، ابن جریج، قتادہ، عکرمہ، حسن بصری، سدی اور زہری سے بھی اسی قسم کے اقوال مروی ہیں۔ (جامع البیان ج10، ص67،69۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1415ھ)

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں پر نسخ نہیں ہے اور ولایت کا معنی نصرت اور اعانت ہے، اور یہی تفسیر راجح ہے۔

ولایت کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

ولایت کا معنی

ولاء اور توالی کا معنی یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا ایسا حصول ہو جو پہلے حاصل نہ تھا۔
اور اس کا قرب کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے۔ خواہ قرب بہ حیثیت مکان ہو یا قرب بہ حیثیت نسب ہو یا قرب بہ حیثیت دین ہو یا بہ حیثیت دوستی قرب ہو یا بہ حیثیت نصرت اور اعتقاد قرب ہو۔
اور ولایت (واؤ کی زیر کے ساتھ) کا معنی نصرت ہے اور ولایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) کا معنی ہے کسی امر کا والی ہونا اور اس میں تصرف کرنا۔ او ولی اور مولی ان میں سے ہر معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسم فاعل کے معنی میں یعنی ناصر، اور کارساز اور اسم مفعول کے معنی میں یعنی منصور واللہ والی المومنین (آل عمران:68) اس کا معنی ہے اللہ مومنین کا ناصر اور کارساز ہے اور مومنین اللہ کے ولی ہیں یعنی اللہ کے منصور ہیں اللہ ان کی نصرت اور مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے درمیان ولایت کی نفی کردی ہے یا ایہا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصارا اولیاء (المائدہ:51) یعنی یہود اور نصاریٰ کو اپنا ناصر اور مددگار نہ بناؤ۔ اسی طرح طرح فرمایا مالکم من ولایتھم من شیء (الانفال:72) یعنی تم ان کی مطلقاً ان نصرت نہ

(المفردات، ج2، ص692۔963، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، 1418ھ)

علامہ مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر جزری المتوفی 606ھ لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ولی سے اس کا معنی ہے ناصر اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے تمام عالم اور مخلوقات کا مربی اور منتظم، اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے والی ہے اس کا معنی ہے تمام اشیاء کا مالک اور ان میں تصرف کرنے والا اور ولایت کا لفظ تدبیر، قدرت اور فعل کی خبر دیتا ہے اور جب تک کسی چیز میں یہ معانی جمع نہ ہوں اس پر والی کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ حدیث میں لفظ مولی بہ کثرت استعمال ہوا ہے اور یہ ان معانی میں ہے: رب، مالک، سید، منعم، معتق (آزاد کرنے والا) ناصر، محبت، تابع، پڑوسی، عم زاد، حلیف، عقید (جس سے معاہدہ کیا ہو) سسرالی رشتہ دار، غلام، آزاد کردہ، ان میں سے اکثر معنی میں مولی کا لفظ حدیث میں وارد ہے، اور حدیث کا سیاق وسباق جس معنی کا مقتضی ہو مولی کا لفظ اسی معنی پر محمول کیا جاتا ہے اور ہر وہ شخص جو کسی چیز کا مالک ہو یا اس کا انتظام کرے وہ اس کا مولی اور ولی ہے، اور کبھی ان اسماء کے مصادر مختلف المعنی ہوتے ہیں۔ پس ولایت (زبر کے ساتھ) کا معنی نسب میں قریب اور نصر اور آزاد کرنے والا ہے اور ولایت (زیر کے ساتھ) کا معنی امارت ہے اور ولاء کا معنی آزاد شدہ ہے۔

(النہایہ ج5، ص197۔198، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ)

چونکہ ولایت کا معنی نسبی قرابت بھی ہے اس لیے اس آیت میں وراثت کے معنی کی بھی گنجائش ہے۔ لیکن قرآن مجید میں کم سے کم نسخ کو ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو نصرت کے معنی پر محمول کیا جائے اور سیاق وسباق سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

کفار سے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے دار الحرب کے مسلمانوں کی مدد نہ کرنا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے۔ ماسوا اس قوم کے جس کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو۔

یعنی جن مسلمانوں نے دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی، پھر انہوں نے دارالحرب سے رہائی حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں سے ان کی فوجی قوت یا مال سے مدد طلب کی تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان کو ناامید اور نامراد نہ کریں۔ ہاں اگر وہ کسی ایسی کافر قوم کے خلاف تم سے مدد طلب کریں جس قوم کے ساتھ ایک مدت معین تک کا تمہارا معاہدہ ہو تو پھر تم اس معاہدہ کو نہ توڑو، جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے تین شرائط پر صلح کی۔ مشرکین میں سے جو شخص مسلمانوں کی طرف آئے گا وہ اس کو انہیں واپس کردیں گے، اور مسلمانوں کی طرف سے جو مشرکین کے پاس جائے گا وہ اس کو واپس نہیں کریں گے، اور یہ کہ اگلے سال مسلمان عمرہ کے لیے آئیں گے اور صرف تین دن مکہ مکرمہ میں ٹھہریں گے اور اپنے ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر آئیں گے مثلاً تلوار اور تیر کمان وغیرہ۔ پھر حضرت ابوجندل بیڑیوں میں چلتے ہوئے مسلمانوں کی طرف آئے تو نبی ﷺ نے انہیں مشرکین کی طرف واپس کردیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:2700 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1412ھ)

امام ابن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

جس وقت رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو صلح نامہ لکھ رہے تھے اس وقت سہیل کے بیٹے حضرت ابوجندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں میں گھسیٹتے ہوئے آئے اور اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اپنی فتح کے متعلق کوئی شک نہیں تھا اور اس کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب تھا۔ اور جب انہوں نے صلح اور رجوع کا معاملہ دیکھا اور یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرائط مان لی ہیں تو ان کو اتنا زیادہ رنج اور قلق ہوا کہ لگتا تھا وہ شدت غم سے ہلاک ہوجائیں گے جب سہیل نے اپنے بیٹے ابوجندل کو دیکھا تو ان کے پاس گیا اور ان کے منہ پر تھپڑ مارے، اور ان کو گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنے لگا اور اس نے کہا یا محمد ﷺ ہمارے اور آپ کے درمیان اس کے آنے سے پہلے معاہدہ مکمل ہوچکا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ پھر وہ حضرت ابوجندل کو گریبان سے پکڑ گھسیٹنے لگا تاکہ ان کو قریش کی طرف لے جائے اور حضرت ابوجندل بلند آواز سے فریاد کرنے لگے اے مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا، یہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کریں گے۔ مسلمانوں کو ان کی فریاد کی وجہ سے اور زیادہ قلق ہوا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوجندل! صبر کرو اور اجر وثواب کی نیت کرو، تمہیں اور دوسرے کمزور مسلمانوں کو اللہ نجات دینے والا ہے اور ان کے لیے کشادگی کرنے والا ہے، اور میں ان لوگوں سے صلح کا معاہدہ کرچکا ہوں اور میں ان سے عہد شکنی نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابوجندل دل شکستہ ہوکر اپنے باپ کے ساتھ چلے گئے اور معاہدہ پورا ہوگیا۔ (سیرت ابن ہشام ج3، ص347، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، 1415ھ)

نیز امام ابن ہشام لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو آپ کے پیچھے ابوبصیر عتبہ بن اسید بھی مدینہ پہنچ گئے یہ ان مسلمانوں میں سے تھے جن کو مکہ میں قید کرکے رکھا گیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو ان کی بازیابی کے لیے ازہر بن عبدعوف اور اخنس بن

شریق نے آپ کو خط لکھا اور بنو عامر بن لوی کے ایک شخص اور ان کے آزاد کردہ غلام کو انہیں لینے کے لیے مدینہ منورہ بھیجا۔ وہ دونوں ازہر اور اخنس کا خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بصیر! ہم نے ان لوگوں سے جو معاہدہ کیا ہے وہ تم کو معلوم ہے اور ہمارے دین میں عہد شکنی کی گنجائش نہیں ہے اور اللہ تمہارے لیے اور دوسرے کمزور مسلمانوں کے لیے نجات اور کشادگی کی صورت پیدا کرنے والا ہے، تم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ۔ حضرت ابو بصیر نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے مشرکین کی طرف لوٹا رہے ہیں وہ مجھے میرے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیں گے! آپ نے فرمایا اے ابو بصیر! تم واپس جاؤ عنقریب اللہ تمہاری رہائی کی صورت پیدا کر دے گا۔

(سیرت ابن ہشام ج 3 ص 352، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، 1415ھ)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

ابو جندل بن سہیل بن عمرو مکہ میں بہت پہلے اسلام لا چکے تھے ان کے باپ سہیل نے ان کو زنجیروں سے باندھ کر مکہ میں قید کیا ہوا تھا اور ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا۔ حدیبیہ کی صلح کے بعد یہ رہا ہو کر مقام العیص میں پہنچ گئے اور حضرت ابو بصیر سے مل گئے۔ (حضرت ابو بصیر کو جو دو آدمی لینے آئے تھے، انہوں نے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا مکہ بھاگ گیا تھا۔ وہ پھر مدینہ گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ کی پاس داری کی وجہ سے ان کو قبول نہیں کیا۔ پھر یہ مدینہ سے نکل کر مقام العیص پہنچ گئے حضرت ابو جندل بھی ان سے آملے۔ اس طرح وہاں تقریباً ستر مسلمان مکہ سے بھاگ کر ان کے پاس آ گئے ان کو مکہ سے آنے والا جو کافر ملتا یہ اس کو قتل کر دیتے اور کفار کے جو قافلے وہاں سے گزرتے ان کو لوٹ لیتے۔ حتی کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا کہ وہ مکہ سے آنے والے مسلمانوں کو واپس کرنے کی شرط سے دست بردار ہوتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی اور یہ لوگ مدینہ آ گئے۔ (سیرت ابن ہشام، ج 3، ص 352، 353)۔ پھر حضرت ابو جندل، حضرت ابو بصیر کے پاس رہے حتی کہ حضرت ابو بصیر وہاں وفات پا گئے اور حضرت ابو جندل دیگر مسلمانوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچ گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرتے رہے اور حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں 18ھ کو شام میں فوت ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ ج 7 ص 284 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، 1418ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور ان کی نصرت کی یہی لوگ برحق مومن ہیں، ان کے لیے بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے"

مہاجرین اور انصار کی تعریف و توصیف

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں تکرار ہے کیونکہ آیت 72 میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت 72 سے مقصود یہ تھا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان ولایت کو بیان کیا جائے اور اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ مہاجرین اور انصار کی تعریف و توصیف کی جائے کیونکہ ان کا ایمان کامل ہے اور یہ برحق مومن ہیں۔ مہاجرین اولین نے ایمان کے

کا عملی مظاہرہ کیا انہوں نے اسلام کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا، عزیز و اقارب کو چھوڑا، مال و دولت اور مکانوں اور باغات کو چھوڑا۔
اسی طرح انصار نے بھی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے اپنے دیدہ و دل کو فرش راہ کیا۔

بَابٌ فِي الْحِلْفِ

باب: حلف (کسی کو اپنا حلیف قرار دینا) کا بیان

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَأَيُّمَا حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
"اسلام میں حلف کی کوئی حیثیت نہیں ہے، زمانہ جاہلیت کا جو بھی حلف تھا، اسلام نے اس کی مضبوطی میں اضافہ ہی کیا ہے"۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: حَالَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا. فَقِيلَ لَهُ: أَلَيْسَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ. فَقَالَ: حَالَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمارے محلے میں (یا احاطے میں) مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد نہیں فرمائی ہے؟

"اسلام میں حلف (منہ بولے بھائی) کی کوئی حیثیت نہیں ہے"

تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ہمارے گھر میں بھائی چارہ قائم کیا تھا، یہ بات انہوں نے دو یا تین مرتبہ دہرائی۔

منہ بولے بیٹے کی وراثت وغیرہ کا بیان

متبنٰی بنانے والا حقیقی باپ نہ ہوگا، متبنٰی اس کا بیٹا یا اولاد۔ لہٰذا باپ کی جگہ صرف اور صرف اس کے حقیقی باپ کا نام ہی لکھا اور پکارا جائے گا۔ قرآن کریم میں واضح حکم ہے:

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ

2925- اسنادہ صحیح، سعد بن ابراہیم: ہو ابن عبد الرحمن بن عوف، وزکریا: ہو ابن ابی زائدة، وابو اسامة: ہو حماد بن اسامة، وابن نمیر: ہو عبد اللہ. واخرجہ مسلم (2530)، والنسائی فی "الکبری" (6385) من طریق زکریا بن ابی زائدة، بہذا الاسناد. وہو فی "مسند احمد" (16761)، و"صحیح ابن حبان" (4[illegible]) (4372).

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ

"اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے (حقیقی) بیٹے بنایا، یہ سب تمہارے منہ کی اپنی باتیں ہیں اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی (سیدھا) راستہ دکھاتا ہے۔ تم اُن (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ (ہی کے نام) سے پکارا کرو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ عدل ہے، پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو (وہ) دین میں تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں"۔

(الاحزاب، 33:4،5)

پس متبنیٰ (منہ بولے بیٹے/بیٹی) کے حقیقی والدین ہی اس کے والدین ہیں اور رہیں گے خواہ پرورش کوئی کرے۔ حقیقی والد کا نام ہی والد کے طور پر لکھا اور بتایا جائے گا خواہ کچھ ہو۔ دوسرے کی طرف منسوب کر کے اس کا بیٹا کہنا یا لکھنا حرام ہے۔ متبنیٰ کی پرورش کرنے والا شخص اپنی زندگی میں جتنا مناسب سمجھے مکان، روپیہ، دوکان وغیرہ ہبہ کر سکتا ہے، اس کے نام رجسٹری کر دے تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس میں وراثت کا جھگڑا نہ ہو۔ وراثت صرف اس مال میں چلتی ہے جو مرتے وقت کسی کی ملکیت میں ہو۔

دوسری صورت یہ بھی ہے کہ مرتے وقت ایک تہائی تک مال اس کے نام کرنے کی وصیت کر جائے۔ اس شخص نے اپنی زندگی میں جو کچھ متبنیٰ کو دے دیا چونکہ اب وہ اس کی ملکیت سے نکل کر اس متبنیٰ کی ملکیت میں آ چکا، لہٰذا اس پر مرنے والے کی وراثت کا اطلاق نہ ہو گا اور نہ ہی واپسی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ جب متبنیٰ کسی طور پر وارث بنتا ہی نہیں تو صلبی اولاد یا دیگر ورثاء کے ساتھ اس کا وراثت میں کوئی مسئلہ ہی نہ رہا، باقی ورثاء تمام ترکہ میں سے حسب ضابطہ اپنا اپنا مقررہ حصہ پائیں گے۔

دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ حقیقی ورثاء کا حق اس متبنیٰ کی وجہ سے مارا نہ جائے۔ اس لئے میں نے کل مال کی ایک تہائی کی وصیت کی بات کی تاکہ اس کا کام بھی ہو جائے اور بقایا حصے باقی وارثوں میں بھی تقسیم ہو سکیں۔ نہ کسی کا حق مارا جائے اور نہ کوئی محروم ہو۔

نامعلوم نسب کا کوئی بچہ مل جائے تو اس کی پرورش کرنے والا اس کا سرپرست کہلوائے گا اور تمام کاغذات میں بطور والد نہیں بلکہ بطور سرپرست اس کا نام درج کیا جائے گا۔

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَرِثُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا

باب: عورت کا اپنے شوہر کی دیت میں وارث ہونا

2927- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ: الدِّيَةُ لِلْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا، حَتَّى قَالَ لَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا فَرَجَعَ عُمَرُ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، وَقَالَ فِيهِ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَعْرَابِ

سعید بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: دیت خاندان والوں کا حق ہوتا ہے اور عورت کو اپنے شوہر کی دیت میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا، یہاں تک حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مجھے یہ خط میں لکھا تھا؟ کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو، اس کے شوہر کی دیت میں سے حصہ دلوا دوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجوع کرلیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (یعنی حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کو) دیہاتیوں کا نگران مقرر کیا تھا''

شرح

جس طرح زمانہ جاہلیت میں عورت کی دیت آدھی تھی، اسی طرح اسے شوہر کی دیت میں سے حصہ بھی نہیں دیا جاتا تھا۔ تفسیر کشاف میں حضرت عمر کی روایت بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے ایک مقتول کی دیت کا فیصلہ دیا۔ اس کی بیوی نے آ کر شوہر کی دیت میں سے اپنا حصہ مانگا۔ آپ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ تمھارا کوئی حصہ بنتا ہے، کیونکہ دیت تو صرف عصبہ (باپ کی جانب سے رشتہ دار) کے لیے ہوتی ہے۔ اس پر ضحاک بن سفیان کلابی نے کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ کر حکم دیا کہ میں اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دوں۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس عورت کو حصہ دے دیا۔

گئی ہے۔ آخری دور میں آزمائش اور ایسے امور پیش آئیں گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ ایک فتنہ آئے گا جس کا ایک حصہ دوسرے کو کمزور بنا دے گا۔ فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا یہ مجھے ہلاک کر ڈالے گا، پھر وہ ختم ہوگا تو ایک اور فتنہ آ جائے گا تو مومن کہے گا: یہ تو مجھے نہیں چھوڑے گا، لہٰذا جو شخص چاہتا ہے کہ آگ سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے اسے چاہیے کہ وہ اس حال میں مرے کہ اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اور جس نے کسی امام کی بیعت کی، اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور دل سے تسلیم کیا تو اسے چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرے اور اگر کوئی دوسرا امام آ جائے جو اس (پہلے امام) سے جھگڑا کرے تو اس دوسرے (امام) کی گردن اڑا دو۔"

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے نبی! دیکھیے اگر ہم پر ایسے حکمران مسلط ہوں جو ہم سے اپنا حق تو مانگتے ہوں لیکن ہمارا حق نہ دیتے ہوں تو اس بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں، آپ ﷺ نے اس شخص سے منہ پھیر لیا۔ اس شخص نے دوسری بار وہی سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اسمعوا وأطيعوا فإنما عليهم ما حملوا وعليكم ما حملتم (صحیح مسلم)

"ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ ان کی ذمہ داری کا بار (بوجھ) ان پر ہے اور تمہاری ذمہ داری کا بوجھ تم پر۔"

بَابُ مَا جَاءَ فِي طَلَبِ الْإِمَارَةِ

باب: حکومت (یا عہدے) کا طلبگار ہونا

2929 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَنْصُورٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِذَا أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ فِيهَا إِلَى نَفْسِكَ، وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا

❁❁ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمن بن سمرہ! تم امارت (یعنی کسی حکومتی عہدے) کا سوال نہ کرنا، کیونکہ اگر وہ تمہیں مانگنے کے نتیجے میں دیا گیا، تو اس کے بارے میں تمہیں 'تمہارے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر تمہیں یہ مانگے 'بغیر دیا گیا' تو اس کے بارے میں تمہاری مدد کی جائے گی۔

حکومت یا عہدہ طلب کرنے کی مذمت کا بیان

حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میں دیکھ رہا ہوں) تم آنے والے زمانے میں حکومت و سیادت کی حرص میں مبتلا ہو گے حالانکہ وہ حکومت و سیادت (جو حرص و طلب کے ساتھ ملے) قیامت کے دن پشیمانی کا موجب ہے (یاد رکھو) حکومت و سیادت دودھ چھڑانے والی عورت کی طرح بری لگتی ہے لہٰذا یہ بات مرد دانا کے لائق نہیں ہے کہ وہ ایسی لذت کے حصول کی خواہش و کوشش کرے جس کا انجام حسرت و غم ہے۔ اور حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ ایک دن

میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے (کسی جگہ کا) عامل (حاکم) کیوں نہیں بنا دیتے؟ حضرت ابوذر کا بیان ہے (میری یہ بات سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ازراہ لطف وشفقت) میرے مونڈھے پر اپنا ہاتھ مارا اور پھر فرمایا کہ" ابوذر! تم ناتواں ہو اور یہ سرداری (خدا کی طرف سے) ایک امانت ہے) جس کے ساتھ بندوں کے حقوق متعلق ہیں اور اس میں خیانت نہیں کرنی چاہئے) اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) سرداری قیامت کے دن رسوائی وپشیمانی کا باعث ہوگی الا یہ کہ جس شخص نے اس (سرداری کو حق کے ساتھ حاصل کیا اور اس حق کو ادا کیا جو اس سرداری کے تئیں اس پر ہے (یعنی جو شخص مستحق ہونے کی وجہ سے سردار بنایا گیا اور پھر اس نے اپنے زمانہ میں حکومت میں عدل وانصاف کا نام روشن کیا اور رعایا کے ساتھ احسان وخیر خواہی کا برتاؤ کیا تو وہ سرداری اس کے لئے رسوائی اور وبال کا باعث نہیں ہوگی) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ابوذر! میں تمہیں ناتواں دیکھتا ہوں (کہ سرداری کا بار برداشت نہیں کر سکو گے) اور میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند کرتا ہوں جو میں اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہوں تم دو آدمیوں کا بھی سردار وعامل نہ بننا اور کسی یتیم کے بھی مال کی کار پردازی ونگرانی نہ کرنا۔ (مسلم)

جو میں اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہوں" کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں تمہاری طرح ضعیف وناتواں ہوتا تو میں اس سرداری، وحاکیت کے بوجھ کو نہ اٹھاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے قوت بھی دی ہے اور پھر تحمل بھی عطا کیا ہے، اگر حق تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو تحمل عطا نہ ہوتا تو میں ہرگز اس بار کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ حکومت وسیادت سے پرہیز کرنے کے بارے میں یہ حدیث اصل میں عظیم اور سب سے بڑی رہنما ہے بطور خاص اس شخص کے لئے جو اس منصب کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی قوت نہ رکھتا ہو!

نااہل کو عہدہ سپرد کرنے کی ممانعت کا بیان

2930- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَخِيهِ، عَنْ بِشْرِ بْنِ قُرَّةَ الْكَلْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ رَجُلَيْنِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ أَحَدُهُمَا، ثُمَّ قَالَ: جِئْنَا لِتَسْتَعِينَ بِنَا عَلَى عَمَلِكَ، وَقَالَ الْآخَرُ: مِثْلَ قَوْلِ صَاحِبِهِ، فَقَالَ: إِنَّ أَخْوَنَكُمْ عِنْدَنَا مَنْ طَلَبَهُ فَاعْتَذَرَ أَبُو مُوسَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: لَمْ أَعْلَمْ لِمَا جَاءَا لَهُ، فَلَمْ يَسْتَعِنْ بِهِمَا عَلَى شَيْءٍ حَتَّى مَاتَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں دو آدمیوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

2930- اسناده ضعيف بهذا السياق لجهالة بشر بن قرة - ويقال: قرة بن بشر - ولابهام اخي اسماعيل بن ابي خالد، ولاسماعيل اربعة اخوة، كلهم مجاهيل. ثم انه قد اختلف فيه على اسماعيل بن ابي خالد كما بيناه في "المسند" (19508). واخرجه النسائي في "الكبرى" (5899) من طريق عباد بن العوام، عن اسماعيل ابن ابي خالد، بهذا الاسناد. وقال: عن قرة بن بشر. واخرجه النسائي (5898) من طريق سفيان الثوري، عن اسماعيل بن ابي خالد، عن اخيه، عن ابي بردة، عن ابي موسى، فاسقط من اسناده بشر بن قرة، وهو في "مسند احمد" (19508) من طريق سفيان الثوري.

ان میں سے ایک نے تشہد کے کلمات پڑھے اور پھر بولے: ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ اپنے کام کاج (یعنی لوگوں سے زکوۃ وغیرہ کی وصولی) کے کام میں ہم سے بھی مدد لیں، دوسرے شخص نے بھی اپنے ساتھی کی مانند کلمات کہے' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمارے نزدیک تم میں سب سے زیادہ خیانت والا شخص وہ ہے' جو اس کا مطالبہ کرتا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس حوالے سے معذرت پیش کی اور عرض کی: مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ دونوں کس لیے آئے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں سے اس حوالے سے کوئی کام نہیں لیا، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

شرح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جو شخص کسی خدمت ذمہ داری کا طالب ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی درخواست کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کام پر مقرر نہ فرماتے کیونکہ کسی منصب کا طالب ہونا حب جاہ پر دلالت کرتا ہے جو آخر کار طالب کے حق میں خرابی کا باعث ہوتا ہے۔

بَابٌ فِي الضَّرِيرِ يُوَلَّى

باب: نابینا کو اہلکار مقرر کرنا

2931 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ عَلَى الْمَدِينَةِ مَرَّتَيْنِ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو دو مرتبہ مدینہ منورہ میں (اپنا نائب) مقرر کیا۔

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْوَزِيرِ

باب: (اپنا) وزیر بنانا

2932 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ الْمُرِّيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَرَادَ اللهُ بِالْأَمِيرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ صِدْقٍ، إِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهُ، وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ، وَإِذَا أَرَادَ اللهُ بِهِ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ سُوءٍ، إِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ، وَإِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

2932- حديث صحيح. زهير بن محمد- وان كانت رواية اهل الشام عنه غير مستقيمة، وهذا منها لان الوليد هو ابن مسلم دمشقي - متابع كما سياتي. واخرجه ابن حبان (4494)، وابن عدي في "الكامل" 10763/، والبيهقي في "السنن" 112-11110/، وفي "الاسماء والصفات" (304) من طريق الوليد بن مسلم، بهذا الاسناد. واخرجه اسحاق بن راهويه في "مسنده" (956) و(972)، واحمد (24414)، والخلال في "السنة" (78)، وابو يعلى (4439)

''جب اللہ تعالیٰ کسی امیر (یعنی حاکم) کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرلے تو اس کو مخلص وزیر عطا کردیتا ہے اگر وہ حاکم بھول جائے تو وہ وزیر اسے یاد کرواتا ہے اور حاکم کو یاد ہو تو وہ وزیر اس کی مدد کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی حاکم کے ساتھ مختلف ارادہ کرلے (یعنی اس کو خراب کرے) تو اسے بُرا وزیر عطا کردیتا ہے جب وہ حاکم بھول جائے تو وہ وزیر اسے یاد نہیں کرواتا اور جب حاکم کو یاد ہو تو وہ وزیر اس کی مدد نہیں کرتا''۔

بَابٌ فِي الْعِرَافَةِ

باب: قوم کی نمائندگی

عریف: اپنے ساتھیوں کا تعارف کرانے والا، قوم کے معاملات کی دیکھ بھال کرنے والا، نقیب، یہ حاکم سے کم مرتبے کا ہوتا ہے، اور اپنی قوم کے ہر ایک شخص کا رویہ اور چال چلن حاکم سے بیان کرتا ہے اور اسے برے بھلے کی خبر دیتا ہے۔

2933 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ جَدِّهِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ عَلَى مَنْكِبِهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ إِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ أَمِيرًا، وَلَا كَاتِبًا وَلَا عَرِيفًا

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا: ''اے قدیم! تم کامیاب ہو اگر تم ایسی حالت میں فوت ہوئے ہو کہ تم امیر نہیں تھے سیکرٹری نہیں تھے اور اپنی قوم کے نمائندے نہیں تھے''۔

2934 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا غَالِبٌ الْقَطَّانُ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُمْ كَانُوا عَلَى مَنْهَلٍ مِنَ الْمَنَاهِلِ، فَلَمَّا بَلَغَهُمُ الْإِسْلَامُ جَعَلَ صَاحِبُ الْمَاءِ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا، وَقَسَمَ الْإِبِلَ بَيْنَهُمْ وَبَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ. فَأَرْسَلَ ابْنَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: ائْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ لَهُ: إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَإِنَّهُ جَعَلَ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا، وَقَسَمَ الْإِبِلَ بَيْنَهُمْ، وَبَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ، أَفَهُوَ أَحَقُّ بِهَا أَمْ هُمْ؟ فَإِنْ قَالَ لَكَ: نَعَمْ، أَوْ لَا. فَقُلْ لَهُ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ، وَهُوَ عَرِيفُ الْمَاءِ، وَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ لِي الْعِرَافَةَ بَعْدَهُ. فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ. فَقَالَ: وَعَلَيْكَ وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ. فَقَالَ: إِنَّ أَبِي جَعَلَ لِقَوْمِهِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ عَلَى أَنْ يُسْلِمُوا فَأَسْلَمُوا وَحَسُنَ إِسْلَامُهُمْ، ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ، أَفَهُوَ أَحَقُّ بِهَا أَمْ هُمْ؟ فَقَالَ: إِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُسْلِمَهَا لَهُمْ فَلْيُسْلِمْهَا، وَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يَرْتَجِعَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَسْلَمُوا فَلَهُمْ إِسْلَامُهُمْ، وَإِنْ لَمْ يُسْلِمُوا قُوتِلُوا عَلَى الْإِسْلَامِ. فَقَالَ: إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ، وَهُوَ عَرِيفُ الْمَاءِ، وَإِنَّهُ يَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ لِي الْعِرَافَةَ بَعْدَهُ. فَقَالَ: إِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌّ، وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنَ الْعُرَفَاءِ، وَلَكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ

⊛⊛ غالب قطان' ایک شخص کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' ان کے دادا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ لوگ چشمے کے پاس مقیم تھے، جب انہیں اسلام کی دعوت پہنچی، تو اس چشمے کے مالک نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا: اگر تم لوگ اسلام قبول کرلو' تو میں تمہیں ایک سو اونٹ دوں گا، ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا' پھر اس نے ان کے درمیان اونٹ تقسیم کردیئے' پھر اسے یہ مناسب لگا، یہ اونٹ ان سے واپس لے لیے جائیں' تو اس نے اپنے بیٹے کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور اسے یہ ہدایت کی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جائے اور انہیں یہ گزارش کرے' میرے والد نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ کو یہ بتائے کہ اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اگر وہ مسلمان ہوجائیں' تو وہ انہیں ایک سو اونٹ دے گا وہ لوگ مسلمان ہو گئے' اس نے وہ اونٹ ان کے درمیان تقسیم بھی کردیئے' پھر اسے یہ مناسب محسوس ہوا کہ وہ اونٹ اُن لوگوں سے واپس لے' تو کیا میرے والد ان اونٹوں کا زیادہ حقدار ہے' یا وہ لوگ اس کے زیادہ حقدار ہیں؟ اگر نبی اکرم ﷺ جواب میں ''ہاں'' کہیں یا ''نہیں'' کہیں' تو انہیں یہ گزارش کرنا کہ میرا والد عمر رسیدہ شخص ہے اور اپنی قوم کے پانی کا نگران ہے' آپ ﷺ یہ منصب میرے والد کے بعد میرے لیے مقرر کردیں' نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس کا بیٹا حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میرے والد نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا ہے' نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: تم پر اور تمہارے باپ پر بھی سلام ہو، اس نے عرض کی: میرے والد نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا کہ اگر وہ لوگ مسلمان ہوجائیں' تو وہ انہیں ایک سو اونٹ دے گا' وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور اچھے مسلمان ہو گئے پھر میرے والد کو یہ خیال آیا کہ ان سے یہ اونٹ واپس لے لیں، تو میرا والد ان کا زیادہ حقدار ہے' یا وہ لوگ اس کے زیادہ حقدار ہیں' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ اونٹ ان کے پاس رہنے دیتا ہے' تو یہ ٹھیک ہے اور اگر وہ واپس لینا چاہتا ہے' تو ان لوگوں کی بہ نسبت وہ ان ونٹوں کا زیادہ حقدار ہے، کیونکہ اگر وہ لوگ مسلمان ہوئے ہیں' تو اس کا فائدہ ان لوگوں کو ہوگا اور اگر ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا' تو ان کے ساتھ اسلام کے لیے لڑائی کی جائے گی' اس لڑکے نے گزارش کی: میرے والد عمر رسیدہ شخص ہیں' وہ اپنی قوم کے پانی کے منتظم ہے' انہوں نے یہ درخواست کی ہے کہ آپ اس کے بعد یہ منصب میرے لیے مقرر کردیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر قوم کا عریف ہوتا ہے اور لوگوں کا عریف کے بغیر گزارا بھی نہیں ہے' لیکن اگر یہ عریف (زیادتی کریں گے) تو جہنم میں جائیں گے''

بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْكَاتِبِ

باب: کاتب (سیکرٹری) بنانا

2935 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: السِّجِلُّ كَاتِبٌ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: "سجل" نامی ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکرٹری تھے۔

بَابٌ فِي السِّعَايَةِ عَلَى الصَّدَقَةِ

باب: زکوٰۃ وصول کرنے کا معاوضہ لینا

2936 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَسْبَاطِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ، حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"زکوٰۃ کو وصول کرنے والا شخص' جو حق کے ہمراہ یہ کام کرتا ہے' وہ اپنے گھر واپس آنے تک' اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کی مانند ہے"۔

<u>بھتہ لینے والوں کے بارے میں سخت وعید کا بیان</u>

2937 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"بھتہ لینے والا شخص' جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔

2938 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقَطَّانُ، عَنِ ابْنِ مَغْرَاءَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: الَّذِي يَعْشُرُ النَّاسَ يَعْنِي صَاحِبَ الْمَكْسِ

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: بھتہ لینے والے سے مراد، وہ شخص ہے' جو لوگوں سے عشر لیتا ہے۔

بَابٌ فِي الْخَلِيفَةِ يَسْتَخْلِفُ

باب: ایسا خلیفہ جسے نامزد کیا گیا ہو

2939 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، وَسَلَمَةُ، قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: إِنِّي إِنْ لَا أَسْتَخْلِفْ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

2936-اسناده حسن، محمد بن اسحاق -وهو ابن يسار المطلبي- صدوق حسن الحديث، وقد صرح بالسماع عند احمد (17285) فانتفت شبهة تدليسه. واخرجه ابن ماجه (1809)، والترمذي (651) من طريق محمد بن اسحاق، والترمذي (651) من طريق يزيد بن عياض، كلاهما عن عاصم بن عمر بن قتادة به. وقال الترمذي: حديث حسن. قلنا: العمدة فيه على ابن اسحاق، واما يزيد بن عياض فهو متهم. وهو في "مسند احمد" (15826) و (17285)، وصححه ابن خزيمة (2334)، والحاكم/4061، وسكت عنه الذهبي.

وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ، وَإِنْ أَسْتَخْلِفْ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَدِ اسْتَخْلَفَ. قَالَ: فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ ذَكَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، فَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَا يَعْدِلُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا، وَأَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کرتا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا اور اگر میں کسی کو مقرر کر دیتا ہوں' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مقرر کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دونوں کا ذکر کیا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ کسی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں کریں گے اور وہ کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کریں گے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَيْعَةِ

باب: بیعت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2940 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نُبَايِعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَيُلَقِّنُنَا فِيمَا اسْتَطَعْتَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر (حاکم وقت کی) اطاعت و فرمانبرداری کی اطاعت کرنے کی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تلقین کی: (ہم یہ بھی کہیں) "جہاں تک سے ہو سکے"

2941 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَخْبَرَتْهُ عَنْ بَيْعَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ، قَالَتْ: مَا مَسَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ، إِلَّا أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا فَإِذَا أَخَذَ عَلَيْهَا فَأَعْطَتْهُ، قَالَ: اذْهَبِي فَقَدْ بَايَعْتُكِ

عروہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواتین سے بیعت لینے کے بارے میں بتاتے ہوئے' یہ بات بیان کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس نے کبھی کسی خاتون کے ہاتھ کو نہیں چھوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین سے بیعت لیتے تھے، جب وہ خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لیتی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: تم جاؤ، میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔

2942 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هِشَامٍ، وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ

2940- اسناده صحيح. واخرجه البخاري (7202)، ومسلم (1867)، والترمذي (1683)، والنسائي (4187) و (4188) من طرق عن عبدالله بن دينار، به. وهو في "مسند احمد" (4565)، و "صحيح ابن حبان" (4548).

تَابِعْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ صَغِيْرٌ. فَمَسَحَ رَأْسَهُ

حضرت عبداللہ بن ہشام جنہیں نبی اکرم ﷺ کا زمانہ اقدس نصیب ہوا ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ان کی والدہ سیّدہ زینب بنت حمید رضی اللہ عنہا انہیں ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ اس سے بیعت لیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ابھی کم سن ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

بَابٌ فِيْ أَرْزَاقِ الْعُمَّالِ

باب: سرکاری اہلکاروں کی تنخواہیں (مقرر کرنا)

2943 - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ أَبُوْ طَالِبٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا، فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ غُلُوْلٌ

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب ہم کسی کو کسی کام کا اہل کار مقرر کریں اور اسے اس کا معاوضہ دیں' تو اس کے علاوہ، وہ جو کچھ حاصل کرے گا، وہ خیانت ہوگا"۔

2944 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: اسْتَعْمَلَنِيْ عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا فَرَغْتُ أَمَرَ لِيْ بِعُمَالَةٍ، فَقُلْتُ: إِنَّمَا لِلّٰهِ، قَالَ: خُذْ مَا أُعْطِيْتَ، فَإِنِّيْ قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِيْ

ابن ساعدی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے کا نگران مقرر کیا، جب میں اس کام سے فارغ ہوا، تو انہوں نے مجھے معاوضہ دینے کا حکم دیا، میں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کیا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں جو دیا جا رہا ہے، اسے حاصل کرلو، کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اس طرح کا کام کیا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس کا معاوضہ ادا کیا تھا۔

2945 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا الْمُعَافَى، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَسْكَنٌ

2944-اسناده صحیح. ابن الساعدی: هو عبد الله بن السعدی، واسم ابیه وَقدان -وقیل غیر ذلک- القرشی العامری، ولیث: هو ابن سعد. واخرجه مسلم (1045)، والنسائی (1604) من طریق اللیث بن سعد، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (371)، و"صحیح ابن حبان" (3405). واخرجه بنحوه البخاری (7163)، ومسلم (1045)، والنسائی (2605) و(2606) و(2607) من طریق حویطب بن عبد العزی، عن عبد الله بن السعدی، به. وهو فی "مسند احمد" (100). واخرج البخاری (7164)، والنسائی (2608)

فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا. قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أُخْبِرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ أَوْ سَارِقٌ

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو شخص ہمارا عامل (یعنی کوئی کام کرنے کا اہلکار) ہو، تو اگر اس کی بیوی نہ ہو، تو بیوی حاصل کر لے، اگر خادم نہ ہو، تو خادم حاصل کر لے، اگر رہائش گاہ نہ ہو، تو رہائش گاہ حاصل کر لے۔

ابوبکر نامی راوی بیان کرتے ہیں: مجھے یہ بات پتہ چلی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

"جو شخص اس کے علاوہ کچھ حاصل کرے گا، تو وہ خیانت کرنے والا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) چور شمار ہوگا"۔

بَابٌ فِي هَدَايَا الْعُمَّالِ

باب: سرکاری اہلکار کو دیئے جانے والے تحائف

2946 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، لَفْظُهُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللُّتْبِيَّةِ - قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: ابْنُ الْأُتْبِيَّةِ - عَلَى الصَّدَقَةِ فَجَاءَ فَقَالَ: هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِي، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ فَيَجِيءُ فَيَقُولُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِي، أَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ أَبِيهِ فَيَنْظُرَ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا؟ لَا يَأْتِي أَحَدٌ مِنْكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنْ كَانَ بَعِيرًا فَلَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً فَلَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةً تَيْعَرُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَةَ إِبْطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازد قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو اپنا اہلکار مقرر کیا، اس شخص کا نام ابن لتبیہ تھا (ایک راوی نے یہ نام نقل کیا ہے) ابن اتبیہ اسے زکوۃ وصول کرنے کا نگران مقرر کیا گیا، وہ شخص آیا اور عرض کی: یہ آپ لوگوں کا مال ہے اور یہ مجھے تحفے کے طور پر دیا گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

"اس اہلکار کا کیا معاملہ ہے، جسے ہم بھیجتے ہیں اور پھر وہ آ کر یہ کہتا ہے: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا ہے اور یہ مجھے تحفے کے طور پر دیا گیا ہے، وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھا رہا، تا کہ وہ اس بات کا جائزہ لیتا کہ کیا اسے تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ تم میں سے جو بھی شخص اس طرح کی کوئی چیز لے کر آئے گا (یعنی اس طرح کی کوئی چیز حاصل کرے گا) تو وہ قیامت کے دن بھی اس چیز کے ساتھ آئے گا، اگر وہ اونٹ ہوگا، تو وہ آواز نکال رہا ہوگا، اگر گائے ہوگی، تو وہ ڈکرا رہی ہو، اور اگر بھیڑ ہوگی، تو وہ آواز نکال رہی ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بلند کیے، یہاں تک کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی بھی دیکھ لی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے، اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے"

بَابٌ فِي غُلُولِ الصَّدَقَةِ

باب: (وصول ہونے والے) صدقہ میں خیانت کرنا

2947 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِي الْجَهْمِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعِيًا، ثُمَّ قَالَ: انْطَلِقْ أَبَا مَسْعُودٍ، وَلَا أُلْفِيَنَّكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَجِيءُ وَعَلَى ظَهْرِكَ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ لَهُ رُغَاءٌ، قَدْ غَلَلْتَهُ قَالَ: إِذًا لَا أَنْطَلِقُ قَالَ: إِذًا لَا أُكْرِهُكَ

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عامل بنا کر بھیجا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابومسعود! تم جاؤ اور میں قیامت کے دن تمہیں ایسی حالت میں ہرگز نہ پاؤں کہ تم آؤ اور تمہاری پشت پر زکوۃ کے اونٹوں میں سے کوئی اونٹ ہو، جو آواز نکال رہا ہو، جسے تم نے خیانت کے طور پر حاصل کیا تھا، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر تو میں نہیں جاتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں تمہیں اس پر مجبور بھی نہیں کرتا۔

بَابٌ فِيمَا يَلْزَمُ الْإِمَامَ مِنْ أَمْرِ الرَّعِيَّةِ وَالْحَجَبَةِ عَنْهُ

باب: رعایا کے معاملے میں، حکمران پر کیا لازم ہے، نیز اُس کا اُن سے دور رہنا

2948 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا مَرْيَمَ الْأَزْدِيَّ، أَخْبَرَهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: مَا أَنْعَمَنَا بِكَ أَبَا فُلَانٍ - وَهِيَ كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ - فَقُلْتُ: حَدِيثًا سَمِعْتُهُ أُخْبِرُكَ بِهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ وَلَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ، وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ، وَفَقْرِهِ قَالَ: فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ

ابومریم ازدی بیان کرتے ہیں: میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے فرمایا: اے ابوفلاں! تم سے ملنے پر خوشی ہوئی، میں نے کہا: میں آپ رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث کے بارے میں بتانے کے لیے آیا ہوں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جسے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کسی معاملے کا نگران مقرر کر دے اور وہ ان کی ضروریات پوری کرنے، ان کی حاجت مندی ختم کرنے، اور ان کے فقر و فاقہ میں حجاب میں رہے (یعنی انہیں اپنے پاس نہ آنے دے) تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس سے حجاب کر لے گا، جب وہ عامل حاجت مند ہوگا، ضرورت مند ہوگا اور فقیر ہوگا"۔

2948- اسنادہ صحیح، ابو مریم الازدی: اسمہ عمرو بن مرۃ الجہنی، کما جزم بہ البخاری فی "التاریخ الکبیر" 3086/6، والترمذی بالر (1382)، والبغوی فیما نقلہ الحافظ فی "الاصابۃ" فی ترجمۃ ابی مریم الازدی، واخرجہ الترمذی (1382) من طریق یحیی بن حمزۃ، بھذا الاسناد، وانظر "مسند احمد" (15651).

راوی بیان کرتے ہیں: تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے مقرر کیا۔

2949 - حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أُوتِيكُمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا أَمْنَعُكُمُوهُ، إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہیں میں جو بھی چیز دوں یا جو بھی چیز نہ دوں' تو اس کے حوالے سے' میں صرف ایک خزانچی ہوں' میں اسی طرح خرچ کرتا ہوں' جس طرح مجھے حکم دیا جاتا ہے''۔

2950 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمًا الْفَيْءَ، فَقَالَ: مَا أَنَا بِأَحَقَّ بِهَذَا الْفَيْءِ مِنْكُمْ، وَمَا أَحَدٌ مِنَّا بِأَحَقَّ بِهِ مِنْ أَحَدٍ، إِلَّا أَنَّا عَلَى مَنَازِلِنَا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَسْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالرَّجُلُ وَقِدَمُهُ، وَالرَّجُلُ وَبَلَاؤُهُ، وَالرَّجُلُ وَعِيَالُهُ، وَالرَّجُلُ وَحَاجَتُهُ

❁❁ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مال فے کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی: میں اس مال فے کا' تم سے زیادہ حقدار نہیں ہوں' اور نہ ہی' ہم میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کے مقابلے میں' اس کا زیادہ حقدار ہے' اللہ کی کتاب کے حکم کے مطابق اور اس کے رسول کی تقسیم کے مطابق' ہم لوگوں سے مراتب مخصوص ہیں' آدمی کے مقدم ہونے کا خیال رکھا جائے گا' آدمی کے آزمائش کے شکار ہونے کا خیال رکھا جائے گا' آدمی کے اہل وعیال کا خیال رکھا جائے گا اور آدمی کے ضرورت مند ہونے کا حساب رکھا جائے گا (اور اسی اعتبار سے یہ مال فے ان کے درمیان تقسیم ہوگا)

بَابٌ فِي قَسْمِ الْفَيْءِ

باب: مال فے کی تقسیم

2951 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: حَاجَتَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: عَطَاءُ الْمُحَرَّرِينَ، فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَا جَاءَهُ شَيْءٌ بَدَأَ بِالْمُحَرَّرِينَ

❁❁ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، اے ابوعبدالرحمن! آپ کی کوئی حاجت ہے؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ آزاد ہو جانے والے غلاموں (اور کنیزوں) کا وظیفہ ادا کر دیں، کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے پاس جب بھی کوئی چیز آتی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آزاد ہو جانے والے (غلاموں اور کنیزوں) سے آغاز کرتے تھے۔

مال فے سے متعلق دس احکام کا بیان

مسئلہ نمبر 1۔ وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر بنونضیر کے اموال لٹکا دیئے تم نے اس پر گھوڑے نہیں دوڑائے۔ ایجاف سے مراد رفتار میں تیزی دکھانا ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: وجف الفرس جب گھوڑا تیز دوڑا، اوجفته ن امیں نے اسے حرکت دی، میں نے اسے کسی کے پیچھے لگایا؛ اسی معنی میں تمیم بن مقبل کا قول ہے: اذا الرکب اوجلوا جب اونٹ تیزی سے چل پڑے۔ رکاب کا معنی اونٹ ہے اس کی واحد راحلہ ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تم نے وہاں سے پہنچنے میں کوئی لمبا سفر طے نہیں کیا، نہ وہاں جنگ اور کسی مشقت کا سامنا کیا۔ یہ بستی مدینہ طیبہ سے دو میل کے فاصلے پر تھی۔ فراء نے کہا: صحابہ کرام پیدل ہی وہاں گئے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار نہ ہوئے مگر نبی کریم ﷺ اونٹ پر سوار ہوئے تھے یا ایسے دراز گوش پر سوار ہوئے تھے جس کو چھاپ کی رسی ڈالی گئی تھی۔ اس بستی کو صلح کے ذریعے فتح کیا۔ انہیں جلا وطن کیا اور ان کے اموال اپنے قبضہ میں لے لیے۔ مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ سے اس امر کا سوال کیا کہ یہ اموال بھی ان میں تقسیم کر دیئے جائیں تو یہ آیت نازل ہوئی وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم علیه اللہ تعالیٰ نے بنی نضیر کے اموال نبی کریم ﷺ کے لئے خاص کر دیئے جہاں آپ چاہیں انہیں صرف کریں، تو نبی کریم ﷺ نے وہ اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیئے۔

علامہ واقدی نے کہا: اسے ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے تین محتاج انصاریوں کے علاوہ کسی انصاری کو کچھ بھی نہ دیا ان میں حضرت ابودجانہ، حضرت سماک بن خرشہ، حضرت سہل بن حنیف اور حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہم تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا: حضور ﷺ نے صرف دو انصاری صحابہ کو مال عطا کیا حضرت سہل اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہما۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے: آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ابن ابی حقیق کی تلوار عطا کی۔ اس کی یہ تلوار ایسی تھی جس کا ان کے ہاں بڑا شہرہ تھا۔ بنونضیر میں سے صرف دو افراد ایمان لائے سفیان بن عمیر اور سعد بن وہب، دونوں نے اس شرط پر اسلام قبول کیا کہ ان کے اموال انہیں کے پاس رہیں گے تو انہوں نے اپنے اموال کو محفوظ کر لیا۔

صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ بنونضیر کے اموال وہ اموال تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا کر دیئے جن پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ یہ نبی کریم و کے لئے خاص تھے۔ آپ ﷺ ان اموال میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچہ عطا کرتے اور ان اموال میں سے جو کچھ بچ رہتا اسے جہاد میں استعمال ہونے والے جانوروں اور اسلحہ میں استعمال کرتے تاکہ جہاد کی تیاری رہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میرے اور حضرت علی کے درمیان ان اموال میں فیصلہ کر دیجئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عطا فرمائے۔ حضرت عمر نے کہا: کیا تم دونوں جانتے ہو کہ نبی کریم ﷺ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خاص کیا ہے کسی اور فرد کو ان اموال کے لئے خاص نہیں کیا ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول۔

میں نہیں جانتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے والی آیت پڑھی ہے یا نہیں پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کے اموال تمہارے درمیان تقسیم کر دیئے اللہ کی قسم! حضور ﷺ نے ان اموال کو تمہارے مقابلہ میں اپنے لئے خاص نہیں کیا اور

نہ انہیں چھوڑ کر خود لیا یہاں تک کہ یہ مال باقی رہا۔ رسول اللہ ﷺ سال بھر کا روزینہ اس سے لیتے باقی ماندہ کو دوسرے اموال جیسا قرار دیتے۔ اسے امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب بنو نضیر نے اپنے گھر اور اپنے اموال چھوڑے تو مسلمانوں نے یہ مطالبہ کر دیا کہ مال غنیمت کی طرح ان اموال میں بھی ان کا حصہ معین کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ یہ مال فئی ہے وہاں کچھ لڑائی ہوئی تھی کیونکہ انہیں کچھ عرصہ محاصرہ میں رکھا گیا تھا، انہوں نے قتال کیا اور کچھ لوگ قتل ہوئے پھر جلاوطنی کی شرط پر صلح کر لی حقیقت میں کوئی بڑی جنگ نہیں ہوئی تھی بلکہ جنگ کی شروعات ہوئی تھیں اور محاصرہ ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان اموال کو اپنے رسول کیلئے خاص کر دیا تھا۔ مجاہد نے کہا: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو آگاہ کیا اور یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد کی اور بغیر لشکر کشی اور سامان حرب کے انہیں غلبہ عطا کیا۔

ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء یعنی دشمنوں میں سے جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا فرماتا ہے۔ اس میں اس امر کی وضاحت ہے کہ یہ اموال رسول اللہ ﷺ کے لئے تھے، صحابہ کرام کا ان میں کوئی حصہ نہیں تھا۔

مسئلہ نمبر 2۔ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اہل قری سے مراد قریظہ اور بنی نضیر ہیں۔ یہ دونوں قبیلے مدینہ طیبہ اور فدک میں آباد تھے۔ فدک جو مدینہ طیبہ اور خیبر سے تین دن کی مسافت پر واقع تھا۔ عرینہ اور ینبع کی بستیاں بھی نبی کریم ﷺ کے لئے خاص تھیں۔ اس امر کی وضاحت کی کہ اس مال میں جسے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص کیا اس میں رسول اللہ کے علاوہ کے لئے بھی حصے ہیں مقصد بندوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھنا تھا۔ علماء نے اس آیت اور اس سے قبل آیت کے معنی میں گفتگو کی ہے کیا دونوں کا معنی ایک ہے یا مختلف ہے؟ آیت جو سورۂ انفال میں ہے تو علماء میں سے ایک جماعت نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری اس کا حکم اس آیت کے حکم سے منسوخ ہے جو سورۂ انفال میں ہے کہ خمس ان افراد کے لئے ہے جن کو ذکر کیا گیا اور باقی چار حصے جہاد کرنے والوں کے لئے ہے۔ ابتداء اسلام میں غنیمت انہیں اقسام پر تقسیم ہوتی تھی؛ یہ قول یزید بن رومان، قتادہ اور دوسرے علماء کا ہے؛ اس کی مثل امام مالک سے مروی ہے۔ ایک قوم نے کہا: حضور ﷺ نے مال صلح کے ساتھ لیا اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تو ایہ ان کے لئے ہوگا جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے پہلا مال حضور ﷺ کیلئے خاص ہوگا جب ضرورت ہوتی تو حضور ﷺ اس سے لے لیتے اور باقی ماندہ مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کر دیتے۔ معمر نے کہا: پہلا مال نبی کریم ﷺ کے لئے ہے اور دوسرا مال جزیہ اور خراج ہے۔ یہ ان مذکورہ افراد کے لئے جن کا ذکر ہوا ہے۔ تیسرا مال غنیمت ہے جس کا ذکر سورۂ انفال میں ہے یہ مجاہدین کے لئے ہے۔ ایک قوم نے کہا جن میں امام شافعی بھی ہیں: دونوں آیتوں کا معنی ایک ہی ہے، یعنی کفر کے وہ اموال جو جنگ کے بغیر حاصل ہوں گے انہیں پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، چار حصے نبی کریم ﷺ کے لئے ہوں گے اور پانچواں حصہ پانچ حصوں میں تقسیم ہوگا۔ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہوگا، ایک حصہ قریبی رشتہ داروں کا ہوگا۔ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں۔ کیونکہ انہیں زکوۃ لینے سے روک دیا گیا تھا۔ تو مال فئی میں ان کا حق رکھ دیا گیا۔ ایک حصہ یتیموں کے لئے ہوگا، ایک حصہ مسکینوں کے لئے ہوگا، ایک حصہ مسافروں کے لئے ہوگا۔

جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد مال فئی میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حصہ تھا۔ امام شافعی کے قول کے مطابق ان مجاہدین پر صرف کیا جائے گا جو سرحدوں کی نگہبانی کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام ہیں۔ دوسرے قول میں ہے: اس مال کو مسلمانوں کی ضروریات کے لئے صرف کیا جائے گا جیسے سرحدوں کی حفاظت، نہریں کھودنا، پل بنانا۔ زیادہ اہم کو اہم پر مقدم رکھا جائے گا۔ یہ طریقہ مال فئی کے 5/4 حصہ میں جاری ہوگا یہ حکم فال فئی کے 5/4 حصہ میں ہے۔ جہاں تک مال فئی میں اور مال غنیمت میں سے پانچویں حصہ کا تعلق ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں کے مصالح کیلئے استعمال ہوگا۔ اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمہاری غنیمتوں میں سے میرے لئے خمس کے سوا کچھ نہیں اور خمس (پانچواں حصہ) بھی تمہاری طرف ہی لوٹا دیا گیا ہے۔'' اس بارے میں گفتگو سورۂ انفال میں گزر چکی ہے؛ اسی طرح جو مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے چھوڑ جائیں اس میں بھی وراثت جاری نہیں ہوگی بلکہ یہ صدقہ ہے جسے مسلمانوں کے مصالح میں صرف کیا جائے گا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: فئی کا مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ما افاء اللہ علی رسولہ اللہ تعالیٰ نے اس مال کو اپنے رسول کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مال جمع نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس قدر مال لیا کرتے تھے جس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی ضروریات ہوتیں تھیں باقی ماندہ مسلمانوں کی ضروریات کے لئے خرچ کر دیتے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا: اس میں کوئی اشکال نہیں کہ تین آیات میں تین معانی ہیں۔ جہاں تک پہلی آیت کا تعلق ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا ہے: .... منھم سے مراد اہل کتاب ہیں اس کا عطف سابقہ کلام پر ہے۔

فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب اس سے اسی چیز کا ارادہ کیا جس طرح ہم نے بیان کیا ہے۔ پس تمہارا اس میں کوئی حق نہیں اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا۔ مراد بنی نضیر اور جوان کی مثل ہیں۔ یہ ایک ہی آیت ہے اور معنی بھی ایک ہی ہے۔

دوسری آیت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: .... یہ نئی کلام ہے پہلی سے مختلف ہے پہلی آیت میں موجود مستحقین کے علاوہ کے استحقاق کے لئے ہے۔

تیسری آیت سے مراد آیت غنیمت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا معنی اور ہے، ایک اور مستحق کے استحقاق کو ثابت کرتی ہے مگر پہلی اور دوسری آیت دونوں اس میں شریک ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کسی ایسی چیز کو ضمن میں لئے ہوئے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمائی ہے۔ پہلی آیت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ مال جنگ کے بغیر حاصل ہوا ہے۔ آیت انفال اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ مال قتال کے ساتھ حاصل ہوا ہے جبکہ تیسری آیت ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری اس امر سے خالی ہے کہ وہ مال جنگ سے یا بغیر جنگ کے حاصل ہوا؛ اسی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا۔ ایک جماعت نے کہا: یہ پہلی آیت کے ساتھ لاحق کی جائے گی، یہ سب کا سب صلح کا مال ہوگا یا اس کی مثل مال ہوگا۔

ایک جماعت کا قول ہے: یہ دوسری آیت جو آیت انفال ہے کے ساتھ لاحق کی جائے گی۔ جنہوں نے کہا: یہ آیت آیت انفال کے ساتھ لاحق کی جائے گی انہوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کیا یہ منسوخ ہے جس طرح پہلے گزرا ہے یا یہ محکم ہے؟ اللہ تعالیٰ کی وہ شہادت جو اس سے پہلے ہے اسے اس کے ساتھ لاحق کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں ایک نیا فائدہ اور نیا معنی ہے؛ جبکہ یہ تو معلوم و مشہور ہے کہ آیت کے حرف جو دوسری آیت سے زائد ہوں اسے نئے فائدہ پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے بنسبت اس کے کہ اسے سابقہ فائدہ پر ہی محمول کیا جائے۔

ابن وہب نے امام مالک سے فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد بنو نضیر ہیں اس میں خمس لازم نہیں تھا اور نہ ہی ان اموال کو حاصل کرنے کے لئے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے گئے تھے۔ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال کو مہاجرین اور تین انصاری صحابہ کے درمیان تقسیم فرما دیا جس طرح ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری کی تفسیر میں یہ قول گزر چکا ہے کہ اھل القری سے مراد قریظہ کا قبیلہ ہے۔ قریظہ اور غزوہ خندق کا واقعہ ایک ہی روز ہوا تھا۔ ابن عربی نے کہا: امام مالک کا قول کہ دوسری آیت بنو قریظہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا معنی آیت انفال کے معنی کی طرف لوٹ رہا ہے اور اسے نسخ لاحق ہوتا ہے۔ اسے محکم قرار دینے کی بنسبت یہ قول زیادہ قوی ہے۔ ہم کسی قول کو پسند نہیں کرتے مگر اسے ہی جسے ہم نے اس انداز میں تقسیم کیا ہے۔ اور ہم نے وضاحت کر دی ہے کہ دوسری آیت کا معنی نیا ہے جس طرح ہم نے اسے پر دلیل قائم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

میں کہتا ہوں: انہوں نے جو پسند کیا ہے، وہ حسن ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ سورۂ حشر سورۂ انفال کے بعد نازل ہوئی یہ امر محال ہے کہ متقدم بعد میں نازل ہونے والی آیت کو منسوخ کر دے۔ ابن ابی نجیح نے کہا: مال تین قسم کے ہیں۔ مال غنیمت، مال فئی، صدقہ۔ ان میں سے کوئی درہم نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا محل بیان کر دیا ہے۔ یہ زیادہ مناسب ہے۔

مسئلہ نمبر 3۔ وہ اموال جن میں ائمہ اور والیوں کا عمل دخل ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ جو مسلمانوں سے اس طریقہ پر لیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو پاک کیا جائے جس طرح صدقات، زکوٰۃ وغیرہ۔

۲۔ مال غنیمت، اس سے مراد وہ مال ہے جو کفار کے اموال میں سے مسلمانوں کے ہاتھ لگتا ہے جیسے جنگ و غلبہ کے ذریعے۔

۳۔ مال فئی: اس سے مراد وہ اموال ہیں جو کفار کے اموال میں سے مسلمانوں کے ہاتھ لگتے ہیں اس میں کوئی جنگ نہیں ہوتی اور نہ گھوڑوں کو دوڑایا جاتا ہے جس طرح صلح، جزیہ، خراج اور کافر تجار سے ٹیکس، اس کی مثل یہ صورت بھی ہے کہ مشرک بھاگ جائیں اور اپنے اموال چھوڑ جائیں یا ان میں سے کوئی دار السلام میں فوت ہو جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو۔ جہاں تک صدقہ کا تعلق ہے، اس کا مصرف فقراء، مساکین اور عاملین زکوٰۃ ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ جس کی وضاحت سورۂ برائت میں گزر چکی ہے۔ جہاں تک مال غنیمت کا تعلق ہے۔ ابتداء اسلام میں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے، جیسے چاہیں اس میں صرف کریں جس طرح سورۂ انفال میں فرمایا قل الانفال للہ والرسول (آیت:1) پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے: واعلموا انما غنمتم من شئی (انفال:۴۱) سورۂ انفال میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ جہاں تک مال فئی کا تعلق ہے تو اس

کی تقسیم اور خمس کی تقسیم برابر ہے۔ امام مالک کے نزدیک دونوں قسم کے اموال کی تقسیم کا انحصار امام کی رائے پر ہے۔ اگر اس کی رائے بنے کہ اسے ان مصائب کے لئے محفوظ کرلے جو مسلمانوں پر واقع ہوتی ہیں تو ایسا کرے اگر وہ دونوں یا ایک کی تقسیم کی رائے بنے کہ اسے ان مصائب کے لئے محفوظ کرلے جو مسلمانوں پر واقع ہوتی ہے تو ایسا کرے اگر وہ دونوں یا ایک کی تقسیم کی رائے بنے تو لوگوں کے درمیان ایسی تقسیم کردے اور عربی اور اس کے مولی میں برابری کرے اور مرد وعورت میں سے فقراء سے شروع کرے یہاں تک کہ وہ غنی ہوجائیں۔ مال فئی میں سے رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کو وہ حصہ دے جو امام کی رائے بنے ان کے لئے کوئی معلوم حد نہیں ان میں سے غنی کو عطا کرنے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اکثر کی رائے ہے کہ انہیں اس میں حصہ دیا جائے کیونکہ یہ ان کا حق ہے۔ امام مالک نے کہا: فقراء کے علاوہ کسی کو کچھ نہ دیا جائے گا کیونکہ ان کے حق میں یہ صدقہ کا عوض ہے۔

امام شافعی نے کہا: کفار کا جو مال بغیر قتال کے حاصل ہوتا وہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں پچیس حصوں میں تقسیم کردیا جاتا۔ بیس حصے نبی کریم ﷺ کے لئے ہوتے نبی کریم ﷺ اس میں جو چاہتے کرتے اور پانچواں حصہ وہاں صرف کیا جاتا جہاں مال غنیمت کا پانچواں حصہ صرف کیا جاتا۔

ابوجعفر بن داؤدی نے کہا: یہ ایسا قول ہے جو پہلے کسی نے نہیں کیا جو کچھ ہم جانتے ہیں بلکہ یہ سارا مال نبی کریم ﷺ کے لئے تھا۔ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں ثابت ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا فرمان: **خالصة لك من دون المومنين** (الاحزاب:50) اس پر دلالت کرتا کہ کسی غیر کو ہبہ کرنا جائز ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: **خالصة يوم القيمة** (الاعراف:32) اس امر کو جائز کرتا ہے کہ اس میں اور بھی شریک ہیں۔ امام شافعی کا اس بارے میں مفصل گزر چکا ہے۔ الحمد اللہ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ فئی کے خمس کا طریقہ وہی ہے جو مال غنیمت کے خمس کا طریقہ ہے اور 4/5 حصہ نبی کریم ﷺ کے لئے ہوگا اور نبی کریم ﷺ کے بعد یہ مسلمانوں کی مصلحتوں کے لئے ہوگا۔ آپ کا ایک اور قول بھی ہے: رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ ان لوگوں کے لئے ہوگا جنہوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لئے وقف کر رکھا ہوگا۔ مسئلہ نمبر 4۔ ہمارے علماء نے کہا: جس شہر سے جو مال اکٹھا کیا گیا ہے تمام مال وہاں ہی تقسیم کردیا جائے گا۔ جس شہر سے وہ مال جمع کیا گیا ہے وہاں سے اسے منتقل نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ غنی ہوجائیں۔ پھر وہاں سے قریبی کی طرف منتقل کیا جائے، مگر اس صورت میں کہ جس جگہ سے مال وصول کیا گیا ہے اس کی بجائے کسی اور جگہ سخت فاقہ کی نوبت آجائے تو وہاں سے فاقہ والی جگہ کی طرف مال منتقل کردیا جائے گا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آفت کے سالوں میں کیا تھا وہ پانچ سال تھے یا چھ سال تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ دو سال تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ایک سال تھا جس میں طاعون کے ساتھ بھوک شدید ہوگئی تھی۔

اگر ایسی صورتحال نہ ہو جو ہم نے بیان کی اور امام کی یہ رائے ہو کہ مال فئی کو روک لے تو مسلمانوں پر واقع ہونے والی آفتوں کے لئے اسے روک لیا اور اس مال میں سے نوزائیدہ بچے کو دے اور اس کی تقسیم اس فرد سے شروع کرے جس کا باپ فقیر ہو۔ مال فئی اغنیاء کیلئے بھی حلال ہے۔ اس کی تقسیم میں سب لوگوں کو برابر رکھے مگر ضرورت مندوں کو ترجیح دے، جس قدر کسی کی ضرورت ہو

اس کی مناسبت سے زیادہ دے۔ اس مال سے مقروضوں کو دے جس کے ذریعے وہ اپنے قرضے ادا کریں اگر کوئی انسان اہل ہو تو اس میں سے انعام اور عطیہ دے۔ قاضیوں، حکام اور ان کو دے جس میں انسان کی منفعت ہو۔ اس میں سے زیادہ حصہ کے مستحق وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کیلئے زیادہ نفع کا باعث ہوں۔ جس نے مال فئی میں سے کوئی چیز دیوان میں نام لکھوا کر لی تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ جہاد میں شریک ہو جب جہاد کیا جائے۔

مسئلہ نمبر 5۔ کی لا یکون دولۃ عام قراءت یکون یاء کے ساتھ ہے۔ اور دولۃ نصب کے ساتھ ہے تقدیر کلام یہ ہوگی کی لا یکون الفئی دولۃ۔ ابو جعفر، اعرج اور ہشام نے ابن عامر سے اور ابو حیوہ نے تکون تاء کے ساتھ اور دولۃ کو مرفوع پڑھا ہے۔ یہ کان فوجی سپاہیوں میں سے وظیفہ خواروں کا رجسٹر نامہ ہے۔ دولۃ یہ کان کا اسم ہونے کی حیثیت سے مرفوع ہے اور اس کی خبر نہیں ہے۔ یہ جائز ہے کہ یہ ناقصہ ہوا اور اس کی خبر بین الاغنیاء منکم ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ بین الاغنیاء منکم یہ دولۃ کا وصف ہو۔ عام قراءت دال کے ضم کے ساتھ ہے۔ سلمی اور ابو حیوہ نے اسے نصب کے ساتھ یعنی دولۃ پڑھا ہے۔ عیسیٰ بن عمر، یونس اور اصمعی نے کہا: یہ دونوں لغتیں ایک ہی معنی میں ہیں۔ ابو عمرو بن علاء نے کہا: دولۃ سے مراد جنگ وغیرہ میں کامیابی کو کہتے ہیں۔ یہ مصدر اور ضمہ کے ساتھ اس شے کا نام ہے جو مال اور لوگوں کے درمیان گردش کناں ہو؛ ابو عبید نے یہی کہا ہے: الدولۃ ایسی چیز کو کہتے ہیں جو گردش کناں رہتی ہے اور دولۃ مصدر ہے آیت کا معنی یہ ہے مال فئی میں یہ اس لئے کہا تا کہ رؤساء، اغنیاء اور قوی لوگ آپس میں تقسیم نہ کریں فقراء اور کمزور لوگوں کو کچھ حصہ نہ ملے کہ دور جاہلیت میں جب کوئی قوم مال غنیمت حاصل کرتی تو انکا رئیس اس کو چوتھا حصہ اپنے لئے لیتا یہی مرباع تھا پھر مرباع کے بعد اپنے لئے جو چاہتا منتخب کر لیتا؛ اس بارے میں شاعر نے کہا:

لك المرباع منها والصفايا

اس مال غنیمت میں سے تیرے لئے مرباع اور چنا ہوا مال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تا کہ اس میں اس طرح کا معاملہ نہ کیا جائے جس طرح کا معاملہ دور جاہلیت میں کیا جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ مال رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص کر دیا تا کہ آپ ﷺ اسے وہاں صرف کر دیں جہاں صرف کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ اس میں خمس نہیں جب خمس لازم ہوگا تو وہ تمام مسلمانوں میں تقسیم ہوگا۔

مسئلہ نمبر 6۔ وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا یعنی مال غنیمت میں سے رسول اللہ جو تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز کو لینے اور خیانت کرنے سے روکیں اس سے رک جاؤ؛ یہ حضرت حسن بصری اور دوسرے علماء کا نقطہ نظر ہے۔ سدی نے کہا: مال فئی میں سے جو رسول اللہ تمہیں عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس کا مطالبہ نہ کرو۔ ابن جریج نے کہا: میری طاعت کے بارے میں جو پیغام لائیں اسے بجا لاؤ اور میری معصیت سے روکیں تو اس سے رک جاؤ۔ ماوردی نے کہا: ایک قول یہ کیا گیا: یہ امر تمام اوامر ونواہی پر محمول ہے۔ آپ ﷺ صرف اچھے امر کا حکم دیتے ہیں اور فاسد امر سے روکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں: اس سے مراد بھی وہی ہے جو اس سے ماقبل قول کی مراد تھی۔ یہ تین اقوال ہیں۔

مسئلہ نمبر 7۔ مہدوی نے کہا: وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا یہ ارشاد اس امر کو ثابت کرتا ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کا حکم دیا وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے امر ہے۔ یہ آیت کریمہ اگر چہ غنائم کے بارے میں ہے پھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر اور نواہی اس میں داخل ہیں۔ حضرت حکم بن عمیر نے کہا جو صحابی تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یہ قرآن اس کے لئے سخت مشکل ہے جو اسے ترک کرے اور جو اس کی اتباع کرے اور اس کی طلب کرے اس کیلئے آسان ہے۔ اور میری حدیث بھی مشکل ہے جس نے میری حدیث کو مضبوطی سے پکڑا اور اسے یاد کیا تو وہ قرآن کے ساتھ نجات پا گیا جس نے قرآن اور میری حدیث کے بارے میں سستی کی تو وہ دنیا و آخرت میں خسارے میں رہا۔ تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ میرے قول کو مضبوطی سے پکڑو، میرے حکم کی مخالفت کرو اور میری سنت کی اتباع کرو۔ جو میرے قول پر راضی ہوا وہ قرآن پر راضی ہوا جس نے میرے قول کا مذاق اڑایا تو اس نے قرآن کا مذاق اڑایا؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وما اتتكم الرسول فخذوه، وما نهكم عنه فانتهوا۔

مسئلہ نمبر 8۔ عبدالرحمن بن زید نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک محرم سے ملے جس کے جسم پر کپڑے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا: یہ کپڑے اتار دو۔ اس آدمی نے عرض کی: کیا تم اس کی تصدیق کے لئے مجھ پر کتاب اللہ کی کوئی آیت پڑھو گے؟ فرمایا: ہاں وما اتتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا عبداللہ بن محمد بن ہارون فریابی نے کہا: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جو چاہو تم مجھ سے سوال کرو میں کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے تمہیں آگاہ کروں گا۔ میں نے آپ سے عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کے معاملات کو درست کرے، آپ اس محرم کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو بھڑ کو قتل کر دیتا ہے؟ حضرت امام شافعی نے جواب دیا:

سفیان بن عیینہ، عبدالملک بن عمیر سے وہ ربعی بن حراش وہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اقتدوا باللذين من بعدی ابی بکر و عمر میرے بعد تم ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا۔

سفیان بن عیینہ، مسعر بن کدام سے وہ قیس بن مسلم سے وہ طارق بن شہاب سے وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے بھڑ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ ہمارے علماء نے کہا: یہ بہت اچھا جواب ہے۔ امام شافعی نے حالت احرام میں بھڑ کو قتل مارنے کا فتویٰ دیا اور امام شافعی نے اس امر کی وضاحت کی کہ وہ اس مسئلہ میں حضرت عمر کی اقتداء کر رہے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی اقتدا کا حکم دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس امر کو قبول کرنے کا حکم دیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں، تو بھڑ کے قتل کا جواز کتاب وسنت سے مستنبط ہے؛ یہی معنی عکرمہ کے قول میں گزر چکا ہے جب ان سے امہات اولاد کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا: سورۂ نساء میں انہیں آزاد قرار دیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (آیت:59)

صحیح مسلم اور دوسری کتب میں علقمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لعن اللہ الواشمات و المستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گودنے والوں پر، گودجانے والیوں پر، چہرے سے بال نوچنے والیوں پر، خوبصورت کے لئے دانتوں کو کھلا کرانے

والیوں پر اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں میں تبدیلی کرنے والیوں پر۔

بنی اسد کی ایک عورت تک یہ خبر پہنچی جسے ام یعقوب کہا جاتا وہ عورت آئی اس نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تو نے اس اس عورت پر لعنت کی ہے۔ فرمایا: جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جبکہ وہ کتاب اللہ میں ہے؟ اس عورت نے کہا: دفتین میں جو کچھ ہے میں نے اسے پڑھا ہے میں نے اس میں وہ نہیں پایا جو تم کہتے ہو۔ فرمایا: اگر تو اس کو پڑھتی تو ضرور پاتی، کیا تو نے اسے پڑھا: وما اتتك الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا۔ اس نے کہا: کیوں نہیں؟ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ یہ بحث سورۂ نساء میں مفصل گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 9۔ وما اتتكم الرسول فخذوه یہاں لفظ ایتاء آیا ہے جس کا معنی عطا کرنا ہے تاہم اس کا معنی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وما نهكم عنه فانتهوا اس کے مقابل نہی کا لفظ ذکر کیا۔ نہی، امر کے سوا کسی کے مقابل نہیں ہوتی۔ جو چیز ہم نے پہلے ذکر کی ہے اس کے فہم پر دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہے: اذا امرتكم بامر فاتوا منه ما استطعتم واذا نهيتكم عن شئ فاجتنبوا۔

جب میں تمہیں کسی امر کا حکم دوں تو جتنی طاقت رکھو اس کو بجالاؤ اور جب میں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو۔ کلبی نے کہا: یہ آیت مسلمان روسا کے بارے میں نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مشرکوں کے اموال پر غالب آئے تو عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسندیدہ چیز اور چوتھا حصہ لے لیں باقی ہمارے لئے چھوڑ دیں، ہم دور جاہلیت میں اس طرح کیا کرتے تھے اور انہوں نے یہ پڑھا: لك المرباع منها والصفايا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں سے چوتھا حصہ اور منتخب چیز ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

مسئلہ نمبر ۱۰۔ واتقوا اللہ اللہ تعالیٰ کے عاب سے بچو جس نے اس کی نافرمانی کی اس کے لئے وہ شدید ہے۔ ایک قول کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی میں اس سے ڈرو تم اسے ضائع نہ کرو۔ ان اللہ شدید العقاب۔ اللہ تعالیٰ نے جس کا حکم دیا اس کے بارے میں وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حشر، ۶، بیروت)

2952 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، اَخْبَرَنَا عِيسٰى، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِظَبْيَةٍ فِيهَا خَرَزٌ. فَقَسَمَهَا لِلْحُرَّةِ وَالْاَمَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ اَبِي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک تھیلی آئی، جس میں نگینے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آزاد اور کنیزوں (دونوں قسم کی خواتین) میں تقسیم کیئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے والد (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) آزاد اور غلام (دونوں طرح کے مردوں) میں تقسیم کرتے تھے۔

مال فے کے مصارف واحکام کا بیان

حضرت مالک ابن اوس بن حدثان کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے اس مال فئی کے

سلسلے میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص خصوصیت عطاء کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو وہ خصوصیت عطاء نہیں کی۔" پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (59۔الحشر:6) پڑھی اور فرمایا کہ چنانچہ یہ مال صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہو گیا تھا، جس میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیا کرتے تھے اس کے بعد اس میں سے جو کچھ بچ رہتا تھا اس کو ان جگہوں میں خرچ کرتے جو اللہ کا مال خرچ کئے جانے کی جگہیں ہیں (یعنی اس باقی مال کو مسلمانوں کے مفاد و مصالح جیسے ہتھیاروں اور گھوڑوں وغیرہ کی خریداری پر خرچ کر دیا کرتے تھے، نیز محتاج و مساکین میں سے جس کو چاہتے اس کی مدد کرتے تھے۔" (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1148)

مذکورہ آیت کریمہ سورت حشر کی ہے جو پوری اس طرح ہے۔ آیت (وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (59۔الحشر:6) اور جو کچھ (مال) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا ہے وہ رسول کے لئے مخصوص ہو گیا ہے) تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ (یعنی تم نے اس کے حصول کے لئے کسی جنگ و جدال کی مشقت برداشت نہیں کی ہے نہ سفر کی پریشانیاں جھیلی ہیں، بلکہ پیدل ہی چلے گئے تھے) لیکن اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔" اس آیت کریمہ کے ذریعہ گویا مسلمانوں پر یہ واضح کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر کے مال و جائداد کا جو مالک و متصرف بنایا ہے تو وہ مال اس طرح کا ہے جس کو تم نے جنگ و جدال کے ذریعہ ان (بنونضیر) پر غلبہ پا کر اور دور دراز کے سفر کی مشقت برداشت کر کے حاصل نہیں کیا ہے بلکہ بلا کسی جد و جہد کے ہاتھ لگا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بنونضیر کو مدینہ سے جلاوطن کر دینے کا حکم دیا گیا۔

اور بنونضیر نے اس حکم کی تعمیل کرنے میں چوں و چرا کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو لے کر اس جگہ کے لئے روانہ ہوئے جہاں بنونضیر کے محلات، قلعے اور جائدادیں تھیں۔ وہ جگہ چونکہ مدینہ سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور سب ہی لوگ پیدل تھے، وہاں پہنچنے پر جنگ و جدال کی نوبت نہیں آئی، کچھ عرصہ کے محاصرہ کے بعد بنونضیر نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ جو کچھ سامان اپنے ساتھ لے جا سکتے تھے اونٹوں پر لاد کر خیبر کو روانہ ہو گئے اس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غلبہ و تسلط عطاء فرمایا جیسا کہ حق تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور دین کے علمبرداروں کو دشمنان دین پر غلبہ و تسلط عطاء فرماتا ہے۔ چنانچہ ان کی جائداد و زمین وغیرہ بحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضبط کر لی گئیں اور وہاں کا سارا مال (فیئ) کے حکم میں ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف و اختیار میں آ گیا۔ اسی لئے جب مسلمانوں نے اس مال کو تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی اور اس مال کا یہ حکم بتایا گیا کہ اس طرح کا مال "مال غنیمت" کی طرح تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے تصرف و خرچ کا سارا اختیار صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح چاہیں خرچ کریں اور جس کو چاہیں اس میں سے دیں۔ چنانچہ احادیث میں اس مال کے مصرف بھی بیان کئے

گئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اپنی بیویوں کو انکا سال بھر کا خرچ دیا کرتے تھے اور پھر جو باقی بچتا اس کو مسلمانوں کے اجتماعی مفاد و مصالح میں خرچ کرتے اور جن فقراء و مساکین وغیرہ کو چاہتے ان کو دیتے۔

مال فئی کے مسئلہ میں حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے جو اوپر بیان ہوا لیکن طیبی نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا مسلک اس طرح بیان کیا کہ مال فئی میں چار خمس اور ایک خمس کے پانچویں حصے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہوتا تھا، یعنی وہ مال پچیس حصوں میں تقسیم ہو کر اکیس حصے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی تصرف واختیار میں آتا اور باقی چار حصے آپ اپنے ذوی القربی یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرتے تھے۔

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مال فئی کے مصرف کے بارہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔ چنانچہ ایک جماعت کا قول تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مال فئی اسلامی مملکت وخلافت کے سربراہ کا حق ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ وہ مجاہدین و مقاتلین کا حق ہے کہ اس کے ان کے درمیان تقسیم کیا جائے۔ اور دوسرا قول ہے کہ اس مال کے عام مسلمانوں کے اجتماعی مفاد و مصالح میں خرچ کیا جائے۔ "سال بھر کا خرچ دیا کرتے تھے" اس موقع پر ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ احادیث میں تو یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل تک کے لئے کوئی بھی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے تو پھر سال بھر کا خرچ کس طرح جمع کر کے رکھتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل تک کے لئے کوئی بھی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے تو اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے کسی چیز کو بچا کر یا جمع کر کے رکھنا گوارا نہیں کرتے تھے اور یہاں جس بات کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال سے ہے۔ لیکن واضح رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو سال بھر خرچ کبھی کبھی دیتے تھے مستقل طور پر یہ معمول نہیں تھا، تاہم امام نووی فرماتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سال بھر کی ضروریات زندگی کی چیزیں مہیا کر کے رکھ لینا جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

2953 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ جَمِيعًا، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَتَاهُ الْفَيْءُ قَسَمَهُ فِي يَوْمِهِ، فَأَعْطَى الْآهِلَ حَظَّيْنِ، وَأَعْطَى الْعَزَبَ حَظًّا - زَادَ ابْنُ الْمُصَفَّى - فَدُعِينَا وَكُنْتُ أُدْعَى قَبْلَ عَمَّارٍ، فَدُعِيتُ فَأَعْطَانِي حَظَّيْنِ، وَكَانَ لِي أَهْلٌ ثُمَّ دُعِيَ بَعْدِي عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، فَأَعْطَى لَهُ حَظًّا وَاحِدًا

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب مال غنیمت آتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اسی دن تقسیم کر دیتے تھے، آپ شادی شدہ شخص کو دو حصے دیتے تھے اور کنوارے کو ایک حصہ دیتے تھے۔

ابن مصفی نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ہمیں بلایا جاتا، تو مجھے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے بلایا گیا، جب مجھے بلایا

گئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو حصے دیئے، کیونکہ میں اس وقت شادی شدہ تھا، پھر میرے بعد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور انہیں ایک حصہ دیا گیا۔

مال فئے کی تحقیق کا بیان

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (الحشر ۶)

فے اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے قبضے میں آ جائے، جس طرح بنونضیر کا یہ مال تھا جس کا ذکر اوپر گذر چکا کہ مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ اس پر نہیں دوڑائے تھے یعنی ان کفار سے آمنے سامنے کوئی مقابلہ اور لڑائی نہیں ہوئی بلکہ ان کے دل اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے بھر دیئے اور وہ اپنے قلعہ خالی کر کے قبضہ میں آ گئے، اسے "فے" کہتے ہیں اور یہ مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گیا، آپ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں، پس آپ نے نیکی اور اصلاح کے کاموں میں اسے خرچ کیا جس کا بیان اس کے بعد والی اور دوسری روایت میں ہے۔ پس فرماتا ہے کہ بنونضیر کا جو مال بطور فے کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دلوایا جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے نہ تھے بلکہ صرف اللہ نے اپنے فضل سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر غلبہ دے دیا تھا اور اللہ پر یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو ہر اک چیز پر قدرت رکھتا ہے نہ اس پر کسی کا غلبہ نہ اسے کوئی روکنے والا بلکہ سب پر غالب وہی، سب اس کے تابع فرمان۔ پھر فرمایا کہ جو شہر اس طرح فتح کیے جائیں ان کے مال کا یہی حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے قبضہ میں کریں گے پھر انہیں دیں گے جن کا بیان اس آیت میں ہے اور اس کے بعد والی آیت میں ہے، یہ ہے فے کے مال کا مصرف اور اس کے خرچ کا حکم۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بنونضیر کے مال بطور فے کے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے تھے آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر تک کا خرچ دیتے تھے اور جو بچ رہتا اسے آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے (سنن ومسند وغیرہ) ابوداؤد میں حضرت مالک بن اس سے مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب نے مجھے دن چڑھے بلایا میں گھر گیا تو دیکھا کہ آپ ایک چوکی پر جس پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ تھا بیٹھے ہوئے ہیں، مجھے دیکھ کر فرمایا تمہاری قوم کے چند لوگ آئے ہیں میں نے انہیں کچھ دیا ہے تم اسے لے کر ان میں تقسیم کر دو میں نے کہا اچھا ہوتا اگر جناب کسی اور کو یہ کام سونپتے آپ نے فرمایا نہیں تم ہی کرو میں نے کہا بہت بہتر، اتنے میں آپ کا داروغہ یرفا آیا اور کہا اے امیر المومنین میرا اور ان کا فیصلہ کیجئے یعنی حضرت علی کا، تو پہلے جو چاروں بزرگ آئے تھے ان میں سے بھی بعض نے کہا ہاں امیر المومنین ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور انہیں راحت پہنچایئے،

حضرت مالک فرماتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ ان چاروں بزرگوں کو ان دونوں حضرات نے ہی اپنے سے پہلے یہاں بھیجا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھہرو، پھر ان چاروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہیں اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا ہم جو کچھ چھوڑ

جائیں وہ صدقہ ہے ان چاروں نے اس کا اقرار کیا، پھر آپ ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح قسم دے کر ان سے بھی یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی اقرار کیا، پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک خاصہ کیا تھا جو اور کسی کے لئے نہ تھا پھر آپ نے یہی آیت

﴿وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (59-الحشر:6)

پڑھی اور فرمایا بنونضیر کے مال اللہ تعالیٰ نے بطور فے کے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے تھے اللہ کی قسم نہ تو میں نے تم پر اس میں کسی کو ترجیح دی اور نہ ہی خود ہی اس میں سے کچھ لے لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنی اہل کا سال بھر کا خرچ اس میں سے لے لیتے تھے اور باقی مثل بیت المال کے کر دیتے تھے پھر ان چاروں بزرگوں کو اسی طرح قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں یہ معلوم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر ان دونوں سے قسم دے کر پوچھا اور انہوں نے ہاں کہی۔ پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد ابوبکر والی بنے اور تم دونوں خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اے عباس تم تو اپنی قرابت داری جتا کر اپنے چچا زاد بھائی کے مال میں سے اپنا ورثہ طلب کرتے تھے اور یہ یعنی حضرت علی اپنا حق جتا کر اپنی بیوی یعنی حضرت فاطمہ کی طرف سے ان کے والد کے مال سے ورثہ طلب کرتے تھے جس کے جواب میں تم دونوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، ہمارا ورثہ بانٹا نہیں جاتا ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابو بکر یقیناً راست گو، نیک کار، رشد و ہدایت والے اور تابع حق تھے،

چنانچہ اس مال کی ولایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی، آپ کے فوت ہو جانے کے بعد آپ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ میں بنا اور وہ مال میری ولایت میں رہا، پھر آپ دونوں ایک صلاح سے میرے پاس آئے اور مجھ سے اسے مانگا، جس کے جواب میں میں نے کہا کہ اگر تم اس شرط سے اس مال کو اپنے قبضہ میں کرو کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرچ کرتے تھے تم بھی کرتے رہو گے تو میں تمہیں سونپ دیتا ہوں، تم نے اس بات کو قبول کیا اور اللہ کو بیچ میں دے کر تم نے اس مال کی ولایت لی، پھر تم جواب آئے ہو تو کیا اس کے سوا کوئی اور فیصلہ چاہتے ہو؟ قسم اللہ کی قیامت تک اس کے سوا اس کا کوئی فیصلہ میں نہیں کر سکتا، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم اپنے وعدے کے مطابق اس مال کی نگرانی اور اس کا صرف نہیں کر سکتے تو تم اسے پھر لوٹا دو تا کہ میں آپ اسے اسی طرح خرچ کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اور جس طرح خلافت صدیقی میں اور آج تک ہوتا رہا۔ مسند احمد میں ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کھجوروں کے درخت وغیرہ دے دیا کرتے تھے یہاں تک کہ بنو قریظہ اور بنونضیر کے اموال آپ کے قبضہ میں آئے تو اب آپ نے ان لوگوں کو ان کو دیئے ہوئے مال واپس دینے شروع کئے، حضرت انس کو بھی ان کے گھر والوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارا دیا ہوا بھی سب یا جتنا چاہیں ہمیں واپس کر دیں میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلایا آپ نے وہ سب واپس کرنے کو فرمایا،

لیکن یہ سب حضرت ام ایمن کو اپنی طرف سے دے چکے تھے انہیں جب معلوم ہوا کہ یہ سب میرے قبضے سے نکل جائے گا

تو انہوں نے آ کر میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور مجھ سے فرمانے لگیں اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجھے یہ نہیں دیں گے آپ تو مجھے وہ سب کچھ دے چکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام ایمن تم نہ گھبراؤ ہم تمہیں اس کے بدلے اتنا اتنا دیں گے لیکن وہ نہ مانیں اور یہی کہے چلی گئیں، آپ نے فرمایا اچھا اور اتنا اتنا ہم تمہیں دیں گے لیکن وہ اب بھی خوش نہ ہوئیں اور وہی فرماتی رہیں، آپ نے فرمایا لو ہم تمہیں اتنا اتنا اور دیں گے یہاں تک کہ جتنا انہیں دے رکھا تھا اس سے جب تقریباً دس گنا زیادہ دینے کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب آپ راضی ہو کر خاموش ہو گئیں اور ہمارا مال ہمیں مل گیا، یہ فے کا مال جن پانچ جگہوں میں صرف ہوگا یہی جگہیں غنیمت کے مال کے صرف کرنے کی بھی ہیں اور سورہ انفال میں ان کی پوری تشریح وتوضیح کے ساتھ کامل تفسیر الحمدللہ گذر چکی ہے اس لئے ہم یہاں بیان نہیں کرتے۔

مال فئے کے مصارف کا بیان

مال فے کے یہ مصارف ہم نے اس لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیئے کہ یہ مالداروں کے ہاتھ لگ کر کہیں ان کا لقمہ بن بن جائے اور اپنی من مانی خواہشوں کے مطابق وہ اسے اڑائیں اور مسکینوں کے ہاتھ نہ لگے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس کام کے کرنے کو میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کہیں تم اسے کرو اور جس کام سے وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جاؤ۔ یقین مانو کہ جس کا وہ حکم کرتے ہیں وہ بھلائی کا کام ہوتا ہے اور جس سے وہ روکتے ہیں وہ برائی کا کام ہوتا ہے۔

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا آپ گودنے سے (یعنی چمڑے پر یا ہاتھوں پر عورتیں سوئی وغیرہ سے گدوا کر جوتلوں کی طرح نشان وغیرہ بنا لیتی ہیں) اس سے اور بالوں میں بال ملا لینے سے (جو عورتیں اپنے بالوں کو لمبا ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں) منع فرماتے ہیں تو کیا یہ ممانعت کتاب اللہ میں ہے یا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں؟ آپ نے فرمایا کتاب اللہ میں بھی اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی دونوں میں اس ممانعت کو پاتا ہوں اس عورت نے کہا اللہ کی قسم دونوں لوحوں کے درمیان جس قدر قرآن شریف ہے میں نے سب پڑھا ہے اور خوب دیکھ بھال کی ہے لیکن میں نے تو کہیں اس ممانعت کو نہیں پایا آپ نے فرمایا کیا تم نے آیت

(وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (59-الحشر:7)

نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے۔ فرمایا (قرآن سے ثابت ہوا کہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ممانعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قابل عمل ہیں اب سنو) خود میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے گودنے سے اور بالوں میں بال ملانے سے اور پیشانی اور چہرے کے بال نوچنے سے منع فرمایا ہے (یہ بھی عورتیں اپنی خوبصورتی ظاہر کرنے کے لئے کرتی ہیں اور اس زمانے میں تو مرد بھی بکثرت کرتے ہیں) اس عورت نے کہا حضرت یہ تو آپ کی گھر والیاں بھی کرتی ہیں آپ نے فرمایا جاؤ دیکھو، وہ گئیں اور دیکھ کر آئیں اور کہنے لگیں حضرت معاف کیجئے غلطی ہوئی ان باتوں میں سے کوئی بات آپ کے گھرانے والیوں میں میں نے نہیں دیکھی، آپ نے فرمایا کیا تم بھول گئیں کہ اللہ کے نیک بندے (حضرت شعیب علیہ السلام) نے کیا فرمایا تھا۔

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ (ھود:88)

یعنی میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہیں جس چیز سے روکوں خود میں اس کا خلاف کروں، مسند احمد اور بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس عورت پر جو گدوائے اور جو گودے اور جو اپنی پیشانی کے بال لے اور جو خوبصورتی کے لئے اپنے سامنے کے دانتوں کی کشادگی کرے اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی پیدائش کو بدلنا چاہے، یہ سن کر بنواسد کی ایک عورت جن کا نام ام یعقوب تھا آپ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے؟ اور جو قرآن میں موجود ہے، اس نے کہا میں نے پورا قرآن جتنا بھی دونوں پٹھوں کے درمیان ہے اول سے آخر تک پڑھا ہے لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا، آپ نے فرمایا اگر تم سوچ سمجھ کر پڑھتیں تو ضرور پاتیں کیا تم نے آیت

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (59-الحشر:7)

نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھی ہے پھر آپ نے وہ حدیث سنائی، اس نے آپ کے گھر والوں کی نسبت کہا پھر دیکھ کر آئیں اور عذر خواہی کی اس وقت آپ نے فرمایا اگر میری گھر والی ایسا کرتی تو میں اس سے ملنا چھوڑ دیتا، بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اسے بجالاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو رک جاؤ،

سنن نسائی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدو کے برتن میں، سبز ٹھلیا میں، کھجور کی لکڑی کے کریدے ہوئے برتن میں اور رال کی رنگی ہوئی ٹھلیا میں نبیذ بنانے سے یعنی کھجور یا کشمش وغیرہ کے بھگو کر رکھنے سے منع فرمایا ہے پھر اسی آیت کی تلاوت کی (یاد رہے کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے اس کے احکام کی ممنوعات سے بچتے رہو، یاد رکھو کہ اس کی نافرمانی مخالفت انکار کرنے والوں کو اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں کے کرنے والوں کو وہ سخت سزا اور دردناک عذاب دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حشر، لاہور)

بَابٌ فِي أَرْزَاقِ الذُّرِّيَّةِ

باب: (مسلمانوں کے) بچوں کے وظائف

2954 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے:

''میں مومنین کے نزدیک ان کی جان سے زیادہ قریب ہوں، جو شخص مال چھوڑ کر جائے گا، وہ اس کے اہل خانہ کو ملے گا اور جو قرض یا بال بچے چھوڑ کر جائے گا، وہ میری طرف آئیں گے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرے ذمہ ہوں گے''۔

2955 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص مال چھوڑے گا، وہ اس کے ورثاء کو ملے گا اور جو ذمے داری چھوڑے گا، وہ ہماری طرف آئے گی''

2956 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مَاتَ وَتَرَكَ دَيْنًا فَإِلَيَّ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''میں ہر مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ قریب ہوں، جو شخص فوت ہو جائے اور قرض چھوڑ کر جائے تو اس کی ادائیگی میرے ذمے ہوگی اور جو شخص مال چھوڑ جائے، تو وہ اس کے ورثاء کو ملے گا''۔

بَابُ مَتَى يُفْرَضُ لِلرَّجُلِ فِي الْمُقَاتَلَةِ

باب: آدمی کو لڑائی میں حصہ لینے کی اجازت کتنی (عمر میں) ہوگی؟

2957 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ، فَلَمْ يُجِزْهُ، وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں 'غزوہ اُحد کے موقع پر پیش کیا گیا اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (جنگ میں حصہ لینے) کی اجازت نہیں دی، پھر اس سے اگلے سال غزوہ خندق کے موقع پر انہیں پیش کیا گیا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دیدی۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الِاقْتِرَاضِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ

باب: آخری زمانے میں (حکمرانوں سے معاوضہ لینے) کا ناپسندیدہ ہونا

2958 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْحَوَارِيِّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ مُطَيْرٍ، شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ وَادِي الْقُرَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي مُطَيْرٌ أَنَّهُ خَرَجَ حَاجًّا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالسُّوَيْدَاءِ إِذَا بِرَجُلٍ قَدْ جَاءَ كَأَنَّهُ يَطْلُبُ دَوَاءً، وَحُضُضًا، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهُوَ يَعِظُ النَّاسَ وَيَأْمُرُهُمْ وَيَنْهَاهُمْ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا الْعَطَاءَ مَا كَانَ عَطَاءً، فَإِذَا تَجَاحَفَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْمُلْكِ وَكَانَ عَنْ دِيْنِ أَحَدِكُمْ فَدَعُوهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ مُطَيْرٍ

❁❁ سلیم بن مطیر جو وادی قریٰ کے رہنے والوں میں ایک عمر رسیدہ شخص تھے، وہ بیان کرتے ہیں: میرے والد مطیر نے مجھے یہ بات بتائی: وہ حج کرنے کے لیے روانہ ہوئے جب وہ سویداء کے مقام پر پہنچے تو وہ کہتے ہیں: میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کوئی دوائی تلاش کر رہا تھا' یا کوئی بوٹی تلاش کر رہا تھا، اس شخص نے یہ بتایا مجھے ان صاحب نے یہ بات بتائی' جنہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا، آپ اس وقت لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہے تھے انہیں کچھ چیزوں کا حکم دے رہے تھے' کچھ چیزوں سے منع کر رہے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! عطیات اس وقت وصول کرو جب تک وہ عطیات ہوں، لیکن جب حکومت کے معاملے میں قریش سے جھگڑا شروع ہو جائے' تو یہ تمہارے دین کا معاوضہ بن جائیں گے' تو تم انہیں چھوڑ دینا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبداللہ بن مبارک نے یہ روایت محمد بن یسار کے حوالے سے سلیم بن مطیر سے نقل کی ہے۔

2959 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ مُطَيْرٍ، مِنْ أَهْلِ وَادِي الْقُرَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَمَرَ النَّاسَ، وَنَهَاهُمْ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ: إِذَا تَجَاحَفَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْمُلْكِ فِيمَا بَيْنَهَا، وَعَادَ الْعَطَاءُ أَوْ كَانَ رِشًا فَدَعُوهُ فَقِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا ذُو الزَّوَائِدِ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ سلیم بن مطیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا:

اس نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: آپ ﷺ لوگوں کو ہدایت دے رہے تھے اور انہیں کچھ چیزوں سے منع کر رہے تھے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ! جی ہاں! پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب حکومت کے معاملے میں قریش کے ساتھ جھگڑا ہونے لگے اور عطیات رشوت بن جائیں، تو تم انہیں چھوڑ دینا''۔

دریافت کیا گیا: یہ کون صاحب ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت ذوزوائد رضی اللہ عنہ ہیں۔

بَابٌ فِي تَدْوِينِ الْعَطَاءِ

باب: ادائیگیوں کی تدوین

2960 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ جَيْشًا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانُوا بِأَرْضِ فَارِسَ مَعَ أَمِيرِهِمْ، وَكَانَ عُمَرُ

يُعَقِّبُ الْجُيُوشَ فِي كُلِّ عَامٍ، فَشُغِلَ عَنْهُمْ عُمَرُ، فَلَمَّا مَرَّ الْأَجَلُ قَفَلَ أَهْلُ ذَلِكَ الثَّغْرِ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِمْ وَتَوَاعَدَهُمْ وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا عُمَرُ، إِنَّكَ غَفَلْتَ عَنَّا، وَتَرَكْتَ فِينَا الَّذِي أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِعْقَابِ بَعْضِ الْغَزِيَّةِ بَعْضًا

❁❁ عبداللہ بن کعب بیان کرتے ہیں: انصار کا ایک لشکر فارس کی سرزمین پر اپنے امیر کے ساتھ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال آگے پیچھے لشکر بھیجا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے حوالے سے معروفیت کی وجہ سے (بھول گئے) جب مقررہ وقت گزر گیا، تو اس طرف کی سرحد کی طرف والے لوگ واپس آ گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا، برا بھلا کہا، حالانکہ ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی تھے، ان لوگوں نے کہا: اے عمر! آپ ہم سے غافل رہے اور ہمارے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تھا، آپ نے اسے چھوڑ دیا (وہ حکم یہ تھا) کہ جنگ میں لوگوں کو ایک دوسرے کے آگے پیچھے بھیجا جاتا رہے۔

2961 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَائِذٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنِي فِيمَا حَدَّثَهُ ابْنٌ لِعَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، كَتَبَ إِنَّ مَنْ سَأَلَ عَنْ مَوَاضِعِ الْفَيْءِ، فَهُوَ مَا حَكَمَ فِيهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَرَآهُ الْمُؤْمِنُونَ عَدْلًا مُوَافِقًا لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَعَلَ اللهُ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ فَرَضَ الْأَعْطِيَةَ لِلْمُسْلِمِينَ، وَعَقَدَ لِأَهْلِ الْأَدْيَانِ ذِمَّةً بِمَا فَرَضَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْجِزْيَةِ، لَمْ يَضْرِبْ فِيهَا بِخُمُسٍ وَلَا مَغْنَمٍ

❁❁ حضرت عدی بن عدی کندی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز نے خط میں لکھا اگر کوئی شخص یہ دریافت کرے کہ مال فے کو کہاں کہاں خرچ کیا جانا چاہیے؟ تو اس کا جواب یہ ہے: انہیں وہیں خرچ کیا جائے گا جن کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا تھا اور اہل ایمان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں اسے انصاف پر مبنی پایا تھا اور اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

"اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور اس کے دل پر حق کو جاری کر دیا ہے"

انہوں نے یہ عطیات مسلمانوں کے لیے مقرر کیے تھے اور دیگر ادیان والوں کے لیے وہ ذمہ تھا، جو اس جزیہ کے عوض میں تھا جو ان پر مقرر کیا گیا تھا ان کو خمس یا مال غنیمت میں سے کچھ بھی نہیں دیا جاتا تھا۔

2962 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ

❁❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان پر رکھ دیا ہے، وہ اس کے مطابق بات کرتا ہے"۔

بَابٌ فِي صَفَايَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَمْوَالِ

باب: مالِ غنیمت میں سے نبی اکرم ﷺ کے اختیار کردہ مخصوص حصے کا بیان

2963- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ، حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ، فَجِئْتُهُ فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفْضِيًا إِلَى رِمَالِهِ، فَقَالَ: حِينَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ: يَا مَالِ، إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ، وَإِنِّي قَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِشَيْءٍ فَاقْسِمْ فِيهِمْ، قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتَ غَيْرِي بِذَلِكَ، فَقَالَ: خُذْهُ فَجَاءَهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، ثُمَّ جَاءَهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا - يَعْنِي عَلِيًّا - فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْهُمَا - قَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: خُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّهُمَا قَدَّمَا أُولَئِكَ النَّفَرَ لِذَلِكَ - فَقَالَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اتَّئِدَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَالْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَقَالَا: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّ اللّٰهَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِخَاصَّةٍ لَمْ يَخُصَّ بِهَا أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) (الحشر:6) وَكَانَ اللّٰهُ أَفَاءَ عَلَى رَسُولِهِ بَنِي النَّضِيرِ، فَوَاللّٰهِ مَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ، وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَةٍ، - أَوْ نَفَقَتَهُ وَنَفَقَةَ أَهْلِهِ سَنَةً - وَيَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ

2963- اسناده صحيح. واخرجه البخارى (3094)، ومسلم (1757)، والترمذى (1702)، والنسائي في "الكبرى" (6276) من طريق مالك بن انس، بهذا الاسناد. ورواية الترمذى مختصرة. واخرجه البخارى (4033) من طريق شعيب بن ابى حمزة، و (5358) و (6728) و (7305) من طريق عقيل بن خالد الايلى، والنسائى فى "الكبرى" (6273) من طريق يونس بن يزيد، و (6274) و (6275)- من طريق عمرو بن دينار، اربعتهم عن الزهرى، به. واقتصر يونس وعمرو فى روايتهما على قوله- صلى الله عليه وسلم:- "لا نورث، ما تركنا صدقة." واخرجه بنحوه مختصراً النسائى فى "الكبرى" (4434) من طريق عكرمة بن خالد، عن مالك بن اوس بن الحدثان، به. وهو فى "مسند احمد" (172) و (1781)، و "صحيح ابن حبان" (6608).

السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ. فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتَ أَنْتَ وَهٰذَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَطْلُبُ أَنْتَ مِيرَاثَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ، وَيَطْلُبُ هٰذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَحِمَهُ اللهُ، قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ، رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، فَوَلِيَهَا أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ، قُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ، فَوَلِيتُهَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ أَلِيَهَا، فَجِئْتَ أَنْتَ وَهٰذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ، وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ، فَسَأَلْتُمَانِيهَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا أَنْ أَدْفَعَهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ أَنْ تَلِيَاهَا بِالَّذِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلِيهَا فَأَخَذْتُمَاهَا مِنِّي عَلَى ذٰلِكَ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ، وَاللهِ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ، حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِنَّمَا سَأَلَاهُ أَنْ يَكُونَ يُصَيِّرُهُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ، لَا أَنَّهُمَا جَهِلَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَإِنَّهُمَا كَانَا لَا يَطْلُبَانِ إِلَّا الصَّوَابَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أُوقِعُ عَلَيْهِ اسْمَ الْقَسْمِ أَدَعُهُ عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ،

❁❁ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اس وقت دن چڑھ چکا تھا، میں ان کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں (جس پر کوئی بچھونا نہیں تھا) میں اندر داخل ہوا تو انہوں نے فرمایا: اے مالک! تمہاری قوم کے کچھ لوگ اپنے اہلِ دعیال سمیت چلتے ہوئے میرے پاس آئے' میں نے ان کے لیے کچھ مال کی ادائیگی کا حکم دیا ہے' وہ تم ان کے درمیان تقسیم کر دو' میں نے کہا: اگر آپ میری بجائے کسی اور کے سپرد یہ کام کر دیں (تو مناسب ہو گا) انہوں نے فرمایا: یہ تم ہی کرو، اسی دوران (ان کا غلام) یرفا آ گیا، اور بولا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہ رہے ہیں'

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! ان حضرات کو اندر آنے کی اجازت دے دی گئی، وہ اندر آ گئے، اس کے بعد یرفا ان کے پاس آیا اور بولا: اے امیر المومنین! حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر آنا چاہ رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے، انہیں بھی اجازت دیدی گئی، وہ بھی اندر آ گئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، اے امیر المومنین! آپ میرے اور علی کے درمیان فیصلہ کر دیں، حاضرین نے کہا: جی ہاں! اے امیر المومنین! آپ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں، تاکہ انہیں آرام نصیب ہو، مالک بن اوس بیان کرتے ہیں: میرا یہ خیال ہے کہ ان دونوں حضرات نے باقی حضرات کو اسی مقصد کے لیے بھیجا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ لوگ ذرا ٹھہریں۔

پھر وہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں اس اللہ کے نام کی قسم دے کر کہتا ہوں، جس کے حکم سے آسمان اور زمینیں قائم ہیں، کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''ہم (یعنی انبیاء کرام) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ بھی چھوڑ کر جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے''

تو ان تمام حضرات نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ دونوں کو، اس اللہ کے نام کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں، جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا آپ دونوں یہ بات جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''ہم (یعنی انبیاء کرام) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ بھی چھوڑ کر جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے''

ان دونوں حضرات نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو، ایک خصوصیت عطا کی، جو اس نے دوسرے لوگوں کو عطا نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہ وہ مال ہے، جو اللہ نے اپنے رسول کو عطا کیا ہے، تم لوگوں نے اس کے لیے گھوڑے نہیں دوڑائے اور سواریاں نہیں دوڑائی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس پر چاہتا ہے، غلبہ عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے''

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بنونضیر کی زمین مال فے کے طور پر عطا کر دی، اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں تمہارے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا، کہ تمہیں نہ دیا ہو اور اپنے پاس رکھ لیا ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے اپنا سال بھر کا خرچ رکھتے تھے، اپنا اور اپنے اہل خانہ کا خرچ رکھتے تھے اور باقی بچ جانے والے مال کو دیگر مال فے کی طرح استعمال کیا کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان حضرات کی طرف متوجہ ہوئے، اور بولے: میں آپ کو اس اللہ کے نام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں، جس کے حکم کے تحت آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں، ان لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ کو اس اللہ کے نام کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جس کے اذن کے تحت آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا آپ دونوں یہ بات جانتے ہیں؟ ان دونوں نے جواب دیا: جی ہاں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ میں اللہ کے رسول (کے معاملات) کا نگران ہوں، پھر آپ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) اور یہ صاحب (حضرت علی رضی اللہ عنہ)، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ اپنے بھتیجے کی وراثت کا مطالبہ کر رہے تھے اور یہ صاحب اپنی اہلیہ کے اُن کے والد کی طرف سے ملنے والی وراثت کا مطالبہ کر رہے تھے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''ہمارا (یعنی انبیاء کرام کا) کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے''

اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں سچے تھے، نیک تھے، ہدایت یافتہ تھے، حق کے پیروکار تھے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (ان زمینوں) کے نگران بن گئے، جب ان کا انتقال ہو گیا، تو میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (کے معاملات) کا نگران میں ہوں، تو جب تک اللہ کو منظور تھا، میں ان کی نگرانی کرتا رہا، پھر آپ اور یہ صاحب آئے اور آپ دونوں کا اس بات پر اتفاق تھا، اور آپ دونوں کا مطالبہ ایک ہی تھا، آپ دونوں نے مجھ سے یہ مانگا (کہ میں اس کی نگرانی آپ کے سپرد کر دوں) تو میں نے کہا: اگر آپ دونوں چاہیں، تو میں اسے آپ دونوں کے سپرد کر دیتا ہوں، اس شرط پر کہ آپ

دونوں کے ذمے اللہ تعالیٰ کا یہ عہد ہوگا کہ آپ اسے اسی طرح خرچ کریں گے، جس طرح نبی اکرم ﷺ اس کی دیکھ بھال کرتے تھے تو آپ دونوں نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا، پھر آپ دونوں اب میرے پاس آئے ہیں کہ اب میں اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ آپ دونوں کے درمیان کروں، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں قیامت کے دن تک اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ آپ کے درمیان نہیں کروں گا، اگر آپ دونوں اس کی دیکھ بھال نہیں کرسکتے تو یہ مجھے واپس کردیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ان دونوں حضرات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس زمین کا انتظام باقاعدہ طور پر ان دونوں کے درمیان آدھا، آدھا کردیا جائے، ایسا نہیں ہے کہ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے لاعلم تھے۔

''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ کے جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے''

یہ دونوں حضرات بھی صرف درست چیز کے ہی طلبگار تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میں اس پر تقسیم کا نام واقع نہیں ہونے دوں گا، میں اُسے ویسے ہی رہنے دوں گا، جیسے یہ پہلے تھا۔

2964 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَهُمَا يَعْنِي عَلِيًّا، وَالْعَبَّاسَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيرِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَرَادَ أَنْ لَا يُوقَعَ عَلَيْهِ اسْمُ قَسْمٍ

⊛⊛ یہی واقعہ ایک اور سند کے ہمراہ مالک بن اوس کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ان دونوں حضرات نے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے، اس بارے میں اختلاف کیا تھا، جو اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کی زمینیں اپنے رسول کو، مالِ فئے کے طور پر عطا کی تھیں

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ اس پر تقسیم کے لفظ کا اطلاق نہ ہو۔

2965 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنَى، أَنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ، مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ، كَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِصًا، يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ - قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ - قُوتَ سَنَةٍ، فَمَا بَقِيَ جَعَلَ فِي الْكُرَاعِ وَعُدَّةً فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ

⊛⊛ مالک بن اوس، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: بنو نضیر کی زمینیں ایسے مال میں شامل تھیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے

2964- اسناده صحيح. معمر: هو ابن راشد، ومحمد بن عبيد: هو ابن حساب الغبري. واخرجه البخاري (5357)، ومسلم (1757)، والنسائي في "الكبرى" (6307) و (6308) من طريق معمر بن راشد، بهذا الاسناد. ورواية البخاري مختصرة بقوله: ان النبي - صلى الله عليه وسلم - كان يبيع نخل بني النضير، ويحبس لاهله قوت سنتهم، ورواية النسائي مختصرة بقوله - صلى الله عليه وسلم :- "لا نورث، ما تركنا صدقة". وهو في "مسند احمد" (333) و (425). وانظر ما قبله.

رسول کو مال فے کے طور پر عطا کیا تھا' مسلمانوں نے اس کے لیے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے تھے' تو یہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص تھا' جسے آپ اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے تھے' یہاں ابن عبدہ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: جسے آپ اپنے اہل پر خرچ کرتے تھے' جو ان کی سال بھر کی خوراک ہوتا تھا اور جو باقی بچ جاتا تھا' اسے آپ ﷺ جہاد کے ساز وسامان کی تیاری کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔

یہاں ابن عبدہ نامی راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے۔

2966 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: (وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ) (الحشر:6) قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُمَرُ: هَذِهِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً قُرَى عُرَيْنَةَ، فَدَكَ، وَكَذَا وَكَذَا (مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ، وَلِذِي الْقُرْبَى، وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ، وَابْنِ السَّبِيلِ) (الحشر:7)، وَلِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ، وَأَمْوَالِهِمْ، (وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ، وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ)، (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ)، فَاسْتَوْعَبَتْ هَذِهِ الْآيَةُ النَّاسَ فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا لَهُ فِيهَا حَقٌّ - قَالَ أَيُّوبُ: أَوْ قَالَ حَظٌّ - إِلَّا بَعْضَ مَنْ تَمْلِكُونَ مِنْ أَرِقَّائِكُمْ

❁❁ زہری بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اللہ نے اپنے رسول کو جو چیز مال فے کے طور پر عطا کی ہے' یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جن کے لیے تم نے اپنے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے''۔

زہری کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا: یہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص ہے' اس سے مراد عرینہ کی کچھ بستیاں تھیں' فدک تھا اور فلاں' فلاں جگہیں تھیں (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مختلف بستیوں میں سے جو مال فے کے طور پر عطا کیا' وہ اللہ' اس کے رسول' قریبی رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہوگا''۔

اور ان غریبوں کے لیے ہوگا جنہیں ان کے علاقوں اور زمینوں سے نکال دیا گیا اور جنہوں نے ایک مخصوص جگہ اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا اور ان لوگوں کے لیے' جو ان کے بعد آئے' تو اس آیت میں تمام لوگوں کا ذکر ہو گیا مسلمانوں میں سے کوئی بھی شخص ایسا باقی نہیں رہا' جس کا اس میں حق نہ ہو۔

ایوب نامی راوی نے الفاظ نقل کیے ہیں: جس کا اس میں حصہ نہ ہو' البتہ بعض ایسے لوگ' جن کے تم مالک ہو (جو غلام ہیں) ان کا حکم مختلف ہے۔

2967 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ح وحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، وَهَذَا

لَفْظُ حَدِيثِهِ كُلُّهُمْ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: فِيمَا احْتَجَّ بِهِ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: كَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ صَفَايَا بَنُو النَّضِيرِ، وَخَيْبَرُ، وَفَدَكُ، فَأَمَّا بَنُو النَّضِيرِ فَكَانَتْ حُبُسًا لِنَوَائِبِهِ، وَأَمَّا فَدَكُ فَكَانَتْ حُبُسًا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ، وَأَمَّا خَيْبَرُ فَجَزَّأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، جُزْأَيْنِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، وَجُزْءًا نَفَقَةً لِأَهْلِهِ فَمَا فَضُلَ عَنْ نَفَقَةِ أَهْلِهِ جَعَلَهُ بَيْنَ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ

❁❁ مالک بن اوس بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس چیز سے استدلال کیا وہ یہ تھی کہ بنونضیر' خیبر اور فدک کی وہ زمینیں' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھیں، ان سے بنونضیر کی زمینیں، حادثات پیش آنے پر خرچ کرنے کے لیے مخصوص تھیں' فدک کی زمین مسافروں کے لیے مخصوص تھی اور خیبر کی زمین کے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصے کیے ہوئے تھے' دو حصے مسلمانوں کے اور ایک حصہ آپ کی ازواج کے اخراجات کے لیے تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے خرچ میں سے جو بچ جاتا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے غریب مہاجرین میں تقسیم کر دیتے تھے۔

2968 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ، وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، مِنْهَا شَيْئًا

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام بھجوایا اور ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی وراثت کا مطالبہ کیا، جو اس مال میں تھی، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مال فے کے طور پر مدینہ منورہ میں، فدک میں عطا کیا تھا اور خیبر کے خمس میں سے، جو باقی بچ جاتا تھا (اس میں سے جو وراثت تھی، اس کا مطالبہ کیا) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''ہم (انبیاء) کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم جو چھوڑ کر جائیں' وہ صدقہ ہوتا ہے' محمد کے گھر والے اس مال میں سے کھا سکتے ہیں''۔

2968- اسناده صحيح. واخرجه باطول مما هنا البخاري (4240) و (4241)، ومسلم (1759) من طريق عقيل بن خالد، بهذا الاسناد.
واخرجه البخاري (4035) و (4036) و (6725) و (6726)، ومسلم (1759) من طريق معمر بن راشد، عن الزهري، به. الا انه قال: ان فاطمة والعباس اتيا يلتمسان ميراثهما ... وهو في "مسند احمد" (9) و (55)، و "صحيح ابن حبان" (6607).

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حدثنا عمرو بن عثمان الحمصي حدثنا أبي حدثنا شعيب بن أبي حمزة عن الزهري قال حدثني عروة بن الزبير أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أخبرته بهذا الحديث قال: وفاطمة عليها السلام حينئذ تطلب صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم التي بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر. قالت عائشة رضي الله عنها: فقال أبو بكر رضي الله عنه: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا نورث ما تركنا صدقة، وإنما يأكل آل محمد في هذا المال يعني مال الله ليس لهم أن يزيدوا على المأكل.

(۲) عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ بات بتائی وہ یہ بیان کرتی ہیں: جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کے اس صدقے کا مطالبہ کیا، جو مدینہ منورہ میں تھا فدک میں تھا اور خیبر کے خمس میں سے باقی بچا تھا' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے محمد کی بیویاں اس مال میں سے کھا سکتی ہیں''

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ مال ہے اور ان لوگوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کھانے سے زیادہ کوئی چیز وصول کریں۔

احادیث سے مال لینے کے وقف ہونے پر دلائل اور باغ فدک کا وقف ہونا

حضرت اوس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا، میں دن چڑھے کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ گھر میں خالی تخت پر چمڑے کے ایک تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، فرمانے لگے: اے مالک! تمہاری قوم کے کچھ لوگ جلدی جلدی آئے تھے، میں نے انہیں تھوڑی سی چیزیں دینے کا حکم دے دیا ہے تم وہ چیزیں لے کر ان کے درمیان تقسیم کردو، میں نے کہا: آپ میری علاوہ کسی اور کے ذمہ یہ کام لگا دیتے تو اچھا تھا، حضرت عمر نے فرمایا: اے مالک! تم یہ چیزیں لے لو، اتنے میں (ان کا غلام) یرفا اندر آیا اور کہنے لگا: حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد کے متعلق کیا حکم ہے؟ (یعنی وہ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں) حضرت عمر نے کہا: اچھا اور انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی اور وہ اندر آگئے پھر یرفا آئے اور کہا: حضرت علی اور حضرت عباس کے بارے میں کیا حکم ہے حضرت عمر نے کہا: اچھا اور ان کو بھی اجازت دے دی، حضرت عباس نے کہا، اے امیر المومنین! میرے اور اس جھوٹے، خطا کار، عہد شکن اور خائن کے درمیان فیصلہ کردیجیے، باقی صحابہ نے بھی کہا: ہاں! اے امیر المومنین! ان کے درمیان فیصلہ کردیجیے اور ان کی راحت دلا دیجئے۔ حضرت مالک بن اوس نے کہا: میرا خیال تھا کہ ان دونوں نے ان صحابہ کو اسی لئے پہلے بھیجا تھا، حضرت عمر نے کہا، ٹھہرو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر، حضرت عمر نے کہا ٹھہرو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارے وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر، حضرت عباس اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں تم دونوں کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم دونوں یہ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، ان دونوں نے کہا: ہاں! حضرت عمر نے کہا، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چیز کے ساتھ خاص کیا تھا جس کے ساتھ کسی اور کو خاص نہیں کیا تھا، یہ بستوں کے وہ اموال ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوٹا دیئے تھے، یہ اموال اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں (یعنی اموال فئے) راوی کہتے ہیں: مجھے علم نہیں کہ انہوں نے اس سے پہلے والی آیت پڑھی تھی یا نہیں۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے درمیان بنو نضیر کے اموال تقسیم کر دیئے، بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال کو اپنے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ تمہیں چھوڑ کر ان اموال کو خود رکھا حتیٰ کہ یہ مال باقی رہ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال سے ایک سال کا خرچ لے لیتے تھے، باقی جو بچتا وہ بیت المال میں رکھ لیتے، حضرت عمر نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر نے حضرت عباس اور حضرت علی کو بھی وہی قسم دی جو باقی صحابہ کو دی تھی اور کہا، کیا تم کو اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں! حضرت عمر نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں، پھر تم دونوں آئے، تم اپنے بھتیجے کی میراث سے طلب کرتے تھے اور یہ اپنی زوجہ کے لئے ان کے والد کی میراث سے طلب کرتے تھے تو حضرت ابوبکر نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، سو تم دونوں نے حضرت ابوبکر کو جھوٹا، گناہ گار، عہد شکن اور خائن گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر سچے، نیک، ہدایت یافتہ، اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں، پھر حضرت ابوبکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا خلیفہ بنایا گیا، پس تم دونوں مجھے بھی جھوٹا، گناہ گار، عہد شکن اور خائن گمان کیا (یعنی میرے ساتھ وہ سلوک کیا جو جھوٹے اور خائن کے ساتھ کرتے ہیں) اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں، پھر میں ان اموال کا ولی بنایا گیا پھر تم اور یہ میرے پاس آئے درآں حالیکہ تم دونوں کی رائے متفق تھی، تم دونوں نے کہا: ان اموال کی نگہداشت ہمارے سپرد کر دیجیے، میں نے کہا، اگر تم چاہتو میں یہ اموال اس شرط کے ساتھ تمہارے سپرد کر دیتا ہوں کہ تم ان اموال میں اسی طرح تصرف کرو گے جس طرح ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصرف کرتے تھے، تم دونوں نے اس کا اقرار کیا، حضرت عمر نے کہا، کیا اسی طرح معاہدہ ہوا تھا؟ انہوں نے کہا، ہاں! حضرت عمر نے کہا، اب پھر تم دونوں میرے پاس آئے ہو کہ میں تم دونوں کے درمیان فیصلہ کروں، نہیں! خدا کی قسم! قیامت تک میں تمہارے درمیان اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا، اگر تم ان اموال کا انتظام کرنے سے عاجز ہو گئے ہو تو پھر یہ مجھے واپس کر دو۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۵۸ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۵۷ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۶۳ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۶۱۰ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۶۳۱۰)

کیا حضرت علی نے نبی کا وارث نہ بنانے کی روایت میں حضرت ابوبکر اور عمر کو جھوٹا، عہد شکن..... خائن اور گناہ گار گمان کیا تھا؟

ملا باقر مجلسی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر یہ دلیل ہے کہ "صحیح مسلم" میں مالک بن اوس سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا: حضرت ابوبکر نے تم دونوں سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو کچھ ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے، پس تم دونوں نے ابوبکر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گناہ گار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر سچے، نیک اور حق کی پیروی کرنے والے تھے، پھر ابوبکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوا، پھر تم دونوں نے مجھ کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گناہگار گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ "صحیح مسلم" کی اس روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علی، حضرت ابوبکر کو اس روایت میں جھوٹا گردانتے تھے اور حضرت علی کا اس روایت کو جھوٹا قرار دینا اس روایت کی باطل اور موضوع ہونے پر واضح دلیل ہے، کیونکہ حضرت علی حق کے سوا کچھ نہیں کہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس حدیث کی صداقت کے معترف تھے جیسا کہ مالک بن اوس کی اسی روایت میں ہے، حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے فرمایا:

میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کی اجازت سے زمین اور آسمان قائم ہیں، کیا تم دونوں کو یہ علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے؟ حضرت عباس اور حضرت علی دونوں نے کہا: ہاں (ہمیں علم ہے) (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۹)

نبی کا وارث نہ بنانے کی حدیث پر اشکالات کے جوابات

اس جگہ پر اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی کو اس حدیث کا علم تھا اور جب انہیں علم تھا تو حضرت فاطمہ کو بھی یقیناً علم ہو گا تو پھر ان حضرات نے حضرت ابوبکر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا اور پھر دوبارہ حضرت عمر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت عباس اس حدیث کے تو معترف تھے لیکن اس حدیث کو عام نہیں سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں سے کسی چیز کا بھی کوئی وارث نہیں ہو گا، ان کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں سے بعض چیزوں کا کوئی وارث نہیں ہو گا اور باقی متروکات میں وراثت جاری ہو گی اور خیبر کی بعض اراضی اور فدک کے متعلق ان کا گمان تھا کہ اس میں وراثت جاری ہو گی، اس وجہ سے وہ ان میں وراثت کو طلب کرتے تھے اس کے برعکس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دیگر صحابہ اس حدیث کو عموم پر محمول کرتے تھے اور اس حدیث کی تعمیم اور تخصیص میں ان کی آراء اور اجتہاد میں اختلاف ہو گیا، حضرت علی اور حضرت عباس کو اپنے موقف پر اصرار تھا اس وجہ سے پہلے انہوں نے حضرت ابوبکر سے اور پھر حضرت عمر سے میراث کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۷ مصلا لاہور، ۱۴۰۱ھ)

دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو حضرت عباس اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم دونوں نے پہلے ابوبکر کو اور پھر مجھے جھوٹا، عہد شکن اور خائن گمان کیا اس کا کیا محمل ہے؟ علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ باب

نزول سے ہے یعنی تم دونوں نے حضرت ابوبکر کے استدلال اور حجت کو تسلیم نہیں کیا اور برابر میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے رہے، خلاصہ یہ ہے کہ تم نے سچے شخص کے ساتھ جھوٹے شخص کا معاملہ کیا نہ یہ کہ تم نے ان کو فی الواقع جھوٹا سمجھا۔ علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے یعنی "افرایتماہ کاذبا غادرًا خائنًا آثمًا" کیا تم نے ابوبکر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گناہ گار سمجھا تھا؟ اور یہ استفہام انکاری ہے، یعنی جب تم حضرت ابوبکر کو جھوٹا اور عہد شکن نہیں سمجھتے تھے تو پھر کیوں بار بار میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے تھے؟ (اکمال اکمال المعلم ج ٥ ص 77-78 دار الکتب العلمیہ بیروت)

میں کہتا ہوں کہ ان توجیہات کے صحیح اور صواب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان اراضی کو حضرت فاطمہ کی اولاد کی ملکیت میں نہیں دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بعد میں حضرت علی کو یہ شرح صدور ہو گیا کہ اس حدیث کے بارے میں حضرت ابوبکر کا اجتہاد صحیح اور صائب تھا اور یہ کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے متروکات میں سے کسی چیز میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔ (تبیان القرآن، سورہ حشر، لاہور)

نبی کا وارث نہ بنانے کی تائید میں دیگر احادیث

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جو فئی عطا کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس میں جو کچھ چھوڑا ہے اس میں ان کی میراث کو تقسیم کریں، حضرت ابوبکر نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ٤٢٤٠)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن، حضرت زبیر اور حضرت سعد سے) کہا: ٹھہرو! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں، جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے؟ انہوں نے کہا، بے شک رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 5358)

"دولۃ" کا معنی

نیز الحشر: ۷ میں فرمایا: تاکہ وہ (اموال) تم میں سے (صرف) مال داروں کے درمیان گردش کرتے نہ رہیں۔

اس آیت میں "دولۃ" کا لفظ ہے، علامہ حسین محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الدولۃ" اور "الدولۃ" واحد ہیں، ایک قول یہ ہے کہ "الدولۃ" کا اطلاق مال میں ہوتا ہے "الدولۃ" کا اطلاق حرب میں ہوتا ہے، اور دولت اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو بعینہ گردش کرتی رہتی ہے، کبھی ایک کے پاس، کبھی دوسرے کے پاس، قرآن مجید میں ہے:

وتلك الايام نداولها بين الناس (آل عمران: ١٤٠) ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔

(المفردات ج ۱ ص 232، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱٤١٨ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے

اس کے بعد اس آیت میں فرمایا: اور رسول تم کو جو دیں اس کو لے لو، اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو مال غنیمت سے جو کچھ عطا کریں، اس کو قبول کرلو، اور تم کو مال غنیمت میں خیانت کرنے سے روکیں تو اس سے رک جاؤ۔ اس آیت کا شان نزول اگرچہ مال غنیمت کے ساتھ خاص ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر اور نواہی اور آپ کے تمام احکام اس میں داخل ہیں۔

حسن بصری نے کہا، اس آیت کا معنی ہے: میں تم کو مال فئے سے جو کچھ دوں اس کو قبول کرلو، اور جس چیز سے تم کو منع کردوں اس کو طلب نہ کرو۔

علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ نے کہا: یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر اور نواہی پر محمول ہے کیونکہ آپ کا ہر حکم صرف نیک کام کے لئے ہوتا ہے اور انہی اور ممانعت برائی کے لئے ہوتی ہے۔ (النکت والعیون ج ۵ ص 504 دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی نضیر کا متروکہ مال خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح چاہتے اس میں تصرف کرسکتے تھے۔ شیخین نے صحیحین میں مالک ابن اوس بن حدثان کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے فرمایا: اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مال مفت میں تصرف کرنے کا ایسا اختیار خصوصیت کے ساتھ دیا جو اور کسی کو نہیں دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے آیت: وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ...... قَدِيْرٌ تک پڑھی۔ چنانچہ یہ ملکیت خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ جس سے اپنا اور اپنے گھر والوں کا سالانہ خرچ کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ بچتا تھا اس کو اللہ کا مال قرار دیتے تھے (یعنی جہاد وغیرہ کی تیاری میں صرف کرتے تھے)۔

صحیحین میں آیا ہے کہ (خلافت ثانیہ کے دور میں) حضرت عمر کا دربان یرفاء اندر آیا اور اس نے کہا: عثمان، عبدالرحمن، زبیر اور سعید (رضی اللہ عنہم) داخلہ کی اجازت چاہتے ہیں، کیا ان کو اندر آنے کی اجازت ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ یہ حضرات اندر آ گئے۔ کچھ ہی دیر کے بعد یرفاء پھر آیا اور اس نے کہا: علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ اجازت داخلہ کے طلبگار ہیں، کیا ان کو اجازت ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! دونوں حضرات بھی آ گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کردیجئے۔ (بنی نضیر کے متروکہ املاک کے معاملہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کا اختلاف تھا) اس اختلاف کو دور کرانے کی خواہش حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کی تھی) جماعت (حاضرین) نے کہا: ہاں! امیر المؤمنین ان کے آپس کا جھگڑا چکا دیجئے اور ایک کو دوسرے کی فکر سے آزاد کردیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا آپ لوگ آرام کرلیں۔ میں آپ حضرات کو اس خدا کی جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم (کسی کو اپنے مال کا) وارث نہیں قرار دیتے، ہمارا ترکہ (کسی کا میراثی حصہ نہیں ہوسکتا بلکہ) خیرات ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اگرچہ انبیاء کی جماعت کے متعلق فرمائی تھی) لیکن اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اپنی ذات تھی۔ حاضرین نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی

اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا رسول اللہ ﷺ نے ایسا فرمایا تھا؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں (فرمایا تھا)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اب میں اس معاملہ کی بات کرتا ہوں۔ بات یوں ہوئی کہ اللہ نے اس مال فے کو اپنے رسول ﷺ کے لیے خالص کر دیا تھا اور اس امر میں وہ خصوصیت عطا کی تھی جو کسی دوسرے کو نہیں عطا کی اور فرمایا: مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ..... قَدِيْرٌ تک۔ چنانچہ یہ مال خالص اللہ کے رسول ﷺ کا ہو گیا۔ اس کے بعد بخدا حضور ﷺ نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر خود اپنے ہی لیے نہیں رکھ لیا بلکہ آپ ﷺ کے لوگوں کو دیا اور آپ کے اندر تقسیم کر دیا۔ یہاں تک کہ تقسیم کے بعد کچھ بچ رہا' اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے گھر والوں کا سالانہ خرچ اسی مال سے چلاتے تھے اور آخر میں جو بچ رہتا تھا اس کو اللہ کا مال قرار دیتے تھے (یعنی جہاد کے لیے گھوڑے اور اسلحہ خریدتے تھے) حضور ﷺ زندگی بھر اسی پر کاربند رہے۔ جب آپ ﷺ کی وفات ہو گئی اور (ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کے رسول کا ولی ہوں۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور جس طرح رسول اللہ ﷺ (تقسیم) کیا کرتے تھے ویسا ہی ابوبکر نے کیا۔ آپ سب لوگ موجود تھے اور اللہ جانتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس (خیبر کے مال وملکیت) میں سچے' نیکوکار اور راہ راست پر تھے۔ پھر ابوبکر کی وفات ہو گئی۔ تو میں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا اور ابوبکر کا ولی ہوں۔ چنانچہ چند سال میں نے یہ مال اپنے قبضہ میں رکھا اور اس میں تصرف اسی طرح کرتا رہا جس طرح رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا اور خدا جانتا ہے کہ میں اس میں سچا ہوں' جھوٹا نہیں ہوں۔ راہ مستقیم پر ہوں اور حق کا پیرو ہوں۔ پھر آپ دونوں حضرات متفق الرائے ہو کر آئے (جائیداد خیبر بحق وراثت طلب کی) تو میں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا دیا ہے کہ ہم کسی کو اپنا وارث نہیں قرار دیتے' ہمارا سارا متروکہ خیرات ہے' پھر مجھے خیال ہوا کہ اس مال پر قبضہ میں تم کو دے دوں' چنانچہ میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ دونوں صاحبان چاہتے ہیں تو میں یہ جائیداد آپ دونوں کے قبضہ وتصرف میں اس شرط پر دینے کو تیار ہوں کہ اس میں آپ ویسا ہی تصرف کریں گے جیسے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر کرتے تھے اور جیسا میں اس وقت سے کر رہا ہوں' جب سے یہ جائیداد میرے قبضہ میں آئی۔ (یعنی جب سے مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے) اگر آپ ایسا نہ کر سکیں تو پھر اس معاملہ میں مجھ سے بات نہ کیجئے۔ آپ دونوں نے (شرط قبول کر لی اور) کہا: ہمارے قبضہ میں اس شرط پر ہی دے دیجئے۔ چنانچہ میں نے یہ جائیداد آپ دونوں کے سپرد کر دی۔ اب کیا آپ حضرات اس کے خلاف مجھ سے کسی اور فیصلہ کے طلبگار ہیں۔ قسم ہے اس اللہ کی جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں۔ میں قیامت تک اس کے خلاف فیصلہ نہیں کروں گا۔ اب اگر آپ دونوں صاحبان اس (کے انتظام) سے تنگ آ گئے ہیں تو پھر میرے سپرد کر دیجئے۔ میں آپ کا پورا پورا کام انجام دوں گا۔

صحیحین میں حضرت عمر کی روایت سے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ بنی نضیر کے مال (یعنی املاک اور نقد وجنس) اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو (خصوصیت کے ساتھ) بے محنت عطا فرمائے تھے اس کے لیے مسلمانوں کو نہ گھوڑے دوڑانے پڑے نہ اونٹ۔ چنانچہ وہ (ساری املاک) صرف رسول اللہ ﷺ کی تھیں' اسی میں سے حضور ﷺ گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے اور جو کچھ بچتا تھا اس سے جہاد کی تیاری یعنی اسلحہ اور گھوڑوں کی خریداری کرتے تھے۔

2970 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَيْهَا ذٰلِكَ، وَقَالَ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، إِنِّي أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيغَ. فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، فَغَلَبَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهَا، وَأَمَّا خَيْبَرُ، وَفَدَكُ فَأَمْسَكَهُمَا عُمَرُ، وَقَالَ: هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ، وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ. قَالَ: فَهُمَا عَلَى ذٰلِكَ إِلَى الْيَوْمِ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہی روایت منقول ہے، جس میں یہ مذکور ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بات نہیں مانی اور بولے: میں ایسی کسی چیز کو ترک نہیں کروں گا، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے، مگر یہ کہ میں اس پر عمل کروں گا، کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں نے اس میں سے کوئی بھی چیز ترک کی تو میں بھٹک جاؤں گا، جہاں تک مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کی زمینوں) کا تعلق تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھیں، پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آ گئیں، جہاں تک خیبر اور فدک کا تعلق ہے، تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ صدقہ ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حقوق کے لیے تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آ جاتے تھے اور جو مشکلات درپیش ہوتی تھیں، تو یہ دونوں اُس کے سپرد رہیں گی، جو حکومت کا نگران ہو گا، راوی کہتے ہیں: تو یہ دونوں آج تک اسی صورت حال میں ہیں (یعنی حاکم وقت کے سپرد ہوتی ہیں)

2971 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي قَوْلِهِ: (فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ) (الحشر: ٦)، قَالَ: صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ فَدَكَ، وَقُرًى قَدْ سَمَّاهَا لَا أَحْفَظُهَا، وَهُوَ مُحَاصِرٌ قَوْمًا آخَرِينَ، فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ بِالصُّلْحِ، قَالَ: (فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ) (الحشر: ٦)، يَقُولُ: بِغَيْرِ قِتَالٍ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكَانَتْ بَنُو النَّضِيرِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِصًا لَمْ يَفْتَحُوهَا عَنْوَةً، افْتَتَحُوهَا عَلَى صُلْحٍ، فَقَسَمَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ، لَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ مِنْهَا شَيْئًا، إِلَّا رَجُلَيْنِ كَانَتْ بِهِمَا حَاجَةٌ

❀❀ زہری اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

''تم نے اس کے لیے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے''

وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک والوں سے مصالحت کر لی تھی، راوی نے ایک اور بستی کا نام بھی ذکر کیا تھا، جو مجھے یاد نہیں ہے، اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اور قوم کا بھی محاصرہ کیے ہوئے تھے، تو ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح کا پیغام بھجوایا، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"تم لوگوں نے اس کے لیے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے"

اس سے مراد یہ ہے: تم لوگوں نے جنگ کے بغیر وہ جگہ حاصل کر لی تھی۔

زہری بیان کرتے ہیں: بنونضیر کی زمینیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لڑکر حاصل نہیں کیا تھا، بلکہ انہیں صلح کے ذریعے فتح کر لیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کی زمینیں مہاجرین کے درمیان تقسیم کی تھیں آپ نے ان میں سے انصار کو کچھ نہیں دیا تھا، صرف دو انصاریوں کو دیا تھا، جنہیں ان کی شدید ضرورت تھی۔

2972 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: جَمَعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَنِي مَرْوَانَ حِينَ اسْتُخْلِفَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَتْ لَهُ فَدَكُ، فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُودُ مِنْهَا عَلَى صَغِيرِ بَنِي هَاشِمٍ، وَيُزَوِّجُ مِنْهَا أَيِّمَهُمْ، وَإِنَّ فَاطِمَةَ سَأَلَتْهُ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهَا فَأَبَى، فَكَانَتْ كَذَلِكَ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وُلِّيَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي حَيَاتِهِ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وُلِّيَ عُمَرُ عَمِلَ فِيهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَا حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، ثُمَّ أَقْطَعَهَا مَرْوَانُ، ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ: فَرَأَيْتُ أَمْرًا مَنَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، لَيْسَ لِي بِحَقٍّ، وَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ رَدَدْتُهَا عَلَى مَا كَانَتْ يَعْنِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلِيَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْخِلَافَةَ، وَغَلَّتُهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ دِينَارٍ، وَتُوُفِّيَ وَغَلَّتُهُ أَرْبَعُ مِائَةِ دِينَارٍ، وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ أَقَلَّ

❀❀ مغیرہ بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز کو جب خلیفہ مقرر کیا گیا، تو انہوں مروان کی آل اولاد کو جمع کیا اور بولے: فدک کی زمین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آمدن کے ذریعے اپنے اخراجات پورے کیا کرتے تھے، اس کے ذریعے بنو ہاشم کے کم سن بچوں کی دیکھ بھال کرتے تھے، اس کے ذریعے بنو ہاشم کی بیواؤں کی شادیاں کیا کرتے تھے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ گزارش کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ دے دیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات نہیں مانی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ زمین اسی طرح رہی، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو گئے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا گیا، تو وہ بھی انہیں اسی طرح استعمال کرتے رہے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں انہیں استعمال کیا، پھر ان کا انتقال ہو گیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا نگران مقرر کیا گیا، تو وہ بھی انہیں اسی طرح استعمال کرتے رہے، جس طرح پہلی دو صاحبان کرتے رہے تھے، تو یہاں تک کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا، پھر مروان نے اسے جاگیر بنا لیا اور آخر کار وہ عمر بن عبدالعزیز کے حصے میں آئی، تو عمر بن عبدالعزیز نے یہ کہا: میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ ایک ایسی چیز ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دی تھی، تو پھر میرا بھی اس میں کوئی حق نہیں ہوگا، میں تم لوگوں کو گواہ بنا کر یہ کہتا ہوں: میں اسے اس کی اس صورت کی طرف لوٹا رہا ہوں، جس صورت میں یہ پہلے تھی، ان کی مراد یہ تھی کہ جس صورت میں یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس

میں تھی۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) جب عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا گیا، تو اس وقت ان کی آمدن چالیس ہزار دینار تھی اور جب ان کا انتقال ہوا، اس وقت ان کی آمدن چار سو دینار رہ گئی تھی، اگر وہ اور زندہ رہتے تو وہ اور کم ہو جاتی۔

2973 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، تَطْلُبُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ، إِذَا أَطْعَمَ نَبِيًّا طُعْمَةً، فَهِيَ لِلَّذِي يَقُومُ مِنْ بَعْدِهِ

ابوطفیل بیان کرتے ہیں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملنے والی وراثت کا مطالبہ کرنے کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے، تو اس کا نگران وہ شخص ہوتا ہے، جو نبی کے بعد (اس کا جانشین ہوتا ہے)"۔

2974 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي، وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مُؤْنَةُ عَامِلِي: يَعْنِي أَكَرَةَ الْأَرْضِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"میرے ورثاء دینار تقسیم نہیں کریں گے، اپنی بیویوں کے خرچ اور اپنے اہلکاروں کی تنخواہوں کے بعد، میں جو کچھ چھوڑ کر جاؤں، وہ صدقہ شمار ہوگا"

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اپنے اہلکاروں کے معاوضے سے مراد، زمین پر کام کرنے والوں کا معاوضہ ہے۔

2975 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ حَدِيثًا مِنْ رَجُلٍ فَأَعْجَبَنِي، فَقُلْتُ اكْتُبْهُ لِي فَأَتَى بِهِ مَكْتُوبًا مُذَبَّرًا، دَخَلَ الْعَبَّاسُ، وَعَلِيٌّ عَلَى عُمَرَ، وَعِنْدَهُ طَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَسَعْدٌ، وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَسَعْدٍ: أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ مَالِ النَّبِيِّ صَدَقَةٌ، إِلَّا مَا أَطْعَمَهُ أَهْلَهُ، وَكَسَاهُمْ إِنَّا لَا نُورَثُ، قَالُوا: بَلَى قَالَ: فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ مِنْ مَالِهِ عَلَى أَهْلِهِ، وَيَتَصَدَّقُ بِفَضْلِهِ، ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَلِيَهَا أَبُو بَكْرٍ سَنَتَيْنِ، فَكَانَ يَصْنَعُ الَّذِي كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا مِنْ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ

ابوالبختری بیان کرتے ہیں: میں نے ایک صاحب کی زبانی ایک بات سنی جو مجھے اچھی لگی تو میں نے کہا: آپ مجھے یہ لکھ کر دے دیں تو انہوں نے مجھے یہ صاف صاف لکھ کر دے دیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، یہ دونوں صاحبان (یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایک دوسرے سے جھگڑا کر رہے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''نبی کا سارا مال صدقہ ہوتا ہے، ماسوائے اس کے، جو وہ اپنی بیوی کو کھلا دے، یا اسے پہنا دے، بے شک ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا''۔

ان لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اپنی ازواج پر خرچ کرتے تھے اور باقی بچ جانے والے مال کو صدقہ کر دیتے تھے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دو سال تک اس کے نگران رہے، وہ بھی اسے اسی طرح استعمال کرتے رہے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے استعمال کرتے رہے تھے، اس کے بعد راوی نے مالک بن اوس کی نقل کردہ روایت کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

2976 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، فَيَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ لَهُنَّ عَائِشَةُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں، تاکہ وہ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملنے والے ان ازواج کے آٹھویں حصے کا مطالبہ کریں، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد نہیں فرمائی؟

''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ کر جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے''

2977 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ قُلْتُ: أَلَا تَتَّقِينَ اللهَ، أَلَمْ تَسْمَعْنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَإِنَّمَا هَذَا الْمَالُ لِآلِ مُحَمَّدٍ لِنَائِبَتِهِمْ وَلِضَيْفِهِمْ، فَإِذَا مُتُّ فَهُوَ إِلَى وَلِيِّ الْأَمْرِ مِنْ بَعْدِي؟

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن شہاب کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے کہا: کیا آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی نہیں ہیں؟ کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا:

''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ کر جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے، یہ مال محمد کے گھر والوں کے لیے ہے، جو حادثات کا شکار ہونے والے لوگوں اور مہمانوں کے لیے مخصوص ہے، جب میں فوت ہو جاؤں گا، تو یہ اس کی طرف چلا جائے گا، جو میرے بعد مسلمانوں کا حکمران بنے گا''

بَابٌ فِي بَيَانِ مَوَاضِعِ قَسْمِ الْخُمُسِ، وَسَهْمِ ذِي الْقُرْبَى

باب: خمس کی تقسیم کے مقامات اور ذوی القربیٰ کے حصے کا بیان

2978 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، أَنَّهُ جَاءَ هُوَ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، يُكَلِّمَانِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَسَمَ مِنَ الْخُمُسِ بَيْنَ بَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ قَسَمْتَ لِإِخْوَانِنَا بَنِي الْمُطَّلِبِ، وَلَمْ تُعْطِنَا شَيْئًا وَقَرَابَتُنَا وَقَرَابَتُهُمْ مِنْكَ وَاحِدَةٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ: وَلَمْ يَقْسِمْ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ مِنْ ذٰلِكَ الْخُمُسِ كَمَا قَسَمَ لِبَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَقْسِمُ الْخُمُسَ، نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيهِمْ، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُعْطِيهِمْ مِنْهُ، وَعُثْمَانُ بَعْدَهُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خمس کی تقسیم کے حوالے سے بات کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب آپ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو خمس میں سے حصہ عطا کیا تھا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے بنو مطلب سے تعلق رکھنے والے ہمارے بھائیوں کو حصہ دیا ہے اور ہمیں کچھ نہیں دیا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری اور ان کی رشتے داری، ایک جیسی حیثیت رکھتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک جیسی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کے لیے اس خمس میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جس طرح آپ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو اس میں سے حصہ دیا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خمس تقسیم کرتے تھے، تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کے مطابق تقسیم کرتے تھے، البتہ یہ تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو اتنی زیادہ ادائیگی نہیں کرتے تھے، جتنی زیادہ ادائیگی انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں کو اس میں سے حصہ دیتے تھے اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی دیتے تھے۔

خمس سے متعلق احکام کا بیان

قول تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ان کنتم امنتم بالله اس میں چھبیس مسائل ہیں

مسئلہ نمبر: ۱

قولہ تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء لغت میں غنیمت سے مراد وہ (مال) ہے جسے آدمی یا جماعت محنت اور کوشش کے ساتھ حاصل کرے۔ اسی معنی میں شاعر کا قول ہے:

وقد طوفت فی الآفاق حتی رضیت من الغنیمة بالایاب (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

اور دوسرے شاعر نے کہا:

ومطعم الغنم یوم الغنم مطعمه انی توجه والمحروم محروم (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

مغنم اور غنیمت دونوں ہم معنی ہیں: کہا جاتا ہے: غنم القوم غنما (قوم کو مال غنیمت عطا کیا گیا) جاننا چاہیے کہ اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ قول باری تعالیٰ: آیت: غنمتم من شیء سے مراد کفار کا وہ مال ہے جسے مسلمانوں نے غلبہ اور جنگ کے ساتھ حاصل کیا ہو۔ لغت اس تخصیص کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ ہم نے اسے بیان کر دیا ہے۔ البتہ عرف شرع نے لفظ کو اس نوع کے ساتھ مقید کیا ہے۔ کفار کی جانب سے ہمیں جو اموال حاصل ہوتے ہیں شریعت نے انہیں دو نام دیئے ہیں: ایک غنیمت اور دوسرا فئی۔ پس وہ مال جسے مسلمان اپنے دشمن سے جدوجہد اور گھوڑوں، اونٹوں کو جنگ میں استعمال کر کے حاصل کرتے ہیں اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ اور یہ اسم اس معنی کے ساتھ لازم ہو چکا ہے حتی کہ یہ عرف بن گیا ہے۔ اور فئی، فاء یفئ ء سے ماخوذ ہے جب کوئی لوٹ آئے، رجوع کر لے اور اس سے مراد ہر وہ مال ہے جو مسلمانوں کو بغیر جنگ کے اور گھوڑوں، اونٹوں کو کام میں لائے بغیر حاصل ہو جائے، جیسا کہ زمینوں کا خراج، لوگوں پر عائد ہونے والا جزیہ اور غنائم کا خمس۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

اسی طرح سفیان ثوری اور عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی قسم کا مال ہیں اور ان دونوں میں خمس (پانچواں حصہ) ہے، یہ حضرت قتادہ نے کہا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فئی ہر اس مال سے عبارت ہے جو مسلمانوں کو بغیر جنگ کے حاصل ہوا ہو۔ دونوں معنی ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں۔

مسئلہ نمبر: ۲

جمہور کے نزدیک یہ آیت سورت کی پہلی آیت کے لیے ناسخ ہے۔ اور ابن عبدالبر نے اس پر اجماع ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ آیت قول باری تعالیٰ: آیت: یسئلونك عن الانفال کے بعد نازل ہوئی ہے اور یہ کہ مال غنیمت کے چار خمس لشکریوں کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے، جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: آیت: یسئلونك عن الانفال اس وقت نازل ہوئی جب غنائم بدر کے بارے میں اہل بدر کے درمیان اختلاف رونما ہوا، جیسا کہ سورت کی ابتداء میں گزر چکا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: جو کچھ اسماعیل بن اسحاق نے ذکر کیا ہے وہ اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے انہوں نے کہا: محمد بن کثیر

نے ہمیں بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے محمد بن سائب نے ابو صالح کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: جب غزوہ بدر کا دن تھا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: "جس نے کسی آدمی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا اور جس نے کسی کو قیدی بنایا تو اس کے لیے اتنا ہوگا" (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۲۰)۔ پس انہوں نے ستر آدمیوں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنایا۔

ابوالیسر بن عمرو دو قیدیوں کو لے کر آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک آپ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا، تحقیق میں دو قیدیوں کو لایا ہوں۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، بے شک ہمیں نہ تو اجر میں زیادتی کی خواہش نے روکا اور نہ دشمن کے سامنے بزدلی کے اظہار نے ہمیں روکا بلکہ ہم تو اس مقام پر اس خوف سے کھڑے رہے کہ کہیں مشرکین ادھر نہ مڑ آئیں، بلاشبہ آپ اگر انہیں عطا فرمائیں گے تو پھر آپ کے اصحاب کے لیے کوئی شے باقی نہ رہے گی۔ راوی فرماتے ہیں: وہ کچھ کہتے رہے اور وہ کچھ کہتے رہے پس یہ آیت نازل ہوئی: آیت: يسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم پس انہوں نے مال غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا، بعد ازاں یہ آیت نازل ہوئی آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه الآیہ۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۳۶۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت محکم ہے، غیر منسوخ ہے اور یہ کہ مال غنیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور یہ لشکریوں کے درمیان تقسیم شدہ نہیں ہے اور اسی طرح آپ کے بعد آنے والے ائمہ کے لیے حکم ہے۔ اسی طرح مازری نے ہمارے بہت سے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم سے بیان کیا ہے: اور یہ کہ امام وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے ان سے نکالے۔ اور انہوں نے فتح مکہ اور قصہ حنین سے استدلال کیا ہے۔

ابو عبید کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ بزور شمشیر فتح کیا اور وہاں کے باسیوں پر احسان فرمایا اور اسے انہیں پر واپس لوٹا دیا اور اسے تقسیم نہ کیا اور نہ اسے ان کے لیے فئی قرار دیا۔ اور بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ آپ کے بعد ائمہ کے لیے بھی یہ جائز ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس بنا پر قول باری تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه کا معنی یہ ہوگا چار خمس امام کے لیے ہوں گے، اگر چاہے تو انہیں روک لے اور اگر چاہے تو انہیں لشکریوں کے درمیان تقسیم کر دے۔ اور یہ کوئی شے نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے اسے ذکر کر دیا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مال غنیمت کی اضافت لشکریوں کی طرف کی ہے اور فرمایا ہے: آیت: واعلموا انما غنمتم من شئی پھر خمس کو اس کے لیے معین کر دیا جس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا اور چار خمس سے سکوت اختیار فرمایا، اس میں تو بالاتفاق باپ کے لیے دو ثلث ہیں۔ اسی طرح چار خمس بالاجماع لشکریوں کے لیے ہوں گے، جیسا کہ ابن منذر، ابن عبدالبر، داودی، مازری، قاضی عیاض اور علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

اور اس معنی کے ساتھ خبر دینا بالکل ظاہر ہے اور اس کا کچھ بیان عنقریب آئے گا۔ اور قول باری تعالیٰ: يسئلونك عن

الانفال الایہ کا معنی ہوگا۔ وہ مال جس کی امام وقت جس کے لیے چاہے مصلحت کے پیش نظر تقسیم سے پہلے تنفیل کر سکتا ہے۔
حضرت عطا اور حسن رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: یہ اس مال کے ساتھ مخصوص ہے جو مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف بھاگ کر آئے چاہے وہ غلام ہو یا لونڈی یا کوئی جانور۔ امام وقت اس کے بارے جو پسند کرے فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد انفال السرایا یعنی اس کے غنائم ہیں، اگر چاہے تو امام اس سے خمس نکالے اور اگر چاہے تو سارے کا سارا بطور تنفیل ادا کر دے۔
ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے الامام عبعث السریۃ فیصیبون المغنم میں بیان کیا ہے: اگر چاہے تو امام سارے مال کو نفل بنادے اور اگر چاہے تو اس کا خمس نکالے۔ اور اسے ابو عمر نے مکحول اور عطا سے بیان کیا ہے۔ حضرت علی بن ثابت نے کہا ہے میں نے مکحول اور عطا سے امام کے بارے پوچھا جو قوم کو اس مال کی تنفیل کرتا ہے جو انہوں نے حاصل کیا، تو فرمایا: وہ ان کے لیے ہے۔ ابو عمر نے کہا ہے: جو اس طرف گئے ہیں انہوں نے قول باری تعالیٰ آیت: یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول کی تاویل کی ہے کہ وہ مال حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ہے آپ جہاں چاہیں اسے خرچ کر سکتے ہیں۔ اور یہ نظریہ نہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اس ارشاد کے ساتھ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ اس کے سوا ہے جو ہم نے اس کے بارے کتاب القبس فی شرح موطا مالک بن انس میں بیان کیا ہے۔
اور علماء میں سے کسی ایک نے اس بارے میں کوئی قول نہیں کیا جو میں جانتا ہوں کہ قول باری تعالیٰ: یسئلونك عن الانفال، الایہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه کے لیے ناسخ ہے، بلکہ جمہور نے کہا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے: بے شک قول باری تعالیٰ: ما غنمتم ناسخ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کتاب اللہ میں تحریف و تبدیلی کا الزام جائز نہیں ہے۔
رہا فتح مکہ کا واقعہ تو اس میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اس کی فتح میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابو عبید نے کہا ہے: ہم مکہ مکرمہ کے بارے نہیں جانتے کہ شہروں میں سے کسی کو اس کے ساتھ دو اعتبار سے مشابہت حاصل ہو: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انفال و غنائم رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص فرمائے ہیں جب تک اس نے کسی دوسرے کے لیے انہیں مقرر نہیں کیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے: آیت: یسئلونك عن الانفال الایہ۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آپ کے لیے خاص ہے۔
اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ کے لیے ایسا طریقہ مقرر کیا جو دوسرے شہروں میں سے کسی کے لیے نہیں۔ اور جہاں تک حنین کے واقعہ کا تعلق ہے تو آپ ﷺ نے انصار کو عوض عطا فرمایا جب انہوں نے کہا: آپ غنائم قریش کو عطا فرمارہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خون ٹپک رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: اما ترضون ان یرجع الناس بالدنیا و ترجعون برسول الله ﷺ الی بیوتکم (صحیح بخاری، کتاب المناقب، جلد ۱، صفحہ ۵۳۳) (کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا ساتھ لے کر لوٹیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو واپس جاؤ) اسے مسلم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ کسی غیر کے لیے ایسا قول کرنا جائز نہیں، یہ فقط آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ ہمارے بعض علماء نے کہا ہے۔

ولقد [illegible]

مسئلہ نمبر ۵

[illegible] حضرت عمر [illegible] فتحتموها [illegible] ثم قسمتموها من شئتم [illegible] اپنے عموم پر نص ہے، بلکہ خیبر [illegible]
[illegible] انہیں [illegible] کے لیے [illegible]
[illegible] قیدیوں کا بھی حکم ہے [illegible]
[illegible] زمین [illegible] اور حق یہ ہے: جو مال
غنیمت [illegible] زمین [illegible] آیت کے عموم میں داخل نہیں
ہے [illegible] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اگر دوسرے لوگ نہ ہوتے تو میں
جس شہر کو بھی فتح کرتا اسے تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم فرمایا۔ اور جو کچھ اس مذہب کو صحیح قرار دیتی ہے وہ وہ
روایت ہے جسے مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: "عراق نے اپنے قفیز اور اپنے درہم روک لیے ہیں اور شام نے اپنے مد اور اپنے دینار روک لیے ہیں"۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، جلد ۲، صفحہ ۷۴، حدیث [illegible])

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث خیبر میں منعت بمعنی تمنع ہے (یعنی عنقریب روک لیں گے) تو یہ اس پر دلیل ہے
کہ یہ لشکریوں کے لیے نہیں ہوں گے کیونکہ لشکری جس سامان کو روک لیں اس میں قفیز اور درہم نہیں ہوتے۔ اور اگر زمین بھی
تقسیم کی جاتی تو غانمین کے بعد آنے والوں کے لیے کوئی شے نہ بچتی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت: **والذین جاءو من
بعدھم** (الحشر: ۱۰)

اس کا مخالف اس قول پر ہے۔ آیت: **للفقراء المھجرین** (الحشر: ۸) فرمایا: بے شک وہ سامان تقسیم کیا جائے گا جو ایک جگہ
سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: دار الحرب والوں سے مال غنیمت میں سے جو بھی
حاصل ہوگا چاہے وہ قلیل ہو یا کثیر گھر ہو یا زمین، سامان و سامان ہو یا اس کے علاوہ کچھ، سب تقسیم کر دیا جائے گا، سوائے بالغ مردوں
کے کیونکہ ان کے بارے میں امام کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو وہ انہیں بطور احسان آزاد کر دے یا قتل کر دے یا قیدی بنا لے۔ اور
جو بھی ان سے لیا گیا اور قیدی بنایا گیا اس (کی تقسیم کا) طریقہ وہی ہے جو مال غنیمت کا طریقہ ہے۔ اور انہوں نے آیت کے عموم
سے استدلال کیا ہے۔ فرمایا: زمین بھی بالیقین مال غنیمت میں شامل ہے، لہذا واجب ہے کہ اسے بھی دیگر تمام غنائم کی مثل تقسیم کیا
جائے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا جو حصہ طاقت کے ساتھ فتح کیا تھا اسے تقسیم فرما دیا۔ انہوں نے کہا ہے: اگر زمین میں
خصوص کا دعویٰ کرنا جائز ہے تو پھر زمین کے علاوہ میں بھی یہ دعویٰ جائز ہوگا نتیجۃً آیت کا حکم باطل ہو جائے گا۔

اور جہاں تک سورۃ الحشر کی آیت کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حجت نہیں کیونکہ وہ تو مال فئی کے بارے میں ہے نہ کہ مال غنیمت
کے بارے میں۔ اور قول باری تعالیٰ: آیت: **والذین جاءو من بعدھم** (الحشر: ۱۰) یہ نیا کلام ہے جو ان لوگوں کے لیے دعا

کے متعلق ہے جو ایمان میں سبقت لے گئے یہ کسی اور معنی کے لیے نہیں۔ انہوں نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل زمین سے متعلق آپ کے توقف کے بارے دو وجہوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہے: یا تو وہ غنیمت ہے آپ نے اس کے رہنے والوں کو اچھا پایا اور وہ زمین اس بارے میں موزوں تھی تو آپ نے اسے وقف کر دیا اور اس طرح جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے باسیوں میں سے اچھوں کو چن لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ہوازن کے قیدیوں میں اسی طرح کیا، جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے اعلیٰ افراد کو ان چیزوں کے بارے چن لیا جو ان کے ہاتھوں میں تھیں یا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو زمین وقف کی وہ مال فئی تھی پس اس صورت میں آپ کو کسی اور کی رضامندی کی ضرورت بھی نہ تھی۔

کوفیوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ زمین کی تقسیم یا اسے قائم رکھنے اور اس پر خراج مقرر کرنے کا اختیار امام وقت کو ہے۔ اور یہ زمین اسی طرح ان کی ملکیت ہو جاتی ہے جیسے صلح سے حاصل کی ہوئی زمین۔

ہمارے شیخ ابوالعباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: گویا یہ دو دلیلوں کو جمع کرنا اور دو مذہبوں کے درمیان ایک درمیانی رائے ہے اور یہی ہو ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ بالیقین سمجھے، اسی لیے آپ نے فرمایا: اگر دوسرے لوگ نہ ہوتے، پس آپ نے حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے منسوخ ہونے کی کوئی خبر نہ دی اور نہ ہی ان کے ساتھ ان کی تخصیص کی خبر دی ہے، مگر کوفیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل پر کچھ اضافہ کیا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی مصالح پر اسے وقف کیا اور اہل صلح کو اس کا مالک بنا دیا اور انہوں (کوفیوں) نہ یہ کہا ہے کہ وہ اہل صلح کو اس کا مالک بنا دے۔

مسئلہ نمبر ۴۔

امام مالک، امام ابو حنیفہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہم نے موقف اختیار کیا ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں ہے اور اس کا حکم مال غنیمت کے حکم کی مثل ہے، مگر یہ کہ امیر کہے: جس نے کسی کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا سامان اس کے لیے ہوگا، تو اس صورت میں وہ سامان اسی کے لیے ہوگا۔

لیث، امام اوزاعی، امام شافعی، اسحاق، ابو ثور، ابو عبید، طبری اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: ہر حال میں چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا، چاہے امام نے وہ اعلان کیا ہو یا نہ کیا ہو، مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: بلاشبہ چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا بشرطیکہ اس نے اسے سامنے سے آتے ہوئے قتل کیا ہو۔ اور جب اس نے اسے پیٹھ پھیر کر جاتے ہوئے پیچھے سے جا کر قتل کیا تو سلب کیا ہوا مال اس کے لیے نہیں ہوگا۔ اصحاب شافعی میں سے ابو العباس بن سریج نے کہا ہے: یہ حدیث من قتل قتيلا فله سلبه (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۷) اپنے عموم پر نہیں ہے، کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جس نے کسی قیدی یا عورت یا بوڑھے کو قتل کیا تو ان میں سے کسی سے چھینا ہوا مال اس کا نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جس نے کسی زخمی کو مار دیا اور اسے قتل کر دیا جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے (تو ان کا سامان قاتل کے لیے نہ ہوگا) فرمایا: اس شکست خوردہ کا حکم بھی اسی طرح ہے، جس کے شکست کھانے میں اور پسپا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، تو وہ بندھے ہوئے آدمی کی مثل ہے۔ فرمایا: پس اس سے معلوم ہو گیا کہ سلب شدہ مال کو جو قاتل کے لیے بنایا گیا ہے تو وہ کسی زائد معنی کی وجہ سے ہے یا پھر اس کے لیے ہے جس کے قتل میں

فضیلت ہو اور وہ قاتل کے سامنے ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں (مقابلے کی) مشقت ہوتی ہے۔ اور رہا وہ جس کے لیے زخموں کے سبب مقابلہ کرنا یا بھاگنا دونوں ناممکن ہوجائے تو اسے قتل کرنے میں سامان قاتل کے لیے نہ ہوگا۔ اور علامہ طبری نے کہا ہے: چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا، چاہے وہ اسے سامنے سے آتے ہوئے قتل کرے یا پیٹھ کے پیچھے سے، بھاگتے ہوئے یا مقابلہ کرتے ہوئے بشرطیکہ وہ میدان جنگ میں ہو۔

اس کا رداس روایت میں ہوتا ہے جس کا ذکر عبدالرزاق اور محمد بن بکر نے ابن جریج سے کیا ہے انہوں نے کہا میں نے نافع سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ہم مسلسل یہ سنتے رہے ہیں کہ جب مسلمان اور کفار میدان جنگ میں ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور مسلمانوں میں سے کوئی آدمی کفار میں سے کسی آدمی کو قتل کردے تو بلاشبہ اس کا چھینا ہوا مال اس کے لیے ہوگا، مگر یہ کہ وہ انتہائی زوردار جنگ کے دوران قتل ہو، کیونکہ اس وقت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے اسے قتل کیا ہے۔ پس اس قول کا ظاہر طبری کے اس قول کا رد کرتا ہے کہ انہوں نے چھینے ہوئے مال میں یہ شرط لگائی ہے کہ قتل میدان جنگ میں ہو۔ اور ابوثور اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا چاہے وہ میدان جنگ میں ہو یا باہر، سامنے کی جانب ہو یا پیچھے کی جانب، بھاگتے ہوئے یا مقابلے کے لیے شوخی کا اظہار کرتے ہوئے ہو، تمام حالتوں میں (چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا) کیونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عام ہے: **من قتل قتيلا فله سلبه** (صحیح مسلم کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۷) (جس کسی نے کسی مقتول کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا مال اس کے لیے ہوگا)

میں (مفسر) کہتا ہوں: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بنی ہوازن کی جنگ میں شریک تھے پس اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک سرخ اونٹ پر ایک آدمی آیا، اس نے اپنا اونٹ بٹھایا، پھر اونٹ کے تنگ سے رسی کھولی اور اس کے ساتھ اونٹ کو باندھ دیا، پھر آگے بڑھا اور قوم کے ساتھ مل کر کھانا کھانے لگا اور غور سے دیکھنے لگا۔ اور ہم میں کمزور لوگ بھی تھے ان کی سواریاں بھی نحیف اور لاغر تھیں اور بعض ہم میں پیدل تھے، جب کہ وہ تیزی کے ساتھ نکلا، اپنی سواری کے پاس آیا، اس کی رسی (ڈھنگا) کو کھولا پھر اسے بٹھایا اور اس پر بیٹھ گیا اور اسے تیز چلا دیا اور اونٹ اسے لے کر خوب تیزی سے چلنے لگا، تو ایک آدمی نے خاکستری رنگ کی اونٹنی پر اس کا پیچھا کیا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں انتہائی تیزی کے ساتھ نکلا اور میں اونٹنی کی سرین کے قریب ہوگیا، پھر میں مزید آگے بڑھا یہاں تک کہ میں اونٹ کی سرین کے قریب ہوگیا، پھر مزید آگے بڑھا یہاں تک کہ اونٹ کی مہار کو پکڑ لیا اور اسے بٹھایا، پس جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا میں نے اپنی تلوار سونتی اور اس آدمی کے سر پر ماری تو وہ گر پڑا (یعنی مر گیا) پھر میں اس اونٹ کو پکڑ کر لے آیا، اس پر اس کا کجاوہ (بمع ساز و سامان) اور اس کے ہتھیار بھی تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا استقبال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور لوگ بھی تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کس نے اس آدمی کو قتل کیا"؟ لوگوں نے عرض کی: ابن اکوع نے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **له سلبه اجمع** (صحیح مسلم کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۹۰۔۔۔۔) اس سے چھینا ہوا مال اس کے لیے ہے۔ پس

حضرت سمہ رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اسے بھاگتے ہوئے قتل کیا نہ کہ سامنے سے آتے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چھینا ہوا مال اسے عطا فرما دیا۔ اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حجت ہے کہ امام کی اجازت کے بغیر قاتل سلب شدہ مال کا مستحق نہیں ہوتا، کیونکہ اگر نفس قتل کے ساتھ ہی وہ اس کے لیے ثابت ہو جاتا تو آپ کو یہ قول مکرر لانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور آپ کی جت وہ روایت بھی ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے انہوں نے بیان کیا: ابو الاحوص نے اسود بن قیس سے انہوں نے بشر بن علقمہ سے ہمیں روایت بیان کی ہے کہ جنگ قادسیہ کے دن میں نے ایک آدمی کو دعوت مبارزت دی اور میں نے اسے قتل کر دیا اور اس کا مال لے لیا، پھر میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو خطاب کیا پھر فرمایا: یہ بشر بن علقمہ کا چھینا ہوا مال ہے اور یہ بارہ ہزار درہم سے بہتر (اور زیادہ) ہے۔ اور ہم نے یہ اسے بطور تنفیل (انعام) دے دیا۔ پس اگر چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوتا اور محض حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قضا سے ہوتا تو پھر اس چیز کی ضرورت نہ ہوتی کہ وہ اپنے اجتہاد کے ساتھ امر کی نسبت اپنی ذاتوں کی طرف کریں اور یقیناً قاتل ان کے امر کے بغیر اس سامان کو لے سکتا۔ واللہ اعلم

اور صحیح میں ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے اپنی تلواروں کے ساتھ ابو جہل پر حملہ کیا، یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا، پھر وہ دونوں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے''؟ تو ان دونوں میں سے ہر ایک نے عرض کی: میں نے اسے قتل کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں تلواروں کو غور سے دیکھا اور فرمایا: ''تم دونوں نے ہی اسے قتل کیا ہے'' (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ اور پھر اس سے چھینے ہوئے مال کا فیصلہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح کے حق میں فرمایا۔ تو یہ اس پر نص ہے کہ سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں، کیونکہ اگر اس کے لیے ہوتا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ان دونوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے۔

اور صحیح میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے انہوں نے کہا: میں ان کے ساتھ نکلا جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں غزوہ موتہ کے لیے نکلے تھے۔ اور یمن سے آنے والے معاونین اور مددگاروں میں سے ایک آدمی نے میرے مرافقت اور سنگت اختیار کی۔ آگے حدیث بیان کی۔ اس میں ہے کہ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خالد! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کیے ہوئے مال کا فیصلہ قاتل کے لیے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، لیکن میں اسے کثیر سمجھتا ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ ابو بکر برقانی نے اپنی اس اسناد کے ساتھ اسے روایت کیا ہے جس کے ساتھ مسلم نے سے روایت کیا اور اس میں یہ زائد ذکر کیا کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کیے ہوئے مال کا خمس نہیں نکالا اور بے شک وہ معاون و مددگار غزوہ موتہ میں ان کا ساتھی تھا جو شام کی طرف سے آیا ہوا تھا، اس نے کہا: ان میں سے ایک رومی بڑی شدت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے لگا اور وہ اشقر (سرخ و زرد رنگ) گھوڑے پر سوار تھا۔ زین سنہری تھی، کمر کا کپڑا لتھڑا ہوا تھا اور تلوار سونے کے ساتھ آراستہ کی ہوئی تھی۔ راوی نے بیان کیا: وہ انہیں انکسار ہا تھا، فرمایا: پس میرا معاون ان کے لیے مہربان ہوا (یعنی اس نے اپنا رخ اس کی طرف پھیرا) یہاں تک کہ اس کے پاس سے گزرا اور اس کے گھوڑے

کی کونچوں پر وار کیا اور وہ گر پڑا اور اس نے اسے تلوار کے ساتھ اٹھایا اور اسے قتل کر دیا اور اس کا اسلحہ لے لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ اسے دیا اور اس میں سے کچھ روک لیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس میں نے انہیں کہا: یہ سارے کا سارا اسے عطا فرما دو۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے: السلب للقاتل (سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے ہے) انہوں نے فرمایا: ہاں، لیکن میں اسے زیادہ خیال کرتا ہوں۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میرے اور ان کے درمیان گفتگو ہوئی، تو میں نے انہیں کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور آگاہ کروں گا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تم نے اسے کیوں نہیں دیا''؟ تو انہوں نے عرض کی: میں نے اسے بہت زیادہ سمجھا۔ آپ نے فرمایا: ''پس تم اسے وہ سب دے دو'' تو میں نے انہیں کہا: کیا میں نے آپ کے لیے وہ وعدہ پورا نہیں کر دیا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا؟ راوی کہتے ہیں: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں ہو گئے اور فرمایا: ''اے خالد تو اسے نہ دینا کیا تم میرے لیے میرے امراء (افسر) کو چھوڑ رہے ہو'' (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ تو یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ قاتل سلب کیے ہوئے مال کا نفس قتل سے مستحق نہیں ہوتا، بلکہ امام کی رائے اور اس کی نظر سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ نے کہا ہے: سوائے خاص مقابلہ کے سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۵۔

چھینے ہوئے مال سے خمس نکالنے کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔ اور ابو اسحاق نے کہا ہے: اگر چھینا ہوا مال تھوڑا ہو تو وہ قاتل کے لیے ہوگا اور اگر زیادہ ہو تو پھر اس سے خمس لیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی کیا جس وقت وہ مرزبان کے مقابل ہوئے اور اسے قتل کر دیا، تو اس کے کمر بند اور اس کے کنگنوں کی قیمت تیس ہزار تھی تو آپ نے اس کا خمس نکالا۔

۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے مشرکین کے سو آدمی قتل کیے مگر مقابلہ ایک آدمی کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے جب زارہ (بحرین کا ایک گاؤں) پر حملہ کیا تو الزارہ کے دہقان نکل آئے اور انہوں نے کہا: ایک ایک آدمی ایک دوسرے کے مقابل تھا، پس حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اس (مرزبان) سے مقابلہ کیا دونوں کی ایک دوسرے کے خلاف تلواریں چلیں، پھر دونوں نے ایک دوسرے کا گلا پکڑ لیا اور حضرت براء نے اسے سرین کے بل گرا دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے، پھر تلوار پکڑی اور اسے ذبح کر دیا۔ اس کے ہتھیار اور اس کا کمر بند اٹھا لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے، تو آپ نے ہتھیار انہیں بطور انعام (نفل) عطا فرما دیئے اور کمر بند کی تیس ہزار قیمت لگائی پھر اس سے خمس نکالا اور فرمایا: بے شک یہ مال ہے۔ اور امام اوزاعی اور مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے: چھینا ہوا مال، مال غنیمت ہے اور اس میں خمس بھی ہے۔ اور اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حجت وہ روایت ہے جسے ابوداؤد نے عوف بن مالک اشجعی اور حضرت خالب بن ولید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول سے چھینے ہوئے مال

کا قاتل کے لیے فیصلہ فرمایا اور اس چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں لیا۔

مسئلہ نمبر ۶

جمہور علماء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ سلب کیا ہوا مال قاتل کو نہیں دیا جائے گا مگر اس صورت میں کہ وہ اس قتل کرنے پر گواہ پیش کرے۔ ان میں سے اکثر نے کہا ہے: ایک شاہد کی شہادت کافی ہوگی۔ ان کی بنیاد حضرت ابوقتادہ کی حدیث پر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو گواہ ہوں یا پھر ایک شاہد ہو اور ساتھ قسم بھی ہو۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: قاتل کو چھینا ہوا مال صرف دعویٰ کے ساتھ دے دیا جائے گا، اس کے استحقاق کے لیے بینہ شرط نہیں ہے، بلکہ اگر وہ اس پر متفق ہو جائے تو پھر تنازعہ ختم کرنے کے لیے بینہ لانا اولیٰ ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو مقتول سے چھینا ہوا مال بغیر کسی شہادت اور قسم کے عطا فرمایا۔ اور ایک آدمی کی شہادت کافی نہیں ہوگی اور نہ صرف اس کے ساتھ کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ لیث بن سعد نے یہی کہا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: میں نے اپنے شیخ الحافظ المنذری الشافعی ابو محمد عبد العظیم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود بن خزاعی اور عبداللہ بن انیس کی شہادت کے ساتھ انہیں مقتول کا مال عطا فرمایا۔ اس بنا پر تو نزاع ختم ہو جاتا ہے اور اشکال زائل ہو جاتا ہے اور حکم جاری رہے گا۔ اور رہے مالکیہ! تو وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ امام وقت کو اس بارے میں بینہ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ ابتداء امام کی طرف سے عطیہ ہے، پس اگر وہ شہادتیں شرط قرار دے تو اسے یہ اختیار ہے اور اگر شرط نہ قرار دے تو یہ جائز ہے کہ وہ اسے بغیر شہادت کے عطا کر دے۔

مسئلہ نمبر: ۷

سلب کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے؟ بس ہتھیار اور وہ تمام چیزیں جو جنگ کے لیے ضرورت ہوتی ہے اس کے سلب ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے اور گھوڑا بھی اس میں داخل ہے اگر اس نے اس پر قتال کیا ہو اور اس سے اسے گرایا گیا ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے گھوڑے کے بارے کہا ہے کہ وہ سلب میں شامل نہیں ہے۔ اور اس مال کے بارے اختلاف ہے جس کے ساتھ وہ جنگ کے لیے مزین اور آراستہ ہوتا ہے، پس امام اوزاعی نے کہا ہے: وہ سارے کا سارا مال سلب میں سے ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے: وہ سلب میں سے نہیں ہے۔ اور یہ حضرت سحنون رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، سوائے کمر بند کے کیونکہ ان کے نزدیک وہ سلب میں سے ہے۔ اور ابن حبیب نے "الواضحہ" میں کہا ہے: کنگن مال سلب میں سے ہیں۔

(المحرر الوجیز، زیر آیت)۔

مسئلہ نمبر: ۸

قولہ تعالیٰ: آیت نفان للہ خمسہ ابوعبید نے کہا ہے: یہ اس سورت کی پہلی آیت قل الانفال للہ والرسول کے لیے ناسخ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم بدر میں سے خمس نہیں نکالا تھا، پس اس آیت کے ساتھ خمس نہ نکالنے کے بارے میں آپ کا فیصلہ منسوخ ہو گیا، مگر صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے: کہ "بدر کے دن مال غنیمت میں سے

میرے حصے میں دو سال کی اونٹنی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس دن خمس سے دو سال کی اونٹنی مجھے عطا فرمائی" (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، جلد ۲، صفحہ ۶۳) الحدیث۔ کہ آپ ﷺ نے خمس نکالا، پس اگر معاملہ اس طرح ہے تو پھر ابو عبید کا قول مردود ہے۔ ابن عطیہ نے کہا ہے: یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ خمس جس کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے وہ ان غزوات میں سے کسی کا ہو جو بدر اور احد کے درمیان وقوع پذیر ہوئے۔ اور وہ غزوہ بنی سلیم، غزوہ بنی مصطلق، غزوہ ذی امر اور غزوہ بحران ہیں۔ ان میں کوئی یادگار جنگ تو نہیں ہوئی لیکن یہ ممکن ہے کہ مال غنیمت حاصل کیا گیا ہو۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۹)۔ واللہ اعلم

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس تاویل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں یومئذ کے الفاظ رد کرتے ہیں، کیونکہ اشارہ اس دن کی طرف ہے جس میں بدر کے غنائم کو تقسیم کیا گیا، مگر یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ خمس سے ہو اگرچہ بدر کے غنائم سے خمس نہ بھی نکالا گیا ہو، (وہ) سریہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خمس میں سے ہو، کیونکہ وہی پہلا مال غنیمت ہے جو اسلام میں حاصل ہوا اور پہلا خمس ہے جو اسلام میں نکالا گیا تھا۔ بعد ازاں قرآن کریم میں آیت: **واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ** ارشاد نازل ہوا۔ اور یہ پہلی تاویل سے اولیٰ اور بہتر ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر ۹

قول باری تعالیٰ: آیت: **ما غنمتم** میں ما بمعنی الذی ہے اور اس میں ھا ضمیر محذوف ہے۔ (اصل میں) الذی غنمتموہ ہے۔ اور اس میں (یعنی فان فیہ) فا داخل کی گئی ہے کیونکہ کلام میں مجازات کے معنی ہیں اور دوسرا ان پہلے کے لیے تاکید ہے۔ اور اس پر کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور یہ ابو عمرو سے مروی ہے۔ حسن نے کہا ہے: یہ مفتاح کلام ہے۔ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے، اسے نسائی نے ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فئی اور خمس کے بارے کلام کا آغاز اپنی ذات کے ذکر سے کیا ہے، کیونکہ یہ دونوں انتہائی اشرف و اعلیٰ کسب (کمائی) ہیں اور صدقہ کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کی میل ہے۔

مسئلہ نمبر: ۱۰

خمس کی تقسیم کی کیفیت میں علماء کے مابین اختلاف ہے اس بارے چھ اقوال ہیں:

(۱) ایک جماعت نے کہا ہے: خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، پس چھٹا حصہ کعبہ معظمہ کے لیے رکھا جائے گا اور یہی وہ حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور دوسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہوگا۔ تیسرا حصہ ذوی القربیٰ کے لیے۔ چوتھا یتامیٰ کے لیے۔ پانچواں حصہ مساکین کے لیے۔ اور چھٹا حصہ ابن سبیل کے لیے ہوگا۔ یہ قول کرنے والوں میں سے بعض نے کہا ہے: وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

(۲) ابو العالیہ اور ربیع نے کہا ہے: مال غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا، پھر ان میں سے ایک حصہ الگ کر لیا جائے گا اور بقیہ چار حصے لوگوں میں تقسیم کر دیے جائیں گے، پھر اس جدا کیے گئے حصہ پر اپنا ہاتھ مارا جائے گا پس اس میں سے جس شی پر قبضہ کر لیا گیا اسے کعبہ معظمہ کے لیے مقرر کر دیا جائے، پھر اس باقی ماندہ حصہ کو پانچ حصوں پر تقسیم کر دیا جائے گا، ایک حصہ حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے ہوگا، ایک حصہ ذوی القربیٰ کے لیے، ایک یتامیٰ کے لیے، ایک حصہ مساکین کے لیے اور ایک حصہ ابن سبیل

کے لیے ہوگا۔

(۳) منہال بن عمرو نے کہا ہے: میں نے عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین سے خمس کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ ہمارے لیے ہے۔ میں نے علی کو کہا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت: والیتمی والمسکین وابن السبیل تو انہوں نے فرمایا: مراد ہمارے یتیم اور ہمارے مساکین ہیں۔

(٤) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسے پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ کو ایک قرار دیا ہے اور یہ کہ اسے مؤمنین کے مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔ اور بقیہ چار حصے آیت میں مذکور چار صنفوں پر خرچ کیے جائیں گے۔

(٥) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اسے تین حصوں پر تقسیم کیا جائے گا: یتامی، مساکین اور ابن سبیل پر۔ اور آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا حکم آپ کے وصال کے ساتھ ختم ہو چکا ہے، جیسا کہ آپ کے اپنے حصہ کا حکم ختم ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: خمس کو پلوں کی اصلاح، مساجد کی تعمیر، قضاۃ اور لشکریوں کی تنخواہ وغیرہ کے لیے خرچ کیا جائے گا: اسی طرح کا حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔

(٦) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اسے امام کی رائے اور اجتہاد کے سپرد کر دیا جائے گا۔ پس وہ اس سے بغیر اندازے کے لے سکتا ہے اور اس سے اجتہاد کے ساتھ رشتہ داروں کو دے سکتا ہے اور باقی ماندہ مسلمانوں کے مصالح کے لیے خرچ کرے گا۔ اسی طرح خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے اور اسی کے مطابق عمل کیا ہے۔ اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے: مالی مما افاء الله علیکم الا الخمس والخمس مردود علیکم (السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصدقات، جلد ۷، صفحہ ۱۷) ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مال غنیمت عطا فرمایا ہے میرے لیے اس میں سے سوائے خمس کے کچھ نہیں اور خمس بھی تم پر لوٹا دیا جائے گا''۔ کیونکہ آپ نے اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور نہ تین حصوں میں اور آیت میں جو ذکر کیا گیا ہے وہ محض ان پر تنبیہ کے لیے ذکر کر دیا گیا، کیونکہ وہ ان میں سے زیادہ اہم ہیں جنہیں وہ دیا جا سکتا ہے۔ زجاج نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیلئے حجت بیان کرتے ہوئے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل '' آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرمایئے: جو کچھ خرچ کرو (اپنے) مال سے تو اس کے مستحق تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور مسکین ہیں اور مسافر ہیں''۔

اور آدمی کے لیے بالاجماع ان اصناف کے علاوہ کہیں اور خرچ کرنا جائز ہے جب وہ اسے زیادہ مستحق سمجھے۔ اور نسائی نے حضرت عطاء سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا خمس اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا خمس ایک ہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے لیتے تھے اور اس سے عطا بھی فرماتے تھے اور اسے جہاں چاہتے خرچ کرتے اور اس سے جو چاہتے بناتے۔

مسئلہ نمبر ۱۱

قولہ تعالیٰ: آیت: ولذی القربی اس میں لام بیان استحقاق اور ملکیت کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ مصرف اور محل بیان کرنے کے

لیے ہے اور اس پر دلیل وہ روایت ہے جسے مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ فضل بن عباس اور ربیعہ ابن عبدالمطلب دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، ان میں سے ایک نے گفتگو کی اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام لوگوں سے زیادہ نیک ہیں (صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۴۴) اور عام لوگوں سے بڑھ کر آپ لوگوں کو ملانے والے ہیں۔ تحقیق ہم نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں ہم آپ کے پاس حاضر ہیں تا کہ آپ ہمیں ان بعض صدقات پر امارت عطا فرما دیجئے تو ہم آپ کو اسی طرح ادا کریں گے جیسے لوگ ادا کرتے ہیں اور ہم اسی طرح حصہ دیں گے جیسے لوگ دیتے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل وقت تک خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے آپ سے کلام کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ فرماتے ہیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہ پردے کے پیچھے سے ہمیں اشارہ فرما رہی تھیں کہ تم آپ سے کلام نہ کرنا۔ راوی کا بیان ہے: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں بلاشبہ وہ لوگوں کی میل ہے، تم دونوں محمیہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ وہ خمس پر مامور تھے۔ اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو بلا کر لاؤ"۔ بیان فرمایا: پھر وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے محمیہ کو فرمایا: "تو اس بچے یعنی فضل بن عباس کا نکاح اپنی بچی سے کر دے"۔ تو اس نے ان کا نکاح کر دیا اور نوفل بن حارث کو فرمایا: "تو اس بچے یعنی ربیعہ بن عبدالمطلب کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے" اور پھر محمیہ کو فرمایا: "تو ان دونوں کی طرف سے خمس میں اتنا اتنا صدقہ کر دے"۔ اور وہ خمس بھی تم پر لوٹا دیا گیا ہے"۔ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ تمام اصناف کو عطا کیا اور بعض کو بھی اور آپ نے اس میں سے مولفۃ قلوب کو بھی دیا۔ اور یہ ان میں سے نہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تقسیم میں فرمایا ہے۔ پس یہ اس پر دلیل ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

مسئلہ نمبر: ۱۲

علماء نے ذوی القربیٰ کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) تمام کے تمام قریش، یہ قول بعض سلف نے کہا ہے، کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صفا پہاڑی پر چڑھے اور آپ بلند آواز سے پکارنے لگے: "اے بنی فلاں، اے بنی عبد مناف، اے بنی عبدالمطلب، اے بنی کعب، اے بنی مرہ، اے بنی عبد شمس اپنے آپ کو آتش جہنم سے بچالو" (الحدیث) عنقریب اس کا بیان سورۃ الشعراء میں آئے گا۔

(۲) امام شافعی، امام احمد، ابوثور، مجاہد، قتادہ، ابن جریج اور مسلم بن خالد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے درمیان تقسیم فرمایا تو فرمایا: "بلاشبہ انہوں نے مجھے جدا نہیں کیا نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ زمانہ اسلام میں بے شک بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۴، صفحہ ۸۱) ایک ہی شے ہیں"۔ اور اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے جال بنایا، اسے نسائی اور بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: لیث نے بیان کیا کہ مجھے یونس نے بتایا اور یہ زائد بیان کیا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے لیے کوئی شے تقسیم نہیں کی۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: عبد شمس، ہاشم، مطلب یہ سب ماں کی جانب سے بھائی ہیں اور ان کی ماں عاتکہ بنت مرہ تھی اور نوفل ان کے باپ کی جانب سے ان کا بھائی تھا۔ امام نسائی نے کہا ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوی القربیٰ کو حصہ دیا اور وہ

(ذوی القربیٰ) بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں، ان میں غنی بھی ہیں اور فقیر بھی۔

اور یہ بھی کہا گیا: بے شک ان میں سے فقیر کے لیے تو حصہ ہے لیکن غنی کے لیے نہیں، جیسا کہ یتامیٰ اور ابن سبیل کے لیے ہے۔ اور میرے نزدیک راہ صواب کے زیادہ قریب دونوں قولوں میں سے یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ اس میں صغیر و کبیر اور مونث و مذکر بھی برابر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے لیے قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اسے تقسیم فرمایا ہے۔ اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہو۔

(۳) ذوی القربیٰ سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں۔ اسے مجاہد اور علی بن حسین نے بیان کیا ہے۔ اور یہی امام مالک، ثوری اور اوزاعی وغیرہم کا قول ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳:

جب اللہ تعالیٰ نے خمس کا بیان فرمایا ہے اور بقیہ چار حصوں سے سکوت فرمایا ہے، تو یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ لشکریوں کی ملکیت ہیں۔ اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے اس ارشاد کے ساتھ بیان کیا ہے: "جس بستی کے رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو بلاشبہ اس بستی کا خمس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے پھر وہ تمہارے لیے ہے" (سنن ابی داود، کتاب الخراج، صفحہ ۷۴)۔ اور یہ وہ ہے جس میں نہ امت کے درمیان اختلاف ہے اور نہ ہی ائمہ کے درمیان، جیسا کہ علامہ ابن عربی نے احکام وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ مگر یہ کہ اگر امام قیدیوں کو رہا کر کے ان پر احسان کرنا چاہے تو وہ کر لے۔ اور ان میں غانمین کے حقوق باطل ہو جائیں گے، جیسا کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال وغیرہ کے ساتھ کیا اور فرمایا: "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ ان قیدیوں (مراد بدر کے قیدی ہیں) کے بارے گفتگو کرتا تو میں اس کے لیے انہیں چھوڑ دیتا" (مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، جلد ۵، صفحہ ۲۰۹)۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے در حقیقت قریش مکہ کے معاہدہ کو توڑنے میں اس نے جو کردار ادا کیا تھا اس کے بدلہ کے لیے آپ نے یہ فرمایا: اور امام کو اختیار ہے کہ وہ تمام قیدیوں کو قتل کر دے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کو قیدیوں کے درمیان سے پکڑ کر قتل کر دیا اور اسی طرح نضر بن حارث کو صفراء کے مقام پر پکڑ کر قتل کیا اور یہ وہ حکم ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دوسرے لشکریوں کے حصہ کی طرح حصہ ہوتا تھا چاہے آپ جنگ میں حاضر ہوتے یا وہاں سے غائب ہوتے۔ اور صفی کا حصہ بھی ہوتا، آپ تلوار، تیر یا خادم یا کوئی جانور چن سکتے تھے۔ حضرت صفیہ بنت حیی خیبر کے غنائم میں سے چنی ہی گئی تھیں (سنن ابی داود، کتاب الخراج، حدیث نمبر ۲۶۰۰)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔ اور اسی طرح ذوالفقار (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلوار کا نام ہے) بھی صفی میں سے تھی (جامع ترمذی، حدیث نمبر ۱۴۸۵۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۷۹۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔ اور یہ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ساتھ ختم ہو گیا۔ مگر ابو ثور کے نزدیک اب بھی امام وقت کے لیے یہ حصہ باقی ہے وہ اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کے استعمال کی جگہ استعمال کر سکتا ہے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اہل جاہلیت اپنے سردار کے لیے مال غنیمت کا چوتھائی حصہ رکھتے تھے۔ ان کے شاعر نے کہا ہے:

لك المرباع منها والصفايا وحكمك والنشيطة والفضول

اور دوسرے شاعر نے کہا ہے:

منا الذی ربع الجیوش لصلبه عشرون وهو یعد فی الاحیاء

کہا جاتا ہے: ربع الجیش یربعه رباعة جب وہ مال غنیمت کا چوتھائی حصہ لے لے۔ اصمعی نے کہا ہے: جاہلیت میں چوتھائی حصہ تھا اور اسلام میں پانچواں حصہ ہے۔ پس اس وقت سردار بغیر کسی شریعت اور دین کے مال غنیمت سے چوتھائی حصہ لیتا تھا اور اس سے جو چاہتا چن لیتا تھا، پھر صفی کے بعد جس شی کے بارے چاہتا اسی کے مطابق وہ فیصلہ کر دیتا اور گھریلو سامان اور دیگر ساز و سامان میں سے کوئی شی جو اس سے الگ ہوتی اور اس سے بچتی وہ اس کے لیے ہوتی، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ساتھ اس کے لیے دین کا حکم نافذ فرمایا: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه اور اپنے محبوب ﷺ کے لیے صفی (چناؤ) کا حصہ باقی رکھا اور زمانہ جاہلیت کا حکم ساقط کر دیا۔

اور عامر شعبی نے کہا ہے: رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک حصہ تھا وہ صفی کہلاتا تھا اگر آپ ﷺ کسی غلام یا کنیز یا گھوڑے میں سے چاہتے تو آپ اسے خمس نکالنے سے پہلے چن سکتے تھے، اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے انہوں نے بیان کیا: پس کسی غلام سے ملتے اور کہتے: ''اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت عطا نہیں کی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تیری شادی نہیں کروائی اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ کو مسخر نہیں کیا اور تجھے چھوڑ نہیں دیا تو سردار بن جا اور چوتھائی لے'' (صحیح مسلم، کتاب الزہد، جلد ۲، صفحہ ۴۰۹) الحدیث۔

اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں تربع کا معنی ہے تاخذ المرباع یعنی تیری قوم کو غنائم اور دیگر کمائی میں سے جو مال حاصل ہوتا ہے اس سے چوتھائی لے۔ بعض اصحاب شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ خمس کا خمس حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے تھا آپ اسے اپنی اولاد اور اپنی ازواج مطہرات کی حاجات پورا کرنے کے لیے خرچ کرتے تھے اور اپنے سال بھر کی خوراک اس سے ذخیرہ کر لیتے تھے۔ اور باقی ماندہ گھوڑوں اور اسلحہ وغیرہ میں خرچ کرتے تھے۔ اسے وہ روایت رد کرتی ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: بنی نضیر کے اموال ان میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم ﷺ کو عطا فرمائے لیکن اس پر مسلمانوں نے گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ کوئی سعی نہیں کی، پس وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص تھے، آپ اس میں سے اپنی ذات پر سال بھر کی خوراک خرچ کرتے تھے اور ما بقی فی سبیل اللہ گھوڑوں اور اسلحہ کی تیاری میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور فرمایا: والخمس مردود علیکم ''اور خمس بھی تم پر لوٹا دیا گیا''۔

مسئلہ نمبر ۱۴

کتاب اللہ میں گھوڑ سوار کو پیدل پر فضیلت دینے کے بارے کچھ نہیں ہے، بلکہ اس میں یہ ہے کہ وہ سب برابر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمس کے بعد بقیہ چار حصے ان کے لیے رکھے ہیں اور اس میں پیدل کو گھوڑ سوار سے خاص نہیں کیا۔ اگر حضور نبی مکرم ﷺ سے اخبار وارد نہ ہوتیں تو یقیناً گھوڑ سوار پیدل کی طرح ہوتا، غلام آزاد کی مثل ہوتا اور بچہ بالغ کے برابر ہوتا۔

علماء نے چار حصوں کی تقسیم میں اختلاف کیا ہے، پس وہ موقف جو اس بارے میں عام اہل علم نے اپنایا ہے اسے ابن منذر

نے ذکر کیا ہے کہ گھوڑ سوار کو دو حصے دیئے جائیں گے اور پیدل کو ایک حصہ۔ اور جنہوں نے یہ کہا ہے ان میں امام مالک بن انس ہیں اور اہل مدینہ میں سے جو ان کے متبعین ہیں۔ اسی طرح امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور اہل شام میں سے وہ جنہوں نے ان سے موافقت کی ہے۔ اور اسی طرح ثوری اور اہل عراق میں جو ان کے ہم خیال ہیں نے کہا ہے اور یہی لیث بن سعد کا قول ہے اور ان اہل مصر میں سے جنہوں نے ان کی اتباع کی ہے۔ اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے۔ اسی کے مطابق امام احمد بن حنبل، اسحاق، ابوثور، یعقوب اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے: ہم کسی کو نہیں جانتے سوائے حضرت نعمان (امام ابوحنیفہ) کے جس نے اس میں اختلاف کیا ہو، کیونکہ آپ نے اس میں سنن اور جس نظریہ پر قدیم وجدید عظیم اہل علم ہیں سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے: گھوڑ سوار کو بھی صرف ایک حصہ دیا جائے گا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: شاید اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے شبہ واقع ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ سوار کے لیے دو حصے رکھے اور پیدل کے لیے ایک حصہ۔ اسے دار قطنی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے: رمادی نے کہا ہے اسی طرح ابن نمیر کہتے ہیں کہ ہمیں نیشاپوری نے بتایا: یہ میرے نزدیک ابن ابی شیبہ یا رمادی کی جانب سے وہم ہے۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل اور عبدالرحمن بن بشر وغیرہما نے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی اور اس کے گھوڑے کے لیے تین حصے مقرر کیے، ایک حصہ آدمی کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۲، صفحہ ۴۱)۔ اسی طرح اسے عبدالرحمن ابن بشر نے عبداللہ بن نمیر سے انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے انہوں نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور پوری حدیث ذکر کی ہے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور اس کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر کیا (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، جلد ۱، صفحہ ۴۰۱)۔ اور یہ نص ہے۔ اور تحقیق دار قطنی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن مجھے چار حصے عطا فرمائے، دو حصے میرے گھوڑے کے لیے، ایک حصہ میرے لیے اور ایک حصہ ذوی القرابہ میں سے میری ماں کے لیے۔ اور ایک روایت میں ہے: اور ایک حصہ ان کی ماں کے لیے تھا وہ ذوی القربیٰ کا حصہ تھا۔ اور انہوں نے بشر بن عمرو بن محصن سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھوڑے کے لیے چار حصے عطا فرمائے اور میرے لیے ایک حصہ، پس میں نے پانچ حصے لیے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: بے شک یہ امام کے اجتہاد کی طرف راجع ہے (یعنی ان کے سپرد ہے) جو اس کی رائے ہوگی وہ نافذ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر: ۱۵:

گھڑ سوار اور پیدل کے درمیان ایک سے زیادہ گھوڑوں کے ساتھ فرق نہیں کیا جائے گا (یعنی گھڑ سوار کے لیے صرف ایک گھوڑے کا اعتبار ہوگا اس سے زائد گھوڑوں کا اعتبار نہ ہوگا۔) یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ایک سے زیادہ گھوڑوں کا حصہ بھی دیا جائے گا، کیونکہ اس کی مشقت زیادہ ہے اور منفعت عظیم ہے۔ اس کے

مطابق ہمارے اصحاب میں سے ابن الجہم نے بیان کیا ہے اور اسے سحنون نے ابن وہب سے روایت کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اس روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے ایک گھوڑے سے زیادہ کو حصہ عطا فرمایا اور اسی طرح آپ کے بعد ائمہ بھی ہیں، کیونکہ دشمن کے لیے قتال کرنا ممکن نہیں ہے مگر صرف ایک گھوڑے پر اور جو اس سے زائد ہوں گے وہ محض تیاری میں زیادتی اور سہولت و آسانی کے لیے ہوں گے۔ اور وہ حصوں کی زیادتی میں مؤثر نہیں ہوں گے۔ تو یہ اس کی طرح ہے جس کے پاس زیادہ تلواریں یا نیزے ہوں اور اس میں قیاس تیسرے اور چوتھے نمبر کا ہے۔ اور سلیمان بن موسیٰ سے روایت ہے: اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا جس کے پاس گھوڑے ہوں۔ ہر گھوڑے کے لیے ایک حصہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۶

صرف عربی گھوڑوں کا حصہ دیا جائے گا، کیونکہ ان میں کر و فر ہے اور رومی گھوڑے اس معاملہ میں ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جو اس طرح نہیں ان کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: اگر امام وقت ان کی اجازت دے دے تو پھر ان کے لیے حصہ بھی نکالے، کیونکہ گھوڑوں کے ساتھ نفع حاصل کرنا جگہ کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ پس رومی گھوڑے کٹھن اور مشکل جگہوں میں کام کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں مثلاً گھاٹیاں اور پہاڑ وغیرہ اور عربی گھوڑے ایسی جگہوں میں زیادہ کام آتے ہیں جن میں کر و فر (بار بار پلٹ کر حملہ کرنا) ہوتا ہے، پس یہ امام کی رائے کے متعلق ہوگا۔ کتاب میں العتاق سے مراد عربی گھوڑے ہیں اور الہجن والبراذین سے مراد رومی گھوڑے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۷

ہمارے علماء نے ضعیف اور کمزور گھوڑے کے بارے اختلاف کیا ہے۔ پس اشہب اور ابن نافع نے کہا ہے: اس کے لیے کوئی حصہ نہ نکالا جائے گا، کیونکہ ایسے گھوڑے پر جنگ کرنا ممکن نہیں ہوتی پس وہ ٹوٹے ہوئے (کسیر) کے مشابہ ہو جائے گا۔ اب رہا مریض! تو اگر اسے ہلکی سی بیماری ہو مثلاً رہیص (گھوڑے کے کھر کے اندر زخم اور درد ہونا) اور اسی طرح کی کوئی ایسی بیماری جو اس سے مطلوبہ منفعت کے حصول میں مانع نہ ہو تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ اور ادھار لیے ہوئے اور اجرت پر لیے ہوئے گھوڑے کو حصہ دیا جائے گا۔ اور اسی طرح مغصوبہ گھوڑے کا حصہ بھی دیا جائے گا۔ اور اس کا حصہ اس کے مالک کے لیے ہوگا۔ اور وہ گھوڑے کے لیے حصہ کا مستحق ہو جاتا ہے اگرچہ وہ کشتیوں میں ہوں اور غنیمت سمندر میں حاصل ہو، کیونکہ وہ خشکی کی طرف اترنے کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔

مسئلہ نمبر: ۱۸

فالتو اور رذیل لوگوں کے لیے غنائم میں کوئی حق نہیں جیسا کہ مزدور اور وہ کاریگر جو کاروبار کے لیے لشکر کے ساتھ ہو جاتے ہیں، کیونکہ نہ وہ جنگ کا قصد کرتے ہیں اور نہ مجاہدین بن کر نکلتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: ان کو حصہ دیا جائے گا، کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: الغنيمة لمن شهد الواقعة (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۴۴) (جو جنگ میں حاضر ہوا اس کے لیے غنیمت ہے) اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ اس میں اس بارے کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث اس

کے بیان اور وضاحت کے لیے ہے جو عملاً جنگ میں شریک ہوا اور اس کی طرف نکلا اور جنگجو اور اہل معاش (تجار) مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بیان کافی ہے اس حدیث سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو الگ الگ فرقے قرار دیا ہے، ہر ایک کے لیے حکم اس کی حالت کے مطابق ہے، پس ارشاد فرمایا: آیت: علم ان سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ واخرون یقاتلون فی سبیل اللہ (المزمل:۲۰) "وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ سفر کرتے ہوں گے زمین میں تلاش کر رہے ہوں گے اللہ کے فضل (رزق حلال) کو اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے"۔

مگر یہ کہ جب یہ لوگ (تجار) جنگ میں شریک ہوں پھر ان کا اپنے کاروبار میں مشغول ہونا ان کے لیے ضرر رساں نہیں، کیونکہ اب مال غنیمت میں استحقاق کا سبب ان کی جانب سے پایا گیا ہے۔ اور اشہب نے کہا ہے: ان میں سے کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ قتال بھی کرے، اسی طرح ابن قصار نے اجیر (مزدور) کے بارے کہا ہے کہ اس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا اگرچہ وہ عملاً جنگ میں شریک ہو۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کا رد کرتی ہے انہوں نے فرمایا: میں طلحہ بن عبید اللہ کے تابع تھا میں اس کے گھوڑے کو پانی پلاتا تھا اور اس پر کھریرا مارتا تھا اور اس کی خدمت کیا کرتا تھا اور اس کے کھانے میں سے کھا لیتا تھا، الحدیث۔ اس میں ہے: پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو حصے عطا فرمائے، ایک گھوڑ سوار کا حصہ اور ایک پیدل کا حصہ، پس آپ نے دونوں کو میرے لیے جمع کر دیا۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابن قصار اور جس نے اس کے قول کے مطابق قول کیا ہے اس نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اسے عبد الرزاق نے ذکر کیا ہے، اور اس میں ہے: پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "یہ تین دینار اس کی دنیا اور آخرت کے معاملہ میں اس کی جنگ میں سے حصہ اور نصیب ہیں"۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الجہاد، جلد ۵، صفحہ ۲۲۹، سنن ابی داود، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۱۶ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسئلہ نمبر ۱۹:

رہے غلام اور عورتیں! تو صاحب کتاب کا مذہب یہ ہے کہ نہ ان کے لیے کوئی حصہ نکالا جائے گا اور نہ انہیں بچا کھچا سامان دیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں بچا کھچا تھوڑا تھوڑا مال دے دیا جائے گا۔ اور جمہور علماء نے یہی کہا ہے۔ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اگر عورت نے عملاً قتال کیا تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ اور ان کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن عورتوں کو حصص عطا فرمائے۔ انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک مسلمانوں نے اسی سے اخذ کیا ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے ابن حبیب بھی اسی قول کی طرف مائل ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے نجدہ کی طرف اپنے خط میں لکھا: تو مجھ سے سوال کرتا ہے کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کو جنگ میں ساتھ لے جاتے تھے؟ تحقیق آپ ﷺ انہیں غزوہ میں ساتھ لے جاتے اور وہ زخمیوں کی مرہم پٹی علاج وغیرہ کرتی اور انہیں مال غنیمت میں سے کچھ عطیہ دیا جاتا تھا اور رہا سہم (حصہ) تو وہ آپ نے انہیں نہیں دیا۔ اور جہاں تک بچوں کا تعلق ہے پس اگر وہ جنگ لڑنے کی طاقت رکھتے ہوں

تو ہمارے نزدیک اس بارے میں تین اقوال ہیں: سہم مقرر کرنا اور سہم کی نفی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے (بالغ ہونے سے پہلے اس کے لیے مال غنیمت سے سہم نہیں ہے) اس کی وجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے یہی کہا ہے۔ ان کے درمیان فرق کرنا اس طرح کہ اگر وہ (بچہ) عملاً جنگ میں شریک ہو تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا اور اگر اس نے قتال نہیں کیا تو پھر اس کے لیے حصہ نہیں ہوگا۔ صحیح پہلا قول ہے، کیونکہ بنی قریظہ کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ارشاد فرمایا تھا کہ ان میں سے ان بچوں کو قتل کر دیا جائے جن کے بال پھوٹے ہوئے ہیں اور انہیں چھوڑ دیا جائے جن کے بال ابھی تک نہیں نکلے۔ اور اس میں جنگ کی طاقت رکھنے کا لحاظ رکھا گیا نہ کہ بالغ ہونا کا (۱)۔ اور ابو عمر نے "الاستیعاب" میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انصار کے بچوں کو پیش کیا جاتا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے صاحب ادراک کو (لشکر کے ساتھ) ملا دیتے۔ تو ایک سال مجھے آپ پر پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو ملحق کر لیا اور مجھے رد کر دیا۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اسے شامل کر لیا ہے اور مجھے واپس لوٹا دیا ہے، حالانکہ اگر وہ مجھ سے کشتی لڑے تو میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے: پس ان سے مجھ سے کشتی لڑی تو میں نے اسے پچھاڑ دیا نتیجتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی ملا لیا (۲)۔ رہے غلام! تو ان کے لیے بھی نہ کوئی حصہ نکالا جائے گا اور انہیں حقیر سامال دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر 20۔ کافر جب امام وقت کی اجازت سے جنگ میں حاضر ہوا اور وہ عملاً قتال بھی کرے تو ہمارے نزدیک اس کو حصہ دینے کے بارے میں تین اقوال ہیں: سہم دینا اور اس کی نفی کرنا۔ اس کے مطابق امام مالک اور ابن قاسم نے کہا ہے۔ ابن حبیب نے یہ زائد کہا ہے کہ ان کے لئے کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور تیسرے میں تفریق کی جاتی ہے۔ اور وہ سحنون کا ہے۔ (فرق اس قدر ہے) کہ اگر مسلمان ذاتی اعتبار سے مستقبل اور طاقتور ہوں تو پھر کافر کو کوئی حصہ نہ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ مستقل نہ ہوئے اور انہیں کافر کی مدد کی ضرورت اور حاجت ہوئی تو اسے حصہ نہ دیا جائے گا۔ اور اگر عملاً جنگ میں شریک نہ ہوا تو وہ کسی شے کا مستحق نہ ہوگا۔ اسی طرح آزاد آدمیوں کے ساتھ غلاموں کا حکم دیا جائے گا۔ امام ثوری اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: انہیں کوئی حصہ نہ دیا جائے، البتہ انہیں بچا کھچا حقیر سامال دے دیا جائے گا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: امام وقت مطلق مال کے ساتھ انہیں اجرت پر لے سکتا ہے نہ کہ بعینہ تیرا مال اس کے لئے ہوگا۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ انہیں دے دے۔ اور دوسرے مقام پر کہا ہے: وہ مشرکین کو بچا کھچا تھوڑا سامال دے سکتا ہے جب وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر قتال کریں۔ ابو عمر نے کہا ہے: تمام اس پر متفق ہیں کہ غلام ان افراد میں سے ہیں جن کی امان جائز ہوتی ہے، جب وہ قتال کریں۔ ابو عمر نے کہا ہے: تمام اس پر متفق ہیں کہ غلام ان افراد میں سے ہیں جن کی امان جائز ہوتی ہے، جب وہ قتال کرے تو اس کے لیے سہم نہیں ہوگا بلکہ اسے بچا کچا تھوڑا سامال دے دیا جائے گا، پس کافر کے لئے بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوگا کہ اسے سہم نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر 21۔ اگر غلام اور اہل ذمہ چوری کرنے کے لیے نکلے اور وہ اہل حرب کا مال لے کر آ گئے تو وہ انہیں کا ہوگا، اس کا خمس نہیں نکالا جائے گا، کیونکہ ان میں سے کوئی آیت کے عموم میں داخل نہیں ہے: واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ

خمسہ اور نہ ہی کوئی عورت اس عموم میں داخل ہے۔ اور رہے کفار تو ان کا بغیر کسی اختلاف کے کوئی دخل نہیں ہے۔ اور سحنون نے کہا ہے: جو غلام کے قائم مقام ہوگا اس کا خمس نہیں نکالا جائے گا۔ اور ابن القاسم نے کہا ہے: خمس نکالا جائے گا، کیونکہ یہ جائز ہے کہ اس کا آقا اسے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے اور وہ دین کی خاطر جنگ لڑے، بخلاف کفار کے۔ اشہب نے کتاب محمد میں کہا ہے: جب غلام اور ذمی لشکر سے نکلیں اور مال غنیمت لے آئیں تو وہ مال غنیمت ان کے سوا لشکر کے لیے بھی ہوگا۔

مسئلہ نمبر 22۔ سہم کے استحقاق کا سبب مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے جنگ میں حاضر ہونا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس اگر کوئی جنگ کے آخر میں بھی شریک ہوگا تو وہ اس کا مستحق ہوگا۔ اور اگر کوئی جنگ ختم ہونے کے بعد حاضر ہوا تو وہ مال غنیمت میں سے سہم (حصہ) کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وہ شکست خوردہ ہو کر غائب ہو گیا تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ اور اگر وہ جماعت کے ساتھ ملنے کے ارادہ سے نکلا (تاکہ قوت کے ساتھ پلٹ کر آئے) تو اس کا استحقاق ساقط نہ ہوگا۔ امام بخاری اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہما نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان بن سعید کو ایک سریہ پر مدینہ طیبہ سے نجد کی جانب بھیجا۔ تو حضرت ابان بن سعید اور ان کے ساتھ اسے فتح کرنے کے بعد خیبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آملے اور ان کے گھوڑوں کے تنگ (کھجور کی) چھال کے تھے۔ تو حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تقسیم نہ کیجیے۔ تو حضرت ابان نے کہا: اے وبر (بلی کی مثل چھوٹا سا جانور) تو اس کے ساتھ بیری کے اوپر سے ہمارے اوپر نیچے اترا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اے ابان بیٹھ جا'' (1) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تقسیم فرمایا۔

مسئلہ نمبر 23۔ علماء کا ان کے بارے میں اختلاف ہے جو کوئی جنگ میں شریک ہونے کے لئے نکلا پھر کسی عذر نے اسے اس سے روک دیا جیسا کہ بیماری وغیرہ، اس کے سہم کے ثابت ہونے اور اس کی نفی میں تین قول ہیں: تیسرے میں فرق کیا گیا ہے اور وہی مشہور ہے۔ پس سہم اس کے لئے ثابت ہوگا اور عذر کے سبب اس کا جنگ سے غائب ہونا جنگ شروع ہونے سے پہلے اور میدان جنگ میں داخل ہونے کے بعد ہو، اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ علامہ ابن عربی نے یہی کہا ہے۔ اور اگر اس کا غائب ہونا اس سے پہلے ہو تو وہ اس کے لیے سہم کی نفی کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ وہ آدمی جسے امیر لشکر نے ایسے کام کے لیے بھیجا جو لشکر کے لیے نفع بخش تھا اور وہ جنگ میں شریک ہونے کی بجائے اس میں مشغول رہا تو اس کے لیے سہم ہوگا۔ یہ ابن المواز نے کہا ہے، اور اسے ابن وہب اور ابن نافع نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کے لیے سہم نہیں ہوگا بلکہ اسے بچا کھچا تھوڑا سا مال دیا جائے گا، کیونکہ وہ سبب معدوم ہے جس کے ساتھ وہ سہم کا مستحق ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم اور اشہب نے کہا ہے: قیدی کا حصہ دیا جائے گا اگرچہ وہ بیڑوں میں ہو۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ اسے حصہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس کے لیے جنگ کے ساتھ حاصل ہونے والی ملک ضروری ہے۔ پس جو غائب ہوا یا حالت مرض میں حاضر ہوا تو وہ اس کی طرح ہے جو حاضر نہیں ہوا۔

مسئلہ نمبر 24۔ جو مطلق غائب ہوا اس کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کے سوا کبھی بھی کسی غائب کو حصہ نہیں دیا، کیونکہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حدیبیہ میں سے جو حاضر تھے اور جو غائب تھے سبھی کو ان کا حصہ دیا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا (الفتح:20) ''(اے غلامان مصطفیٰ!) اللہ نے تم سے بہت سی

غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں تم (اپنے وقت پر) حاصل کرو گے"۔ یہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے۔ اور سلب کی پوری جماعت سے یہ مروی ہے۔ اور بدر کے دن حضور نبی مکرم ﷺ نے حضرت عثمان، حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حصہ عطا فرمایا حالانکہ وہ غائب تھے، پس وہ ان کی طرح تھے جو وہاں حاضر تھے ان شاء اللہ تعالیٰ، چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی رفیقہ حیات بنت رسول ﷺ نے انہیں ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا لہٰذا وہ ان کی طرح ہوئے جو وہاں حاضر تھے۔ اور رہے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تو وہ تجارت کے لیے شام میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بھی ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا۔ پس اس وجہ سے وہ دل بدر میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور رہے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تو وہ بھی شام میں غائب تھے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا اور بدری صحابہ کرام میں شمار ہوئے۔

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جہاں تک اہل حدیبیہ کا تعلق ہے تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعدہ تھا اس کے ساتھ وہی لوگ مختص ہیں اور اس میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا ان کے ساتھ شریک نہیں۔

حضرت عثمان، سعید اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں احتمال ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو خمس سے حصص عطا فرمائے ہوں، کیوں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو کوئی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تو اس کے لیے سہم نہ ہوگا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان، طلحہ اور سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہے لہٰذا ان پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور بلاشبہ ان کا حصہ اصل مال غنیمت سے تھا ان تمام افراد کے حصص کی طرح جو وہاں حاضر تھے وہ خمس میں سے نہ تھا۔ یہی احادیث سے ظاہر ہے، واللہ اعلم۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدر سے غائب ہوئے (اس کی وجہ یہ تھی) کیونکہ آپ کے نکاح میں حضور نبی رحمت ﷺ کی صاحبزادی تھی اور وہ بیمار تھیں، تو رسول ﷺ نے انہیں فرمایا: "بے شک تمہارے لیے اس آدمی کا اجر اور حصہ ہے جو غزوہ بدر میں حاضر تھا"۔

مسئلہ نمبر 25۔ قولہ تعالیٰ: ان کنتم امنتم باللہ زجاج نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے پس تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اگر تم پر ایمان رکھتے ہو (فاعلموا ان اللہ ان کنتم) تو اس میں ان اس وعدہ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے: بے شک ان قول باری تعالیٰ واعلموا انما غنمتم کے متعلق ہے۔ ابن عطیہ نے کہا ہے: یہی صحیح ہے، کیونکہ قول تعالیٰ واعلموا امر غنائم کے بارے میں اللہ کے حکم کی پیروی کرنے اور اس کو تسلیم کرنے کے معنی کو متضمن ہے۔ پس اس معنی کی بنا پر ان، واعلموا کے ساتھ متعلق ہوا، یعنی اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرو اور اسے تسلیم کرو اس بارے میں جو مال غنیمت کے بارے میں، میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں۔

قولہ تعالیٰ: وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان اس میں ما محل جر میں ہے اور اس کا عطف اسم اللہ پر ہے، یوم الفرقان سے مراد وہ دن ہے جس میں حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا گیا اور غزوہ بدر کا دن ہے۔

یوم التقی الجمعن الفرقان سے مراد وہ دن ہے جس میں حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا گیا اور وہ غزوہ بدر کا دن

ہے۔یوم التقی الجسعن اس جمعان سے مراد ایک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے اور دوسرا شیطان کا گروہ ہے۔واللہ علی کل شیء قدیر (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے) (آیت 42) (تفسیر قرطبی، سورہ انفال، بیروت)

2979 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، حَدَّثَنَا جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْسِمْ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ مِنَ الْخُمُسِ شَيْئًا، كَمَا قَسَمَ لِبَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَقْسِمُ الْخُمُسَ نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا كَانَ يُعْطِيهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ عُمَرُ يُعْطِيهِمْ، وَمَنْ كَانَ بَعْدَهُ مِنْهُمْ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو خمس میں سے کوئی حصہ نہیں دیا، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیا تھا، راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی خمس کو اسی طرح تقسیم کرتے تھے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے تھے، البتہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے داروں کو اس طرح ادائیگی نہیں کرتے تھے، جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ادائیگی کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد والے (خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) بھی ان حضرات کو اسی طرح ادائیگی کرتے تھے۔

2980 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَ ذِي الْقُرْبَى فِي بَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، وَتَرَكَ بَنِي نَوْفَلٍ، وَبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ حَتَّى أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، هَؤُلَاءِ بَنُو هَاشِمٍ لَا نُنْكِرُ فَضْلَهُمْ لِلْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعَكَ اللهُ بِهِ مِنْهُمْ، فَمَا بَالُ إِخْوَانِنَا بَنِي الْمُطَّلِبِ أَعْطَيْتَهُمْ وَتَرَكْتَنَا وَقَرَابَتُنَا وَاحِدَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا وَبَنُو الْمُطَّلِبِ لَا نَفْتَرِقُ فِي جَاهِلِيَّةٍ، وَلَا إِسْلَامٍ، وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَيْءٌ وَاحِدٌ وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرابت داروں کے مخصوص حصے کو بنو ہاشم اور بنو مطلب کو عطا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو کچھ نہیں دیا، تو میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم بنو ہاشم کی اس فضیلت کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں پیدا کر کے انہیں جو فضیلت عطا کی ہے، لیکن ہمارے بھائی بنو مطلب، ان کا کیا معاملہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دے دیا ہے اور ہمیں نہیں دیا، حالانکہ ہماری اور ان کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتے داری ایک جیسی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور بنو مطلب زمانہ جاہلیت اور اسلام میں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں، ہم اور وہ ایک جیسی حیثیت رکھتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر کے یہ بات ارشاد فرمائی۔

2981 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ السُّدِّيِّ، فِي ذِي الْقُرْبَى، قَالَ: هُمْ بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

سدی بیان کرتے ہیں: قریبی رشتے داروں سے مراد ''بنوعبدالمطلب'' ہیں۔

2982 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ هُرْمُزَ، أَنَّ نَجْدَةَ الْحَرُورِيَّ، حِينَ حَجَّ فِي فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، يَسْأَلُهُ عَنْ سَهْمِ ذِي الْقُرْبَى، وَيَقُولُ: لِمَنْ تَرَاهُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لِقُرْبَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَهُ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَانَ عُمَرُ عَرَضَ عَلَيْنَا مِنْ ذَلِكَ عَرْضًا رَأَيْنَاهُ دُونَ حَقِّنَا، فَرَدَدْنَاهُ عَلَيْهِ وَأَبَيْنَا أَنْ نَقْبَلَهُ

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں: جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف محاذ کھولا گیا، تو اس دوران حج کے موقع پر نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو پیغام بھیج کر، ان سے قریبی رشتے داروں کے حصے کے بارے میں دریافت کیا: اور بولا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں یہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتے دار ہیں، جن کے درمیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مال تقسیم کیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حصے میں سے کچھ کی ہمیں پیشکش کی، جسے ہم نے اپنے حق سے کم تصور کیا، تو ہم نے وہ انہیں واپس کر دیا اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

2983 - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا، يَقُولُ: وَلَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُمُسَ الْخُمُسِ، فَوَضَعْتُهُ مَوَاضِعَهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَيَاةَ أَبِي بَكْرٍ، وَحَيَاةَ عُمَرَ، فَأُتِيَ بِمَالٍ فَدَعَانِي فَقَالَ: خُذْهُ، فَقُلْتُ: لَا أُرِيدُهُ، قَالَ: خُذْهُ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهِ، قُلْتُ: قَدِ اسْتَغْنَيْنَا عَنْهُ فَجَعَلَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خمس کے پانچویں حصے کا نگران مقرر کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اسے مخصوص امور کے لیے خرچ کرتا رہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا، پھر کچھ مال آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اور بولے: تم اسے حاصل کرلو، میں نے کہا: میں یہ نہیں لوں گا، انہوں نے کہا: تم اسے لے لو، کیونکہ تم اس کے زیادہ حقدار ہو، میں نے کہا: ہم اس سے بے نیاز ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بیت المال میں شامل کرلیا۔

2984 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْبَرِيدِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَام يَقُولُ: اجْتَمَعْتُ أَنَا وَالْعَبَّاسُ، وَفَاطِمَةُ، وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ

إِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُوَلِّيَنِي حَقَّنَا مِنْ هٰذَا الْخُمُسِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَأَقْسِمْهُ حَيَاتَكَ كَيْ لَا يُنَازِعَنِي أَحَدٌ بَعْدَكَ، فَافْعَلْ، قَالَ: فَفَعَلَ ذٰلِكَ، قَالَ: فَقَسَمْتُهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ وَلَّانِيهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِي عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. فَإِنَّهُ أَتَاهُ مَالٌ كَثِيرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا. ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقُلْتُ: بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غِنًى وَبِالْمُسْلِمِينَ إِلَيْهِ حَاجَةٌ فَارْدُدْهُ عَلَيْهِمْ فَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ. ثُمَّ لَمْ يَدْعُنِي إِلَيْهِ أَحَدٌ بَعْدَ عُمَرَ. فَلَقِيتُ الْعَبَّاسَ بَعْدَمَا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ. فَقَالَ: يَا عَلِيُّ حَرَمْتَنَا الْغَدَاةَ شَيْئًا لَا يُرَدُّ عَلَيْنَا أَبَدًا، وَكَانَ رَجُلًا دَاهِيًا

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں، حضرت عباس، فاطمہ اور زید بن حارثہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب سمجھیں تو اللہ کی کتاب میں خمس کا جو حکم ہے اس میں سے ہمارے حق کا آپ مجھے نگران مقرر کر دیں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسے خرچ کرتا رہا ہوں گا،

تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص اس بارے میں میرے ساتھ جھگڑا نہ کرے، راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں، میں اسے تقسیم کرتا رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخری سال آئے اور ان کے پاس بہت زیادہ مال آ گیا، تو انہوں نے ہمارے حق سے ہمیں الگ کر دیا، پھر انہوں نے مجھے پیغام بھجوایا، تو میں نے کہا: اس کی تو ہمیں ضرورت نہیں ہے اور دیگر مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے، تو آپ یہ انہیں دیدیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ان مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد پھر کسی نے مجھے اس کے لیے نہیں بلوایا، اس کے بعد جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا، تو میری ملاقات حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے فرمایا: اے علی! تم نے ہمیں ایک ایسے حق سے محروم کر دیا ہے، جو اب ہمیں کبھی نہیں دیا جائے گا۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) وہ ایک سمجھدار آدمی تھے۔

2985 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنِ نَوْفَلٍ الْهَاشِمِيُّ، أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ رَبِيعَةَ بْنَ الْحَارِثِ، وَعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَا لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ، وَلِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ: ائْتِيَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُولَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَدْ بَلَغْنَا مِنَ السِّنِّ مَا تَرَى، وَأَحْبَبْنَا أَنْ نَتَزَوَّجَ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَبَرُّ النَّاسِ، وَأَوْصَلُهُمْ، وَلَيْسَ عِنْدَ أَبَوَيْنَا مَا يُصْدِقَانِ عَنَّا، فَاسْتَعْمِلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلَى الصَّدَقَاتِ، فَلْنُؤَدِّ إِلَيْكَ مَا يُؤَدِّي الْعُمَّالُ، وَلْنُصِبْ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ مَرْفَقٍ، قَالَ: فَأَتَى عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَنَحْنُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ، فَقَالَ لَنَا: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: لَا، وَاللّٰهِ لَا نَسْتَعْمِلُ مِنْكُمْ أَحَدًا عَلَى الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لَهُ رَبِيعَةُ، هٰذَا مِنْ أَمْرِكَ قَدْ نِلْتَ صِهْرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَلَمْ نَحْسُدْكَ عَلَيْهِ، فَأَلْقَى عَلِيٌّ رِدَائَهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَنَا أَبُو حَسَنٍ الْقَرْمُ، وَاللهِ لَا أَرِيمُ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْكُمَا ابْنَاىَ بِحَوَابِ مَا بَعَثْتُمَا بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ: فَانْطَلَقْتُ أَنَا، وَالْفَضْلُ إِلَى بَابِ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى نُوَافِقَ صَلَاةَ الظُّهْرِ قَدْ قَامَتْ فَصَلَّيْنَا مَعَ النَّاسِ، ثُمَّ أَسْرَعْتُ أَنَا، وَالْفَضْلُ إِلَى بَابِ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُمْنَا بِالْبَابِ حَتّٰى أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخَذَ بِأُذُنِي وَأُذُنِ الْفَضْلِ، ثُمَّ قَالَ: أَخْرِجَا مَا تُصَرِّرَانِ، ثُمَّ دَخَلَ فَأَذِنَ لِي وَلِلْفَضْلِ، فَدَخَلْنَا فَتَوَاكَلْنَا الْكَلَامَ قَلِيلًا، ثُمَّ كَلَّمْتُهُ - أَوْ كَلَّمَهُ الْفَضْلُ، قَدْ شَكَّ فِي ذٰلِكَ عَبْدُ اللهِ - قَالَ: كَلَّمَهُ بِالْأَمْرِ الَّذِي أَمَرَنَا بِهِ أَبَوَانَا، فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً، وَرَفَعَ بَصَرَهُ قِبَلَ سَقْفِ الْبَيْتِ، حَتّٰى طَالَ عَلَيْنَا أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ إِلَيْنَا شَيْئًا، حَتّٰى رَأَيْنَا زَيْنَبَ تَلْمَعُ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ بِيَدِهَا، تُرِيدُ أَنْ لَا تَعْجَلَا، وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرِنَا، ثُمَّ خَفَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ، فَقَالَ لَنَا: إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ، وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ، ادْعُوا لِي نَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ، فَدُعِيَ لَهُ نَوْفَلُ بْنُ الْحَارِثِ، فَقَالَ: يَا نَوْفَلُ، أَنْكِحْ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ، فَأَنْكَحَنِي نَوْفَلٌ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادْعُوا لِي مَحْمِيَةَ بْنَ جَزْءٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُبَيْدٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَخْمَاسِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَحْمِيَةَ: أَنْكِحِ الْفَضْلَ فَأَنْكَحَهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُمْ فَأَصْدِقْ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ كَذَا وَكَذَا لَمْ يُسَمِّهِ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ

عبدالمطلب بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد ربیعہ بن حارث اور حضرت عباس بن عبدالمطلب نے، عبدالمطلب بن بیعہ اور فضل بن عباس سے کہا کہ تم دونوں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کرو، یارسول اللہ! ہماری جتنی عمر ہو چکی ہے، وہ آپ ﷺ ملاحظہ فرما رہے ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم شادی کرلیں، یارسول اللہ! آپ سب سے زیادہ نیکی کرنے والے، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں، ہمارے باپوں کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ وہ ہماری طرف سے مہر ادا کرسکیں،

یارسول اللہ! آپ ﷺ ہمیں زکوٰۃ وصول کرنے کا نگران مقرر کردیں، ہم آپ ﷺ کو وہی ادائیگی کریں گے، جو آپ ﷺ کے دوسرے نگران ادائیگی کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہمیں تنخواہ مل جائے گی، اسی دوران حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے آئے، تو انہوں نے ہم سے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ کے رسول تمہیں زکوٰۃ وصول کرنے کے کام کا نگران مقرر نہیں کریں گے، تو ربیعہ نے ان سے کہا: آپ کی تو یہ صورت حال ہے کہ آپ ﷺ نبی اکرم ﷺ کے داماد بن گئے ہیں، ہم نے تو اس پر آپ سے کوئی حسد نہیں کیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چادر اپنے اوپر لی اور لیٹ گئے اور بولے: میں ابوالحسن ہوں، جو اپنی قوم کا سب سے سمجھدار آدمی ہے، اللہ کی قسم! میں یہاں سے اس وقت نہیں جاؤں گا، جب تک تمہارے دونوں بیٹے

اس چیز کا جواب لے کر واپس نہیں آتے، جس چیز کے ہمراہ تم انہیں نبی اکرم ﷺ کے پاس بھیج رہے ہو۔

عبدالمطلب بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: میں اور فضل گئے، ہم نے نبی اکرم ﷺ کو ظہر کی نماز میں پایا کہ وہ نماز کھڑی ہو چکی تھی، لوگوں کے ساتھ ہم نے بھی نماز ادا کی، پھر میں اور فضل تیزی سے نبی اکرم ﷺ کے حجرہ مبارک کے دروازے کی طرف بڑھے، نبی اکرم ﷺ اس دن سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام پذیر تھے ہم دروازے پر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ نے میرے اور فضل کے کان پکڑے اور پھر فرمایا: تمہارے ذہن میں جو ہے، اسے ظاہر کرو، پھر نبی اکرم ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے مجھے اور فضل کو بھی اندر آنے کی اجازت دی، ہم اندر آ گئے، تھوڑی دیر تک ہم بات کو موخر کرتے رہے اور ایک دوسرے پر ٹالتے رہے، پھر میں یا شاید فضل نے نبی اکرم ﷺ سے بات کی (یہ شک عبداللہ بن حارث نامی راوی کو ہے) اور ہم نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا، جو ہمارے باپوں نے ہمیں ہدایت کی تھی، نبی اکرم ﷺ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے، آپ چھت کی طرف دیکھ رہے تھے، جب کافی وقت گزر گیا اور آپ ﷺ نے ہمیں کوئی جواب نہیں دیا، تو ہم نے دیکھا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے پردے کے پیچھے سے ہمیں اشارہ کیا کہ تم جلد بازی سے کام نہ لو، نبی اکرم ﷺ تمہارے بارے میں ہی غور وفکر کر رہے ہیں، پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنا سر نیچے کیا اور ارشاد فرمایا:

"یہ صدقہ لوگوں کا میل ہوتا ہے، یہ محمد اور محمد کے خاندان والوں کے لیے حلال نہیں ہے، تم نوفل بن حارث کو میرے پاس بلا کر لاؤ"۔

انہیں بلایا گیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: نوفل تم (اپنی بیٹی کی شادی) عبدالمطلب کے ساتھ کر دو، تو نوفل نے اپنی صاحبزادی کی شادی میرے ساتھ کر دی، پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: محمیہ بن جزء کو بلا کر لاؤ، ان کا تعلق بنو زبید سے تھا، نبی اکرم ﷺ نے انہیں خمس کا نگران مقرر کیا ہوا تھا، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: محمیہ (اپنی بیٹی کی شادی) فضل سے کر دو، انہوں نے بھی یہ کر دیا، پھر نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم اٹھو اور خمس میں سے انہیں مہر ادا کرنے کے لیے، اتنی اتنی رقم دے دو۔

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں: انہوں نے اس کی مقدار مجھے بیان نہیں کی۔

2986 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي، فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ، أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ فَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي، فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ، وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَقْبَلْتُ حِينَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ، فَإِذَا بِشَارِفَيَّ قَدِ اجْتُبَّتْ أَسْنِمَتُهُمَا، وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا، وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِينَ رَأَيْتُ ذَلِكَ الْمَنْظَرَ، فَقُلْتُ: مَنْ فَعَلَ هَذَا؟ قَالُوا: فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَهُوَ فِي

هٰذَا الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غَنَّتْهُ قَيْنَةٌ وَأَصْحَابَهُ فَقَالَتْ: فِي غِنَائِهَا:

أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ

فَوَثَبَ إِلَى السَّيْفِ فَاجْتَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا. قَالَ عَلِيٌّ: فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ. قَالَ: فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَقِيتُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ. عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ فَاجْتَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا، وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا. وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ. فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَاهُ. ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي. وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ. حَتّٰى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ. فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ. فَإِذَا هُمْ شَرْبٌ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ. فَإِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ. فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى سُرَّتِهِ، ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلٰى وَجْهِهِ. ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ: وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي. فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرٰى فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی کہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری ایک اونٹنی تھی، جو غزوہ بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ملی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے بھی ایک اونٹنی مجھے عطا کی تھی، جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کر کے رخصتی کا ارادہ کیا، تو میں نے بنوقینقاع کے ایک سنار سے وعدہ کیا کہ وہ میرے ساتھ جائے گا اور ہم اذخر (گھاس) لے کر آئیں گے، میرا یہ ارادہ تھا کہ میں سناروں کو وہ فروخت کردوں گا، اور اس کے ذریعے اپنے ولیمہ کی تیاری کروں گا، ابھی میں اپنی اونٹنیوں کے لیے رسیاں اور بوریاں وغیرہ تلاش کررہا تھا، میری اونٹنیاں اس وقت ایک انصاری کے گھر کے پاس بیٹھی تھیں، جب میں یہ سارا سامان اکٹھا کر کے آیا، تو میں نے دیکھا کہ میری اونٹنیوں کے کوہان کاٹ دیئے گئے ہیں، ان کے پہلو چھیل دیے گئے ہیں اور جگر نکال لیے گئے ہیں یہ منظر دیکھ کر مجھے اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رہا، میں نے دریافت کیا: یہ کام کس نے کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، وہ اس گھر میں کچھ انصاریوں کے ساتھ شراب پی رہے ہیں، ایک گانے والی نے ان کے اور ان کے ساتھیوں کے سامنے یہ مصرعہ پڑھا:

''اے حمزہ! باہر بیٹھی ہوئی جوان اونٹنیوں پر حملہ کردو''۔

تو انہوں نے تلوار سونت لی اور ان کے کوہان کاٹ کر، پہلو چیر کر جگر نکال لیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ موجود تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میری پریشانی کا اندازہ ہو گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے آج کی

طرح کی (مشکل صورت حال) کبھی نہیں دیکھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری اونٹنیوں پر حملہ کر کے ان کے کوہان کاٹ دیے ہیں، پہلو چیر دیئے ہیں، وہ اس گھر میں موجود ہیں، ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شراب پی رہے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اوڑھا اور پھر چل پڑے، میں اور زید بن حارثہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں تشریف لائے، جہاں حضرت حمزہ موجود تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اجازت پیش کی گئی، وہ سب لوگ شراب پی رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کیے ہوئے کام پر انہیں ملامت کرنا شروع کی، حضرت حمزہ اس وقت نشے میں مدہوش تھے اور ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نظر اٹھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا، انہوں نے سر سے پاؤں تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جائزہ لیا، پھر سر سے لے کر پیٹ تک لیا، پھر سر سے لے کر چہرے تک لیا، پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم سب لوگ میرے باپ کے غلام ہو، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندازہ ہو گیا کہ یہ نشے میں دُھت ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم الٹے قدموں واپس تشریف لے آئے اور گھر سے باہر آ گئے، آپ کے ساتھ ہم بھی آ گئے۔

2987 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عُقْبَةَ الْحَضْرَمِيُّ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحَسَنِ الضَّمْرِيِّ، أَنَّ أُمَّ الْحَكَمِ، أَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَيِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، حَدَّثَتْهُ عَنْ إِحْدَاهُمَا، أَنَّهَا قَالَتْ: أَصَابَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيًا، فَذَهَبْتُ أَنَا وَأُخْتِي، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيهِ، وَسَأَلْنَاهُ أَنْ يَأْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنَ السَّبْيِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبَقَكُنَّ يَتَامَى بَدْرٍ، لَكِنْ سَأَدُلُّكُنَّ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَكُنَّ مِنْ ذَلِكَ: تُكَبِّرْنَ اللهَ عَلَى إِثْرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً، وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً، وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. قَالَ عَيَّاشٌ: وَهُمَا ابْنَتَا عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❀❀ فضل بن حسن ضمری بیان کرتے ہیں: سیدہ ام حکیم رضی اللہ عنہا یا سیدہ ضباعہ رضی اللہ عنہا، ان دونوں میں سے کسی ایک نے انہیں یہ بات بتائی، یہ دونوں جناب زبیر بن عبدالمطلب کی صاحبزادیاں ہیں، انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی آئے، تو میں، میری بہن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہمیں پیش آنے والی مشکل کے بارے میں شکایت کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ ہمیں بھی کوئی قیدی دینے کا حکم دیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدر میں (شہید ہونے والوں) کے یتیم بچے تم سے سبقت لے گئے ہیں، البتہ میں تم لوگوں کی رہنمائی اس چیز کی طرف کرتا ہوں، جو تمہارے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے، تم ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ اللہ اکبر، 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ پڑھا کرو اور یہ پڑھ لیا کرو:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہی ایک معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے، حمد اسی کے لیے مخصوص ہے، اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے''

عیاش نامی راوی کہتے ہیں: یہ دونوں خواتین نبی اکرم ﷺ کی چچازاد تھیں۔

2988 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي الْجُرَيْرِيَّ، عَنْ أَبِي الْوَرْدِ، عَنِ ابْنِ أَعْبُدَ، قَالَ: قَالَ لِي عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي، وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ مِنْ أَحَبِّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ؟ قُلْتُ: بَلَى. قَالَ: إِنَّهَا جَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَ فِي يَدِهَا، وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَ فِي نَحْرِهَا، وَكَنَسَتِ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَمٌ، فَقُلْتُ: لَوْ أَتَيْتِ أَبَاكِ فَسَأَلْتِيهِ خَادِمًا، فَأَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا فَرَجَعَتْ، فَأَتَاهَا مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَا كَانَ حَاجَتُكِ؟ فَسَكَتَتْ، فَقُلْتُ: أَنَا أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللهِ، جَرَّتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَّرَتْ فِي يَدِهَا، وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتَّى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا، فَلَمَّا أَنْ جَاءَكَ الْخَدَمُ أَمَرْتُهَا أَنْ تَأْتِيَكَ فَتَسْتَخْدِمَكَ خَادِمًا يَقِيهَا حَرَّ مَا هِيَ فِيهِ. قَالَ: اتَّقِي اللهَ يَا فَاطِمَةُ، وَأَدِّي فَرِيضَةَ رَبِّكِ، وَاعْمَلِي عَمَلَ أَهْلِكِ، فَإِذَا أَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَاحْمَدِي ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَكَبِّرِي أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ، فَتِلْكَ مِائَةٌ، فَهِيَ خَيْرٌ لَكِ مِنْ خَادِمٍ. قَالَتْ: رَضِيتُ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَعَنْ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ابن اعبد بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں اپنے اور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے بارے میں نہ بتاؤں، جو نبی اکرم ﷺ کے اہل خانہ میں، نبی اکرم ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھیں، میں نے عرض کی: جی ہاں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا:

''وہ (یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) چکی چلایا کرتی تھیں، جس کے نشان ان کے ہاتھوں پر پڑ گئے تھے، وہ مشکیزہ میں پانی بھر کے لایا کرتی تھیں، جس کے نشان ان کے سینے پر بن گئے تھے، وہ گھر میں جھاڑو لگایا کرتی تھیں، جس سے ان کے کپڑے غبار آلود ہو جاتے تھے، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ خدمت گزار (یعنی غلام اور کنیزیں) آئے، میں نے کہا: اگر تم اپنے والد کے پاس جاؤ اور ان سے کسی خدمت گزار کی درخواست کرو (تو یہ مناسب ہوگا) وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو آپ کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے، وہ واپس آ گئیں، اگلے دن نبی اکرم ﷺ ان کے پاس آئے آپ ﷺ نے دریافت کیا: تمہیں کیا کام تھا؟ تو وہ خاموش رہیں، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس بارے میں بتاتا ہوں، یہ چکی چلاتی ہے، جس کے نشان اس کے ہاتھوں پر پڑ گئے ہیں، یہ پانی کا مشکیزہ اٹھا کے لاتی ہے، جس کے نشان اس کے سینے پر پڑ گئے ہیں جب آپ ﷺ کے پاس خدمت گار آئے، تو میں نے اس کو یہ ہدایت کی کہ یہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے کوئی خدمت گار مانگے، جو اسے اس مشقت سے نجات دلا دے، جس میں یہ ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے فاطمہ! اللہ سے ڈرتی رہنا اور اپنے پروردگار کا فرض کو ادا کرتی رہنا اور اپنے شوہر کے کام کاج کرتی رہنا جب تم بستر پر لیٹو، تو 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا، یہ ایک سو 100 ہو جائیں گے، یہ تمہارے لیے خدمت گار سے زیادہ بہتر ہیں''۔

تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے (ملنے والے اس حکم) سے راضی ہوں''

2989 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَلَمْ يُخْدِمْهَا

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یہی واقعہ نقل کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی خدمت گار نہیں دیا''

2990 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: اَبُوْ جَعْفَرٍ يَعْنِي ابْنَ عِيسٰى، كُنَّا نَقُوْلُ اِنَّهُ مِنَ الْاَبْدَالِ قَبْلَ اَنْ نَسْمَعَ اَنَّ الْاَبْدَالَ مِنَ الْمَوَالِي، قَالَ: حَدَّثَنِي الدُّخَيْلُ بْنُ اِيَاسِ بْنِ نُوحِ بْنِ مُجَّاعَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ سِرَاجِ بْنِ مُجَّاعَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ مُجَّاعَةَ، اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْلُبُ دِيَةَ اَخِيْهِ قَتَلَتْهُ بَنُو سَدُوسٍ مِنْ بَنِي ذُهْلٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كُنْتُ جَاعِلًا لِمُشْرِكٍ دِيَةً جَعَلْتُ لِاَخِيْكَ، وَلٰكِنْ سَاُعْطِيْكَ مِنْهُ عُقْبٰى فَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِائَةٍ مِنَ الْاِبِلِ، مِنْ اَوَّلِ خُمُسٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي ذُهْلٍ، فَاَخَذَ طَائِفَةً مِنْهَا، وَاَسْلَمَتْ بَنُو ذُهْلٍ فَطَلَبَهَا بَعْدُ مُجَّاعَةُ اِلٰى اَبِي بَكْرٍ، وَاَتَاهُ بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ لَهُ اَبُوْ بَكْرٍ بِاثْنَيْ عَشَرَ اَلْفَ صَاعٍ مِنْ صَدَقَةِ الْيَمَامَةِ، اَرْبَعَةِ آلَافٍ بُرًّا، وَاَرْبَعَةِ آلَافٍ شَعِيرًا، وَاَرْبَعَةِ آلَافٍ تَمْرًا، وَكَانَ فِي كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُجَّاعَةَ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، هٰذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لِمُجَّاعَةَ بْنِ مَرَارَةَ مِنْ بَنِي سُلْمٰى، اِنِّي اَعْطَيْتُهُ مِائَةً مِنَ الْاِبِلِ مِنْ اَوَّلِ خُمُسٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي ذُهْلٍ عُقْبَةً مِنْ اَخِيْهِ

حضرت مجاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی کی دیت کا مطالبہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے جسے بنوذھل سے تعلق رکھنے والی ایک خاندان بنوسدوس نے قتل کر دیا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی مشرک کی دیت ادا کرتا ہوتا، تو تمہارے بھائی کی بھی ادا کر دیتا، البتہ میں تمہیں ایک اور چیز دوں گا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے تحریر لکھ دی، بنوذھل کے مشرکین سے ملنے والے پہلے خراج کے پہلے خمس میں سے ایک سو اونٹ اسے دیئے جائیں گے، تو مجاعہ نے اس کا کچھ حصہ حاصل کر لیا، پھر بنوذھل مسلمان ہو گئے، اس کے بعد حضرت مجاعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تا کہ وہ ان سے اپنے اونٹوں کا مطالبہ کریں، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر بھی لے کر آئے تھے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے یہ حکم تحریر کروایا کہ انہیں یمامہ کی طرف سے آنے والی زکوٰۃ میں سے 12000 صاع دیئے جائیں، جن میں سے 4000 گندم کے ہوں، 4000 جو کے ہوں، 4000 کھجور کے ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تحریر' جو حضرت مجاعہ رضی اللہ عنہ کے نام تھی' اس میں یہ تحریر تھا۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے' جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے' یہ (اللہ تعالیٰ) کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر ہے' جو مجاعہ بن مرارہ کے نام ہے، جو بنوسلمیٰ سے تعلق رکھتا ہے، میں اسے، اس کے بھائی کی دیت کے طور پر

بنو جعل کے مشرکین سے ملنے والے خمس کی پہلی ادائیگی میں سے 100 اونٹ اسے دوں گا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سَهْمِ الصَّفِيِّ

باب: "صفی" حصے کے بارے میں جو منقول ہے

2991 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمٌ يُدْعَى الصَّفِيَّ إِنْ شَاءَ عَبْدًا، وَإِنْ شَاءَ أَمَةً، وَإِنْ شَاءَ فَرَسًا يَخْتَارُهُ قَبْلَ الْخُمُسِ

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: ایک حصہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص ہوتا تھا، جسے "صفی" کہا جاتا تھا، اگر آپ چاہتے تو وہ غلام ہوتا، اگر چاہتے تو وہ کنیز ہوتی، اور اگر چاہتے تو گھوڑا ہوتا، آپ ﷺ اسے خمس سے پہلے اختیار کر لیتے تھے۔

2992 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَأَزْهَرُ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا، عَنْ سَهْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّفِيِّ، قَالَ: كَانَ يُضْرَبُ لَهُ بِسَهْمٍ مَعَ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ وَالصَّفِيُّ يُؤْخَذُ لَهُ رَأْسٌ مِنَ الْخُمُسِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ

ابن عون بیان کرتے ہیں: میں نے محمد (بن سیرین) سے نبی اکرم ﷺ کے حصے اور صفی کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی اکرم ﷺ کا دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حصہ مخصوص کیا جاتا تھا، اگر آپ (جنگ میں) شریک نہ ہوئے ہوں، اور آپ "صفی" کو خمس میں سب سے پہلے حاصل کر لیتے تھے، جو ہر چیز سے پہلے ہوتا تھا۔

2993 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا غَزَا كَانَ لَهُ سَهْمٌ صَافٍ، يَأْخُذُهُ مِنْ حَيْثُ شَاءَهُ، فَكَانَتْ صَفِيَّةُ مِنْ ذَلِكَ السَّهْمِ، وَكَانَ إِذَا لَمْ يَغْزُ بِنَفْسِهِ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ وَلَمْ يُخَيَّرْ

قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کسی جنگ میں حصہ لیتے تھے تو ایک آپ کا مخصوص حصہ ہوتا تھا کہ آپ جو چیز چاہیں، وہ حاصل کر سکتے ہیں، تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حصے میں آئی تھیں اور جب نبی اکرم ﷺ بذات خود جنگ میں شریک نہیں ہوتے تھے، تو آپ کا حصہ مقرر کیا جاتا تھا، اس میں آپ کو اختیار نہیں ہوتا تھا۔

2994 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ صَفِيَّةُ مِنَ الصَّفِيِّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا (غزوہ خیبر) میں "صفی" کے طور پر نبی اکرم ﷺ کے حصے میں آئی تھیں۔

2995 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو،

2994- اسنادہ صحیح۔ سفیان: ھو الثوری، وابو احمد: ھو محمد بن عبداللہ بن الزبیر۔ واخرجہ ابن حبان (4822)، والطبرانی فی "الکبیر" /24(175)، والحاکم /1282و/393، والبیہقی /3046 من طریق سفیان الثوری، بھذا الاسناد۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمْنَا خَيْبَرَ. فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ تَعَالَى الْحِصْنَ. ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا. وَكَانَتْ عَرُوسًا. فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ. فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سُدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم خیبر آگئے جب اللہ تعالیٰ نے اس کے قلعے کو فتح کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سیّدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کی خوبصورتی کا تذکرہ کیا گیا، حالانکہ ان کی ابھی کچھ عرصہ پہلے شادی ہوئی تھی ان کے شوہر انتقال کر گئے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے مخصوص کر لیا، آپ انہیں لے کر نکلے، یہاں تک کہ جب آپ سد صہباء کے مقام پر پہنچے، تو وہ آپ کے لئے حلال ہو گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رخصتی کروائی۔

2996 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا، حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھیں، اس کے بعد وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آ گئیں۔

2997 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: وَقَعَ فِي سَهْمِ دِحْيَةَ جَارِيَةٌ جَمِيلَةٌ، فَاشْتَرَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعَةِ أَرْؤُسٍ، ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَصْنَعُهَا، وَتُهَيِّئُهَا - قَالَ حَمَّادٌ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: وَتَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا - صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (غزوہ خیبر کے موقع پر) حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں ایک لڑکی آئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض اسے خرید لیا، پھر سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا، تاکہ وہ انہیں شادی کے لیے تیار کر دیں اور سنوار دیں، حماد نامی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ راوی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے سیّدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں عدت گزاری تھی۔

2998 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: جُمِعَ السَّبْيُ - يَعْنِي بِخَيْبَرَ - فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ، قَالَ: اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً. فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ. فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ. قَالَ يَعْقُوبُ: صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ، وَالنَّضِيرِ، ثُمَّ اتَّفَقَا مَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ. قَالَ: ادْعُوهُ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ لَهُ: خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قیدیوں کو جمع کیا گیا، یعنی خیبر کے قیدیوں کو جمع کیا گیا، تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ آئے

2997- اسناده صحيح. ثابت: هو ابن اسلم البناني، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه مسلم بإثر (1427) من طريق حماد بن سلمة، به. وهو في "مسند احمد" (12240)، و"صحيح ابن حبان" (7212).

اور بولے: یارسول اللہ! مجھے قیدیوں میں سے کوئی کنیز عطا کردیجیے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور کوئی سی بھی کنیز لے لو، تو انہوں نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو اختیار کیا، پھر ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضل ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے دحیہ کو صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا دیدی ہیں، جو قریظہ اور نضیر کی سردار ہیں (یعنی سردار کی صاحبزادی) ہیں، وہ خاتون صرف آپ کے لائق ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے (یعنی دحیہ کو) لڑکی سمیت بلا کے لاؤ، نبی اکرم ﷺ نے اس وقت لڑکی کو دیکھا، تو فرمایا: تم اس کی بجائے کسی اور لڑکی کو لے لو، آپ نے اس کو آزاد کردیا اور بعد میں اس سے شادی کرلی۔

2999 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا بِالْمِرْبَدِ، فَجَاءَ رَجُلٌ أَشْعَثُ الرَّأْسِ بِيَدِهِ قِطْعَةُ أَدِيمٍ أَحْمَرَ، فَقُلْنَا: كَأَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ؟ فَقَالَ: أَجَلْ، قُلْنَا: نَاوِلْنَا هٰذِهِ الْقِطْعَةَ الْأَدِيمَ الَّتِي فِي يَدِكَ، فَنَاوَلَنَاهَا، فَقَرَأْنَاهَا، فَإِذَا فِيهَا: مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى بَنِي زُهَيْرِ بْنِ أُقَيْشٍ، إِنَّكُمْ إِنْ شَهِدْتُمْ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَأَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ، وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ، وَأَدَّيْتُمُ الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَسَهْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفِيَّ، أَنْتُمْ آمِنُونَ بِأَمَانِ اللهِ وَرَسُولِهِ فَقُلْنَا: مَنْ كَتَبَ لَكَ هٰذَا الْكِتَابَ، قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ یزید بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ہم مربد میں تھے، وہاں ایک شخص آیا، جس کے بال بکھرے تھے اور اس کے ہاتھ میں سرخ چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا، ہم نے کہا: تم دیہاتی لگ رہے ہو، اس نے کہا، جی ہاں! ہم نے کہا: یہ چمڑے کا ٹکڑا ہمیں دکھاؤ، ہم نے وہ اس سے لیا، ہم نے پڑھنا شروع کیا، تو اس میں یہ تحریر تھا۔

"یہ اللہ کے رسول کی طرف سے بنو زہیر بن اقیش کے لیے ہے، اگر تم لوگ یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ، اللہ کے رسول ہیں، اور تم نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو، نبی کا مخصوص حصہ ادا کرو، اور صفی کے طور پر والا حصہ ادا کرو، تو تم اللہ اور اس کے رسول کی امان میں آجاؤ گے"۔

ہم نے اس شخص سے دریافت کیا: یہ تحریر تمہیں کس نے لکھوا کر دی؟ اس نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ نے۔

بَابُ كَيْفَ كَانَ إِخْرَاجُ الْيَهُودِ مِنَ الْمَدِينَةِ؟

باب: یہودیوں کو مدینہ منورہ سے کیسے نکالا گیا؟

3000 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ، وَكَانَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ يَهْجُو النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحَرِّضُ عَلَيْهِ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، وَكَانَ

2999- اسناده صحيح، وقد جاء في بعض الروايات مصرّحاً باسم الصحابي بانه النمر ابن تولب العكلي كما جاء عند ابن قانع في "معجم الصحابة" 1653/3، والطبراني في "الاوسط" (2940)، والخطيب في "الاسماء المبهمة" ص.315يزيد بن عبد الله: هو ابن الشخير، وقرة: هو ابن خالد السدوسي. واخرجه النسائي (4146) من طريق سعيد بن اياس الجريري، عن يزيد بن عبد الله ابن الشخير، به. وهو في "مسند احمد" (20737)، و"صحيح ابن حبان" (6557).

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، وَأَهْلُهَا أَخْلَاطٌ، مِنْهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ، وَالْمُشْرِكُوْنَ يَعْبُدُوْنَ الْأَوْثَانَ، وَالْيَهُوْدُ وَكَانُوْا يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ، فَأَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيَّهُ بِالصَّبْرِ وَالْعَفْوِ، فَفِيْهِمْ أَنْزَلَ اللهُ: (وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (آل عمران: ۱۸۶) الْآيَةَ. فَلَمَّا أَبَى كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ أَنْ يَنْزِعَ عَنْ أَذَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ أَنْ يَبْعَثَ رَهْطًا يَقْتُلُوْنَهُ، فَبَعَثَ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ، وَذَكَرَ قِصَّةَ قَتْلِهِ، فَلَمَّا قَتَلُوْهُ، فَزِعَتِ الْيَهُوْدُ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَغَدَوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: طُرِقَ صَاحِبُنَا فَقُتِلَ، فَذَكَرَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ كَانَ يَقُوْلُ، وَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْ يَكْتُبَ بَيْنَهُ كِتَابًا، يَنْتَهُوْنَ إِلَى مَا فِيْهِ فَكَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً صَحِيْفَةً

❁❁ عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ ان تین افراد میں سے ایک تھے، جن کی توبہ قبول ہوئی، وہ بیان کرتے ہیں: کعب بن اشرف، نبی اکرم ﷺ کی ہجو کیا کرتا تھا، اور کفار قریش کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف ترغیب دیا کرتا تھا، جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو اس وقت شہر میں مختلف قسم کے لوگ بستے تھے، کچھ لوگ مسلمان تھے، کچھ مشرکین تھے، جو بتوں کی عبادت کرتے تھے، ان لوگوں نے (یعنی یہودیوں نے) آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بہت ایذاء پہنچائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو صبر کرنے اور درگزر کرنے کا حکم دیا، ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ' جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی' ان میں سے' کچھ لوگوں کی طرف سے تم ضرور سنو گے''۔

جب کعب بن اشرف، نبی اکرم ﷺ کو ایذاء پہنچانے سے باز نہیں آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کچھ لوگوں کو بھیجیں، جو اس شخص کو قتل کر دیں، تو انہوں نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے: جو کعب بن اشرف کے بارے میں ہے، راوی بیان کرتے ہیں: جب ان حضرات نے اس کو قتل کر دیا، تو یہودی اور مشرک گھبرا گئے، اگلے دن وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمارے ساتھی پر رات کے اندھیرے میں حملہ کر کے اسے قتل کر دیا گیا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے سامنے وہ باتیں ذکر کیں، جو وہ کہا کرتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو یہ دعوت دی کہ نبی اکرم ﷺ، اپنے اور ان لوگوں کے درمیان ایک معاہدہ تحریر کروا دیتے ہیں، جس کی سب پیروی کریں گے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے اور ان لوگوں کے درمیان اور عام مسلمانوں کے درمیان معاہدے کا صحیفہ تحریر کروایا۔

کعب بن اشرف کا قتل اور یہود میں خوف وہراس کا پھیلنا

عبدالرزاق نے بروایت زہری عبداللہ بن کعب بن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول کعب بن اشرف کے حق میں ہوا یہ شخص اپنے اشعار میں رسول اللہ کی ہجا کرتا تھا مسلمانوں کو گالیاں دیتا تھا اور مشرکوں کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔

میں کہتا ہوں یہ قصہ واقعۂ بدر کے بعد کا ہے کعب نے جب اسلامی حکومت دیکھی سرداران قریش بھی اس کی نظر کے سامنے مارے گئے تو مکہ کو خود گیا کہ مشرکوں کو رسول اللہ سے جنگ کرنے کے لیے جمع کرے اور جب قریش نے اس سے پوچھا کہ ہمارا مذہب زیادہ ہدایت کا ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تو کعب بن اشرف نے کہا تمہارا دین۔ رسول اللہ کی اجازت سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی ہجاء کی تھی۔

صحیح روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: کعب بن اشرف نے اپنے اشعار میں اللہ اور اس کے رسول کو دکھ پہنچایا ہے اور ہمارے خلاف مشرکوں کو طاقت بہم پہنچائی ہے میرے لیے کون اس کا کام تمام کر سکتا ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حضور کی یہ خدمت کروں گا وہ میرا ماموں ہے میں اس کو قتل کر دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کر دو۔ محمد بن مسلمہ (گھر) لوٹ کر آئے لیکن تین روز تک سوائے اتنی غذا کے کہ سانس باقی رہے نہ کچھ کھایا نہ پیا اس کا تذکرہ رسول اللہ سے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ سے دریافت کیا تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا؟ ابن مسلمہ نے کہا یا رسول اللہ میں ایک بات کہہ تو گذرا لیکن معلوم نہیں کہ پورا بھی کر سکوں گا یا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ذمے کوشش کرنا ہے سعد بن معاذ سے مشورہ کرو۔ محمد بن مسلمہ نے سعد سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ اپنی ضرورت کا اس سے شکوہ کرو اور کچھ غلہ قرض دینے کی اس سے درخواست کرو۔

غرض اس کے بعد محمد بن مسلمہ اور عباد بن بشر اور ابونائلہ سلکان بن سلامہ جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے اور حارث بن عبس اور حارث بن اوس بن معاذ جو حضرت سعد بن معاذ کے بھتیجے تھے اور چچا نے ان کو بھیجا تھا اور ابوعبس بن جبر ایک جگہ جمع ہوئے اور خدمت گرامی میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس کو قتل تو کر دیں گے مگر آپ ہم کو اجازت دیجئے کہ آپ کے متعلق اگر کچھ (نازیبا) باتیں ہم آپس میں کہیں (تو قابل مواخذہ نہ قرار دیے جائیں) فرمایا: جیسا سمجھو ویسا کہو تم کو آزادی ہے اس کے بعد سب نے ابونائلہ کو آگے بھیجا۔ ابونائلہ کعب کے پاس گئے اس سے کچھ باتیں کیں اور آپس میں شعر سنانے لگے کیونکہ ابونائلہ بھی شعر کہا کرتے تھے (اور کعب بن اشرف بھی شاعر تھا) پھر ابونائلہ بولے ابن اشرف میں ایک کام سے تیرے پاس آیا تھا میں اس کا ذکر تو تجھ سے کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ ظاہر نہ کرنا ابن اشرف نے کہا بیان کرو۔ ابونائلہ نے کہا ہمارے ملک میں اس شخص کا آنا ہمارے لیے مصیبت بن گیا ہے تمام عرب ہمارا دشمن ہو گیا اور ہمارے مقابلہ میں ایک کمان بن گیا ہمارے (سفر کے) راستے سارے کٹ گئے یہاں تک کہ بال بچے بھوک کے مرنے لگے اور ہم سخت دشواریوں میں پڑ گئے کعب نے کہا میں نے تو تم کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ آخر یہی ہوگا، ابونائلہ نے کہا میرے ساتھ میرے کچھ ساتھی ہیں ہم سب چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ہاتھ کچھ غلہ فروخت کر دو (اور قیمت کے عوض اس وقت) ہم تمہارے پاس کچھ رہن رکھ دیں گے اور تمہارا اعتماد کرا دیں گے تم ہم سے اتنا سلوک کر دو کعب نے کہا اپنے بچے میرے پاس رہن رکھ دو ابونائلہ نے کہا ہم کو شرم آتی ہے کہ اپنی اولاد کو گروی ہونے کی عار میں مبتلا کریں کہ آئندہ لوگ کہیں یہ ایک وسق کے عوض گروی تھا اور یہ دو وسق کے عوض۔ کعب نے کہا تو اپنی عورتیں رہن رکھ دو۔ ابونائلہ نے کہا عورتوں کو کیسے رہن رکھ دیں تم عرب کے حسین ترین شخص ہو ہم تمہاری طرف سے بے خطر نہیں ہیں۔ تمہاری خوبصورتی کو دیکھ کر کون عورت تم سے بچ سکتی ہے

البتہ ہم اپنے اسلحہ تمہارے پاس رہن رکھ سکتے ہیں اور تم واقف ہی ہو کہ ہم کو اسلحہ کی کتنی ضرورت ہے۔

کعب نے کہا اچھا۔ بے شک اسلحہ پر (ادائے قیمت کا) پورا اعتماد ہے۔ ابونائلہ نے چاہا کہ کعب ہتھیاروں کو دیکھ کر کہیں انکار نہ کردے اسلئے اس سے دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے لوٹ آئے اور اپنے ساتھیوں کو آ کر اطلاع دیدی سب نے باتفاق رائے طے کرلیا کہ شام کو مقررہ وعدہ کے مطابق کعب کے پاس جائیں گے پھر رات کو آ کر رسول اللہ کو اس تدبیر اور گفتگو کی اطلاع دیدی۔

محمد بن اسحاق اور امام احمد نے بسند صحیح حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ان لوگوں کو رخصت کرنے بقیع غرقد تک ان کے ساتھ گئے پھران کو بھیج کر فرمایا: جاؤ اللہ کے نام پر۔ اے اللہ ان کی مدد فرما۔ اس کے بعد آپ ﷺ چاندنی رات میں جو دن کی طرح تھی اپنے گھر لوٹ آئے یہ چاندنی ماہ ربیع الاوّل کی چودھویں رات کی تھی۔ ادھر وہ لوگ چلے گئے اور رات کو ابن اشرف کی گڑھی پر پہنچے ساتھیوں سے ابونائلہ نے کہا میں کعب کے سر کے بال ہاتھ سے بنوں گا اور جب تم دیکھو کہ میں نے اس کے سر کے بال مضبوطی سے قابو میں کرلیے تو اپنا کام کرنا اور تلواروں سے اس پر حملہ کرنا۔ گڑھی کے پاس پہنچ کر ابونائلہ نے آواز دی۔ ابن اشرف کی شادی نئی نئی ہوئی تھی آواز سن کر وہ چادر لپیٹے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ بیوی نے چادر کا کونہ پکڑ لیا اور کہنے لگی آپ جنگی آدمی ہیں اور جنگی آدمی ایسے وقت نہیں اترا کرتے (اس وقت باہر نکلنے میں آپ جیسے لوگوں کے لیے خطرہ ہے) میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون ٹپک رہا ہے آپ گڑھی کے اوپر سے ہی ان سے گفتگو کرلیں۔ کعب نے کہا میں نے وعدہ کرلیا ہے اور یہ تو میرا بھانجہ محمد بن مسلمہ اور رضاعی بھائی ابونائلہ ہے اگر یہ لوگ مجھے سوتا پائیں گے تو بیدار کرلیں گے اور شریف آدمی کو اگر رات میں نیزوں کی طرف بھی بلایا جائے تو وہ قبول کرتا ہے غرض کعب چادر گلے میں ڈالے نیچے اتر آیا چادر سے خوشبو مہک رہی تھی تھوڑی دیر تک ان لوگوں سے باتیں کرتا رہا کچھ دیر ہوگئی تو ان لوگوں نے کہا ابن اشرف چلو شعب عجوز تک ٹہلتے ہوئے چلیں وہاں پہنچ کر باقی رات باتیں کریں گے کعب نے کہا اگر چاہتے ہو تو چلو سب پیدل ٹہلتے ہوئے چل دیئے کچھ دیر ہی چلے تھے کہ ابونائلہ نے کہا مجھے تمہاری طرف سے خوشبو کی مہک آرہی ہے کعب نے جواب دیا فلاں عورت جو عرب کی عورتوں میں سب سے زیادہ معطر رہنے والی ہے میری بیوی ہے ابونائلہ نے کہا کیا مجھے سونگھنے کی اجازت ہے کعب نے کہا ہاں ابونائلہ نے اپنا ہاتھ کعب کے سر کے بالوں میں ڈالا پھر اپنے ہاتھ کو سونگھا اور کہا آج کی رات کی طرح میں نے (کبھی کوئی) خوشبو نہیں سونگھی۔

کعب حسین اور گھونگریالے بالوں والا شخص تھا۔ مشک کو پانی میں گھس کر اور عنبر ملا کر دونوں کنپٹیوں پر گوند کی طرح جمالیا کرتا تھا ابونائلہ کچھ دیر اور چلتے رہے پھر لوٹ کر وہی عمل کیا جو پہلے کیا تھا یہاں تک کہ کعب کو پورا اطمئن کردیا اور ابونائلہ کا ہاتھ کعب کے بالوں میں پھرنے لگا آخر کار لوٹ کر اس کے سر کی لٹیں پکڑ لیں اور خوب قابو میں لے کر اپنے ساتھیوں سے کہا دشمن خدا کو مارو۔ فوراً تلواریں چلیں مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا محمد بن مسلمہ کا بیان ہے کہ مجھے ایک خنجر یاد آیا جو تلوار (کی نیام) میں میں نے رکھا تھا فوراً میں نے وہ خنجر ہاتھ میں لے لیا دشمن خدا نے ایک زور کی چیخ ماری چیخ کے ساتھ ہی ہمارے گرداگرد جتنی گڑھیاں تھیں سب پر آگ روشن کردی گئیں۔ میں نے خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور خنجر پر دباؤ ڈال کر پیڑوں کی ہڈی تک پہنچا دیا اور اللہ کا دشمن گر پڑا۔

ابن سعد کی روایت میں آیا ہے کہ ابوعبس نے کعب کے پہلو میں برچھا مارا پھران لوگوں نے اس کا سر کاٹ لیا حارث بن اوس

بن معاذ کے سر پر ہماری ہی کسی تلوار سے چوٹ آگئی تھی ہم پہرہ دار یہودیوں کے ڈر سے وہاں سے نکل کر تیزی سے بھاگے مگر ہمارا ساتھی حارث بن اوس سر کی چوٹ اور خون نکل جانے کی وجہ سے پیچھے رہ گیا اور اس نے ساتھیوں کو پکار کر کہا رسول اللہ سے میرا سلام کہہ دینا۔ آواز سن کر لوگ اس کی طرف مڑے اور اٹھا لائے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چل دیئے آخر رات میں بقیع غرقد پر پہنچ کر سب نے تکبیر کہی رسول اللہ اس وقت کھڑے نماز پڑھ رہے تھے بقیع میں تکبیر کی آواز سن کر رسول اللہ نے بھی تکبیر کہی اور سمجھ گئے کہ کعب کو قتل کر دیا تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ دوڑتے آئے تو رسول اللہ کو مسجد کے دروازہ پر کھڑا پایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: چہرے بامراد ہوں آنے والوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کا چہرہ بھی بامراد ہو۔ آنے والوں نے حضور ﷺ کے سامنے کعب کا سر ڈال دیا آپ نے اس کے قتل پر اللہ کا شکر کیا۔ لوگوں نے اپنے ساتھی حارث کو پیش کیا۔ حضور ﷺ نے ان کے زخم پر تھتکارا جس کی وجہ سے پھر زخم نے تکلیف نہیں دی اور لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

صبح کو رسول اللہ نے فرمایا: جو یہودی مرد تمہارے ہاتھ لگے اس کو قتل کر دو۔ شنیبہ ایک یہودی تاجر تھا جس کا مسلمانوں سے اختلاط تھا اور مسلمانوں سے خرید فروخت کرتا تھا محیصہ بن مسعود نے اس کو قتل کر دیا محیصہ کا ایک بڑا بھائی حویصہ تھا اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا حویصہ نے محیصہ کو مارا اور کہا اللہ کے دشمن تو نے اس کو قتل کر دیا حالانکہ خدا کی قسم تیرے پیٹ کے اندر جتنی چربی ہے اس کا بیشتر حصہ اسی کے مال سے پیدا ہوا ہے محیصہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم جس نے مجھے اس کے قتل کا حکم دیا تھا اگر وہ مجھے تیرے قتل کرنے کا حکم دیتا تو میں تیری بھی گردن مار دیتا۔ حویصہ نے کہا کہ اگر محمد ﷺ تجھے میرے قتل کا حکم دیدیں تو مجھے بھی قتل کر دے گا۔ محیصہ نے کہا ہاں۔ حویصہ نے کہا جس دین نے تجھے اس حد تک پہنچا دیا۔ خدا کی قسم وہ تو عجب دین ہے اس کے بعد حویصہ بھی مسلمان ہو گیا۔ کعب کے قتل کے بعد یہودی ڈر گئے پھر ان کے بڑے لوگوں میں سے کسی نے گردن نہیں اٹھائی اور کچھ نہ بولے ان کو اندیشہ ہو گیا کہ ابن اشرف کی طرح کہیں ان کو بھی رات کو قتل نہ کر دیا جائے۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ یہودی خوف زدہ ہو گئے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے کہا ہمارے سردار کو نامعلوم طور پر قتل کر دیا گیا رسول اللہ نے ان سے کعب کی حرکتوں کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ) کہ وہ کس کس طرح بھڑکاتا اور رسول اللہ سے لڑنے کی ترغیب دیتا اور حضور ﷺ کو دکھ پہنچاتا تھا اس کے بعد ان کو دعوت دی کہ رسول اللہ کے اور ان کے درمیان ایک صلح نامہ لکھ دیا جائے چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور وہ تحریر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاس رہی۔

مسئلہ* اس قصہ سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی کافر رسول اللہ کو گالی دے یا آپ ﷺ کی توہین کرے یا آپ کو دکھ پہنچائے تو اس کو قتل کر دینا جائز ہے خواہ وہ معاہد ہو یا غیر معاہد۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر معاہد رسول اللہ کو گالی دے تو اس کو قتل کرنا ناجائز ہے کیونکہ رسول اللہ کو گالی دینا کفر ہے اور کفر سے معاہدہ کی شکست نہیں ہوتی (معاہد تو پہلے سے ہی کافر ہوتا ہے) رہا ابن اشرف کا قتل تو اس کی وجہ جواز یہ تھی کہ اس نے خود عہد شکنی کی تھی مکہ کو جا کر مشرکوں کو رسول اللہ سے لڑنے پر ابھارا تھا حالانکہ اس سے معاہدہ تھا کہ رسول اللہ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا مگر اس نے اس کے خلاف کیا۔

مسئلہ* اس قتل کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو نائلہ کی غداری کہنا جائز نہیں ایک شخص نے حضرت علی کی مجلس

میں ایسا کہا تھا تو آپ نے اس کی گردن ماردی تھی غداری تو امان دینے کے بعد ہوسکتی ہے مگر حضرت محمد بن مسلمہ اور آپ کے ساتھیوں نے تو کعب کو امان نہیں دی تھی صرف بیع اور رہن کی گفتگو کی تھی یہاں تک کہ اس پر قابو پالیا۔

فائدہ* صحیح روایت میں آیا ہے کہ کعب سے گفتگو کرنے والے حضرت محمد بن مسلمہ تھے لیکن اکثر اہل مغازی نے لکھا ہے کہ گفتگو کرنے والے حضرت ابونائلہ تھے دونوں روایتوں میں تطبیق کے لیے کہا جاسکتا ہے کہ دونوں حضرات نے گفتگو کی۔

وان تصبروا اور اگر تم آزمائشوں پر صبر رکھو گے۔

و تتقوا اور اللہ کے حکم کی مخالفت سے بچتے رہو گے۔

فان ذالك من عزم الامور تو یہ صبر و تقویٰ تاکیدی احکام میں سے ہے۔ عزم مصدر بمعنی اسم مفعول ہے یعنی ان امور میں سے ہے جن پر عزم واجب ہے یا ان امور میں سے ہے جن کا اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے عزم کا اصل معنی ہے کسی چیز پر رائے کا جم جانا۔ عطا نے عزم الامور کا ترجمہ کیا ہے حقیقت ایمان۔ میں کہتا ہوں کہ صبر سے مراد ہے آزمائشوں کے وقت بے قرار نہ ہو جانا اور فرمانبردار رہنا اور (مصائب نازلہ پر) اعتراض نہ کرنا لیکن اگر کفار مسلمانوں کو ایذا دیں تو انتقام لینا صبر کے منافی نہیں ہے جیسے ابن اشرف کے قصہ سے واضح ہو رہا ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ آل عمران، لاہور)

3001 - حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْأَيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا أَصَابَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا يَوْمَ بَدْرٍ، وَقَدِمَ الْمَدِينَةَ جَمَعَ الْيَهُودَ فِي سُوقِ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ يَهُودَ أَسْلِمُوا قَبْلَ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قُرَيْشًا، قَالُوا: يَا مُحَمَّدُ لَا يَغُرَّنَّكَ مِنْ نَفْسِكَ أَنَّكَ قَتَلْتَ نَفَرًا مِنْ قُرَيْشٍ كَانُوا أَغْمَارًا، لَا يَعْرِفُونَ الْقِتَالَ، إِنَّكَ لَوْ قَاتَلْتَنَا لَعَرَفْتَ أَنَّا نَحْنُ النَّاسُ، وَأَنَّكَ لَمْ تَلْقَ مِثْلَنَا، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ: (قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ) (آل عمران:12) قَرَأَ مُصَرِّفٌ إِلَى قَوْلِهِ (فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ) (آل عمران:13) بِبَدْرٍ (وَأُخْرَى كَافِرَةٌ) (آل عمران:13)

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو نقصان پہنچایا اور پھر واپس مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے بنو قینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا: اے یہودیوں کے گروہ! تم اسلام قبول کر لو اس سے پہلے کہ تم کو بھی وہی صورت حال لاحق ہو جو قریش کو لاحق ہوئی ہے، انہوں نے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے قریش کے کچھ افراد کو قتل کر دیا ہے تو آپ اپنی ذات کے حوالے سے غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائیں، وہ اناڑی لوگ تھے انہیں لڑنا آتا ہی نہیں تھا اگر آپ نے ہمارے ساتھ لڑائی کی تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں اور آپ نے ہمارے جیسے (دشمن) کا سامنا نہیں کیا ہوگا۔ (راوی بیان کرتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"تو وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تم ان سے یہ فرمادو کہ عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے"

مصرف نامی راوی نے اس آیت کو ان الفاظ تک بیان کیا ہے: "ایک گروہ وہ ہے جو جہاد میں اللہ کی راہ میں حصہ لیتا ہے" یہ

وہ لوگ ہیں "جو بدر میں تھے" اور دوسرا وہ ہے جو کافر ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافروں سے کہہ دیجئے کہ تم دنیا میں بھی ذلیل و مغلوب کئے جاؤ گے، ہارو گے، ماتحت بنو گے اور قیامت کے دن بھی ہانک کر جہنم میں جمع کئے جاؤ گے جو بدترین بچھونا ہے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب بدر کی جنگ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظفر و منصور واپس ہوئے تو بنو قینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا! اس سے پہلے کہ قریش کی طرح تمہیں بھی ذلت و پستی دیکھنا پڑے اسلام قبول کر لو، تو اس سرکش جماعت نے جواب دیا کہ چند قریشیوں کو جو فنون جنگ سے ناآشنا تھے، آپ نے انہیں ہرا لیا اور دماغ میں غرور سا گیا، اگر ہم سے لڑائی ہوئی تو ہم بتا دیں گے کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں، آپ کو ابھی تک ہم سے پالا ہی نہیں پڑا۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا فتح بدر نے ظاہر کر دیا ہے کہ اللہ اپنے سچے اچھے اور پسندیدہ دین کو اور اس دین والوں کو عزت و حرمت عطا فرمانے والا ہے، وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کی اطاعت گزار امت کا خود مددگار ہے۔ وہ اپنی باتوں کو ظاہر اور غالب کرنے والا ہے۔ دو جماعتیں لڑائی میں گتھم گتھا ہو گئی تھیں، ایک صحابہ کرام کی اور دوسری مشرکین قریش کی۔

یہ واقعہ جنگ بدر کا ہے، اس دن مشرکین پر اس قدر رعب غالب آیا اور اللہ نے اپنے بندوں کی اس طرح مدد کی گو مسلمان گنتی میں مشرکین سے کہیں کم تھے لیکن مشرکوں کو اپنے سے دگنے نظر آتے تھے، مشرکوں نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی جاسوسی کیلئے عمیر بن سعد کو بھیجا تھا جس نے آ کر اطلاع دی تھی کہ تین سو ہیں، کچھ کم یا زائد ہوں اور واقعہ بھی یہی تھا کہ صرف تین سو دس اور کچھ تھے لیکن لڑائی کے شروع ہوتے ہی اللہ عزوجل نے اپنے خاص اور چیدہ فرشتے ایک ہزار بھیجے۔ ایک معنی تو یہ ہیں، دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ کافر ہم سے دوچند ہیں، پھر بھی اللہ عزوجل نے انہی کی مدد کی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بدری صحابہ تین سو تیرہ تھے اور مشرکین چھ سو سولہ تھے۔

لیکن تواریخ کی کتابوں میں مشرکین کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تک بیان کی گئی ہے، ہو سکتا ہے حضرت عبداللہ کا قرآن کے الفاظ سے یہ استدلال ہو کہ ابن الحجاج قبیلہ کا جو سیاہ فام غلام پکڑا ہوا آیا تھا اس سے جب حضور نے پوچھا کہ قریش کی تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا بہت ہیں، آپ نے پھر پوچھا اچھا روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں، اس نے کہا ایک دن نو دوسرے دن دس، آپ نے فرمایا بس تو ان کی گنتی نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔

پس مشرکین مسلمانوں سے تین گنے تھے واللہ اعلم، لیکن یہ یاد رہے کہ عرب کہہ دیا کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک ہزار تو ہیں لیکن مجھے ضرورت ایسے ہی دوگنا کی ہے اس سے مراد ان کی تین ہزار ہوتی ہے۔ اب کوئی مشکل باقی نہ رہی، لیکن ایک اور سوال ہے وہ یہ کہ قرآن کریم میں اور جگہ ہے آیت (وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا الانفال:44) یعنی جب آمنے سامنے آ گئے تو اللہ نے انہیں تمہاری نگاہوں کے سامنے کم کر کے دکھایا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں زیادہ کر کے دکھایا تا کہ جو کام کرنے کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا وہ ہو جائے۔ پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل تعداد سے بھی کم نظر آئے اور مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ بلکہ دگنے نظر آئے۔ تو دونوں آیتوں میں

تطبیق کیا ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا شان نزول اور تھا اور اس کا وقت اور تھا۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ بدر والے دن ہمیں مشرکین کچھ زیادہ نہیں لگے، ہم نے غور سے دیکھا پھر بھی یہی معلوم ہوا کہ ہم سے ان کی گنتی زیادہ نہیں، دوسری روایت میں ہے کہ مشرکین کی تعداد اس قدر کم معلوم ہوئی کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر ہوں گے، اس نے کہا نہیں نہیں سو ہوں گے، جب ان میں سے ایک شخص پکڑا گیا تو ہم نے اس سے مشرکین کی گنتی پوچھی، اس نے کہا ایک ہزار ہیں۔ اب جبکہ دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے تو مسلمانوں کو یہ معلوم ہونے لگا کہ مشرکین ہم سے دوگنے ہیں۔ یہ اس لئے کہ انہیں اپنی کمزوری کا یقین ہو جائے اور یہ اللہ پر پورا بھروسہ کرلیں اور تمام تر توجہ اللہ کی جانب پھیر لیں اور اپنے رب عزوجل سے اعانت اور امداد کی دعائیں کرنے لگیں، ٹھیک اسی طرح مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد دوگنی معلوم ہونے لگی تا کہ ان کے دلوں میں رعب اور خوف بیٹھ جائے اور گھبراہٹ اور پریشانی بڑھ جائے، پھر جب دونوں بھڑ گئے اور لڑائی ہونے لگی تو ہر فریق دوسرے کو اپنی نسبت کم نظر آنے لگا تا کہ ایک دل کھول کر حوصلہ نکالے اور اللہ تعالیٰ حق و باطل کا صاف فیصلہ کردے، ایمان وکفر وطغیان پر غالب آجائے۔

مومنوں کو عزت اور کافروں کو ذلت مل جائے، جیسے اور جگہ ہے آیت (وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ) آل عمران :123) یعنی البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر والے دن تمہاری مدد کی حالانکہ تم اس وقت کمزور تھے۔ اسی لئے یہاں بھی فرمایا اللہ جسے چاہے اپنی مدد سے طاقتور بنادے، پھر فرماتا ہے اس میں عبرت و نصیحت ہے اس شخص کیلئے جو آنکھوں والا ہو جس کا دماغ صحیح وسالم ہو، وہ اللہ کے احکام کی بجا آوری میں لگ جائے گا اور سمجھ لے گا کہ اللہ اپنے پسندیدہ بندوں کو اس جہان میں بھی مدد کرتا ہے اور قیامت کے دن بھی ان کا بچاؤ کرے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

3002 - حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي مَوْلًى لِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ مُحَيِّصَةَ، عَنْ أَبِيهَا مُحَيِّصَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ ظَفِرْتُمْ بِهِ مِنْ رِجَالِ يَهُودَ فَاقْتُلُوهُ فَوَثَبَ مُحَيِّصَةُ عَلَى شَبِيبَةَ رَجُلٍ مِنْ تُجَّارِ يَهُودَ. كَانَ يُلَابِسُهُمْ فَقَتَلَهُ وَكَانَ حُوَيِّصَةُ إِذْ ذَاكَ لَمْ يُسْلِمْ. وَكَانَ أَسَنَّ مِنْ مُحَيِّصَةَ. فَلَمَّا قَتَلَهُ جَعَلَ حُوَيِّصَةُ يَضْرِبُهُ، وَيَقُولُ: يَا عَدُوَّ اللّٰهِ، أَمَا وَاللّٰهِ لَرُبَّ شَحْمٍ فِي بَطْنِكَ مِنْ مَالِهِ

حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہودیوں کے مردوں میں سے جس پر تم قابو پالو اُسے قتل کر دینا''

تو حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے شبیبہ نامی ایک یہودی تاجر پر حملہ کر دیا اس شخص کا ان کے ساتھ میل جول تھا۔ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا تو حویصہ جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور محیصہ سے عمر میں بڑے تھے جب حویصہ نے انہیں مارنا شروع کیا، اور کہا: اے اللہ کے دشمن! اللہ کی قسم! تمہارے پیٹ میں بہت سی چربی اس کے مال کی وجہ سے ہے۔

3003 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

اَنَّهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَاهُمْ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَنَادَاهُمْ. فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ يَهُودَ. اَسْلِمُوا تَسْلَمُوا فَقَالُوا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَسْلِمُوا تَسْلَمُوا. فَقَالُوا: قَدْ بَلَّغْتَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذٰلِكَ اُرِيْدُ ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ: اعْلَمُوا اَنَّمَا الْاَرْضُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ. وَاِنِّي اُرِيْدُ اَنْ اُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ. فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ. وَاِلَّا فَاعْلَمُوا اَنَّمَا الْاَرْضُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مسجد میں موجود تھے، اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: تم لوگ یہودیوں کی طرف چلو، ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے پاس آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے بلند آواز میں ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم لوگ مسلمان ہو جاؤ، تم سلامت رہو گے، ان لوگوں نے کہا، اے ابوالقاسم! آپ نے تبلیغ کر دی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میں بھی یہی چاہتا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ ان سے فرمایا: زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے میں تمہیں اس جگہ سے جلاوطن کرنا چاہتا ہوں، جو شخص اپنے مال کے عوض کوئی چیز حاصل کر سکتا ہے تو وہ اپنا مال فروخت کر دے، ورنہ تم لوگ یہ بات جانتے ہو کہ یہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

بَابٌ فِي خَبَرِ النَّضِيرِ

باب: (بنو) نضیر کا واقعہ

3004 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ كَتَبُوا إِلَى ابْنِ اُبَيٍّ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ مَعَهُ الْاَوْثَانَ مِنَ الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ، وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِيْنَةِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ: إِنَّكُمْ آوَيْتُمْ صَاحِبَنَا. وَاِنَّا نُقْسِمُ بِاللهِ لَتُقَاتِلُنَّهُ، اَوْ لَتُخْرِجُنَّهُ اَوْ لَنَسِيرَنَّ اِلَيْكُمْ بِاَجْمَعِنَا حَتّٰى نَقْتُلَ مُقَاتِلَتَكُمْ، وَنَسْتَبِيحَ نِسَائَكُمْ. فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ عَبْدَ اللهِ بْنَ اُبَيٍّ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ، اجْتَمَعُوا لِقِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُمْ. فَقَالَ: لَقَدْ بَلَغَ وَعِيْدُ قُرَيْشٍ مِنْكُمُ الْمَبَالِغَ، مَا كَانَتْ تَكِيْدُكُمْ بِاَكْثَرَ مِمَّا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَكِيْدُوْا بِهِ اَنْفُسَكُمْ. تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوا اَبْنَائَكُمْ. وَاِخْوَانَكُمْ فَلَمَّا سَمِعُوا ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقُوا. فَبَلَغَ ذٰلِكَ كُفَّارَ قُرَيْشٍ. فَكَتَبَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ إِلَى الْيَهُوْدِ: إِنَّكُمْ اَهْلُ الْحَلْقَةِ وَالْحُصُوْنِ، وَاِنَّكُمْ لَتُقَاتِلُنَّ صَاحِبَنَا. اَوْ لَنَفْعَلَنَّ كَذَا وَكَذَا. وَلَا يَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَدَمِ

نِسَائِكُمْ شَيْءٌ، وَهِيَ الْخَلَاخِيلُ. فَلَمَّا بَلَغَ كِتَابُهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَجْمَعَتْ بَنُو النَّضِيرِ بِالْغَدْرِ، فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْرُجْ إِلَيْنَا فِي ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ، وَلْيَخْرُجْ مِنَّا ثَلَاثُونَ حَبْرًا، حَتَّى نَلْتَقِيَ بِمَكَانِ الْمَنْصَفِ فَيَسْمَعُوا مِنْكَ. فَإِنْ صَدَّقُوكَ وَآمَنُوا بِكَ آمَنَّا بِكَ، فَقَصَّ خَبَرَهُمْ. فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ غَدَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْكَتَائِبِ فَحَصَرَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّكُمْ وَاللهِ لَا تَأْمَنُونَ عِنْدِي إِلَّا بِعَهْدٍ تُعَاهِدُونِي عَلَيْهِ. فَأَبَوْا أَنْ يُعْطُوهُ عَهْدًا، فَقَاتَلَهُمْ يَوْمَهُمْ ذٰلِكَ، ثُمَّ غَدَا الْغَدُ عَلَى بَنِي قُرَيْظَةَ بِالْكَتَائِبِ، وَتَرَكَ بَنِي النَّضِيرِ وَدَعَاهُمْ إِلَى أَنْ يُعَاهِدُوهُ، فَعَاهَدُوهُ، فَانْصَرَفَ عَنْهُمْ. وَغَدَا عَلَى بَنِي النَّضِيرِ بِالْكَتَائِبِ، فَقَاتَلَهُمْ حَتَّى نَزَلُوا عَلَى الْجَلَاءِ، فَجَلَتْ بَنُو النَّضِيرِ، وَاحْتَمَلُوا مَا أَقَلَّتِ الْإِبِلُ مِنْ أَمْتِعَتِهِمْ، وَأَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ، وَخَشَبِهَا، فَكَانَ نَخْلُ بَنِي النَّضِيرِ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، أَعْطَاهُ اللهُ إِيَّاهَا وَخَصَّهُ بِهَا، فَقَالَ: (وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ) (الحشر:6) يَقُولُ: بِغَيْرِ قِتَالٍ، فَأَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَهَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَقَسَمَهَا بَيْنَهُمْ وَقَسَمَ مِنْهَا لِرَجُلَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكَانَا ذَوِي حَاجَةٍ لَمْ يَقْسِمْ لِأَحَدٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غَيْرِهِمَا، وَبَقِيَ مِنْهَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي فِي أَيْدِي بَنِي فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

عبدالرحمن بن کعب، ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: قریش کے کفار نے ابن ابی کو خط لکھا اور ان لوگوں کو خط لکھا جن کا تعلق اوس اور خزرج قبیلے سے تھا' جو بتوں کی پوجا کرتے تھے، نبی اکرم ﷺ ان دنوں مدینہ منورہ میں تھے' یہ واقعہ بدر رونما ہونے سے پہلے کی بات ہے، (ان لوگوں نے خط میں یہ لکھا)

''تم لوگوں نے ہمارے فرد کو پناہ دی رکھی ہے، ہم تمہیں اللہ کے نام کی قسم دیتے ہیں کہ یا تو تم ان کے ساتھ لڑائی کرو' یا انہیں (اپنے علاقے) سے نکال دو، یا پھر یہ ہے کہ ہم سب مل کر تم پر دھاوا بول دیتے ہیں، یہاں تک کہ ہم تمہارے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے''

جب یہ خط عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھ والے بت پرستوں تک پہنچا، تو ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ لڑائی کرنے پر اتفاق کر لیا، اس کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ ان سے ملے اور فرمایا:

قریش کی دھمکی کی وجہ سے تم لوگ متاثر ہوئے ہو' لیکن وہ تمہارا اس سے زیادہ نقصان نہیں کر سکتے۔ جتنا تم خود اپنے ہاتھوں کے ذریعے اپنا نقصان کرنا چاہتے ہو اور اپنے بھائیوں سے لڑائی کرنا چاہتے ہو (جو مسلمان ہو چکے ہیں)۔

جب ان لوگوں نے یہ بات سنی تو وہ بکھر گئے، جب قریش کے کفار کو اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہودیوں کو خط لکھا' یہ واقعہ بدر رونما ہو جانے کے بعد کی بات ہے، انہوں نے یہودیوں کو لکھا کہ تم اسلحہ اور قلعوں والے ہو، اس لیے تم یا تو اس فرد کے ساتھ (یعنی نبی اکرم ﷺ اور) ان کے ساتھیوں کے ساتھ لڑائی کرو، یا ہم یہ اور وہ کر دیں گے اور اس وقت ہمارے اور تمہاری

عورتوں کی پازیبوں کے درمیان کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکے گی، جب ان کے خط کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو ملی تو اسی دوران بنونضیر نے وعدہ خلافی پر اتفاق کر لیا انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو پیغام بھجوایا کہ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں میں سے تیس افراد کے ہمراہ ہمارے پاس تشریف لائیں ہم میں سے تیس عالم آئیں گے، درمیان میں کسی جگہ پر ہماری بات ہوگی، اگر انہوں نے آپ کی تصدیق کر دی، اور آپ پر ایمان لے آئے، تو ہم بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے، نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو ان کی صورت حال کے بارے میں بتایا، نبی اکرم ﷺ نے چھوٹے فوجی دستوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور ان کا محاصرہ کر لیا، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ کی قسم! اب تم مجھ سے صرف ایک صورت میں بچ سکتے ہو، اگر تم مجھ سے نئے سرے سے معاہدہ کرو، تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا، نبی اکرم ﷺ اس دن ان کے ساتھ لڑائی کرتے رہے، اگلے دن آپ نے بنوقریظہ پر حملہ کر دیا، جوان چھوٹے دستوں کے ہمراہ تھا، آپ نے بنونضیر کو چھوڑ دیا، آپ نے بنوقریظہ کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ آپ کے ساتھ معاہدہ کر لیں، تو انہوں نے آپ کے ساتھ معاہدہ کر لیا، نبی اکرم ﷺ انہیں چھوڑ کر واپس آئے اور بنونضیر پر ان چھوٹے فوجی دستوں کے ساتھ حملہ کر دیا، آپ نے ان کے ساتھ لڑائی کی، یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس بات پر صلح کی کہ وہ جلا وطن ہو جاتے ہیں، تو بنونضیر جلا وطن ہو گئے، ان کے اونٹوں پر جو ساز و سامان، ان کے گھروں کے دروازے اور لکڑیاں وغیرہ آ سکتے تھے، وہ انہوں نے لاد لیئے، تو بنونضیر کے باغات نبی اکرم ﷺ کو مل گئے، جو ان کے لیے مخصوص تھے، یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا تھے اور یہ آپ ﷺ کے لیے مخصوص کر دیئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ نے اپنے رسول کو مال فے کے طور پر جو عطا کیا ہے، اس کے لیے تم نے گھوڑے یا اونٹ نہیں دوڑائے'' اس سے مراد یہ ہے: جو کچھ تمہیں لڑائی کے بغیر حاصل ہوا' تو نبی اکرم ﷺ نے ان باغات کا اکثر حصہ مہاجرین کو عطا کیا اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیا' ان میں سے دو انصاریوں کو آپ نے حصہ دیا' جو ضرورت مند تھے اس کے علاوہ آپ ﷺ نے کسی بھی انصاری کو حصہ نہیں دیا' اور پھر ان میں سے نبی اکرم ﷺ کے لیے مخصوص زمین بچ گئی' جو بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے پاس رہی۔

غزوہ بنی نضیر:

ہم بتا چکے ہیں کہ یہود اسلام اور مسلمانوں سے جلتے بھنتے تھے۔ مگر چونکہ وہ مرد میدان نہ تھے، سازشی اور دسیسہ کار تھے۔ اس لئے جنگ کے بجائے کینے اور عداوت کا مظاہرہ کرتے تھے اور مسلمانوں کو عہد و پیمان کے باوجود اذیت دینے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور تدبیریں کرتے تھے۔۔ البتہ بنوقینقاع کی جلاوطنی اور کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ پیش آیا تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ اور انہوں نے خوفزدہ ہو کر خاموشی اور سکون اختیار کر لیا، لیکن غزوہ احد کے بعد ان کی جرات پھر پلٹ آئی، انہوں نے کھلم کھلا عداوت و بدعہدی کی۔۔ مدینہ کے منافقین اور ان کے مشرکین سے پس پردہ ساز باز کی اور مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی حمایت میں کام کیا۔ (سنن ابی دواؤد باب خبر النضیر کی روایت سے یہ بات مستفاد ہے۔ دیکھئے، سنن ابی داؤد مع شرح عون المعبود 3۔116 تا 118)

رسول اللہ ﷺ نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی صبر سے کام لیا لیکن رجیع اور معونہ کے حادثات کے بعد یہود کی جرات و

جسارت حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے نبی ﷺ ہی کے خاتمے کا پروگرام بنالیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے چند صحابہ کرام کے ہمراہ یہود کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بنوکلاب کے ان دونوں مقتولین کی دیت میں اعانت کے لئے بات چیت کی (جنہیں حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے غلطی سے قتل کر دیا تھا) ان پر معاہدے کی رو سے یہ اعانت واجب تھی۔ انہوں نے کہا ابوالقاسم! ہم ایسا ہی کریں گے۔ آپ یہاں تشریف رکھئے ہم آپ کی ضرورت پوری کئے دیتے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے ایک گھر کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور ان کے وعدے کی تکمیل کا انتظار کرنے لگے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی تشریف فرما تھی۔ ادھر یہود تنہائی میں جمع ہوئے تو ان پر شیطان سوار ہو گیا اور جو بدبختی ان کا نوشتہ تقدیر بن چکی تھی اسے شیطان نے خوشنما بنا کر پیش کیا۔ یعنی ان یہود نے باہم مشورہ کیا کہ کیوں نہ نبی ﷺ ہی کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے کہا: کون ہے جو اس چکی کو لے کر اوپر جائے اور آپ ﷺ کے سر پر گرا کر کچل دے۔ اس پر ایک بدبخت یہودی عمرو بن حجاش نے کہا، میں۔۔۔ ان لوگوں سے سلام بن مشکم نے کہا بھی کہ ایسا نہ کرو کیونکہ خدا کی قسم انہیں تمہارے ارادوں کی خبر دیدی جائے گی اور پھر ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد و پیماں ہے یہ اس کی خلاف ورزی بھی ہے۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور اپنے منصوبے کو روبہ عمل لانے کے عزم پر برقرار رہے۔ ادھر رب العلمین کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے اور آپ ﷺ کو یہود کے ارادے کی خبر دی۔ آپ ﷺ تیزی سے اٹھے اور مدینے کے لئے چل پڑے بعد میں صحابہ کرام بھی آپ ﷺ سے آن ملے اور کہنے لگے، آپ ﷺ اٹھ آئے اور ہم سمجھ نہ سکے۔ آپ ﷺ نے بتلادیا کہ یہود کا کیا ارادہ تھا۔ مدینہ واپس آ کر آپ ﷺ نے فوراً ہی محمد بن مسلمہ کو بنی نضیر کے پاس روانہ فرمایا اور انہیں یہ نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ۔ اب یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے اس کے بعد جو شخص پایا جائے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔ اس نوٹس کے بعد یہود کو جلاوطنی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا چانچہ وہ چند دن سفر کی تیاریاں کرتے رہے۔ لیکن اسی دوران عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ پر برقرار رہو، ڈٹ جاؤ، اور گھر بار نہ چھوڑو۔ میرے پاس دو ہزار مردان جنگی ہیں جو تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہو کر تمہاری حفاظت میں جان دے دیں گے۔ اور اگر تمہیں نکالا ہی گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز نہیں دبیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اور بنوقریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے حلیف ہیں وہ بھی مدد کریں گے۔ یہ پیغام سن کے یہود کی خود اعتمادی پلٹ آئی اور انہوں نے طے کر لیا کہ جلاوطن ہونے کے بجائے ٹکر لی جائے گی۔ ان کے سردار حیی بن اخطب کو توقع تھی کہ رئیس المنافقین نے جو کچھ کہا ہے وہ پورا کرے گا۔ اس لئے اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جوابی پیغام بھیج دیا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلتے آپ ﷺ کو کرنا ہے کرلیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں کے لحاظ سے یہ صورت حال نازک تھی۔ کیونکہ ان کے لئے اپنی تاریخ کے اس نازک اور پیچیدہ موڑ پر دشمنوں سے ٹکراؤ کچھ زیادہ مفید و مناسب نہ تھا۔ انجام خطرناک ہو سکتا تھا۔ آپ ﷺ دیکھ ہی رہے ہیں کہ سارا عرب مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اور مسلمانوں کے دو تبلیغی وفود بھی نہایت بے دردی سے تہ تیغ کیے جا چکے تھے۔ پھر بنی نضیر کے یہود اتنے طاقتور تھے کہ ان کا ہتھیار

ڈالنا آسان نہ تھا۔ اوران سے جنگ مول لینے میں طرح طرح کے خدشات تھے۔ مگر بئر معونہ کے المیے سے پہلے اوراس کے بعد کے حالات نے جونئی کروٹ لی تھی۔ اس کی وجہ سے مسلمان قتل اور بدعہدی جیسے جرائم کے سلسلہ میں زیادہ حساس ہو گئے تھے اور ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف مسلمانوں کا جذبہ فزوں تر ہو گیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے طے کر لیا کہ چونکہ بنونضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا پروگرام بنایا تھا اس لئے ان سے بہر حال لڑنا ہے۔ خواہ اس کے نتائج جو بھی ہوں چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حی بن اخطب کا جوابی پیغام ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام نے کہا "اللہ اکبر" اور پھر لڑائی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا انتظام سونپ کر بنونضیر کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں علم تھا بنونضیر کے علاقہ میں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ادھر بنونضیر نے اپنے قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ لی اور قلعہ بند ہو کر فصیل سے تیر اور پتھر برساتے رہے چونکہ کھجور کے باغات ان کے لئے سپر کا کام دے رہے تھے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان درختوں کو کاٹ کر جلا دیا جائے۔ بعد میں اسی طرف اشارہ کر کے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

وھان علی سراۃ بنی لؤی .... حریق بالبویرۃ مستطیر

بنی لؤی کے سرداروں کے لئے یہ معمولی بات ہی کہ بیرہ میں آگ کے شعلے بلند ہوں۔ (بویرہ۔۔۔ بنونضیرے کے نخلستان کا نام تھا) اور اسی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی نازل ہوا۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ (الحشر:5)

تم نے کھجور کے جو درخت کاٹے یا جنہیں اپنے تنوں پر کھڑا رہنے دیا وہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا۔ اور ایسا اس لئے کیا گیا تھا تا کہ ان فاسقوں کو رسوا کرے۔

بہر حال جب ان کا محاصرہ کر لیا گیا تو بنوقریظہ ان سے الگ تھلگ رہے۔ عبداللہ بن ابی نے بھی خیانت کی اوران کے حلیف غطفان بھی مدد کو نہ آئے۔ غرض یہ کہ کوئی بھی انہیں مدد دینے یا ان کی مصیبت ٹالنے پر آمادہ نہ ہوا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے واقعے کی مثال یوں بیان فرمائی:

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ۔ (الحشر:16)

جیسے شیطان انسان سے کہتا ہے کفر کرو اور جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے تو شیطان کہتا ہے میں تم سے بری ہوں" محاصرے نے کچھ زیادہ طول نہیں پکڑا بلکہ صرف چھ رات۔ یا بقول بعض پندرہ رات۔ جاری رہا کہ اس دوران اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کے حوصلے ٹوٹ گئے وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلوا بھیجا کہ ہم مدینے سے نکلنے کو تیار ہیں۔ آپ نے ان کی جلاوطنی کی پیش کش قبول کی اور یہ بھی منظور فرمالیا کہ وہ اسلحہ کے سوا باقی ساز و سامان اونٹوں پر لاد سکتے ہوں سب لے کر بال بچوں سمیت چلے جائیں۔ بنونضیر نے اس منظوری کے بعد ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے ہاتھوں اپنے مکانات اجاڑ ڈالے تا کہ دروازے اور کھڑکیاں بھی لاد لے جائیں۔ بلکہ بعض نے تو چھت کی کھڑکیاں اور دیواروں کی کھونٹیاں بھی لاد لیں۔ پھر عورتوں

اور بچوں کو سوار کیا اور چھ سو اونٹوں پر لدلدا کر روانہ ہو گئے۔ بیشتر یہود اور ان کے بڑے مثلاً حی بن اخطب اور سلام بن ابی الحقیق نے خیبر کا رخ کیا ایک جماعت ملک شام روانہ ہوئی صرف دو آدمیوں یعنی یامین رضی اللہ عنہ بن عمر اور ابوسعید رضی اللہ عنہ بن وہب نے اسلام قبول کیا لہٰذا ان کے مال کو ہاتھ نہیں لگایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے شرط کے مطابق بنونضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضے میں لے لئے ہتھیار میں پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔ بنونضیر کے یہ باغات زمین اور مکانات خالص رسول اللہ ﷺ کا حق تھا۔ آپ ﷺ کو اختیار تھا کہ آپ ﷺ اسے اپنے لئے محفوظ رکھیں یا جسے چاہیں دیں۔ چنانچہ آپ نے (مال غنیمت کی طرح) ان اموال کا خمس (پانچواں حصہ) نہیں نکالا کیونکہ اسے اللہ نے آپ ﷺ کو بطور فے دیا تھا۔ مسلمانوں نے اس پر گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر اسے (بزور شمشیر) فتح نہیں کیا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے اس اختیار خصوصی کے تحت اس پورے مال کو صرف مہاجرین اولین پر تقسیم فرمایا۔ البتہ دو انصاری صحابہ کرام یعنی ابودجانہ اور سہل رضی اللہ عنہ کو ان کے فقر کے سبب اس میں سے کچھ عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے (ایک چھوٹا سا ٹکڑا اپنے لئے محفوظ رکھا جس میں سے آپ) اپنی ازادج مطہرات کا سال بھر کا خرچ نکالتے تھے اور اس کے بعد جو کچھ بچتا تھا اسے جہاد کی تیاری کے لئے ہتھیار اور گھوڑوں کی فراہمی میں صرف فرما دیتے تھے۔ غزوہ بنی نضیر ربیع الاول 4 ہجری بمطابق اگست 625ء میں پیش آیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس تعلق سے پوری سورۃ حشر نازل کر دی۔ جس میں یہود کی جلاوطنی کا نقشہ کھینچتے ہوئے منافقین کے طرز عمل کا پردہ فاش کیا گیا۔ اور مال فے کے احکام بیان فرماتے ہوئے مہاجرین اور انصار کی مدح وستائش کی گئی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنگی مصالح کے پیش نظر دشمن درخت کاٹے جاسکتے ہیں۔ اور ان میں آگ لگائی جاسکتی ہے۔

3005 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ يَهُودَ النَّضِيرِ، وَقُرَيْظَةَ، حَارَبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي النَّضِيرِ، وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ، حَتَّى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ بَعْدَ ذَلِكَ، فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ، وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ، وَأَوْلَادَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّنَهُمْ وَأَسْلَمُوا، وَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ، بَنِي قَيْنُقَاعَ، وَهُمْ قَوْمُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ، وَكُلَّ يَهُودِيٍّ كَانَ بِالْمَدِينَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نضیر اور قریظہ قبیلے نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگ کی تو نبی اکرم ﷺ نے بنونضیر کو جلاوطن کر دیا اور قریظہ قبیلے کے لوگوں کو وہاں رہنے دیا آپ نے ان پر احسان کیا یہاں تک کہ جب بعد میں قریظہ قبیلے کے لوگوں نے لڑائی کی، تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے مردوں کو قتل کروادیا، ان کی عورتوں، بچوں اور زمینوں کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کروادیا، صرف چند لوگ اس سے مستثنیٰ رہے، جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مل گئے تھے، آپ پر ایمان لے آئے تھے، انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں رہنے والے تمام یہودیوں کو جلاوطن کروادیا تھا، بنوقینقاع کو بھی جلاوطن کروایا، جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قوم تھی، بنوحارثہ کے یہودیوں کو بھی جلاوطن کروادیا، مدینہ میں موجود ہر

یہودی کو جلاوطن کروا دیا۔

غزوہ بنونضیر اور تاریخی واقعات کا بیان

1۔علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اور دیگر عربی مراجع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یثرب شہر کو آباد کرنے والے عمالقہ تھے۔جس شخص نے اس کا سنگ بنیاد رکھا اس کا نام یثرب بن مہلایل بن عوص بن عملیق تھا۔گویا یہ شہر اپنے بسانے والے کے نام سے ہی مشہور ہو گیا۔عمالقہ کا کام فتنہ وفساد برپا کرنا،راہزنی،قذافی اور بد معاشی تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام،نے حضرت یوشع کی قیادت میں بنی اسرائیل کا ایک لشکر عمالقہ کی بیخ کنی کے لیے یثرب روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔یوشع نے اپنی اسرائیلی فوج کے ساتھ یثرب پر حملہ کیا،ان کو شکست فاش دی اور اس نسل کے جتنے آدمی تھے سب کو تہ تیغ کر دیا۔صرف ان کے بادشاہ سمیدع بن ہومر کا ایک نوجوان لڑکا جو حد درجہ خوبصورت تھا اسے انہوں نے زندہ رہنے دیا تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود اس کے بارے میں فیصلہ کریں۔جب یہ فاتح لشکر اپنے وطن کی طرف لوٹا تو اس کے پہنچنے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام رحلت فرما گئے وہاں کے یہودیوں کو جب پتہ چلا کہ یوشع نے عمالقہ کے بادشاہ کے لڑکے کو قتل نہیں کیا تو وہ سخت برہم ہو گئے اور ان پر موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی کا الزام لگایا اور انہیں اپنے علاقہ میں سکونت کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ان لوگوں نے یہ سوچا کہ بجائے ان کے ہم ادھر ادھر مارے مارے پھریں کیوں نہ اس شہر میں جا کر آباد ہو جائیں جس کو انہوں نے ابھی ابھی فتح کیا ہے۔چنانچہ وہ یثرب واپس آ گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔یہ پہلا یہودی گروہ جو یہاں آ کر آباد ہوا۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۚ مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا ۖ وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا ۖ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ ۚ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ۝

وہی ہے جس نے اُن کافر کتابیوں کو (یعنی بنونضیر کو) پہلی جلاوطنی میں گھروں سے (جمع کر کے مدینہ سے شام کی طرف) نکال دیا۔تمہیں یہ گمان (بھی) نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انہیں یہ گمان تھا کہ اُن کے مضبوط قلعے انہیں اللہ (کی گرفت) سے بچا لیں گے پھر اللہ (کے عذاب) نے اُن کو وہاں سے آ لیا جہاں سے وہ گمان (بھی) نہ کر سکتے تھے اور اس (اللہ) نے اُن کے دلوں میں رعب ودبدبہ ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور اہلِ ایمان کے ہاتھوں ویران کر رہے تھے۔پس اے دیدۂ بینا والو! (اس سے) عبرت حاصل کرو۔

2۔بخت نصر نے جب یروشلم پر حملہ کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہیکل سلیمانی کو گرا کر پیوند زمین کر دیا۔بہت سے یہودیوں کو بے دریغ قتل کر دیا اور بے شمار لوگوں کو جنگی قیدی بنا کر اپنے ہمراہ لے گیا اس وقت یہودیوں کے چند قبائل یثرب میں آ کر آباد ہو گئے۔یاد رہے کہ بخت نصر نے 587 قبل مسیح کو یروشلم پر حملہ کیا تھا۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:من ذلك الزمان (زمان بخت نصر) تفرقت بنو اسرائيل في البلاد فنزلت طائفة

منهم الحجاز وطائفة منهم الحجاز وطائفة يثرب وطائفة وادي القرى وذهبت شر ذمة منهم الى مصر. (البدایہ والنہایہ ص93۔ج2)

ترجمہ: یعنی بخت نصر کے حملہ کے زمانہ میں بنو اسرائیل مختلف علاقوں میں تتر بتر ہو گئے۔ ان میں سے ایک طائفہ حجاز میں، ایک یثرب میں، ایک وادی القریٰ میں جا کر اقامت گزین ہو گیا اور ایک چھوٹا سا گروہ مصر چلا گیا۔

3۔ جب رومیوں نے شام، فلسطین اور نواحی علاقوں پر قبضہ کیا اور یہودی آبادیوں کو ویرانوں میں بدل دیا۔ ان کے مردوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اس بھگدڑ میں بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنی بھدل وہاں سے جان بچا کر بھاگ آئے اور یثرب میں اقامت اختیار کر لی۔ ابن خلدون لکھتے ہیں: وظهر الروم على بني اسرائيل بالشام فقتلوهم وسبو وخرج بنو نضیر و بنو قریظہ و بنو بھدل حجاز کی طرف بھاگ آئے۔ رومیوں نے ان کا تعاقب کیا لیکن عرب صحرا کی دھوپ برداشت نہ کر سکے اور پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے۔

ڈاکٹر احمد امین نے فجر الاسلام میں اسی قول کی تائید کی ہے۔ (ص24،23)

یہ تین اقوال کتب تاریخ میں پائے جاتے ہیں، ان میں سے کسی کو صحیح اور کسی کو غلط کہنا بلا وجہ تکلف ہے کیونکہ ان تینوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں، ہو سکتا ہے کہ سب سے پہلے یوشع اور ان کے ساتھی یثرب آ کر آباد ہوئے ہوں۔ پھر جب 587 ق م میں بخت نصر نے یروشلم کو آ کر تباہ و برباد کر دیا تو اس وقت یہودیوں کے چند قبائل بھاگ نکلے اور حجاز کے مختلف خطوں میں آ کر آباد ہو گئے ہوں۔ تیماء، فدک، خیبر، وادی القریٰ کے سرسبز علاقے انہوں نے اپنی رہائش کے لیے منتخب کر لیے ہوں۔ پھر جب رومیوں نے آ کر شام و فلسطین پر قبضہ کر لیا اور یہودیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہوں تو اس وقت یہ تین قبیلے کسی طرح جان بچا کر حجاز کی طرف بھاگ آئے ہوں اور یثرب میں جہاں پہلے سے ان کے دینی بھائی رہائش پذیر تھے وہاں پہنچ گئے ہوں۔ جب قومیں ہجرت کرتی ہیں تو اس کے تمام افراد یکبارگی نقل مکانی نہیں کیا کرتے۔ کسی حادثہ کے وقت ان میں سے بعض ترک وطن میں پیش قدمی کرتے ہیں۔ جب کوئی اور افتاد پڑتی ہے تو بعض دوسرے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں اپنے وطن کو خیر باد کہتے ہیں۔ پھر کسی نئی قیامت کے برپا ہونے پر باقیماندہ لوگ بھی کوچ کر جاتے ہیں۔ یہی حال یہودیوں کی ہجرت کا ہے جو مختلف مقامات اور مختلف حالات میں وقوع پذیر ہوئی۔

اوس اور خزرج جن کو بعد میں انصار اسلام بننے کا شرف حاصل ہوا اور اسی لقب سے مشہور عالم ہوئے۔ ان کا اصل وطن یمن تھا اور ان کا تعلق یمن کے ایک مشہور قبیلہ بنی ازد سے تھا جو یمن کے خوشحال ملک میں عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کی پاداش میں وہ تباہ کن سیلاب آیا جس نے سد مآرب کے پرخچے اڑا دیے تو سارا یمن تباہ و برباد ہو گیا۔ جس کا تفصیلی تذکرہ آپ سورۂ سبا کے حواشی میں ضیاء القرآن جلد چہارم میں پڑھ آئے ہوں گے۔ جو لوگ اس طوفان کی زد میں آ گئے وہ تو لقمۂ اجل بن گئے لیکن جو لوگ بچ گئے ان کے باغات، ان کی زرعی زمینیں، ان کے قصور محلات سب تباہ و برباد ہو گئے انہوں نے بھی اسی میں سلامتی سمجھی کہ یہاں سے نقل مکانی کر کے کسی ایسے گوشہ میں رہائش اختیار کریں جہاں وہ امن و سکون کی زندگی بسر

کرسکیں۔ انہی میں سے ازد کا قبیلہ بھی تھا۔ ابن خلدون لکھتے ہیں:

نزلت ازد شنوءة الشام بالسراة خزاعة بطوی ونزلت غسان بصری وارض الشام ونزلت ازد عمان الطائف ونزلت الاوس والخزرج یثرب (ص596،ج2)

ترجمہ: یعنی سیل العرم کے بعد ازد یمن سے نکلے، ان کا ایک حصہ ازد شنوءۃ شام سراۃ میں جا کر آباد ہوا۔ خزاعہ طویٰ میں غسان بصریٰ میں اور سرزمین شام میں اور ازد عمان، طائف میں، اوس اور خزرج یثرب میں جا کر اقامت گزین ہوئے۔

اوس وخزرج نے یثرب کی نواحی آبادیوں اور اردگرد کے گاؤں میں سکونت اختیار کی۔ لیکن ازد نے کب ہجرت کی اور وہ تباہ کن سیلاب کب آیا۔ جس نے اس سنگین چٹانوں سے بنے ہوئے بند کو درہم برہم کر دیا اس کے بارے میں کتب تاریخ میں متعدد اقوال مذکور ہیں (1) سد مآرب میں پہلا زبردست شگاف ولادت مسیح علیہ السلام کے قریبی زمانہ میں ہوا۔ اگرچہ سارا ڈیم برباد نہیں ہوا تھا۔ لیکن یہ شگاف اتنا ہولناک تھا کہ اب اس بند کی پختگی پر مزید بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس لیے لوگوں نے وہاں سے ترک وطن کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جرجی زیدان العرب قبل الاسلام میں لکھتے ہیں:

وتفرقت قبائل الزد وغیرھا فی جزیرۃ العرب بسبب ذلك بان ذلك وقع حوالی تاریخ المیلاد.

یعنی سب سے پہلے شگاف مسیح علیہ السلام کے قریبی زمانہ میں ہوا جس سے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا اور انہوں نے نقل مکانی کر کے محفوظ مقامات پر آباد ہونا شروع کر دیا۔

اس قول کے مطابق اوس وخزرج پہلی صدی عیسوی میں یثرب میں جا کر آباد ہوئے۔

2۔ ڈاکٹر احمد امین "فجر الاسلام" میں 300ء میں اوس وخزرج کی آمد یثرب میں ثابت کرتے ہیں۔

3۔ بعض کا خیال ہے کہ سیلاب عظیم جس نے بند کو ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد کر دیا وہ 450 عیسوی یا 451 عیسوی میں آیا۔ اس تیسرے قول کے مطابق یثرب میں اوس وخزرج کی آمد پانچویں صدی کے نصف آخر میں ہوگی۔

یہ تو ممکن ہے کہ سیلاب عظیم 450ء میں آیا ہو، لیکن اس سے پہلے قولوں کی تردید نہیں ہوسکتی۔ ممکن ہے کہ ابتداء میں کوئی شگاف پڑے ہوں اور اس ڈیم میں ذخیرہ شدہ پانی بہہ گیا ہو، لیکن اس سے ڈیم کلیتاً تباہ نہ ہوا ہو اور سیلاب کے اختتام پر حکومت وقت نے اس کی مرمت کر دی ہو اور اس طرح ڈیم کسی نہ کسی طرح باقی رہا ہو۔

اوس وخزرج اپنے اہل وعیال کے ساتھ جب یثرب پہنچے تو وہاں یہودی صدیوں سے آباد تھے۔ بازار اور منڈیاں ان کے قبضہ میں تھیں۔ زرعی زمینوں اور باغات کے وہ مالک تھے۔ سیاسی لحاظ سے بھی ان کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ جو عرب قبائل وہاں آباد تھے ان کی کوئی سیاسی حیثیت نہ تھی۔ وہ یہودیوں کے زیر فرمان اپنی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اوس وخزرج یثرب کی نواحی بستیوں یا اردگرد کے گاؤں میں سکونت پذیر رہے۔ ابتداء میں انہوں نے یہود کی پناہ لی اور ان کی بالادستی کو تسلیم کر لیا کچھ عرصہ تک حالات ایسے ہی رہے۔ اس اثنا میں اوس وخزرج کی تعداد بڑھتی گئی یہاں تک کہ ان کی جمعیت میں کافی اضافہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ ان میں ایک مرد میدان مالک بن عجلان پیدا ہوا۔ جب اس نے اپنے قبیلہ کی قیادت سنبھالی تو اس نے یہود کے تغلب سے اپنے قبیلہ کو رہائی

دلانے کے لیے سوچنا شروع کر دیا۔ اس وقت ان کا ایک بھائی بند ابوحبیلہ شام میں غسان کے علاقے کا فرمانروا تھا۔ اس کا قبیلہ بھی سیل عرم کے باعث یمن سے ترک سکونت کر کے شام میں جا کر آباد ہو گیا تھا۔ مالک اس کی خدمت میں پہنچا، اپنی اور اپنی قوم کی خستہ حالی اور غربت وافلاس کا شکوہ کیا۔ نیز یہودیوں کی بالادستی سے بھی اسے مطلع کیا۔ ابی حبیلہ نے کہا کہ جس طرح ہم نے اہل غسان پر غلبہ حاصل کر لیا ہے، تم نے یثرب کے یہودیوں کو اپنا زیر نگیں کیوں نہیں بنایا۔ اس نے مالک سے وعدہ کیا کہ میں لشکر لے کر تمہاری امداد کے لیے آؤں گا تم تیار رہنا۔ مالک، ابوحبیلہ سے پختہ وعدہ لینے کے بعد واپس یثرب آیا اور اپنی قوم کو حقیقت حال سے خبردار کیا۔ انہیں کہا کہ وہ ہر وقت چست رہیں۔ کچھ عرصہ ابوحبیلہ ایک لشکر جرار لے کر اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے یثرب کی طرف روانہ ہوا "ذی حرض" کے مقام پر پہنچ کر اس نے قیام کیا اور اوس وخزرج کو اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے قاصد روانہ کیا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ یہودی اس کی آمد کے بارے میں سن کر اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند نہ ہو جائیں اس نے یہودیوں کو خصوصی دعوت بھیجی کہ وہ آ کر اس سے شرف ملاقات حاصل کریں۔ چنانچہ یہودی اپنے نوکروں، خادموں سمیت وہاں پہنچے جب وہ اس کی حویلی میں داخل ہوئے تو اس نے اپنے لشکریوں کو کہا کہ ان سب کو تہ تیغ کر دو، کوئی بھی بچنے نہ پائے۔ پھر اس نے اوس وخزرج کے نوجوانوں کو کہا اگر اب بھی تم نے اس علاقہ پر قبضہ نہ کیا تو میں تم تمام کو نذر آتش کر دوں گا۔ یہ کہہ کر خود شام کی طرف لوٹ آیا۔ اس طرح یہودیوں کا غلبہ ختم ہوا اور اوس وخزرج کو سیاسی برتری حاصل ہوگئی اور ان کی قوت شوکت کے سامنے یہود کو سر جھکانا پڑا۔

(ابن خلدون ص597، ج2)

اس وقت یہودیوں کے تین مشہور قبیلے وہاں آباد تھے۔ بنوقینقاع، بنی نضیر اور بنوقریظہ۔ بنوقینقاع، زرگری، آہنگری اور برتن سازی کا کام کیا کرتے تھے۔ انہیں بنی خزرج کی پناہ حاصل تھی۔ نیز ان کی دوسرے یہودی قبیلوں بنی نضیر اور بنوقریظہ سے سخت ان بن تھی۔ اس لیے وہ یثرب کے شہر میں رہتے تھے اور کوئی ان سے مزاحمت نہیں کرتا تھا، لیکن اس قتل عام کے بعد بنی نضیر اور بنی قریظہ نے سلامتی اسی میں سمجھی کہ وہ یثرب شہر کے اندر رہنے کے بجائے باہر اپنی بستیاں قائم کریں تا کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرسکیں۔ بے شک اب اقتدار اور سیاسی قوت کے مالک اوس وخزرج تھے۔ لیکن یہود کا اثر ونفوذ بھی کچھ کم نہ تھا۔ وہ سودی کاروبار میں بڑے چست و چالاک تھے۔ لوگوں کو قرض دیتے اور بھاری شرح پر سود وصول کرتے اور سود در سود کا چکر تو ایسا تھا کہ جو شخص ایک مرتبہ اس چکر میں پھنس جاتا عمر بھر نکلنے کی صورت پیدا نہ ہوتی۔ کاروبار، منڈیاں اور بازار سب یہودیوں کے تصرف میں تھے اس لیے مالی لحاظ سے ان کا گہرا اثر تھا۔

کچھ عرصہ تک اوس اور خزرج کے قبائل میں اتحاد واتفاق رہا۔ اس کی برکت سے وہ خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے، لیکن آخر کار ان میں باہمی رنجشیں اور حسد وبغض کے آثار رونما ہونے لگے۔ یہودی تو ان لمحات کے لیے ترس رہے تھے فوراً انہوں نے دو برادر قبائل کے درمیان افتراق وانتشار کی خلیج کو وسیع تر کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ ان کے مالی مفادات کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ پرامن زندگی بسر کریں، کسی لڑائی اور فساد میں حصہ نہ لیں۔ لیکن ان دو قبیلوں کے اتحاد میں انہیں اپنی موت نظر آتی تھی۔ وہ ان کو آپس میں لڑانا بھڑانا ضروری سمجھتے تھے اور اس کے لیے وہ مالی بحران کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنے کے لیے تیار تھے۔ چنانچہ

جب اوس وخزرج میں جنگ ہوتی تو ہر یہودی قبیلہ اپنے حلیف کے ساتھ مل کر اپنے یہودی بھائیوں کے ساتھ لڑنے سے باز نہ آتا۔ یہ حالت تھے جب اسلام کی کرنیں آہستہ آہستہ یثرب کی تاریک فضا کو منور کرنے لگیں کچھ عرصہ بعد حضور رحمت عالم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب میں تشریف لے آئے۔ یہودی اپنی مذہبی کتابوں کے مطالعہ کے باعث اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک نبی آخرالزماں تشریف لانے والا ہے۔ اس کی آمد سے ان کے مصائب کی شب تار بھی صبح آشنا ہوگی۔ جب تبع نے یثرب کی بستی کو برباد کرنے کا عزم کیا تو وہ یہودی علماء ہی تھے جنہوں نے اسے یہ کہہ کر اس اقدام سے روکا کہ تم اس بستی پر کبھی غلبہ نہیں پاسکتے۔ اس نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ یہ نبی آخرالزماں کی ہجرت گاہ ہے۔ اس پر کوئی جابر غالب نہیں آسکتا۔ انہیں کے بتانے پر تبع نے اسلام قبول کیا تھا جس کی تفصیل آپ ضیاء القرآن جلد چہارم ص 442 سورۃ دخان آیت 37 کے حواشی میں ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔

نیز جس وقت انہیں کسی کافر حملہ آور سے نبرد آزما ہونا پڑتا تو وہ اللہ تعالیٰ کا جناب میں حضور نبی کریم کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگا کرتے۔ (بقرہ۔89 جلد اول ضیاء القرآن)

اس لیے حضور ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضور ﷺ کے استقبال کرنے والوں میں یہ بھی پیش پیش تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ پہنچ کر وہاں امن وامان کی فضا برقرار رکھنے کے لیے معاہدات کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تاکہ برائے نام قسم کی اجنبیت کا احساس بھی باقی نہ رہے۔ تمام مسلمان محبت والفت کے رنگ میں رنگے جائیں۔ مدینہ طیبہ میں دوسری جمعیت یہودی کی تھی، اگرچہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود حضور ﷺ نے ان کے ساتھ دوستی کا معاہدہ مساوی بنیادوں پر کیا۔ معاہدہ کی دفعات کا مطالعہ کر کے انسان حیران ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کس طرح ان کو مذہبی آزادی، معاشرتی اور معاشی مساوی حیثیت سے بہرہ اندوز فرمایا تھا۔ اس معاہدہ کی چند دفعات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

وان الیهود ینفقون مع المومنین ماداموا محاربین. وان یهود بنی عوف امة مع المومنین للیهود دینهم وللمسلمین دینهم موالیهم وانفسهم من اظلم واثم فانه لا یوقع الا نفسه واهل بیته. وان علی الیهود نفقتهم علی المسلمین نفقتهم وان بینهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحیفة فان یثرب حرام جرفها لاهل هذه الصحیفة (ابن ہشام ص 122۔ ج 2)

ترجمہ: یہودی اور مسلمان اپنے اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے جب تک وہ مل کر جنگ کریں گے اور بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک گروہ ہیں۔ یہودیوں کے لیے ان کا دین، مسلمانوں کے لیے ان کا دین، سوائے اس شخص کے جو ظلم کرتا ہے اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے پس وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو برباد کرتا ہے۔ یہود پر اپنے مصارف کی ذمہ داری ہے، مسلمانوں پر اپنے مصارف کی۔ اس معاہدہ میں شریک ہونے والے لوگوں کے ساتھ جو شخص جنگ کرے گا۔ یہ ایک دوسرے کی اس کے مقابلہ میں امداد کریں گے اور ان کے درمیان ایک دوسرے کے لیے خلوص وخیر خواہی لازمی ہے۔ گناہ سے اجتناب ضروری ہے اور یثرب کے اندر کسی قسم کا فتنہ وفساد کرنا شرکائے معاہدہ کے لیے حرام ہے"۔

جن منصفانہ بلکہ فیاضانہ شرائط پر یہ معاہدہ طے ہوا تھا۔ توقع تو یہی تھی کہ اس معاہدہ کے جملہ شرکاء صدق دل سے اس کی پابندی کریں گے۔ مہاجر وانصار ہر وقت اس معاہدہ کی شرائط کو پیش نظر رکھتے لیکن یہودیوں کے کچھ عرصہ بعد اس معاہدہ کی اہمیت کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا جس کی متعدد وجوہات تھیں۔

1۔ انہوں نے مسلمانوں کے استقبال میں گرمجوشی سے اس لیے حصہ لیا تھا کہ ان کا گمان تھا کہ یہ لٹے پٹے مہاجر، جن کی مالی حالت از حد خستہ ہے، ان کے ممنون احسان ہو کر رہیں گے اور وہ ان تو وارد مسلمانوں کی طرح طرح کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے انہیں آلہ کار بنائیں گے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ اس لام نے اپنے ماننے والوں میں جو ذہنی انقلاب برپا کیا ہے اس نے ان کو بالکل ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ ان کا سر اطاعت صرف اپنے رب، اپنے ہادی ومرشد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالی میں جھک سکتا ہے کسی اور قوت کے سامنے ان کی گردن خم نہیں ہو سکتی ان کا ایک اپنا شخص ہے جو انہیں از حد عزیز ہے۔ وہ کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ اس چیز نے یہودیوں کو مسلمانوں متنفر کرنا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ اوس وخزرج جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے نبی رحمت کے طفیل آپس میں بھائی بھائی بنتے جا رہے ہیں۔ انہیں اس اتحاد میں اپنے منصوبوں کی ناکامی کا خدشہ نظر آنے لگا۔ نیز شریعت اسلامیہ کے وہ احکام جن کا تعلق معاشی، اخلاق زندگی سے تھا وہ سراسر ان کے مفادات سے ٹکراتے تھے۔

اسلام، سود سے بڑی سختی سے منع کرتا ہے، بلکہ سود خوروں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کی دھمکی دیتا ہے اور یہودیوں کی ساری خوشحالی کا دارومدار سود خوری پر تھا وہ کب یہ گوارا کر سکتے تھے کہ ایک ایسی منظم جماعت وجود میں آجائے جو طاقت میں آنے کے بعد بزور بازو سودی کاروبار کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے۔ کم تولنا، کم ناپنا، خریدار کی سادہ لوحی سے ناجائز فائدہ اٹھانا اسلام نے قطعاً حرام قرار دیا تھا۔ لیکن ان کی تجارت کا فروغ نفع اندوزی کے ان ناجائز ذرائع پر تھا۔ چنانچہ مسلمانوں سے جو حسین توقعات انہوں نے وابستہ کر رکھی تھیں ان کے پورے ہونے کی امید نہ رہی۔ نیز ان کا وجود ان کی معاشی خوشحالی اور اور اخلاقی گراوٹ کے لیے پیام مرگ تھا، اس لیے وہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ جب وہ اسلام کو نقصان پہنچا سکتے ہوں۔

بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اہل مکہ کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی اسلام کے خلاف نفرت وعداوت کے شعلے تیزی سے بھڑکنے لگے کعب بن اشرف جو بنی نضیر کا سردار تھا، وہ چپکے سے مکہ آیا اور میدان بدر میں ان کے مقتولوں کی تعزیت کے بعد ان کے پسماندگان کو مسلمانوں سے انتقام لینے پر بھڑکایا اور بڑے پر جوش قصیدے کہے جن میں مرنے والوں کا مرثیہ بھی تھا اور مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کی ترغیب بھی تھی۔ اس کے بعد غزوۂ احد ہوا جس میں مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا۔ اس کے معاً بعد بئر معونہ کا حادثہ فاجعہ پیش آیا۔ ان چیزوں نے یہودیوں کے حوصلوں کو تقیت دی اور وہ معاہدہ کی شرائط کو پورا کرنے میں بڑی بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ ان کے شعراء مسلم خواتین کا نام لے کر عشقیہ غزلیں لکھا کرتے۔ اگر کوئی مسلمان خاتون ان کے محلے میں جانکلتی تو اس کی توہین کرنے سے بھی باز نہ آتے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو

مقتولوں کی دیت ادا کرنے کے بارے میں بنی نضیر کے ہاں گئے۔ انہوں نے آپ کو دیوار کے قریب بٹھایا در پردہ یہ سازش کی کہ ان میں سے ایک آدمی اوپر جا کر ایک بھاری پتھر آپ پر لڑھکا دے۔ اس قسم کے نازیبا واقعات تھے جو یکے بعد دیگر پیش آ رہے تھے۔ چنانچہ بنی نضیر کی بیخ کنی کے لیے فیصلہ کن اقدام ناگزیر ہو گیا، ورنہ یہ مارھائے آستین کسی وقت ڈس کر نقصان عظیم پہنچا سکتے تھے۔ اس سورۂ مبارکہ میں اسی غزوہ کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دانائی اور حکمت کو ثابت کرنے کے لیے بنی نضیر کے انجام کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا کہ دیکھو ان کے قلعے کتنے سنگین، ان کی گڑھیاں کتنی مضبوط تھیں۔ ان کے پاس اسلحہ کے کتنے ذخائر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو یوں مرعوب کر دیا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے شاندار گھروں کو برباد کرنے لگے اور بغیر جنگ کیے ہوئے اپنے صدہا سال کے وطن عزیز کو چھوڑنے پر رضامند ہو گئے۔ پھر یہ بتایا کہ انہیں یہ سزا اس لیے دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے تھے اور جو بھی یہ وتیرہ اختیار کرے گا اس کو اسی قسم کے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔ 2۔ اس کے بعد بتایا کہ دشمن کو شکست دینے کے لیے جنگی تدابیر ناگزیر ہیں اور جنگی ضرورتوں کے لیے دشمن کے پھل دار درختوں کو کاٹنا مباح ہے۔

3۔ مال فئے کی تقسیم کا حکم بتایا نیز آیت نمبر 7 میں اسلامی نظام معاشیات کے اہم ستون کا ذکر کر دیا۔ کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم۔

اس کے بعد اپنے محبوب کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا۔ پھر مہاجرین و انصار کی تعریف کر کے ان کی عزت افزائی فرمائی۔
دوسرے رکوع میں منافقین کی رذیل حرکات پر انہیں سرزنش کی کہ بظاہر تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہا کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ کفر کے دلدادہ ہیں اور اسلام کے دشمن جب حضور نے بنی نضیر کو الٹی میٹم دیا کہ اتنے روز میں مدینے سے نکل جاؤ تو عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے ان کو کہلا بھیجا کہ مت نکلنا میں دو ہزار کا لشکر لے کر تمہاری مدد کے لیے آ جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ یہ منافقین جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر جنگ چھڑ گئی تو وہ یہود کا بھی ساتھ نہیں دیں گے۔

آخری رکوع میں دوسرے مضامین کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا ذکر فرمایا جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ قرآن کریم میں اتنے اسماء حسنیٰ اور کہیں یکجا نہیں۔

1 اس سورت میں مدینہ کی نوخیز اسلامی ریاست کو ایک عظیم فتنہ سے نجات دینے کا ذکر ہو رہا ہے اور نجات بھی ان حالات میں جبکہ بظاہر اس کا کوئی امکان نہ تھا اور نجات اس طرح کہ مسلمانوں کا کوئی جانی نقصان نہ ہوا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی نضیر کا قبیلہ جو مار آستین بن کر مسلمانوں کو ڈستا رہتا تھا وہ خود جلاوطنی کے لیے تیار ہو گیا۔ مسلمان ان کے مکانات، ان کے سرسبز و شاداب باغات اور زرخیز زمینوں کے مالک بن گئے جس سے ان کی مالی حالت بہت حد تک سدھر گئی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تھا ورنہ مسلمان قطعاً اس پوزیشن میں نہ تھے کہ اپنے زور بازو سے ان کو یہاں سے باہر نکال دیں۔ اس لیے اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی تسبیح، اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے ذکر سے کی گئی ہے تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں اس کو محض اپنے رب کا فضل و احسان یقین کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔

2اس آیت میں جن کفار اہل کتاب کا ذکر ہے ان سے مراد یہود کا قبیلہ بنی نضیر ہے۔ مدینہ طیبہ کے مضافات میں ان کی الگ بستی تھی۔ انہوں نے اپنے گھروں کو قلعہ نما بنایا ہوا تھا۔ کئی گڑھیاں تعمیر کر رکھی تھیں اور سامان جنگ کے ذخیرے اکٹھے کر رکھے تھے تاکہ کسی حملہ کے وقت اپنا دفاع کر سکیں۔ اپنی بہادری پر بھی انہیں بڑا ناز تھا۔ انہوں نے کبھی یہ سوچا ہی نہ تھا کہ مٹھی بھر مسلمان ان پر غالب آسکتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ اس معاہدے کا بہت کم احترام کیا کرتے جو ان کے درمیان اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان طے پا چکا تھا۔ جب بھی انہیں موقع ملتا معاہدے کی خلاف ورزی سے باز نہ آتے۔

ایک روز حضور سرور عالم ﷺ ایک جھگڑے کا تصفیہ کرانے کے لیے ان کے محلہ میں تشریف لے گئے انہوں نے دیوار کے قریب حضور ﷺ کی نشست گاہ بنائی۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے اور گفتگو میں مصروف ہو گئے تو انہوں نے طے شدہ منصوبے کے مطابق ایک نابکار کو بھیجا کہ اوپر سے بھاری پتھر حضور ﷺ پر لڑھکا دے۔ اس طرح وہ اس شمع نور کو گل کرنا چاہتے تھے جس کو تا ابد فروزاں رکھنے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ان کے ناپاک ارادہ سے آگاہ فرما دیا حضور ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس طرح ان کی یہ غداری اور سازش ناکام ہو گئی۔ نبی مکرم ﷺ نے انہیں معاہدہ کی صریح خلاف ورزی اور غداری کی پاداش میں دس دن کے اندر مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا الٹی میٹم دے دیا۔ عبداللہ ابی منافق نے انہیں کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ مت گھبراؤ اور اس الٹی میٹم کو مسترد کر دو۔ انہیں اپنے مضبوط قلعوں، اپنی جنگی مہارت اور شجاعت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ عبداللہ کے پیغام نے انہیں مزید تقویت پہنچائی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا خوف وہراس پیدا کر دیا اور انہیں ایسا مرعوب کر دیا کہ ابھی الٹی کی مدت ختم ہونے میں چار دن باقی تھے کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور مدینہ سے جلا وطنی قبول کر لی۔ اپنے آراستہ وپیراستہ مکانوں اور شاداب باغوں اور زرخیز زمینوں کو چھوڑ کر چلے جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ وہ یہاں صدیوں سے آباد تھے۔ منڈی اور بازاروں پر ان کا قبضہ تھا۔ ان کے پاس مضبوط قلعے بھی تھے۔ ان گراں بہا منقولہ وغیر منقولہ جائیداد سے دستبردار ہو جانا ان کی مرعوبیت کی انتہا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جو معجزات عطا فرمائے تھے ان میں ایک معجزہ رعب تھا۔

3اس جملہ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ان کا خیال تو تھا یہ تھا کہ جنگ ہوگی اور وہ مسلمانوں کو مار بھگائیں گے۔ یہ تو انہوں نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ لڑے بغیر سب کچھ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

4انہوں نے عرض کیا کہ اسلحہ کے بغیر جتنا سامان وہ اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں اسے لے جانے کی اجازت دی جائے۔ حضور کریم النفس نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں کا سارا سامان اٹھا کر لے گئے۔ بلکہ ان کے مکانوں میں جو قیمتی لکڑی لگی ہوئی اس کو لے جانے کے لیے انہوں نے مکانوں کی چھتیں ادھیڑ دیں۔ کواڑ، کھڑکیاں، الماریاں غرضیکہ جو چیز وہ اکھیڑ کر لے جا سکتے تھے وہ لے گئے۔ اس طرح انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے شیش محلوں کو برباد کر دیا۔ جب وہ اپنے آراستہ وپیراستہ شبستانوں کو خود کھنڈر بنا رہے ہوں گے تو ان کے دلوں پر کیا بیت رہی ہوگی اور ان کے چلے جانے کے بعد جب مسلمان وہاں پہنچے تو باقی ماندہ کھنڈرات کو انہوں نے منہدم کر دیا ہوگا تاکہ اپنے بسنے کے لیے نئے مکانات تعمیر کر سکیں۔

آیت میں اول الحشر کا لفظ توجہ طلب ہے حشر کا معنی ہے متفرق چیزوں کو جمع کرنا۔ منتشر افراد کو اکٹھا کرنا۔ قیامت کو حشر کہنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ کہ اس وقت تمام انسان جو دور دراز ملکوں میں بکھرے ہوئے تھے ان کو یکجا کر دیا جائے گا۔ آیت میں "حشر" سے مراد کیا ہے۔ علماء کے اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ اس سے مراد بنی نضیر کی مدینہ طیبہ سے جلاوطنی ہے، کیونکہ مرد و زن، خورد وکلاں، شیخ وشاب کو ایک جگہ جمع کیا گیا۔ پھر مدینہ طیبہ سے انہیں نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔

ابن قتیبہ نے غریب القرآن میں اس کا یہی مفہوم لکھا ہے۔ "وھو الجلاء یہاں" اول" کی قید سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی پہلی جلاوطنی ہے دوسری جلاوطنی بھی ہوگی اور یہ عہد فاروقی میں ہوئی جب انہیں خیبر سے شام کی طرف جلاوطن کیا گیا۔ ان کا آخری حشر قیامت کے دن ہوگا۔ وہاں سے وہ سیدھے جہنم رسید ہوں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حشر سے مراد اسلامی فوج کا ان کے محاصرہ کے لیے جمع ہونا ہے۔ اس وقت آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب مسلمانوں نے یہود کے خلاف پہلی مرتبہ لشکر کشی کی تو یہ بزدل جنگ کیے بغیر اپنا صدیوں کا وطن چھوڑ کر چلے گئے۔ (روح المعانی)

5 حکم ہے کہ اس سارے واقعہ کا دقت نظر سے مطالعہ کرو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جب کوئی فرد، کوئی قبیلہ، کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی ہے اور اس کے رسول مکرم کے مقابلے پر ڈٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بزدلی پیدا کر دیتا ہے۔ ان کے پاس اسلحہ کے انبار کیوں نہ ہوں، ان کے مورچے کتنے ہی مستحکم کیوں نہ ہوں، کوئی چیز بھی انہیں شکست سے نہیں بچا سکتی۔

وَلَوْلَآ أَن كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ

اور اگر اللہ نے اُن کے حق میں جلاوطنی لکھ نہ دی ہوتی تو وہ انہیں دنیا میں (اور سخت) عذاب دیتا، اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) دوزخ کا عذاب ہے،

6 یہ تو اچھا ہوا کہ وہ جلاوطنی پر آمادہ ہو گئے۔ اگر وہ جنگ کرتے تو انجام بڑا ہولناک ہوتا اللہ تعالیٰ کے شیروں کی تلواریں جب بے نیام ہوتیں تو ان لومڑیوں میں سے کوئی بھی جنا بچا کر نہ جا سکتا۔ سب تہ تیغ کر دیے جاتے۔ ان کا ساز و سامان، زیورات و جواہرات سب ان سے چھن جاتے۔ انہوں نے جلاوطنی قبول کر کے اپنے آپ کو بچا لیا۔ لیکن آخرت میں جہنم کا ایندھن تو انہیں بننا ہی پڑے گا۔

وطن سے نکال دینے کے لیے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ اخراج اور جلاء۔ لیکن ان میں دو طرح کا فرق ہے اگر کسی کو بال بچے کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جبکہ ایک جتھہ اور جماعت کو ملک سے نکالا جائے۔ لیکن اخراج کا لفظ جماعت اور فرد واحد کے ملک بدر کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ وَمَن يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۴﴾

یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے شدید عداوت کی (ان کا سرغنہ کعب بن اشرف بدنام گستاخ رسول تھا)، اور جو شخص اللہ (اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی) مخالفت کرتا ہے تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے،

7 یعنی جو افتاد بنی نضیر پر پڑی اور بستے رستے گھروں سے انہیں کان پکڑ کر باہر نکال دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ

اور اس کے رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تھے اور نافرمانی کو اپنا وتیرہ بنا لیا تھا۔ جو بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کا انجام ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی شدید سزا دیتا ہے کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا۔

مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ ﴿5﴾

(اے مومنو! یہود بنونضیر کے محاصرہ کے دوران) جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا تم نے انہیں اُن کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو (یہ سب) اللہ ہی کے حکم سے تھا اور اس لئے کہ وہ نافرمانوں کو ذلیل ورسوا کرے۔

8 مسلمانوں نے جب ان کی آبادی کا محاصرہ کر لیا تو اس کے اردگرد کا علاقہ کھجور کے باغات سے پٹا پڑا تھا۔ ان کے قلعوں کے نزدیک ایسی کھلی جگہ نہ تھی جہاں مسلمان صفیں آراستہ کر کے ان پر حملہ کر سکیں۔ اس لیے بعض مقامات پر کھجور کے درخت کاٹ دیے گئے اور جو درخت لڑائی میں حارج نہ تھے ان کو باقی رہنے دیا گیا۔ منافقین اور یہودیوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا کہ دیکھو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے ہیں اور خود ہرے بھرے پھلدار درختوں کو اس بے دردی سے کاٹ رہے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی تشویش ہوئی کہ کہیں ان کا یہ فعل فساد فی الارض میں تو داخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن درختوں کو تم نے کاٹا ہے اور جن کو باقی رہنے دیا ہے تم پر کوئی گرفت نہیں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

اس آیت سے فقہاء نے یہ مسئلے اخذ کیے ہیں: مسلمانوں کا لشکر اگر کفار کے علاقہ میں داخل ہوا اور انہیں اپنی جنگی ضروریات کے لیے درختوں کو کاٹنا پڑے یا کوئی مکان گرانا پڑے یا کوئی پل توڑنا پڑے یا کسی نہر کو کاٹنا پڑے تو انہیں شرعاً اس کی اجازت ہے۔ لیکن بلاضرورت توڑ پھوڑ کی اجازت نہیں۔ ایسا کرنا فساد فی الارض میں داخل ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اسلامی لاشکر کو غزوۂ موتہ کی طرف روانہ کیا تو انہیں ہدایت فرمائی کہ پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا، فصلوں ک وخراب نہ کرنا اور بستیوں کو نہ اجاڑنا۔ انتہائی جنگی ضروریات کے لیے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

9 یعنی ان درختوں کو کاٹنا اور ان کو یونہی سلامت رکھنا دونوں کا مقصد یہ تھا کی یہودی فاسقین کی تزلیل ہو۔ کاٹنے میں تو ان کی تذلیل کی یہ صورت ہے کہ جن باغات کو انہوں نے شق سے لگایا، بڑی محنت سے ان کو پروان چڑھایا، اب مسلمان ان کو کاٹ رہے ہیں۔ یہودی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن بے بس ہیں دم نہیں مار سکت اور وہ درخت جو باقی رہ گئے ہیں ان میں ان کی تذیل کا پہلو یہ ہے کہ وہ ان باغات کو چھوڑ جا رہے ہیں۔ ان کے بعد ان کے دشمن ان پر قابض ہوں گے۔ اگر کا بس چلے تو ایک درخت بھی کھڑا نہ رہنے دیں، سب سب کو کاٹ دیں، جلا کر راکھ کر دیں لیکن وہ ہرے بھرے درختوں کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ ان کو ایک پتا توڑنے اور یاک شاخ کاٹنے کی بھی اجازت نہیں۔ دونوں صورتوں میں ان کی ذلت ورسوائی اظہر من الشمس ہے۔

غزوۂ بنونضیر:

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے قبیلۂ بنوکلاب کے جن دو شخصوں کو قتل کر دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا خون بہا ادا کرنے کا اعلان فرما دیا تھا اسی معاملہ کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبیلۂ بنونضیر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے کیونکہ ان یہودیوں سے آپ کا معاہدہ تھا مگر یہودی در حقیقت بہت ہی بد باطن ذہنیت والی قوم

ہیں معاہدہ کر لینے کے باوجود ان خبیثوں کے دلوں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور عناد کی آگ بھری ہوئی تھی۔ ہر چند حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان بدباطنوں سے اہل کتاب ہونے کی بنا پر اچھا سلوک فرماتے تھے مگر یہ لوگ ہمیشہ اسلام کی بیخ کنی اور بانی اسلام کی دشمنی میں مصروف رہے۔ مسلمانوں سے بغض وعناد اور کفار ومنافقین سے ساز باز اور اتحاد یہی ہمیشہ ان غداروں کا طرز عمل رہا۔ چنانچہ اس موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے بظاہر تو بڑے اخلاق کا مظاہرہ کیا مگر اندرونی طور پر بڑی ہی خوفناک سازش اور انتہائی خطرناک اسکیم کا منصوبہ بنالیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے یہودیوں نے ان سب حضرات کو ایک دیوار کے نیچے بڑے احترام کے ساتھ بٹھایا اور آپس میں یہ مشورہ کیا کہ چھت پر سے ایک بہت ہی بڑا اور وزنی پتھر ان حضرات پر گرادیں تاکہ یہ سب لوگ دب کر ہلاک ہو جائیں۔ چنانچہ عمرو بن جحاش اس مقصد کے لئے چھت کے اوپر چڑھ گیا، محافظ حقیقی پروردگار عالم عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کی اس ناپاک سازش سے بذریعہ وحی مطلع فرمادیا اس لئے فوراً ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر چپ چاپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چلے آئے اور مدینہ تشریف لاکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہودیوں کی اس سازش سے آگاہ فرمایا اور انصار ومہاجرین سے مشورہ کے بعد ان یہودیوں کے پاس قاصد بھیج دیا کہ چونکہ تم لوگوں نے اپنی اس دسیسہ کاری اور قاتلانہ سازش سے معاہدہ توڑ دیا اس لئے اب تم لوگوں کو دس دن کی مہلت دی جاتی ہے کہ تم اس مدت میں مدینہ سے نکل جاؤ، اس کے بعد جو شخص بھی تم میں کا یہاں پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر بنو نضیر کے یہودی جلاوطن ہونے کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ان یہودیوں کا حامی بن گیا اور اس نے کہلا بھیجا کہ تم لوگ ہرگز ہرگز مدینہ سے نہ نکلو ہم دو ہزار آدمیوں سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں اس کے علاوہ بنو قریظہ اور بنو غطفان یہودیوں کے دو طاقتور قبیلے بھی تمہاری مدد کریں گے۔ بنو نضیر کے یہودیوں کو جب اتنا بڑا سہارا مل گیا تو وہ شیر ہو گئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم مدینہ چھوڑ کر نہیں جاسکتے آپ کے جو دل میں آئے کر لیجیے۔ (مدارج جلد ۲ ص ۱۴۷)

بَابُ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ أَرْضِ خَيْبَرَ

باب: خیبر کی زمین کے حکم کے بارے میں جو منقول ہے

جنگ خیبر:

"خیبر" مدینہ سے آٹھ منزل کی دوری پر ایک شہر ہے۔ ایک انگریز سیاح نے لکھا ہے کہ خیبر مدینہ سے تین سو بیس کیلومیٹر دور ہے۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔ عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز یہی خیبر تھا۔ یہاں کے یہودی عرب میں سب سے زیادہ مالدار اور جنگجو تھے اور ان کو اپنی مالی اور جنگی طاقتوں پر بڑا ناز اور گھمنڈ بھی تھا۔ یہ لوگ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے۔ یہاں یہودیوں نے بہت سے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے جن میں سے بعض کے آثار اب تک موجود ہیں۔ ان میں سے آٹھ قلعے بہت مشہور ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

(۱) کتیبہ (۲) ناعم (۳) شق (۴) قموص

(۵) نطارہ (۶) صعب (۷) سطیح (۸) سلالم۔

درحقیقت یہ آٹھوں قلعے آٹھ محلوں کے مثل تھے اور انہی آٹھوں قلعوں کا مجموعہ "خیبر" کہلاتا تھا۔ (مدارج النبوۃ ج۲ ص ۲۳۴)

غزوۂ خیبر کب ہوا؟:

تمام مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگ خیبر محرم کے مہینے میں ہوئی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ۶ھ تھا یا ۷ھ۔ غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا محرم سے کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک محرم میں ۷ھ شروع ہوگیا اور بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا ربیع الاول سے کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ربیع الاول میں ہوئی۔ لہٰذا ان لوگوں کے نزدیک یہ محرم وصفر ۶ھ کے تھے۔ واللہ اعلم۔

جنگ خیبر کا سبب:

یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جنگ خندق میں جن جن کفار عرب نے مدینہ پر حملہ کیا تھا ان میں خیبر کے یہودی بھی تھے۔ بلکہ درحقیقت وہی اس حملہ کے بانی اور سب سے بڑے محرک تھے۔ چنانچہ "بنو نضیر" کے یہودی جب مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو یہودیوں کے جو روسا خیبر چلے گئے تھے ان میں سے حیی بن اخطب اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق نے تو مکہ جا کر کفار قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور تمام قبائل کا دورہ کر کے کفار عرب کو جوش دلا کر برانگیختہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ اور خیبر کے تمام یہودیوں کو ساتھ لے کر یہودیوں کے یہ دونوں سردار حملہ کرنے والوں میں شامل رہے۔ حیی بن اخطب تو جنگ قریظہ میں قتل ہوگیا اور ابورافع سلام بن ابی الحقیق کو ۶ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد بھی خیبر کے یہودی بیٹھ نہیں رہے بلکہ اور زیادہ انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑکنے لگی۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ پر پھر ایک دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے اور اس مقصد کے لئے قبیلہ غطفان کو بھی آمادہ کر لیا۔ قبیلہ غطفان عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس کی آبادی خیبر سے بالکل ہی متصل تھی اور خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار ہونے کے ساتھ بہت ہی جنگ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہوگئی اور ان لوگوں نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تہس نہس کر دینے کا پلان بنالیا۔

مسلمان خیبر چلے:

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان کو ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کی اس چڑھائی کو روکنے کے لئے سولہ سو صحابہ کرام کا لشکر ساتھ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر روانہ ہوئے۔ مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو افسر مقرر فرمایا اور تین جھنڈے تیار کرائے۔ ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈے کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور خاص علم نبوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں عنایت فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے حضرت بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت حدود خیبر میں اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ پہنچ گئے اور نماز فجر کے بعد شہر میں داخل ہوئے تو خیبر کے یہودی اپنے اپنے ہنسیا اور ٹوکری لے کر کھیتوں اور باغوں میں کام کاج کے لئے قلعہ سے نکلے۔ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو شور مچانے لگے اور چلا چلا کر کہنے لگے کہ "خدا کی قسم! لشکر کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیبر برباد ہو گیا۔ بلاشبہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں تو کفار کی صبح بری ہو جاتی ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۰۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت ہی بلند آوازوں سے نعرۂ تکبیر لگانے لگے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر نرمی برتو۔ تم لوگ کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس (اللہ) کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو مجھ کو پکارا اور فرمایا کہ کیا میں تم کو ایک ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ "کیوں نہیں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان!" تو فرمایا کہ وہ کلمہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۰۵)

یہودیوں کی تیاری:

یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں پہنچا دیا اور راشن کا ذخیرہ قلعہ "ناعم" میں جمع کر دیا اور فوجوں کو "نطاۃ" اور "قموص" کے قلعوں میں اکٹھا کیا۔ ان میں سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ قلعہ "قموص" تھا اور "مرحب یہودی" جو عرب کے پہلوانوں میں ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اسی قلعہ کا رئیس تھا۔ سلام بن مشکم یہودی گو بیمار تھا مگر وہ بھی قلعہ "نطاۃ" میں فوجیں لے کر ڈٹا ہوا تھا۔ یہودیوں کے پاس تقریباً بیس ہزار فوج تھی جو مختلف قلعوں کی حفاظت کے لئے مورچہ بندی کئے ہوئے تھی۔

محمود بن مسلمہ شہید ہو گئے:

سب سے پہلے قلعہ "ناعم" پر معرکہ آرائی اور جم کر لڑائی ہوئی۔ حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری اور جاں نثاری کے ساتھ جنگ کی مگر سخت گرمی اور لو کے تھپیڑوں کی وجہ سے ان پر پیاس کا غلبہ ہو گیا۔ وہ قلعہ ناعم کی دیوار کے نیچے سو گئے۔ کنانہ بن ابی الحقیق یہودی نے ان کو دیکھ لیا اور چھت سے ایک بہت بڑا پتھر ان کے اوپر گرا دیا جس سے ان کا سر کچل گیا اور یہ شہید ہو گئے۔ اس قلعہ کو فتح کرنے میں پچاس مسلمان زخمی ہو گئے، لیکن قلعہ فتح ہو گیا۔

اسود راعی کی شہادت:

حضرت اسود راعی رضی اللہ عنہ اسی قلعہ کی جنگ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک حبشی تھے جو خیبر کے کسی یہودی کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب یہودی جنگ کی تیاریاں کرنے لگے تو انہوں نے پوچھا کہ آخر تم لوگ کس سے جنگ کے لئے تیاریاں کر رہے ہو؟ یہودیوں نے کہا کہ آج ہم اس شخص سے جنگ کریں گے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ سن کر ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا جذبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ یہ بکریاں لئے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے کیا اجر وثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو جنت اور اس کی نعمتیں ملیں گی۔ انہوں نے فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ اب میں ان کو کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان بکریوں کو قلعہ کی طرف ہانک دو اور ان کو کنکریوں سے مارو۔ یہ سب خود بخود اپنے مالک کے گھر پہنچ جائیں گی۔ چنانچہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ انہوں نے بکریوں کو کنکریاں مار کر ہانک دیا اور وہ سب اپنے مالک کے گھر پہنچ گئیں۔

اس کے بعد یہ خوش نصیب حبشی ہتھیار پہن کر مجاہدین اسلام کی صف میں کھڑا ہو گیا اور انتہائی جوش وخروش کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ عَمِلَ قَلِيْلًا وَ أُجِرَ كَثِيْرًا۔ یعنی اس شخص نے بہت ہی کم عمل کیا اور بہت زیادہ اجر دیا گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاش کو خیمہ میں لانے کا حکم دیا اور ان کی لاش کے سرہانے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کالے چہرہ کو حسین بنا دیا، اس کے بدن کو خوشبودار بنا دیا اور دو حوریں اس کو جنت میں ملیں۔ اس شخص نے ایمان اور جہاد کے سوا کوئی دوسرا عمل خیر نہیں کیا، نہ ایک وقت کی نماز پڑھی، نہ ایک روزہ رکھا، نہ حج و زکوٰۃ کا موقعہ ملا مگر ایمان اور جہاد کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴۰)

اسلامی لشکر کا ہیڈ کوارٹر:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے یہ علم تھا کہ قبیلہ غطفان والے ضرور ہی خیبر والوں کی مدد کو آئیں گے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور غطفان کے درمیان مقام "رجیع" میں اپنی فوجوں کا ہیڈ کوارٹر بنایا اور خیموں، بار برداری کے سامانوں اور عورتوں کو بھی یہیں رکھا تھا اور یہیں سے نکل نکل کر یہودیوں کے قلعوں پر حملہ کرتے تھے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۹)

قلعہ ناعم کے بعد دوسرے قلعے بھی بہ آسانی اور بہت جلد فتح ہو گئے لیکن قلعہ "قموص" چونکہ بہت ہی مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا اور یہاں یہودیوں کی فوجیں بھی بہت زیادہ تھیں اور یہودیوں کا سب سے بڑا بہادر "مرحب" خود اس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا اس لئے اس قلعہ کو فتح کرنے میں بڑی دشواری ہوئی۔ کئی روز تک یہ مہم سر نہ ہو سکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قلعہ پر پہلے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمان میں اسلامی فوجوں کو چڑھائی کے لئے بھیجا اور انہوں نے بہت ہی شجاعت اور جاں بازی کے ساتھ حملہ فرمایا مگر یہودیوں نے قلعہ کی فصیل پر سے اس زور کی تیر اندازی اور سنگ باری کی کہ مسلمان قلعہ کے پھاٹک تک نہ پہنچ سکے اور رات ہو گئی۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دن بھر قلعہ پر حملہ کرتے رہے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اور کیونکر فتح ہوتا؟ فاتح خیبر ہونا تو علی حیدر رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ قَالَ فَبَاتَ

اَلنَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا (بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ غزوہ خیبر)

کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ و رسول کا محب بھی ہے اور محبوب بھی۔ راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ رات بڑے اضطراب میں گزاری کہ دیکھئے کل کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے؟

صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدمت اقدس میں بڑے اشتیاق کے ساتھ یہ تمنا لے کر حاضر ہوئے کہ یہ اعزاز و شرف ہمیں مل جائے۔ اس لئے کہ جس کو جھنڈا ملے گا اس کے لئے تین بشارتیں ہیں۔

(۱) وہ اللہ و رسول کا محب ہے۔

(۲) وہ اللہ و رسول کا محبوب ہے۔

(۳) خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش! آج مجھے جھنڈا عنایت ہوتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس موقع کے سوا مجھے کبھی بھی فوج کی سرداری اور افسری کی تمنا نہ تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس نعمت عظمیٰ کے لئے ترس رہے تھے۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۷۸، ۲۷۹ باب من فضائل علی)

لیکن صبح کو اچانک یہ صدا لوگوں کے کان میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمائی تو فوراً ہی انہیں ایسی شفا حاصل ہوگئی کہ گویا انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنا علم نبوی جو حضرت اُم المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیاہ چادر سے تیار کیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں عطا فرمایا۔

(زرقانی ج ۲ ص ۲۲۲)

اور ارشاد فرمایا کہ تم بڑے سکون کے ساتھ جاؤ اور ان یہودیوں کو اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ مسلمان ہو جانے کے بعد تم پر فلاں فلاں اللہ کے حقوق واجب ہیں۔ خدا کی قسم! اگر ایک آدمی نے بھی تمہاری بدولت اسلام قبول کر لیا تو یہ دولت تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ غزوہ خیبر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرحب کی جنگ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "قلعہ قموص" کے پاس پہنچ کر یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اس دعوت کا جواب اینٹ اور پتھر اور تیر و تلوار سے دیا۔ اور قلعہ کا رئیس اعظم "مرحب" خود بڑے طنطنہ کے ساتھ نکلا۔ سر پر یمنی زرد رنگ کا ڈھاٹا باندھے ہوئے اور اس کے اوپر پتھر کا خود پہنے ہوئے رجز کا یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کے لئے آگے بڑھا کہ

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مُرَحَّبُ ...... شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

خیبر خوب جانتا ہے کہ میں "مرحب" ہوں، اسلحہ پوش ہوں، بہت ہی بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ ..... كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ میں کچھار کے شیر کی طرح ہیبت ناک ہوں۔ مرحب نے بڑے طمطراق کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت شیر خدا پر اپنی تلوار سے وار کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا پینترا بدلا کہ مرحب کا وار خالی گیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کے سر پر اس زور کی تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب سے خود کٹا، مغفر کٹا اور ذوالفقار حیدری سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور تلوار کی مار کا تڑاکہ فوج تک پہنچا اور مرحب زمین پر گر کر ڈھیر ہو گیا۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۱۵ و ص ۲۷۸)

مرحب کی لاش کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر اس کی تمام فوج حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑی۔ لیکن ذوالفقار حیدری بجلی کی طرح چمک چمک کر گرتی تھی جس سے صفوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔ اور یہودیوں کے مایہ ناز بہادر مرحب، حارث، اسیر، عامر وغیرہ کٹ گئے۔ اسی گھمسان کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر قلعہ قموص کا پھاٹک اکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواریں روکتے رہے۔ یہ کواڑ اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ بعد کو چالیس آدمی اس کو نہ اٹھا سکے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۳۰)

بے شک حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح عطا فرمائی اور قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو فاتح خیبر کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا اور یہ وہ فتح عظیم ہے جس نے پورے "جزیرۃ العرب" میں یہودیوں کی جنگی طاقت کا جنازہ نکال دیا۔ فتح خیبر سے قبل اسلام یہودیوں اور مشرکین کے گٹھ جوڑ سے نزع کی حالت میں تھا لیکن خیبر فتح ہو جانے کے بعد اسلام اس خوفناک نزع سے نکل گیا اور آگے اسلامی فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی مکہ بھی فتح ہو گیا۔ اس لئے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتح خیبر کی ذات سے تمام اسلامی فتوحات کا سلسلہ وابستہ ہے۔ بہر حال خیبر کا قلعہ قموص بیس دن کے محاصرہ اور زبردست معرکہ آرائی کے بعد فتح ہو گیا۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہودی قتل ہوئے اور ۱۵ مسلمان جام شہادت سے سیراب ہوئے۔

(زرقانی ج ۲ ص ۲۲۸)

خیبر کا انتظام:

فتح کے بعد خیبر کی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ بنونضیر کی طرح اہل خیبر کو بھی جلاوطن کر دیں۔ لیکن یہودیوں نے یہ درخواست کی کہ ہم کو خیبر سے نہ نکالا جائے اور زمین ہمارے ہی قبضہ میں رہنے دی جائے۔ ہم یہاں کی پیداوار کا آدھا حصہ آپ کو دیتے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔ چنانچہ جب کھجوریں پک جاتیں اور غلہ تیار ہو جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر بھیج دیتے وہ کھجوروں اور اناجوں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتے اور یہودیوں سے فرماتے کہ اس میں سے جو حصہ تم کو پسند ہو وہ لے لو۔ یہودی اس عدل پر حیران ہو کر کہتے تھے کہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔ (فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷ فتح خیبر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ خیبر فتح ہو جانے کے بعد یہودیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طور پر

صلح فرمائی کہ یہودی اپنا سونا چاندی ہتھیار سب مسلمانوں کے سپرد کردیں اور جانوروں پر جو کچھ لدا ہوا ہے وہ یہودی اپنے پاس ہی رکھیں مگر شرط یہ ہے کہ یہودی کوئی چیز مسلمانوں سے نہ چھپائیں مگر اس شرط کو قبول کر لینے کے باوجود حیی بن اخطب کا وہ چرمی تھیلا یہودیوں نے غائب کر دیا جس میں بنونضیر سے جلاوطنی کے وقت وہ سونا چاندی بھر کر لایا تھا۔ جب یہودیوں سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ جھوٹ بولے اور کہا کہ وہ ساری رقم لڑائیوں میں خرچ ہوگئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا کہ وہ تھیلا کہاں ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس تھیلے کو برآمد کرلیا۔ اس کے بعد (چونکہ کنانہ بن ابی الحقیق نے حضرت محمود بن مسلمہ کو چھت سے پتھر گرا کر قتل کر دیا تھا اس لئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قصاص میں قتل کرا دیا اور اس کی عورتوں کو قیدی بنالیا۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴۵ و ابوداؤد ج ۲ ص ۴۲۴ باب ماجاء فی ارض خیبر)

حضرت صفیہ کا نکاح:

قیدیوں میں حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ یہ بنونضیر کے رئیس اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں اور ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنونضیر کا رئیس اعظم تھا۔ جب سب قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک لونڈی مجھ کو عنایت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دے دیا کہ خود جا کر کوئی لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر گزارش کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم

اَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لَكَ

(ابوداؤد ج ۲ ص ۴۲۰ باب ماجاء فی سہم الصفی)

یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے صفیہ کو دحیہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا۔ وہ قریظہ اور بنونضیر کی رئیسہ ہے وہ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اس کے سوا کوئی دوسری لونڈی لے لو۔ اس کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا اور تین دن تک منزل صہبا میں ان کو اپنے خیمہ میں سرفراز فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت ولیمہ میں کھجور، گھی، پنیر کا ملیدہ کھلایا۔ (بخاری جلد ا ص ۲۹۸ باب ہل یسافر بالجاریہ و بخاری جلد ۲ ص ۷۶۱ باب اتخاذ السراری و مسلم جلد ا ص ۵۸ باب فضل عتاق امتہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا:

فتح کے بعد چند روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں ٹھہرے۔ یہودیوں کو مکمل امن و امان عطا فرمایا اور قسم قسم کی نوازشوں سے نوازا مگر اس بدباطن قوم کی فطرت میں اس قدر خباثت بھری ہوئی تھی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی "زینب" نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ خدا کے حکم سے گوشت کی بوٹی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کی خبر دی اور آپ نے ایک ہی لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے شکم سیر کھالیا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہوگئی

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس زہریلے لقمہ سے عمر بھر تالو میں تکلیف رہی۔ آپ نے جب یہودیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان ظالموں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور کہا کہ ہم نے اس نیت سے آپ کو زہر کھلایا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ورنہ ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام لیا ہی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے کچھ بھی نہیں فرمایا مگر جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہو گئی تو ان کے قصاص میں زینب قتل کی گئی۔ (بخاری ج ۲ ص ۲۲۲ و مدارج جلد ۲ ص ۲۵۱)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے آ گئے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مہاجرین حبشہ میں سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط محبت سے ان کی پیشانی چوم لی اور ارشاد فرمایا کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے سے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۴۶)

ان لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "صاحب الہجرتین" (دو ہجرتوں والے) کا لقب عطا فرمایا کیونکہ یہ لوگ مکہ سے حبشہ ہجرت کر کے گئے۔ پھر حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور باوجودیکہ یہ لوگ جنگ خیبر میں شامل نہ ہو سکے مگر ان لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا۔

خیبر میں اعلان مسائل:

جنگ خیبر کے موقع پر مندرجہ ذیل فقہی مسائل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی۔

{۱} پنجہ دار پرندوں کو حرام فرمایا۔

{۲} تمام درندہ جانوروں کی حرمت کا اعلان فرما دیا۔

{۳} گدھا اور خچر حرام کر دیا

{۴} چاندی سونے کی خرید و فروخت میں کمی بیشی کے ساتھ خریدنے اور بیچنے کو حرام فرمایا اور حکم دیا کہ چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے برابر برابر بیچنا ضروری ہے۔ اگر کمی بیشی ہوگی تو وہ سود ہوگا جو حرام ہے۔

{۵} اب تک یہ حکم تھا کہ لونڈیوں سے ہاتھ آتے ہی صحبت کرنا جائز تھا لیکن اب "استبراء" ضروری قرار دے دیا گیا یعنی اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک ورنہ ایک مہینہ ان سے صحبت جائز نہیں۔ "عورتوں سے متعہ کرنا بھی اسی غزوہ میں حرام کر دیا گیا"۔

(زرقانی ج ۲ ص ۲۳۳ تا ص ۲۳۸)

3006- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَحْسَبُهُ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ، فَغَلَبَ عَلَى النَّخْلِ وَالْأَرْضِ، وَأَلْجَأَهُمْ إِلَى قَصْرِهِمْ، فَصَالَحُوهُ عَلَى أَنَّ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفْرَاءَ،

وَالْبَيْضَاءَ وَالْحَلْقَةَ، وَلَهُمْ مَا حَمَلَتْ رِكَابُهُمْ، عَلَى أَنْ لَا يَكْتُمُوا، وَلَا يُغَيِّبُوا شَيْئًا، فَإِنْ فَعَلُوا فَلَا ذِمَّةَ لَهُمْ، وَلَا عَهْدَ فَغَيَّبُوا مَسْكًا لِحُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ، وَقَدْ كَانَ قُتِلَ قَبْلَ خَيْبَرَ، كَانَ احْتَمَلَهُ مَعَهُ يَوْمَ بَنِي النَّضِيرِ حِينَ أُجْلِيَتِ النَّضِيرُ فِيهِ حُلِيُّهُمْ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَعْيَةَ: أَيْنَ مَسْكُ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ؟، قَالَ: أَذْهَبَتْهُ الْحُرُوبُ وَالنَّفَقَاتُ، فَوَجَدُوا الْمَسْكَ، فَقَتَلَ ابْنَ أَبِي الْحُقَيْقِ وَسَبَى نِسَاءَهُمْ وَذَرَارِيَّهُمْ، وَأَرَادَ أَنْ يُجْلِيَهُمْ، فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، دَعْنَا نَعْمَلْ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ، وَلَنَا الشَّطْرُ مَا بَدَا لَكَ، وَلَكُمُ الشَّطْرُ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ ثَمَانِينَ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ، وَعِشْرِينَ وَسْقًا مِنْ شَعِيرٍ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ جنگ کی، آپ نے ان کی زمین پر اور کھجوروں کے باغات پر قبضہ کرلیا اور ان لوگوں کو قلعے میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا، انہوں نے آپ کے ساتھ اس بات پر صلح کی کہ وہاں کے تمام سونے اور چاندی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرلیں گے اور ہتھیاروں کو بھی، اور جو چیزیں ان کی سواریوں پر آ سکتی ہیں، تو وہ ان کو مل جائیں گی، اس شرط پر کہ وہ کسی چیز کو چھپائیں گے نہیں اور کوئی بھی چیز غائب نہیں کریں گے، اگر وہ ایسا کرتے ہیں، تو ان کے لیے کوئی ذمہ نہیں ہوگا، کوئی معاہدہ نہیں ہوگا، ان لوگوں نے حیی بن اخطب کا ایک بڑا تھیلا غائب کر دیا، یہ شخص غزوہ خیبر سے پہلے قتل ہو چکا تھا اور بنونضیر کے ساتھ جنگ کے موقع پر اس تھیلے کو اپنے ساتھ اٹھا کے لایا تھا، یہ اس وقت کی بات ہے، جب بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا تھا، اس تھیلے میں ان لوگوں کے زیورات تھے، راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سعیہ'' (نامی ایک یہودی) سے دریافت کیا: حیی بن اخطب کا تھیلہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا جنگوں اور دیگر اخراجات کی وجہ سے وہ تو ختم ہو گیا ہے، پھر بعد میں لوگوں کو وہ تھیلا مل گیا، پھر ابن ابی حقیق کو قتل کر دیا گیا، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا، تو ان لوگوں نے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمیں موقع دیں، ہم اس زمین پر کام کاج کریں گے، اور جو آپ مناسب سمجھیں گے، نصف حصہ ہمیں مل جائے گا، نصف حصہ آپ کو مل جائے گا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے آنے والی پیداوار میں سے اپنی ازواج کو کھجور کے 80 صاع اور جو کے 20 صاع دیا کرتے تھے۔

3007 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ، قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُودَ خَيْبَرَ عَلَى أَنَّا نُخْرِجُهُمْ إِذَا شِئْنَا، فَمَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَلْيَلْحَقْ بِهِ، فَإِنِّي مُخْرِجٌ يَهُودَ فَأَخْرَجَهُمْ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ جب ہم چاہیں گے، یہودیوں کو وہاں سے نکال دیں گے، تو جس شخص کی وہاں زمین ہو، وہ جا کر اس کی دیکھ بھال کرے، کیونکہ میں انہیں وہاں سے نکالنے لگا ہوں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (انہیں) وہاں سے نکال دیا۔

3008 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا افْتُتِحَتْ خَيْبَرُ، سَأَلَتْ يَهُودُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ يُقِرَّهُمْ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوا عَلَى النِّصْفِ مِمَّا خَرَجَ مِنْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُقِرُّكُمْ فِيهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا فَكَانُوا عَلَى ذَلِكَ، وَكَانَ التَّمْرُ يُقْسَمُ عَلَى السُّهْمَانِ مِنْ نِصْفِ خَيْبَرَ، وَيَأْخُذُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُمُسَ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعَمَ كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ أَزْوَاجِهِ مِنَ الْخُمُسِ مِائَةَ وَسْقٍ تَمْرًا، وَعِشْرِينَ وَسْقًا شَعِيرًا، فَلَمَّا أَرَادَ عُمَرُ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ أَرْسَلَ إِلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُنَّ: مَنْ أَحَبَّ مِنْكُنَّ أَنْ أَقْسِمَ لَهَا نَخْلًا بِخَرْصِهَا مِائَةَ وَسْقٍ، فَيَكُونَ لَهَا أَصْلُهَا وَأَرْضُهَا وَمَاؤُهَا، وَمِنَ الزَّرْعِ مَزْرَعَةَ خَرْصِ عِشْرِينَ وَسْقًا فَعَلْنَا، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ نَعْزِلَ الَّذِي لَهَا فِي الْخُمُسِ كَمَا هُوَ فَعَلْنَا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب خیبر فتح ہوا، تو یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ وہ انہیں وہاں رہنے دیں، اس شرط پر کہ وہاں کی پیداوار کا نصف یہودیوں کو ملے گا اور نصف پیداوار مسلمانوں کو ملے گی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شرط پر تمہیں اس وقت تک یہاں رہنے دیتا ہوں جب تک ہم چاہیں گے، تو وہ لوگ اس صورت حال میں رہے، وہاں کی کھجوریں جو خیبر کے نصف حصے میں سے ملتی تھیں، وہ مختلف حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اپنی ازواج میں سے ہر زوجہ محترمہ کو کھجور کے ایک سو وسق اور جو کے بیس وسق ادا کرتے تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو وہاں سے نکالنے کا ارادہ کیا، تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو پیغام بھجوا کر کہا کہ آپ میں سے جو چاہے میں انہیں ایک سو وسق کھجوروں کی پیداوار جتنے کھجور کے درخت دے دیتا ہوں، وہ درخت ان کی زمین اور ان کا پانی اس خاتون کی ملکیت شمار ہوگا اور اتنا کھیت دے دیتا ہوں جس کی پیداوار بیس وسق کے قریب ہو اور اگر وہ چاہے تو اسے اسی طرح خمس میں سے ادائیگی کرتے رہیں گے، جس طرح پہلے کرتے ہیں۔

3009 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، فَجَمَعَ السَّبْيَ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کیا، تو ہم نے ان پر زبردست حملہ کر کے ان کے قیدیوں کو اکٹھا کر لیا۔

3010 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ، حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنِي

3009-اسناده صحيح. اسماعيل بن ابراهيم: هو ابن مقسم، المعروف بابن عُلَيَّة، وعبد الوارث: هو ابن سعيد العنبري. واخرجه ضمن حديث مطول البخاري (371)، ومسلم باثر (1801)، وباثر (1427)، والنسائي في "الكبرى" (5549) و (6564) و (11371) من طريق اسماعيل ابن علية، به. وهو في "مسند احمد" (11992).

سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، قَالَ: قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ نِصْفَيْنِ، نِصْفًا لِنَوَائِبِهِ وَحَاجَتِهِ، وَنِصْفًا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، قَسَمَهَا بَيْنَهُمْ عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا، ایک حصہ آپ کے پیش آ جانے والے اتفاقی اخراجات کے لیے اور ذاتی ضروریات کے لیے مخصوص ہوتا تھا اور ایک حصہ مسلمانوں کے لیے مخصوص تھا، آپ نے اسے اٹھارہ حصوں میں ان کے درمیان تقسیم کیا تھا۔

3011 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ آدَمَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي شِهَابٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ، قَالَ: فَكَانَ النِّصْفُ سِهَامَ الْمُسْلِمِينَ، وَسَهْمَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَزَلَ النِّصْفَ لِلْمُسْلِمِينَ لِمَا يَنُوبُهُ مِنَ الْأُمُورِ وَالنَّوَائِبِ

بشیر بن یسار بیان کرتے ہیں: انہوں نے چند صحابہ کرام کو یہ ذکر کرتے ہوئے سنا ہے، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے، جس میں وہ یہ نقل کرتے ہیں:

''تو اس کے نصف میں مسلمانوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے ہوتے تھے، اور نصف حصہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو پیش آنے والی فوری نوعیت کی ضروریات اور حادثات کے لیے الگ کر لیتے تھے''۔

3012 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ، عَنْ رِجَالٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ، قَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا، جَمَعَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ، فَكَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِلْمُسْلِمِينَ النِّصْفُ مِنْ ذَلِكَ، وَعَزَلَ النِّصْفَ الْبَاقِيَ لِمَنْ نَزَلَ بِهِ مِنَ الْوُفُودِ، وَالْأُمُورِ، وَنَوَائِبِ النَّاسِ

بشیر بن یسار، چند صحابہ اکرام کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر غلبہ حاصل کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کی آمدن کو 36 حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہر حصے میں سے 100 حصے بنائے' اس میں سے نصف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو ملتا تھا، اور باقی نصف پیش آ جانے والے اتفاقی اخراجات کے لیے محفوظ کر لیا جاتا تھا، یعنی جو وفود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' یا ہنگامی ضرورت پیش آ جاتی تھی' یا مسلمانوں پر کوئی افتاد آ جاتی تھی (تو اس میں سے لے کر خرچ کیا جاتا تھا)۔

3013 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: لَمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، قَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا

جَمَعَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ. فَعَزَلَ نِصْفَهَا لِنَوَائِبِهِ وَمَا يَنْزِلُ بِهِ الْوَطِيحَةَ وَالْكُتَيْبَةَ. وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا. وَعَزَلَ النِّصْفَ الْآخَرَ. فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الشِّقَّ وَالنَّطَاةَ وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا. وَكَانَ سَهْمُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا

⊛⊛ بشیر بن یسار بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مال فے کے طور پر خیبر عطا کیا، تو آپ ﷺ نے اس کو 36 حصوں میں تقسیم کیا، پھر ہر حصے کو مزید 100 حصوں میں تقسیم کیا، تو اس میں سے نصف نبی اکرم ﷺ کو اور مسلمانوں کو ملنا تھا، اور باقی نصف مسلمانوں کو پیش آنے والے اخراجات کے لیے مخصوص کر لیتے تھے، وطیحہ اور کتیبہ (نامی قلعے) اور اس کے آس پاس کی پیداوار ان کاموں کے لیے مخصوص تھی' جبکہ دوسرا نصف حصہ نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرتے تھے، جو قلعہ شق اور نطات اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی پیداوار پر مشتمل تھا، نبی اکرم ﷺ کا مخصوص حصہ ان دونوں قلعوں کے آس پاس کی جگہ کے ساتھ مخصوص تھا۔

3014 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ، قَسَمَهَا سِتَّةً وَثَلَاثِينَ سَهْمًا، جَمْعٌ فَعَزَلَ لِلْمُسْلِمِينَ الشَّطْرَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، يَجْمَعُ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةً، النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ لَهُ سَهْمٌ، كَسَهْمِ أَحَدِهِمْ. وَعَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَهُوَ الشَّطْرُ لِنَوَائِبِهِ، وَمَا يَنْزِلُ بِهِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ. فَكَانَ ذَلِكَ الْوَطِيحَ، وَالْكُتَيْبَةَ، وَالسَّلَالِمَ وَتَوَابِعَهَا. فَلَمَّا صَارَتِ الْأَمْوَالُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْمُسْلِمِينَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ عُمَّالٌ يَكْفُونَهُمْ عَمَلَهَا، فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ فَعَامَلَهُمْ

⊛⊛ حضرت بشیر بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خیبر مال فے کے طور پر عطا کیا گیا' تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے 36 حصے کیے' آپ نے اس میں سے نصف' یعنی 18 حصے مسلمانوں کے کاموں کے لیے الگ کر لیے' اور ان میں سے ہر حصے کے مزید 100 حصے کیے جاتے تھے، ان لوگوں کے ساتھ بھی' نبی اکرم ﷺ کا ایک حصہ مخصوص ہوتا تھا، جس طرح کسی بھی ایک فرد کا حصہ ہوتا تھا، جب کہ نبی اکرم ﷺ نے اٹھارہ حصے' جو نصف بنتے ہیں' وہ مسلمانوں کو پیش آنے والی ضروریات اور اتفاقی حادثات کے لیے مخصوص کیے تھے، اس میں وطیحہ، کتیبہ، سلالم اور اس کے نواحی علاقوں کی پیداوار شامل تھی، جب یہ زمین' نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی' تو ان کے پاس ایسے لوگ نہیں تھے' جو ان کی جگہ وہاں کام کر سکیں، تو نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کو بلایا اور ان کے ساتھ یہ طے کیا (کہ وہ یہاں کام کریں گے اور انہیں پیداوار کا نصف مل جائے گا)

3015 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُجَمِّعُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ مُجَمِّعِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَعْقُوبَ بْنَ مُجَمِّعٍ، يَذْكُرُ لِي عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمِّهِ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ

الْأَنْصَارِيِّ - وَكَانَ أَحَدَ الْقُرَّاءِ الَّذِينَ قَرَءُوا الْقُرْآنَ قَالَ: قُسِمَتْ خَيْبَرُ عَلَى أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ، فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ، فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ، وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا

حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ، جوان لوگوں میں سے ایک ہیں، جنہیں پورا قرآن حفظ تھا، وہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو اہل حدیبیہ میں تقسیم کیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کیا تھا، اس لشکر میں ایک ہزار پانچ سو افراد موجود تھے، جن میں تین سو گھڑ سوار تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سوار کو دو حصے دیے اور پیدل شخص کو ایک حصہ دیا۔

3016 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، وَبَعْضِ وَلَدِ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، قَالُوا: بَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ تَحَصَّنُوا، فَسَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْقِنَ دِمَاءَهُمْ، وَيُسَيِّرَهُمْ، فَفَعَلَ، فَسَمِعَ بِذَلِكَ أَهْلُ فَدَكَ، فَنَزَلُوا عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ، فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهَا بِخَيْلٍ، وَلَا رِكَابٍ

محمد بن اسحاق نے زہری، عبداللہ بن ابوبکر اور محمد بن مسلمہ کی اولاد سے تعلق رکھنے والے کسی صاحب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ بچ گئے تو وہ قلعے میں بند ہو گئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمیں قتل نہ کریں، ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقع دیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کر لیا، جب فدک کے رہنے والوں نے اس کے بارے میں سنا تو انہوں نے بھی اس شرط پر صلح کر لی، تو یہ زمینیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہو گئیں، کیونکہ ان کے لیے مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔

3017 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ بَعْضَ خَيْبَرَ عَنْوَةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقُرِءَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ، أَخْبَرَكُمُ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ خَيْبَرَ كَانَ بَعْضُهَا عَنْوَةً، وَبَعْضُهَا صُلْحًا، وَالْكَتِيبَةُ أَكْثَرُهَا عَنْوَةً، وَفِيهَا صُلْحٌ، قُلْتُ لِمَالِكٍ: وَمَا الْكَتِيبَةُ؟ قَالَ: أَرْضُ خَيْبَرَ، وَهِيَ أَرْبَعُونَ أَلْفَ عَذْقٍ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا کچھ حصہ جنگ کے ذریعے حاصل کیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے ساتھ یہ بات منقول ہے ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں: خیبر کا کچھ حصہ جنگ کے ذریعے حاصل ہوا تھا اور کچھ حصہ صلح کے ذریعے حاصل ہوا تھا، اور کتیبہ نامی بستی کا اکثر حصہ جنگ کے ذریعے حاصل ہوا تھا باقی حصہ صلح کے ذریعے حاصل ہوا تھا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: کتیبہ سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ خیبر کی زمین کا ایک حصہ ہے، جہاں کھجوروں کے چالیس ہزار درخت تھے

3018 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، افْتَتَحَ خَيْبَرَ عَنْوَةً بَعْدَ الْقِتَالِ، وَنَزَلَ مَنْ نَزَلَ مِنْ أَهْلِهَا عَلَى الْجَلَاءِ بَعْدَ الْقِتَالِ

❁❁ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لڑائی کے بعد خیبر کو بزور بازو حاصل کیا تھا اور پھر وہاں کے رہنے والے لوگوں نے لڑائی کے بعد اس شرط پر صلح کی کہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے گا۔

3019 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: خَمَّسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، ثُمَّ قَسَمَ سَائِرَهَا عَلَى مَنْ شَهِدَهَا، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا مِنْ أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ

❁❁ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خیبر کا خمس نکالا اور پھر اس سارے خمس کو ان لوگوں میں تقسیم کر دیا، جو صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے، خواہ وہ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے ہوں، یا غزوہ خیبر میں شریک نہ ہوئے ہوں۔

3020 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ، إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ

❁❁ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا، تو جو بھی بستی فتح ہوتی، میں اُسے، اُسی طرح تقسیم کر دیتا، جس طرح نبی اکرم ﷺ نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَبَرِ مَكَّةَ

باب: (فتح) مکہ کے واقعہ کے بارے میں جو منقول ہے

3021 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ، جَاءَهُ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بِأَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ فَأَسْلَمَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ يُحِبُّ هٰذَا الْفَخْرَ، فَلَوْ جَعَلْتَ لَهُ شَيْئًا. قَالَ: نَعَمْ، مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے سال حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ''مر

الظہران" کے مقام پر ابوسفیان بن حرب کو لے کر آئے، تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! ابوسفیان ایک ایسا شخص ہے، جو فخر کے اظہار کو پسند کرتا ہے تو اگر آپ ﷺ اس کے لیے کوئی چیز مخصوص کردیں (تو یہ مناسب ہوگا) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا، وہ امان میں ہوگا، اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرے گا، وہ امان میں ہوگا۔

3022 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ بَعْضِ أَهْلِهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ الظَّهْرَانِ قَالَ الْعَبَّاسُ: قُلْتُ وَاللهِ لَئِنْ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَنْوَةً، قَبْلَ أَنْ يَأْتُوهُ فَيَسْتَأْمِنُوهُ إِنَّهُ لَهَلَاكُ قُرَيْشٍ، فَجَلَسْتُ عَلَى بَغْلَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَعَلِّي: أَجِدُ ذَا حَاجَةٍ يَأْتِي أَهْلَ مَكَّةَ فَيُخْبِرُهُمْ بِمَكَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَخْرُجُوا إِلَيْهِ، فَيَسْتَأْمِنُوهُ فَإِنِّي لَأَسِيرُ إِذْ سَمِعْتُ كَلَامَ أَبِي سُفْيَانَ، وَبُدَيْلِ بْنِ وَرْقَاءَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا حَنْظَلَةَ، فَعَرَفَ صَوْتِي، فَقَالَ: أَبُو الْفَضْلِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مَا لَكَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي؟ قُلْتُ: هَذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ، قَالَ: فَمَا الْحِيلَةُ؟ قَالَ: فَرَكِبَ خَلْفِي، وَرَجَعَ صَاحِبُهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَوْتُ بِهِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ يُحِبُّ هَذَا الْفَخْرَ، فَاجْعَلْ لَهُ شَيْئًا، قَالَ: نَعَمْ، مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ قَالَ: فَتَفَرَّقَ النَّاسُ إِلَى دُورِهِمْ وَإِلَى الْمَسْجِدِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے "مرالظہران" کے مقام پر پڑاؤ کیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سوچا، اللہ کی قسم! اگر اہل مکہ کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر امان حاصل کرنے سے پہلے، نبی اکرم ﷺ بزور بازو مکہ میں داخل ہوئے، تو قریش ہلاک ہو جائیں گے۔ تو میں نبی اکرم ﷺ کے خچر پر بیٹھا، میں نے سوچا کہ کاش مجھے ایسا ضرورت مند شخص مل جائے، جو کسی کام سے اہل مکہ کی طرف جا رہا ہو، وہ ان لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی موجودگی کے بارے میں بتادے، تاکہ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے امان حاصل کرلیں، ابھی میں جا رہا تھا، اسی دوران میں نے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کے بات چیت کرنے کی آواز سنی، میں نے کہا: اے ابوحنظلہ! اس نے میری آواز پہچان لی اور بولا: ابوالفضل؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! اس نے کہا: آپ کو کیا کام ہے؟ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں نے کہا: یہ اللہ کے رسول اور لوگ تشریف لے آئے ہیں، اس نے دریافت کیا: پھر کیسے بچاؤ ہوسکتا ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ابوسفیان میرے پیچھے خچر پر بیٹھ گئے اور ان کا ساتھی واپس چلا گیا، اگلے دن صبح میں اسے ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس نے اسلام قبول کرلیا، میں نے کہا: یارسول اللہ!

ابوسفیان ایک ایسا شخص ہے، جو فخر کے اظہار کو پسند کرتا ہے، آپ اس کے لیے کچھ مخصوص کردیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ٹھیک ہے، جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا، وہ امان میں ہوگا، جو شخص مسجد میں داخل ہوگا وہ امان میں ہوگا"
راوی بیان کرتے ہیں: تو لوگ اپنے گھروں میں اور مسجد میں بکھر گئے (یعنی ان میں بند ہو گئے)

3023 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: سَاَلْتُ جَابِرًا: هَلْ غَنِمُوا يَوْمَ الْفَتْحِ شَيْئًا، قَالَ: لَا

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کو غزوہ فتح مکہ میں کوئی چیز مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں!

3024 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ سَرَّحَ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ، وَاَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، وَخَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ عَلَى الْخَيْلِ، وَقَالَ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ، اهْتِفْ بِالْاَنْصَارِ قَالَ: اسْلُكُوا هٰذَا الطَّرِيقَ فَلَا يُشْرِفَنَّ لَكُمْ اَحَدٌ اِلَّا اَنَمْتُمُوهُ فَنَادَى مُنَادٍ: لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَخَلَ دَارًا فَهُوَ اٰمِنٌ، وَمَنْ اَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ اٰمِنٌ، وَعَمَدَ صَنَادِيدُ قُرَيْشٍ، فَدَخَلُوا الْكَعْبَةَ فَغَصَّ بِهِمْ، وَطَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ، ثُمَّ اَخَذَ بِجَنْبَتَيِ الْبَابِ فَخَرَجُوا فَبَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سَاَلَهُ رَجُلٌ قَالَ: مَكَّةُ عَنْوَةً هِيَ؟ قَالَ: اِيشِ يَضُرُّكَ مَا كَانَتْ؟ قَالَ: فَصُلْحٌ؟ قَالَ: لَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہونے لگے، تو آپ نے حضرت زبیر بن عوام، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو گھڑسواروں (کے مختلف دستوں) کا امیر مقرر کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! انصار کو بلا کر لاؤ، آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ اس راستے سے روانہ ہو جاؤ، جو کوئی تمہارے راستے میں آنے کی کوشش کرے، تو اسے (ہمیشہ) کی نیند سلا دینا۔ ایک شخص نے بلند آواز میں پکار کر کہا: آج کے بعد قریش نہیں رہیں گے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو جائے، وہ امان میں ہوگا، جو اپنے ہتھیار پھینک دے، وہ امان میں ہوگا، قریش کے سردار خانہ کعبہ کی طرف آئے اور اس میں داخل ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا، آپ نے مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کی، پھر آپ خانہ کعبہ کے دروازے کے کواڑوں کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے، تو وہ لوگ باہر آ گئے اور انہوں نے اسلام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی (یعنی آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا)"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو سنا، ایک شخص نے ان سے سوال کیا: کیا مکہ بزور بازو

فتح ہوا تھا؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا، اگر یہ ہوا بھی تھا، تو تمہیں کیا نقصان ہے؟ اس نے دریافت کیا: صلح کے ذریعے ہوا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں۔

فتح مکہ (رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء):

رمضان ۸ھ تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت مقدسہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے کہ جس کی آب و تاب سے ہر مومن کا قلب قیامت تک مسرتوں کا آفتاب بنا رہے گا کیونکہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یار غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ "اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔" لیکن آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاتح اعظم کی شان و شوکت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال و جلال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمایا۔

لیکن ناظرین کے ذہنوں میں یہ سوال سر اٹھاتا ہو گا کہ جب کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں یہ تحریر کیا جا چکا تھا کہ دس برس تک فریقین کے مابین کوئی جنگ نہ ہو گی تو پھر آخر وہ کونسا ایسا سبب نمودار ہو گیا کہ صلح نامہ کے فقط دو سال ہی بعد تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے سامنے ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پیش آ گئی اور آپ ایک عظیم لشکر کے ساتھ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا سبب کفار مکہ کی "عہد شکنی" اور حدیبیہ کے صلح نامہ سے غداری ہے۔

کفار قریش کی عہد شکنی:

صلح حدیبیہ کے بیان میں آپ پڑھ چکے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک یہ شرط بھی درج تھی کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کرنا چاہے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرے۔

چنانچہ اسی بنا پر قبیلہ بنی بکر نے قریش سے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیا اور قبیلہ بنی خزاعہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم سے امداد باہمی کا معاہدہ کر لیا۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب ہی میں آباد تھے لیکن ان دونوں میں عرصہ دراز سے سخت عداوت اور مخالفت چلی آ رہی تھی۔

ایک مدت سے تو کفار قریش اور دوسرے قبائل عرب کے کفار مسلمانوں سے جنگ کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر رہے تھے لیکن صلح حدیبیہ کی بدولت جب مسلمانوں کی جنگ سے کفار قریش اور دوسرے قبائل کفار کو اطمینان ملا تو قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ بنی خزاعہ سے اپنی پرانی عداوت کا انتقام لینا چاہا اور اپنے حلیف کفار قریش سے مل کر بالکل اچانک طور پر قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اس حملہ میں کفار قریش کے تمام رؤسا یعنی عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے علانیہ بنی خزاعہ کو قتل کیا۔ بے چارے بنی خزاعہ اس خوفناک ظالمانہ حملہ کی تاب نہ لا سکے اور اپنی جان بچانے کے لیے حرم کعبہ میں پناہ لینے

کے لئے بھاگے۔ بنی بکر کے عوام نے تو حرم میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لیا اور حرم الٰہی کا احترام کیا۔ لیکن بنی بکر کا سردار "نوفل" اس قدر جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو چکا تھا کہ وہ حرم میں بھی بنی خزاعہ کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کرتا رہا اور چلا چلا کر اپنی قوم کو للکارتا رہا کہ پھر یہ موقع کبھی ہاتھ نہیں آسکتا۔ چنانچہ ان درندہ صفت خونخوار انسانوں نے حرم الٰہی کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا اور حرم کعبہ کی حدود میں نہایت ہی ظالمانہ طور پر بنی خزاعہ کا خون بہایا اور کفار قریش نے بھی اس قتل و غارت اور کشت و خون میں خوب خوب حصہ لیا۔ (زرقانی ج۲ ص۲۸۹)

ظاہر ہے کہ قریش نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدہ کو عملی طور پر توڑ ڈالا۔ کیونکہ بنی خزاعہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر کے آپ کے حلیف بن چکے تھے، اس لئے بنی خزاعہ پر حملہ کرنا، یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے برابر تھا۔ اس حملہ میں بنی خزاعہ کے تئیس (۲۳) آدمی قتل ہو گئے۔

اس حادثہ کے بعد قبیلۂ بنی خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کے لئے مدینہ بارگاہ رسالت میں پہنچے اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ:

حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شانۂ نبوت میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک دم بالکل ناگہاں آپ نے بلند آواز سے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ لبیک۔ لبیک۔ لبیک۔ (میں تمہارے لئے بار بار حاضر ہوں۔) پھر تین مرتبہ بلند آواز سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نصرت۔ نصرت۔ نصرت (تمہیں مدد مل گئی) جب آپ وضو خانہ سے نکلے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) آپ تنہائی میں کس سے گفتگو فرما رہے تھے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اے میمونہ! رضی اللہ عنہا غضب ہو گیا۔ میرے حلیف بنی خزاعہ پر بنی بکر اور کفار قریش نے حملہ کر دیا ہے اور اس مصیبت و بے کسی کے وقت میں بنی خزاعہ نے وہاں سے چلا چلا کر مجھے مدد کے لئے پکارا ہے اور مجھ سے مدد طلب کی ہے اور میں نے ان کی پکار سن کر ان کی ڈھارس بندھانے کے لئے ان کو جواب دیا ہے۔ حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس واقعہ کے تیسرے دن جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز سے فارغ ہوئے تو دفعۃً بنی خزاعہ کے مظلومین نے رجز کے ان اشعار کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی اس پر درد اور رقت انگیز فریاد کو بغور سنا۔ آپ بھی اس رجز کے چند اشعار کو ملاحظہ فرمائیے:

يَارَبِّ اِنِّيْ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا حِلْفَ اَبِيْنَا وَاَبِيْهِ الْاَتْلَدَا

اے خدا! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے اور ان کے باپ داداؤں کے درمیان قدیم زمانے سے ہو چکا ہے۔

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَبَدًا وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَاْتُوْا مَدَدًا

تو خدا آپ کو سیدھی راہ پر چلائے۔ آپ ہماری بھرپور مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلائیے۔ وہ سب امداد کے لئے آئیں گے۔

فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا ۔۔۔ اِنْ سِيْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَبَّدَا

ان مددکرنے والوں میں رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) بھی غضب کی حالت میں ہوں کہ اگر انہیں ذلت کا داغ لگے تو ان کا تیور بدل جائے۔

هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدًا ۔۔۔ وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَّسُجَّدًا

ان لوگوں (بنی بکر وقریش) نے "مقام وتیر" میں ہم سوتے ہوؤں پر شب خون مارا اور رکوع وسجدہ کی حالت میں بھی ہم لوگوں کو بیدردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا ۔۔۔ وَنَقَضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا

یقیناً قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی ہے اور آپ سے مضبوط معاہدہ کر کے توڑ ڈالا ہے۔

ان اشعار کو سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ مت گھبراؤ میں تمہاری امداد کے لئے تیار ہوں۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسندی:

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش فرمائیں کہ ان میں سے کوئی ایک شرط قریش منظور کریں:

(۱) بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہادیا جائے۔

(۲) قریش قبیلہ بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

(۳) اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے ان شرطوں کو قریش کے سامنے رکھا تو قرطہ بن عبد عمر نے قریش کا نمائندہ بن کر جواب دیا کہ "نہ ہم مقتولوں کے خون کا معاوضہ دیں گے نہ اپنے حلیف قبیلہ بنی بکر کی حمایت چھوڑیں گے۔ ہاں تیسری شرط ہمیں منظور ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔" لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنے اس جواب پر ندامت ہوئی۔ چنانچہ چند رؤسائے قریش ابوسفیان کے پاس گئے اور یہ کہا کہ اگر یہ معاملہ نہ سلجھا تو پھر سمجھ لو کہ یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر حملہ کر دیں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میری بیوی ہند بنت عتبہ نے ایک خواب دیکھا ہے کہ مقام "حجون" سے مقام "خندمہ" تک ایک خون کی نہر بہتی ہوئی آئی ہے، پھر ناگہاں وہ خون غائب ہو گیا۔ قریش نے اس خواب کو بہت ہی منحوس سمجھا اور خوف ودہشت سے سہم گئے اور ابوسفیان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا کہ وہ فوراً مدینہ جا کر معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۲)

ابوسفیان کی کوشش:

اس کے بعد بہت تیزی کے ساتھ ابوسفیان مدینہ گیا اور پہلے اپنی لڑکی حضرت ام المومنین بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر پہنچا اور بستر پر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے بستر اٹھالیا ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا کہ

بیٹی تم نے بستر کیوں اٹھالیا؟ کیا بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھ کو بستر کے قابل نہیں سمجھا؟ اُم المؤمنین نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک اور نجس ہو۔ اس لئے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ تم رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھو۔ یہ سن کر ابوسفیان کے دل پر چوٹ لگی اور وہ رنجیدہ ہو کر وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقصد بیان کیا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہم کے پاس گیا۔ ان سب حضرات نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب ابو سفیان پہنچا تو وہاں حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ابوسفیان نے بڑی لجاجت سے کہا کہ اے علی! تم قوم میں بہت ہی رحم دل ہو ہم ایک مقصد لے کر یہاں آئے ہیں کیا ہم یوں ہی ناکام چلے جائیں۔ ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری سفارش کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان! ہم لوگوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ اور ان کی مرضی میں کوئی مداخلت کر سکیں۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر ابوسفیان نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے فاطمہ! یہ تمہارا پانچ برس کا بچہ (امام حسن) ایک مرتبہ اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے دونوں فریق میں صلح کرا دی تو آج سے یہ بچہ عرب کا سردار کہہ کر پکارا جائے گا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل؟ بالآخر ابوسفیان نے کہا کہ اے علی! معاملہ بہت کٹھن نظر آتا ہے کوئی تدبیر بتاؤ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سلسلے میں تم کو کوئی مفید رائے تو نہیں دے سکتا، لیکن تم بنی کنانہ کے سردار ہو تم خود ہی لوگوں کے سامنے اعلان کر دو کہ میں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کر دی۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا میرا یہ اعلان کچھ مفید ہو سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یک طرفہ اعلان ظاہر ہے کہ کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ مگر اب تمہارے پاس اس کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا ہے؟ ابوسفیان وہاں سے مسجد نبوی میں آیا اور بلند آواز سے مسجد میں اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی مگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

ابوسفیان یہ اعلان کر کے مکہ روانہ ہو گیا جب مکہ پہنچا تو قریش نے پوچھا کہ مدینہ میں کیا ہوا؟ ابوسفیان نے ساری داستان بیان کر دی۔ تو قریش نے سوال کیا کہ جب تم نے اپنی طرف سے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کیا تو کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کر لیا؟ ابوسفیان نے کہا کہ "نہیں" یہ سن کر قریش نے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ نہ تو صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھیں نہ یہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۲ تا ص ۲۹۳)

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرما دیا کہ جنگ کے ہتھیار درست کریں اور اپنے حلیف قبائل کو بھی جنگی تیاریوں کے لئے حکم نامہ بھیج دیا۔ مگر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے؟ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ جنگی ہتھیاروں کو نکال رہی ہیں تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے؟ عرض کیا: "جی ہاں" پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے

کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ "واللہ! مجھے یہ معلوم نہیں۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۱)
غرض انتہائی خاموشی اور رازداری کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری فرمائی اور مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے اور اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط:

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جو ایک معزز صحابی تھے انہوں نے قریش کو ایک خط اس مضمون کا لکھ دیا کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں، لہٰذا تم لوگ ہوشیار ہو جاؤ۔ اس خط کو انہوں نے ایک عورت کے ذریعہ مکہ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا تھا۔ آپ نے اپنے اس علم غیب کی بدولت یہ جان لیا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کیا کارروائی کی ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی وحضرت زبیر وحضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو فوراً ہی روانہ فرمایا کہ تم لوگ "روضۂ خاخ" میں چلے جاؤ۔ وہاں ایک عورت ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے۔ اس سے وہ خط چھین کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ یہ تینوں اصحاب کبار رضی اللہ عنہم تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر "روضۂ خاخ" میں پہنچے اور عورت کو پالیا۔ جب اس سے خط طلب کیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہہ سکتے، نہ ہم لوگ جھوٹے ہیں لہٰذا تو خط نکال کر ہمیں دے دے ورنہ ہم تجھ کو ننگی کر کے تلاشی لیں گے۔ جب عورت مجبور ہو گئی تو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ جب یہ لوگ خط لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے تو آپ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے حاطب! یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں نہ میں نے اپنا دین بدلا ہے نہ مرتد ہوا ہوں میرے اس خط کے لکھنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مکہ میں میرے بیوی بچے ہیں۔ مگر مکہ میں میرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے جو میرے بیوی بچوں کی خبر گیری ونگہداشت کرے میرے سوا دوسرے تمام مہاجرین کے عزیز واقارب مکہ میں موجود ہیں جو ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ خط لکھ کر قریش پر ایک اپنا احسان رکھ دیا ہے تاکہ میں ان کی ہمدردی حاصل کر لوں اور وہ میرے اہل وعیال کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کریں۔ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کافروں کو شکست دے گا اور میرے اس خط سے کفار کو ہرگز ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے اس بیان کو سن کر ان کے عذر کو قبول فرما لیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خط کو دیکھ کر اس قدر طیش میں آگئے کہ آپے سے باہر ہو گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی غیظ وغضب میں بھر گئے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین رحمت پر اک ذرا شکن بھی نہیں آئی اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ حاطب اہل بدر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو مخاطب کر کے فرما دیا ہے کہ "تم جو چاہو کرو۔ تم سے کوئی مواخذہ نہیں" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور وہ یہ کہہ کر بالکل خاموش ہو گئے کہ "اللہ اور اس کے رسول کو ہم سب سے زیادہ علم ہے"

اسی موقع پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ (ممتحنہ)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۲ غزوہ الفتح)

مکہ پر حملہ:

غرض ۱۰ رمضان ۸ ھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے دس ہزار کا لشکرِ پر انوار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے وقت دس ہزار کا لشکر رہا ہو۔ پھر راستہ میں بعض قبائل اس لشکر میں شامل ہو گئے ہوں تو مکہ پہنچ کر اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی ہو۔ بہر حال مدینہ سے چلتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم روزہ دار تھے جب آپ "مقام کدید" میں پہنچے تو پانی مانگا اور اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے پورے لشکر کو دکھا کر آپ نے دن میں پانی نوش فرمایا اور سب کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کر دیا۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۰۰ و سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۰)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ملاقات:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام "جحفہ" میں پہنچے تو وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ مسلمان ہو کر آئے تھے بلکہ اس سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی سے مکہ میں مقیم تھے اور حجاج کو زمزم پلانے کے معزز عہدہ پر فائز تھے اور آپ کے ساتھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث بن عبدالمطلب کے فرزند جن کا نام بھی ابوسفیان تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن ابی امیہ جو ام المؤمنین حضرت بی بی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوتیلے بھائی بھی تھے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ان دونوں صاحبوں کی حاضری کا حال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ان دونوں صاحبوں کی ملاقات سے انکار فرما دیا۔ کیونکہ ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ ایذائیں پہنچائی تھیں۔ خصوصاً ابوسفیان بن الحارث آپ کے چچا زاد بھائی جو اعلان نبوت سے پہلے آپ کے انتہائی جاں نثاروں میں سے تھے مگر اعلان نبوت کے بعد انہوں نے اپنے قصیدوں میں اتنی شرمناک اور بیہودہ ہجو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کر ڈالی تھی کہ آپ کا دل زخمی ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ ان دونوں سے انتہائی ناراض و بیزار تھے مگر حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کا قصور معاف کرنے کے لئے بہت ہی پرزور سفارش کی اور ابوسفیان بن الحارث نے یہ کہہ دیا کہ اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے میرا قصور نہ معاف فرمایا تو میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر عرب کے ریگستان میں چلا جاؤں گا تاکہ وہاں بغیر دانہ پانی کے بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر میں اور میرے سب بچے مر کر فنا ہو جائیں۔ حضرت بی بی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ

کے چچا کا بیٹا اور آپ کی پھوپھی کا بیٹا تمام انسانوں سے زیادہ بدنصیب رہے گا؟ کیا ان دونوں کو آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا؟ جان چھڑکنے والی بیوی کے ان درد انگیز کلمات سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت بھرے دل میں رحم و کرم اور عفو و درگزر کے سمندر موجیں مارنے لگے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو یہ مشورہ دیا کہ تم دونوں اچانک بارگاہ رسالت میں سامنے جا کر کھڑے ہو جاؤ اور جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا وہی تم دونوں بھی کہو کہ

قَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ

کہ یقیناً آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت دی ہے اور ہم بلاشبہ خطادار ہیں۔

چنانچہ ان دونوں صاحبوں نے دربار رسالت میں ناگہاں حاضر ہو کر یہی کہا۔ ایک دم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ رحمت پر رحم و کرم کے ہزاروں ستارے چمکنے لگے اور آپ نے ان کے جواب میں بعینہٖ وہی جملہ اپنی زبانِ رحمت نشان سے ارشاد فرمایا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے جواب میں فرمایا تھا کہ

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہے اللہ تمہیں بخش دے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔

جب قصور معاف ہو گیا تو ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ نے تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار لکھے اور زمانہ جاہلیت کے دور میں جو کچھ آپ کی ہجو میں لکھا تھا اس کی معذرت کی اور اس کے بعد عمر بھر نہایت سچے اور ثابت قدم مسلمان رہے مگر حیاء کی وجہ سے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی سر نہیں اٹھاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ ابوسفیان بن الحارث میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قائم مقام ثابت ہوں گے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۰۱ تا ص ۳۰۲ و سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۰)

میلوں تک آگ ہی آگ:

مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر "مرالظہران" میں پہنچ کر اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو حکم دیا کہ ہر مجاہد اپنا الگ الگ چولہا جلائے۔ دس ہزار مجاہدین نے جو الگ الگ چولہے جلائے تو "مرالظہران" کے پورے میدان میں میلوں تک آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔

قریش کے جاسوس:

گو قریش کو معلوم ہی ہو چکا تھا کہ مدینہ سے فوجیں آرہی ہیں۔ مگر صورت حال کی تحقیق کے لئے قریش نے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام و بدیل بن ورقاء کو اپنا جاسوس بنا کر بھیجا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بے حد فکر مند ہو کر قریش کے انجام پر افسوس کر رہے تھے۔ وہ یہ سوچتے تھے کہ اگر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم اپنے عظیم لشکر کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو آج قریش کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ رات کے وقت رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے مکہ چلے کہ قریش کو اس خطرہ سے آگاہ کر کے انہیں آمادہ کریں کہ چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگ کر صلح کر لو ورنہ تمہاری

خبر نہیں۔(زرقانی ج ۲ ص ۳۰۴)

مگر بخاری کی روایت میں ہے کہ قریش کو یہ خبر تو مل گئی تھی کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں مگر انہیں یہ پتانہ تھا کہ آپ کا لشکر "مرالظہران" تک آ گیا ہے۔اس لئے ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام وبدیل بن ورقاء اس تلاش وجستجو میں نکلے تھے کہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر کہاں ہے؟ جب یہ تینوں "مرالظہران" کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ میلوں تک آگ ہی آگ جل رہی ہے یہ منظر دیکھ کر یہ تینوں حیران رہ گئے اور ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ میں نے تو زندگی میں کبھی اتنی دور تک پھیلی ہوئی آگ اس میدان میں جلتے ہوئے نہیں دیکھی۔آخر یہ کون سا قبیلہ ہے؟ بدیل بن ورقاء نے کہا کہ بنی عمرو معلوم ہوتے ہیں۔ابوسفیان نے کہا کہ نہیں بنی عمرو اتنی کثیر تعداد میں کہاں ہیں جو ان کی آگ سے "مرالظہران" کا پورا میدان بھر جائے گا۔(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳)

بہرحال حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ان تینوں سے ملاقات ہوگئی اور ابوسفیان نے پوچھا کہ اے عباس! تم کہاں سے آ رہے ہو؟ اور یہ آگ کیسی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی آگ ہے۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان بن حرب سے کہا کہ تم میرے خچر پر پیچھے سوار ہو جاؤ ورنہ اگر مسلمانوں نے تمہیں دیکھ لیا تو ابھی تم کو قتل کر ڈالیں گے۔جب یہ لوگ لشکر گاہ میں پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے چند مسلمانوں نے جو لشکر گاہ کا پہرہ دے رہے تھے۔ابوسفیان کو دیکھ لیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے جذبہ انتقام کو ضبط نہ کر سکے اور ابوسفیان کو دیکھتے ہی ان کی زبان سے نکلا کہ "ارے یہ تو خدا کا دشمن ابوسفیان ہے۔" دوڑتے ہوئے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) ابوسفیان ہاتھ آ گیا ہے۔اگر اجازت ہو تو ابھی اس کا سر اڑا دوں۔اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی ان تینوں مشرکوں کو ساتھ لئے ہوئے دربار رسول میں حاضر ہو گئے اور ان لوگوں کی جان بخشی کی سفارش پیش کر دی اور یہ کہا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) میں نے ان سبھوں کو امان دے دی ہے۔

ابوسفیان کا اسلام:

ابوسفیان بن حرب کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی۔مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سے سخت ایذائیں دینی، مدینہ پر بار بار حملہ کرنا، قبائل عرب کو اشتعال دلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی بارہا سازشیں، یہودیوں اور تمام کفار عرب سے ساز باز کر کے اسلام اور بانی اسلام کے خاتمہ کی کوششیں یہ وہ ناقابل معافی جرائم تھے جو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ ابوسفیان کا قتل بالکل درست وجائز اور برمحل ہے۔لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کو قرآن نے "رءوف ورحیم" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ان کی رحمت چمکار چمکار کر ابوسفیان کے کان میں کہہ رہی تھی کہ اے مجرم! مت ڈر۔یہ دنیا کے سلاطین کا دربار نہیں ہے بلکہ یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت ہے۔بخاری شریف کی روایت تو یہی ہے کہ ابوسفیان بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔اس لئے جان بچ گئی۔(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ باب این رکز النبی الرایۃ)

مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء نے تو فوراً رات ہی میں اسلام قبول کر لیا مگر ابوسفیان نے صبح کو

کلمہ پڑھا۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۰۴)

اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ ابوسفیان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک مکالمہ ہوا اس کے بعد ابوسفیان نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ وہ مکالمہ یہ ہے:

کیوں اے ابوسفیان! کیا اب بھی تمہیں یقین نہ آیا کہ خدا ایک ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

کیوں نہیں کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔ ابوسفیان:

کیا اس میں تمہیں کوئی شک ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم:

ہاں! اس میں تو ابھی مجھے کچھ شبہ ہے۔ ابوسفیان:

مگر پھر اس کے بعد انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور اس وقت گو ان کا ایمان متزلزل تھا لیکن بعد میں بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے۔ چنانچہ غزوہ طائف میں مسلمانوں کی فوج میں شامل ہو کر انہوں نے کفار سے جنگ کی اور اسی میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہوگئی۔ پھر یہ جنگ یرموک میں بھی جہاد کے لئے گئے۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۱۳)

لشکر اسلام کا جاہ وجلال:

مجاہدین اسلام کا لشکر جب مکہ کی طرف بڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ ابو سفیان کو کسی ایسے مقام پر کھڑا کر دیں کہ یہ افواج الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ چنانچہ جہاں راستہ کچھ تنگ تھا ایک بلند جگہ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو کھڑا کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسلامی لشکر سمندر کی موجوں کی طرح امنڈتا ہوا روانہ ہوا۔ اور قبائل عرب کی فوجیں ہتھیار سج سج کر یکے بعد دیگرے ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگیں۔ سب سے پہلے قبیلہ غفار کا باوقار پرچم نظر آیا۔ ابوسفیان نے سہم کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ قبیلہ غفار کے شہسوار ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ مجھے قبیلہ غفار سے کیا مطلب ہے؟ پھر جہینہ پھر سعد بن حذیم، پھر سلیم کے قبائل کی فوجیں زرق برق ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے پرچم لہراتے اور تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے سامنے سے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر فوج کا جلال دیکھ کر مرعوب ہو ہو جاتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہر فوج کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے کہ یہ کون ہیں؟ یہ کن لوگوں کا لشکر ہے؟ اس کے بعد انصار کا لشکر پرانوار اتنی عجیب شان اور ایسی نرالی آن بان سے چلا کہ دیکھنے والوں کے دل دہل گئے۔ ابو سفیان نے اس فوج کی شان وشوکت سے حیران ہو کر کہا کہ اے عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ "انصار" ہیں ناگہاں انصار کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جھنڈا لئے ہوئے ابوسفیان کے قریب سے گزرے اور جب ابو سفیان کو دیکھا تو بلند آواز سے کہا کہ اے ابوسفیان!

اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ

آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے۔ آج کعبہ میں خونریزی حلال کر دی جائے گی۔

ابوسفیان یہ سن کر گھبرا گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے عباس! سن لو! آج قریش کی ہلاکت تمہیں مبارک

ہو۔ پھر ابوسفیان کو چین نہیں آیا تو پوچھا کہ بہت دیر ہوگئی۔ ابھی تک میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ وہ کون سے لشکر میں ہیں؟ اتنے میں حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پرچم نبوت کے سائے میں اپنے نورانی لشکر کے ہمراہ پیغمبرانہ جاہ وجلال کے ساتھ نمودار ہوئے۔ ابوسفیان نے جب شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چلا کر کہا کہ اے حضور! کیا آپ نے سنا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہوئے گئے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ ابوسفیان بولے کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے غلط کہا، آج تو کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ آج تو کعبہ کو لباس پہنانے کا دن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے اتنی غلط بات کیوں کہہ دی۔ آپ نے ان کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب ابوسفیان نے بارگاہ رسول میں یہ شکایت کی کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ابھی ابھی سعد بن عبادہ یہ کہتے ہوئے گئے ہیں کہ اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَة آج گھمسان کی لڑائی کا دن ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے غلط کہا، بلکہ اے ابوسفیان! اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَة آج کا دن تو رحمت کا دن ہے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۰۶)

پھر فاتحانہ شان وشوکت کے ساتھ بانی کعبہ کے جانشین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں نزول اجلال فرمایا اور حکم دیا کہ میرا جھنڈا مقام "حجون" کے پاس گاڑا جائے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام فرمان جاری فرمایا کہ وہ فوجوں کے ساتھ مکہ کے بالائی حصہ یعنی "کداء" کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ باب این رکز النبی رایہ وزرقانی ج ۲ ص ۳۰۴ تا ص ۳۰۶)

فاتح مکہ کا پہلا فرمان:

تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی جو پہلا فرمان جاری فرمایا وہ یہ اعلان تھا کہ جس کے لفظ لفظ میں رحمتوں کے دریا موجیں مار رہے ہیں:

جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لئے امان ہے۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے گا اس کے لئے امان ہے۔ جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کے لئے امان ہے۔

اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان ایک فخر پسند آدمی ہے اس کے لئے کوئی ایسی امتیازی بات فرما دیجئے کہ اس کا سر فخر سے اونچا ہو جائے تو آپ نے فرما دیا کہ

"جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے۔"

اس کے بعد ابوسفیان مکہ میں بلند آواز سے پکار پکار کر اعلان کرنے لگا کہ اے قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا بڑا لشکر لے کر آگئے ہیں کہ اس کا مقابلہ کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے۔ ابوسفیان کی زبان سے یہ کم ہمتی کی بات سن کر اس کی بیوی ہند بنت عتبہ جل بھن کر کباب ہوگئی اور طیش میں آکر ابوسفیان کی مونچھ پکڑ لی اور چلا کر

کہنے لگی کہ اے بنی کنانہ! اس کم بخت کو قتل کر دو یہ کیسی بزدلی اور کم ہمتی کی بات بک رہا ہے۔ ہند کی اس چیخ و پکار کی آواز سن کر تمام بنو کنانہ کا خاندان ابوسفیان کے مکان میں جمع ہو گیا اور ابوسفیان نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس وقت غصہ اور طیش کی باتوں سے کچھ کام نہیں چل سکتا۔ میں پورے اسلامی لشکر کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر آیا ہوں اور میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب ہم لوگوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ یہ خیریت ہے کہ انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ جو ابوسفیان کے مکان میں چلا جائے اس کے لئے امان ہے۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ لوگ میرے مکان میں آ کر پناہ لے لیں۔ ابوسفیان کے خاندان والوں نے کہا کہ تیرے مکان میں بھلا کتنے انسان آسکیں گے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی امان دے دی ہے جو اپنے دروازے بند کر لیں یا مسجد حرام میں داخل ہو جائیں یا ہتھیار ڈال دیں۔ ابوسفیان کا یہ بیان سن کر کوئی ابوسفیان کے مکان میں چلا گیا۔ کوئی مسجد حرام کی طرف بھاگا۔ کوئی اپنا ہتھیار زمین پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان رحمت نشان یعنی مکمل امن و امان کا فرمان جاری کر دینے کے بعد ایک قطرہ خون بہنے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ لیکن عکرمہ بن ابوجہل و صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو اور جماش بن قیس نے مقام "خندمہ" میں مختلف قبائل کے اوباش کو جمع کیا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے دو آدمیوں حضرت کرز بن جابر فہری اور حبیش بن اشعر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا اور اسلامی لشکر پر تیر برسانا شروع کر دیا۔ بخاری کی روایت میں انہی دو حضرات کی شہادت کا ذکر ہے مگر زرقانی وغیرہ کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار قریش نے قتل کر دیا۔ دو وہ جو اوپر ذکر کئے گئے اور ایک حضرت مسلمہ بن المیلاء رضی اللہ عنہ اور بارہ یا تیرہ کفار بھی مارے گئے اور باقی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ تلواریں چمک رہی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میں نے تو خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو جنگ کرنے سے منع کر دیا تھا۔ پھر یہ تلواریں کیسی چل رہی ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ پہل کفار کی طرف سے ہوئی ہے۔ اس لئے لڑنے کے سوا حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی فوج کے لئے کوئی چارہ کار ہی نہیں رہ گیا تھا۔ یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ قضاء الٰہی یہی تھی اور خدا نے جو چاہا وہی بہتر ہے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۱۰)

مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ:

بخاری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔ یہ نماز بہت ہی مختصر طور پر ادا فرمائی لیکن رکوع و سجدہ مکمل طور پر ادا فرماتے رہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۵ باب منزل النبی یوم الفتح)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی ام ہانی رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کیا گھر میں کچھ کھانا بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم خشک روٹی کے چند ٹکڑے ہیں۔ مجھے بڑی شرم دامن گیر ہوتی ہے کہ اس کو آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ ارشاد فرمایا کہ "لاؤ" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان خشک

روٹیوں کو توڑا اور پانی میں بھگو کر نرم کیا اور حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نے ان روٹیوں کے سالن کے لئے نمک پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی سالن گھر میں نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھر میں "سرکہ" کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "سرکہ" لاؤ۔ آپ نے سرکہ کو روٹی پر ڈالا اور تناول فرما کر خدا کا شکر بجالائے۔ پھر فرمایا کہ "سرکہ بہترین سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہوگا اس گھر والے محتاج نہ ہوں گے۔" پھر حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حارث بن ہشام (ابوجہل کے بھائی) اور زہیر بن اُمیہ کو امان دے دی ہے۔ لیکن میرے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کو اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی فوج سے جنگ کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُمِ ہانی! رضی اللہ عنہا جس کو تم نے امان دے دی اس کے لئے ہماری طرف سے بھی امان ہے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۳۲۶)

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَبَرِ الطَّائِفِ

باب: طائف (کی فتح) کے بارے میں جو منقول ہے

3025 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ عَقِيلِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ شَأْنِ ثَقِيفٍ إِذْ بَايَعَتْ؟ قَالَ: اشْتَرَطَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ لَا صَدَقَةَ عَلَيْهَا، وَلَا جِهَادَ، وَأَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ يَقُولُ: سَيَتَصَدَّقُونَ، وَيُجَاهِدُونَ إِذَا أَسْلَمُوا

❁❁ وہب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ثقیف قبیلے کے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا کہ انہوں نے کس طرح اسلام قبول کیا تھا؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شرط رکھی کہ ان پر زکوٰۃ اور جہاد لازم نہیں ہوں گے، پھر انہوں نے بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''جب یہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے، تو زکوٰۃ بھی دیں گے اور جہاد میں بھی حصہ لیں گے''

3026 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ مَنْجُوفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِيَكُونَ أَرَقَّ لِقُلُوبِهِمْ، فَاشْتَرَطُوا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُحْشَرُوا، وَلَا يُعْشَرُوا، وَلَا يُجَبُّوا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكُمْ أَنْ لَا تُحْشَرُوا، وَلَا تُعْشَرُوا، وَلَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ

❁❁ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ثقیف قبیلے کا وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا' تاکہ ان کے دل نرم ہو جائیں، ان لوگوں نے یہ شرط عائد کی کہ انہیں جہاد کے لیے نہیں بلایا جائے گا۔ ان سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی اور وہ نماز نہیں پڑھیں گے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں یہ چیز ملتی ہے کہ تمہیں جہاد کے لئے نہیں بلایا جائے گا اور تم سے زکوٰۃ نہیں وصول کی جائے گی' لیکن ایسے دین میں کوئی بھلائی نہیں ہے' جس

میں رکوع (یعنی نماز) نہ ہو۔

طائف کا محاصرہ:

یہ تحریر کیا جاچکا ہے کہ حنین سے بھاگنے والی کفار کی فوجیں کچھ تو اوطاس میں جا کر ٹھہری تھیں اور کچھ طائف کے قلعہ میں جا کر پناہ گزیں ہوگئی تھیں۔ اوطاس کی فوجیں تو آپ پڑھ چکے کہ وہ شکست کھا کر ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگئیں اور سب گرفتار ہوگئیں۔ لیکن طائف میں پناہ لینے والوں سے بھی جنگ ضروری تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین اور اوطاس کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو "مقام جعرانہ" میں جمع کر کے طائف کا رخ فرمایا۔

طائف خود ایک بہت ہی محفوظ شہر تھا جس کے چاروں طرف شہر پناہ کی دیوار بنی ہوئی تھی اور یہاں ایک بہت ہی مضبوط قلعہ بھی تھا۔ یہاں کا رئیس اعظم عروہ بن مسعود ثقفی تھا جو ابوسفیان کا داماد تھا۔ یہاں ثقیف کا جو خاندان آباد تھا وہ عزت و شرافت میں قریش کا ہم پلہ شمار کیا جاتا تھا۔ کفار کی تمام فوجیں سال بھر کا راشن لے کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوگئی تھیں۔ اسلامی افواج نے طائف پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرلیا مگر قلعہ کے اندر سے کفار نے اس زور وشور کے ساتھ تیروں کی بارش شروع کردی کہ لشکر اسلام اس کی تاب نہ لاسکا اور مجبوراً اس کو پسپا ہونا پڑا۔ اٹھارہ دن تک شہر کا محاصرہ جاری رہا مگر طائف فتح نہیں ہوسکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنگ کے ماہروں سے مشورہ فرمایا تو حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم "لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی لیکن اگر چھوڑ دی جائے تو بھی اس سے کوئی اندیشہ نہیں۔" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم دے دیا۔

(زرقانی ج ۳ ص ۳۳)

طائف کے محاصرہ میں بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور کل بارہ اصحاب شہید ہوئے سات قریش، چار انصار اور ایک شخص بنی لیث کے۔ زخمیوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بھی تھے یہ ایک تیر سے زخمی ہوگئے تھے۔ پھر اچھے بھی ہوگئے، لیکن ایک مدت کے بعد پھر ان کا زخم پھٹ گیا اور اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسی زخم سے ان کی وفات ہوگئی۔ (زرقانی ج ۳ ص ۳۰)

طائف کی مسجد:

یہ مسجد جس کو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا تھا ایک تاریخی مسجد ہے۔ اس جنگ طائف میں ازواج مطہرات میں سے دو ازواج ساتھ تھیں حضرت اُم سلمہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما ان دونوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خیمے گاڑے تھے اور جب تک طائف کا محاصرہ رہا آپ ان دونوں خیموں کے درمیان میں نمازیں پڑھتے رہے۔ جب بعد میں قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تو ان لوگوں نے اسی جگہ پر مسجد بنالی۔ (زرقانی ج ۳ ص ۳۱)

جنگ طائف میں بت شکنی:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا ارادہ فرمایا تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا کہ وہ"

ذوالکفین" کے بت خانہ کو برباد کر دیں۔ یہاں عمر بن حممہ دوسی کا بت تھا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر بت خانہ کو منہدم کر دیا اور بت کو جلا دیا۔ بت کو جلاتے وقت وہ ان اشعار کو پڑھتے جاتے تھے:

یَاذَا الْکَفَّیْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِکَا

اے ذوالکفین! میں تیرا بندہ نہیں ہوں

مِیْلَادُنَا اَقْدَمُ مِنْ مِیْلَادِکَا

میری پیدائش تیری پیدائش سے بڑی ہے

اِنِّیْ حَشَوْتُ النَّارَ فِیْ فُؤَادِکَا

میں نے تیرے دل میں آگ لگا دی ہے

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ چار دن میں اس مہم سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طائف میں پہنچ گئے۔ یہ "ذوالکفین" سے قلعہ توڑنے کے آلات منجنیق وغیرہ بھی لائے تھے۔ چنانچہ اسلام میں سب سے پہلی یہی منجنیق ہے جو طائف کا قلعہ توڑنے کے لئے لگائی گئی۔ مگر کفار کی فوجوں نے تیر اندازی کے ساتھ ساتھ گرم گرم لوہے کی سلاخیں پھینکنی شروع کر دیں اس وجہ سے قلعہ توڑنے میں کامیابی نہ ہو سکی۔ (زرقانی ج ۳ ص ۳۱)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ طائف کے اطراف میں جو جا بجا ثقیف کے بت خانے ہیں ان سب کو منہدم کر دیں۔ چنانچہ آپ نے ان سب بتوں اور بت خانوں کو توڑ پھوڑ کر مسمار و برباد کر دیا۔ اور جب لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور بہت دیر تک ان سے تنہائی میں گفتگو فرماتے رہے، جس سے لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۱۸)

طائف سے روانگی کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) آپ قبیلہ ثقیف کے کفار کے لئے ہلاکت کی دعا فرما دیجئے۔ تو آپ نے دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا وَّاْتِ بِھِمْ یا اللہ عزوجل ثقیف کو ہدایت دے اور انکو میرے پاس پہنچا دے۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۰۷)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا مقبول ہوئی کہ قبیلہ ثقیف کا وفد مدینہ پہنچا اور پورا قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم:

طائف سے محاصرہ اُٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم "جعرانہ" تشریف لائے۔ یہاں اموال غنیمت کا بہت بڑا ذخیرہ جمع تھا۔ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں، کئی من چاندی، اور چھ ہزار قیدی۔

اسیرانِ جنگ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رشتہ داروں کے آنے کا انتظار فرمایا۔ لیکن کئی دن گزرنے کے باوجود جب کوئی نہ آیا تو آپ نے مال غنیمت کو تقسیم فرما دینے کا حکم دے دیا مکہ اور اس کے اطراف کے نومسلم رئیسوں کو آپ نے بڑے بڑے انعاموں سے نوازا۔ یہاں تک کہ کسی کو تین سو اونٹ، کسی کو دو سو اونٹ، کسی کو سو اونٹ انعام کے طور پر عطا فرما

دیا۔ اسی طرح بکریوں کو بھی نہایت فیاضی کے ساتھ تقسیم فرمایا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۸۹)

انصاریوں سے خطاب:

جن لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے انعامات سے نوازا وہ عموماً مکہ والے نومسلم تھے۔ اس پر بعض نوجوان انصاریوں نے کہا کہ

"رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم قریش کو اس قدر عطا فرما رہے ہیں اور ہم لوگوں کا کچھ بھی خیال نہیں فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے۔" (بخاری ج ۲ ص ۶۲۰ غزوہ طائف)

اور انصار کے کچھ نوجوانوں نے آپس میں یہ بھی کہا اور اپنی دل شکنی کا اظہار کیا کہ جب شدید جنگ کا موقع ہوتا ہے تو ہم انصاریوں کو پکارا جاتا ہے اور غنیمت دوسرے لوگوں کو دی جارہی ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۲۱ غزوہ طائف)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ چرچا سنا تو تمام انصاریوں کو ایک خیمہ میں جمع فرمایا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ اے انصار! کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے سرداروں میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں کہا ہے۔ ہاں چند نئی عمر کے لڑکوں نے ضرور کچھ کہہ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے میرے ذریعہ سے خدا نے تم کو ہدایت دی، تم متفرق اور پراگندہ تھے، خدا نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق واتحاد پیدا فرمایا، تم مفلس تھے، خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو غنی بنا دیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۲۰ غزوہ طائف)

بَابُ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ أَرْضِ الْيَمَنِ

باب: یمن کی سرزمین کے حکم کے بارے میں جو منقول ہے

3027 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَهْرٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ لِي هَمْدَانُ: هَلْ أَنْتَ آتٍ هَذَا الرَّجُلَ، وَمُرْتَادٌ لَنَا، فَإِنْ رَضِيتَ لَنَا شَيْئًا قَبِلْنَاهُ، وَإِنْ كَرِهْتَ شَيْئًا كَرِهْنَاهُ. قُلْتُ: نَعَمْ. فَجِئْتُ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَضِيتُ أَمْرَهُ وَأَسْلَمَ قَوْمِي، وَكَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْكِتَابَ إِلَى عُمَيْرٍ ذِي مَرَّانٍ، قَالَ: وَبَعَثَ مَالِكَ بْنَ مِرَارَةَ الرَّهَاوِيَّ إِلَى الْيَمَنِ جَمِيعًا، فَأَسْلَمَ عَكٌّ ذُو خَيْوَانَ، قَالَ: فَقِيلَ لِعَكٍّ: انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْ مِنْهُ الْأَمَانَ عَلَى قَرْيَتِكَ، وَمَالِكَ، فَقَدِمَ وَكَتَبَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ لِعَكٍّ ذِي خَيْوَانَ، إِنْ كَانَ صَادِقًا فِي أَرْضِهِ، وَمَالِهِ، وَرَقِيقِهِ، فَلَهُ الْأَمَانُ وَذِمَّةُ اللَّهِ، وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ، وَكَتَبَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ

حضرت عامر بن شہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا ظہور ہوا تو ہمدان نے مجھ سے کہا: کیا تم ان صاحب کی خدمت میں جاؤ گے؟ اور ہمارے لیے اس کی تحقیق کرو گے تم ہمارے لیے جو بھی چیز پسند کرو گے ہم اسے قبول کر لیں گے اور اگر تم نے نہ پسند کیا تو ہم بھی ناپسند کریں گے۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے' پھر میں نکلا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں آپ کے معاملے سے راضی ہوا تو میری قوم کے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تو نبی اکرم ﷺ نے عمیر ذی مران کی طرف خط لکھا (اس کا پس منظر یہ ہے) نبی اکرم ﷺ نے مالک بن مرارہ رہاوی کو تمام اہلِ یمن کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا، تو عک ذوخیوان نے اسلام قبول کر لیا، عک سے کہا گیا: تم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور آپ ﷺ سے اپنی بستی اور مال کے لیے امان حاصل کر لو، تو وہ آیا نبی اکرم ﷺ نے اس کو یہ لکھ کر دیا۔

”اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے (جو بڑا مہربان' نہایت رحم کرنے والا ہے) اللہ کے رسول' حضرت محمد ﷺ کی طرف سے' عک ذی خیوان کے لیے ہے، اگر یہ سچا ہے' تو اسے اپنی زمین' مال اور غلاموں کے بارے میں امان حاصل ہے' اور اللہ کا ذمہ اور اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کا ذمہ حاصل ہے“ حضرت خالد بن سعید بن العاص نے یہ تحریر لکھی تھی۔

3028 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْقُرَشِيُّ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا فَرَجُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي عَمِّي ثَابِتُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ سَعِيدٍ يَعْنِي ابْنَ أَبْيَضَ، عَنْ جَدِّهِ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ كَلَّمَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ حِينَ وَفَدَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا أَخَا سَبَأٍ لَا بُدَّ مِنْ صَدَقَةٍ، فَقَالَ: إِنَّمَا زَرْعُنَا الْقُطْنُ، يَا رَسُولَ اللهِ، وَقَدْ تَبَدَّدَتْ سَبَأٌ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ بِمَأْرِبَ، فَصَالَحَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سَبْعِينَ حُلَّةَ بَزٍّ مِنْ قِيمَةِ وَفَاءِ بَزِّ الْمَعَافِرِ كُلَّ سَنَةٍ عَمَّنْ بَقِيَ مِنْ سَبَأٍ بِمَأْرِبَ فَلَمْ يَزَالُوا يُؤَدُّونَهَا، حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ الْعُمَّالَ انْتَقَضُوا عَلَيْهِمْ بَعْدَ قَبْضِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا صَالَحَ أَبْيَضُ بْنُ حَمَّالٍ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحُلَلِ السَّبْعِينَ، فَرَدَّ ذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى مَا وَضَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ انْتَقَضَ ذَلِكَ، وَصَارَتْ عَلَى الصَّدَقَةِ

حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ جب وفد کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ صدقہ کے بارے میں بات چیت کی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے سباء کے فرد! صدقہ بہت ضروری ہے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ، ہم صرف کپاس کی کاشت کرتے ہیں، سبا قوم کے لوگ بکھر چکے ہیں اور ان میں سے مارب کے مقام پر صرف تھوڑے سے لوگ باقی رہ گئے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ لوگ یعنی جو لوگ سباء قوم کے باقی بچ جانے والے لوگ ہیں، وہ ہر سال کپڑے کے ستر جوڑوں کے برابر معافر کپڑے کی قیمت ادا کریں گے۔

تو وہ لوگ مسلسل وہ کپڑے ادا کرتے رہے، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا، نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد وہاں کے عاملین نے ان کی طرف سے کیے گئے عہد کو توڑ دیا، جو ابیض بن حمال نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ستر جوڑوں کے

بارے میں کیا تھا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دوبارہ اسی کیفیت میں بحال کیا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھا، یہاں تک کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال کے بعد یہ صدقہ وصول کیا جانے لگا۔

بَابٌ فِي إِخْرَاجِ الْيَهُودِ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ

باب: یہودیوں کو جزیرہ عرب سے نکالا جانا

3029 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَى بِثَلَاثَةٍ، فَقَالَ: أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مِمَّا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ، أَوْ قَالَ: فَأُنْسِيتُهَا، وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ سُلَيْمَانُ: لَا أَدْرِي أَذَكَرَ سَعِيدٌ الثَّالِثَةَ فَنَسِيتُهَا أَوْ سَكَتَ عَنْهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین باتوں کی وصیت کی تھی، مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا، وفود کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کرنا، جس طرح میں کرتا تھا، حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں راوی نے یہ بات نقل کی ہے، انہوں نے تیسری بات نہیں کی، یا شاید انہوں نے یہ کہا کہ یہ بات میں بھول گیا ہوں، حمیدی نامی راوی نے سفیان کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے، سلیمان کہتے ہیں، مجھے نہیں معلوم کیا سعید نامی راوی نے کوئی تیسری بات ذکر کی تھی، میں اسے بھول گیا، یا انہوں نے یہ بات ذکر ہی نہیں کی۔

3030 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، فَلَا أَتْرُكُ فِيهَا إِلَّا مُسْلِمًا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے ضرور نکال دوں گا، میں یہاں صرف مسلمانوں کو رہنے دوں گا"

3031 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، تاہم پہلی روایت زیادہ مکمل ہے۔

3031- اسناده صحيح. وقد صرح ابو الزبير - وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي - بالسماع في الطريق السابق، فانتفت شبهة تدليسه. سفيان: هو الثوري. واخرجه مسلم (1767)، والترمذي (1698)، والنسائي في "الكبرى" (8633) من طريق سفيان الثوري، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (215).

3032 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَكُونُ قِبْلَتَانِ فِي بَلَدٍ وَاحِدٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ایک سرزمین پر (یعنی عرب کی سرزمین پر) دو قبلے نہیں رہیں گے''۔

3033 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، قَالَ: قَالَ سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ: جَزِيرَةُ الْعَرَبِ مَا بَيْنَ الْوَادِي إِلَى أَقْصَى الْيَمَنِ إِلَى تُخُومِ الْعِرَاقِ إِلَى الْبَحْرِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ، أَخْبَرَكَ أَشْهَبُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: عُمَرُ أَجْلَى أَهْلَ نَجْرَانَ، وَلَمْ يُجْلَوْا مِنْ تَيْمَاءَ، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ بِلَادِ الْعَرَبِ، فَأَمَّا الْوَادِي فَإِنِّي أَرَى أَنَّمَا لَمْ يُجْلَ مَنْ فِيهَا مِنَ الْيَهُودِ، أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْهَا مِنْ أَرْضِ الْعَرَبِ

سعید بن عبدالعزیز کہتے ہیں: جزیرہ عرب وہ ہے، جو وادی سے لے کر (ایک طرف) یمن کی آخری حد تک (دوسری طرف) عراق تک اور (تیسری طرف) سمندر تک ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران کو جلاوطن کر دیا، لیکن انہیں تیماء سے جلاوطن نہیں کیا گیا، کیونکہ وہ عرب سرزمین کا حصہ نہیں ہے، جہاں تک وادی کا تعلق ہے تو میرا یہ خیال ہے کہ انہوں نے وہاں کے یہودیوں کو اس لیے جلاوطن نہیں کیا، کیونکہ وہ لوگ اسے عرب سرزمین کا حصہ نہیں سمجھتے تھے۔

3034 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: وَقَدْ أَجْلَى عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ يَهُودَ نَجْرَانَ، وَفَدَكَ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نجران اور فدک کے یہودیوں کو جلاوطن کیا تھا۔

بَابٌ فِي إِيقَافِ أَرْضِ السَّوَادِ وَأَرْضِ الْعَنْوَةِ

باب: سواد (یعنی عراق) کی سرزمین اور غلبہ پا کے حاصل ہونے والے زمین کو وقف کر دینا

3035 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنَعَتِ الْعِرَاقُ قَفِيزَهَا وَدِرْهَمَهَا، وَمَنَعَتِ الشَّامُ مُدْيَهَا وَدِينَارَهَا، وَمَنَعَتْ مِصْرُ إِرْدَبَّهَا وَدِينَارَهَا، ثُمَّ عُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ، قَالَهَا زُهَيْرٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''(عنقریب ایسا وقت آئے گا) عراق اپنے قفیز اور اپنے درہم کو روک لے گا اور شام اپنے مدی اور دینار کو روک لے گا، مصر

اپنے اردب اور دینار کو روک لے گا اور پھر تم جہاں سے شروع ہوئے تھے، وہاں ہی واپس آ جاؤ گے"۔

زہیر نامی راوی نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرا کے یہ کہا: اس بات پر ابو ہریرہ کا گوشت اور خون گواہ ہیں۔

3036- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا، وَأَقَمْتُمْ فِيهَا، فَسَهْمُكُمْ فِيهَا، وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ، ثُمَّ هِيَ لَكُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جس بھی بستی میں تم آؤ اور وہاں مقیم ہو جاؤ، اس میں تمہارا حصہ ہے اور جو بستی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، تو اس کا خمس اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص ہو جائے گا، پھر وہ تمہیں ملے گا"

خراج

خراج کا طریقہ عرب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا۔ خراج کا نظم ونسق عرب کی تاریخ تمدن میں ایک نیا اضافہ تھا۔ اسلام سے پہلے اگرچہ عرب کے مختلف خاندان تاج وتخت کے مالک ہوئے جنہوں نے سلطنت کے تمام کاروبار قائم کر دیے تھے۔ لیکن محاصل کا باقاعدہ انتظام بالکل موجود نہ تھا۔ اسلام کے آغاز میں اس قدر ہوا کہ جب خیبر فتح ہوا تو یہودیوں نے درخواست کی کہ زراعت کا کام ہم اچھا جانتے ہیں اس لیے زمین ہمارے ہی قبضے میں چھوڑ دی جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کرلی اور بٹائی پر معاملہ ہو گیا۔ اس کے سوا جن مقامات کے باشندے سب مسلمان ہو گئے تھے، ان کی زمین پر عشر مقرر کر دیا۔ جو ایک قسم کی زکوٰۃ تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں عراق کے کچھ حصے فتح ہوئے، لیکن خراج وغیرہ کا کچھ انتظام نہ ہوا۔ بلکہ سرسری طور پر کچھ رقم مقرر کر دی گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب مہمات کی طرف سے فی الجملہ اطمینان ہوا یعنی 16 ہجری میں ادھر عراق عرب پر پورا قبضہ ہو گیا اور اس طرف یرموک کی فتح نے رومیوں کی قوت کا استیصال کر دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خراج کے نظم ونسق کی طرف توجہ کی۔ اس مرحلے میں پہلی یہ مشکل پیش آئی کہ امرائے فوج نے اصرار کیا کہ تمام مفتوحہ مقامات صلہ فتح کے طور پر ان کی جاگیر میں عنایت کیے جائیں۔ اور باشندوں کو ان کی غلامی میں دے دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی فتح کے ساتھ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کی مردم شماری کے لیے حکم دیا تھا۔ سعد نے نہایت جانچ کے ساتھ مردم شماری کا کاغذ مرتب کر کے بھیجا۔ کل باشندوں اور اہل فوج کی تعداد کا موازنہ کیا گیا۔ تو ایک ایک مسلمان کے حصے تین تین آدمی پڑتے تھے۔ اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے قائم ہو چکی تھی کہ زمین باشندوں کے قبضہ میں رہنے دی جائے۔ اور ان کو ہر طرح پر آزاد چھوڑ دیا جائے۔

(طبری صفحہ 467 وفتوح البلدان صفحہ 266 کتاب الخراج صفحہ 21)

لیکن اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ وغیرہ اہل فوج کے ہم زبان تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ

عنہ نے اس قدر رد وکد کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دق ہو کر فرمایا" اللھم کفنی بلالا "یعنی" اے خدا مجھ کو بلال سے نجات دے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ استدلال پیش کرتے تھے کہ اگر ممالک مفتوح فوج کو تقسیم کر دیئے جائیں تو آئندہ افواج کی تیاری، بیرونی حملوں کی حفاظت، ملک کے امن وامان قائم رکھنے کے مصارف کہاں سے آئیں گے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جن کی تلواروں نے ملک کو فتح کیا ہے انہی کو قبضے کا بھی حق ہے۔ آئندہ نسلیں مفت کیونکر پا سکتی ہیں۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت کا جمہوری طریقہ تھا۔ یعنی جو فیصلہ ہوتا تھا کثرت رائے پر ہوتا تھا، اس لیے عام اجلاس ہوا۔ جس میں تمام قدماء مہاجرین وانصار میں سے پانچ اور قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے سردار، وکیل کے طور پر شریک ہوئے۔

(کتاب الخراج صفحہ 14)

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ تاہم کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ کئی دن تک یہ مرحلہ درپیش رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استدلال

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دفعتہً قرآن مجید کی ایک آیت یاد آئی جو بحث کے لیے نص قاطع تھی یعنی للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم و اموالهم الخ اس آیت کے آخر میں فقرے والذين جاء من بعدهم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ استدلال کیا کہ فتوحات میں آئندہ نسلوں کا بھی حق ہے لیکن اگر فاتحین کو تقسیم کر دیا جائے تو آنے والی نسلوں کے لیے کچھ باقی نہیں رہتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نہایت پرزور تقریر کی اور اس آیت کو استدلال میں پیش کیا۔ تمام لوگ بول اٹھے کہ" بے شبہ آپ کی رائے بالکل صحیح ہے۔" اس استدلال کی بناء پر یہ اصول قائم ہو گیا کہ جو ممالک فتح کئے جائیں وہ فوج کی ملک نہیں ہیں بلکہ حکومت کی ملک قرار پائیں گے اور پچھلے قابضین کو بے دخل نہیں کیا جائے گا۔ اس اصول کے قرار پانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ممالک مفتوحہ کے بندوبست پر توجہ کی۔

عراق کا بندوبست

عراق چونکہ عرب سے نہایت قریب اور عربوں کے آباد ہو جانے کی وجہ سے عرب کا ایک صوبہ بن گیا تھا۔ بندوبست کا طریقہ سب سے پہلے وہیں سے شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اصول یہ بھی تھا کہ ہر ایک ملک کے انتظام میں وہاں کے قدیم رسم ورواج سے واقفیت حاصل کرتے تھے اور اکثر حالتوں میں کسی قدر اصلاح کے ساتھ قدیم انتظامات کو بحال رکھتے تھے۔ عراق میں اس وقت مال گزاری کا جو طریقہ جاری تھا یہ تھا ہر ایک قسم کی مزروعہ زمین پر ایک خاص شرح کے لگان مقرر تھے۔ جو تین قسطوں میں ادا کئے جاتے تھے۔ یہ طریقہ سب سے پہلے کے قباد نے قائم کیا تھا۔ اور نوشیروان نے اس کی تکمیل کی تھی۔ نوشیروان تک تعین لگان میں یہ اصول ملحوظ رہتا تھا کہ اصل پیداوار کے نصف سے زیادہ نہ ہونے پائے۔ لیکن خسرو پرویز نے اس پر اضافہ کیا۔ اور یزدگرد کے زمانے میں اور بھی تبدیلیاں ہوئیں۔ (کتاب الاوائل ذکر اول من غير سنة ساسان و ذكر اول من وضع

الخراج)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزید تحقیقات کے لحاظ سے پیائش کا حکم دیا۔ اس کام کے لیے چونکہ دیانت کے ساتھ مساحت سے واقف ہونا ضروری تھا۔ اور عرب میں اس قسم کے فنون اس وقت رائج نہ تھے اس لیے فی الجملہ دقت پیش آئی۔ آخر دو شخص انتخاب کیے گئے۔ عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن الیمان۔

افسران کا بندوبست

یہ دونوں بزرگ اکابر صحابہ میں سے تھے۔ اور عراق میں زیادہ تر رہنے سے اس قسم کے کاموں سے واقف ہو گئے تھے۔ خصوصاً عثمان بن حنیف کو اس فن میں پوری مہارت حاصل تھی۔

قاضی ابو یوسف صاحب نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس تحقیق اور صحت کے ساتھ پیائش کی جس طرح قیمتی کپڑا ناپا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیائش کا پیمانہ خود اپنے دست مبارک سے تیار کر کے دیا۔ کئی مہینے تک بڑے اہتمام اور جانچ کے ساتھ پیائش کا کام جاری رہا۔

عراق کا کل رقبہ

کل رقبہ طول میں 375 میل اور عرض میں 240 یعنی کل 3000 میل مکسر ٹھہرا۔ اور پہاڑ اور صحرا اور نہروں کو چھوڑ کر قابل زراعت زمین تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب ٹھہری۔

(1) خاندان شاہی کی جاگیر

(2) آتش کدوں کے اوقاف

(3) لاوارث

(4) مفروروں اور

(5) باغیوں کی جائیداد

(6) وہ زمینیں جو سڑکوں کی تیاری اور درستی اور ڈاک کے مصارف کے لیے مخصوص تھیں

(7) دریابرد

(8) جنگل اور تمام زمینوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالصہ قرار دے کر ان کی آمدنی جس کی تعداد سالانہ ستر لاکھ (7000000) تھی رفاہ عام کے کاموں کے لیے مخصوص کر دی۔ کبھی کبھی کسی شخص کو اسلامی کوششوں کے صلے میں جاگیر عطا کی جاتی تھی تو انہی زمینوں سے کی جاتی تھی۔ لیکن یہ جاگیریں کسی حال میں خراج یا عشر سے مستثنیٰ نہیں ہوتی تھیں۔ باقی تمام زمین قدیم قبضہ داروں کو دے دی گئی۔ اور حسب ذیل لگان مقرر کیا گیا۔

لگان کی شرح

گیہوں	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	دو درہم سال
جو	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	ایک درہم سال

نیشکر	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	چھ درہم سال
روئی	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	پانچ درہم سال
انگور	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	دس درہم سال
نخلستان	فی جریب یعنی پون بیگھ پختہ	دس درہم سال

بعض بعض جگہ زمین کی پیداوار کے اعتبار سے اس شرح میں تفاوت بھی ہوا۔ یعنی گیہوں پر فی جریب 4 درہم اور جو پر 2 درہم مقرر ہوئے۔

عراق کا خراج

افتادہ زمین پر بشرطیکہ قابل زراعت ہو، دو جریب پر ایک درہم مقرر ہوا۔ اس طرح کل عراق کا خراج 8 کروڑ ساٹھ لاکھ درہم ٹھہرا۔ چونکہ پیمائش کے مہتمم مختلف لیاقت کے تھے، اس لیے تشخیص جمع میں بھی فرق رہا۔ تاہم جہاں جس قدر جمع مقرر کی گئی اس سے زیادہ مالکان اراضی کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ذمی رعایا کا اس قدر خیال تھا کہ دونوں افسروں کو بلا کر کہا کہ تم نے تشخیص جمع میں سختی تو نہیں کی؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ ابھی اس قدر اور گنجائش ہے۔ (کتاب الخراج)

زمیندار اور تعلقہ دار

جو لوگ قدیم سے زمیندار اور تعلقہ دار تھے اور جن کو ایرانی زبان میں مرزبان اور دہقان کہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی حالت اسی طرح قائم رہنے دی اور ان کے جو اختیارات اور حقوق تھے سب بحال رکھے۔ جس خوبی سے بندوبست کیا گیا تھا اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ باوجود اس کے کہ لگان کی شرحیں نوشیروان کی مقرر کردہ شرحوں سے زائد تھیں، تاہم نہایت کثرت سے افتادہ زمینیں آباد ہو گئیں اور دفعۃً زراعت کی پیداوار میں ترقی ہو گئی۔

پیداوار اور آمدنی میں ترقی

چنانچہ بندوبست کے دوسرے ہی سال خراج کی مقدار آٹھ کروڑ سے دس کروڑ بیس ہزار درہم تک پہنچ گئی۔ سالہائے مابعد میں اور بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اس پر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ احتیاط تھی۔

ہر سال مال گزاری کی نسبت رعایا کی اظہار لیا جانا

کہ ہر سال جب عراق کا خراج آتا تھا تو دس ثقہ اور معتمد اشخاص کوفہ سے اور اسی قدر بصرہ سے طلب کئے جاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو چار دفعہ شرعی قسم دلاتے تھے کہ یہ مال گزاری کسی ذمی یا مسلمان پر ظلم کر کے تو نہیں لی گئی ہے۔ (کتاب الخراج صفحہ 165، اصل عبارت یہ ہے: ان عمر ابن الخطاب کان من یجی العراق کل سنۃ مائۃ الف الف اوقیہ ثم یخرج الیہ عشرۃ من اھل الکوفۃ وعشرۃ من اھل البصرۃ یشھدون اربع شھادات باللہ انہ من طیب مافیہ ظلم مسلم ولا معاھد 12)"

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اگرچہ نہایت نرمی سے خراج مقرر کیا تھا لیکن جس قدر مال گزاری ان کے عہد میں وصول ہوئی زمانہ مابعد میں کبھی وصول نہیں ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جس قدر خراج وصول ہوا زمانہ بعد میں کبھی نہیں ہوا

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج پر خدا لعنت کرے کمبخت کو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی۔ عمر بن الخطاب نے عراق کی مال گزاری 10 کروڑ 28 لاکھ درہم وصول کی، زیاد نے 10 کروڑ 15 لاکھ اور حجاج نے باوجود جبر وظلم کے صرف 2 کروڑ 8 لاکھ وصول کیے۔ (معجم البلدان ذکر سواد)۔ مامون الرشید کا زمانہ عدل وانصاف کے لیے مشہور ہے لیکن اس کے عہد میں بھی عراق کے خراج کی تعداد 5 کروڑ 48 لاکھ درہم سے کبھی نہیں بڑھی۔

جہاں تک ہم کو معلوم ہے عراق کے سوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی صوبے کی پیمائش نہیں کرائی۔ بلکہ جہاں جس قسم کا بندوبست تھا اور بندوبست کے جو کاغذات پہلے سے تیار تھے ان کو اسی طرح قائم رکھا۔ یہاں تک کہ دفتر کی زبان تک نہیں بدلی، یعنی جس طرح اسلام سے پہلے عراق وایران کا دفتر فارسی میں، شام کا رومی میں، مصر کا قبطی میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی اسی طرح رہا۔ خراج کے محکمے میں جس طرح قدیم سے پارسی یونانی اور قبطی ملازم تھے بدستور بحال رہے۔ تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدیم طریقہ انتظام میں جہاں کچھ غلطی دیکھی اس کی اصلاح کر دی۔

مصر میں فرعون کے زمانے میں جو بندوبست ہوا تھا۔ ٹالومیز (بطالمہ) نے بھی قائم رکھا۔ اور رومن امپائر میں بھی وہی جاری رہا۔ فرعون نے تمام اراضی کی پیمائش کرائی تھی اور تشخیص جمع اور طریقہ ادا کے مقدم اصول یہ قرار دیے تھے:

مصر میں فرعون کے زمانے کے قواعد مال گزاری

1: خراج نقد اور اصل پیداوار دونوں طریقوں سے وصول کیا جائے۔

2: چند سالوں کی پیداوار کا اوسط نکال کر اس کے لحاظ سے جمع تشخیص کی جائے۔

3: بندوبست چار سال ہو۔

رومیوں کا اضافہ

رومیوں نے اپنے عہد حکومت میں اور تمام قاعدے بحال رکھے لیکن یہ نیا دستور مقرر کیا کہ ہر سال خراج کے علاوہ مصر سے غلہ کی ایک مقدار کثیر پائے تخت قسطنطنیہ کو روانہ کی جاتی تھی اور سلطنت کے ہر صوبے میں فوج کی رسد کے لیے یہیں سے غلہ جاتا تھا۔ جو خراج میں محسوب نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دونوں جابرانہ قاعدے موقوف کر دیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدیم طریقے کی اصلاح کی

یورپ کے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ رسم جاری رہی۔ چنانچہ قحط کے سال مصر سے مدینہ منورہ کو جو غلہ بھیجا گیا، اسی اصول کے موافق بھیجا گیا۔ لیکن یہ ان کی سخت غلطی اور قیاس بازی ہے۔ بے شبہ عام القحط میں مصر سے غلہ آیا اور پھر یہ ایک رسم قائم ہو کر مدتوں تک جاری رہی۔ لیکن یہ وہی غلہ تھا جو خراج سے وصول ہوتا تھا۔ کوئی نیا خراج یا ٹیکس نہ تھا۔ چنانچہ علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں صاف صاف تصریح کر دی ہے۔ اس بات کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ جب خراج میں صرف نقدی کا طریقہ رہ گیا تو حرمین کے لیے جو غلہ بھیجا جاتا تھا خرید کر بھیجا جاتا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت کی نسبت

علامہ مقریزی نے صاف اس کی تصریح کی ہے۔ (فتوح البلدان صفحہ 316)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر صوبہ میں فوج کی رسد کے لیے غلے کھیتوں کا بھی انتظام کیا تھا۔ لیکن یہ وہی خراج کا غلہ تھا۔

مصر میں وصول مال گزاری کا طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مال گزاری کے وصول کا طریقہ بھی نہایت نرم کر دیا اور اس لحاظ سے ملک کے دونوں قدیم قاعدوں میں ترمیم کر دی۔ مصر ایک ایسا ملک ہے جس کی پیداوار کا دارومدار دریائے نیل کی طغیانی پر ہے۔ اور چونکہ اس کی طغیانی کے مدارج میں نہایت تفاوت ہوتا رہتا تھا۔ اس لیے پیداوار کا کوئی خاص اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ چند سالوں کے اوسط کا حساب اس لیے مفید نہیں تھا کہ جاہل کاشتکار اپنے مصارف کی تقسیم ایسے باقاعدہ طریقے سے نہیں کر سکتے کہ خشک سالی میں اوسط کے حساب سے ان کا کام چل سکے۔

بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مال گزاری کے وصول کا طریقہ یہ تھا کہ جب مال گزاری کی قسطیں کھلتی تھیں تو تمام پرگنہ جات سے رئیس اور زمیندار اور عراف طلب کیے جاتے تھے اور وہ پیداوار حال کے لحاظ سے کل ملک کے خراج کا ایک تخمینہ پیش کرتے تھے۔ اس کے بعد اسی طرح ہر ہر ضلع اور ہر ہر پرگنے کا تخمینہ مرتب کیا جاتا تھا، جس میں مقامی زمیندار اور مکھیا شریک ہوتے تھے۔ یہ تخمینی رقم ان لوگوں کے مشورے سے ہر ہر گاؤں پر پھیلا دی جاتی تھی۔ پیداوار جو ہوتی تھی اس میں سے اول گرجاؤں اور عمالوں کے مصارف اور مسلمانوں کی مہمانی کا خرچ نکال لیا جاتا تھا۔ باقی جو بچتا تھا اس میں سے جمع مشخصہ ادا کی جاتی تھی ہر گاؤں پر جمع تشخیص ہوتی تھی۔ پڑتے سے اس کا ایک حصہ گاؤں کے پیشہ وروں سے بھی وصول کیا جاتا تھا (مقریزی نے یہ پوری تفصیل نقل کی ہے۔ دیکھو کتاب مذکور صفحہ 77 علامہ بشاری کی کتاب جغرافیہ صفحہ 212 سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔)

اس طریقہ میں اگرچہ بڑی زحمت تھی اور گویا ہر سال نیا بندوبست کرنا پڑتا تھا۔ لیکن مصر کے حالات کے لحاظ سے عدل اور انصاف کا یہی مقتضی تھا۔ اور مصر میں یہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ایک مدت سے معمول بھی تھا۔ لگان کی شرح فی جریب ایک دینار اور تین ارب غلہ قرار دی گئی اور یہ معاہدہ لکھ دیا گیا کہ اس مقدار پر کبھی اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

مصر کا کل خراج

اس عدل و انصاف کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو خراج وصول ہوتا تھا اس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ دینار تھی۔ جس کے تقریباً پانچ کروڑ چھ لاکھ روپے ہوتے ہیں۔ علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ یہ صرف جزیے کی رقم تھی۔ خراج اس کے علاوہ تھا۔ ابو حوقل بغدادی نے بھی اپنے جغرافیے میں قاضی ابو حازم کا جو قول نقل کیا ہے وہ اسی کے مطابق ہے۔ لیکن میرے نزدیک دونوں نے غلطی کی ہے۔ خود علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ جب عمرو بن العاص نے پہلے سال ایک کروڑ دینار وصول کیے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے باز پرس کی۔ یہ مسلم ہے کہ مقوقس کے عہد میں جزیے کا دستور نہ تھا۔ اس لیے عمرو بن العاص کی یہ رقم اگر جزیہ تھی تو مقوقس کی رقم سے اس کا مقابلہ کرنا بالکل بے معنی تھا۔ اس کے علاوہ تمام مؤرخین نے اور خود مقریزی نے جہاں خراج کی حیثیت سے اسلام کے ماقبل اور مابعد زمانوں کا مقابلہ کیا ہے، اسی تعداد کا نام لیا ہے۔ بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں

خراج کی مقدار جہاں تک پہنچی زمانہ بعد میں کبھی اس حد تک نہیں پہنچی۔ بنوامیہ اور بنوالعباس کے زمانے میں تیس لاکھ دینار سے زیادہ وصول نہیں ہوا۔

مصر کا خراج بنوامیہ اور عباسیہ کے زمانے میں

ہشام بن عبدالملک نے جب بڑے اہتمام سے تمام ملک کی پیمائش کرائی جو تین کروڑ فدان ٹھہری تو 30 لاکھ سے چالیس لاکھ ہو گئے۔ البتہ حضرت عثمان کے زمانے میں عبداللہ بن سعد گورنر مصر نے ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار وصول کیے تھے لیکن جب حضرت عثمان نے فخریہ عمرو بن العاص سے کہا کہ اب تو اونٹنی نے زیادہ دودھ دیا ہے (دیکھو مقریزی صفحہ 18 جلد اول)۔ تو عمرو بن العاص نے آزادانہ کہا کہ "ہاں لیکن بچہ بھوکا رہا۔" امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہر قسم کی دنیاوی ترقی میں یادگار ہے۔ ان کے عہد میں مصر کے خراج کی تعداد 90 لاکھ دینار تھی۔ فاطمئیین (معجم البلدان ذکر مصر۔ مقریزی جلد اول صفحہ 74 تا 75) کے عہد میں خلیفہ المعز بدین اللہ کے گورنر نے باوجود یہ کہ لگان کی شرح دوگنی کر دی، تاہم 32 لاکھ دینار سے زیادہ وصول نہ ہوئے۔

(کتاب الخراج صفحہ 28 ابن حوقل ذکر مصر)

شام

شام میں اسلام کے عہد تک وہ قانون جاری تھا جو ایک یونانی بادشاہ نے اپنے تمام ممالک مقبوضہ میں قائم کیا تھا۔ اس نے پیداوار کے اختلافات کے لحاظ سے زمین کے مختلف مدارج قرار دیے تھے۔ اور ہر قسم کی زمین پر جداگانہ شرح کے لگان مقرر کیے تھے۔ یہ قانون چھٹی صدی عیسوی کے آغاز میں یونانی زبان سے شامی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اور اسلام کی فتوحات تک وہی ان تمام ممالک میں جاری تھا۔ (دیکھو پروفیسر برخیم فرانسیسی کی کتاب مسلمانوں کے قانون مال گزاری پر)۔ قرائن اور قیاسات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کی طرح یہاں بھی وہی قدیم قانون جاری رہنے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام سے جو خراج وصول ہوتا تھا اس کی کل تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار یعنی 5 کروڑ 80 لاکھ روپے تھی۔

عراق، مصر، شام کے سوا اور ممالک مفتوحہ یعنی فارس، کرمان، آرمینیہ وغیرہ کے بندوبست اور تشخیص خراج کے حالات ہم بہت کم معلوم کر سکے۔ مؤرخین ان ملکوں کے حالات فتح میں صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ وہاں کے لوگوں پر جزیہ اور زمین پر خراج مقرر کیا گیا۔ کہیں کہیں کسی خاص رقم پر معاہدہ ہو گیا ہے تو اس کی تعداد لکھ دی ہے۔ باقی اور قسم کی تفصیل کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اور چونکہ اس قسم کی جزئی تفصیلوں سے کچھ بڑے نتائج متعلق نہیں اس لیے ہم بھی اس کی چنداں پرواہ نہیں کرتے۔

قانون مال گزاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اصلاحات

البتہ ایک محقق کی نگاہ اس بات پر پڑتی ہے کہ اس صیغے میں فتوحات فاروقی کی خاص ایجادات اور اصلاحیں کیا ہیں اور ہم اسی خاص پہلو پر نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ سب سے بڑا انقلاب جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس صیغے میں کیا اور جس کی وجہ سے رعایا کی بہبودی اور خوشحالی دفعتہً نہایت ترقی کر گئی، یہ تھی کہ زمین داری اور ملکیت زمین کا قدیم جابرانہ قانون مٹا دیا۔ رومیوں نے جب شام اور مصر پر قبضہ کیا تو تمام ارضیات اصلی باشندوں سے چھین کر کچھ افسران فوج اور کچھ ارکین دربار کو دے دیں کچھ شاہی

جاگیریں قرار پائیں۔ کچھ کلیسا اور چرچ پر وقف کر دیں۔ اصل باشندوں کے ہاتھ میں ایک چپہ زمین بھی نہیں رہی۔ وہ صرف کاشتکاری کا حق رکھتے تھے۔ اور اگر مالک زمین ان کی کاشتکاری کی زمین کو کسی کے ہاتھ منتقل کرتا تھا تو زمین کے ساتھ کاشتکار بھی منتقل ہو جاتے تھے۔ اخیر میں باشندوں کو بھی کچھ زمین داریاں ملنے لگیں۔ لیکن زمین داری کی حفاظت اور اس سے متمتع ہونے کے لیے رومی زمینداروں سے اعانت لینی پڑتی تھی۔ اس بہانے سے زمیندار خود زمین پر متصرف ہو جاتے تھے۔ اور وہ غریب کاشتکار کا کاشتکار ہی رہتا تھا۔ یہ طریقہ کچھ رومی سلطنت کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ بلکہ جہاں تک ہم کو معلوم ہے تمام دنیا میں قریب قریب یہی طریقہ جاری تھا کہ زمین کا بہت بڑا حصہ افسران فوج یا ارکان دولت کی جاگیر میں دے دیا جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس ظالمانہ قانون کو مٹا دیا۔ رومی تو اکثر ملک کے مفتوح ہوتے ہی نکل گئے۔ اور جو رہ گئے ان کے قبضے سے بھی زمین نکال لی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تمام اراضیات کو جو شاہی جاگیریں تھیں یا جن پر رومی افسر قابض تھے، باشندگان ملک کے حوالے کر دیا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ مسلمان افسروں یا فوجی سرداروں کو عنایت کی جاتیں، قاعدہ بنا دیا کہ مسلمان کسی حالت میں ان زمینوں پر قابض نہیں ہو سکتے۔ یعنی مالکان اراضی کو قیمت دے کر خریدنا چاہیں تو خرید بھی نہیں سکتے۔ یہ قاعدہ ایک مدت تک جاری رہا۔ چنانچہ لیث بن سعد نے مصر میں کچھ زمین مول لی تھی تو بڑے بڑے پیشوایان مذہب مثلاً امام مالک، نافع بن یزید بن البیعہ نے ان پر سخت اعتراض کیا۔ (مقریزی صفحہ 215)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اہل عرب کو جو ان ممالک میں پھیل گئے تھے زراعت کی ممانعت کر دی۔ چنانچہ تمام فوجی افسروں کے نام احکام بھیج دیئے کہ لوگوں کے روزینے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اس لیے کوئی شخص زراعت نہ کرنے پائے۔ یہ حکم اس قدر سختی سے دیا گیا کہ شریک عطفی ایک شخص نے مصر میں زراعت خرید کر لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو بلا کر سخت مواخذہ کیا اور فرمایا کہ تجھ کو ایسی سزا دوں گا کہ اوروں کو عبرت ہو۔ (حسن المحاضرہ صفحہ 93)

ان قاعدوں سے ایک طرف تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عدل و انصاف کا نمونہ قائم کیا۔ جس کی نظیر دنیا میں کہیں موجود نہ تھی۔ کیونکہ کسی فاتح قوم نے مفتوحین کے ساتھ کبھی ایسی رعایت نہیں برتی تھی۔ دوسری طرف زراعت اور آبادی کو اس سے نہایت ترقی ہوئی۔ اس لیے کہ اصلی باشندے جو مدت سے ان کاموں میں مہارت رکھتے تھے عرب کے خانہ بدوش بدوان کی برابری نہیں کر سکتے تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس تدبیر نے فتوحات کی وسعت میں بڑا کام دیا۔ فرانس کے ایک نہایت لائق مصنف نے لکھا ہے کہ یہ بات مسلم ہے کہ اسلام کی فتوحات میں خراج اور مال گزاری کے معاملہ کو بہت دخل ہے۔ رومن سلطنت میں باشندگان ملک کو جو سخت خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کی فتوحات کو نہایت تیزی سے بڑھایا۔ مسلمانوں کے حملوں کا جو مقابلہ کیا گیا وہ اہل ملک کی طرف سے نہ تھا بلکہ حکومت کی طرف سے تھا۔ مصر میں خود قبطی کاشتکاروں نے یونانیوں کے برخلاف مسلمانوں کو مدد دی، دمشق اور حمص میں عیسائی باشندوں نے ہرقل کو فوج کے مقابلے میں شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ ہم تمہارے حکومت کو بمقابلہ بے رحم رومیوں کے بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیر قوموں کے ساتھ انصاف کرنے میں اپنی قوم کی حق تلفی کی یعنی ان کو

زراعت اور فلاحت سے روک دیا۔ درحقیقت اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بڑی انجام بینی کا ثبوت ملتا ہے۔ عرب کے اصلی جوہر دلیری، بہادری، جفاکشی، ہمت، عزم اسی وقت تک قائم رہے جب تک وہ کاشتکاری اور زمین داری سے الگ رہے۔ جس دن انہوں نے زمین کو ہاتھ لگایا، اسی دن یہ تمام اوصاف بھی ان سے رخصت ہو گئے۔

بندوبست مال گزاری میں ذمیوں سے رائے لینا

اس معاملے میں ایک اور نہایت منصفانہ اصول جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برتا یہ تھا کہ بندوبست اور اس کے متعلق تمام امور میں ذمی رعایا سے جو پارسی یا عیسائی تھی ہمیشہ رائے طلب کرتے تھے۔ اور ان کی معروضات پر لحاظ فرماتے تھے۔ عراق کا جب بندوبست کرنا چاہا تو پہلے عمال کو لکھا کہ عراق کے دو رئیسوں کو ہمارے پاس بھیجو جن کے مترجم بھی ہوں (کتاب الخراج صفحہ 31)۔ پیمائش کا کام ہو چکا تو پھر دس دس بڑے بڑے زمیندار عراق سے بلوائے اور ان کے اظہار لیے۔ (کتاب الخراج صفحہ 5)

اسی طرح مصر کے انتظام کے وقت وہاں کے گورنر کو لکھا کہ مقوقس سے (جو پہلے مصر کا حاکم تھا) خراج کے معاملے میں رائے لو۔ اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو ایک واقف کار قبطی کو مدینے میں طلب کیا اور اس کا اظہار لیا۔ (مقریزی جلد اول صفحہ 74 تا 75)

یہ طریقہ جس طرح عدل و انصاف کا نہایت اعلیٰ نمونہ تھا، اسی طرح انتظام کی حیثیت سے بھی مفید تھا۔ ان باتوں کے ساتھ ان اصلاحات کو بھی شامل کرنا چاہیے جن کا بیان ہم بندوبست کے شروع میں کر آئے ہیں۔

ترقی زراعت

بندوبست کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمین کی آبادی اور زراعت کی ترقی کی طرف توجہ کی۔ عام حکم دے دیا کہ تمام ملک میں جہاں جہاں افتادہ زمینیں ہیں جو شخص ان کو آباد کرے گا اس کی ملک ہو جائیں گی۔ لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کی زمین کو آباد کرنے کی غرض سے اپنے قبضے میں لائے اور تین برس کے اندر آباد نہ کرے تو زمین اس کے قبضے سے نکل جائے گی۔ اس طریقے سے افتادہ زمینیں نہایت جلد آباد ہو گئیں۔ حملے کے وقت جہاں جہاں کی رعایا گھر چھوڑ کر نکل گئی تھی ان کے لیے اشتہار دے دیا کہ واپس آ جائے اور اپنی زمینوں پر قابض ہو جائے۔ زراعت کی حفاظت اور ترقی کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے ان سے آ کر شکایت کی کہ شام میں میری کچھ زراعت تھی۔ آپ کی فوج ادھر سے گزری اور اس کو برباد کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس کو دس ہزار درہم معاوضے میں دلوائے۔ (کتاب الاخراج صفحہ 6)

تمام ممالک مفتوحہ میں نہریں جاری کیں اور بند باندھے۔

محکمہ آبپاشی

تالاب تیار کرانے، پانی کی تقسیم کرنے کے دہانے بنانے، نہروں کے شعبے نکالنے اور اس قسم کے کاموں کا ایک بڑا محکمہ قائم کیا۔ علامہ مقریزی نے لکھا ہے کہ خاص مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ سال بھر اس کام میں لگے رہتے تھے اور یہ تمام مصارف بیت المال سے ادا کیے جاتے تھے۔ (مقریزی صفحہ 76 جلد اول)

خوزستان اور اہواز کے اضلاع میں جزر بن معاویہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے بہت سے نہریں کھدوائیں۔

جن کی وجہ سے بہت سی افتادہ زمینیں آباد ہو گئیں۔اسی طرح اور سینکڑوں نہریں تیار ہوئیں۔جس کا پتہ جستہ جستہ تاریخوں میں ملتا ہے۔

خراجی اور عشری

نوعیت قبضہ کے لحاظ سے زمین کی ایک اور تقسیم۔یعنی خراجی اور عشری۔خراجی کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔عشری اس زمین کا نام تھا جو مسلمانوں کے قبضے میں ہوتی تھی۔اور جس کے اقسام حسب ذیل تھے:

1 عرب کی زمین جس کے قابضین اوائل اسلام میں مسلمان ہو گئے تھے۔مثلاً مدینہ منورہ وغیرہ۔

2 جو زمین کسی ذمی کے قبضے سے نکل کر مسلمانوں کے قبضے میں آتی تھی،مثلاً لاوارث مر گیا،یا مفرور ہو گیا،یا بغاوت کی یا استعفیٰ دے دیا۔

3 جو افتادہ زمین کسی حیثیت سے کسی کی ملک نہیں ہوتی تھی۔اور اس کو کوئی مسلمان آباد کر لیتا تھا۔

ان اقسام کی تمام زمینیں عشری کہلاتی تھیں اور چونکہ مسلمانوں سے جو کچھ لیا جاتا تھا وہ زکوٰۃ کی مد میں داخل تھا،اس لیے ان زمینوں پر بجائے خراج کے زکوٰۃ مقرر تھی جس کی مقدار اصل پیداوار کا دسواں حصہ ہوتا تھا۔یہ شرح خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی۔اور وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی قائم رہی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنا کیا کہ ایران وغیرہ کی جو زمینیں مسلمانوں کے قبضے میں آئیں اگر وہ ذمیوں کی قدیم نہروں یا کنوؤں سے سیراب ہوتی تھیں تو ان پر خراج مقرر کیا۔چنانچہ اس قسم کی زمینیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وخباب وغیرہ کے قبضے میں تھیں اور ان سے خراج لیا جاتا تھا۔اور اگر خود مسلمان نئی نہر یا کنواں کھود کر اس کی آبپاشی کرتے تھے تو اس پر رعایتہً عشر مقرر کیا جاتا تھا۔(کتاب الخراج صفحہ 35 تا 37)

مسلمانوں کے ساتھ عشر کے تخصیص اگرچہ بظاہر ایک قسم کی ناانصافی یا قومی ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے۔اولاً تو مسلمانوں کو بمقابلہ ذمیوں کے بہت سی زائد رقمیں ادا کرنی پڑتی تھیں مثلاً مویشی پر زکوٰۃ،گھوڑوں پر زکوٰۃ،روپے پر زکوٰۃ۔حالانکہ ذمی ان تمام محصولات سے بالکل مستثنیٰ تھے۔اس بناء پر خاص زمین کے معاملے میں جو نہایت اقل قلیل مسلمانوں کے قبضے میں آئی تھی اس قسم کی رعایت بالکل مقتضائے انصاف تھی۔دوسرے یہ کہ عشر ایک ایسی رقم تھی جو کسی حالت میں کم یا معاف نہیں ہو سکتی تھی۔یہاں تک کہ خود خلیفہ یا بادشاہ معاف کرنا چاہے تو معاف نہیں کر سکتا تھا۔بخلاف اس کے خراج میں تخفیف اور معافی دونوں جائز تھی۔اور وقتاً فوقتاً اس پر عمل درآمد بھی ہوتا تھا۔اس کے علاوہ خراج سال میں صرف ایک دفعہ لیا جاتا تھا۔بخلاف اس کے عشر کا یہ حال تھا کہ سال میں جتنی فصلیں ہوتی تھیں سب کی پیداوار سے الگ الگ وصول کیا جاتا تھا۔

بَابٌ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ

باب: جزیہ وصول کرنا

3037 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أُكَيْدِرِ دُومَةَ فَأُخِذَ فَأَتَوْهُ بِهِ، فَحَقَنَ لَهُ دَمَهُ وَصَالَحَهُ عَلَى الْجِزْيَةِ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو (ایک جنگی مہم کے ساتھ) دومہ کے "اکیدر" کی طرف بھیجا، ان لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے پکڑ کر لے آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جان کی امان دی اور جزیہ کی ادائیگی پر، اس کے ساتھ صلح کر لی"۔

3038 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مُعَاذٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ - يَعْنِي مُحْتَلِمًا - دِينَارًا، أَوْ عَدْلَهُ مِنَ الْمَعَافِرِيِّ ثِيَابٌ تَكُونُ بِالْيَمَنِ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی کہ وہ ہر بالغ شخص سے ایک دینار یا اس (کی قیمت) کے برابر معافری کپڑا وصول کریں، یہ وہ کپڑا تھا، جو اس علاقے میں، یمن میں بنا جاتا تھا۔

3039 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ مُعَاذٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

3040 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هَانِئٍ أَبُو نُعَيْمٍ النَّخَعِيُّ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَئِنْ بَقِيتُ لِنَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ، لَأَقْتُلَنَّ الْمُقَاتِلَةَ وَلَأَسْبِيَنَّ الذُّرِّيَّةَ، فَإِنِّي كَتَبْتُ الْكِتَابَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى أَنْ لَا يُنَصِّرُوا أَبْنَاءَهُمْ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ بَلَغَنِي عَنْ أَحْمَدَ أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُ هَذَا الْحَدِيثَ إِنْكَارًا شَدِيدًا، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: وَلَمْ يَقْرَأْهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْعَرْضَةِ الثَّانِيَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں زندہ رہ گیا، تو میں بنو تغلب کے عیسائیوں سے بھرپور جنگ کروں گا اور ان کے بچوں کو قیدی بنا لوں گا، کیونکہ ان کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہونے والے معاہدے کو میں نے تحریر کیا تھا، جس میں یہ شرط تھی کہ وہ اپنے بچوں کو عیسائی نہیں بنائیں گے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت منکر ہے اور امام احمد کے بارے میں مجھے یہ پتا چلی ہے کہ انہوں نے اس روایت کو انتہائی منکر قرار دیا ہے۔

ابوعلی بیان کرتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری مرتبہ (سنن ابوداؤد پڑھ کر سنائی) تو انہوں نے یہ روایت نہیں پڑھی۔

3041 - حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ

الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: صَالَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى أَلْفَيْ حُلَّةٍ، النِّصْفُ فِي صَفَرٍ، وَالْبَقِيَّةُ فِي رَجَبٍ، يُؤَدُّونَهَا إِلَى الْمُسْلِمِينَ، وَعَوَرِ ثَلَاثِينَ دِرْعًا، وَثَلَاثِينَ فَرَسًا، وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا، وَثَلَاثِينَ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ مِنْ أَصْنَافِ السِّلَاحِ، يَغْزُونَ بِهَا، وَالْمُسْلِمُونَ ضَامِنُونَ لَهَا حَتَّى يَرُدُّوهَا عَلَيْهِمْ، إِنْ كَانَ بِالْيَمَنِ كَيْدٌ أَوْ غَدْرَةٌ عَلَى أَنْ لَا تُهْدَمَ لَهُمْ بَيْعَةٌ، وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ، وَلَا يُفْتَنُوا عَنْ دِينِهِمْ مَا لَمْ يُحْدِثُوا حَدَثًا، أَوْ يَأْكُلُوا الرِّبَا، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: فَقَدْ أَكَلُوا الرِّبَا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا نَقَضُوا بَعْضَ مَا اشْتُرِطَ عَلَيْهِمْ فَقَدْ أَحْدَثُوا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہزار حلہ کے عوض میں، اہل نجران کے ساتھ صلح کی تھی، جن میں سے نصف صفر کے مہینے میں اور نصف رجب کے مہینے میں، انہوں نے مسلمانوں کو ادا کرنے تھے، اس کے علاوہ عارضی استعمال کے لیے تیس زرہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور جنگ میں استعمال ہونے والا ہر قسم کا اسلحہ تیس کی تعداد میں دینا تھا، مسلمان اس کے ضامن ہوتے، یہاں تک کہ وہ چیزیں ان کو واپس بھی کرتے، اگر یمن میں کوئی فتنہ وفساد ہو جاتا تو (ضرورت پڑنے پر ان کی مدد کرتے) اس شرط پر کہ ان کے کسی عبادت خانے کو گرایا نہیں جائے گا، ان کے کسی پادری کو نکالا نہیں جائے گا اور ان کے دین میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی، جب تک کہ وہ اپنے دین کے بارے میں آزمائش کا شکار نہ ہو جاتے یا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کر لیتے، یا سود کھانا شروع نہیں کر دیتے۔

اسماعیل نامی راوی کہتے ہیں: تو ان لوگوں نے سود کھانا شروع کر دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) تو ان لوگوں پر جو شرط عائد کی گئی تھی، جب انہوں نے ان میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی کی تو گویا انہوں نے نئی بات پیدا کر دی۔

جزیہ کی بحث

جزیہ کا موضوع اور مقصد، اگرچہ شروع اسلام ہی میں ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ حفاظت کا معاوضہ ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ مسئلہ ایسا صاف ہو گیا ہے کہ احتمال کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ اولاً تو انہوں نے نوشیروان کی طرح جزیہ کی مختلف شرحیں قائم کیں اور اس طریقہ سے گویا صاف بتا دیا کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ وہی نوشیروانی محصول ہے۔ اس کے علاوہ موقع بہ موقع عملی طور پر اس بات کو ظاہر کیا کہ وہ صرف حفاظت کا معاوضہ ہے۔

جب یرموک کے پرخطر معرکہ کے پیش آنے کی وجہ سے اسلامی فوجیں شام کے مغربی حصوں سے ہٹ آئیں۔ اور ان کو یقین ہو گیا کہ جن شہروں سے وہ جزیہ وصول کر چکے تھے یعنی حمص و دمشق وغیرہ، وہاں کے باشندوں کی حفاظت کا اب وہ ذمہ نہیں اٹھا سکتے تو جزیہ سے جس قدر رقم وصول ہوئی تھی سب واپس کر دی اور صاف کہہ دیا کہ اس وقت ہم تمہارے جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جزیہ لینے کا بھی ہم کو کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ قطعی شہادت یہ ہے کہ جن لوگوں سے کبھی کسی قسم

کی فوجی خدمت لی گئی ان کو باوجود ان کے مذہب پر قائم رہنے کے جزیہ معاف کردیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود سنہ 17 ہجری میں عراق کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ۔

یستعینوا بمن احتاجوا الیہ من الاساورۃ ویرفعوا عنہم الجزاء (طبری صفحہ 2497)۔

"یعنی فوجی سواروں میں سے جس سے مدد لینے کی ضرورت ہو اس سے مدد لے لو اور ان کا جزیہ چھوڑ دو۔"

یہاں تک کہ اگر کسی قوم نے صرف ایک دفعہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کی تو اس سال کا جزیہ اس کے لیے معاف کر دیا گیا۔ 22 ہجری میں جب آذربائیجان فتح ہوا تو اہل شہر کو یہ فرمان لکھ دیا گیا۔

ومن حشر معہم فی سنۃ وضع عنہ جزاء تلک السنۃ

"یعنی جو لوگ کسی سال فوج کے ساتھ کام دیں گے، اس سال کا جزیہ ان سے نہیں لیا جائے گا۔"

اسی سال آرمینیہ کے رئیس شہر براز سے جو معاہدہ ہوا اس میں یہ الفاظ تھے:

و علی اہل آرمینیۃ ان ینفروا لکل غارۃ و ینفذو لکل امر ناب اولم ینب راہ الوالی صلاحا علی ان توضع الجزاء (طبری صفحہ 265)۔

اسی سنہ میں جرجان فتح ہوا اور فرمان میں یہ عبارت لکھی گئی:

ان لکم الذمۃ و علینا المنعۃ علی ان علیکم من الجزاء فی کل سنۃ علی قدر طاقتکم ومن استعنا بہ منکم فلہ جزاۃ فی معونۃ عوضا عن جزاۃ (ایضاً)۔

"یعنی ہم پر تمہاری حفاظت ہے اس شرط پر کہ ہر سال بقدر طاقت جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر تم سے اعانت لیں گے تو اس اعانت کے بدلہ جزیہ معاف ہو جائے گا۔"

غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال سے معاہدوں سے، طرز عمل سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا ہے کہ جزیہ کا موضوع کیا تھا اور وہ کس غرض سے مقرر کیا تھا۔

جزیہ کا صرف فوجی مصارف پر محدود تھا۔ یعنی اس رقم سے صرف اہل فوج کے لیے خوراک لباس اور دیگر ضروریات مہیا کی جاتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاں جہاں جزیہ مقرر کیا اس کے ساتھ جنس اور غلہ بھی شامل کیا۔ مصر میں فی کس جزیہ کی تعداد دراصل چار دینار تھی۔ لیکن دو نقد اور باقی کے عوض گیہوں، روغن، زیتون، شہد، سرکہ لیا جاتا تھا۔ اور یہی اہل فوج کی خوراک تھی۔ البتہ آگے چل کر جب رسد کا انتظام مستقل طور پر ہو گیا تو کل جزیہ کی مقدار نقد کر دی گئی اور جنس کی بجائے چار دینار لیے جانے لگے۔ (فتوح البلدان صفحہ 216)

بَابٌ فِي أَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْمَجُوسِ

باب: مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنا

3042 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ،

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ أَهْلَ فَارِسَ لَمَّا مَاتَ نَبِيُّهُمْ كَتَبَ لَهُمْ إِبْلِيسُ الْمَجُوسِيَّةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اہلِ فارس کے نبی کا جب انتقال ہوگیا، تو شیطان نے ان کے لیے مجوسیت طے کر دی۔

3043 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ بَجَالَةَ، يُحَدِّثُ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ، وَأَبَا الشَّعْثَاءِ، قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ إِذْ جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ: اقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ، وَفَرِّقُوا بَيْنَ كُلِّ ذِي مَحْرَمٍ، مِنَ الْمَجُوسِ وَانْهَوْهُمْ عَنِ الزَّمْزَمَةِ، فَقَتَلْنَا فِي يَوْمٍ ثَلَاثَةَ سَوَاحِرَ، وَفَرَّقْنَا بَيْنَ كُلِّ رَجُلٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَحَرِيمِهِ فِي كِتَابِ اللهِ، وَصَنَعَ طَعَامًا كَثِيرًا فَدَعَاهُمْ فَعَرَضَ السَّيْفَ عَلَى فَخِذِهِ، فَأَكَلُوا وَلَمْ يُزَمْزِمُوا، وَأَلْقَوْا وِقْرَ بَغْلٍ أَوْ بَغْلَيْنِ مِنَ الْوَرِقِ، وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ

ابوشعثاء بیان کرتے ہیں: میں جزء بن معاویہ کا سیکرٹری تھا، ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال سے ایک سال پہلے ان کا خط آیا (جس میں یہ تحریر تھا) ہر جادوگر کو قتل کر دو، اور مجوسیوں سے تعلق رکھنے والے ہر محرم میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کروا دو اور انہیں گنگنانے سے منع کر دو، (راوی کہتے ہیں:) ہم نے ایک دن میں تین جادوگروں کو قتل کیا، اور اس شخص اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کروا دی، جو اللہ کی کتاب میں اس شخص کی محرم قرار پاتی تھی اور پھر انہوں نے (یعنی جزء بن معاویہ) نے بہت سا کھانا تیار کروا کر ان لوگوں کو بلوایا، پھر انہوں نے اپنے زانوں پر تلوار رکھی، ان لوگوں نے کھانا کھایا' لیکن گنگنائے نہیں، انہوں نے ایک یا دو خچروں پر آنے والی چاندی پیش کی (جو جزیہ کے طور پر تھی) لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ اس وقت تک وصول نہیں کیا' جب تک حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس بات کی گواہی نہیں دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہجر" کے مجوسیوں سے یہ وصول کیا تھا۔

3044 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ قُشَيْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ بَجَالَةَ بْنِ عَبْدَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَسْبَذِيِّينَ مِنْ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ، وَهُمْ مَجُوسُ أَهْلِ هَجَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَكَثَ عِنْدَهُ، ثُمَّ خَرَجَ فَسَأَلْتُهُ مَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ فِيكُمْ، قَالَ: شَرٌّ، قُلْتُ: مَهْ؟ قَالَ: الْإِسْلَامُ، أَوِ الْقَتْلُ، قَالَ: وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: قَبِلَ مِنْهُمُ الْجِزْيَةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأَخَذَ النَّاسُ بِقَوْلِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ: وَتَرَكُوا مَا سَمِعْتُ أَنَا مِنَ الْأَسْبَذِيِّ

3043- اسناده صحيح. بجالة: هو ابن عبدة التميمي، وابو الشعثاء: هو جابر بن زيد، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه بتمامه عبد الرزاق في "المصنف" (9972) عن ابن جريج، اخبرني عمرو بن دينار بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (3156) و (3157)، والترمذي (1677) و (1678)، والنسائي في "الكبرى" (8715)

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بحرین سے تعلق رکھنے والا ایک اسبذی شخص آیا۔ وہ ہجر سے تعلق رکھنے والا مجوسی تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاس ٹھہرا رہا' جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا تو میں نے اُس سے دریافت کیا: تم (مجوسیوں) کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے کیا فیصلہ دیا ہے؟ اس نے کہا: بہت برا۔ میں نے دریافت کیا: کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا: یا مسلمان ہوجائیں یا قتل ہوجائیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت عبدالرحمن بن عوف نے یہ روایت نقل کی تھی کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے جزیہ وصول کیا تھا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: تو لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے بیان کو اختیار کرلیا اور میں نے اس اسبذی سے جو سنا تھا' اسے لوگوں نے ترک کردیا۔

جزیہ اور ذمی کی اصطلاح جدید دور میں

برطانوی شہری قانون کو دیکھیں تو ایلین کی اصطلاح نظر آتی ہے۔ اس اغیار (Aliens) سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو کسی دوسری قومیت سے تعلق رکھتے ہوں اور کسی دوسرے اسٹیٹ کی وفاداری کے ملتزم ہوں مگر برطانوی حدود مملکت میں مقیم ہوں۔ ان مختلف قسم کے اشخاص کے متعلق حسب ذیل اصول قابل ملاحظہ ہیں۔

1. اغیار میں سے ہر شخص جو برطانوی رعایا ہونے کے لئے ضروری شرائط کی تکمیل کر چکا ہو، یہ اختیار رکھتا ہے کہ اپنی سابق قومیت ترک کر کے برطانوی قومیت میں داخل ہونے کی درخواست کرے۔ اس صورت میں سیکریٹری آف اسٹیٹ اس کے حالات کی تحقیق کرنے کے بعد شاہ برطانیہ کی اطاعت و وفاداری کا حلف لے کر اُسے برطانوی قومیت کا سرٹیفکیٹ عطا کردے گا۔

2. کوئی شخص خواہ پیدائشی رعایائے برطانیہ ہو یا باختیار خود برطانوی رعایا میں داخل ہوا ہو، ازروئے قانون یہ حق نہیں رکھتا کہ مملکت برطانیہ کی حدود میں رہتے ہوئے کسی دوسری قومیت کو اختیار کرلے اور اس کی مخالف کسی دوسرے اسٹیٹ کی وفاداری کا حلف اٹھائے۔ برطانوی قانون جنہیں "اغیار" کہتا ہے ان کی حیثیت تھوڑے سے فرق کے ساتھ وہی ہے جو اسلامی قانون میں ان لوگوں کی حیثیت ہے جو "ذمی" کہلاتے ہیں۔ جس طرح برطانوی رعایا کا اطلاق پیدائشی اور اختیاری رعایا پر ہوتا ہے اسی طرح اسلام میں بھی "مسلمان" کا اطلاق دو قسم کے لوگوں پر ہوتا ہے ایک وہ جو مسلمانوں کی نسل سے پیدا ہوں، دوسرے وہ جو غیر مسلموں میں سے باختیار خود اسلام قبول کریں۔

ذمی کی بحث کو سمجھنے کے لئے یہ ذہن نشین کرلینا ضروری ہے کہ برطانوی قانون میں "غیر" (ELIEN) سے مراد وہ شخص ہے جو تاج برطانیہ کی وفاداری کا ملتزم نہ ہوا اور برطانوی حدود میں آ کر رہے ایسے شخص کو بشرطیکہ وہ جائز طریقے سے ملک میں آئے اور ملک کے قوانین و نظم و نسق کا احترام ملحوظ رکھے، برطانوی حدود میں تحفظ تو عطا کیا جائے گا مگر مکمل حقوق شہریت نہ دیئے جائیں گے۔ حقوق شہریت صرف اُن لوگوں کا حصہ ہیں جو تاج برطانیہ کی وفاداری کے ملتزم ہوں۔

اس کے برعکس اسلام کا دستوری قانون اُن لوگوں کو غیر مسلم قرار دیتا ہے جو خدا اور رسول کی وفاداری کے ملتزم نہ ہوں پھر وہ ان کو حیثیات اور حقوق کے لحاظ سے اس طرح تقسیم کرتا ہے:

1. جو غیر مسلم باہر سے اسلامی مملکت میں جائز طریقے سے آئیں اور ملک کے قوانین اور نظم ونسق کے احترام کا التزام کریں وہ "مستامن" ہیں ان کو تحفظ عطا کیا جائے گا۔ مگر حقوق شہریت نہ دیئے جائیں گے۔

2. جو غیر مسلم اسلامی مملکت کے مستقل اور پیدائشی باشندے ہوں اُن کو بھی اسلامی قانون (تمام دنیا کے دستوری قوانین کے بخلاف) یہ حق دیتا ہے کہ وہ مملکت میں "غیر مسلم" بن کر رہیں یعنی خدا اور رسول کی وفاداری کے ملتزم نہ ہوں۔ ایسے لوگ اگر اسلامی مملکت کی اطاعت وخیر خواہی کا اقرار کریں تو اسلامی قانون ان کو "ذمی رعایا" بنالیتا ہے اور اُنہیں صرف تحفظ ہی عطا نہیں کرتا بلکہ ایک حد تک شہریت کے حقوق بھی دیتا ہے۔

3. باہر سے آنے والے غیر مسلم بھی اگر ذمی رعایا بننا چاہیں تو ذمیت کی شرائط پوری کر کے وہ اس زمرے میں شامل ہو سکتے ہیں اور ان کو بھی تحفظ کے ساتھ نیم شہریت کے حقوق مل سکتے ہیں۔ لیکن ذمی بن جانے کے بعد پھر ان کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اسلامی مملکت میں رہتے ہوئے "ذمہ" سے خارج ہوسکیں "ذمہ" سے نکلنے کی صورت ان کے لئے صرف یہ ہے کہ مملکت سے نکل جائیں۔

جزیہ اسلامی تناظر میں

آج اغیار (Aliens) سے غیر مسلم حکومتیں شہری حقوق اور رہائش، سیکورٹی، انکم کے بیسوں ٹیکس وصول کرتی ہے، اسلامی ریاست غیر مسلموں سے سالانہ جزیہ کی ایک قلیل مقدار ہی وصول کرتی تھ، اس کے برعکس مسلمانوں کو صدقہ، زکوۃ اور عشر ادا کرنا پڑتا تھا، جو جزیہ سے کہیں زیادہ ہو جاتا تھا۔ دراصل جزیہ ایک طرح کا بدل تھا جس کے ادا کرنے کے بعد ذمی تمام پابندیوں سے آزاد ہو جاتے تھے اور ساتھ ہی اس کی جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری سربراہ مملکت پر عائد ہو جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں پر اور کئی اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں۔ ایک تو انہیں جنگ میں حصہ لینا پڑتا، تو دوسری طرف انہیں سرحد کی حفاظت کرنی پڑتی تھی۔ آج بھی حکومت عوام سے سالانہ ایک متعین رقم وصول کرتی ہے، ملک میں رہنے والی ہر قوم سے۔ تو اس کی کیا توضیح کی جائے گی۔ دراصل اس قسم کی رقم حکومت وصول نہ کرے تو پھر ملک کا نظم ونسق چلانا مشکل ہو جائے گا۔

جب کسی نئے علاقہ کو فتح کر کے مسلمان اس پر اقتدار حاصل کرلیں تو مفتوحین میں سے جو لوگ مسلمانوں کی حکومت تسلیم کر کے اس ملک میں رہنا چاہیں اور عہد کریں کہ وہ مملکت کے خلاف بغاوت اور سازش میں ملوث نہ ہوں گے تو اب حکومت کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ ان مفتوحین کو ذمی کی حیثیت سے تسلیم کر کے اس کے جان ومال اور عزت وآبرو کی بالکل اسی طرح حفاظت کرے جس طرح وہ مسلمان رعایا کی حفاظت کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

(علاؤالدین ابی بکر بن مسعود الکاشانی، بدائع الصنائع، ص: ۱۱۱، ج: ۷، مطبوعہ مصر، ۱۹۱۰ء)

اب اگر کوئی بلاوجہ اس کو قتل کرتا ہے تو اس کے عوض اسے بھی قتل کیا جائے گا، اور اگر مقتول کے ورثاء اپنی مرضی سے قاتل کو معاف کردیں تو قاتل بری ہو جائے گا۔ البتہ ایسے لوگوں سے مسلمان حکمراں کچھ سالانہ ٹیکس (جزیہ) لینے کے مجاز ہوں گے۔ یہ ٹیکس انہی لوگوں سے وصول کی جائے گی جو فوجی خدمت کے قابل ہوں، عورت، بچے، بوڑھے، معذور اور مذہبی خدام لونڈی اور غلام اگر

سے مستثنیٰ قرار دیے جائیں گے۔ (کتاب الخراج، ص:۳۶)

جزیہ کی ادائیگی کے بعد اہل ذمہ سے نہ صرف فوجی خدمات ساقط ہو جائیں گے، بلکہ وہ اپنے مذہبی، سماجی اور عائلی معاملات میں بھی اسلامی قانون کے پابند نہ ہوں گے۔

البتہ وہ مسلم علاقوں میں کوئی نئی مذہبی عبادت گاہ تعمیر نہیں کر سکتے۔ پرانی عبادت گاہوں کی مرمت اور خستہ مذہبی مقامات کی دوبارہ تعمیر کر سکتے ہیں اور جہاں صرف غیر مسلم ہی رہتے ہوں تو پھر نئے منادر بھی اپنی مرضی سے قائم کر لیں تو مضائقہ نہیں۔

(بدائع الصنائع، ص:۱۱۳، ج:۷، کتاب الخراج، ص:۸۸)

اسی طرح وہ مسلم علاقوں میں رہ کر مذہب سے متعلق کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہو اور اس کے مذہبی معتقدات کو ٹھیس پہونچتی ہو۔ (بدائع الصنائع، ص:۱۱۳، ج:۷) اگر وہ اپنی مرضی سے اپنے نزاعی معاملات کے لیے شرعی عدالت سے رجوع کریں تو فیصلہ شرع کے مطابق کیا جائے گا۔ (ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی حکومتوں میں غیر مسلموں کے حقوق، ص:۱۷، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۹۸ء) کسی معاہد پر بھی شرعی نقطہ نظر سے کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی جائے گی اور نہ مسلمان کسی اہم سبب کے معاہدہ کو توڑ سکتے ہیں۔ جب تک کہ فریق ثانی کی رضامندی حاصل نہ ہو جائے۔ معاہدہ خواہ اہل کتاب سے کیا جائے یا مشرکوں سے دونوں صورتوں میں مسلمانوں پر اس کی پابندی اور حفاظت یکساں لازمی ہے۔ (محمد فرید وجدی، المدنیۃ والاسلام، ص:۱۵۰، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۳۲۲ھ)

جزیہ اور مسلم حکومتیں

ٹیکس ہو یا جزیہ کسی بھی مملکت کے لیے اپنے ملک میں مقیم رعایا سے وصول کرنا ناگزیر امر ہے، جس کے بغیر حکومت کا نظم و نسق سنبھالا نہیں جا سکتا، کیوں کہ اس طرح کی رقم وصول کر کے رعایا پر ہی مختلف طریقے سے خرچ کر دی جاتی ہے۔ مگر اس ٹیکس کی وصولی میں رعایا کے کسی بھی طبقہ کی تخصیص نہیں۔ اس کے برعکس اسلام نے غیر مسلموں سے ٹیکس وصولی میں اس کی مالی حیثیت کے علاوہ سماج کے کمزور طبقہ کو اس سے بری کر دیا، جس کی وضاحت کی جا چکی ہے، اور جس مقدار میں رقم وصول کی جاتی تھی اس کی ادائیگی کسی بھی فرد کے لیے چنداں مشکل نہ تھا، جو دوسرے سربراہ مملکت جبراً و قہراً اپنی رعایا سے وصول کرتے تھے۔

حضرت عمر (۲۳ھ) نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک غیر مسلم بوڑھے شخص کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا، انھوں نے اس بوڑھے فقیر سے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے، اس نے اپنا مذہب یہودی بتایا، حضرت عمر فقیر کو اپنے ساتھ لائے اور روپے پیسے دینے کے بعد بیت المال کے افسر سے کہلا بھیجا کہ اس بوڑھے اور اس کے ساتھیوں پر خیال کرو۔ اللہ کی قسم! یہ ناانصافی ہوگی کہ اس کی جوانی کی کمائی ہم کھائیں اور اب یہ بوڑھا ہو گیا ہے تو اس کو ہم نکال دیں۔ صدقے کی نسبت جو خدا نے کہا ہے کہ فقیروں اور مسکینوں کو دینا چاہیے تو فقیروں سے مسلمان اور مسکینوں سے اہل کتاب بھی مراد ہیں۔

ہندوستانی تناظر میں یہ مسئلہ سب سے پہلے محمد بن قاسم کے زمانہ میں پیش آیا، جب وہ سندھ میں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال رہے تھے کہ مفتوح قوم کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کیا جائے اور شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے، کیوں کہ یہاں کے باشندے شبہ اہل کتاب تھے۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی لکھتے ہیں:

"غیر مسلموں کے شرعی حیثیت کے بارے میں یہ مسئلہ سب سے پہلے محمد بن قاسم کے زمانہ میں پیش آیا۔ وہ اس وقت سندھ میں عربوں کی حکومت قائم کررہے تھے۔ تاریخ سندھ کے ایک مستند ماخذ چچ نامہ کے بیان کے مطابق محمد بن قاسم نے سندھ کے ان مفتوحین (جن میں برہمن، بودھ دونوں شامل تھے) کو ذمی کی حیثیت سے تسلیم کیا اور ان پر جزیہ عائد کیا، جنہوں نے اپنے قدیم مذہب پر قائم رہتے ہوئے مسلم حکومت کے زیر نگیں رہنے پر رضامندی ظاہر کی۔ اسی حیثیت سے انہیں مذہبی آزادی ملی اور قدیم منادر کی مرمت وآبادکاری کی اجازت دی گئی۔ گرچہ چچ نامہ یا کسی اور ماخذ میں اس کی صراحت نہیں ملتی، لیکن قرین قیاس یہی ہے کہ محمد بن قاسم نے والی عراق اور علماء سے صلاح ومشورہ کے بعد ہی ہندوؤں کے سلسلہ میں فیصلہ کیا ہوگا۔ جیسا کہ اس بات کے واضح ثبوت ہیں کہ انہیں قدیم معابد کی مرمت کی اجازت دینے اور بعض دوسرے مسائل میں محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف سے مشورہ اور علماء سے استفسار کیا تھا۔ یہاں یہ وضاحت دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مشہور عرب مؤرخ بلاذری نے صاف طور پر یہ ذکر کیا ہے کہ سندھ کی فتح کی مہم کے دوران اور بعد کے زمانوں میں بھی حجاج بن یوسف سے محمد بن قاسم کی مراسلت برابر جاری رہی اور یہ صراحت بھی ہے کہ ہر تیسرے روز خطوط کی آمد ورفت ہوتی رہتی تھی۔" (سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جولائی۔ ستمبر ۱۹۹۳ء، ص:۳۸، مضمون ہندوؤں کے ساتھ سلطان تغلق کا برتاؤ، اسلامی قوانین کی ترویج وتنفیذ: عہد فیروز شاہی میں، ص:۳۷، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)

سندھ کے غیر مسلموں کی جو شرعی حیثیت متعین کی گئی، اسی قانون پر بعد کے سلاطین نے بھی عمل کیا، اور ہندوؤں سے جزیہ وصول کیا جاتا رہا۔ البتہ اکبر کے زمانہ کی شروع میں تو اس پر عمل رہا مگر بعد میں اس نے ہندوؤں کو اس سے بری کردیا۔ عہد جہاں گیر اور شاہ جہاں میں بھی جزیہ معاف رہا۔ البتہ اورنگ زیب نے اپنی حکومت کے بائیس سال بعد اس قانون کو نافذ کردیا اور اپنے انتقال سے کچھ عرصہ قبل اسے موقوف کردیا۔

تاریخ ہند خاموش ہے کہ مسلم حکمرانوں نے ہندوستان میں داخل ہونے کے بعد جزیہ کی وصولی سے پہلے یا اس کے بعد اپنی غیر مسلم رعایا کو تعصب وتنگ نظری کی بنا پر ستایا اور تہہ تیغ کیا اور ان کے منادر ومعابد پر دست درازی کی بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ جنھوں نے جزیہ ادا کیا یا جو ٹیکس دینے سے مجبور رہے سب کو یکساں حقوق ملے، جس حد تک فقہاء نے ان کے حقوق متعین کیے ہیں۔ بلکہ بعض وقت تو حکمراں جماعت ان حقوق متعینہ سے زیادہ ان کا خیال رکھا اور سلطنت کے اہم امور ان کے سپرد کیے اور ان پر غیر معمولی اعتماد وبھروسہ کیا۔

مسلمان فاتح نے مفتوحوں کے ساتھ عقلمندی اور فیاضی کا سلوک کیا۔ مال گزاری کا پرانا نظام قائم رہنے دیا، اور قدیمی ملازموں کو برقرار رکھا، ہندو پجاریوں اور برہمنوں کو اپنے مندروں میں پرستش کی اجازت دی اور ان پر فقط ایک خفیف سا محصول عاید کیا جو آمدنی کے مطابق ادا کرنا پڑتا تھا۔ زمینداروں کو اجازت دی گئی کہ وہ برہمنوں اور ہندوؤں کو قدیم ٹیکس دیتے رہیں۔

سندھ میں داخلہ کے بعد محمد بن قاسم نے اگر کچھ متمول لوگوں سے جزیہ وصول کیا تو اس کے ساتھ انھوں نے غیر مسلموں کو جس

فراخ دلی سے عہدے اور مناصب دیئے اس پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ:

"محمد بن قاسم نے پرانے نظام کو حتی الوسع تبدیل نہ کیا، راجا داہر کے وزیر اعظم کو وزارت پر برقرار رکھا اور اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے تمام نظام سلطنت ہندوؤں کے ہاتھ میں رہنے دیا۔ عرب فوجی اور سپاہیانہ انتظام کے لیے تھے، مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ قاضی کرتے تھے، لیکن ہندوؤں کے لیے ان کی پنچائتیں بدستور قائم رہیں۔" (رود کوثر)

جزیہ دے کر غیر مسلم اسلامی ریاست کی طرف سے فوجی خدمات، ملک کی نگہداشت اور دوسرے کاموں سے بری ہو جاتے اور انہیں مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل ہو جاتے۔ حالاں کہ مسلمانوں کو اس طرح کے کئی ٹیکس زکوٰۃ وصدقات اور عشر وخراج نکالنے پڑتے تھے اور حکومت ان سے وصول کرتی تھی، باوجود اس کے ملک کی فلاح وبہبود اور اس کی تعمیر وترقی کے ساتھ فوجی خدمات پر بھی مامور ہونا پڑتا ہے، جہاد میں شرکت کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ جزیہ کی وصولی کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ:

"ذمیوں پر جزیہ لگانے کی ایک دوسری وجہ بھی تھی اور یہ وہی وجہ ہے جس کا سہارا ہر زمانہ میں کوئی بھی حکومت ٹیکس لگاتے وقت لیتی ہے، یعنی مفاد عامہ کے اخراجات مثلاً پولیس اور عدالت کا نظام، سڑکوں اور پلوں وغیرہ کی تعمیر کے کام جو معیشت کی بہتری کے لیے ضروری ہیں اور جن سے ہر شہری چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم یکساں فائدہ اٹھاتا ہے۔ مسلمان زکوٰۃ، صدقہ فطر اور دیگر ٹیکسوں کی صورت میں اس طرح کے اخراجات میں حصہ لیتے ہیں۔ اگر غیر مسلمین جزیہ کی صورت میں ایک معمولی رقم کے ذریعہ ان میں حصہ لیں تو تعجب کی کیا بات ہوگی۔"

پھر علامہ موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ "اس فریضہ کے بدلہ وطن کے دفاع وحفاظت کے اخراجات میں شرکت کیلئے غیر مسلم شہریوں پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے اسے اصطلاحاً جزیہ کہتے ہیں، چنانچہ جزیہ کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ وہ فوجی خدمت کا مالی بدل ہے نہ کہ اسلامی حکومت کے سامنے جھکنے کی علامت۔"

جزیہ فوجی خدمات سے سبکدوشی کا بدل ہے، اگر کوئی ذمی اپنی مرضی سے اس میں شامل ہونا چاہتا ہے یا ریاست کے مفاد کے لیے اپنی خدمات پیش کرنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنان اسلام سے دار الاسلام کو بچانے کے لیے جنگ میں حصہ لیتے ہیں تو ایسی صورت میں ان سے جزیہ ساقط ہو جائے گا اور تمام حقوق مثل مسلمان کے اسے حاصل رہیں گے۔"

اسی طرح اگر حکام وقت ذمیوں کی حفاظت کر پانے پر قادر نہیں ہیں تو پھر ضروری ہوگا کہ امارت کے سربراہ جزیہ کی رقم واپس کر دیں۔ جس کی طرف گذشتہ سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے کہ ایسے حالات میں لی گئی جزیہ کی رقم واپس کر دی گئی۔ انہی رعایتوں سے فائدہ اٹھا کر بہت سے ذمیوں نے ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کیے اور بڑے بڑے عہدے ان کے ذمے کیے گئے (۱۰۰) اور بقول مولانا شبلی نعمانی ہر زمانے میں سیکڑوں اور ہزاروں عیسائی، یہودی، ہندو، آتش پرست سرکاری خدمتوں پر مامور ہوئے، ہندوستان میں ایک خاص تغیر ہوا، یعنی یہ کہ ہندوؤں نے کثرت سے فوجی خدمتیں قبول کیں اور فوج میں بہت بڑا حصہ ان کا تھا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہندوؤں نے ہر قسم کے بڑے بڑے عہدے حاصل کیے۔

کیا جزیہ ظالمانہ ٹیکس تھا؟

اسلام کے اصول جزیہ پر کچھ متعصبین نے اعتراض کیا کہ یہ انتہائی ذیادہ تھا، اس سے بچنے کے لیے لوگ تبدیلی مذہب پر مجبور ہو جایا کرتے ہیں۔ اس الزام کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر اوم پرکاش پرساد لکھتے ہیں:

"ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت تقریباً سو سال تک رہی اور زیادہ تر زمانوں میں جزیہ وصول کیا گیا، اس کے باوجود عہد قدیم سے چلے آئے مذہبی معتقدات اور مذہبی مقامات کی اپنی حیثیت برقرار رہی۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ جزیہ کی وجہ سے بڑے پیمانے پر مذہب کی تبدیلی کا عمل ہوا ہو۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو اسلام کے شیدائی اس کا بیان بڑھا چڑھا کر کرنے سے بعض نہ رہتے۔" (اورنگ زیب ایک نیا زاویہ نظر، ص: ۴۰۔۴۱)

جزیہ کی جو مقدار متعین کی گئی ہے اور جس کی تفصیل کتابوں ملتی ہے اسی کے مطابق محمد بن قاسم نے ہندو رعایا سے وصول کیا اور اسی اصول پر اورنگ زیب تک عمل ہوتا رہا۔ اس کی مقدار اس سے کئی گناہ کم تھی جو مسلمانوں سے قبل شاہان وقت اپنی رعایا سے وصول کرتے تھے۔ اگر یہ معمولی سا ٹیکس ادا کر کے لوگ تبدیلی مذہب کا شکار ہو جاتے ہیں تو وہ اس کے مذہب کی کمی ہے نہ کہ شاہان اسلام کا جبر۔

شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"اب ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا ہلکا ٹیکس جس کی تعداد اس قدر قلیل تھی، جس کے ادا کرنے سے فوجی کو پر خطر خدمت سے نجات مل جاتی تھی، جس کی بنیاد نوشیرواں عادل نے ڈالی تھی۔ کیا ایسی ناگوار چیز ہو سکتی ہے جیسی کہ اہل یورپ نے خیال کی ہے۔ کیا دنیا میں ایک شخص نے بھی اس سے بچنے کے لیے اپنا مذہب چھوڑا ہوگا؟ کیا کسی نے اپنے مذہب کو ایسے ہلکے ٹیکس سے بھی کم قیمت سمجھا ہوگا؟ اگر کسی نے ایسا سمجھا تو ہم کو اس کے مذہب کے ضائع ہونے کا رنج بھی نہ کرنا چاہیے۔ جو لوگ جزیہ ادا کرتے تھے، ان کو اسلام نے جس قدر حقوق دیے، کون حکومت اس سے زیادہ دے سکتی ہے۔" (مقالات شبلی، ص: ۲۳۱، ج: ۱)

نفاذ جزیہ کے سلسلہ میں سب سے زیادہ محمد بن قاسم، علاء الدین خلجی، سلطان فیروز شاہ تغلق اور اورنگ زیب عالم گیر کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے زبردستی غیر مسلموں پر جزیہ کا قانون نافذ کیا۔ جس سے ہندوؤں کی مالی حالت کمزور ہوگئی اور مسلمان بحیثیت مال کے مستحکم ہوگئے۔ یہ سب غلط فہمی ہے یا ہٹ دھرمی، کہ وہ جزیہ کی اصل غرض و غایت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اورنگ زیب نے باتفاق جمیع علماء حنفیہ ہندہندوؤں پر جزیہ کے احکام جاری کیے تھے، نادانی و بے خبری سے ہندوؤں نے سمجھا کہ یہ ان کی تذلیل و تحقیر ہے، حالاں کہ اگر اس وقت علماء محققین ہوتے اور وہ جزیہ کی غرض و غایت اور اہل ذمہ کے حقوق معتبر فی الشرع کو کھول کر بیان کرتے تو ہندوؤں کو معلوم ہو جاتا کہ ان کی تذلیل نہیں بلکہ وہ بہتر سے بہتر سلوک ہے جو دنیا میں کوئی حاکم قوم محکوم کے ساتھ کر سکتی ہے"۔ (ابو الکلام آزاد، جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد، ص: ۸۴۔ مکتبہ ماحول، کراچی، ۱۹۶۴ء)

جو حضرات صرف جزیہ کو لے کر یا انہدام منادر کو لے کر غیر مسلموں کی طرف داری کرتے ہوئے یہ آواز بلند کرتے ہیں کہ ان افعال سے ہندو مسلمانوں کی بہ نسبت پست اور کمزور ہو گئے ان کی سماجی اور معاشی حیثیت گھٹ گئی۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد بن

قاسم کے بعد سے ہندوستان میں جب تک مسلمانوں کی حکومت رہی صرف تین سلاطین کے عہد میں جزیہ کی وصولی ہوئی۔ ورنہ بیشتر سلاطین کے عہد میں ان پر سے یہ بوجھ جو شرعی نوعیت کا تھا ہٹا رہا۔ باوجود اس کے تینوں سلاطین کے عہد میں غیر مسلم بخوشی جزیہ ادا کرتے رہے اور اپنے آپ کو کسی بھی طرح کا کمتر شہری تصور نہ کرتے تھے۔ حالانکہ تمام سلاطین کے عہد میں شریعت کا دارومدار اور اس کی افہام وتفہیم کی ساری ذمہ داری علماء کے ذمہ سپرد تھی اور وہ شریعت کی روشنی میں اس کا نفاذ بھی کرنے کے خواہاں تھے، مگر کسی سلاطین نے سیاسی مفاد کے تحت اس کو نافذ نہیں کیا۔ چنانچہ سید صباح الدین کا یہ مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ کیا جائے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس ٹیکس کی وصولی سے غیر مسلموں کو کیا کیا فوائد حاصل ہوئے:

"اسی طرح جزیہ کو ایک توہین آمیز ٹیکس سمجھا جاتا ہے اور یہ محض اس لیے کہ سلاطین اور علماء دونوں نے اس کے روشن پہلو کی وضاحت پوری طرح نہیں کی۔ جزیہ دراصل اس ٹیکس کو کہتے ہیں جو اسلامی حکومت اپنی غیر مسلم رعایا سے اس خدمت کے معاوضہ میں وصول کرتی ہے کہ وہ ان کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حقوق کی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ اس ٹیکس کے لینے کے بعد حکومت ہر طرح سے ذمیوں کے جان ومال کی نگرانی کرتی تھی اور ایسا کرنا اس کے مذہبی فریضہ میں داخل تھا اور جو حکومت ان کی حفاظت کرنے سے قاصر رہتی اس کو جزیہ وصول کرنے کا حق نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ کسی عالم یا فقیہ نے جزیہ کا کچھ اور مطلب بتایا تو یہ اس کا قصور ہے، ٹیکس کا نقص نہیں۔ علماء کے اصرار کے باوجود مسلمانوں کے پورے دور حکومت میں صرف تین حکمرانوں علاء الدین خلجی، فیروز تغلق اور اورنگ زیب کے عہد میں یہ ٹیکس لگایا گیا اور اس زمانہ میں یہ ٹیکس اتنا اشتعال انگیز نہیں سمجھا گیا جتنا اب طرح طرح کی موشگافیوں سے سمجھا جانے لگا ہے۔ اس زمانے کے تمام راجہ اس کو اور ٹیکسوں کی طرح ایک ٹیکس سمجھ کر ادا کردیا کرتے تھے اور کسی حال میں وہ اپنے کو کمتر درجہ کا شہری تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ اب یہی بتایا جاتا ہے کہ ٹیکس غیر مسلموں کو سیاسی، اقتصادی، مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے ہٹا کر گری ہوئی حالات میں رکھنے کے لیے عائد کیا جاتا تھا۔ مگر جب ہاتھ میں تلوار موجود تھی تو ایسا کرنے کے لیے ٹیکس لگانے کی کیا ضرورت تھی اور ایسے مورخ کی کوئی وقعت نہیں ہوگی جو یہ تسلیم نہ کرے کہ ملک گیری کے سلسلے میں مسلمانوں کی تلوار تو خوب چمکی لیکن ملک داری میں ان کی تلوار ہمیشہ نیام میں رہی، وہ میدان جنگ میں خواہ کیسی ہی خوں ریزی کرتے لیکن جنگ کے بعد معتدل روش اختیار کرلیتے؛ کیوں کہ ملک کی زراعت اور تجارت ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی، اونچے عہدے دار تو مسلمان ضرور تھے لیکن دوسرے تمام عہدے ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہوتے تھے، کیوں کہ ان کی مدد کے بغیر حکومت کا ڈھانچہ کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اگر ان کے ساتھ روادارانہ سلوک نہ کیا جاتا تو تھوڑی تعداد اور قلیل فوج کی مدد سے ہر جگہ مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔"

حقیقت یہ ہے کہ مسلم حکمرانوں کے عہد میں غیر مسلموں کے درمیان یہ ٹیکس کبھی خلجان کا باعث نہ رہا اور نہ ان لوگوں نے اسے اپنے لیے بار سمجھا، بلکہ انہوں نے اسے بخوشی قبول کیا، کیوں کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ اس طرح کے تعاون کے بغیر حکومت کا کاروبار اچھی طرح سے چلایا نہیں جاسکتا۔ جیسا کہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی مندرجہ ذیل تحریر سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے:

"اس زمانہ کے تمام راجہ اس کو اور ٹیکسوں کی طرح ایک ٹیکس سمجھ کر ادا کردیا کرتے تھے، اور کسی حال میں وہ اپنے کو کمتر درجہ کا

شہری تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حالاں کہ اب یہی بتایا جاتا ہے کہ یہ ٹیکس غیر مسلموں کو سیاسی، اقتصادی، مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے تابع بنا کر گری ہوئی حالت میں رکھنے کے لیے عائد کیا جاتا تھا۔ مگر جب ہاتھ میں تلوار موجود تھی تو ایسا کرنے کے لیے ٹیکس لگانے کی کیا ضرورت تھی اور ایسے مؤرخ کی کوئی وقعت نہیں ہوگی جو یہ تسلیم نہ کرے کہ ملک گیری کے سلسلہ میں مسلمانوں کی تلوار تو خوب چمکی لیکن ملک داری میں ان کی تلوار ہمیشہ نیام میں رہی۔ وہ میدان جنگ میں خواہ کیسی ہی خوں ریزی کرتے لیکن جنگ کے بعد معتدل روش اختیار کر لیتے۔ کیوں کہ ملک کی زراعت اور تجارت ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی۔ اونچے عہدے دار تو مسلمان ضرور تھے لیکن دوسرے تمام عہدے ہندوؤں کے ہاتھوں ہی میں ہوتے تھے۔ کیوں کہ ان کی مدد کے بغیر حکومت کا ڈھانچہ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا، اور اگر ان کے ساتھ روادارانہ سلوک نہ کیا جاتا تو تھوڑی تعداد اور قلیل فوج کی مدد سے ہر جگہ مسلمانوں کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی تھی۔" (سید صباح الدین عبدالرحمن، ہندوستان کے سلاطین، علما اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، ص: ۴۶، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۶۴ء)

تبدیلی مذہب کی وجوہات

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے باوجود غیر مسلموں نے مسلمانوں پر مظالم زیادہ کیے اور مسلمانوں کی عزت و عصمت پر ڈاکہ ڈالا اور ان کے مذہبی شعائر کے ساتھ توہین آمیز معاملہ کیا۔ اگر ان باتوں پر مسلمانوں نے بعض ہندوؤں کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا تو اس پر طوفان کھڑا کرنا چہ معنی دارد۔ چوں کہ غیر مسلموں کی حیثیت ہندوستان میں ذمی کی تھی، اور اگر کوئی ذمی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک کرتا ہے تو اسلام اس وقت حکم دیتا ہے کہ ان کی سخت گوش مالی کی جائے۔ مگر سلاطین ہند نے اپنے اسلامی اصول وقوانین پر عمل نہ کر کے ان کے ساتھ بے جا رواداری کا معاملہ کیا۔ ان کے جرائم کو بعض اوقات نظر انداز کر دیا اور انہیں آزادی سے زندگی بسر کرنے پر مانع ومزاحم نہ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ اب اگر کوئی معترض ہوتا ہے کہ اسلام جبر سے پھیلا، تو مسلمانوں کی حکومت ہندوستان سے ختم ہوتے ہی وہ سارے کے سارے ہندو جنہوں نے جبراً اسلام قبول کیا تھا اسلام سے پھر جاتے اور اپنے سابق مذہب کو اختیار کر لیتے۔ مگر تاریخ میں ایسے واقعات بہت کم ملیں گے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد بہت سے ہندو بیک وقت اسلام سے منحرف ہو گئے ہوں۔ دو چار واقعات اس قسم کے ضرور رونما ہوئے۔ اس سے اسلام کی کمزوری یا جبر ہرگز ظاہر نہیں ہوتا۔

دراصل یہ وہ لوگ تھے جو حب جاہ اور مالی منفعت کے لیے اسلام قبول کرتے تھے اور اگر جبراً اسلام پھیلایا جاتا تو آگرہ، دہلی، اودھ، بہار، دکن وغیرہ میں مسلمانوں کی تعداد ہرگز کم نہ ہوتی، کیوں کہ یہ علاقے براہ راست مرکز سے تعلق رکھتے تھے۔ آٹھ سو برس کا عرصہ گزر جانے کے باوجود وہاں پندرہ فیصد سے زیادہ مسلمانوں کی تعداد نہ بڑھی۔ اس کے برخلاف جہاں مسلمانوں کا اقتدار زیادہ مضبوط نہ تھا، ان علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوا۔ سندھ، کشمیر اور بنگال وغیرہ کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ایک دوسرے ہندو مؤرخ کا بیان قول فیصل کا درجہ رکھتا ہے:

"ظن غالب یہ ہے کہ ہندومت کی پابندیوں نے بنگال کی نیچ ذاتوں کو اس نئے مذہب کے قبول کرنے پر آمادہ کر دیا تھا۔ آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر بارہویں صدی عیسوی تک بنگال پر پال خاندان کی حکومت تھی جو بدھ کا پیرو تھا۔ اس کے زمانہ میں

نیچ ذاتوں کو بڑی آزادی حاصل تھی۔ جب سین خاندان کے لوگ جنوب کی طرف بنگال میں داخل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ ہندومت اور اس کی تمام معاشرتی پابندیاں بھی لے آئے، جن سے نیچ ذاتوں کے جذبات کو ہمیشہ ٹھیس لگتی تھی اور جب بارہویں صدی میں اسلام آزادی اور مساوات کا ڈنکا بجاتا ہوا بنگال پہونچا تو عوام کی طبیعتیں خود بخود اس کی طرف مائل ہوگئیں۔ لوگ جوق در جوق مسلمان ہوتے چلے گئے۔ یہ ایک بڑا سبب ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے سبب کی تلاش کی حاجت نہیں"۔

(اے شارٹ ہسٹری، ص: ۲۱۸-۲۱۹ ترجمہ اردو، مختصر تاریخ ہند، یوسف کوکن عمری، ص: ۲۱۸-۲۱۹)

اسلام قبول کرنے والے صرف نچلی سطح کے لوگ نہ تھے بلکہ اعلیٰ اور اونچی ذات کے لوگوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ وہاں کون سی وجوہات کارفرما تھیں۔ یہ لوگ تو سماج کے ہر قیود سے آزاد تھے۔ دولت تھی، عزت تھی، اور حاکم تھے۔ اس لیے ان کے ساتھ معاشرہ میں کسی ظلم وزیادتی کا کوئی سوال ہی نہیں۔ انکی مذہب کی تبدیلی کی ایک وجہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں:

"اکثر ہندو دنیوی منافع کے خیال سے مسلمان ہونا گوارہ کیا، ہزار ہا راجپوت اسی طرح مسلمان ہوگئے، جن کی اولاد اب تک ملک کے دولت مند زمین داروں میں شمار ہوتی ہیں۔ ان میں بچگوٹی راجپوتوں کا مسلمان خاندان سب سے زیادہ معزز ہے جو ملک اودھ کے مسلمان تعلقہ دار کی فہرست میں اول درجہ رکھتا ہے۔ ایک روایت کے موافق اس خاندان کے وارث اعلیٰ تلوک چند کو بابر بادشاہ قید کر کے لے گیا اور تلوک چند نے قید سے رہائی پانے کے لیے اسلام قبول کیا"۔

(ٹی۔ ڈبلو۔ آرنلڈ۔ دعوت اسلام (آرنلڈ) ص: ۲۷۷، مطبع فیض عام، آگرہ، ۱۸۹۸ء)

اس سے زیادہ وضاحت سے ڈاکٹر اوم پرکاش پرساد نے اونچی ذات کے لوگوں کے قبول اسلام کی وجہ بتائی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"اپریل ۱۶۶۷ء میں سود خوری کے الزام میں چار ہندو قانون گویوں کو عہدہ سے معزول کیا گیا، سزا پانے کے ڈر سے ان لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ چوکی گڑھ کا انچارج بننے کے لیے بھوپ سنگھ نے اپنے بھائی مراری داس کو اسلام قبول کر لینے کی صلاح دی۔ لیکن اس نے اپنے بھائی کے لالچ بھرے مشورہ کو تسلیم نہیں کیا اور ہندو ہی رہا۔ ۱۶۸۱ء میں منوہر پور کے زمین دار دیوی چند نے اسلام قبول کیا تا کہ ۲۵۰/فوجیوں کے بجائے ۴۰۰/کا منصب حاصل کرے۔ چنانچہ ۱۵ جنوری ۱۷۰۴ء کو اس نے اسلام قبول کیا۔ راجہ اسلام خاں نے ہندو مذہب ترک کر کے اسلام قبول کیا تا کہ اپنے بہن کی شادی اورنگ زیب کے بیٹے سے کر سکے لیکن یہ شادی نہیں ہوسکی۔ جاگیر حاصل کرنے کے لیے رام پور کے شاہی منصب دار راؤ گوپال سنگھ کے بیٹے رتن سنگھ نے اسلام قبول کیا۔" (اورنگ زیب ایک نیا زاویہ نظر، ص: ۴۳-۴۴)

معلوم یہ ہوا کہ ہندوؤں کے نزدیک اپنے دھرم کی کوئی حقیقت نہیں تھی اس لیے وہ اپنی دولت کی حفاظت کے لیے اپنے دھرم کو بھی خیرباد کہہ دیتے تھے۔ حالاں کہ مسلمان فاتحین نے انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے اور ان پر عمل کرنے کی پوری آزادی دے رکھی تھی کہ وہ جزیہ ادا کر کے من مانی زندگی اختیار کریں۔ مگر ہندو اپنے مذہب کو بچانے اور اس پر قائم رہنے کی خاطر اپنی دولت کا

معمولی حصہ ادا کرنے سے پیچھے رہے۔ یہ ان کے مذہب کی کمزوری تھی، یا اسلام کا قانون اس کے لیے مزاحم بنا۔ سچا مذہب وہی ہے جو اپنے ماننے والوں کے ایمان و یقین کو اس طرح مستحکم کر دے کہ وہ سب کچھ تو کر سکتے ہیں مگر اپنے ایمان کا سودا ہرگز نہیں کر سکتے۔ آج دنیا میں بڑی بڑی جنگیں ہو رہی ہیں اور لوگ اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں مگر اسلام کے شیدائی اپنے مذہب کو زندہ رکھنے کے لیے دشمنان دین کا کھل کر بلکہ آگے بڑھ کر مقابلہ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے غیر مسلموں سے جزیہ وصول کر کے انہیں ہر قسم کی آزادی اور امان دے دیا۔ یہاں تک کہ انہیں یہ بھی ضمانت دی کہ دشمنوں کے حملے اور ان کے ظلم سے انہیں محفوظ رکھا جائے گا۔

جب کبھی مسلم فاتح اس قسم کے حقوق دینے میں خود کو کمزور پایا تو وصول کی جانے والی جزیہ کی رقم کو واپس کر دیا یہ کہہ کر کہ ان حالات میں تمہاری حفاظت ممکن نہیں، تم اپنی حفاظت خود کرو، جس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر ہی کے زمانے میں جب اسلامی فوجیں حمص (شام) سے ہٹ آئیں تو حضرت عبیدہ (۶۵) رضی اللہ عنہ نے وہاں کے یہودیوں اور عیسائیوں کو بلا کر کئی لاکھ رقم جزیہ کی یہ کہہ کر واپس کر دی کہ اب تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے، اس لیے جزیے کی رقم بھی نہیں رکھ سکتے۔ اس قسم کی حفاظت اور تعاون کی مثال کیا دنیا کے کسی دوسرے فاتحین کی تلمستخ میں مل سکتی ہے کہ اس نے غیر مذہب رعایا کی خاطر داری اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اس انداز میں لی ہو (۶۶)۔ بلکہ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے جب بھی عروج حاصل کیا تو ایک نے دوسرے پر کتنے شدید مظالم ڈھائے اور انہیں نیست و نابود کیا۔ حکمراں جماعت نے کمزور طبقہ کو بڑی بے دردی سے کچلا اور ستایا۔ خود ہندوستان میں ہندو مذہب اور بدھ مت کے عروج و زوال کی داستان بڑی کرب ناک ہے ایک دوسرے نے اپنے زمانہ عروج میں محکوم طبقہ کا جینا حرام کر دیا اور ایک دوسرے کے معابد و منادر کو منہدم اور مسمار کیا۔

بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي جِبَايَةِ الْجِزْيَةِ

باب: جزیہ کی وصولی کی شدید تاکید

3045- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، وَجَدَ رَجُلًا وَهُوَ عَلَى حِمْصَ يُشَمِّسُ نَاسًا مِنَ الْقِبْطِ فِي أَدَاءِ الْجِزْيَةِ، فَقَالَ: مَا هَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا

❀❀ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو پایا، جو حمص کا امیر تھا، اس نے کچھ قبطی لوگوں کو جزیہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے دھوپ میں کھڑا کیا ہوا تھا، تو انہوں نے دریافت کیا: یہ کیوں کیا ہے؟ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

3045- اسناده صحيح. واخرجه مسلم (2613). والنسائي في "الكبرى" (8718) من طريق ابن شهاب الزهري، ومسلم (2613) من طريق هشام بن عروة، كلاهما عن عروة بن الزبير به. وهو في "مسند احمد" (15330)، و"صحيح ابن حبان" (5612)

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا، جو دنیا میں دوسرے لوگوں کو عذاب دیتے ہیں''

جزیے سے متعلق شبہات کا ازالہ

یہ واقعہ ہے کہ جزیہ ذمیوں سے ان کی تذلیل وتحقیر کے لیے نہیں لیا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں بعض لوگوں کے دلوں میں کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ہم یہاں انھیں واردات قلبیہ کا جائزہ لیں گے۔ مثلاً کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب معاملہ یہ ہے تو آیت جزیہ ''حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عن يدوهم صاغرون'' میں 'صَاغِرُوْنَ' کے کیا معنی ہوں گے؟ اور مسلم حکمرانی کے بعض ادوار میں ذمیوں سے کیوں بظاہر حقارت آمیز طریقے سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا؟

آیت جزیہ سے متعلق جواب

اس کا صحیح جواب جاننے کے لیے ضروری ہے کہ آیت مذکورہ کی ایسی تفسیر کی جائے جو اسلام کے عام اصولوں سے ہم آہنگ ہو اور اس سلسلے میں یہ بات بھی نگاہ میں رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے اسلام کے زریں دور میں اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) سے کس طرح سے جزیہ لیا تھا۔ اہل علم واقف ہیں کہ اسلام نے اہلِ کتاب کے عقائد، ان کے اموال اور ان کی عبادت گاہوں کے احترام کی کس قدر تاکید کی ہے۔ اسی طرح انھیں کسی طرح کی ایذا پہنچانے سے قطعی طور پر منع کیا گیا ہے، چاہے وہ زبان ہی کی حد تک کیوں نہ ہو۔ جس طرح کسی مسلمان کی غیبت کرنے سے روکا گیا ہے اسی طرح اُن ذمیوں (غیر مسلم رعایا) کی غیبت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

اس سلسلے میں جب ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اہلِ کتاب سے جزیہ وصول کرنے کے معاملے میں نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے اور نہ ہی خلفاے راشدین کی جانب سے کوئی ایک ایسا واقعہ ملتا ہے کہ اہلِ کتاب کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کیا گیا ہو جسے ذلت وحقارت پر محمول کیا جاسکے۔ اہلِ کتاب سے کبھی اس طرح سے جزیہ نہیں لیا گیا جس سے اُن کے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی یا حقارت کا اظہار ہوتا ہو۔ اور اسلام نے تو اہلِ کتاب کو ایذا پہنچانے سے منع کیا ہے، حتیٰ کہ اُن کی غیبت کرنا بھی منع ہے تو بھلا ان کے ساتھ ذلت وحقارت کا معاملہ کرنا کیسے جائز ودرست ہوسکتا ہے۔ ہمارے لیے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شارع (نظامِ قانون بنانے والے) ہیں، اس لیے آپ کا اُسوہ ہی ہمارے لیے قابلِ تقلید واتباع ہے۔ اور خلفائے راشدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو سب سے زیادہ مضبوطی سے پکڑنے والے تھے۔ لیکن ان کے دور میں جزیہ کی وصولیابی کے تعلق سے اہانت وحقارت کا کوئی ایک واقعہ بھی تاریخ کی کتابوں میں منقول نہیں ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم آیت جزیہ کو اس طرح نہ سمجھیں جس طرح کہ بعض لوگوں نے اُسے سمجھا ہے۔ چنانچہ ہم اللہ تعالیٰ کے قول ''عَنْ يَدٍ'' میں ''الْيَدُ'' کی تفسیر قدرت، استطاعت اور طاقت سے کرتے ہیں۔ ہمیں نصوصِ قرآنی اور عربی زبان وادب میں ایسے شواہد ملتے ہیں جو اس مفہوم کی تائید کرتے ہیں۔ آپ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے عہد میں ناطف پادری کے ساتھ طے پانے والے معاہدے کی تحریر میں دیکھ چکے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قول، ''عَلٰى كُلِّ ذِي يَدٍ'' ہے، جس کا صاف اور واضح مطلب

ہے کہ ہر صاحب قدرت پر جزیہ لاگو ہوگا۔ اور ہم یہ بات بتا چکے ہیں کہ جزیہ صرف ان لوگوں پر عائد ہوگا جو اُس کی ادائی پر قادر ہوں۔ اسی بنا پر چھوٹے بچوں، معذوروں، فقیروں، راہبوں اور خواتین کو جزیہ سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔

رہا اللہ تعالیٰ کا قول: "وَهُمْ صَاغِرُونَ" تو یقینی طور پر یہاں لفظ صَغَار ذلت وحقارت کے بجائے خُضُوع (خودسپردگی، تابعداری اور ماتحتی) کے معنیٰ میں ہے۔ اور لغت میں بھی صَغَار (جس سے صاغرون مشتق ہے) کے معنیٰ خُضُوع کے آتے ہیں، یعنی کسی کے سامنے جھکنا اور اپنے کو اس کی تابعداری و ماتحتی میں دینا۔ چنانچہ ولد صغیر کا اطلاق اس بچے پر ہوتا ہے جو اپنے والدین اور اپنے سے بڑوں کی اطاعت کے لیے جھکا رہا ہے۔ اور جزیہ کے سیاق میں خُضُوع سے مراد اسلامی مملکت کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی اطاعت و تابعداری میں جھکے رہنا ہے یا اس کی ماتحتی قبول کرنا ہے۔ اور ذمّیوں کی طرف سے جزیہ ادا کرنے کا مطلب مملکت اسلامی سے وفاداری اور تعلق کا اظہار ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی مملکت ان کے جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرتی ہے۔ اور ان کے جملہ معاملات کی نگرانی اور ان کے مذہبی عقائد کے احترام کا بھی اہتمام کرتی ہے۔ اور اختلاف عقائد کے باوجود سارے باشندوں کو مملکتِ اسلامی کے اقتدار اور اس کے قوانین وضوابط کو قبول کرنے اور اس کی تابعداری کے لیے ذلت وحقارت کا راستہ نہیں اختیار کیا جائے گا۔ آیت جزیہ کی یہی وہ صحیح تفسیر ہے جو نصوص قرآنی، شریعت اسلامی کے اصول ومبادی اور اسلام کے گزشتہ سنہری دور کے تاریخی واقعات سے ہم آہنگ ہے۔

رہی یہ بات کہ مسلم حکمرانی کے بعض ادوار میں، خصوصاً عہد عثمانی کے اواخر میں جزیہ کچھ اس طرح لیا جاتا تھا کہ اس میں ذلت و حقارت بھی شامل ہوتی تھی، تو اُسے اسلام کے خلاف حجت نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اسلام میں قانون سازی کے کچھ ذرائع ہیں جو اسلامی نظام کے قوانین وضوابط طے کرتے ہیں، اور وہ قرآن وسنت اور اجماع (اجماع امت) ہیں۔ اس لیے مسلمانوں میں سے کسی فرد واحد کا کوئی عمل، خواہ وہ کسی حیثیت ومنصب کا حامل ہو اسلام کے خلاف دلیل نہیں بن سکتا ہے۔ ہاں رسول اللہ ﷺ کا عمل دلیل بن سکتا ہے۔ رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا عمل تو وہ نبی ﷺ کے شاگرد اور رفقاء ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ مقاصد شریعت پر نظر رکھنے والے ہیں۔ اُن کے بارے میں جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ اُن کا عمل اُسی وقت حجت بنے گا، جب وہ اسلامی شریعت کے احکام کے مطابق ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اسلامی حکومت کے آخر کے ادوار میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات متعدد اسباب کی بنا پر ابتری کا شکار ہو گئے تھے۔

اب ایسی خراب فضا میں جس میں غیر مسلموں کے تعلقات اسلامی مملکت کے ساتھ اچھے نہ رہے ہوں، بسا اوقات کوئی حاکم انحراف کا شکار ہو کر انتقام کی طرف مائل ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی فقیہ یا مفتی غلطی کر بیٹھے، اور کوئی ایسی بات طے کر دے جو اسلامی شریعت کی روح اور اس کے عام اصول ومبادی کے منافی ہو۔ لیکن بہر صورت سارا قصور منحرف حاکم یا جاہل مفتی کا ہوگا۔ اسلام عظیم کی تعلیمات اس سے بالکل بری ہیں۔ اسلام کے قوانین مبنی برحق اور ہر طرح کے نقائص سے پاک ہیں۔ بڑے سے بڑا متعصب بھی آج تک اُن میں کوئی نقص یا عیب نہیں نکال سکا ہے۔

اسلام نے جزیہ کے معاملے میں اخلاق، رواداری اور شرافت کی شاندار مثال قائم کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی

میں مغربی استعمار کے جوئے تلے دبی اقوام کو اپنی جان ومال کی حفاظت، اپنے عقائد کی ضمانت اور اپنے حقوق کی رعایت اس درجہ نہیں حاصل تھی جتنی کہ چودہ سو سال پہلے اسلامی مملکت میں فتح وعزت کے دنوں میں محارب اور مغلوب اقوام کو حاصل تھی۔

بَابٌ فِي تَعْشِيرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ إِذَا اخْتَلَفُوا بِالتِّجَارَاتِ

باب: ذمی جب سامان تجارت لے کر (غیر مسلم سلطنت سے اسلامی سلطنت میں) آتے جاتے ہوں تو ان سے ٹیکس وصول کرنا

3046- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي أُمِّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى، وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ عُشُورٌ.

حرب بن عبید اللہ اپنے نانا کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ٹیکس عیسائیوں اور یہودیوں پر لازم ہوگا، مسلمانوں پر ٹیکس لازم نہیں ہوگا''

اہل ذمہ اقوام کے حقوق کا بیان

ذمی سے وہ قومیں مراد ہیں جو مسلمان نہ تھیں لیکن ممالک اسلام میں سکونت رکھتی تھیں۔ حضرت عمر نے ذمی رعایا کو جو حقوق دیے تھے اس کا مقابلہ اگر اس زمانے کی دوسری سلطنتوں سے کیا جائے تو کسی طرح کا تناسب نہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمسایہ میں جو سلطنتیں تھیں وہ روم وفارس تھیں۔ ان دونوں سلطنتوں میں غیر قوموں کے حقوق غلاموں سے بھی بدتر تھے۔ شام کے عیسائی باوجودیکہ رومیوں کے ہم مذہب تھے۔ تاہم ان کو اپنی مقبوضہ زمینوں پر کسی قسم کا مالکانہ حق حاصل نہیں تھا بلکہ وہ خود ایک قسم کی جائیداد خیال کیے جاتے تھے۔ چنانچہ زمین کے انتقال کے ساتھ وہ بھی منتقل ہو جاتے تھے۔ اور مالک سابق کو ان پر جو مالکانہ اختیارات حاصل تھے وہی قابض حال کو حاصل ہو جاتے تھے۔ یہودیوں کا حال اور بھی بدتر تھا بلکہ اس قابل نہ تھا کہ کسی حیثیت سے ان پر رعایا کا اطلاق ہو سکتا۔ کیونکہ رعایا آخر کار کچھ نہ کچھ حق رکھتی ہے اور وہ حق کے نام سے بھی محروم تھے۔ فارس میں جو عیسائی تھے ان کی حالت اور بھی زیادہ رحم کے قابل تھی۔

پارسیوں اور عیسائیوں کا برتاؤ غیر قوموں کے ساتھ

حضرت عمر نے جب ان ممالک کو زیر نگیں کیا تو دفعتہ وہ حالت بدل گئی۔ جو حقوق ان کو دیے گئے، ان کے لحاظ سے گویا وہ رعایا نہیں رہے بلکہ اس قسم کا تعلق رہ گیا جیسا کہ دو برابر کے معاہدہ کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ مختلف ممالک کی فتح کے وقت جو معاہدے لکھے گئے ہم ان کو اس مقام پر بعینہ نقل کرتے ہیں جس سے اس دعویٰ کی تصدیق ہوگی۔ اور ساتھ ہی اس بات کے موازنہ کا موقع ملے گا کہ یورپ نے اس قسم کے حقوق کبھی غیر قوم کو نہیں دیے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخوں میں جو معاہدے منقول ہیں ان میں بعض مفصل باقی مجمل ہیں۔ کیونکہ مفصل شرائط کا بار بار اعادہ

کرنا تطویل عمل کا باعث تھا۔ اس لیے اکثر معاہدوں میں کسی مفصل معاہدے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بیت المقدس کا معاہدہ جو خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اور ان کے الفاظ میں لکھا گیا حسب ذیل ہے۔

بیت المقدس کا معاہدہ

هذا ما اعطى عبد الله عمر امير المومنين اهل ايليا من الامان اعطاهم امانا لانفسهم و اموالهم ولكنائسهم وصلبانهم وسقيمها بريها وسائر ملتها انه لايسكن كنائسهم ولا تهدم ولا ينقض منها ولا من حيزها ولا من صلبهم ولا كن شئي من اموالهم ولا يكرهون على دينهم ولا يضار احد من اليهود و على اهل ايليأ ان يعطوا الجزية كما يعطى اهل المدائن و عليهم ان يخرجوا منها الروم و اللصوص فمن خرج منهم فهوا من على نفسه و ماله حتى يبلغوا ما منهم و من اقام منهم فهوا من و عليه مثل اهلا ايليأ من الجزية و من احب من اهل ايليأ ان يسير بنفسه و ماله مع الروم و يخلى بيعهم و صلبهم فانهم آمنون على انفسهم و على بيعتهم و صلبهم حتى يبلغوا ما منهم و على مافى هذا الكتاب عهد الله و ذمة رسوله و ذمة الخلفأ و ذمة الكومنين اذا اعطو الذى عليهم من الجزية شهد على ذلك خالد بن الوليد و عمر بن العاص و عبد الرحمان بن عوف و معاوية ابى سفيان و كتب وحضر سنه 15 هجرى.[1]

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمر نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی۔ نہ وہ ڈھائے جائیں گے نہ ان کو اور نہ ان کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ایلیاٗ میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیاٗ والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں گے اور یونانیوں اور چوروں کو نکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان اور مال کو امن ہے تا آنکہ وہ اپنی جائے پناہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیاٗ ہی میں رہنا اختیار کرے اس کو بھی امن ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا اور ایلیاٗ والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا، رسول خدا کے خلیفہ کا اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔ اس تحریر پر گواہ ہیں خالد بن الولید اور عمرو العاص اور عبد الرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم اور یہ 15 ہجری میں لکھا گیا۔"

اس فرمان میں صاف تصریح ہے کہ عیسائیوں کے جان، مال اور مذہب ہر طرح سے محفوظ رہے گا اور یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کو جس قدر حقوق حاصل ہو سکتے ہیں انہی تین چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ گرجے اور چرچ کی نسبت یہ تفصیل ہے کہ نہ تو وہ توڑے جائیں گے نہ ان کی عمارت کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے گا نہ ان کے احاطوں میں دست اندازی کی جائے گی۔ مذہبی آزادی کی

نسبت دوبارہ تصریح ہے کہ لا یکرھون علی دینھم عیسائیوں کے خیال میں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے صلیب دے کر قتل کیا تھا اور یہ واقعہ خاص بیت المقدس میں پیش آیا تھا۔اس لیے ان کی خاطر سے یہ شرط منظور کی کہ یہودی بیت المقدس میں نہ رہیں گے۔یونانی باوجود اس کے کہ مسلمانوں سے لڑتے تھے اور درحقیقت وہی مسلمانوں کے اصلی عدو تھے۔تاہم ان کے لیے یہ رعایتیں ملحوظ رکھیں کہ بیت المقدس میں رہنا چاہیں تو رہ سکتے ہیں اور نکل جانا چاہیں تو نکل کر جا سکتے ہیں۔دونوں حالتوں میں ان کو امن حاصل ہوگا۔اور ان کے گرجاؤں اور معبدوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا۔سب سے بڑھ کر بیت المقدس کے عیسائی اگر یہ چاہیں گے کہ وطن سے نکل کر رومیوں سے جا ملیں تو اس پر بھی کچھ تعرض نہ کیا جائے گا۔بلکہ ان کے گرجے وغیرہ جو بیت المقدس میں ہیں محفوظ رہیں گے۔کیا کوئی قوم مفتوحہ ملک کے ساتھ اس سے بڑھ کر منصفانہ برتاؤ کر سکتی ہے؟

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ذمیوں کی جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر قرار دیا گیا۔کوئی مسمان اگر کسی ذمی کو قتل کر ڈالتا تو حضرت عمر فوراً اس کے بدلے مسلمان کو قتل کرا دیتے تھے۔امام شافعی رحمۃ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرۃ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھ بھیجا کہ قاتل، مقتول کے وارثوں کو دیا جائے۔چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا، حوالہ کیا گیا اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔[2]

مال اور جائیداد کے متعلق کی حفاظت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ جس قدر زمینیں ان کے قبضے میں تھیں اسی حیثیت سے بحال رکھیں۔جس حیثیت سے فتح سے پہلے ان کے قبضے میں تھیں۔یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان زمینوں کا خریدنا بھی ناجائز قرار دیا گیا۔

بندوبست مال گزاری میں ذمیوں کا خیال

مال گزاری جو شخص کی گئی وہ نہایت نرم اور ہلکی پھلکی تھی۔اس پر بھی حضرت عمر کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ کہیں ان پر سختی تو نہیں کی گئی۔چنانچہ مرتے مرتے بھی یہ خیال نہ گیا۔ہر سال یہ معمول تھا کہ جب عراق کا خراج آتا تو دس شخص کوفہ اور دس شخص بصرہ سے طلب کیے جاتے تھے اور حضرت عمر ان سے چار دفعہ بتاکید قسم لیتے تھے کہ مال گزاری کے وصول کرنے میں کچھ سختی تو نہیں کی گئی ہے۔[3] وفات سے دو تین دن پہلے کا واقعہ ہے کہ افسران بندوبست کو بلایا اور تشخیص جمع کے متعلق ان سے گفتگو کی اور بار بار پوچھتے رہے کہ جمع سخت تو نہیں مقرر کی گئی۔[4]

ذمیوں سے ملکی انتظامات میں مشورہ

ایک بڑا حق جو رعایا کو حاصل ہو سکتا ہے یہ ہے کہ انتظامات ملکی میں ان کو حصہ دیا جائے۔حضرت عمر ہمیشہ ان انتظامات میں جن کا تعلق ذمیوں سے ہوتا تھا ذمیوں کے مشورہ اور استصواب کے بغیر کام نہیں کرتے تھے۔عراق کا بندوبست جب پیش آیا تو عجمی رئیسوں کو مدینہ میں بلا کر مال گزاری کے حالات دریافت کیے۔مصر میں جو انتظام کیا اس میں مقوقس سے اکثر رائے لی۔[5]

جان و مال و جائیداد کے متعلق جو حقوق ذمیوں کو دیئے گئے تھے وہ صرف زبانی نہ تھے بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ ان کی پابندی کی جاتی تھی۔شام کے ایک کاشتکار نے شکایت کی کہ اہل فوج نے اس کی زراعت کو پامال کر دیا۔حضرت عمر نے بیت المال

سے 10 ہزار درہم اس کو معاوضہ میں دلوائے۔[6] اضلاع کے حکام کو تاکیدی فرمان بھیجتے تھے کہ ذمیوں پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے۔خود بالمشافہ لوگوں کو اس کی تاکید کرتے رہتے تھے۔قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج باب الجزیہ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر جب شام سے واپس آرہے تھے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ دھوپ میں کھڑے ہیں اور ان کے سر پر تیل ڈالا جارہا ہے۔لوگوں سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے جزیہ نہیں ادا کیا اس لیے ان کو سزا دی جاتی ہے۔حضرت عمر نے دریافت کیا کہ آخر ان کا کیا عذر ہے؟ لوگوں نے کہا کہ "ناداری" فرمایا کہ چھوڑ دو، اور ان کو تکلیف نہ دو۔میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے لا تعذبوا الناس فان الذين يعذبون الناس فی الدنيا يعذبهم الله يوم القيامة یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "لوگوں کو تکلیف نہ دو، جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب پہنچاتے ہیں خدا قیامت میں ان کو عذاب پہنچائے گا۔"

ذمیوں کی شرائط کا ایفاء کرنا

حضرت ابوعبیدہ کو شام کی فتح کے بعد جو فرمان لکھا اس میں یہ الفاظ تھے:

و امنع الكسلمين من ظلمهم و الاضرار بهم و اكل اموالهم الا بحلها و وف لهم بشرطهم الذى شرطت لهم فی جميع ما اعطيتهم۔[7]

"مسلمانوں کو منع کرنا کہ ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں، نہ ان کا مال بے وجہ کھانے پائیں اور جس قدر شرطیں تم نے ان سے کی ہیں سب وفا کرو۔"

حضرت عمر نے وفات کے قریب، خلیفہ ہونے والے شخص کے لیے ایک مفصل وصیت فرمائی تھی۔اس وصیت نامہ کو امام بخاری، ابوبکر بیہقی، جاحظ اور بہت سے مؤرخین نے نقل کیا ہے۔اس کا اخیر فقرہ یہ ہے۔

و اوصيه بذمة الله و ذمة رسوله ان يوفى لهم بعهدهم و ان يقاتل من ورائهم و ان لا يكلفوا فوق طاقتهم۔[8]

"یعنی میں ان لوگوں کے حق میں وصیت کرتا ہوں جن کو خدا اور رسول کا ذمہ دیا گیا ہے (یعنی ذمی) کہ ان سے جو عہد ہے وہ پورا کیا جائے اور ان کی حمایت میں لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔"

اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر مرتے وقت بھی ذمیوں کو نہ بھولے۔

غرفہ ایک صحابی تھے، ان کے سامنے ایک عیسائی نے جناب رسول اللہ ﷺ کو گالی دی۔غرفہ نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔عیسائی نے عمرو بن العاص کے پاس جا کر شکایت کی۔انہوں نے غرفہ کو بلا بھیجا اور باز پرس کی۔غرفہ نے واقعہ بیان کیا۔عمرو بن العاص نے کہ ذمیوں سے امن کا معاہدہ ہو چکا ہے۔غرفہ نے کہا، نعوذ باللہ ان کو یہ اجازت ہرگز نہیں دی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کو اعلانیہ گالیاں دیں۔ان سے یہ معاہدہ ہوا ہے کہ اپنے گرجاؤں میں جو کچھ چاہیں کریں اور اگر ان پر کوئی دشمن چڑھ آئے تو ہم ان کی طرف سے سینہ سپر ہو کر لڑیں اور ان پر کوئی ایسا بار نہ ڈالا جائے جس کے وہ متحمل نہ ہوں۔عمرو بن العاص نے کہا ہاں یہ سچ

ہے۔[9] اس واقعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ذمیوں کے حفظ حقوق کا کس قدر خیال رکھا جاتا ہے۔

مذہبی امور میں آزادی

مذہبی امور میں ذمیوں کو پوری آزادی تھی۔ وہ ہر قسم کی رسوم مذہبی ادا کرتے تھے۔ علانیہ ناقوس بجاتے تھے۔ صلیب نکالتے تھے۔ ہر قسم کے میلے ٹھیلے کرتے تھے۔ ان کے پیشوایان مذہبی کو جو مذہبی اختیارات حاصل تھے بالکل برقرار رکھے گئے تھے۔ مصر میں اسکندریہ کا پیٹریارک بنیامین تیرہ برس تک رومیوں کے ڈر سے ادھر ادھر مارا مارا پھرا۔ عمرو بن العاص نے جب مصر فتح کیا، تو سنہ 20 ہجری میں اس کو تحریری امان لکھ کر بھیجی۔ وہ نہایت ممنون ہو کر آیا اور پیٹریارک کی کرسی دوبارہ اس کو نصیب ہوئی۔ چنانچہ علامہ مقریزی نے اپنی کتاب (جلد اول صفحہ 492) میں واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ معاہدات میں اور امور کے ساتھ مذہبی آزادی کا بھی حق التزام کے ساتھ درج کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بعض معاہدات کے اصلی الفاظ ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں۔ حذیفہ بن الیمان نے ماہ دینار والوں کو جو تحریر لکھی تھی اس میں یہ الفاظ تھے۔

لا یغیرون عن ملة ولا یحال بینهم وبین شرایعهم۔[10]

"ان کا مذہب نہ بدلا جائے گا اور ان کے مذہبی امور میں کچھ دست اندازی نہ کی جائے گی۔"

جرجان کی فتح کے وقت یہ معاہدہ لکھا گیا۔

لهم الامان علی انفسهم واموالهم وملکهم وشرایعهم ولا تغیر شئی من ذلك۔[11]

"ان کے جان و مال اور مذہب و شریعت کو امن ہے اور اس میں سے کسی شے میں تغیر نہ کیا جائے گا۔"

آذربائیجان کے معاہدہ میں یہ تصریح تھی۔

الامان علی انفسهم واموالهم وشرایعهم۔[12]

"جان مال، مذہب اور شریعت کو امان ہے۔"

موقان کے معاہدہ میں یہ الفاظ تھے۔

الامان علی اموالهم وانفسهم وملتهم وشریعهم۔

"جان، مال، مذہب اور شریعت کو امان ہے۔"

حضرت عمر اسلام کے اشاعت کی اگرچہ نہایت کوشش کرتے تھے اور منصب خلافت کے لحاظ سے ان کا یہ فرض بھی تھا لیکن وہیں تک جہاں تک وعظ اور پند کے ذریعے سے ممکن تھا ورنہ یہ خیال وہ ہمیشہ ظاہر کر دیا کرتے تھے کہ مذہب کے قبول کرنے پر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ استق ان کا ایک عیسائی غلام تھا، اس کو ہمیشہ اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ لیکن جب اس نے انکار کیا تو فرمایا لا اکراہ فی الدین یعنی مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔[13]

مسلمانوں اور ذمیوں کی ہمسری

حقیقت یہ ہے کہ واقعات سے جو نتیجہ استنباط کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے ملکی حقوق کے لحاظ سے ذمیوں اور

مسلمانوں میں کوئی تمیز نہیں رکھی تھی۔ کوئی مسلمان اگر ذمی کو قتل کرتا تو بے دریغ اس کے قصاص میں قتل کر دیا جاتا تھا۔ مسلمان اگر کسی ذمی سے سخت کلامی کرتے تھے تو پاداش کے مستحق ہوتے تھے۔ ذمیوں سے جزیہ اور عشور کے سوا کسی قسم کا محصول نہیں لیا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ جس کی مقدار دونوں سے زیادہ تھی۔ اس کے سوا عشور مسلمانوں سے بھی وصول کیا جاتا۔ البتہ اس کی شرح بمقابلہ ذمیوں کے کم تھی۔ بیت المال سے والنٹیر وں کو گھر بیٹھے جو تنخواہیں ملتی تھیں ذمی بھی اس میں بھی برابر کے شریک تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ (اور درحقیقت صرف اسی ایک مثال سے اس بحث کا فیصلہ ہو سکتا ہے) کہ یہ جو قاعدہ تھا کہ جو مسلمان اپاہج اور ضعیف ہو جاتا تھا اور محنت و مزدوری سے معاش پیدا نہیں کر سکتا تھا، بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر ہو جاتا تھا۔ اسی قسم کی بلکہ اس سے زیادہ فیاضانہ رعایت ذمیوں کے ساتھ بھی مرعی تھی۔ اول اول یہ قاعدہ حضرت ابوبکر کے عہد میں مقرر ہوا۔ چنانچہ خالد بن الولید نے حیرۃ کی فتح میں جو معاہدہ لکھا، اس میں یہ الفاظ تھے۔

و جعلت لهم ايما شيخ ضعف عن العمل او اصابه افة من الافات او كان غنيا فافتقر و صار اهل دينه يتصدقون عليه و طرحت جزيته و عيل من بيت مال المسلمين و عياله ما اقام بدار الهجرة و دار الاسلام فان خرجوا الى غير دار الهجرة و دار الاسلام فليس على المسلمين النفقة على عيالهم.[14]

"اور میں نے ان کو یہ حق دیا کہ اگر کوئی بوڑھا شخص کام کرنے سے معذور ہو جائے یا اس پر کوئی آفت آئے یا پہلے دولت مند تھا پھر غریب ہو گیا اور اس وجہ سے اس کے ہم مذہب اس کو خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ موقوف کر دیا جائے گا اور اس کو اور اس کی اولاد کو مسلمانوں کے بیت المال سے نفقہ دیا جائے گا جب تک وہ مسلمانوں کے ملک میں رہے لیکن اگر وہ غیر ملک میں چلا جائے تو مسلمانوں پر اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔"

یہ قاعدہ حضرت عمر کے عہد میں بھی قائم رہا بلکہ حضرت عمر نے اس کو قرآن مجید کی آیت سے مستند کر دیا یعنی بیت المال کے داروغہ کو لکھ بھیجا کہ قرآن مجید کی آیت "انما الصدقات للفقراء و المساكين" (صدقہ اور خیرات فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہے) اس میں فقرأ کے لفظ سے مسلمان اور مسکین کے لفظ سے اہل کتاب یہودی اور عیسائی مراد ہیں۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر نے ایک پیر کہن سال کو بھیک مانگتے دیکھا۔ پوچھا کہ بھیک کیوں مانگتا ہے؟ اس نے کہا "مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے اور مجھ کو ادا کرنے کا مقدور نہیں۔" حضرت عمر اس کو ساتھ گھر پر لائے اور کچھ نقد دے کر بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ اسی واقعہ میں آیت مذکورہ بالا کا حوالہ دیا، اور یہ بھی فرمایا کہ "واللہ یہ انصاف کی بات نہیں کہ ان لوگوں کی جوانی سے ہم متمتع ہوں اور بڑھاپے میں ان کو نکال دیں۔" [15]

ذمیوں کی عزت کا خیال

ذمیوں کی عزت و آبرو کا اسی قدر استحفاظ تھا جس قدر مسلمان کی عزت و ناموس کا، ان کی نسبت کسی قسم کی تحقیر کا لفظ استعمال کرنا نہایت ناپسندیدہ خیال کیا جاتا تھا۔ عمیر بن سعد جو حمص کے حاکم تھے اور زہد و تقدس و ترک دنیا میں تمام عہدہ داران خلافت میں کوئی

ان کا ہمسر نہ تھا۔ ایک دفعہ ان کے منہ سے ایک ذمی کی شان میں یہ لفظ نکل گیا۔ اخزاك الله یعنی خدا تجھ کو رسوا کرے۔ اس پر ان کو اس قدر ندامت اور تاسف ہوا کہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہو کر نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور کہا کہ اس نوکری کی بدولت مجھ سے یہ حرکت صادر ہوئی۔[16]

سازش اور بغاوت کی حالت میں ذمیوں کے ساتھ سلوک

ایک خاص بات جو سب سے بڑھ کر لحاظ کے قابل ہے یہ ہے کہ ذمیوں نے اگر کبھی سازش یا بغاوت کی تب بھی ان کے ساتھ مراعات کو ملحوظ رکھا۔ آج کل جن حکومتوں کو تہذیب و ترقی کا دعویٰ ہے۔ رعایا کے ساتھ ان کی تمام عنایت اسی وقت تک ہے جب تک ان کی طرف سے کوئی پولیٹکل شبہ نہ پیدا ہو۔ ورنہ دفعتاً وہ تمام مہربانی غضب اور قہر میں بدل جاتی ہے اور ایسا خونخوار اور پُرغیظ انتقام لیا جاتا ہے کہ وحشی قومیں بھی اس سے کچھ زیادہ نہیں کر سکتیں۔ برخلاف اس کے حضرت عمر کا قدم کسی حالت میں جادہ انصاف سے ذرا نہیں ہٹا۔ شام کی آخری سرحد پر ایک شہر تھا جس کا نام عربسوس تھا اور جس کی سرحد ایشیائے کوچک سے ملی ہوئی تھی۔ شام جب فتح ہوا تو یہ شہر بھی فتح ہوا اور صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ لیکن یہاں کے لوگ در پردہ رومیوں سے سازش رکھتے تھے اور ادھر کی خبریں ان کو پہنچاتے رہتے تھے۔ عمیر بن سعد وہاں کے حاکم نے حضرت عمر کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت عمر نے ان کی اس کمینہ خصلت کا جو انتقام لیا وہ یہ تھا کہ عمیر بن سعد کو لکھا کہ جس قدر ان کی جائیداد، زمین، مویشی اور اسباب ہے سب شمار کر کے ایک ایک چیز کی دوچند قیمت دے دو، اور ان سے کہو کہ اور کہیں چلے جائیں، اگر اس پر راضی نہ ہوں تو ان کو ایک برس کی مہلت دو، اور اس کے بعد جلاوطن کر دو۔ چنانچہ جب وہ اپنی شرارت سے باز نہ آئے تو اس حکم کی تعمیل کی گئی۔[17] کیا آج کل کوئی قوم اس درگزر اور عفو و مسامحت کی کوئی نظیر دکھلا سکتی ہے؟

ذمیوں کے ساتھ جو لطف و مراعات کی گئی تھی اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ ذمیوں نے ہر موقع پر اپنی ہم مذہب سلطنتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ ذمی ہی تھے جو مسلمانوں کے لیے رسد بہم پہنچاتے تھے۔ لشکر گاہ میں مینا بازار لگاتے تھے۔ اپنے اہتمام اور صرف سے سڑک اور پل تیار کراتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کے لیے جاسوسی اور خبر رسانی کرتے تھے یعنی دشمنوں کے ہر قسم کے راز مسلمانوں سے آ کر کہتے تھے۔ حالانکہ یہ دشمن انہی کے ہم مذہب عیسائی یا پارسی تھے۔ ذمیوں کو مسلمانوں کے حسن سلوک کے وجہ سے جو اخلاص پیدا ہو گیا تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جنگ یرموک کے پیش آنے کے وقت جب مسلمان شہر حمص سے نکلے تو یہودیوں نے توریت ہاتھ میں لے کر کہا کہ "جب تک ہم زندہ ہیں کبھی رومی یہاں نہ آنے پائیں گے۔" عیسائیوں نے نہایت حسرت سے کہا کہ "خدا کی قسم تم رومیوں کی بہ نسبت کہیں بڑھ کر ہم کو محبوب ہو۔"

اخیر میں ہم کو ان واقعات کی حقیقت بھی بتانا ضروری ہے جن کی وجہ سے لوگوں کو یہ غلط خیال پیدا ہوا ہے یا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے بلکہ خود اسلام نے ذمیوں کے ساتھ ناانصافانہ سلوک کیے۔

مخالف کی طرف سے اعتراض کی تقریر

اس مسئلے کو مخالف اس طرح بیان کر سکتا ہے کہ حضرت عمر نے ذمیوں کے حق میں یہ حکم دیا کہ وضع اور لباس وغیرہ میں کسی طرح

مسلمانوں کی تشبہ نہ کرنے پائیں۔ کمر میں زنار باندھیں۔ لمبی ٹوپیاں پہنیں۔ گھوڑوں پر کاٹھی کسیں۔ نئی عبادت گاہیں نہ بنائیں، شراب اور سور نہ بیچیں، ناقوس نہ بجائیں۔ صلیب نہ نکالیں۔ بنوتغلب کو یہ بھی حکم تھا کہ اپنی اولاد کو اصطباغ نہ دینے پائیں۔ اس سب باتوں پر یہ مستزاد کہ حضرت عمر نے عرب کی وسیع آبادی میں ایک یہودی یا عیسائی کو نہ رہنے دیا اور بڑے بڑے قدیم خاندان جو سیکڑوں برس سے عرب میں آباد تھے، جلاوطن کر دیئے۔

بے شبہ، یہ اعتراضات نہایت توجہ کے قابل ہیں اور ہم ان کے جواب دینے میں کسی قدر تفصیل سے کام لیں گے۔ کیونکہ ایک زمانہ ممتد کے تعصب اور تقلید نے واقعیت کے چہرے پر، بہت سے پردے ڈال دیئے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ حضرت عمر مسلمانوں کو غیر قوموں کی مشابہت اور غیر قوموں کو مسلمانوں کی مشابہت سے روکتے تھے۔ لیکن اس سے فقط قومی خصوصیتوں کو قائم رکھنا مقصود تھا۔ لباس کی بحث میں تحقیق طلب یہ امر ہے کہ حضرت عمر نے ذمیوں کو جس لباس کی پابندی کی تاکید کی تھی، آیا وہی لباس ذمیوں کا قدیم لباس تھا یا حضرت عمر نے کوئی نیا لباس بطور علامت تحقیر کے تجویز کیا تھا۔ جس شخص نے عجم کی تاریخ پڑھی ہے وہ یقیناً جان سکتا ہے کہ جس لباس کا یہاں ذکر ہے وہ عجم کا قدیم لباس تھا۔ حضرت عمر کا معاہدہ جس کو کنز العمال وغیرہ میں نقل کیا گیا ہے اگرچہ راویوں نے اس کو بہت کچھ کم وبیش کر دیا ہے۔ تاہم جہاں ذمیوں کی طرف سے یہ اقرار مذکور ہے کہ ہم فلاں فلاں لباس نہ پہنیں گے، وہاں یہ الفاظ بھی ہیں وان تلزم زینا حیث ما کنا[18] یعنی "ہم وہی لباس پہنیں گے جو ہمیشہ سے پہنتے آتے تھے۔" اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس لباس کا حضرت عمر نے حکم دیا تھا وہ عجم کا قدیم لباس تھا۔

زنار جس کا ذکر حضرت عمر کے فرمان میں ہے اس کی نسبت ہمارے فقہاء نے اکثر غلطیاں کی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ وہ انگلی برابر موٹا ایک قسم کا جنیو ہوتا تھا اور اس سے ذمیوں کی تحقیر مقصود تھی لیکن یہ سخت غلطی ہے۔ زنار کے معنی پیٹی کے ہیں اور عرب میں یہ لفظ آج کل بھی اسی معنی میں مستعمل ہے۔ پیٹی کو عربی میں منطقہ بھی کہتے ہیں اور اس لحاظ سے زنار اور منطقہ مرادف الفاظ ہیں۔ ان دونوں الفاظ کا مرادف ہونا کتب حدیث سے ثابت ہے۔ کنز العمال[19] میں بیہقی وغیرہ سے روایت منقول ہے کہ حضرت عمر نے سرداران فوج کو یہ تحریری حکم بھیجا وملزموہم المناطق یعنی الزنانیر اسی زنار کو کستیج بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ جامع صغیر وغیرہ میں بجائے زنار کے کستیج ہی لکھا ہے اور غالب یہ ہے کہ یہ لفظ عجمی ہے۔ بہر حال اہل عجم قدیم سے پیٹی لگاتے تھے۔ علامہ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف[20] میں لکھا ہے کہ "عجم کی اس قدیم عادت کی وجہ میں نے کتاب مروج الذہب میں لکھی ہے۔" ایک قطعی دلیل اس بات کی کہ یہ لباس ذمیوں کا قدیم لباس تھا، یہ ہے کہ خلیفہ منصور نے اپنے دربار کے لیے جو لباس قرار دیا تھا وہ قریب قریب یہی لباس تھا۔ لمبی ٹوپیاں جو نرسل کی ہوتی تھیں۔ وہی عجم کی ٹوپیاں تھیں۔ جس کا نمونہ پارسیوں کے سروں پر آج بھی موجود ہے۔ اس درباری لباس میں پیٹی بھی داخل تھی، اور یہ وہی زنار، یا منطقہ، یا کستیج ہے جو عجم کی قدیم وضع تھی۔ منصور کے اس مجوزہ لباس کی نسبت تمام مورخین عرب نے تصریح کی ہے کہ یہ عجم کی تقلید تھی۔ اب یہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو لباس، حضرت عمر نے ذمیوں کے لیے قرار دیا تھا، وہ اگر کوئی جدید لباس تھا اور ان کی تحقیر کے لیے ایجاد کیا گیا تھا تو خلیفہ منصور اس کو اپنا اور اپنے دربار کا لباس کیونکر قرار دے سکتا تھا۔

صلیب اور ناقوس کی بحث

ذمیوں کو نئی عبادت گاہیں بنانے اور شراب بیچنے، صلیب نکالنے، ناقوس پھونکنے، اصطباغ دینے سے روکنا بے شبہ مذہبی دست اندازی ہے لیکن میں بیباکانہ اس راز کی پردہ دری کرتا ہوں کہ یہ احکام جن قیدوں کے ساتھ حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے جاری کیے تھے وہ بالکل مناسب تھے لیکن زمانہ مابعد کے مؤرخوں نے ان قیدوں کا ذکر چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے تمام دنیا میں ایک عالمگیر غلطی پھیل گئی۔

صلیب کی نسبت معاہدے میں جو الفاظ تھے اس میں یہ قید تھی۔

ولا یرفعوا فی نادی اھل الاسلام صلیباً۔[21]

"یعنی مسلمانوں کی مجلس میں صلیب نہ نکالیں۔"

ناقوس کی نسبت یہ تصریح تھی یضربوا نواقیسھم فی ای ساعة شاؤا من لیل او نھار الا فی اوقات الصلوۃ۔[22] یعنی ذمی رات دن میں جس وقت چاہیں ناقوس بجائیں، بجز نماز کے اوقات کے۔ سور کی نسبت یہ الفاظ تھے۔ ولا یخرجوا خنزیرا من منازلھم الی افنیة المسلمین یعنی ذمی سور کو مسلمان کے احاطہ میں نہ لے جائیں۔

ان تصریحات کے بعد کس کو شبہ رہ سکتا ہے کہ صلیب نکالنا یا ناقوس بجانا عموماً منع نہ تھا بلکہ خاص حالات میں ممانعت تھی اور ان خاص حالات میں آج بھی ایسی ممانعت خلاف انصاف نہیں کہی جا سکتی۔

اصطباغ نہ دے سکنا

سب سے زیادہ قابل لحاظ امر بنی تغلب کے عیسائیوں کی اولاد کا اصطباغ نہ دینا تھا اور یہ گویا اس بات کی حفاظت ہے کہ آئندہ وہ کوئی اور مذہب قبول نہ کرنے پائے، بعینہ اس طرح جس طرح ہم مسلمانوں میں بچوں کا ختنہ کیا جاتا ہے، بے شبہ حضرت عمر کو عام طور پر اس رسم کے روکنے کا کچھ حق نہ تھا، لیکن اس زمانے میں ایک نیا سوال پیدا ہوا تھا۔ یعنی یہ کہ اگر عیسائی خاندان میں سے کوئی شخص مسلمان ہو جائے اور نابالغ اولاد چھوڑ کر مرے تو اس کی اولاد کس مذہب کے موافق پرورش پائے گی؟ یعنی وہ مسلمان سمجھی جائے گی یا ان کے خاندان والوں کو جو عیسائی مذہب رکھتے ہیں یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کو اصطباغ دے کر عیسائی بنا لیں۔ حضرت عمر نے اس صورت خاص کے لیے یہ قرار دیا کہ خاندان والے اس کو اصطباغ نہ دیں اور عیسائی نہ بنائیں اور یہ حکم بالکل قرین انصاف ہے۔ کیونکہ جب اس کا باپ مسلمان ہو گیا تھا تو اس کی نابالغ اولاد بھی بظاہر مسلمان قرار پائے گی۔ علامہ طبری نے جہاں بنو تغلب کے واقعہ کا ذکر کیا ہے، شرائط صلح میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: علی ان لا ینصروا ولیداً ممن اسلم آباؤھم یعنی بنو تغلب کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جن کے باپ مسلمان ہو چکے ان کی اولاد کو عیسائی بنا سکیں۔[23] ایک اور موقع پر یہ الفاظ ہیں۔ ان لا ینصروا اولادھم اذا اسلم اباؤھم۔[24]

یہاں شاید یہ اعتراض ہو کہ حضرت عمر نے ایک فرضی صورت قائم کر کے معاہدہ کو کیوں سخت کیا۔ لیکن جواب یہ ہے یہ فرضی صورت نہ تھی بلکہ بنو تغلب میں بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے تھے، اس لیے ان کی خاص حالت کے لحاظ سے اس صورت کا ذکر

ضروری تھا۔ بلکہ علامہ طبری[25] نے صاف تصریح کی ہے کہ تغلب میں سے جو لوگ اسلام لا چکے تھے خود انہی نے معاہدہ کے یہ شرائط پیش کیے تھے۔

اب ہر شخص انصاف کر سکتا ہے کہ امن عام میں خلل نہ واقع ہونے کے لیے عیسائیوں کو اگر چہ یہ حکم دیا جائے کہ وہ مسلمانوں کی مجلسوں میں صلیب اور سور نہ لائیں، خاص نماز کے وقت ناقوس نہ بجائیں، نو مسلم کی اولاد کو اصطباغ نہ دیں تو کیا کوئی شخص اس کو تعصب مذہبی سے تعبیر کر سکتا ہے۔ لیکن افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ ہمارے پچھلے مؤرخوں نے ان احکام کی قیدوں اور خصوصیتوں کو اڑا دیا۔ بلکہ قدماء میں بھی جو تعصب آمیز طبیعت رکھتے تھے، روایت میں ان خصوصیتوں کو چھوڑ جاتے تھے، یہ غلطیاں اگر چہ نہایت سخت نتائج پیدا کرتی تھیں، لیکن چونکہ ظاہر میں خفیف تھیں۔ ابن الاثیر وغیرہ نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔ رفتہ رفتہ یہ غلطیاں اس قدر پھیل گئیں کہ عربی زبان سرتاپا اس سے معمور ہو گئی۔ فقہاً چونکہ تاریخ سے بہت کم واقفیت رکھتے تھے، انہوں نے بے تکلف انہی روایتوں کو قبول کر لیا اور ان پر فقہ کے مسائل تفریع کر لیے۔

عیسائیوں کے جلاوطن کرنے کا معاملہ

عیسائیوں اور یہودیوں کے جلاوطن کرنے کا معاملہ۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہودی کسی زمانے میں مسلمانوں کی طرف سے صاف نہیں ہوئے۔ خیبر جب فتح ہوا تو ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ جس وقت مناسب ہو گا تم کو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ حضرت عمر کے زمانے میں ان کی شرارتیں زیادہ ظاہر ہوئیں۔ عبداللہ بن عمر کو ایک دفعہ بالا خانہ سے دھکیل دیا جس سے ان کے ہاتھ میں زخم آیا۔ مجبوراً حضرت عمر نے عام مجمع میں کھڑے ہو کر ان کی شرارتیں بیان کیں اور پھر ان کو عرب سے نکال دیا۔[26] چنانچہ صحیح بخاری، کتاب الشروط میں یہ واقعہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

نجران کے عیسائی یمن اور اس کے اطراف میں رہتے تھے اور ان سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے چپکے چپکے جنگی تیاریاں شروع کیں اور بہت سے گھوڑے اور ہتھیار مہیا کیے۔ حضرت عمر نے صرف اس ضرورت سے ان کو حکم دیا کہ یمن چھوڑ کر عراق چلے جائیں۔[27]

غرض یہ امر تمام تاریخی شہادتوں سے قطعاً ثابت ہے کہ عیسائی اور یہودی پولیٹکل ضرورتوں کی وجہ سے جلاوطن کیے گئے[28] اور اس وجہ سے یہ امر کسی طرح اعتراض کے قابل نہیں ہو سکتا۔ البتہ لحاظ کے قابل یہ ہے کہ اس حالت میں بھی کس قسم کی رعایت ان کے ساتھ ملحوظ رکھی گئی۔ فدک کے یہودی جب نکالے گئے تو حضرت عمر نے ایک واقف کار شخص کو بھیجا کہ ان کی زمین اور باغوں کی قیمت کا تخمینہ کرے۔ چنانچہ جو قیمت متعین ہوئی حضرت عمر نے ان کو بیت المال سے دلوا دی۔[29] اسی طرح حجاز کے یہودیوں کو بھی ان کی زمین کی قیمت دلا دی۔[30]

نجران کے عیسائیوں کو جب عرب کی آبادی سے نکال کر شام و عراق میں آباد کیا تو ان کے ساتھ نہایت فیاضانہ رعایتیں کیں۔ ان کو امن کا جو پروانہ دی اس میں یہ شرطیں لکھیں۔

1۔ عراق یا شام جہاں بھی یہ لوگ جائیں وہاں کے افسران کی آبادی اور زراعت کے لیے ان کو زمین دیں۔

2۔جس مسلمان کے پاس یہ کوئی فریاد لے کر جائیں وہ ان کی مدد کرے۔

3۔24 مہینے تک ان سے مطلقاً جزیہ نہ لیا جائے۔

اس معاہدے پر احتیاط اور تاکید کے لحاظ سے بڑے بڑے صحابہ کے دستخط ثبت کرائے۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف صاحب نے کتاب الخراج میں اس معاہدہ کو بالفاظہا نقل کیا ہے۔[31]

ایک ایسی فوج، جس کی نسبت بغاوت اور سازش کے ثبوت موجود ہوں، اس کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کیا رعایت کی جاسکتی ہے۔

اب صرف جزیہ کا معاملہ رہ جاتا ہے۔ ہم نے اس بحث پر اگرچہ ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور وہ تینوں زبانوں (اردو، انگریزی، عربی) میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے تاہم مختصر طور پر یہاں بھی لکھنا ضروری ہے۔

جزیہ کی بحث

جزیہ کا موضوع اور مقصد، اگرچہ شروع اسلام ہی میں ظاہر کر دیا گیا تھا کہ وہ حفاظت کا معاوضہ ہے لیکن حضرت عمر کے عہد میں یہ مسئلہ ایسا صاف ہو گیا کہ احتمال کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ اولاً تو انہوں نے نوشیروان کی طرح جزیہ کی مختلف شرحیں قائم کیں اور اس طریقے سے گویا صاف بتا دیا کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ وہی نوشیروانی محصول ہے۔ اس کے علاوہ موقع بہ موقع عملی طور پر اس بات کو ظاہر کیا کہ وہ صرف حفاظت کا معاوضہ ہے۔ اس کتاب کے پہلے حصے میں تم پڑھ آئے ہو کہ جب یرموک کے پرخطر معرکہ کے پیش آنے کی وجہ سے اسلامی فوجیں شام کے مغربی حصوں سے ہٹ آئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ جن شہروں سے وہ جزیہ وصول کر چکے تھے یعنی حمص و دمشق وغیرہ، وہاں کے باشندوں کی حفاظت کا اب وہ ذمہ نہیں اٹھا سکتے تو جزیہ سے جس قدر رقم وصول ہوئی تھی سب واپس کر دی اور صاف کہہ دیا کہ اس وقت ہم تمہارے جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جزیہ لینے کا بھی ہم کو کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ قطعی شہادت یہ ہے کہ جن لوگوں سے کبھی کسی قسم کی فوجی خدمت لی گئی ان کو باوجود ان کے مذہب پر قائم رہنے کے جزیہ معاف کر دیا۔ حضرت عمر نے خود 17ھ میں عراق کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ

یستعینوا بمن احتاجوا الیہ من الاساورۃ ویرفعوا عنھم الجزا۔[32]

"یعنی فوجی سواروں میں سے جس سے مدد لینے کی ضرورت ہو اس سے مدد لے لو اور ان کا جزیہ چھوڑ دو۔"

یہاں تک کہ اگر کسی قوم نے صرف ایک دفعہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کی تو اس سال کا جزیہ اس کے لیے معاف کر دیا گیا۔ 22 ہجری میں جب آذربائیجان فتح ہوا تو اہل شہر کو یہ فرمان لکھ دیا گیا۔

ومن حشر منھم فی سنۃ وضع عنہ جزاء تلک السنۃ۔

"یعنی جو لوگ کسی سال فوج کے ساتھ کام دیں گے، اس سال کا جزیہ ان سے نہیں لیا جائے گا۔"

وعلی اھل آرمینیۃ ان ینفروا الکل غارۃ وینفذو الکل امر ناب او لم ینب راہ الوالی صلاحا علی ان توضع الجزاء۔[33] اسی سال آرمینیہ کے رئیس شہر براز سے جو معاہدہ ہوا اس میں یہ الفاظ تھے:

اسی سنہ میں جرجان فتح ہوا اور فرمان میں یہ عبارت لکھی گئی:

ان لکم الذمة و علینا المنعة علی ان علیکم من الجزاء فی کل سنة علی قدر طاقتکم و من استعنا به منکم فله جزائه فی معونة عوضا عن جزایه۔[34]

"یعنی ہم پر تمہاری حفاظت ہے اس شرط پر کہ تم کو ہر سال بقدر طاقت جزیہ ادا کرتا ہوگا۔ اور اگر تم سے اعانت لیں گے تو اس اعانت کے بدلہ جزیہ معاف ہو جائے گا۔"

غرض حضرت عمر کے اقوال سے، معاہدوں سے، طرز عمل سے، روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا تھا کہ جزیہ کا موضوع کیا ہے اور وہ کس غرض سے مقرر کیا گیا۔

جزیہ کا مصرف، فوجی مصارف پر محدود تھا۔ یعنی اس رقم سے صرف اہل فوج کے لیے خوراک، لباس اور دیگر ضروریات مہیا کی جاتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عمر نے جہاں جہاں جزیہ مقرر کیا اس کے ساتھ جنس اور غلہ بھی شامل کیا۔ مصر میں فی کس جزیہ کی تعداد دراصل چار دینار تھی۔ لیکن دو نقد اور باقی کے عوض گیہوں، روغن زیتون، شہد، سرکہ لیا جاتا تھا اور یہی اہل فوج کی خوراک تھی۔ البتہ آگے چل کر جب رسد کا انتظام مستقل طور پر ہو گیا تو کل جزیہ کی مقدار نقد کر دی گئی اور دو دو دینار کے بجائے چار دینار لیے جانے لگے۔[35]

[1] دیکھو تاریخ ابو جعفر جریر طبری کا فتح بیت المقدس12[2] الدرایہ فی تخریج الہدایہ مطبوعہ دہلی صفحہ360[3] کتاب الخراج ص65[4] کتاب الخراج صفحہ 21 میں ہے: قال شہدت عمر بن الخطاب قبل ان یصاب بشہر او اربع واقفا علی حذیفة بن الیمان عثمان بن حنیف وهو یقول لهما لعلکما حملتما الارض ما لا تطیق[5] مقریزی جلد اول صفحہ74[6] کتاب الخراج صفحہ68[7] کتاب الخراج صفحہ82[8] صحیح بخاری صفحہ 187 مطبوعہ میرٹھ[9] اسد الغابہ تذکرہ فرقد[10] طبری صفحہ2633[11] طبری صفحہ2658[12] طبری صفحہ2662[13] کنز العمال بحوالہ طبقات ابن سعد جلد پنجم صفحہ49[14] کتاب الخراج صفحہ85[15] کتاب الخراج صفحہ72[16] دیکھو ازالۃ الخفاء صفحہ203[17] فتوح البلدان بلاذری صفحہ157[18] کنز العمال جلد 2 صفحہ302[19] کنز العمال جلد دوم صفحہ320[20] کتاب مذکور صفحہ107[21] کتاب الخراج صفحہ80[22] کتاب الخراج صفحہ84[23] طبری صفحہ2423[24] طبری صفحہ2510[25] طبری2509[26] فتوح البلدان بلاذری صفحہ25 وکتاب الخراج29[27] کتاب الخراج صفحہ42

[28] علامہ شبلی کی یہ رائے مطلقاً درست نہیں کہ عیسائیوں یا یہودیوں کو صرف سیاسی مصالح کی بناء پر سرزمین عرب سے جلا وطن کیا گیا۔ ان کی جلا وطنی میں نص قرآنی اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت بھی پیش نظر تھی۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی اپنے مضمون "ارض حرم اور اس کے احکام و مصالح قرآن مجید کی نظر میں" میں قرآنی نصوص کے تحت بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ جزیرہ عرب سے ان کا اخراج حکم قرآنی کا اقتضاء تھا۔ (یہ مضمون مجلہ "الواقعۃ" کی اشاعت خاص برائے قرآن کریم میں شائع ہو چکا ہے، شمارہ نمبر20-21 محرم و صفر1436ھ)

و نیز رسول اللہ ﷺ کی وہ مشہور وصیت جس میں مشرکین اور یہودیوں کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کرنے کا حکم دیا گیا تھا، جو مختلف اسناد کے ساتھ مختلف کتب حدیث میں موجود ہے، بھی صحابہ کرام کے پیش نظر تھا۔ (تنزیل)

[29] فتوح صفحہ29[30] فتوح صفحہ29[31] کتاب مذکور صفحہ41[32] طبری صفحہ2497[33] طبری صفحہ265[34] ایضاً[35] فتوح البلدان صفحہ 216

3047 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: خَرَاجٌ مَكَانَ الْعُشُورِ

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں عشور (یعنی ٹیکس) کی بجائے لفظ "خراج" استعمال ہوا ہے۔

3048 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ خَالِهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أُعَشِّرُ قَوْمِي؟، قَالَ: إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى

عطاء، بکر بن وائل سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے ان کے ماموں کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا میں اپنی قوم سے عشر وصول کروں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عشور (یعنی ٹیکس) یہودیوں اور عیسائیوں پر لازم ہوتا ہے۔

3049 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَيْرٍ الثَّقَفِيِّ، عَنْ جَدِّهِ، رَجُلٍ مِنْ بَنِي تَغْلِبَ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمْتُ وَعَلَّمَنِي الْإِسْلَامَ، وَعَلَّمَنِي كَيْفَ آخُذُ الصَّدَقَةَ مِنْ قَوْمِي مِمَّنْ أَسْلَمَ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كُلُّ مَا عَلَّمْتَنِي قَدْ حَفِظْتُهُ إِلَّا الصَّدَقَةَ، أَفَأُعَشِّرُهُمْ؟ قَالَ: لَا، إِنَّمَا الْعُشُورُ عَلَى النَّصَارَى، وَالْيَهُودِ.

حرب بن عبید اللہ اپنے نانا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جو بنو تغلب سے تعلق رکھنے والے ایک شخص تھے وہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے اسلام قبول کرلیا، نبی اکرم ﷺ نے مجھے اسلامی احکامات کی تعلیم دی آپ نے مجھے بتایا کہ میں اپنے لوگوں سے زکوٰۃ کس طرح وصول کروں، یعنی ان لوگوں سے جو مسلمان ہو چکے ہیں، میں واپس نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے مجھے جو بھی تعلیم دی ہے، وہ میں نے یاد کرلیا ہے، صرف صدقے کا معاملہ مختلف ہے، کیا میں ان سے ٹیکس وصول کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! ٹیکس عیسائیوں اور یہودیوں پر لازم ہوتا ہے۔

3050 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا أَرْطَاةُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ عُمَيْرٍ أَبَا الْأَحْوَصِ يُحَدِّثُ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ، قَالَ: نَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَمَعَهُ مَنْ مَعَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَكَانَ صَاحِبُ خَيْبَرَ رَجُلًا مَارِدًا مُنْكَرًا، فَأَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَلَكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا حُمُرَنَا، وَتَأْكُلُوا ثَمَرَنَا، وَتَضْرِبُوا نِسَاءَنَا، فَغَضِبَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ: يَا ابْنَ عَوْفٍ ارْكَبْ فَرَسَكَ ثُمَّ نَادِ: أَلَا إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِمُؤْمِنٍ، وَأَنِ اجْتَمِعُوا لِلصَّلَاةِ، قَالَ: فَاجْتَمَعُوا، ثُمَّ صَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ.

فَقَالَ: أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، قَدْ يَظُنُّ أَنَّ اللهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ، أَلَا وَإِنِّي وَاللهِ قَدْ وَعَظْتُ، وَأَمَرْتُ، وَنَهَيْتُ، عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْآنِ، أَوْ أَكْثَرُ، وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ، وَلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ، وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ، إِذَا أَعْطَوْكُمُ الَّذِي عَلَيْهِمْ

⊛⊛ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں پڑاؤ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب بھی تھے، خیبر کا ایک بڑا شخص جو سرکش اور ناپسندیدہ شخصیت کا مالک تھا، وہ بولا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کو اس بات کا حق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گدھے ذبح کر دیں، ہمارے پھلوں کو کھا جائیں اور ہماری عورتوں کو ماریں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن عوف! تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ اعلان کرو کہ خبردار! جنت صرف مومن کے لیے حلال ہے' تو تم لوگ نماز کے لیے جمع ہو جاؤ۔

راوی کہتے ہیں: لوگ اکٹھے ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی، پھر آپ کھڑے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

''کیا کوئی شخص اپنے تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کر یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے وہ صرف وہ چیز ہے، جو قرآن میں موجود ہے، خبردار! اللہ کی قسم میں نے وعظ کیا، میں نے حکم دیا اور کچھ چیزوں سے منع بھی کیا، تو یہ قرآن کی مانند' یا اس سے زیادہ (تعداد) میں ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ بات حلال قرار نہیں دی ہے کہ تم اجازت لیے' بغیر اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہو جاؤ، نہ ان کی عورتوں کو مارو، نہ ان کے پھل کھاؤ، جب کہ وہ تمہیں وہ چیز ادا کر رہے ہوں' جو ان کے ذمے لازم ہے۔

3051 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ رَجُلٍ، مِنْ جُهَيْنَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا، فَتَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ، فَيَتَّقُونَكُمْ بِأَمْوَالِهِمْ دُونَ أَنْفُسِهِمْ، وَأَبْنَائِهِمْ، قَالَ سَعِيدٌ فِي حَدِيثِهِ: فَيُصَالِحُونَكُمْ عَلَى صُلْحٍ، ثُمَّ اتَّفَقَا، فَلَا تُصِيبُوا مِنْهُمْ شَيْئًا فَوْقَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ لَا يَصْلُحُ لَكُمْ

⊛⊛ ہلال، ثقیف قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے حوالے سے جہینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''عنقریب تم ایک قوم کے ساتھ جنگ کرو گے اور ان پر غالب آ جاؤ گے تو وہ اپنے اموال کے ذریعے اپنی جانیں اور بال بچے' بچانے کی کوشش کریں گے''۔

سعید نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''وہ تمہارے ساتھ صلح کریں گے، تو تم ان سے اس (طے شدہ ادائیگی) کے علاوہ کچھ نہ لینا، کیونکہ وہ تمہارے لیے جائز نہیں ہوگا''

3052 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ الْمَدِينِيُّ، أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ

سُلَيْمٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ عِدَّةٍ مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ آبَائِهِمْ دِنْيَةً عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

صفوان بن سلیم نے کئی اصحاب کے صاحبزادوں کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے، انہوں نے اپنے بڑوں کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

''خبردار! جو شخص کسی ذمی پر ظلم کرے، یا اس کے حق میں کمی کرے، یا اسے اس کی طاقت سے زیادہ بات کا پابند کرے، یا اس سے اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز حاصل کرے، تو قیامت کے دن میں اُس کا مقابل فریق ہوں گا''

بَابٌ فِي الذِّمِّيِّ يُسْلِمُ فِي بَعْضِ السَّنَةِ هَلْ عَلَيْهِ جِزْيَةٌ

باب: جو ذمی سال کے دوران اسلام قبول کرلے، کیا اس پر جزیہ لازم ہوگا؟

3053 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ قَابُوسَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جِزْيَةٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''مسلمان پر، جزیہ لازم نہیں ہے''

3054 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: سُئِلَ سُفْيَانُ عَنْ تَفْسِيرِ هَذَا فَقَالَ: إِذَا أَسْلَمَ فَلَا جِزْيَةَ عَلَيْهِ

محمد بن کثیر بیان کرتے ہیں: سفیان سے اس کی وضاحت کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے بتایا: جب وہ مسلمان ہوجائے گا، تو اس پر جزیہ لازم نہیں ہوگا۔

بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَقْبَلُ هَدَايَا الْمُشْرِكِينَ

باب: حکمران کا مشرکین کے تحائف قبول کرنا

3055 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ الْهَوْزَنِيُّ، قَالَ: لَقِيتُ بِلَالًا مُؤَذِّنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَلَبَ، فَقُلْتُ: يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي كَيْفَ كَانَتْ نَفَقَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ قَالَ: مَا كَانَ لَهُ شَيْءٌ، كُنْتُ أَنَا الَّذِي أَلِي ذَلِكَ مِنْهُ مُنْذُ بَعَثَهُ اللهُ إِلَى أَنْ تُوُفِّيَ، وَكَانَ إِذَا أَتَاهُ الْإِنْسَانُ مُسْلِمًا، فَرَآهُ عَارِيًا، يَأْمُرُنِي فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَقْرِضُ فَأَشْتَرِي لَهُ الْبُرْدَةَ فَأَكْسُوهُ، وَأُطْعِمُهُ، حَتَّى اعْتَرَضَنِي رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: يَا بِلَالُ، إِنَّ عِنْدِي سَعَةً، فَلَا تَسْتَقْرِضْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا مِنِّي، فَفَعَلْتُ فَلَمَّا أَنْ كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ تَوَضَّأْتُ، ثُمَّ قُمْتُ

لِأُؤَذِّنَ بِالصَّلَاةِ، فَإِذَا الْمُشْرِكُ قَدْ أَقْبَلَ فِي عِصَابَةٍ مِنَ التُّجَّارِ، فَلَمَّا أَنْ رَآنِي، قَالَ: يَا حَبَشِيُّ، قُلْتُ: يَا لَبَّاهُ فَتَجَهَّمَنِي، وَقَالَ لِي قَوْلًا غَلِيظًا، وَقَالَ لِي: أَتَدْرِي كَمْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الشَّهْرِ؟ قَالَ: قُلْتُ قَرِيبٌ، قَالَ: إِنَّمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ أَرْبَعٌ، فَآخُذُكَ بِالَّذِي عَلَيْكَ، فَأَرُدُّكَ تَرْعَى الْغَنَمَ، كَمَا كُنْتَ قَبْلَ ذَلِكَ فَأَخَذَ فِي نَفْسِي مَا يَأْخُذُ فِي أَنْفُسِ النَّاسِ، حَتَّى إِذَا صَلَّيْتُ الْعَتَمَةَ، رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِلَى أَهْلِهِ، فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي إِنَّ الْمُشْرِكَ الَّذِي كُنْتُ أَتَدَيَّنُ مِنْهُ، قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، وَلَيْسَ عِنْدَكَ مَا تَقْضِي عَنِّي، وَلَا عِنْدِي، وَهُوَ فَاضِحِي، فَأْذَنْ لِي أَنْ آبَقَ إِلَى بَعْضِ هَؤُلَاءِ الْأَحْيَاءِ الَّذِينَ قَدْ أَسْلَمُوا، حَتَّى يَرْزُقَ اللهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَقْضِي عَنِّي، فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا أَتَيْتُ مَنْزِلِي، فَجَعَلْتُ سَيْفِي وَجِرَابِي وَنَعْلِي وَمِجَنِّي عِنْدَ رَأْسِي، حَتَّى إِذَا انْشَقَّ عَمُودُ الصُّبْحِ الْأَوَّلِ أَرَدْتُ أَنْ أَنْطَلِقَ، فَإِذَا إِنْسَانٌ يَسْعَى يَدْعُو: يَا بِلَالُ أَجِبْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَتَيْتُهُ، فَإِذَا أَرْبَعُ رَكَائِبَ مُنَاخَاتٌ عَلَيْهِنَّ أَحْمَالُهُنَّ، فَاسْتَأْذَنْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْشِرْ فَقَدْ جَاءَكَ اللهُ بِقَضَائِكَ ثُمَّ قَالَ: أَلَمْ تَرَ الرَّكَائِبَ الْمُنَاخَاتِ الْأَرْبَعَ فَقُلْتُ: بَلَى، فَقَالَ: إِنَّ لَكَ رِقَابَهُنَّ وَمَا عَلَيْهِنَّ، فَإِنَّ عَلَيْهِنَّ كِسْوَةً وَطَعَامًا أَهْدَاهُنَّ إِلَيَّ عَظِيمُ فَدَكَ فَاقْبِضْهُنَّ، وَاقْضِ دَيْنَكَ فَفَعَلْتُ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا فَعَلَ مَا قِبَلَكَ؟ قُلْتُ: قَدْ قَضَى اللهُ كُلَّ شَيْءٍ كَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَبْقَ شَيْءٌ، قَالَ: أَفَضَلَ شَيْءٌ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: انْظُرْ أَنْ تُرِيحَنِي مِنْهُ، فَإِنِّي لَسْتُ بِدَاخِلٍ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِي حَتَّى تُرِيحَنِي مِنْهُ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَتَمَةَ دَعَانِي، فَقَالَ: مَا فَعَلَ الَّذِي قِبَلَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: هُوَ مَعِي لَمْ يَأْتِنَا أَحَدٌ فَبَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَسْجِدِ، وَقَصَّ الْحَدِيثَ حَتَّى إِذَا صَلَّى الْعَتَمَةَ - يَعْنِي - مِنَ الْغَدِ دَعَانِي، قَالَ: مَا فَعَلَ الَّذِي قِبَلَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: قَدْ أَرَاحَكَ اللهُ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللهَ شَفَقًا مِنْ أَنْ يُدْرِكَهُ الْمَوْتُ، وَعِنْدَهُ ذَلِكَ، ثُمَّ اتَّبَعْتُهُ حَتَّى إِذَا جَاءَ أَزْوَاجَهُ فَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ امْرَأَةٍ حَتَّى أَتَى مَبِيتَهُ فَهَذَا الَّذِي سَأَلْتَنِي عَنْهُ.

✿✿ عبداللہ ہوزنی بیان کرتے ہیں: حلب (نامی شہر) میں، میری ملاقات نبی اکرم ﷺ کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ہوئی، تو میں نے کہا: اے حضرت بلال! مجھے یہ بتائیے؟ نبی اکرم ﷺ کا خرچ کیسے چلتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث کیا، اس وقت سے لے کر، آپ ﷺ کے وصال تک، آپ ﷺ کے ان امور کا نگران میں ہی تھا، جب کوئی شخص مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور نبی اکرم ﷺ یہ ملاحظہ فرماتے کہ اس کے پاس مناسب لباس نہیں ہے، تو آپ ﷺ مجھے ہدایت کرتے، میں جا کے، کسی سے قرض لیتا اور چادر خرید کر، اسے اوڑھنے کے لیے دے دیتا، اسے کھانا کھلا دیتا۔

ایک مرتبہ ایک مشرک شخص مجھے ملا اور بولا: اے بلال! میرے پاس گنجائش ہے، تم کسی اور سے قرض نہ لیا کرو، صرف مجھ سے لیا کرو، تو میں نے ایسا ہی کیا، ایک دن میں نے وضو کیا اور پھر اذان دینے کے لیے کھڑا ہو گیا، اسی دوران وہ مشرک اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: اے حبشی! تو میں نے کہا: میں یہاں ہوں! تو اس نے مجھے برا بھلا کہا اور میرے بارے میں سخت باتیں کیں، اس نے مجھے کہا: کیا تمہیں پتا ہے مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن رہ گئے ہیں؟ میں نے کہا: تھوڑے سے دن ہیں، اس نے کہا: تمہارے اور اس کے درمیان صرف چار دن باقی ہیں، تو میں تمہیں اس چیز کے عوض میں پکڑ لوں گا، جو تمہارے ذمے لازم ہے اور تم سے میں دوبارہ بکریاں چرواؤں گا، جس طرح تم پہلے چراتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تو میں بھی اسی طرح تم پریشان ہو گیا، جس طرح لوگ پریشان ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ میں نے عشاء کی نماز ادا کر لی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر واپس تشریف لے گئے، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی، آپ نے مجھے اجازت عطا کی: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان ہوں، وہ مشرک شخص، جس سے میں قرض لیا کرتا تھا' اس نے مجھ سے اس طرح کی باتیں کی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اتنی گنجائش نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ قرض ادا کر دیں اور میرے پاس بھی نہیں ہے' اب وہ شخص میرے پیچھے پڑا ہے' آپ مجھے اجازت دیں' تو میں مفرور ہو کر ان قبیلوں کی طرف چلا جاتا ہوں' جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں اور اس وقت تک وہاں رہوں گا، جب تک اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اتنا رزق عطا نہیں کر دیتا، جس کے ذریعے وہ میرے قرض کو ادا کر دیں' پھر میں وہاں سے نکلا اور اپنی رہائش گاہ پر آ گیا' میں نے اپنی تلوار، اپنا تھیلا، اپنا جوتا' اپنی ڈھال' اپنے سر کے پاس رکھ لیے، یہاں تک کہ صبح صادق کے وقت، جب میں نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا' تو اسی دوران ایک شخص دوڑتا ہوا آیا' وہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا: اے بلال! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، میں روانہ ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہاں چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی تھیں، جن پر ساز و سامان لدا ہوا تھا، میں نے اندر آنے کی اجازت مانگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہاری ادائیگی کا انتظام کر دیا ہے، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے وہ چار اونٹنیاں نہیں دیکھی ہیں، جو باہر بیٹھی ہوئی ہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اونٹنیاں اور ساز و سامان تمہارا ہوا، ان پر کپڑے اور اناج ہیں، وہ فدک کے سردار نے، میرے لیے تحفے کے طور پر بھیجے ہیں، وہ تم لے لو اور اپنے قرض کو ادا کر دو، تو میں نے ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے، جس میں یہ مذکور ہے: "پھر میں چلتا ہوا مسجد آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے دریافت کیا: تمہاری صورتحال کا کیا بنا؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز کو ادا کروا دیا ہے، جو اس کے رسول کے ذمے لازم تھی، اب کوئی بھی ادائیگی باقی نہیں رہی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا کچھ باقی بچا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس بات کا جائزہ لو کہ تم اس کے ذریعے مجھے راحت پہنچاؤ، کیونکہ میں اپنی کسی بھی اہلیہ کے پاس اس وقت تک نہیں جاؤں گا، جب تک میں اس سے راحت حاصل نہیں کر لیتا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا کر لی، تو آپ نے مجھے بلوایا اور دریافت کیا: تمہارے پاس جو کچھ تھا، اس کا کیا

بنا؟ میں نے عرض کی: سب کچھ ابھی میرے پاس ہی ہے، میرے پاس کوئی بھی شخص نہیں آیا (جو یہ مال مجھ سے حاصل کرتا)، تو نبی اکرم ﷺ نے وہ رات مسجد میں گزار دی، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے، جس میں آگے چل کر یہ مذکور ہے، جب نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کر لی' یعنی اگلے دن عشاء کی نماز ادا کر لی' تو آپ نے مجھے بلوایا اور دریافت کیا: جو کچھ تمہارے پاس تھا' اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے راحت دے دی ہے' یارسول اللہ! تو نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کی، اور حمد بیان کی، آپ نے اس اندیشے کے تحت ایسا کیا تھا کہ کہیں ایسی حالت میں آپ کو موت نہ آجائے کہ وہ مال آپ ﷺ کے پاس موجود ہو، پھر میں آپ کے پیچھے چلتا ہوا آیا، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ اپنی ازواج کے پاس تشریف لے گئے، آپ ان میں سے ہر ایک زوجہ محترمہ کو سلام کرتے، یہاں تک کہ آپ اس گھر میں آگئے، جہاں آپ نے رات بسر کرنی تھی۔

(حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے راوی سے فرمایا:) یہ وہ چیز ہے، جس کے بارے میں تم نے مجھے دریافت کیا تھا۔

3056 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، بِمَعْنَى إِسْنَادِ أَبِي تَوْبَةَ وَحَدِيثِهِ قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ مَا يَقْضِي عَنِّي. فَسَكَتَ عَنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَمَزْتُهَا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں، "جو میری طرف سے ادا کردے" تو نبی اکرم ﷺ خاموش رہے، تو میں اس سے اور زیادہ پریشان ہو گیا۔

3057 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ، قَالَ: أَهْدَيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةً، فَقَالَ: أَسْلَمْتَ؟، فَقُلْتُ: لَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي نُهِيتُ عَنْ زَبْدِ الْمُشْرِكِينَ

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تحفے کے طور پر ایک اونٹنی پیش کی، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم نے اسلام قبول کرلیا ہے؟ میں نے کہا: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے مشرکین کے تحائف قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

غیر مسلموں کو تحفے دینے یا لینے کی ممانعت کا بیان

بنیادی طور پر غیر مسلم سے تالیف قلبی، اور اسلام کی طرف راغب کرنے کیلئے تحفہ لیا جا سکتا ہے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کفار مثلاً: مقوقس وغیرہ سے تحائف قبول فرمائے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ: "یہ باب مشرکین کے تحائف قبول کرنے کے بارے میں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام سارہ [علیہا السلام] کو لیکر ہجرت کیلئے نکلے تو ایک جابر بادشاہ کے علاقے میں داخل ہوئے۔۔۔ تو اس نے کہا کہ اسے (ابراہیم علیہ السلام

کو)" آجر" [یعنی: ہاجرہ علیہا السلام، اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ، تحفہ میں] دے دو" اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو [یہود کی طرف سے] زہر آلود بکری تحفہ میں دی گئی، ابو حمید کہتے ہیں کہ: " نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایلہ کے بادشاہ نے سفید [مؤنث] خچر، اور ایک کپڑے کا جوڑا تحفے میں دیا، ساتھ میں آپکو اپنے علاقے کا سربراہ مقرر کیا" پھر امام بخاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودی عورت کی طرف سے زہر آلود بکری پیش کرنے کا پورا قصہ ذکر کرتے ہیں۔

دوم: ایک مسلمان کسی کافر، یا مشرک کو تالیف قلبی، اور اسلام کی طرف رغبت دلانے کیلئے تحائف بھی دے سکتا ہے، اور اگر کافر یا مشرک رشتہ دار یا پڑوسی ہو تو اسے دینے کی خاص طور پر اجازت دی گئی ہے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک بھائی کو مکہ میں ایک سوٹ تحفہ دیا تھا۔ (بخاری، 2619)

لیکن کافر کو اس کے تہوار میں تحائف دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان مواقع پر انہیں تحائف دینا باطل تہوار اور تقریبات کا اقرار اور ان میں شرکت کرنے کے مترادف ہے۔

اور اگر ان کو دیے جانے والے تحائف ان کے تہوار میں معاونت شمار ہوں، مثلاً: ان کے لئے کھانا تیار کرنا، اور موم بتیاں وغیرہ تحفہ میں دینا، تو اس کی حرمت مزید زیادہ ہوگی، حتی کہ کچھ اہل علم نے اس طرز عمل کو کفر کہا ہے۔

چنانچہ فقہ حنفی سے منسلک زیلعی رحمہ اللہ تبیین الحقائق" (6/228) میں کہتے ہیں کہ" نوروز، اور مہرجان کے دن تحائف دینا جائز نہیں ہے، یعنی ان دنوں کے نام پر تحائف دینا حرام ہے، بلکہ کفر ہے، اور ابو حفص الکبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: "اگر کسی شخص نے اللہ کی پچاس سال تک عبادت کی اور پھر جب نوروز کا دن آیا اور کچھ مشرکوں کو ایک انڈا تحفہ میں نوروز کی تعظیم کرتے ہوئے دے دیا، تو اس نے کفر کیا، اور اس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔

جامع الاصغر" کے مصنف کہتے ہیں کہ: "اگر اس نے نوروز کے دن کسی مسلمان کو تحفہ نوروز کی تعظیم کیلئے نہیں دیا، بلکہ کچھ لوگوں کو اس دن تحفہ دینے کی عادت ہے تو یہ شخص کافر نہیں ہے، لیکن اسے چاہیے کہ اس دن میں تخصیص کے ساتھ تحائف مت دے، بلکہ اس سے پہلے یا بعد میں تحائف دے، تا کہ کفار سے اس کی مشابہت نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہے۔

اور" جامع الاصغر" میں یہ بھی ہے کہ: " ایک شخص نوروز کے دن کوئی چیز خریدتا ہے، اس دن سے پہلے وہ خریدنا بھی نہیں چاہتا تھا، اگر اس نے یہ کام مشرکوں کی طرح اس دن کی تعظیم کیلئے کیا تو اس نے کفریہ کام کیا، اور اگر صرف کھانے پینے کی غرض سے خریداری کی تو یہ کفریہ کام نہیں ہوگا۔

اور اسی طرح " التاج والاکلیل" (4/319) میں مالکی فقیہ کہتے ہیں کہ ابن قاسم نے کسی عیسائی کو اس کی عید کے دن بدلہ چکانے کیلئے تحائف دینے کو مکروہ سمجھا ہے، اور اسی طرح یہودی کو اس کی عید کے دن کھجور کے پتے تحفہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

ایسے ہی حنبلی فقیہ "للاقناع" میں کہتے ہیں کہ" یہودیوں اور عیسائیوں کے تہواروں میں شریک ہونا، اور ان کے لیے عید کے دن معاون بننے والی اشیاء فروخت کرنا حرام ہے۔ بلکہ ان دنوں میں کوئی مسلمان بھی کسی دوسرے مسلمان کو تحائف مت دے، جیسے

کہ حنفی فقہاء کی گفتگو میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔
جو شخص مسلمانوں کی عید کے علاوہ دیگر مذاہب کی عید میں کوئی بھی تحفہ دے تو قبول نہیں کرنا چاہیے، اور اگر یہ تحفہ غیر مسلموں سے مشابہت کا باعث بنے تو ممانعت مزید سخت ہو جائے گی، مثلاً: کرسمس کے موقع پر موم بتیاں وغیرہ تحفہ میں دینا، یا غیر مسلموں کے روزوں میں آخری جمعرات کے دن انڈے، دودھ، اور بکری کا تحفہ دینا، بعینہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو ان تہواروں کی وجہ سے تحائف مت دے، اور خصوصاً ایسے تحفے مزید سختی کے ساتھ ممانعت کے حقدار ہوں گے جن میں کفار سے مشابہت کیلئے تعاون ممکن ہو، جیسے کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم" (227/1)

سوم: جہاں تک غیر مسلموں سے ان کی عید کے دن تحفہ لینے کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس دن قبول تحفہ کو ان کے تہوار میں شرکت، یا اس کا اقرار شمار نہیں کیا جا سکتا، بلکہ احسان اور نیکی کی نیت سے قبول کر لینا چاہیے، تا کہ اسلام کی دعوت اچھے انداز سے اسے دی جا سکے، یہ بات ان غیر مسلموں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے کے ضمن میں آتی ہے جو مسلمانوں سے لڑتے نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کی وجہ سے تم سے لڑائی نہیں کی، اور تمہیں تمہارے گھروں سے بے دخل نہیں کیا، بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (الممتحنۃ:8)

آیت میں مذکور نیکی اور انصاف کا یہ مطلب بالکل بھی نہیں ہے کہ ان سے مودّت و محبت روا رکھی جائے؛ کیونکہ کافر سے مودّت و محبت رکھنا جائز نہیں ہے، انہیں دوست اور اپنا ساتھی بنانا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)

ترجمہ: تم کبھی یہ نہیں پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے، چاہے وہ ان کے باپ، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کے خاندان والے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان پختہ کر دیا اور اپنی طرف سے ایک روح کے ذریعے طاقت عطا کر دی۔ اللہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہ اللہ کی جماعت ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی

جماعت ہی کامیاب ہونے والی ہے۔[المجادلۃ:22]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ﴾

ترجمہ: اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو! میرے اور (خود) اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ تم دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں۔[الممتحنۃ:1]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنا گہرا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ وہ تمہارے نقصان کیلئے کوئی کسر نہیں چھوڑتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑے رہو، ان کی عداوت ان کی زبان سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے، ہم نے تمہارے لیے آیات بیان کر دیں تا کہ تم سمجھ جاؤ۔[آل عمران:118]

﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ﴾

ترجمہ: ظالموں کی طرف مت مائل ہو جاؤ، کہ کہیں تمہیں آگ اپنی پکڑ میں لے لے، اور [وہاں] تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مدد گار نہ ہوگا، اور پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔[ہود:113]

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود و نصاری کو اپنا دوست مت بناؤ، یہ سب آپس میں ملے ہوئے ہیں، اور تم میں سے جو کوئی ان کے ساتھ دوستی رکھے گا تو وہ بھی انہی میں سے ہے، بیشک اللہ تعالی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔[المائدۃ:51]

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل کفار کے ساتھ دوستی اور محبت کی حرمت کے بارے میں موجود ہیں۔

کفار کی عید کے دن ان سے تحائف قبول کرنے کے بارے میں ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نوروز کے دن انہیں تحفہ دیا گیا تو آپ نے اسے قبول کر لیا۔

اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ: "ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا: ہمارے بچوں کو دودھ پلانے والی کچھ مجوسی خواتین ہیں، اور وہ اپنی عید کے دن تحائف بھیجتی ہیں، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "انکی عید کے دن ذبح کئے جانے والے جانور کا گوشت مت کھاؤ، لیکن نباتاتی اشیاء کھا سکتے ہو۔

ابو برزہ کہتے ہیں کہ: ان کے قریب کچھ مجوسی رہائش پذیر تھے جو نوروز اور مہرجان کے دن تحائف بھیجتے تھے، تو ابو برزہ اپنے اہل خانہ سے فرماتے: ان کی طرف سے آنے والے پھل کھا لیا کرو، اور اس کے علاوہ دیگر اشیاء مسترد کر دو۔

ان تمام سے پتا چلتا ہے کہ کفار کی عید کے دن ان کے تحائف قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ عید یا غیر عید میں ان

کے تحائف قبول کرنے کا ایک ہی حکم ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے ان کے کفریہ نظریات پر مشتمل شعائر کی ادائیگی میں معاونت نہیں ہوتی۔

اس کے بعد ابن تیمیہ نے متنبہ کرتے ہوئے بتلایا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اگرچہ حلال ہے، لیکن جو انہوں نے اپنی عید کے لئے ذبح کیا ہے وہ حلال نہیں ہے، چنانچہ آپ کہتے ہیں: "اہل کتاب کی طرف سے عید کے دن ذبح کیے جانے والے جانور کے علاوہ ان کے [نباتاتی] کھانے وغیرہ خرید کر یا ان سے تحفۃً لیکر کھائے جاسکتے ہیں۔

جبکہ مجوسیوں کے ذبیحہ کا حکم معلوم ہے کہ وہ سب کے ہاں حرام ہے، اور اہل کتاب کی طرف سے ان کے عید، تہوار کے دن غیر اللہ مثلاً: مسیح اور زہرہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں، جس طرح مسلمان اپنی حج اور عید کی قربانیاں اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے ذبح کرتے ہیں، تو اس کے بارے میں امام احمد سے دو روایات منقول ہیں، جن میں مشہور ترین یہ ہے کہ ایسے ذبیحہ کا گوشت چاہے اس پر غیر اللہ کا نام نہ بھی لیا گیا ہو پھر بھی کھانا جائز نہیں ہے، یہی ممانعت عائشہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے۔ ("اقتضاء الصراط المستقیم" (1/251)

اور خلاصہ یہ ہوا کہ: آپ اپنی عیسائی پڑوسن سے تحفہ قبول کرسکتی ہو، لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں:

1۔ تحفہ (اگر جانور کی صورت میں ہے) انہوں نے اپنی عید کیلئے ذبح نہ کیا ہو۔

2۔ اور اس تحفے کو ان کی عید کے دن کی مخصوص رسومات میں استعمال نہ کیا جاتا ہو، مثلاً: موم بتیاں، انڈے، اور درخت کی ٹہنیاں وغیرہ۔

3۔ تحفہ قبول کرتے وقت آپ اپنی اولاد کو عقیدہ ولاء اور براء کے بارے میں لازمی وضاحت سے بتلائیں، تا کہ ان کے دلوں میں عید یا تحفہ دینے والے کی محبت گھر نہ کر جائے۔

4۔ تحفہ قبول کرنے کا مقصد اسلام کی دعوت اور اسلام کیلئے اس کا دل نرم کرنا ہو، محبت اور پیار مقصود نہ ہو۔

اور اگر تحفہ ایسی چیز پر مشتمل ہو کہ اسے قبول کرنا جائز نہ ہو تو تحفہ قبول نہ کرتے وقت انہیں اس کی وجہ بھی بتلا دی جائے، اس کیلئے مثلاً کہا جاسکتا ہے: "ہم آپ کا تحفہ اس لئے قبول نہیں کر رہے کہ یہ جانور آپکی عید کے لیے ذبح کیا گیا ہے، اور ہمارے لئے یہ کھانا جائز نہیں ہے" یا یہ کہے کہ: "اس تحفے کو وہی قبول کرسکتا ہے جو آپکے ساتھ آپکی عید میں شریک ہو، اور ہم آپکی عید نہیں مناتے؛ کیونکہ ہمارے دین میں یہ جائز نہیں ہے، اور آپکی عید میں ایسے نظریات پائے جاتے ہیں جو ہمارے ہاں درست نہیں ہیں" یا اسی طرح کے ایسے جواب دیے جائیں جو انہیں اسلام کا پیغام سمجھنے کا سبب بنیں، اور ان کے کفریہ نظریات کے خطرات سے آگاہ کریں۔

ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اپنے دین پر فخر کرے، دینی احکامات کی پاسداری کرتے ہوئے باعزت بنے، کسی سے شرم کھاتے ہوئے یا ہچکچاتے ہوئے ان احکامات کی تعمیل سے دست بردار نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالی سے شرم کھانے کا حق زیادہ ہے۔

بَابٌ فِي إِقْطَاعِ الْأَرَضِينَ

باب: زمین کے قطعات (انعام کے طور پر) عطا کرنا

3058 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَهُ أَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ،

علقمہ بن وائل، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں ''حضرموت'' میں ایک قطعہ اراضی عطا کیا تھا۔

3059 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ مَطَرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3060 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ فِطْرٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، قَالَ: خَطَّ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ بِقَوْسٍ، وَقَالَ: أَزِيدُكَ أَزِيدُكَ

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے میرے لیے مدینہ منورہ میں کمان کے ذریعے ایک گھر کی پیمائش کی، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں مزید بھی دوں گا، میں تمہیں مزید بھی دوں گا۔

3061 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ، وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكَاةُ إِلَى الْيَوْمِ

ربیعہ بن ابوعبدالرحمن، کئی حضرات کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو قبلیہ کی معادن (یعنی کانیں) عطا کی تھیں، جو فرع کی طرف تھیں، یہ وہ کانیں تھیں، جن سے آج کے دن تک زکوۃ لی جاتی ہے۔

3062 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاتِمٍ، وَغَيْرُهُ قَالَ الْعَبَّاسُ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُوَيْسٍ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا - وَقَالَ غَيْرُهُ: جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا - وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ، وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ، وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَعْطَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ، أَعْطَاهُ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا وَقَالَ غَيْرُهُ: جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ

قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ: وَحَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ، مَوْلَى بَنِي الدِّيلِ بْنِ بَكْرِ بْنِ كِنَانَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ

❁❁ کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو قبلیہ کی کانیں عطا کی تھیں، بالائی حصے والی بھی اور زیریں حصے والی بھی، دوسرے راوی نے یہ لفظ ذرا مختلف نقل کیا ہے (لیکن مفہوم وہی ہے)۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے انہیں کسی مسلمان کا حق نہیں دیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ تحریر لکھوا کر دی تھی:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، یہ وہ چیز ہے جو اللہ کے رسول نے، بلال بن حارث مزنی کو عطا کی ہے، جو قبلیہ کی معادن ہیں، ان کا اوپر والا حصہ بھی اور نیچے والا حصہ بھی، (یہاں ایک راوی نے لفظ کچھ مختلف استعمال کیا ہے) اور قدس کا کچھ حصہ، جہاں کاشت کاری بھی ہو سکتی ہے۔ (وہ بھی عطا کیا ہے) انہوں نے اُسے کسی مسلمان کا حق عطا نہیں کیا''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

3063 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحُنَيْنِيَّ، قَالَ: قَرَأْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ - يَعْنِي كِتَابَ قَطِيعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ، جَلْسِيَّهَا وَغَوْرِيَّهَا، قَالَ ابْنُ النَّضْرِ: وَجَرْسَهَا، وَذَاتَ النُّصُبِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ، وَلَمْ يُعْطِ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ حَقَّ مُسْلِمٍ، وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا مَا أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ، أَعْطَاهُ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ، جَلْسَهَا وَغَوْرَهَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ، قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ: وَحَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، زَادَ ابْنُ النَّضْرِ: وَكَتَبَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ

❁❁ حنینی بیان کرتے ہیں: میں نے کئی مرتبہ یہ تحریر پڑھی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے حوالے سے یہ بات منقول ہے، کثیر بن عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو قبلیہ کی کانیں، ان کے بالائی اور زیریں حصے سمیت عطا کی تھیں۔

ابن نضر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وہاں کا جرس اور ذات نصب بھی عطا کیا تھا۔

اور قدس کی وہ زمین، جہاں کھیتی باڑی بھی ہو سکتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث کو کسی مسلمان کا حق عطا نہیں کیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے یہ تحریر لکھوا کر دی تھی۔

''یہ وہ چیز ہے، جو اللہ کے رسول نے، بلال بن حارث مزنی کو عطا کی ہے، انہوں نے اسے قبلیہ کی کانیں عطا کی ہیں،

جس کا بالائی اور زیریں حصہ بھی شامل ہوگا اور قدس کی وہ زمین بھی شامل ہوگی، جہاں کھیتی باڑی ہوسکتی ہے، انہوں نے اسے کسی مسلمان کا حق عطا نہیں کیا"۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: یہ تحریر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے تحریر کی تھی۔

3064 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ الْمَعْنَى وَاحِدٌ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ قَيْسٍ الْمَأْرِبِيَّ، حَدَّثَهُمْ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ شَرَاحِيلَ، عَنْ سُمَيِّ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ شُمَيْرٍ قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: ابْنِ عَبْدِ الْمَدَانِ عَنْ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ - قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: الَّذِي بِمَأْرِبَ فَقَطَعَهُ لَهُ - فَلَمَّا أَنْ وَلَّى قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمَجْلِسِ: أَتَدْرِي مَا قَطَعْتَ لَهُ، إِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ قَالَ: فَانْتَزَعَ مِنْهُ قَالَ: وَسَأَلَهُ عَمَّا يُحْمَى مِنَ الْأَرَاكِ قَالَ: مَا لَمْ تَنَلْهُ خِفَافٌ وَقَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: أَخْفَافُ الْإِبِلِ

✿✿ حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ وفد کی صورت میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمک کی کان عطیے کی طور پر مانگ لی۔ابن متوکل نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وہ کان" مارب" کے مقام پر موجود تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہ عطیے کے طور پر دے دی، جب وہ مڑ کے جانے لگے ت، وحاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا چیز عطیے میں دیدی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

ایسا پانی دیا ہے، جو منقطع نہیں ہوگا، راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ان سے واپس لے لی، پھر میں نے دریافت کیا: پیلو کے کون سے درختوں کو اپنے قبضے میں لیا جاسکتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں، جن تک اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچ سکتے ہوں۔

3065 - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَخْزُومِيُّ: مَا لَمْ تَنَلْهُ أَخْفَافُ الْإِبِلِ يَعْنِي أَنَّ الْإِبِلَ تَأْكُلُ مُنْتَهَى رُءُوسِهَا، وَيُحْمَى مَا فَوْقَهُ

✿✿ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ منقول ہیں:

"جہاں تک اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچ سکتے ہوں"

اس سے مراد یہ ہے کہ اونٹ درختوں میں سے وہاں تک کھاتے ہیں، جہاں تک ان کے منہ پہنچتے ہیں، اس کے اوپر والی ہر چیز

3064-حسن، وهذا اسناد ضعيف لجهالة سمي بن قيس وشمير -وهو ابن عبد المدان-، ولكنه توبعا في طريق آخر، فالحديث حسن. واخرجه الترمذي (1435) و (1436)، والنسائي في "الكبرى" (5736) من طريق محمد بن يحيى بن قيس المأربي، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن غريب، والعمل عليه عند اهل العلم من اصحاب النبي -صلى الله عليه وسلم- وغيرهم في القطائع: يرون جائزا ان يقطع الامام لمن راى ذلك. وصححه ابن حبان (4499) والضياء المقدسي في "مختارة" (1282)، وسكت عنه عبد الحق الاشبيلي في "احكامه الوسطى." واخرجه ابن ماجه (2475)

کو محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

3066 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَنَا فَرَجُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي عَمِّي ثَابِتُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حِمَى الْأَرَاكِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حِمَى فِي الْأَرَاكِ فَقَالَ: أَرَاكَةٌ فِي حِظَارِي، فَقَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حِمَى فِي الْأَرَاكِ قَالَ فَرَجٌ: يَعْنِي بِحِظَارِي الْأَرْضَ الَّتِي فِيهَا الزَّرْعُ الْمُحَاطُ عَلَيْهَا

حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیلو کے درختوں کو، اپنے قبضے میں لینے کے بارے میں دریافت کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیلو کے درختوں کو قبضے میں نہیں لیا جاسکتا، انہوں نے عرض کی: پیلو کا وہ درخت جو میری زمین میں ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیلو کے درخت کو قبضے میں نہیں لیا جاسکتا، فرج بن سعید نامی راوی کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ میری وہ زمین جہاں میری کھیتی باڑی ہوتی ہے جہاں میرا احاطہ ہے۔

3067 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَبُو حَفْصٍ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ صَخْرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا ثَقِيفًا، فَلَمَّا أَنْ سَمِعَ ذَلِكَ صَخْرٌ رَكِبَ فِي خَيْلٍ يُمِدُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ نَبِيَّ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَدِ انْصَرَفَ، وَلَمْ يَفْتَحْ فَجَعَلَ صَخْرٌ يَوْمَئِذٍ عَهْدَ اللهِ وَذِمَّتَهُ: أَنْ لَا يُفَارِقَ هَذَا الْقَصْرَ حَتَّى يَنْزِلُوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُفَارِقْهُمْ حَتَّى نَزَلُوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ صَخْرٌ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ ثَقِيفًا قَدْ نَزَلَتْ عَلَى حُكْمِكَ يَا رَسُولَ اللهِ، وَأَنَا مُقْبِلٌ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي خَيْلٍ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً، فَدَعَا لِأَحْمَسَ عَشْرَ دَعَوَاتٍ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لِأَحْمَسَ، فِي خَيْلِهَا وَرِجَالِهَا وَأَتَاهُ الْقَوْمُ فَتَكَلَّمَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ صَخْرًا أَخَذَ عَمَّتِي، وَدَخَلَتْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ الْمُسْلِمُونَ، فَدَعَاهُ، فَقَالَ: يَا صَخْرُ، إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا، أَحْرَزُوا دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ، فَادْفَعْ إِلَى الْمُغِيرَةِ عَمَّتَهُ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، وَسَأَلَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لِبَنِي سُلَيْمٍ قَدْ هَرَبُوا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَتَرَكُوا ذَلِكَ الْمَاءَ؟ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَنْزِلْنِيهِ أَنَا وَقَوْمِي، قَالَ: نَعَمْ فَأَنْزَلَهُ وَأَسْلَمَ - يَعْنِي السُّلَمِيِّينَ - فَأَتَوْا صَخْرًا فَسَأَلُوهُ أَنْ يَدْفَعَ إِلَيْهِمُ الْمَاءَ، فَأَبَى، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَسْلَمْنَا وَأَتَيْنَا صَخْرًا لِيَدْفَعَ إِلَيْنَا مَاءَنَا فَأَبَى عَلَيْنَا، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: يَا صَخْرُ، إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا أَمْوَالَهُمْ وَدِمَاءَهُمْ، فَادْفَعْ إِلَى الْقَوْمِ مَاءَهُمْ، قَالَ: نَعَمْ يَا نَبِيَّ اللهِ، فَرَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَيَّرُ عِنْدَ ذَلِكَ حُمْرَةً حَيَاءً مِنْ أَخْذِهِ الْجَارِيَةَ، وَأَخْذِهِ الْمَاءَ

حضرت صخر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف قبیلے کے ساتھ لڑائی کی، جب حضرت صخر نے اس

بارے میں سنا، تو وہ نبی اکرم ﷺ کو کمک فراہم کرنے کے لیے کچھ گھڑسواروں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے، جب وہ وہاں پہنچے تو پتا چلا کہ نبی اکرم ﷺ ان کو فتح کیے بغیر واپس جاچکے ہیں، اس وقت حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نام پر عہد کیا یعنی (قسم اٹھائی) کہ وہ اس قلعے کو اس وقت نہیں چھوڑیں گے جب تک وہ لوگ اللہ کے رسول کو ثالث تسلیم نہیں کرتے، تو حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس وقت نہیں چھوڑا، جس وقت تک انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرلیا، حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو خط لکھا، امابعد! ثقیف قبیلے کے لوگوں نے آپ ﷺ کے فیصلے کو قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کردی ہے، یارسول اللہ! میں ان کی طرف جارہا ہوں، وہ لوگ گھڑسواروں کے ساتھ ہیں، نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ جمع ہوجائیں، پھر آپ ﷺ نے احمس قبیلے کے لوگوں کے لیے دس دعائیں کیں، (یعنی دس مرتبہ یہ دعا کی)

"اے اللہ! احمس قبیلے کے گھڑسواروں اور پیادوں کو برکت نصیب کر"۔

پھر کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کی: اے اللہ کے نبی! صخر نے میری ایک پھوپھی کو پکڑ لیا ہے، جو اس چیز میں داخل ہوگئی تھی، جس میں مسلمان داخل ہوتے ہیں (یعنی وہ مسلمان ہوگئی تھی) تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت صخر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا: اے صخر! جب لوگ مسلمان ہوجائیں، تو وہ اپنی جان اور مال کو محفوظ کرلیتے ہیں، تو تم مغیرہ کو وہ خاتون واپس کردو، انہوں نے وہ خاتون انہیں واپس کردی، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے بنوسلیم کے پانی کی درخواست کی جو اسلام کو چھوڑ گئے تھے، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ مجھے اور میری قوم کو وہاں پڑاؤ کرنے کی اجازت دیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، تو انہوں نے اپنی قوم کو وہاں پڑاؤ کروادیا، پھر وہ لوگ مسلمان ہوگئے، یعنی بنوسلیم قبیلے کے لوگ مسلمان ہوگئے، وہ لوگ حضرت صخر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کا پانی ان کو واپس کردیں، ان لوگوں نے یہ بات تسلیم نہیں کی، تو وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے، پھر ہم حضرت صخر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تاکہ وہ ہمارا پانی واپس کردیں، تو انہوں نے ہماری بات نہیں مانی، نبی اکرم ﷺ نے حضرت صخر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا: اے صخر! جب کچھ لوگ اسلام قبول کرلیں، تو وہ اپنے مال اور جانیں محفوظ کرلیتے ہیں، تو تم ان لوگوں کو ان کا پانی واپس کردو"

حضرت صخر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ٹھیک ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) میں نے نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک کو دیکھا کہ وہ اس وقت متغیر ہوکے سرخ ہوگیا تھا، یہ اس چیز کی حیاء کی وجہ سے تھا کہ آپ نے ان سے کنیز بھی واپس لے لی تھی اور پانی بھی واپس لے لیا تھا۔

3068 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي سَبْرَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الرَّبِيعِ الْجُهَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ تَحْتَ دَوْمَةٍ، فَأَقَامَ ثَلَاثًا، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ، وَإِنَّ جُهَيْنَةَ لَحِقُوهُ بِالرَّحْبَةِ، فَقَالَ لَهُمْ: مَنْ أَهْلُ ذِي الْمَرْوَةِ؟ فَقَالُوا: بَنُو رِفَاعَةَ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَقَالَ: قَدْ أَقْطَعْتُهَا لِبَنِي رِفَاعَةَ فَاقْتَسَمُوهَا فَمِنْهُمْ مَنْ بَاعَ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَمْسَكَ

فَعَمِلَ، ثُمَّ سَأَلْتُ أَبَاهُ عَبْدَ الْعَزِيزِ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِي بِبَعْضِهِ، وَلَمْ يُحَدِّثْنِي بِهِ كُلِّهِ

❁❁ سبرہ بن عبد العزیز نے اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے ایک بڑے درخت کے نیچے مسجد کی جگہ پر پڑاؤ کیا، آپ نے وہاں تین دن قیام کیا، پھر آپ تبوک کی طرف روانہ ہو گئے، جہینہ قبیلے کے لوگ کھلے میدان میں، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان سے فرمایا: ذی مروہ کے رہنے والے لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: جہینہ قبیلے کی ایک شاخ بنو رفاعہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں وہ زمین بنو رفاعہ کو جاگیر کے طور پر دیتا ہوں، ان لوگوں نے وہ زمین تقسیم کر لی، کچھ لوگوں نے زمین فروخت کر دی اور کچھ لوگوں نے اسے اپنے پاس رکھا اور خود کام کاج کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ان کے والد عبد العزیز سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے مجھے اس روایت کا کچھ حصہ بیان کیا، انہوں نے پوری روایت بیان نہیں کی۔

3069 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ آدَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ نَخْلًا

❁❁ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو کھجور کا ایک باغ عطا کیا تھا۔

3070 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَتْنِي جَدَّتَايَ صَفِيَّةُ، وَدُحَيْبَةُ، ابْنَتَا عُلَيْبَةَ، وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ، وَكَانَتْ جَدَّةَ أَبِيهِمَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُمَا، قَالَتْ: قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: تَقَدَّمَ صَاحِبِي - تَعْنِي حُرَيْثَ بْنَ حَسَّانَ - وَافِدَ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ عَلَيْهِ وَعَلَى قَوْمِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِي تَمِيمٍ بِالدَّهْنَاءِ، أَنْ لَا يُجَاوِزَهَا إِلَيْنَا مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا مُسَافِرٌ أَوْ مُجَاوِرٌ، فَقَالَ: اكْتُبْ لَهُ يَا غُلَامُ بِالدَّهْنَاءِ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ قَدْ أَمَرَ لَهُ بِهَا، شُخِصَ بِي وَهِيَ وَطَنِي وَدَارِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّهُ لَمْ يَسْأَلْكَ السَّوِيَّةَ مِنَ الْأَرْضِ إِذْ سَأَلَكَ، إِنَّمَا هِيَ هٰذِهِ الدَّهْنَاءُ عِنْدَكَ مُقَيَّدُ الْجَمَلِ، وَمَرْعَى الْغَنَمِ، وَنِسَاءُ بَنِي تَمِيمٍ وَأَبْنَاؤُهَا وَرَاءَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: أَمْسِكْ يَا غُلَامُ، صَدَقَتِ الْمِسْكِينَةُ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ يَسَعُهُمَا الْمَاءُ، وَالشَّجَرُ، وَيَتَعَاوَنَانِ عَلَى الْفُتَّانِ

❁❁ سیدہ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو میرا ساتھی، حریث بن حسان، جو بکر بن وائل قبیلے کا نمائندہ تھا، وہ آگے بڑھا، اس نے اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام کی بیعت کی، پھر اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ ہمارے اور بنو تمیم کے درمیان موجود دہناء کے علاقے کو حد بندی کے طور پر تحریر کر دیں، کہ ان میں سے کوئی بھی شخص اس کو پار کر کے ہمارے پاس نہیں آئے گا، صرف مسافر شخص آئے گا یا

3070- اسناده ضعيف لجهالة صفية و دحيبة ابنتي عليبة. ومع ذلك حسّن الحافظ اسناد هذا الحديث في "الفتح" 3/155، واخرجه ابن سعد في "الطبقات" 1/317-319، وابو عبيد في "الاموال" (730)، وحميد بن زنجويه في "الاموال" (1090)، والترمذي (3023)، وابن ابي عاصم في "الآحاد والمثاني" (3492))، والطبراني في "الكبير" 25/، والبيهقي 6/150.

وہاں سے گزرنے والا آئے گا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لڑکے! دہناء کا علاقہ اس کے نام کر دو، راوی کہتے ہیں: جب میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ یہ علاقہ تحریر کر کے اس کے نام کر رہے ہیں، تو مجھے بہت پریشانی ہوئی، کیونکہ میرا وطن وہی تھا، میرا گھر بھی وہاں تھا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس شخص نے آپ سے درمیانی قسم کی زمین نہیں مانگی ہے، یہ دہناء نامی جگہ ہے، جہاں اونٹوں کو باندھا جاتا ہے (یعنی چرایا جاتا ہے) یہ بکریوں کے چرانے کی جگہ بھی ہے، بنو تمیم کی خواتین اور بچے اس کی دوسری طرف رہتے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لڑکے تم جاؤ، یہ غریب عورت ٹھیک کہہ رہی ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پانی اور درخت سب کے استعمال میں آتے ہیں اور وہ لوگ فتنے کے مقابلے میں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں۔

3071 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَتْنِي أُمُّ جَنُوبٍ بِنْتُ نُمَيْلَةَ، عَنْ أُمِّهَا سُوَيْدَةَ بِنْتِ جَابِرٍ، عَنْ أُمِّهَا عَقِيلَةَ بِنْتِ أَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ، عَنْ أَبِيهَا أَسْمَرَ بْنِ مُضَرِّسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ، فَقَالَ: مَنْ سَبَقَ إِلَى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ قَالَ: فَخَرَجَ النَّاسُ يَتَعَادَوْنَ يَتَخَاطُّونَ

❁❁ حضرت اسمر بن مضرس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا، تو آپ نے فرمایا:

"جو شخص کسی ایسی جگہ پر پہلے پہنچ جائے، جہاں تک اس سے پہلے کوئی مسلمان نہ پہنچا ہو، تو وہ جگہ اسے مل جائے گی"

راوی بیان کرتے ہیں: تو لوگ تیزی سے وہاں سے نکلے اور وہ نشان لگاتے ہوئے جا رہے تھے۔

3072 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ حُضْرَ فَرَسِهِ، فَأَجْرَى فَرَسَهُ حَتَّى قَامَ، ثُمَّ رَمَى بِسَوْطِهِ، فَقَالَ: أَعْطُوهُ مِنْ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اتنی جگہ جاگیر کے طور پر عطا کی، جہاں تک ان کا گھوڑا دوڑ کر جا سکے، تو انہوں نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا، یہاں تک کہ گھوڑا کھڑا ہو گیا، تو پھر انہوں نے اپنا کوڑا پھینک دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو وہاں تک زمین دے دو، جہاں تک اس کا کوڑا پہنچا ہے۔

بَابٌ فِي إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ

باب: بنجر (لاوارث) زمین کو آباد کرنا

موات زمین کی تعریف کا بیان

موات وہ زمین ہے جس سے فائدہ حاصل نہ کیا جا سکے اگرچہ پانی نہ ہونے کے سبب سے یا پانی کے غلبے کی وجہ سے ہو یا انہی جیسی دوسری چیزوں سے ہو۔ اور اسی طرح ہر چیز جو زراعت کرنے سے مانع ہے۔ اور اس سے انتفاع کے باطل ہو جانے کے سبب

سے اس کا نام موات ہے۔(ہدایہ)

میم اور واو کے فتح کے ساتھ ہے موات اسے کہتے ہیں جس میں روح نہ ہو لیکن یہاں پر وہ زمین مراد ہے جس کا کوئی مالک نہ ہو۔

فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اس کی تعریف یہ کرتے ہیں۔ ایسی زمین جو کسی اختصاص اور ملکیت سے عاری وخالی ہو۔ تو اس تعریف سے دو چیزیں خارج ہو جاتی ہیں۔

اوّل یہ کہ جو کسی کافر یا مسلمان کی خرید اور یا پھر عطیہ وغیرہ کی بنا پر ملکیت بن جائے۔ دوم یہ کہ جس کے ساتھ ملک معصوم کی کوئی مصلحت وابستہ ہو، مثلاً راستہ، سیلابی پانی وغیرہ کی گزرگاہ۔

یا پھر کسی شہر کے آباد کاروں کی اس کے ساتھ مصلحت کا تعلق ہو، مثلاً میت دفن کرنے کے لیے قبرستان، یا پھر گندگی وغیرہ پھینکنے کی جگہ، یا پھر عیدگاہ اور لکڑیاں وغیرہ کی جگہ اور چراگاہ وغیرہ۔

تو اس طرح کی زمین آباد کرنے سے بھی کسی کی ملکیت میں نہیں آسکتی لیکن جب کسی زمین میں یہ دونوں چیزیں یعنی ملکیت معصوم اور اس کا اختصاص نہ پایا جائے اور کوئی شخص اسے آباد اور زندہ کرلے تو وہ زمین اسی کی ملکیت میں آجائے گی۔

موات اس زمین کو کہتے ہیں جس میں نہ کوئی کھیتی ہو نہ مکان ہو اور نہ اس کا کوئی مالک ہو اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ موات اس زمین کو کہتے ہیں جو پانی کے منقطع ہونے یا اکثر زیر آب رہنے کی وجہ سے ناقابل انتفاع ہو یا اس میں ایسی کوئی چیز ہو جو زراعت سے مانع ہو لہٰذا ایسی زمین جو عادی یعنی قدیم ہو کہ اس کا کوئی مالک نہ ہو یا اسلامی سلطنت کی مملوک ہو اور اس کے مالک کا پتہ نامعلوم ہو اور وہ زمین بستی سے اس قدر دوری پر ہو کہ اگر کوئی شخص بستی کے کنارے پر کھڑا ہو کر آواز بلند کرے تو اس کی آواز اس زمین تک نہ پہنچے تو وہ زمین موات ہے۔

احیاء موات سے مراد ہے اس زمین کو آباد کرنا ہے اور اس زمین کو آباد کرنے کی صورت یہ ہے کہ یا تو اس زمین میں مکان بنایا جائے یا اس میں درخت لگایا جائے یا اس میں زراعت کی جائے یا اسے سیراب کیا جائے اور یا اس میں ہل چلا دیا جائے۔

اس قسم کی زمین یعنی موات کا شرعی حکم یہ ہے کہ جو شخص اس زمین کو آباد کرتا ہے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے لیکن اس بارے میں علماء کا تھوڑا سا اختلاف ہے اور وہ یہ کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ اس زمین کو آباد کرنے کے لئے امام (یعنی حکومت وقت) سے اجازت لینا شرط ہے جب کہ حضرت امام شافعی اور صاحبین یعنی حنفیہ کے حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے نزدیک اجازت شرط نہیں ہے۔

3073- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ، وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ.

⊛⊛ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص (کسی لاوارث) بنجر زمین کو آباد کرتا ہے، تو وہ اس کی ہوگی، اور کسی ظالم شخص کو (کسی دوسرے کی چیز پر قبضہ کرنے) کا حق حاصل نہیں ہوگا"۔

3074 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ وَذَكَرَ مِثْلَهُ، قَالَ: فَلَقَدْ خَبَّرَنِي الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَرَسَ أَحَدُهُمَا نَخْلًا فِي أَرْضِ الْآخَرِ، فَقَضَى لِصَاحِبِ الْأَرْضِ بِأَرْضِهِ، وَأَمَرَ صَاحِبَ النَّخْلِ أَنْ يُخْرِجَ نَخْلَهُ مِنْهَا، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهَا وَإِنَّهَا لَتُضْرَبُ أُصُولُهَا بِالْفُؤُوسِ، وَإِنَّهَا لَنَخْلٌ عُمٌّ، حَتَّى أُخْرِجَتْ مِنْهَا.

یحییٰ بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے گا، تو وہ اس کی ملکیت ہوگی"

راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، عروہ بیان کرتے ہیں: اس نے مجھے بتایا کہ دو آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مقدمہ لے کر حاضر ہوئے، ایک شخص نے دوسرے شخص کی زمین پر کھجوروں کے درخت لگائے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا: زمین زمین والے کی ملکیت ہوگی، اور آپ نے کھجوروں کے مالک شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ اس زمین سے اپنے کھجوروں کے درخت نکال لے، راوی کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ کھجور کے درختوں کی جڑوں پر کلہاڑی چلائی جا رہی تھی، حالانکہ وہ لمبے درخت تھے، یہاں تک کہ انہیں اس جگہ سے نکال دیا گیا۔

3075 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ مَكَانَ الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَكْثَرُ ظَنِّي أَنَّهُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ فَأَنَا رَأَيْتُ الرَّجُلَ يَضْرِبُ فِي أُصُولِ النَّخْلِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صحابی نے کہا، میرا غالب گمان یہی ہے کہ وہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تھے:

"میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ کھجور کی جڑوں پر (کلہاڑا) مار رہا تھا"

3076 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْآمُلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْأَرْضَ أَرْضُ اللَّهِ، وَالْعِبَادَ عِبَادُ اللَّهِ، وَمَنْ أَحْيَا مَوَاتًا فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ، جَاءَنَا بِهَذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ جَاءُوا بِالصَّلَوَاتِ عَنْهُ

عروہ بیان کرتے ہیں: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ زمین، اللہ کی زمین ہے، بندے اللہ کے بندے ہیں، جو شخص (کسی لاوارث) بنجر زمین کو آباد کرے گا، وہ اس کا زیادہ حق دار ہوگا، (راوی بیان کرتے

ہیں) ہم تک یہ روایت ان حضرات نے پہنچائی ہے، جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نمازوں کے احکام نقل کئے ہیں۔

3077 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَحَاطَ حَائِطًا عَلَى أَرْضٍ فَهِيَ لَهُ

٭٭ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی (لاوارث) زمین کو گھیر لے، تو وہ اس کی ملکیت ہو گی''۔

حاکم کی اجازت سے موات کا مالک بننے کا بیان

اور جس شخص نے حاکم کی اجازت کے ساتھ کسی زمین کو قابل انتفاع کر دیا ہے تو وہی اس کا مالک بن جائے گا۔ اور جب کسی شخص نے حاکم کی اجازت کے بغیر کسی زمین کو زندہ کیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ اس کا مالک بن سکے گا۔

صاحبین نے کہا ہے کہ وہ مالک بن جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے بھی کوئی زمین زندہ کی تو وہ اسی کی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ وہ مباح مال ہے جس کی جانب وہ پہل کرنے والا ہے پس وہی اس کا مالک بن جائے گا۔ جس طرح لکڑی اور شکار کا مسئلہ ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندے کیلئے وہی ہے جس کو اس کے امام کا دل پسند کرے۔ اور صاحبین کی روایت کردہ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ وہ اجازت کسی خاص قوم کیلئے تھی اس میں کوئی حکم شرعی نہیں ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ مال غنیمت ہے اور اونٹوں اور گھوڑوں کے دوڑانے میں یہ زمین مسلمانوں کو ملی ہے۔ پس حاکم کی اجازت کے سوا کسی بھی شخص کا اس زمین کے ساتھ حق خاص نہ ہوگا۔ جس طرح باقی غنائم کا حکم ہے اسی طرح اس کا حکم ہوگا۔ (ہدایہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا): جس نے بھی کوئی زمین زندہ کی تو وہ اسی کی ہے) مسند احمد اور امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، اسی معنی کی احادیث اور بھی وارد ہیں اور کچھ تو صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں۔

3078 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، قَالَ هِشَامٌ: الْعِرْقُ الظَّالِمُ: أَنْ يَغْرِسَ الرَّجُلُ فِي أَرْضِ غَيْرِهِ فَيَسْتَحِقَّهَا بِذَلِكَ قَالَ مَالِكٌ: وَالْعِرْقُ الظَّالِمُ كُلُّ مَا أُخِذَ وَاحْتُفِرَ وَغُرِسَ بِغَيْرِ حَقٍّ

٭٭ ہشام کہتے ہیں: ''عرق ظالم'' سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی زمین پر درخت لگائے اور پھر اس وجہ سے خود کو اس کا حق دار قرار دے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عرق ظالم'' سے مراد ہر وہ چیز ہے' جسے ناحق طور پر لیا جائے' یا وہاں کنواں کھودا جائے' یا درخت لگایا جائے۔

3079 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنِ الْعَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ

يَعْنِي ابْنَ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوكَ فَلَمَّا أَتَى وَادِي الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيقَةٍ لَهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: اخْرُصُوا فَخَرَصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ، فَقَالَ لِلْمَرْأَةِ: أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَيْنَا تَبُوكَ فَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكَسَاهُ بُرْدَةً وَكَتَبَ لَهُ - يَعْنِي - بِبَحْرِهِ، قَالَ: فَلَمَّا أَتَيْنَا وَادِي الْقُرَى، قَالَ لِلْمَرْأَةِ: كَمْ كَانَ فِي حَدِيقَتِكِ؟ قَالَتْ: عَشَرَةَ أَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادی قریٰ میں تشریف لائے، تو وہاں ایک خاتون اپنے باغ میں موجود تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم اس کی پیداوار کا اندازہ لگاؤ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اندازہ لگایا کہ اس کی پیداوار دس وسق ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے فرمایا: اس کی جو پیداوار ہوگی، تم اسے شمار کر لینا، پھر ہم تبوک آ گئے، وہاں ایلہ کے حکمران نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سفید خچر تحفے کے طور پر پیش کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک چادر پہننے کے لیے دی اور اس کے لیے یہ تحریر لکھ دی کہ اس کا علاقہ اس کے پاس رہے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب ہم واپس آ رہے تھے تو ہم وادی قریٰ میں پہنچے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے دریافت کیا کہ تمہارے باغ کی پیداوار کتنی ہوئی؟ اس نے عرض کی: دس وسق' یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازے کے مطابق تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مدینہ منورہ جلدی پہنچنا چاہتا ہوں' تو جو شخص میرے ساتھ جانا چاہتا ہے' وہ جلدی کرے۔

3080 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ كُلْثُومٍ، عَنْ زَيْنَبَ، أَنَّهَا كَانَتْ تَفْلِي رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ امْرَأَةُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَنِسَاءٌ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ وَهُنَّ يَشْتَكِينَ مَنَازِلَهُنَّ أَنَّهَا تَضِيقُ عَلَيْهِنَّ، وَيُخْرَجْنَ مِنْهَا فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ تُوَرَّثَ دُورَ الْمُهَاجِرِينَ النِّسَاءُ، فَمَاتَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَوَرِثَتْهُ امْرَأَتُهُ دَارًا بِالْمَدِينَةِ

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو صاف کر رہی تھیں، اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور کچھ مہاجر خواتین بیٹھی ہوئی تھیں، جو اپنے گھروں کی شکایت کر رہی تھیں کہ وہ گھر ان کے لیے تنگ ہیں انہیں ان میں سے نکال دیا جاتا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: مہاجرین کے گھر ان کی بیویوں کو وراثت میں دیئے جائیں گے۔

3079- اسناده صحيح. عمرو بن يحيى: هو ابن عمارة المازني. واخرجه البخاري (1481)، ومسلم (1392)، وبإثر (2281) من طريق عمرو ابن يحيى، به. وهو في "مسند احمد" (23604)، و"صحيح ابن حبان" (4503) و (6501).

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو ان کی اہلیہ مدینہ میں موجود ان کے گھر کی وارث بنی تھیں۔

شرح

اور اس زمین میں عشر واجب ہے کیونکہ مسلمان پر ابتدائی طور پر خراج کو مقرر کر دینا جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ جب اس زمین کو خراجی پانی کے ساتھ سیراب کیا گیا ہے۔ کیونکہ اب خراج کو باقی رکھنا یہ پانی کے اعتبار سے ہے۔

اور جب کسی شخص نے زمین کو زندہ کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دیا ہے اور کسی دوسرے بندے نے اس میں زراعت کر لی تو اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ دوسرا بندہ اس کا زیادہ حقدار ہے کیونکہ پہلا آدمی اس زمین کی پیداوار کا نہ مالک ہے اور نہ ہی اس کی ذاتی ملکیت کا مالک ہے کیونکہ وہ تو چھوڑ چکا ہے۔ پس دوسرا بندہ ہی اس کا حقدار بن جائے گا۔ مگر اس میں زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ دوسرا آدمی پہلے بندے سے واپس لے۔ کیونکہ زندہ کرنے کے سبب وہ اس کا مالک بن چکا ہے۔

جس طرح حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں اضافت لام تملیک کے ساتھ ہے۔ پس اس زمین کو چھوڑ دینے کے باوجود زندہ کرنے والے شخص کی ملکیت ختم نہ ہوگی۔ اور اسی طرح جب کسی بندے نے زمین کو زندہ کیا اور اس کے بعد اس احیاء نے اس زمین کی چاروں اطراف کو یکے بعد دیگرے چار بندوں کی جانب سے احاطہ کر لیا ہے تو امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ پہلے بندے کیلئے راستہ چوتھے شخص کی زمین سے ہوگا۔ کیونکہ وہی زمین اس کی راہ کیلئے متعین ہو چکی ہے۔ اگرچہ چوتھے آدمی نے اس کا حق باطل کرنے کا ارادہ رکھا ہو۔ (ہدایہ)

اور عموی فقہاء امصار کہتے ہیں کہ موات وہ بے آباد زمین کسی کے آباد کرنے سے ملکیت میں آ جاتی ہے، اگرچہ فقہاء نے شروط میں اختلاف کیا ہے، لیکن حرم اور میدان عرفات کی بے آباد زمین آباد کرنے سے بھی ملکیت میں نہیں آ سکتی۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ایسا کرنے سے مناسک حج کی ادائیگی میں تنگی ہوگی اور وہاں پر لوگوں کی جگہوں پر قابض ہونا برابر ہے۔

احیاء ارض یعنی زمین کی آبادکاری مندرجہ ذیل امور سے حاصل ہوگی۔

اول: جب کوئی زمین کے ارد گرد چاردیواری کر لے جو کہ عادتا معروف تو اس نے اسے آباد کر لیا اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جس نے زمین پر چاردیواری کر لی وہ اسی کی ہے) مسند احمد، سنن ابوداود، اور ابن الجارود رحمہ اللہ تعالی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اس کے علاوہ سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ چاردیواری سے ملکیت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اور چاردیواری کی مقدار وہ ہوگی جو لغت میں دیوار معروف ہے لیکن اگر اس نے کسی بے آباد زمین کے گرد پتھر یا پھر مٹی اکٹھی کی یا چھوٹی سی دیوار بنا لی جو اس سے آگے روک بھی نہ لگا سکے یا پھر کسی نے زمین کے گرد خندق کھود لی تو اس سے وہ اس کی ملکیت نہیں بن سکتی۔

لیکن اس کی وجہ سے وہ اسے آباد کرنے کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہوگا اس لیے کہ اس نے اسے آباد کرنا شروع کر دیا ہے۔

دوم: اگر کسی نے بے آباد زمین میں کنواں کھود لیا اور پانی نکل آیا تو اس نے بھی اس زمین کو آباد کر لیا، لیکن اگر وہ کنواں کھودتا

ہے اور پانی تک نہیں پہنچتا تو اس کی بنا پر وہ اس کا مالک نہیں بن سکتا، بلکہ وہ اسے اس کے احیاء کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہے، اس لیے کہ اس نے احیاء کی ابتدا کر لی ہے۔

سوم: جب اس نے اس بے آباد زمین میں کسی چشمے یا پھر نہر کا پانی پہنچا دیا تو اس نے اس کی وجہ سے اس زمین کا احیاء کر لیا، اس لیے کہ زمین کے لیے پانی دیوار سے زیادہ نفع مند ہے۔

چہارم: جب کسی نے زمین میں کھڑے ہونے والے پانی کو اس سے روک دیا جس پانی کے کھڑے ہونے کی بنا پر وہ کاشت کے قابل نہیں رہتی تھی، وہ پانی وہاں سے روک دیا حتی کہ وہ کاشت کے قابل ہو گئی تو اس نے زمین کا احیاء کر لیا۔ اس لیے کہ یہ کام زمین کے لیے ملکیت کی دلیل میں مذکور دیوار سے بھی زیادہ نفع مند ہے۔

اور کچھ علماء کرام کہتے ہیں کہ بنجر زمین کا احیاء صرف انہی امور پر موقوف نہیں بلکہ اس میں عرف کا اعتبار ہوگا جسے عرف عام میں لوگ احیاء شمار کریں گے اس کی بنا پر وہ زمین کا مالک بھی بنے گا۔

ائمہ حنابلہ اور دوسروں نے یہی مسلک اختیار کیا ہے اس لیے کہ شرع نے ملکیت کی تعلیق لگاہ ہے اور اسے بیان نہیں کیا تو اس طرح عرف عام میں جسے احیاء کہا جائے اسی کی طرف رجوع ہوگا۔

مسلمانوں کے امام اور امیر یا خلیفہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بنجر زمین کسی کو دے دے تاکہ وہ اسے آباد کرے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو عقیق میں جاگیر عطا کی تھی اور وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو حضر موت میں عطا کی اور اسی طرح عمر اور عثمان اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو عطا کی تھی۔

لیکن صرف جاگیر مل جانے سے ہی وہ مالک نہیں بن جائے گا بلکہ وہ اس دوسرے سے زیادہ حقدار ہے لیکن جب اسے آباد اور اسکا احیاء کرے گا وہ اس کی ملکیت بن جائے گی اور اگر وہ اس کا احیاء اور اسے آباد نہ کر سکا تو خلیفہ یا امیر المسلمین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس سے واپس لے لے اور کسی دوسرے کو عطا کر دے جو اسے آباد کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

اس لیے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے جاگیر واپس لے لی تھی جو اسے آباد نہیں کر سکے تھے۔ اور جو کوئی بنجر زمین کے علاوہ کسی اور غیر مملوک چیز کی طرف سبقت لے جائے اور پہلے پہنچے مثلاً شکار یا جلانے والی لکڑی تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

اور اگر کسی کی زمین سے غیر ملکیت والا پانی گزرتا ہو مثلاً نہر یا وادی کا پانی تو سب سے اوپر والے یعنی پہلے کو حق حاصل ہے کہ وہ پہلے اپنی زمین کو سیراب کرے اور اس میں ٹخنوں تک پانی کھڑا کرے پھر اپنے بعد والے کو پانی بھیجے۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے): اے زبیر (رضی اللہ عنہ) تم اپنی زمین سیراب کرو اور پھر پانی کو دیوار (وہ رکاوٹ جو کھیتوں کے کنارے بنائی جاتی ہے) تک روکو) (صحیح بخاری اور صحیح مسلم)۔

اور عبدالرزاق نے معمر اور زہری رحمہم اللہ سے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (پھر تم پانی کو روکو حتی کہ وہ دیواروں تک آجائے) کا اندازہ لگایا اور اسے ماپا تو وہ ٹخنوں تک تھا۔

یعنی جو کچھ قصہ میں بیان ہوا ہے اس کو مایا تو انہوں نے وہ پانی ٹخنوں تک پہنچتے ہوئے پایا، تو انہوں نے اسے معیار بنا دیا کہ پہلے کا اتنا ہی حق ہے اور پھر اس کے بعد والے کا بھی اتنا ہی۔

عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیل مھزور میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ (سیل مھزور مدینہ کی ایک وادی کا نام ہے)

سب سے پہلے والا پانی کو ٹخنوں تک روکے اور پھر اپنے بعد والے کی زمین میں چھوڑ دے۔ (سنن ابوداود وغیرہ) لیکن اگر پانی ملکیت والی ہو تو پھر ان سب مشترکین کے درمیان ان کی املاک کے حساب سے تقسیم ہوگا اور ہر ایک اپنے حصہ میں جو چاہے تصرف کرسکتا ہے۔

اور امام المسلمین کو حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کے بیت المال مواشیوں کے لیے ایک چراگاہ مقرر کر لے جس میں کوء اور نہ چرائے مثلاً جہاد کے لیے تیار گھوڑے، اور صدقہ زکاۃ کے اونٹ وغیرہ، اگر مسلمانوں کو اس سے تنگی نہ ہوتی ہو۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے النقیع نامی چراگاہ کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے مقرر اور خاص کیا تھا۔

اور امام المسلمین کے لیے جائز ہے کہ وہ بے آباد زمین کی گھاس کو زکاۃ کے اونٹوں اور مجاہدین کے گھوڑوں اور جزیہ کے جانوروں کے لیے خاص کر دے اگر اس کی ضرورت محسوس ہو اور مسلمانوں کو اس میں تنگ نہ کرے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّخُولِ فِي أَرْضِ الْخَرَاجِ

باب: خراج کی زمین میں داخل ہونا

3081 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عِيسَى يَعْنِي ابْنَ سُمَيْعٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ، عَنْ مُعَاذٍ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ عَقَدَ الْجِزْيَةَ فِي عُنُقِهِ، فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۞ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص جزیہ کو ہار کے طور پر اپنے گلے میں ڈال لے، تو وہ اس چیز سے لاتعلق ہو جاتا ہے، جس پر نبی اکرم ﷺ گامزن تھے۔

3082 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ ابْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ، حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ قَيْسٍ، حَدَّثَنِي شَبِيبُ بْنُ نُعَيْمٍ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَخَذَ أَرْضًا بِجِزْيَتِهَا، فَقَدِ اسْتَقَالَ هِجْرَتَهُ، وَمَنْ نَزَعَ صَغَارَ كَافِرٍ مِنْ عُنُقِهِ فَجَعَلَهُ فِي عُنُقِهِ فَقَدْ وَلَّى الْإِسْلَامَ ظَهْرَهُ قَالَ: فَسَمِعَ مِنِّي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ لِي: أَشُبَيْبٌ حَدَّثَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِذَا قَدِمْتَ فَسَلْهُ فَلْيَكْتُبْ إِلَيَّ بِالْحَدِيثِ، قَالَ: فَكَتَبَهُ لَهُ. فَلَمَّا قَدِمْتُ سَأَلَنِي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ الْقِرْطَاسَ، فَأَعْطَيْتُهُ، فَلَمَّا قَرَأَهُ تَرَكَ مَا فِي يَدِهِ مِنَ الْأَرَضِينَ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا يَزِيدُ بْنُ خُمَيْرٍ الْيَزَنِيُّ لَيْسَ هُوَ صَاحِبُ شُعْبَةَ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کوئی زمین اس کے جزیہ کے عوض حاصل کرلے' تو اس نے اپنی ہجرت کو واپس کردیا' اور جو شخص کافر کی کم تر حیثیت کو اس کی گردن سے الگ کرکے اپنی گردن میں ڈال لے' تو اس نے اسلام کی طرف اپنی پشت کرلی''

راوی بیان کرتے ہیں: خالد بن معدان نے یہ روایت مجھ سے سنی' تو مجھ سے دریافت کیا: کیا شبیب نے یہ حدیث تمہیں بیان کی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو انہوں نے فرمایا: جب تم اُن کے پاس جاؤ' تو ان سے یہ درخواست کرنا کہ وہ یہ حدیث لکھ کر میری طرف بھیجیں، راوی کہتے ہیں: انہوں نے انہیں یہ حدیث لکھ کر بھیجی، جب میں ان کے پاس آیا' تو خالد بن معدان نے مجھ سے کاغذ مانگا' میں نے وہ انہیں دے دیا' جب انہوں نے یہ روایت پڑھی' تو انہوں نے وہ تمام زمین چھوڑ دی' جو ان کے قبضے میں تھی، یعنی اس وقت جب انہوں نے یہ حدیث سن لی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ راوی یزید بن خمیر یزنی ہے، یہ شعبہ کا شاگرد نہیں ہے۔

کنوئیں کا حریم اسی کے لیے ہونے کا بیان

جب کسی بندے نے جنگل میں کوئی کنواں کھودا ہے تو کنوئیں کا حریم اسی کیلئے ہوگا۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب اس شخص نے موات زمین میں حاکم کی اجازت کے ساتھ کنواں کھودا ہے۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ اس میں حاکم کی اجازت ہو یا نہ ہو کیونکہ کنوئیں کو کھودنا یہ زمین کو زندہ کرنا ہے۔

اور جب وہ کنواں پانی پلانے کی غرض سے ہے تو اس کا حریم یعنی گرد ونواح چالیس گز ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس بندے نے کنوئیں کو کھودا ہے اس کے گرد ونواح میں چالیس گز اس کیلئے ہے۔ جو اس کے جانوروں کو پانی پلانے کیلئے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر جانب سے چالیس گز ہے اور صحیح بھی اسی طرح ہے کہ ہر جانب سے چالیس گز ہو۔ کیونکہ زمینوں میں نرمی ہوتی ہے اور پانی اسی کنوئیں کی جانب لوٹ کر چلا جائے گا۔

اور جو کنواں سے اس کم کھودا گیا ہے اور اگر وہ کنواں سیراب کرنے کیلئے کھودا گیا ہے تو اس کا حریم ساٹھ گز ہوگا اور یہ صاحبین کے نزدیک ہے جبکہ امام صاحب کے نزدیک یہاں بھی چالیس کا حکم ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چشمے کا حریم پانچ سو گز ہے اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہے اور بئیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہے کیونکہ اس سے سیراب ہونے کیلئے کبھی کبھی چلانے میں جانور کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات رسی لمبی کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ بئیر عطن یہ ہاتھ سے پانی پینے کیلئے ہے کیونکہ اس میں ضرورت کم ہے پس فرق ضروری ہو گا۔ (ہدایہ)

اگر موات زمین میں کوئی کنواں کھدوایا گیا ہو تو اس زمین کو آباد کرنیوالے کو یہ حق نہیں پہنچے گا کہ وہ اس کنویں سے پانی لینے سے لوگوں کو منع کرے کیونکہ آباد کرنے کی وجہ سے جس طرح وہ زمین اس ملکیت میں آگئی ہے اس طرح اس کنویں کا پانی اس کی

ملکیت نہیں آیا ہے اگر وہ کسی ایسے شخص کو منع کرے گا جو اس کنویں سے خود پانی پینا چاہتا ہے یا اپنے جانور کو پلانا چاہتا ہے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں خود اس کی یا اس کے جانور کی ہلاکت کا خدشہ ہے تو اسے اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ زبردستی اس کنویں سے پانی حاصل کرے چاہے اس مقصد کے لئے اس کو لڑنا ہی کیوں نہ پڑے اور اس لڑائی میں ہتھیار استعمال کرنے کی نوبت کیوں نہ آ جائے۔ کنواں بے شک کسی کی ذاتی ملکیت ہوسکتا ہے مگر اس کنویں کا پانی کنویں والے کی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر شخص کے لئے مباح ہوتا ہے بخلاف اس پانی کے جو کسی نے اپنے برتن یا سن میں بھر لیا ہو کہ وہ ذاتی ملکیت ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص پیاس کی شدت سے بے حال ہوا جا رہا ہو اور اس شخص سے وہ پانی مانگے جو اس نے اپنے برتن یا سن میں بھر رکھا ہو اور وہ پانی دینے سے انکار کر دے تو اس پیاسے کو یہ حق ہوگا کہ لڑ جھگڑ کر اس سے پانی حاصل کرلے بشرطیکہ پانی نہ ملنے کی صورت میں جان چلی جانے کا خدشہ ہو اور وہ لڑائی میں کسی ہتھیار وغیرہ کا استعمال نہ کرے یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص بھوک کی وجہ سے مرا جا رہا ہو اور کسی کھانے والے سے کھانا مانگے اور وہ کھانا نہ دے تو اسے حق ہوتا ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے اس سے لڑ جھگڑ کر کھانا حاصل کرے مگر اسکو لڑائی میں ہتھیار وغیرہ استعمال کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہوتی۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کنویں سے پانی نہ لینے دے تو اس بارے میں زبردستی پانی حاصل کرنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ کنویں والے سے بغیر ہتھیار استعمال کئے لڑے جھگڑے اور اس کی اجازت بھی اس لئے ہے کہ کسی کو پانی جیسی خدا کی عام نعمت سے روکنا گناہ کا ارتکاب کرنا ہے اور یہ لڑ جھگڑ کر پانی حاصل کرنا اس کے حق میں تعزیر سزا کے قائم مقام ہوگا۔

بَابٌ فِي الْأَرْضِ يَحْمِيهَا الْإِمَامُ أَوِ الرَّجُلُ

باب: وہ زمین، جسے حکمران یا کسی شخص نے چراگاہ (کے طور پر مخصوص کرلیا ہو)

3083 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سعد بن جثامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص ہے"

ابن شہاب کہتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "نقیع" نامی جگہ کو چراگاہ کے لیے مخصوص کیا تھا۔

3084 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ، وَقَالَ: لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت سعد بن جثامہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیع کو چراگاہ قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا: "چراگاہ صرف اللہ کے لیے ہے"

شرح

حمی (حا کے زیر کے ساتھ) اس زمین چراہ گاہ کو کہتے ہیں جس میں جانوروں کے لئے گھاس روکی جاتی ہے اور اس میں کسی دوسرے کے جانوروں کو چرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی چراگاہ کو صرف اپنے جانوروں کے لئے مخصوص کرلیا جائے اور اس میں دوسرے کے جانوروں کے چرنے پر پابندی عائد کردی جائے۔ اس حکم کی ضرورت یوں پیش آئی کہ زمانہ جاہلیت میں یہ معمول تھا کہ جس زمین میں گھاس اور پانی ہوتا اسے عرب کے سردار اپنے جانوروں کے لئے اپنی مخصوص چراگاہ بنالیتے تھے جس میں ان کے علاوہ دوسروں کے جانوروں کو چرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں کام آنیوالے گھوڑوں اور اونٹوں نیز زکوۃ میں آئے ہوئے جانوروں کے لئے ایسی مخصوص چراگاہیں قائم کرنے کی اجازت عطاء فرمادی تھی۔ لیکن اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی حاکم وسردار کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی چراگاہ کو اپنے لئے یا کسی اور کے لئے مخصوص کردے۔

اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ کسی فرد کے لئے نہیں بلکہ اکثر مسلمانوں کے لئے کسی چراگاہ کو مخصوص کرنا بھی ناجائز ہے یا یہ جائز ہے؟ چنانچہ بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے گھوڑوں اور اونٹوں نیز زکوۃ میں آنیوالے جانوروں کے لئے چراگاہ کو مخصوص کرنے کی اجازت دیدی تھی لیکن بعض دوسرے حضرات اس کو بھی ناجائز کہتے ہیں بشرطیکہ اکثر مسلمانوں کے لئے کسی چراگاہ کو مخصوص کردینا اہل شہر کی تکلیف وپریشانی کا باعث ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّكَازِ وَمَا فِيهِ

باب: رکاز اور اس میں جو ہوتا ہے، اس کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

3085 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"رکاز (دفینہ) میں خمس لازم ہوگا"

3086 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: الرِّكَازُ: الْكَنْزُ الْعَادِيُّ

3085-اسنادہ صحیح. ابو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف الزهری، وسفیان: هو ابن عیینة. واخرجه البخاری (1499) و (6912)، ومسلم (1710)، وابن ماجه (2509)، والترمذی (647) و (1432) و (1433)، والنسائی (2495) و (2496) من طریق الزهری، به. واخرجه البخاری (2355) و (6913)، ومسلم (1710)، والنسائی (2496) من طرق عن ابی هریرة. وهو فی "مسند احمد" (7120) و (7254)، و "صحیح ابن حبان" (6005).

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رکاز'' سے مراد (کھنڈر سے ملنے والا) دفینہ ہے۔

3087 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا الزَّمْعِيُّ، عَنْ عَمَّتِهِ قُرَيْبَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ أُمِّهَا كَرِيمَةَ بِنْتِ الْمِقْدَادِ، عَنْ ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهَا قَالَتْ: ذَهَبَ الْمِقْدَادُ لِحَاجَتِهِ بِبَقِيعِ الْخَبْخَبَةِ فَإِذَا جُرَذٌ يُخْرِجُ مِنْ جُحْرٍ دِينَارًا، ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُخْرِجُ دِينَارًا دِينَارًا، حَتَّى أَخْرَجَ سَبْعَةَ عَشَرَ دِينَارًا، ثُمَّ أَخْرَجَ خِرْقَةً حَمْرَاءَ - يَعْنِي - فِيهَا دِينَارٌ. فَكَانَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَهَبَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخْبَرَهُ وَقَالَ لَهُ: خُذْ صَدَقَتَهَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ هَوَيْتَ إِلَى الْجُحْرِ؟ قَالَ: لَا. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهِ

سیدہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مقداد کسی کام کے سلسلے میں ''بقیع خبخبہ'' گیا، وہاں ایک چوہا ایک سوراخ میں سے، ایک دینار نکال رہا تھا، وہ ایک، ایک کر کے دینار نکالتا رہا، یہاں تک کہ اس نے سترہ دینار نکال دیے، پھر اس نے سرخ رنگ کا ایک کپڑا نکالا، اس میں بھی ایک دینار تھا، تو یہ اٹھارہ دینار ہو گئے، وہ انہیں لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا صدقہ وصول کر لیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: کیا تم نے سوراخ کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں ان میں برکت نصیب کرے''

رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اگر جانور کسی کو زخمی کر دے تو معاف ہے اگر کنواں کھدوانے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے اگر کان کھدوانے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 295)

کوئی جانور یعنی گھوڑا، بیل اور بھینس وغیرہ اگر کسی شخص کو زخمی کر دے کوئی چیز ضائع کر دے یا کسی کو جان ہی سے مار ڈالے اور اس موقع پر جانور کے ساتھ کوئی یعنی اس کا مالک وغیرہ نہ ہو اور یہ کہ دن کا وقت ہو تو جانور کا زخمی کرنا یا کسی چیز کو ضائع کر دینا معاف ہے یعنی اس کے مالک پر اس کا کوئی بدلہ اور جرمانہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر جانور اس حال میں کسی کو زخمی کرے یا کوئی چیز ضائع کر دے کہ اس پر کوئی سوار ہو یا اس کے ساتھ کوئی ہانکنے والا اور کھینچنے والا ہو تو ایسی صورت میں جانور کے مالک پر بدلہ اور جرمانہ واجب ہوگا کیونکہ اس میں کوتاہی اور لاپرواہی کو دخل ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی جانور رات کے وقت چھوٹ کر کسی کو زخمی کر دے یا کوئی چیز تلف کر دے تو اس کے مال پر اس کا تاوان آئے کیونکہ رات میں جانوروں کو باندھا جاتا ہے مگر اس نے جانور کو نہ باندھ کر لاپرواہی اور کوتاہی کا ثبوت دیا اس بارے میں مذکورہ حدیث اگرچہ عام ہے اور اس میں کوئی قید اور تخصیص نہیں ہے مگر دوسری احادیث اور دیگر دلائل کے پیش نظر مذکورہ قیود کو ذکر کیا گیا

ہے۔ والبیر جبار (اگر کنواں کھدواتے میں کوئی مرجائے تو معاف ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کنواں کھدوانا چاہتا ہے اور اس نے کنواں کھودنے کے لئے کسی مزدور کی خدمات حاصل کی ہیں اب اگر وہ مزدور کنواں کھودتے ہوئے گر کر یا دب کر مرجائے تو کنواں کھدوانے والے پر کوئی تاوان یعنی خون بہا وغیرہ واجب نہیں۔

اس طرح اگر کوئی شخص اپنی زمین میں یا کسی ایسی افتادہ زمین میں کہ جس کے مالک کا کوئی پتہ نہ ہو کنواں کھدوائے اور اس کنویں میں کوئی آدمی یا جانور گر کر مرجائے تو اس صورت میں بھی اس پر کوئی تاوان نہیں آئے گا ہاں اگر کنواں راستے میں یا کسی دوسرے کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر کھدوایا جائے اور اس کنویں میں کوئی آدمی یا جانور گر کر مرجائے تو اس صورت میں کنوا کھودنے والے کے عاقلہ پر تاوان یعنی خون بہا واجب ہوگا یہی حکم اس شخص کے بارے میں لاگو ہوگا جو سونا چاندی، فیروزہ یا مٹی نکلوانے کے لئے زمین کے کسی حصے کو کھدوائے گا۔

عاقلہ کسے کہتے ہیں" عاقلہ" ایک فقہی اصطلاح ہے اس کے معنی مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ کسی شخص سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا ہے مثلاً وہ شکار پر بندوق چلاتا ہے اور اتفاق سے بغیر کسی قصد وارادہ کے اس کی گولی شکار کی بجائے کسی انسان کو ہلاک کر دیتی ہے یا مذکورہ بالا صورت کے مطابق کوئی شخص راستہ میں کنوا کھدوا دیتا ہے اور اس کنویں میں گر کر کوئی مرجاتا ہے تو جس شخص کی گولی سے کوئی خون ہو جائے یا جس شخص کے کھودے ہوئے کنویں میں کوئی گر کر مرجائے اس کے ساتھی اور رفیق" عاقلہ" کہلاتے ہیں فرض کیجئے وہ شخص فوج میں یا پولیس میں ملازم ہے تو اس کے ساتھی فوجی یا سپاہی عاقلہ کہلائیں گے اور اگر وہ کہیں ملازم نہ ہو تو پھر اس کے قبیلہ اور خاندان والے اس کے عاقلہ کہلائیں گے۔ عاقلہ پر تاوان کیوں؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غلطی تو اس شخص کی ہے مگر جرمانہ اور تاوان اس کے ساتھیوں یا اس کے اہل خاندان اور قبیلہ والوں پر کیوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس شخص سے کسی غلطی کا ارتکاب ہو گیا اور اس غلطی میں بھی اس کے قصد وارادہ کو کوئی دخل نہیں تھا تو اگر چہ اس پر کوئی جرمانہ کیوں نہ کر دیا جائے مگر ہو سکتا ہے کہ وہ اس غلطی پر پشیمان و نادم نہ ہو اور اس کی لاپرواہی اور کوتاہی آئندہ کسی اور بڑے حادثے کا ذریعہ بن جائے اس لئے ضروری ہوا کہ جرمانہ اور تاوان ان لوگوں پر لازم کیا جائے جو اس کے قریب رہنے والے ہوں اور اس سے متعلق ہوں تا کہ وہ اس پر پوری طرح کنٹرول کر سکیں اور آئندہ کے لئے اس سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہونے دیں۔

حدیث میں مذکور رکاز سے کیا مراد ہے؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں جس رکاز کا ذکر کیا گیا ہے اس سے کان (معدن) مراد ہے لیکن اہل حجاز" رکاز" سے زمانہ جاہلیت کے دفینے (زمین دوز کئے ہوئے خزانے) مراد لیتے ہیں جہاں تک حدیث کا ظاہر مفہوم اور اس کا سیاق وسباق ہے اس کے پیش نظر وہی معنی زیادہ مناسب اور بہتر معلوم ہوتے ہیں جو حضرت امام اعظم نے مراد لئے ہیں پھر یہ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی بھی" رکاز" کے اسی معنی کی وضاحت کرتا ہے چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب دریافت کیا گیا کہ رکاز وہ سونا اور چاندی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں اس کی تخلیق کے وقت ہی پیدا فرمایا ہے۔ کان میں سے نکلنے والی چیزوں کی قسمیں اس موقع پر یہ بھی جان لیجئے کہ جو چیزیں کان سے برآمد ہوتی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ چیزیں جو منجمد ہوں اور آگ میں ڈالنے سے نرم ہو جائیں نیز منقش کئے جانے کے قابل ہوں یعنی جو سکے وغیرہ ڈھالنے کے کام آسکتی ہوں جیسے سونا، چاندی، لوہا اور رانگا وغیرہ۔ (۲) وہ چیزیں جو منجمد نہیں ہوتیں جیسے پانی، تیل، رال اور گندھک وغیرہ۔ (۳) وہ چیزیں جو آگ میں ڈالنے سے نرم نہ ہوتی ہوں اور نہ سکے وغیرہ کے لئے ڈھالی جاسکتی ہوں جیسے پتھر، چونا، ہڑتال اور یاقوت وغیرہ، چنانچہ ان تینوں اقسام میں سے صرف پہلی قسم میں زکوۃ کے طور پر خمس یعنی پانچواں حصہ نکالنا واجب ہے اور اس کے لئے ایک سال گزرنا شرط نہیں ہے حضرت امام شافعی کے نزدیک معدنیات میں سے صرف سونے چاندی میں زکوۃ واجب ہوتی ہے دوسری معدنیات مثلاً لوہے، رانگ وغیرہ میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔

بَابُ نَبْشِ الْقُبُورِ الْعَادِيَّةِ يَكُونُ فِيهَا الْمَالُ

باب: ایسی پرانی قبریں کھودنا، جن میں مال موجود ہو

3088 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ بُجَيْرِ بْنِ أَبِي بُجَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ خَرَجْنَا مَعَهُ إِلَى الطَّائِفِ، فَمَرَرْنَا بِقَبْرٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ، وَكَانَ بِهٰذَا الْحَرَمِ يَدْفَعُ عَنْهُ، فَلَمَّا خَرَجَ أَصَابَتْهُ النِّقْمَةُ الَّتِي أَصَابَتْ قَوْمَهُ بِهٰذَا الْمَكَانِ، فَدُفِنَ فِيهِ، وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّهُ دُفِنَ مَعَهُ غُصْنٌ مِنْ ذَهَبٍ، إِنْ أَنْتُمْ نَبَشْتُمْ عَنْهُ أَصَبْتُمُوهُ مَعَهُ، فَابْتَدَرَهُ النَّاسُ فَاسْتَخْرَجُوا الْغُصْنَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت سنا، جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف کی طرف روانہ ہوئے اور ہمارا گزر ایک قبر کے پاس سے ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ ابورغال کی قبر ہے، جب تک یہ حرم کی حدود میں رہا، عذاب سے بچا رہا، جب یہ اس سے باہر نکلا تو اس جگہ پر اسے بھی اُس عذاب نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، جو اس کی قوم پر نازل ہوا تھا، تو اسے یہاں دفن کر دیا گیا، اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ٹہنی کو دفن کیا گیا تھا، اگر تم اس کی قبر اکھاڑو گے، تو اس کے ساتھ اس ٹہنی تک بھی پہنچ جاؤ گے''۔

تو لوگ تیزی سے اس کی طرف گئے اور انہوں نے وہ ٹہنی نکال لی۔

میت کی قبر کھودنے اور دوسری جگہ منتقل کرنے کا بیان

میت کو دفن کرنے کے بعد صرف درج ذیل صورتوں میں دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔

3088- واخرجه الطحاوی (3753)، وابن حبان (6198)، والطبرانی فی "الاوسط" (2787) و (8533)، والبيهقی 1564/، وابن عبد البر 14813/ من طريق روح بن القاسم، عن اسماعيل بن امية، به. واخرجه مرسلاً عبد الرزاق فی "تفسيره" 2322/، ومن طريقه الطبری فی "تفسيره" 2308/، واخرجه الطبری كذلک 2308/

جب اسے مغصوبہ (غصب شدہ) زمین میں دفن کیا گیا ہو۔
کفن مغصوب ہو۔
حق آدمی سے متعلق ہو مثلاً کسی کی قیمتی چیز اندر رہ گئی یا کسی زندہ شخص کا مال اس کے ہمراہ دفن ہو گیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورغال کی قبر اکھاڑنے کی اجازت دی کہ اس کے ساتھ سونے کی لاٹھی قبر میں دفن تھی۔
درج ذیل صورتوں میں قبر اکھاڑنے کی ممانعت ہے:
اگر میت کو قبلہ رخ دفن نہ کیا گیا۔
بائیں پہلو پر رکھا گیا۔
میت کا سر پاؤں کی طرف کر دیا گیا۔
غسل دیئے بغیر دفن کر دیا گیا اور قبر پر مٹی ڈال دی گئی۔
☆ اگر میت کو قبر میں قبلہ رخ نہیں رکھا گیا یا پیٹھ کے بل رکھا گیا یا بائیں پہلو لٹایا گیا۔ اگر اس پر مٹی ڈال دی گئی تو قبر نہ اکھاڑی جائے" مٹی ڈالنے سے پہلے غلطی کا ازالہ کرنا چاہئے۔ اگر چہ اینٹ وغیرہ اٹھانی پڑے۔ اس میں حنفیہ و مالکیہ متفق ہیں۔
(علامہ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص 535 طبع بیروت)
البدائع میں فرمایا: لان النبش حرام، اس لئے کہ قبر اکھاڑنا حرام ہے اور یہ اللہ کا حق ہے۔
فتح القدیر میں مصنف (ابن ہمام) نے فرمایا: مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس عورت کا بیٹا اس کی غیر موجودگی میں کسی دوسرے شہر میں دفن کیا گیا، اس سے صبر نہ ہوا اور بیٹے کی میت منتقل کرنے کا ارادہ کر لیا، یہ جائز نہیں۔
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ شام میں فوت ہوئے تھے اور ان کی میت وہاں سے اٹھا کر لائی گئی تھی، آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی اور فرمایا: بھائی اگر تیرا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو تیری میت یہیں یہاں (مدینہ منورہ) منتقل نہ کرتی اور جہاں فوت ہوا وہیں دفن کرتی۔
اس کے باوجود میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا گناہ نہیں۔
روایت ہے کہ یعقوب علیہ السلام مصر میں فوت ہوئے اور ان کی میت شام منتقل کی گئی۔ موسیٰ علیہ السلام ان کی میت طویل مدت کے بعد مصر سے شام لے گئے تاکہ ان کے جسم کی ہڈیاں ان کے آباء کرام کی ہڈیوں کے ساتھ ہوں۔۔۔۔ یونہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے چار فرسخ باہر فوت ہوئے اور لوگوں نے ان کی میت مدینہ منورہ منتقل کی۔
(علامہ ابن نجیم حنفی، البحر الرائق، ج2 ص 195 طبع مصر) (علامہ نظام الدین فتاویٰ عالمگیری ج1 ص 167 طبع کوئٹہ)
عموماً لوگوں نے دانستہ یا غیر دانستہ بعض قبریں اور مزارات راستوں پر تعمیر کر لئے ہیں۔ آبادی کے بڑھنے سے نئی ڈویلپمنٹ ضروری ہے۔ ان قبروں اور مزاروں کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے ضرورت و مجبوری ہے کہ کسی دوسری جگہ پر منتقل کیا جائے تاکہ عوامی مسئلہ بھی حل ہو اور حتی الامکان میت اور مقابر کا احترام و تقدس بھی پامال نہ ہو۔ متعدد مقامات پر بھاری مشینوں سے یہ کام کر دیا

گیا ہے اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں۔ آبادی بڑھنے سے سڑکوں کی توسیع ضروری ہوگئی ہے۔ جہاں یہ ضرورت وحاجت نہ ہو وہاں اس کی اجازت نہیں مگر جہاں مجبوری کی صورت ہے وہاں اس کی شرعاً اجازت ہے۔ دین میں تنگی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں اتارتے تو پڑھتے: بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رسول الله.

''اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کی مدد کے ساتھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر''۔

اور دوسری روایت میں ہے: وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُولِ الله.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر۔ (احمد، ابن ماجہ، ترمذی، ابوداؤد)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت (کی قبر) پر دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالی۔

وانہ رش علی قبر ابنہ ابراھیم ووضع علیہ حصباء.

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ارجمند سیدنا ابراہیم کی قبر مبارک پر پانی کا چھڑکاؤ فرمایا اور کنکر رکھے۔

(شرح السنہ، امام شافعی)

مدینہ منورہ میں دو گورکن تھے، وکان احدھما یلحد والآخر یشق۔۔۔ ایک لحد (بغلی) قبر کھودتا تھا اور دوسرا سیدھی (شق)۔۔۔ فجاء الذی یلحد فلحد للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ... لحد کھودنے والے نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحد کھودی۔ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج3:233 طبع بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

فلما ارادوا ان یقبروہ علیہ السلام نحوا السریر قبل رجلیہ فادخل من هناك.

''جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں اتارنا چاہا تو چارپائی سے پاؤں کی طرف سے جسم اقدس کو داخلِ قبر کیا''۔ (البدایہ ج3:235)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

جعل فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطیفۃ حمراء.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس میں سرخ رنگ کی مخملی چادر رکھی گئی تھی''۔ (احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ایضاً)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس میں سرخ رنگ کی چادر بچھائی گئی، جسے حضور پہنا کرتے تھے۔ یہ چادر یوم حنین کو ملی تھی کیونکہ زمین نمدار تھی۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج3 ص235 طبع بیروت)

فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں

قبر لحد (بغلی) مسنون ہے، نہ کہ شق (سیدھی)۔ ہاں زمین یا جگہ کا تقاضا ہو تو ضرورتاً جو ممکن ہے کرے۔ (عالمگیری)

ويدخل الميت مما يلي القبلة وذلك ان يوضع في جانب القبلة من القبر ويحمل الميت ويوضع في اللحد. فيكون الآخذ له مستقبل القبلة حالة الاخذ ويقول واضعه بسم الله وعلى ملة رسول الله ويوضع في القبر على جنبه الايمن مستقبل القبلة.

''میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے داخل کیا جائے۔یوں کہ قبر کی قبلہ کی طرف (چارپائی یا تابوت وغیرہ) رکھا جائے اور میت کو اٹھا کر لحد میں رکھ دیا جائے۔اس طرح میت کو پکڑنے والا، میت اٹھاتے وقت قبلہ رخ ہوگا اور لحد میں اتارتے وقت اٹھانے والا کہے: بِسْمِ اللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رسول الله. ''اللہ کے نام سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر'' قبر میں میت کو دائیں طرف قبلہ رخ رکھا جائے''۔ (ہدایہ مع فتح القدیر ج2 ص98 طبع سکھر)

وضعوه لجنبه ولا تكبوه لوجهه ولا تلقوه لظهره.

''میت کو قبر میں پہلو کے بل رکھیں نہ چہرہ کے بل اوندھا کریں، نہ پیٹھ کے بل لٹائیں''۔

(علامہ کاسانی، بدائع الصنائع ج1 ص319 طبع کراچی)

ويسن ان يوضع الميت في قبره على جنبه الايمن.

''میت کو قبر میں دائیں پہلو لٹانا سنت ہے''۔

فالسنه عندنا ان يدخل الميت من قبل القبلة وهو ان توضع الجنازة في جانب القبلة من القبر ويحمل منه الميت فيوضع في اللحد.

''ہمارے (احناف) کے نزدیک سنت یہ ہے کہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا جائے، یوں کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور (چارپائی) سے میت کو اٹھا کر لحد میں رکھ دیا جائے''۔

(امام علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج1 ص318 طبع کراچی)

كِتَابُ الْجَنَائِزِ

یہ کتاب جنائز کے بیان میں ہے

جنائز، جنازہ کی جمع ہے، لفظ جنازہ لغت کے اعتبار سے جیم کے زیر اور زبر دونوں کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے لیکن زیادہ فصیح جیم کے زیر کے ساتھ ہی ہے۔ جنازہ میت یعنی مردے کو جو تخت پر ہو کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ لفظ" جنازہ" یعنی جیم کے زبر کے ساتھ میت کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے اور جنازہ یعنی جیم کے زیر کے ساتھ تابوت اور اس تخت یا چارپائی کو کہتے ہیں جس پر مردہ کو رکھ کر اٹھاتے ہیں، بعض حضرات نے اس کے برعکس کہا ہے یعنی" جنازہ تابوت یا تخت کو کہتے ہیں اور جنازہ میت کو کہا جاتا ہے۔

بَابُ الْأَمْرَاضِ الْمُكَفِّرَةِ لِلذُّنُوبِ

باب: بیماریوں کا، گناہوں کا کفارہ ہونا

3089 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، يُقَالُ لَهُ: أَبُو مَنْظُورٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي، عَنْ عَامِرٍ الرَّامِ، أَخِي الْخَضِرِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ النُّفَيْلِيُّ: هُوَ الْخُضْرُ، وَلَكِنْ كَذَا قَالَ - قَالَ: إِنِّي لَبِبِلَادِنَا إِذْ رُفِعَتْ لَنَا رَايَاتٌ وَأَلْوِيَةٌ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا لِوَاءُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ تَحْتَ شَجَرَةٍ قَدْ بُسِطَ لَهُ كِسَاءٌ، وَهُوَ جَالِسٌ عَلَيْهِ، وَقَدِ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ أَصْحَابُهُ، فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ، فَذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ، ثُمَّ أَعْفَاهُ اللهُ مِنْهُ، كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ، وَمَوْعِظَةً لَهُ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ، وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيرِ، عَقَلَهُ أَهْلُهُ، ثُمَّ

3089- واخرجه تاما أو مختصراً ابن ابى الدنيا فى "حسن الظن بالله" (20)، وابن قانع فى "معجم الصحابة" /2362-237، وابن السكن كما فى "الاصابة" للحافظ /6063، والبيهقى فى "شعب الايمان" (7130)، وابن عبد البر فى "التمهيد" /5824، والبغوى فى شرح السنة" (1440)، وابن الاثير فى "اسد الغابة" /1213، والمزى فى ترجمة عامر الرامى من "تهذيب الكمال" /864-87 من طريق محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد. واخرجه البخارى معلقاً فى "التاريخ الكبير" /4466 عن اسماعيل بن ابى اويس، عن ابيه، عن محمد بن اسحق، حدثنى الحسن بن عمارة، عن ابى منظور، عن عمه، عن عامر الخضر الرام. قال الحافظ فى "الاصابة" /3:606 هذا يدل على وهم ابى اويس، او يكون ابن اسحاق سمعه من الحسن، عن ابى منظور. وفى باب ان الامراض والبلاء فيهما تكفير للذنوب عن عدد من الصحابة، منها: عن انس بن مالك عند الترمذى (2559)، وابن ماجه (4031)

أَرْسَلُوْهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوْهُ، وَلَمْ يَدْرِ لِمَ أَرْسَلُوْهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ حَوْلَهُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا الْأَسْقَامُ، وَاللهِ مَا مَرِضْتُ قَطُّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُمْ عَنَّا، فَلَسْتَ مِنَّا، فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ، وَفِي يَدِهِ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي لَمَّا رَأَيْتُكَ أَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَمَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيهَا أَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ، فَأَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِي كِسَائِي، فَجَاءَتْ أُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَأْسِي، فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ مَعَهُنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِي، فَهُنَّ أُولَاءِ مَعِي، قَالَ: ضَعْهُنَّ عَنْكَ فَوَضَعْتُهُنَّ، وَأَبَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لُزُوْمَهُنَّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: أَتَعْجَبُوْنَ لِرُحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا؟ قَالُوْا: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ، لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا، ارْجِعْ بِهِنَّ حَتّٰى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ.

⊛⊛ حضرت عامر رضی اللہ عنہ، جن کا تعلق خضر قبیلے سے ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ہم اپنے علاقے میں موجود تھے اسی دوران ہمارے سامنے بڑے اور چھوٹے جھنڈے آئے، میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ اللہ کے رسول کا جھنڈا ہے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک درخت کے نیچے موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چادر بچھادی گئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع تھے، میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"مومن کو جب کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے شفاء عطا کردیتا ہے، تو وہ بیماری اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور مستقبل کے لیے نصیحت بن جاتی ہے اور منافق جب بیمار ہوتا ہے اور اسے جب شفاء نصیب ہوتی ہے، تو اس کی مثال اس اونٹ کی طرح ہوتی ہے، جسے اس کے مالک نے باندھا ہوا ہو اور پھر کھول دے، اسے یہ پتا نہیں چلتا کہ اسے انہوں نے باندھا کیوں تھا اور اسے انہوں نے کھولا کیوں ہے"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! بیماریاں کیا ہیں؟ اللہ کی قسم! میں کبھی بیمار نہیں ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ، کیونکہ تمہارا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: ابھی ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، اس دوران ایک شخص آیا، اس نے چادر اوڑھی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جسے اس نے لپیٹا ہوا تھا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا، میرا گزر درختوں کے جھنڈ کے پاس سے ہوا، میں نے وہاں پرندوں کے بچوں کی آواز سنی، تو انہیں پکڑا، اور اپنی چادر میں رکھ دیا، ان کی ماں آئی اور میرے سر پر گھومنے لگی، میں نے اس کے لیے ان سے کپڑا ہٹایا' تو وہ بھی ان بچوں کے پاس کپڑے کے اندر آ گئی، میں نے انہیں اپنے کپڑے میں لپیٹ لیا، اب وہ میرے پاس ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو (راوی کہتے ہیں) میں نے انہیں چھوڑا لیکن ان کی ماں نے ان کے ساتھ رہنا چاہا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

اصحاب سے فرمایا: کیا تم پرندوں کی ماں کی ان پر شفقت پر حیران ہو رہے ہو؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں، یا رسول اللہ! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے اس سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، جتنی ان بچوں کی ماں ان پر رحم کرنے والی ہے، تم انہیں واپس لے جاؤ اور وہاں رکھ دو، جہاں سے تم نے انہیں اٹھایا تھا اور ان کی ماں کو بھی ان کے ساتھ لے جانا، تو وہ آدمی انہیں واپس لے گیا۔

3090 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْمِصِّيصِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ السُّلَمِيُّ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ - وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ، لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلَاهُ اللهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ، أَوْ فِي وَلَدِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ ابْنُ نُفَيْلٍ: ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذَلِكَ - ثُمَّ اتَّفَقَا - حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ تَعَالَى

ابراہیم بن مہدی سلمی اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا، جنہیں نبی اکرم ﷺ کا صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کسی بندے کا، اللہ کی بارگاہ میں، کوئی مقام طے ہو چکا ہو اور آدمی اپنے اعمال کی وجہ سے، وہاں تک نہ پہنچ سکتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم، یا مال، یا اولاد کے حوالے سے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے (اور اس کے اجر کے طور پر اُسے اس مقام پر فائز کر دیتا ہے)

ابن نفیل نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''پھر وہ اسے اس پر صبر کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے''

اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں:

''اللہ تعالیٰ اسے اس مقام تک پہنچا دیتا ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے، پہلے سے طے ہوتا ہے''

آزمائش اور مصائب ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیفوں کا بیان ہو رہا ہے جو مالی جسمانی اور اولاد پر مشتمل تھیں ان کے پاس بہت سے قسم قسم کے جانور تھے کھیتیاں باغات وغیرہ تھے اولاد بیویاں لونڈیاں غلام جائیدادا اور مال ومتاع سبھی کچھ اللہ کا دیا موجود تھا۔ اب جو رب کی

3090- حسن لغیرہ، وھذا اسناد ضعیف لجھالۃ محمد بن خالد ومن فوقہ. ابو الملیح: ھو الحسن بن عمر بن یحیی. واخرجہ ابن سعد /7 477، واحمد (22338)، وابن ابی الدنیا فی "المرض والکفارات" (39)، وابن ابی عاصم فی "الآحاد" (1416)، وابو یعلی (923)، والدولابی فی "الکنی" /271/1، والطبرانی فی "الکبیر" /22 (801) و (802)، وفی "الاوسط" (1085)، والبیھقی /3743 من طرق عن ابی الملیح الرقی، بھذا الاسناد. ویشھد لہ حدیث ابی ھریرۃ عند ابی یعلی (6095)، وابن حبان (2908)، والحاکم /3441،

طرف سے ان پر آزمائش آئی تو ایک سرے سے سب کچھ فنا ہوتا گیا یہاں تک کہ جسم میں جذام پھوٹ پڑا۔ دل وزبان کے سوا سارے جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا۔ یہاں تک کہ آس پاس والے کراہت کرنے لگے۔ شہر کے ایک ویران کونے میں آپ کو سکونت اختیار کرنی پڑی۔ سوائے آپ کی ایک بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے اور کوئی آپ کے پاس نہ رہا، اس مصیبت کے وقت سب نے کنارہ کرلیا۔

یہی ایک تھیں جو ان کی خدمت کرتی تھیں ساتھ ہی محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے، پھر صالح لوگوں کا پھر ان سے نیچے کے درجے والوں کا پھر ان سے کم درجے والوں کا۔ اور روایت میں ہے کہ ہر شخص کا امتحان اس کے دین کے انداز سے ہوتا ہے اگر وہ دین میں مضبوط ہے امتحان بھی سخت تر ہوتا ہے حضرت ایوب علیہ السلام بڑے ہی صابر تھے یہاں تک کہ صبر ایوب زبان زد عام ہے۔ یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی اہل وعیال مرگئے مال فنا ہوگیا کوئی چیز ہاتھ تلے نہ رہی آپ اللہ کے ذکر میں اور بڑھ گئے کہنے لگے اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے احسان کئے مال دیا اولاد دی اس وقت میرا دل بہت ہی مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو ان فکروں سے پاک کردیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا اگر میرا دشمن ابلیس تیری اس مہربانی کو جان لیتا تو وہ مجھ پر بہت ہی حسد کرتا ابلیس لعین اس قول سے اور اس وقت کی اس حمد سے جل بھن کر رہ گیا۔

آپ کی دعاؤں میں یہ بھی دعا تھی اے اللہ تو نے جب مجھے تو انگر اور اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور وتکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم ستم کیا۔ میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم وگرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادتوں میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا تیری رضامندی کی طلب میں میں اپنی راحت وآرام کو ترک کردیا کرتا۔ (ابن ابی حاتم)

سات سال تک کی مدت امتحان میں رہنے کا واقعہ

مدتوں تک آپ ان بلاؤں میں مبتلا رہے۔ حضرت حسن اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ بیماری میں مبتلا رہے بنو اسرائیل کے کوڑے پھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا۔ بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے پھر اللہ نے آپ پر رحم وکرم کیا تمام بلاؤں سے نجات دی اجر دیا اور تعریفیں کیں۔ وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ پورے تین سال آپ اس تکلیف میں رہے۔ سارا گوشت جھڑ گیا تھا۔ صرف ہڈیاں اور چمڑہ رہ گیا آپ دکھ میں پڑے رہتے تھے صرف ایک بیوی صاحبہ تھیں جو آپ کے پاس تھیں جب زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایک روز عرض کرنے لگیں کہ اے نبی اللہ علیہ السلام آپ اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اس مصیبت کو ہم پر سے ٹال دے۔

آپ فرمانے لگے ستر برس تک اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت وعافیت میں رکھا تو اگر ستر سال تک میں اس حالت میں رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے اس پر بیوی صاحبہ کانپ اٹھیں آپ شہر میں جاتیں، لوگوں کا کام کاج کرتیں اور جو ملتا وہ لے آتیں اور

آپ کو کھلاتیں پلاتیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو دوستوں کا شراب لے جانے کا واقعہ

آپ کے دو دوست اور دلی خیر خواہ دوست تھے انہیں فلسطین میں جا کر شیطان نے خبر دی کہ تمہارا دوست سخت مصیبت میں مبتلا ہے تم جاؤ ان کی خبر گیری کرو اور اپنے ہاں کی کچھ شراب اپنے ساتھ لے جاؤ وہ پلا دینا اس سے انہیں شفا ہو جائے گی چنانچہ یہ دونوں آئے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت دیکھتے ہی ان کے آنسو نکل آئے بلبلا کر رونے لگے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے یاد دلایا تو آپ خوش ہوئے انہیں مرحبا کہا وہ کہنے لگے اے جناب آپ شاید کچھ چھپاتے ہوں گے اور ظاہر اس کے خلاف کرتے ہوں گے؟ آپ نے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں کیا چھپاتا تھا اور کیا ظاہر کرتا تھا میرے رب نے مجھے اس میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بے صبری؟ وہ کہنے لگے اچھا ہم آپ کے واسطے دوا لائے ہیں آپ اسے پی لیجئے شفا ہو جائے گی یہ شراب ہے۔

ہم اپنے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمانے لگے تمہیں شیطان خبیث لایا ہے تم سے کلام کرنا تمہارا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے بچے کی ٹکیاں واپس بھیج دیں

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ایک گھر والوں کی روٹیاں پکائیں ان کا ایک بچہ سویا ہوا تھا تو انہوں نے اس بچے کے حصے کی ٹکیا انہیں دے دی یہ لے کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں آپ نے کہا یہ آج کہاں سے لائیں؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔

آپ نے فرمایا ابھی ابھی واپس جاؤ ممکن ہے بچہ جاگ گیا ہو اور اسی ٹکیا کی ضد کرتا ہو اور رو رو کر سارے گھر والوں کو پریشان کرتا ہو۔ آپ روٹی واپس لے کر چلیں ان کی ڈیوڑھی میں بکری بندھی ہوئی تھی اس نے زور سے آپ کو ٹکر ماری آپ کی زبان سے نکل گیا دیکھو ایوب کیسے غلط خیال والے ہیں۔ پھر اوپر گئیں تو دیکھا واقعی بچہ جاگا ہوا ہے اور ٹکیا کے لئے مچل رہا ہے اور گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ دیکھ کر بیساختہ زبان سے نکلا کہ اللہ ایوب پر رحم کرے، اچھے موقعہ پر پہنچی۔ ٹکیا دے دی۔ اور واپس لوٹیں راستے میں شیطان بہ صورت طبیب ملا اور کہنے لگا کہ تیرے خاوند سخت تکلیف میں ہیں مرض پر مدتیں گزر گئیں تم انہیں سمجھاؤ فلاں قبیلے کے بت کے نام پر ایک مکھی مار دیں شفاء ہو جائے گی پھر توبہ کر لیں۔

جب آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو ان سے یہ کہا آپ نے فرمایا شیطان خبیث کا جادو تجھ پر چل گیا۔ میں تندرست ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔

سر کے بال بیچ کر خاوند کیلئے کھانا لانے کا واقعہ

ایک دن آپ حسب معمول تلاش معاش میں نکلیں گھر گھر پھر آئیں کہیں کام نہ لگا مایوس ہو گئیں شام کو پلٹتے وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی بھوک کا خیال آیا تو آپ نے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک امیر لڑکی کے ہاتھ فروخت کر دی اس نے آپ کو

بہت کچھ کھانے پینے کا اسباب دیا۔ جسے لے کر آپ آئیں حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا یہ آج اتنا سارہ اور اتنا اچھا کھانا کیسے مل گیا؟ فرمایا میں نے ایک امیر گھر کا کام کر دیا تھا۔ آپ نے کھالیا دوسرے روز بھی اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور آپ نے اپنے بالوں کی دوسری لٹ کاٹ کر فروخت کر دی اور کھانا لے آئیں آج بھی یہی کھانا دیکھ کر آپ نے فرمایا واللہ میں ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتا دے کہ کیسے لائی؟ اب آپ نے اپنا دوپٹہ سر سے اتار دیا دیکھا کہ سر کے بال سب کٹ چکے ہیں اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے ضرر پہنچا اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔

حضرت نوف کہتے ہیں کہ جو شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کے پیچھے پڑا تھا اس کا نام مسبوط تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ عموما آپ سے عرض کیا کرتی تھیں کہ اللہ سے دعا کرو۔ لیکن آپ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن بنواسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے نکلے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے اس شخص کو یہ تکلیف ضرور کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے اس وقت بیساختہ آپ کی زبان سے یہ دعا نکل گئی۔

دکھیے کا درد دکھیے جانے کی سبق آموز مثال

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کہ دو بھائی تھے ایک دن وہ ملنے کے لئے آئے۔ لیکن جسم کی بدبو کی وجہ سے قریب نہ آسکے دور ہی سے کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اس شخص میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں نہ ڈالتا اس بات نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وہ صدمہ پہنچایا جو آج تک آپ کو کسی چیز سے نہ ہوا تھا اس وقت کہنے لگے اللہ کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گزری کہ کوئی بھوکا شخص میرے علم میں ہو اور میں نے پیٹ بھر لیا ہو پروردگار اگر میں اپنی اس بات میں تیرے نزدیک سچا ہوں تو میری تصدیق فرما۔ اسی وقت آسمان سے آپ کی تصدیق کی گئی تھی اور وہ دونوں سن رہے تھے۔ پھر فرمایا کہ پروردگار کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے پاس ایک سے زائد کپڑے ہوں اور میں نے کسی ننگے کو نہ دیئے ہوں اگر میں اس میں سچا ہوں تو میری تصدیق آسمان سے کر۔ اس پر بھی آپ کی تصدیق ان کے سنتے ہوئے کی گئی۔

پھر یہ دعا کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے کہ اے اللہ میں تو اب سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ تو مجھ سے ان تمام مصیبتوں کو دور نہ کر دے جو مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ اور اس سے پہلے کہ آپ سر اٹھائیں تمام تکلیفیں اور بیماریاں دور ہو گئیں جو آپ پر اتری تھیں۔

اٹھارہ سال تک امتحان میں رہ کر صبر کرنے کا واقعہ

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس تک بلاؤں میں گھرے رہے پھر ان کے دو دوستوں کے آنے اور بدگمانی کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میری تو یہ حالت تھی کہ راستہ چلتے دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتا اور ان میں سے کسی کو قسم کھاتے سن لیتا تو گھر آ کر اس کی طرف سے کفارہ ادا کر دیتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے نام ناحق لیا ہو۔ آپ اپنی اس بیماری میں اس قدر نڈھال ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی صاحبہ ہاتھ تھام کر پاخانہ پیشاب کے لئے لے جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کو حاجت تھی آپ نے آواز دی لیکن انہیں آنے میں دیر لگی آپ کو سخت تکلیف ہوئی اسی

وقت آسمان سے ندا آئی کہ اے ایوب اپنی ایڑی زمین پر مارو اسی پانی کو پی بھی لو اور اسی سے نہا بھی لو اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل غریب ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی تندرستی کا لوٹ آنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جنت کا حلہ نازل فرمادیا جسے پہن کر آپ یکسو ہو کر بیٹھ گئے۔ جب آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں تو آپ سے پوچھنے لگیں اے اللہ کے بندے یہاں ایک بیمار بیکس بے بس تھے تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہوئے؟ کہیں انہیں بھیڑیئے نہ کھا گئے ہوں یا کتے نہ لے گئے ہوں؟ تب آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ بیمار ایوب میں ہی ہوں۔ بیوی صاحبہ کہنے لگی اے شخص تو مجھ دکھیا عورت سے ہنسی کر رہا ہے اور مجھے بنا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اللہ نے شفا دے دی اور یہ رنگ روپ بھی۔ آپ کا مال آپ کو واپس دیا گیا آپ کی اولاد وہی آپ کو واپس ملی اور ان کے ساتھ ہی ویسی ہی اور بھی وحی میں یہ خوشخبری بھی سنادی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ قربانی کرو اور استغفار کرو، تیرے اپنوں نے تیرے بارے میں میری نافرمانی کر لی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا فرمائی آسمان سے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں جنہیں لے کر آپ نے اپنے کپڑے میں جمع کرنی شروع کر دیں تو آواز دی گئی کہ اے ایوب کیا تو اب تک آسودہ نہیں ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ اے میرے پروردگار تیری رحمت سے آسودہ کون ہو سکتا ہے؟ پھر فرماتا ہے ہم نے اسے اس کے اہل عطا فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں وہی لوگ واپس کیے گئے۔ آپ کی بیوی کا نام رحمت تھا۔ یہ قول اگر آیت سے سمجھا گیا ہے تو یہ بھی دور از کار امر ہے اور اگر اہل کتاب سے لیا گیا ہے تو وہ تصدیق تکذیب کے قابل ہے چیز نہیں۔

ابن عساکر نے ان کا نام اپنی تاریخ میں "لیا" بتایا ہے۔ یہ منشا بن یوسف بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت "لیا" حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں جو شفیعہ کی زمین میں آپ کے ساتھ تھیں۔ مروی ہے کہ آپ سے فرمایا گیا کہ تیری اہل سب جنت میں ہیں تم کہو تو میں ان سب کو یہاں دنیا میں لا دوں اور کہو تو وہیں رہنے دوں اور دنیا میں ان کا عوض دوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی۔ پس آخرت کا اجر اور دنیا کا بدلہ دونوں آپ کو ملا۔ یہ سب کچھ ہماری رحمت کا ظہور تھا۔ اور ہمارے سچے عابدوں کے لئے نصیحت و عبرت تھی، آپ اہل بلا کے پیشوا تھے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ مصیبتوں میں پھنسے ہوئے لوگ اپنے لئے آپ کی ذات میں عبرت دیکھیں، بے صبری سے ناشکری نہ کرنے لگیں اور لوگ انہیں اللہ کے برے بندے نہ سمجھیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام صبر کا پہاڑ ثابت قدمی کا نمونہ تھے اللہ کے لکھے پر، اس کے امتحان پر انسان کو صبر و برداشت کرنی چاہیے نہ جانیں قدرت در پردہ اپنی کیا کیا حکمتیں دکھا رہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

بَابٌ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا فَشَغَلَهُ عَنْهُ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ

باب: جب کوئی آدمی (باقاعدگی سے) کوئی نیک عمل کرتا ہو اور پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے اسے انجام نہ دے سکے

3091- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ

اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّكْسَكِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ مَرَّةٍ، وَلَا مَرَّتَيْنِ يَقُولُ: إِذَا كَانَ الْعَبْدُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا، فَشَغَلَهُ عَنْهُ مَرَضٌ، أَوْ سَفَرٌ، كُتِبَ لَهُ كَصَالِحِ مَا كَانَ يَعْمَلُ، وَهُوَ صَحِيحٌ مُقِيمٌ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ نہیں، دو مرتبہ نہیں (بلکہ کئی مرتبہ) یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جب بندہ کوئی نیک عمل کرتا ہو اور پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے اسے انجام نہ دے پائے، تو اس کے لیے وہ عمل اسی طرح نوٹ کیا جاتا ہے، جس طرح اس زمانے میں نوٹ کیا جاتا تھا، جب وہ تندرست تھا، یا سفر کی حالت میں نہیں تھا"۔

نیک اعمال اور ان کے فضائل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کو کوئی کانٹا لگ جائے یا اس سے زیادہ کوئی تکلیف پہنچ جائے تو (اس تکلیف کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتے ہیں اور اس کا ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے خوشخبری ہو کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ بخار میری آگ ہے اس کو اپنے مومن بندہ پر دنیا میں مسلط کرتا ہوں تا کہ یہ قیامت کے دن کی آگ کے حصہ میں لگ جائے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل جنت میں ایک عورت کو نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا: ضرور دکھلایئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ سیاہ فام خاتون ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھ کو دورہ پڑتا ہے اور میرے کپڑے (اس دورہ کے درمیان) کھل جاتے ہیں، پس آپ میرے لئے اللہ سے دعا فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تو (اس تکلیف پر) صبر کرے تو تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ سے عافیت کی دعا کرتا ہوں کہ تجھے عافیت دے، اس نے عرض کیا کہ میں صبر کرتی ہوں مگر (یہ جو دورے کے درمیان) میرے کپڑے کھل جاتے ہیں اللہ پاک سے دعا فرما دیجئے کہ میرے کپڑے نہ کھلیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے (یہ) دعا فرما دی۔ (بخاری و مسلم)

بینائی چلے جانے پر اجر کا ملنا جبکہ ثواب کی اُمید رکھے اور صبر کرے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا فرماتے ہیں (یعنی اس کی بینائی جاتی رہتی ہے) اور وہ (اس پر) صبر کرتا ہے تو (اللہ تعالیٰ ان دونوں آنکھوں) کے عوض اس کو جنت عطا فرماتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہوگئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت فرمائی، جب میں اچھا ہو کر (گھر سے) نکلا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری آنکھوں میں تکلیف رہتی (یعنی آنکھیں اچھی نہ ہوتیں) تو تم کیا کرتے؟ میں نے عرض کیا کہ اگر میری آنکھوں میں تکلیف رہتی تو میں صبر کرتا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھتا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری آنکھوں میں تکلیف رہتی پھر تم صبر کرتے اور ثواب کی امید رکھتے تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرتے کہ تمہارا کوئی گناہ بھی باقی نہ ہوتا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم صبر کرتے اور ثواب کی امید رکھتے تو اللہ تعالیٰ ضرور تمہارے لئے جنت واجب فرما دیتے۔ (احمد و ابوداؤد)

مریض کے لئے کیا لکھا جاتا ہے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دو مرتبہ نہیں (بلکہ بہت سی مرتبہ) یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کوئی (نیک) عمل کرتا تھا (یعنی اس کا معمول تھا) پھر اس کو مرض یا سفر کی وجہ سے نہ کر سکا تو وہ نیک عمل جو وہ کیا کرتا تھا (اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جائے گا) جس طرح کہ وہ (اس نیک عمل کو) تندرستی کی حالت میں اور گھر پر مقیم ہوتے ہوئے کیا کرتا تھا۔ (بخاری)

بَابُ عِيَادَةِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کی عیادت کرنا

3092- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ، قَالَتْ: عَادَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضَةٌ، فَقَالَ: أَبْشِرِي يَا أُمَّ الْعَلَاءِ، فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يُذْهِبُ اللَّهُ بِهِ خَطَايَاهُ، كَمَا تُذْهِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

❀❀ سیدہ ام علاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں بیمار ہوگئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام علاء! تم یہ خوشخبری قبول کرو، جب کوئی مسلمان بیمار ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بیماری کی وجہ سے اس کے گناہوں کو یوں ختم کر دیتا ہے، جس طرح آگ سونے اور چاندی کے کھوٹ کو ختم کر دیتی ہے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ قیامت کے روز (بندہ سے) فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی؟ بندہ عرض کرے گا کہ" اے میرے رب! میں تیری عیادت کس طرح کرتا کہ تو تو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے (اور بیماری سے پاک ہے)" اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔" کیا تجھے معلوم نہیں ہوتھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے؟ اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی، کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اس بیمار بندہ کی عیادت کرتا تو مجھے (یعنی میری رضا) اس کے پاس پاتا۔

(پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا" اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟" بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں کھانا کس طرح کھلاتا تو تو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے (اور کسی چیز کا محتاج نہیں ہے)" اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے یاد نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندہ نے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اسے (یعنی اس کے ثواب کو) میرے پاس پاتا۔

(پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا) اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے مجھے پانی نہیں پلایا؟ بندہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار میں تجھے پانی کس طرح پلاتا؟ تو تو دونوں جہانوں کا پروردگار ہے (تجھے نہ پانی کی ضرورت اور نہ کسی اور چیز کی حاجت)؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندہ نے پانی مانگا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا، کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اسے (یعنی اس کے ثواب کو) میرے پاس پاتا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 7)

حدیث میں ذکر کی گئی تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت یعنی عیادت کرنے اور بعد کی دونوں صورتوں کا یہ فرق ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مریض کی عیادت کے بارہ میں تو یہ فرمائے گا کہ اگر تو مریض کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ جب کہ کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے بارہ میں فرمائے گا کہ اگر تو کھانا کھلاتا یا یہ کہ اگر تو پانی پلاتا تو اس کے ثواب کو میرے پاس پاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مریض کی عیادت کرنا بھوکے کو کھانا کھلانے اور پیاسے کو پانی پلانے سے افضل ہے۔

3093- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ بَشَّارٍ - عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْخَزَّازِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَشَدَّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟ قَالَ: أَيَّةُ آيَةٍ يَا عَائِشَةُ؟، قَالَتْ: قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: (مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ) (النساء: 123)، قَالَ: أَمَا عَلِمْتِ يَا عَائِشَةُ، أَنَّ الْمُؤْمِنَ تُصِيبُهُ النَّكْبَةُ، أَوِ الشَّوْكَةُ فَيُكَافَأُ بِأَسْوَإِ عَمَلِهِ وَمَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ: أَلَيْسَ اللَّهُ يَقُولُ: (فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا) (الانشقاق: 8)، قَالَ: ذَاكُمُ الْعَرْضُ، يَا عَائِشَةُ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے یہ پتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے سخت آیت کون سی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: عائشہ! وہ آیت کون سی ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

"جو شخص برائی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلہ دے گا"

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں پتا نہیں ہے کسی مسلمان کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے یا اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کو اس کے سب سے برے عمل کا بدلہ بنا دیا جاتا ہے اور (قیامت کے دن) جس سے حساب لیا جائے گا اسے عذاب بھی دیا جائے گا"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے؟

''تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد پیشی ہے، اے عائشہ! جس شخص سے حساب میں پوچھ گچھ کی جائے گی، اسے عذاب دیا جائے گا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کے یہ الفاظ ابن بشار کے نقل کردہ ہیں، وہ یہ کہتے ہیں: ابن ابوملیکہ نے ہمیں اس بارے میں حدیث بیان کی۔

برائی کے بدلے میں سزا ملنے کا بیان

(۱) سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عرب والوں نے کہا نہ ہم اٹھائے جائیں گے اور نہ ہم سے حساب بھی لیا جائے اور یہود ونصاری نے کہا لفظ آیت ''وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصری'' (البقرۃ آیت ۱۱۱) (اور) ''لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ'' (البقرۃ آیت ۸۰) تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ''لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتب من یعمل سوءا یجزبہ''

(۲) سعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر نے مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مسلمانوں میں اور اہل کتاب میں باہم گفتگو ہوئی مسلمانوں نے کہا ہم تم سے زیادہ ہدیت والے ہیں اہل کتاب نے کہا ہم تم سے زیادہ ہدایت والے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری ''لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتب'' تو مسلمان ان پر غالب آ گئے اس آیت کے ساتھ ''ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وھو مؤمن''

(۳) ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ نصاری اور اہل اسلام نے آپس میں فخر کیا اور ان لوگوں نے کہا کہ ہم تم سے افضل ہیں اور ان لوگوں نے کہا ہم تم سے افضل ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی'' لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتب''

(۴) عبد بن حمید وابن المنذر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ مسلمان اور اہل کتاب نے آپس میں فخر کیا اہل کتاب نے کہا ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اور ہم اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ قریب ہیں مسلمانوں نے کہا ہم اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ قریب ہیں ہمارے نبی نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور ہماری کتاب تمام کتابوں پر غالب ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لفظ آیت ''لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتب'' سے لے کر ''ومن احسن دینا'' تک (الآیہ) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دلیل کو دوسرے ادیان کی دلیل پر غالب قرار دیا۔

(۵) ابن جریر وابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ یہود ونصاری سے ملے یہود نے مسلمانوں سے کہا ہم تم سے بہتر ہیں ہمارا دین تمہارے سے پہلے ہے ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے ہمارے نبی

تمہارے نبی سے پہلے ہیں اور ہم دین ابراہیم پر ہیں اور ہرگز جنت میں یہودیوں کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا اور نصاری نے بھی اسی طرح کہا مسلمانوں نے کہا ہماری کتاب تمہاری کتاب کے بعد ہے ہمارے نبی تمہارے نبی کے بعد ہیں ہمارا دین تمہارے دین کے بعد ہے اور تم کو حکم دیا گیا ہے کہ تم ہمارے تابعداری کرو اور تم اپنے دین کو چھوڑ دو ہم تم سے بہتر ہیں ہم ابراہیم، اسماعیل اور اسحق کے دین پر ہیں اور ہرگز جنت میں داخل نہی ہوگا مگر جو ہمارے دین پر ہوگا اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ''لیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتب من یعمل سوءا یجزبہ'' پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ان پر فضیلت عطا فرمائی اور فرمایا لفظ آیت ''ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ وھو محسن واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا'' (النساء آیت ۱۰۹)

(۶) ابن جریر نے عبیدہ بن سلیمان کے طریق سے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دین والوں نے آپس میں جھگڑا کیا تورات والوں نے کہا ہماری کتاب پہلی کتاب ہے اور اس سے بہتر ہے اور ہمارے نبی سب نبیوں میں بہتر ہیں انجیل والوں نے بھی اسی طرح کہا اسلام والوں نے کہا کوئی دین نہیں سوائے اسلام کے ہماری کتاب نے ہر کتاب کو منسوخ کر دیا اور ہمارے نبی سب نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور ہم کو حکم دیا گیا کہ ہم اپنی کتاب پر عمل کریں اور تمہاری کتاب کے ساتھ ایمان لائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ''لیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتب من یعمل سوءا یجزبہ'' پھر دین والوں میں سے اختیار کر دیا اور اہل فضل کو فضیلت دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ''ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ وھو محسن''

(۷) ابن جریر وابن المنذر نے جویبر کے طریق سے ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دین والوں نے آپ میں فخر کیا یہود نے کہا ہماری کتاب بہترین کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت والی ہے اور ہمارے نبی زیادہ عزت والے ہیں اللہ کے ہاں جو موسیٰ ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تنہائی میں ملاقات کی اور ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔ نصاری نے کہا عیسیٰ آخری نبی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو تورات اور انجیل بھی دی اور اگر ان کو محمد ﷺ پالیتے تو ان کی تابعداری کرتے ہمارا دین تمام ادیان سے بہترین ہے۔ اور مجوس اور عرب کے کافروں نے بھی کہا کہ ہمارا دین تمام دینوں سے قدیمی اور بہترین دین ہے۔ مسلمانوں نے کہا محمد رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں اور رسولوں کے سردار ہیں اور قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے اور وہ تمام کتب کی امیر ہے اور اسلام سب دینوں سے بہتر ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار عطا فرمایا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی ''لیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتب من یعمل سوءا یجزبہ'' یعنی یہودی نصاری مجوسی اور عرب کے کفار کی پہلی جزا دی جائے گی اللہ کے مقابلہ میں کوئی ولی اور مددگار نہیں پائیں گے پھر اسلام کو ہر دین پر فضیلت دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ''ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ۔''

(۸) ابن جریر نے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ تورات والوں نے کہا ہماری کتاب بہتر کتاب ہے جو تمہاری کتاب سے پہلے نازل ہوئی اور ہمارے نبی نبیوں میں سب سے بہتر ہیں۔ انجیل والوں نے بھی اسی طرح کہا اسلام والوں

نے کہا ہماری کتاب نے ہر کتاب کو منسوخ کر دیا اور ہمارے نبی سب نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور تم کو اور ہم کو حکم دیا گیا کہ ہم تمہاری کتاب پر ایمان لے آئیں اور ہم اپنی کتاب پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ''الیس باما نیکم ولا امانی اہل الکتب من یعمل سوءا یجزبہ'' اور سب دین والوں میں اختیار دیا اور فرمایا لفظ آیت ''ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ''

(۹) عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ تورات والے انجیل والے اور ایمان والے (اکٹھے) بیٹھے ان لوگوں نے کہا ہم تم سے افضل ہیں دوسروں نے کہا ہم افضل ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر فیصلہ فرمادیا لفظ آیت ''لیس باما نیکم ولا امانی اہل الکتب من یعمل سوءا یجزبہ'' پھر اہل دین کو اللہ تعالیٰ نے خاص کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ''ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی'' (النساء آیت ۱۲٤)

(۱۰) ابن جریر ابن المنذر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت ''لیس باما نیکم ولا امانی اہل الکتب'' کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد قریش اور کعب بن اشرف ہیں۔

(۱۱) ابن ابی شیبہ نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایمان آراستہ ہونے اور آرزوئیں کرنے کا نام نہیں بے شک ایمان وہ ہے جو دل میں بیٹھ جائے اور عمل اس کی تصدیق کرے۔

(۱۲) عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہمارے علاوہ کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا تو قریش نے کہا ہم نہیں اٹھائے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت ''لیس باما نیکم ولا امانی اہل الکتب من یعمل سوءا یجزبہ'' اور سوء سے مراد شرک ہے۔

(۱۳) احمد و ہناد و عبد بن حمید والحکیم الترمذی وابن جریر وابویعلی وابن المنذر وابن حبان وابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں اور حاکم (نے اس کو صحیح کہا) وبیہقی نے شعب الایمان میں الضیاء نے المختارہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس آیت ''لیس باما نیکم ولا امانی اہل الکتب من یعمل سوءا یجزبہ'' کے بعد بچاؤ کی کیا صورت ہوگی کیونکہ ہر برائی کی ہم سزا دیئے جائیں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا ہے کیا تم کو تکلیف نہیں پہنچی کیا تو بیمار نہیں ہوتا کیا تو غمگین نہیں ہوتا کیا تم کو مصیبت نہیں آتی عرض کیا کیوں نہیں فرمایا یہ وہی ہے جس کا تم کو بدلہ دیا جارہا ہے۔

(۱٤) احمد والبزار وابن مردویہ والخطیب نے المتفق والمتفرق میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں نے ابوبکر کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کو دنیا میں سزا دی جاتی ہے۔

(۱۵) ابن سعید والترمذی الحاکم والبزار وابن المنذر والحاکم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ عبداللہ بن زبیر کے پاس سے گزرے اور وہ سولی پر لٹکائے گئے تھے تو فرمایا اے ابو حبیب اللہ تجھ پر رحم فرمائے میں نے تیرے باپ زبیر سے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص غلطی کرتا ہے تو اس کو دنیا میں بدلہ دے دیا جاتا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر خوف طاری ہونا

(١٦) عبد بن حمید و ترمذی و ابن المنذر نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس تھا یہ آیت نازل ہوئی "من یعمل سوءا یجزبه ولا یجدله من دون الله ولیا ولا نصیرا" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوبکر میں تجھے وہ آیت نہ سناؤں جو مجھ پر نازل ہوئی میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ تو آپ نے وہ آیت مجھ پر پڑھ کر سنائی میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ میں نے محسوس کیا کہ میری پشت میں جوڑ ال گیا ہے جس کی وجہ سے میں لیٹ گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا تجھ کو اے ابوبکر میں نے عرض کیا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم میں سے کون سا ایسا شخص ہے جو گناہ نہیں کرتا کیا ہم کو ہر گناہ کا بدلہ دیا جائے گا جو ہم نے کئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر تم کو اور تیرے مومن ساتھیوں کو اس دنیا میں بدلہ دیا جائے گا۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے تو تمہارے لئے کوئی گناہ نہ ہوگا لیکن دوسرے (کافر لوگ) ان کے گناہوں کو جمع کیا جاتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

(١٧) ابن جریر نے ابوبکر سے روایت کیا کہ جب یہ آیت "من یعمل سوءا یجزبه" نازل ہوئی تو ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ جو ہم عمل کرتے ہیں اس کی سزا دی جائے گی آپ نے فرمایا اے ابوبکر! کیا تم کو یہ تکلیف نہیں پہنچی؟ پس یہی تو کفارہ ہے۔

(١٨) سعید بن منصور وھناد و ابن جریر و ابونعیم نے الحلیہ میں و ابن مردویہ نے مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابوبکر نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ آیت کتنی سخت ہے؟ "ومن یعمل سوءا یجزبه" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مصائب امراض اور غم کا دنیا میں پہنچنا ان اعمال کا بدلہ ہے۔

دنیاوی تکالیف مؤمن کے گناہوں کا کفارہ ہے

(١٩) سعید بن منصور و احمد و بخاری نے اپنی تاریخ میں و ابویعلی و ابن جریر و بیہقی نے شعب الایمان میں (صحیح سند کے ساتھ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے اس آیت "ومن یعمل سوءا یجزبه" کو پڑھا اور کہا کہ ہم پر اس کام کا بدلہ دیئے جائیں گے جو ہم نے کئے تو اس وقت ہم ہلاک ہو جائیں گے یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا ہاں! مؤمن کو ان تکلیفوں کے ذریعہ دنیا ہی میں سزا دی جاتی ہے جو اس کی جان میں اور اس کے جسم میں پہنچتی ہیں۔

(٢٠) ابوداؤد و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بلاشبہ میں قرآن مجید میں سب سے زیادہ سخت آیت کو جانتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ وہ کیا ہے؟ میں نے کہا لفظ آیت "من یعمل سوءا یجزبه" آپ نے فرمایا بندہ کو کوئی (دنیا میں) تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ کوئی صدمہ اس کو ہوتا ہے (یہی سزا ہے ان برے اعمال کی اے عائشہ! جس سے حساب لیا گیا وہ ہلاک ہو گیا اور جس کو محاسبہ ہوا اس کو عذاب دیا گیا میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے لفظ آیت "فسوف یحاسب حسابا یسیرا" آپ نے فرمایا یہ تو پیشی ہے اے عائشہ! جس سے حساب لیا گیا اس آیت سے ہے لفظ آیت "من یعمل سوءا یجزبه" پھر فرمایا بلاشبہ مؤمن کو ہر چیز پر اجر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ موت کے وقت جو آدمی خراٹے لیتا ہے (اس پر بھی اجر ملتا ہے)

(۲۱) احمد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی بندے کے گناہ بہت ہو جائیں اور اس کے لئے کوئی چیز نہ ہو تو جس سے ان کے گناہوں کا کفارہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو غم میں مبتلا فرما دیتے ہیں تاکہ یہ غم اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔

(۲۲) ابن راھویہ (نے اپنی سند میں) وعبد بن حمید وابن جریر اور حاکم (نے اس کو صحیح کہا) اور ابوالمھلب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے کوچ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس آیت کی تفسیر جاننے کے لئے یعنی لفظ آیت ''من یعمل سوءا یجزبہ'' تو انہوں نے فرمایا دنیا میں جو تم کو مصیبت پہنچتی ہیں یہی اس کا بدلہ ہے۔

(۲۳) سعید بن منصور وابن ابی شیبہ ومسلم وترمذی ونسائی وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ البیہقی نے اپنی سنن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ''من یعمل سوءا یجزبہ'' نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت بہت بھاری ہوئی ان کو مصیبت پہنچی جو اللہ نے چاہا رسول اللہ ﷺ کے پاس بات کی شکایت کی گئی تو آپ نے فرمایا (یہ کام میں) میانہ روی اور اعتدال اختیار کرو اور اللہ کے نزدیکی چاہو اس لئے کہ تکلیف جو مسلمان کو پہنچی ہے وہ اس کے لئے کفارہ ہے یہاں تک کہ ایک کانٹا جو اس کو لگ جاتا ہے اس کے لئے کفارہ ہے اور کوئی آیت جو اس کو پہنچی ہے (اس کے لئے کفارہ ہے) اور ابن مردویہ کے نزدیک یہ الفاظ ہیں ہم روتے ہیں اور غمگین ہوتے ہیں (یہ بھی کفارہ ہے) اور ہم نے کہا یا رسول اللہ اس آیت نے ہمارا کچھ نہیں چھوڑا آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ یہ تمہارے لئے نازل ہوئی لیکن خوش ہو جاؤ اللہ کے نزدیک چاہو اور اعتدال اختیار کرو تم میں سے جس کو دنیا میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کی خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ جو کانٹا لگ جاتا ہے تم میں سے کسی کو اس کے پاؤں میں تو اس سے بھی اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۲۴) ابن ابی شیبہ واحمد و بخاری ومسلم نے ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کوئی چیز مؤمن بندہ کو پہنچتی ہے بیماری سے تھکن سے اور غم سے یہاں تک کہ وہ فکر جو اس کو رنجیدہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

(۲۵) احمد ومسدد وابن ابی الدنیا نے الکفارات میں وابویعلی وابن حبان وطبرانی نے الاوسط میں وحاکم (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقی نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ان امراض کے بارے میں آپ بتائیں جو امراض لگ جاتے ہیں ان کا بدلہ بھی ہم کو ملتا ہے آپ نے فرمایا یہ گناہوں کو مٹانے والے ہیں میرے باپ نے کہا اگرچہ وہ مصیبت تھوڑی ہو فرمایا کانٹا بھی لگ جائے یا اس سے اوپر کوئی تکلیف پہنچ جائے تو (یہ سب گناہوں کو مٹا دینے والے ہیں)

(۲۶) ابن راھویہ نے اپنی سند میں محمد بن منتشر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ کی کتاب میں اس آیت سے سخت میں کوئی آیت نہیں جانتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جھکے اس کو ایک درہ مار کر فرمایا کیا ہے مجھ کو تجھے اس کے کھوج لگانے میں کیا غرض وہ چلا گیا جب اگلا دن آیا یہاں تک کہ کل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا وہ آیت کونسی ہے جس کا تو نے کل ذکر کیا تھا اس نے کہا لفظ آیت ''من یعمل سوءا تجزبہ'' کہ ہم میں سے کوئی برا کام کرتا ہے تو

اس کی سزا پائے گا عمر نے فرمایا ہم ٹھہرے رہے جب نازل ہوئی وہ چیز کہ جس کی وجہ سے ہم کو نہ کھانا نفع دیتا تھا اور نہ پینا یہاں تک کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور رخصت دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ''**ومن یعمل سوءا او یظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفورا رحیما**''۔

(۲۷) الطیالسی واحمد وترمذی (نے اس کو حسن کہا) اور بیہقی نے امیہ بنت عبداللہ رحمہا اللہ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں پوچھا یعنی ''**من یعمل سوءا یجز به**'' تو انہوں نے فرمایا تو نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا کہ اس سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! یہ اللہ کا عقد ہے بندے سے اس چیز کے بدلہ میں جو اس کو بخار یا غم اور آفت پہنچتی ہے (تو اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے یہاں تک کہ کوئی سامان جو اس نے اپنی آستین میں رکھ لیا تھا پھر اس کو گم کر دیا اور اس کی وجہ سے اس کو گھبراہٹ ہوئی پھر اس کو اپنی بغل کے نیچے پا لیا (تو یہ گھبراہٹ بھی کفارہ ہوگی یہاں تک کہ ان مصیبتوں اور پریشانیوں کی وجہ سے بندہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے سرخ سونا بھٹی سے نکلتا ہے۔

(۲۸) عبد بن حمید وابن ابی الدنیا وابن جریر وبیہقی نے زیاد بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ کی کتاب میں ایک ایسی آیت ہے جس نے مجھے غم میں ڈال دیا انہوں نے پوچھا وہ کونسی ہے میں نے کہا لفظ آیت ''**ومن یعمل سوءا یجز به**'' فرمایا میں تجھ کو اپنے سے زیادہ سمجھدار سمجھتا تھا بلاشبہ مؤمن کو جو مصیبت پہنچتی ہے ٹھوکر کھا کر گر پڑتا ہے اور رگ پھڑکتی ہے اور جو چیونٹی کا ٹتا ہوتا ہے وہ کسی گناہ کا بدلہ ہوتا ہے اور اکثر گناہ اس میں سے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں یہاں تک کہ بچھو وغیرہ کا کاٹنا اور کسی چیز کا انسان کو پھونک مارنا (یہ بھی کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس وجہ سے گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے)

(۲۹) ہناد وابو نعیم نے الحلیہ میں ابراہیم بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی میرے والد کے پاس آیا اور کہا اے ابوالمنذر (یہ ان کی کنیت ہے) ایک آیت اللہ کی کتاب میں ایسی ہے جس نے مجھے غم میں ڈال دیا فرمایا کونسی آیت ہے؟ کہا (یہ ہے) ''**من یعمل سوءا یجز به**'' تو انہوں نے فرمایا لیکن مؤمن بندہ جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔

(۳۰) ابن جریر نے عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ''**من یعمل سوءا یجز به**'' نازل ہوئی تو ابوبکر نے فرمایا میری کمر تو ٹوٹنے لگی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد وہ مصیبتیں ہیں جو دنیا میں مؤمن بندوں پر آتی ہیں۔

(۳۱) ابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ابن عمران سے غمگین ہو کر ملے اور اس آیت کے بارے میں پوچھا لفظ آیت ''**لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتب، من یعمل سوءا یجز به**'' تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ تمہارے لئے نہیں یہ مشرکین کے لئے ہے وہ قریش ہوں یا اہل کتاب۔

(۳۲) ابن جریر و ابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "من یعمل سوءا یجزبه" سے مراد ہے کہ جو شخص شرک کرے گا اس کو سزا ملے گی اور شرک ہی برا کام ہے (اور فرمایا) لفظ آیت "ولا یجد له من دون الله ولیا ولا نصیرا" مگر یہ کہ اپنی موت سے پہلے توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیں گے۔

(۳۳) سعید بن منصور و ابن ابی شیبہ و ھناد و الحکیم الترمذی اور بیہقی نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت "من یعمل سوءا یجزبه" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اس کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کرنے کا ارادہ فرمائیں اور جس کو اللہ تعالیٰ عزت دینے کا ارادہ فرمائیں گے اس کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے اور وہ جنتی لوگوں میں سے ہے۔ اور یہ سچا وعدہ ہے جو تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔

(۳٤) البیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے پاس تشریف لائے اس کو حرکت دی تو اس کے پتے گرے جو اللہ تعالیٰ نے چاہے پھر فرمایا کہ یہ پریشانیاں اور مصیبتیں بنی آدم سے اتنی تیزی سے گناہوں کو گرا دیتی ہے جتنی تیزی سے میں نے اس درخت سے پتے گرائے ہیں۔

(۳۵) ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا مؤمن مرد اور مؤمن عورت کی جان میں اس کی اولاد میں اور اس کے مال میں برابر مصیبت لگی رہتی ہے یہاں تک کہ جب وہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔

(۳٦) احمد نے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی چیز (یعنی مصیبت) مؤمن کو پہنچتی ہے یہاں تک کہ جو کانٹا اس کو لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور اس سے ایک گناہ مٹا دیتے ہیں۔

(۳۷) احمد و بخاری و مسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی مصیبت جو کسی مسلمان کو پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ جو کانٹا اس کو لگ جاتا ہے (اس کے بدلہ میں بھی اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتے ہیں)

(۳۸) ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم و الحکیم الترمذی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی کانٹا اور اس سے بڑھ کو کوئی تکلیف مؤمن کو پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کا درجہ بلند فرما دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ اس کی ایک خطا کو معاف کر دیتے ہیں۔

(۳۹) احمد نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ کو درد کی تکلیف ہوگئی اور آپ اس کی شکایت کرنے لگے اور آپ اپنے بستر پر پہلو بدلنے لگے (عائشہ) نے فرمایا کہ اگر ہمارے بعض میں سے کسی کو یہ تکلیف ہوئی تو آپ اس پر ناراض ہوتے مگر نبی ﷺ نے فرمایا نیک لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے بلاشبہ مؤمن کو کسی کانٹے سے بھی تکلیف پہنچتی ہے یا اس سے زیادہ مگر یہ کہ اس سے گناہ مٹ جاتا ہے اور اس کے ذریعہ اس کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔

(۴۰) احمد و بخاری و مسلم و ترمذی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مؤمن کو کوئی تھکن بیماری اور کوئی پریشانی کوئی غم اور کوئی تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ جو کانٹا اس کو لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

مؤمن کو ہر مصیبت پر اجر ملتا ہے

(۴۱) احمد و هناد نے الزھد میں اکٹھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مسلمان ہر چیز میں اجر دیا جاتا ہے حتی کہ بیماری میں اور تسمہ کے ٹوٹنے میں اور وہ سامان جو اس کی آستین میں تھا اس کو گم کر دیا اور وہ گھبرایا پھر اس کو اپنی بغل سے پا لیا (کہ اس پر بھی ان کو اجر ملے گا)۔

(۴۲) ابن ابی شیبہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کن لوگوں کو زیادہ مصیبتیں پہنچتی ہیں آپ نے فرمایا نبیوں کو پھر ان کے بعد جو افضل ہیں لوگوں میں سے بندہ برابر مصیبتوں میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

(۴۳) ابن ابی شیبہ و احمد و بیہقی نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی تکلیف دینے والی چیز مؤمن کو بدن میں پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

(۴۴) ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کا درد سر جو کانٹا اس کو لگ جاتا ہے یا کوئی چیز جو اس کو تکلیف دیتی ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ درجہ بلند فرما دیں گے اور اس کے بدلہ میں اس کے گناہوں کو مٹا دیں گے۔

(۴۵) ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے بریدۃ اسلمی سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمانوں میں سے کسی آدمی کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے یا اس سے زیادہ کوئی تکلیف یہاں تک کہ آپ نے کانٹے کا بھی ذکر فرمایا مگر اسے دو فائدوں میں سے ایک فائدہ ہوتا ہے یا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں میں کوئی گناہ معاف کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی شان نہیں تھی کہ اس کے بدلہ میں بخشے یا بندے کو ایسی کرامت نصیب فرمائے اللہ تعالیٰ اسے شرف سے نوازنے والا نہیں تھا مگر اس جیسے عمل سے۔

(۴۶) ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ درد کے لئے کوئی اجر نہیں لکھا جاتا بلاشبہ اجر تو عمل میں ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں۔

(۴۷) ابن سعد و بیہقی نے عبداللہ بن ایاس بن ابی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون تم میں سے اس بات کو محبوب رکھتا ہے کہ وہ صحت مند ہے اور بیمار نہ ہو صحابہ نے عرض کیا ہم سب چاہتے ہیں یا رسول اللہ! پھر فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم گم شدہ گدھے کی طرح ہو جاؤ اور دوسرے لفظ میں لفظ الصیالہ ہے کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم تکلیفوں والے اور کفارات والے ہو جاؤ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بلاشبہ اللہ

تعالیٰ مؤمن بندہ کو آزماتے ہیں اور اس کو آزماتے ہیں اس کی عزت دینے کے لئے۔ بلاشبہ کسی بندہ کا ایک درجہ جنت میں ہوتا ہے کوئی شئی اس کے عمل میں اس کو (اس درجہ تک) نہیں پہنچا سکتی یہاں تک کہ وہ مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے کہ وہ اس درجہ تک پہنچ جائے۔

(۴۸) احمد وابن ابی الدنیا وبیہقی نے محمد بن خالد اسلمی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا صحابی تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب اللہ کی طرف سے بندے کے لئے ایک گھر چھوٹ جائے کہ اس کے عمل اس کو نہ پہنچا سکتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم میں کوئی بیماری پیدا فرما دیتا ہے۔ یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد میں آزمائش ڈال دیتا ہے۔ پھر بندہ اس پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ جو اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

(۴۹) بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ ہر آدمی کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک گھر ہے اور وہ اس میں اپنے عمل کے ذریعہ نہیں پہنچ سکتا تو برابر اللہ تعالیٰ اس کو کسی تکلیف میں مبتلا فرما دیتے ہیں جو وہ اس کو ناپسند کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس گھر تک پہنچ جاتا ہے۔

مصیبت پر صبر کے بدلہ میں اونچا مقام

(۵۰) بیہقی نے احمد بن ابوالحواری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ موسیٰ (علیہ السلام) ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اپنی عبادت گاہ میں تھا پھر دوسری بار اس سے گزرے تو (دیکھا) کہ درندوں نے اس کے گوشت کو چیر پھاڑ دیا تھا اور اس کا سر ایک طرف پڑا تھا، ران دوسری طرف پڑی تھی جگر ایک طرف پڑا تھا۔ موسیٰ (علیہ اسلام) نے فرمایا اے میرے رب! جو تیری اطاعت کرتا ہے آپ نے اس کو اس طرح پر مبتلا کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی یا موسیٰ! اس نے مجھ سے ایسے مقام کا سوال کیا تھا جہاں تک کہ وہ عمل سے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پھر میں نے اسے اس آزمائش میں مبتلا کر دیا تا کہ اس کو اس مقام تک پہنچا دوں۔

(۵۱) بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس مؤمن کی رگ زخمی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہ کو معاف کر دیتے ہیں اور اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔

(۵۲) بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو بیماری کے ذریعہ آزماتا ہے یہاں تک کہ اس کے سب گناہ مٹا دیتے ہیں۔

(۵۳) بیہقی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں درد سر ہو گیا پھر اس نے ثواب کی امید رکھی تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ گناہ بخش دیتا ہے۔

(۵۴) ابن ابی الدنیا والبیہقی نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان مرد کو لگاتار درد

اور اندرونی بخار سفید چاندی کی طرح کر دیتا ہے۔

(۵۵) ابن ابی الدنیا والبیہقی نے خضر کے بھائی عامر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ بلاشبہ میں محارب کی زمین میں تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں بڑے اور چھوٹے جھنڈے ہیں، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں میں آپ کی طرف بیٹھ گیا اور آپ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے تھے کہ ان کے لئے ایک چادر بچھائی گئی تھی اور ان کے اردگرد صحابہ تھے بیماریوں کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا بلاشبہ مؤمن بندہ کو جب کوئی بیماری لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا فرماتے ہیں تو بیماری اس کے گزرے ہوئے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور باقی ماندہ زندگی کے لئے نصیحت ہوتی ہے۔ اور منافق جب بیمار ہوتا ہے اور عافیت پاتا ہے تو وہ اس اونٹ کی مانند ہوتا ہے جس کو اس کے مالک نے باندھ دیا ہو پھر اس کو چھوڑ دیا ہو۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کو کس لئے باندھا گیا اور کس لئے چھوڑا گیا اس آدمی نے کہا بیماریاں کیا ہیں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تو کبھی بیمار نہیں ہوا اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا ہم سے کھڑا ہو جاؤ یعنی یہاں سے چلا جا تو ہم میں سے نہیں ہے۔

(۵۶) البیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ کسی مرض کی وجہ سے گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاکیزہ اٹھاتا ہے۔

بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں

(۵۷) ابن ابی الدنیا والبیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی طرف وحی فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! جب میں اپنے بندے کو اپنی قیود میں سے ایک قید میں لیا ہے اگر میں اس کو قبض کر لوں گا (یعنی اس کو موت دوں گا) تو میں اس کو بخش دوں گا اور اگر میں اس کو عافیت دوں گا تو اس کا جسم بخشا ہوا ہوگا کہ کوئی گناہ اس کے لئے (باقی) نہیں ہوگا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ البتہ تم میں سے کسی کو مصیبت کے ساتھ آزماتے ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں جس طرح تم اپنے سونے کو آگ میں ڈالتے ہو ان میں سے کچھ تو آگ سے یوں نکلتے ہیں جیسے خالص سونا یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سارے گناہوں سے نجات عطا فرما دی ہے ان میں سے کوئی آزمائش سے یوں نکلتا ہے جو اس سونے کی طرح ہوتا ہے جو خالص سونے سے کم درجہ میں ہو یہ وہ شخص ہے جو بعض (اللہ کے احکام میں) شک کرتا ہے اور بعض ان میں سے وہ ہے جو نکلتا ہے مانند کالے سونے کے یہ وہ ہے جس کو فتنہ میں ڈالا گیا (یعنی عذاب میں ڈالا گیا)

(۵۸) ابن ابی الدنیا والبیہقی نے بشیر بن عبد اللہ بن ابی ایوب انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار میں سے ایک آدمی کی عیادت فرمائی اس پر آپ جھکے اور اس سے (اس کا حال) پوچھا تو اس نے کہا اے اللہ کے نبی! میں نے سات راتوں سے نیند نہیں کی اور نہ میرے پاس کوئی آیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے میرے بھائی صبر کر، اے میرے بھائی صبر کر تو اپنے گناہوں سے (ایسے ہی) نکلے گا جیسے تو اس میں داخل ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امراض کی ساعات لے جاتی ہیں گناہوں کی ساعات کو۔

(۵۹) ابن ابی الدنیا والبیہقی نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تکلیف کی ساعتیں لے

جاتی ہیں گناہوں کی ساعتوں کو (یعنی تکلیفوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں)

(٦٠) البیہقی نے حکم بن عتبہ سے مرفوع حدیث میں روایت کیا کہ جب بندہ کے گناہ بہت ہو جاتے ہیں اور اس کا کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جو اس کے گناہوں کو مٹا دے تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی غم میں مبتلا کر دیتے ہیں جس کے ذریعہ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(٦١) ابن عدی والبیہقی نے (اس کو ضعیف کہا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو آزمائش اور دکھ سے آزماتا ہے یہاں تک کہ اسے صاف چاندی کی طرح چھوڑتا ہے۔

(٦٢) البیہقی نے المسیب بن رافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمان مرد لوگوں میں اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا کہا گیا اے ابوبکر یہ کس طرح سے ہے تو انہوں نے فرمایا تکلیفوں اور پتھر اور کانٹے کا لگ جانا اور تسمے کا ٹوٹ جانا (ان سب تکلیفوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں)

(٦٣) احمد نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ درد سر اور اندر کا بخار برابر مؤمن کے ساتھ لگے رہتے ہیں اگر اس کے گناہ احد کے برابر ہوں تو (یہ تکلیفیں) ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کسی گناہ کو نہیں چھوڑتیں (یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے)

(٦٤) احمد نے یزید بن اسد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مریض کی خطائیں اس طرح سے گر جاتی ہیں جیسے درخت کے پتے گر جاتے ہیں۔

(٦٥) ابن ابی شیبہ نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رات خوش نہیں لگتی (بلکہ) میں اس میں بیمار ہو جاؤں یہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔

بیماری کی حالت میں رات اجر کی رات ہے

(٦٦) ابن ابی شیبہ نے عیاض بن غضیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی عیادت کے لئے گئے ان کا چہرہ دیوار کی طرف تھا اور ان کی بیوی ان کے سر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی میں نے کہا ابوعبیدہ نے کیسے رات گزاری ان کی بیوی نے کہا اجر کے ساتھ رات گزاری وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے اجر کے ساتھ رات نہیں گزاری جس کو اللہ تعالیٰ کسی جسمانی آزمائش میں مبتلا فرما دیں تو اس کے گناہوں کو ختم کرنے کا باعث ہے۔

(٦٧) ابن ابی شیبہ نے سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ مؤمن کو جب اللہ تعالیٰ کسی مصیبت میں مبتلا فرماتے ہیں تو پھر اس کو عافیت دیتے ہیں تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے اور باقی زندگی میں اس کی رضامندی کو طلب کرنے والا ہوتا ہے اور تاجر کو جب اللہ تعالیٰ کسی مصیبت میں مبتلا فرماتے ہیں پھر اس کو عافیت دیتے ہیں تو وہ اونٹ کی طرح ہوتا ہے جس کو اس کے گھر والوں نے باندھ دیا ہو وہ نہیں جانتا کیوں کہ اس کو باندھا گیا پھر جب انہوں نے اس کو چھوڑا تو وہ نہیں جانتا کیونکہ اس کو چھوڑا گیا۔

(۶۸) ابن ابی شیبہ نے عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ ایک دیہاتی کے پاس تھے درد کا ذکر کیا گیا عمار نے فرمایا تجھے کبھی ایسی تکلیف نہیں ہوئی اس نے کہا عمار نے کہا تو ہم میں سے نہیں ہے جو بندہ کسی تکلیف میں مبتلا کیا جاتا ہے تو اس کی خطائیں گر جاتی ہیں جیسے درخت سے اس کے پتے گر جاتے ہیں اور کافر کو مبتلا کیا جاتا ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے جو باندھ دیا گیا ہو وہ نہیں جانتا کہ کسی لئے باندھا گیا پھر اس کو چھوڑ دیا گیا تو وہ نہیں جانتا کس لئے اس کو چھوڑ ا گیا۔

(۶۹) ابن جریر و ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''من یعمل سوءا یجزبہ'' میں لفظ سوء کا معنی شرک ہے۔

ابن جریر نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح روایت کیا۔

(۷۰) ابن جریر و ابن ابی حاتم نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''من یعمل سوءا یجزبہ'' سے مراد کافر ہے پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت ''ھل یجزی الا الکفور'' (سبا آیت ۱۷) (تفسیر درمنثور، سورہ نساء، بیروت)

بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ

باب: عیادت کا بیان

3094 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ عَرَفَ فِيهِ الْمَوْتَ، قَالَ: قَدْ كُنْتُ أَنْهَاكَ عَنْ حُبِّ يَهُودَ قَالَ: فَقَدْ أَبْغَضَهُمْ سَعْدُ بْنُ زُرَارَةَ فَمَهْ فَلَمَّا مَاتَ أَتَاهُ ابْنُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ قَدْ مَاتَ فَأَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ، فَنَزَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ، عبداللہ بن ابی کی بیماری کے دوران، جس میں اس کا انتقال ہوا، اس کی عیادت کرنے گئے، جب آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے، آپ نے اس میں موت کے اثرات دیکھے، تو آپ نے فرمایا:

''میں تمہیں یہودیوں سے محبت کرنے سے منع کرتا تھا، تو اس نے کہا: اگر سعد بن زرارہ ان سے بغض رکھتا ہے تو کیا ہوا؟ جب اس کا انتقال ہو گیا، تو اس کا بیٹا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! عبداللہ بن ابی کا انتقال ہو گیا ہے، آپ اپنی قمیص مجھے عطا کریں تا کہ میں اس میں اس کو کفن دوں، تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی قمیص اتاری اور اسے عطا کر دی۔

مصیبت زدہ کی تعزیت کرنے والے کی فضیلت

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مومن (بندہ) اپنے بھائی کی مصیبت پر اس کی تعزیت کرے (یعنی تسلی دے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عزت کا لباس پہنائیں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے (کسی) مصیبت زدہ کی مزاج پرسی کی تو اس کے لئے اس کے مثل اجر ملے گا۔ (جو اس مصیبت زدہ کو ملے گا) (ابن ماجہ، ترمذی)

مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیادت (یعنی مزاج پرسی کے لئے) آیا تو وہ چلتا ہے جنت کے باغ میں یہاں تک کہ (اس کے پاس) بیٹھ جائے پس جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو اس کو اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ سو اگر وہ صبح کو (آیا تھا) تو اس کے لئے ستر ہزار فرشتے شام تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ شام کو (آیا) تھا تو اس کے لئے صبح تک ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے (کسی) مریض کی عیادت کی تو ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ تو اچھا ہے اور تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تو نے جنت کی منزل میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ (عیادت سے فارغ ہونے تک) مسلسل جنت کے باغوں میں رہتا ہے۔ (مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے تو (اللہ کی) رحمت میں گھسا رہتا ہے یہاں تک کہ (مریض کے پاس) بیٹھ جائے۔ پھر جب وہ (اس کے پاس) بیٹھ جاتا ہے تو وہ اس (رحمت) میں بالکل ڈوب جاتا ہے۔ (احمد)

مریض کی دعا کی فضیلت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے، پس بے شک اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے۔ (ابن ماجہ)

امراض کی فضیلت

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن کا حال عجیب ہے، بلاشبہ اس کا ہر حال اس کے لئے خیر ہے اگر اس کو کوئی خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے تو یہ اس کے لئے خیر ہے اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لئے خیر ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں (کہ اس کی راحت اور خوشی بھی بہتر ہے اور رنج و تکلیف بھی اس کے لئے خیر ہے) (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون لوگ سخت آزمائش والے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انبیاء پھر صالحین پھر اسی طرح بالترتیب جو لوگوں میں سے افضل ہوگا۔ (بقدر فضیلت کے آزمائش میں ڈالا جائے گا) آدمی اپنی حیثیت کے مطابق مبتلا کیا جاتا ہے اگر اس کے دین میں مضبوطی ہو تو اس کی آزمائش میں

زیادتی کردی جاتی ہے اور اگر اس کے دین میں ہلکا پن ہے تو اس کی آزمائش ہلکی کردی جاتی ہے اور بندہ برابر تکلیف میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر اس حال میں چلتا ہے کہ اس تکلیف کی وجہ سے اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بھی دکھ تکلیف رنج، غم، مومن بندہ کو پہنچ جائے یہاں تک کہ اگر کانٹا ہی لگ جائے تو اللہ تعالیٰ (ان سب تکالیف کے) بدلہ میں اس کی خطائیں معاف فرما دیتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن مرد یا مومن عورت کو برابر تکلیف پہنچتی رہے گی اس کے جسم میں، اس کے مال میں اور اس کی اولاد میں یہاں تک کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ (اس کی تکلیفوں کی وجہ سے) اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔ (ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ اُمّ السائب رضی اللہ عنہا (صحابی خاتون) کے پاس یا (فرمایا) اُمّ المسیب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور وہ کپکپا رہی تھیں (بخار کی وجہ سے) آپ ﷺ نے فرمایا: اے اُمّ السائب یا (فرمایا) اے اُمّ المسیب تو کانپ رہی ہے، کہنے لگیں: بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے، آپ ﷺ نے فرمایا: بخار کو برا مت کہو کیونکہ یہ بنی آدم کی خطاؤں کو اس طرح ختم کردیتا ہے جس طرح کہ بھٹی لوہے کے میل کو ختم کردیتی ہے۔ (مسلم)

بیمار کی عیادت کرنے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بھوکے (یعنی مضطر و مسکین اور فقیر) کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو (دشمن کی قید سے) چھڑاؤ۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 2)

اس حدیث میں تین باتوں کا حکم دیا جارہا ہے یہ "وجوب علی الکفایۃ" کے طور پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص بھی ان احکام کو پورا کرلے تو بقیہ دوسرے لوگوں کے لئے انہیں پورا کرنا ضروری نہیں ہے تاہم سب کے لئے ان احکام پر عمل کرنا سنت اور باعث ثواب ضرور ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان احکام کو پورا نہ کرے تو پھر سب ہی لوگ نافرمانی کے گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے کہ "بھوکے کو اس صورت میں کھانا کھلانا سنت ہے اگر وہ حالت اضطرار میں نہ ہو یعنی اس بھوکے کی یہ کیفیت نہ ہو کہ اگر اسے کھانا نہ کھلایا گیا تو مرجائے۔ مگر اس شکل میں اسے کھانا دینا فرض ہے کہ وہ حالت اضطرار کو پہنچ چکا ہو۔ اسی طرح کوئی بھوکا کسی ایسے مقام پر ہو جہاں ایک نہ ہو بلکہ کئی آدمی ذی مقدور ہوں یعنی اس بھوکے کو کھانا کھلانے کی استطاعت رکھتے ہوں تو ان سب ذی المقدور لوگوں پر بھوکے کو کھانا کھلانا فرض کفایہ ہوگا کہ اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی بھوکے کو کھانا کھلا دیا تو سب لوگ بری الذمہ ہوجائیں گے۔ ہاں اگر بھوکا کسی ایسی جگہ ہو جہاں صرف ایک ہی آدمی ذی مقدور ہو اور بقیہ سب لوگ مفلس و قلاش ہوں تو اس ذی مقدور پر بھوکے کو کھانا کھلانا فرض عین ہوگا ایسے ہی اس بیمار کی عیادت اور مزاج پرسی سنت

ہے جس کا کوئی خبر گیر اور تیمار دار ہو اور اس بیمار کی عیادت و مزاج پرسی واجب ہے جس کا کوئی خبر گیر و تیمار دار نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک) مسلمان کے (دوسرے) مسلمان پر پانچ حق ہیں۔(۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی عیادت کرنا (۳) جنازہ کے ساتھ جانا (٤) دعوت قبول کرنا (٥) چھینکنے والے کا جواب دینا۔(بخاری ومسلم،مشکوۃ شریف: جلددوم: حدیث نمبر3)

مذکورہ بالا پانچوں چیزیں فرض کفایہ ہیں۔ سلام کرنا سنت ہے اور وہ بھی حقوق اسلام میں سے ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوگا۔ مگر سلام کرنا ایسی سنت ہے جو فرض سے بھی افضل ہے کیونکہ اسے کرنے سے نہ صرف یہ کہ تواضع وانکساری کا اظہار ہوتا ہے بلکہ یہ اداء سنت واجب کا سبب بھی ہے۔ بیمار کی عیادت اور جنازہ کے ساتھ جانے کے حکم سے اہل بدعت مستثنیٰ ہیں۔ یعنی روافض وغیرہ کی نہ تو عیادت کی جائے اور نہ ان کے جنازہ کے ساتھ جایا جائے۔" دعوت قبول کرنے" سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی مدد کے لئے بلائے تو اس کی درخواست قبول کی جائے اور اس کی مدد کی جائے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ" دعوت قبول کرنے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مہمانداری اور ضیافت کے لئے مدعو کرے تو اس کی دعوت کو قبول کر کے اس کی طرف سے دی گئی ضیافت میں شرکت کی جائے بشرطیکہ ضیافت کسی بھی حیثیت سے ایسی نہ ہو جس میں شرکت گناہ کا باعث ہو جیسا کہ حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ جو ضیافت محض ازراہ مفاخرت اور نام ونمود کی خاطر ہو اس میں شرکت نہ کی جائے چنانچہ سلف یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور پہلے زمانہ کے علماء کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ ایسی ضیافت کو ناپسند کرتے تھے۔" چھینکنے والے کا جواب دینے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر چھینکنے والا" الحمد للہ" کہے تو اس کے جواب میں" یرحمک اللہ کہا جائے شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اسلام کے ان تمام حقوق کا تعلق تمام مسلمانوں سے ہے خواہ نیک مسلمان ہوں یا بد۔ یعنی ایسے مسلمان ہوں جو گنہگار تو ہوں مگر مبتدع (بدعتی) نہ ہوں اس احتیاط اور امتیاز کو مدنظر رکھا جائے کہ بشاشت یعنی خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا اور مصافحہ کرنا صرف نیک مسلمان ہی کے ساتھ مختص ہونا چاہئے فاجر یعنی ایسے بد اور گنہگار مسلمان کے ساتھ جو علی الاعلان معصیت وگناہ میں مبتلا رہتا ہے بشاشت ومصافحہ ضروری نہیں ہے۔

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے اور سات چیزوں سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔(۱) بیمار کی عیادت کرنا (۲) جنازہ کے ہمراہ جانا (۳) چھینکنے والے کو جواب دینا (٤) سلام کا جواب دینا (٥) بلانے والے کی دعوت قبول کرنا (٦) قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا (٧) اور مظلوم کی مدد کرنا۔ اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہیں (۱) سونے کی انگوٹھی پہننے سے (۲) ریشم کے کپڑے پہننے سے (۳) اطلس کے کپڑے استعمال کرنے سے (٤) لاہی (دیباج) کے کپڑے پہننے سے (٥) سرخ زین پوش استعمال کرنے سے (٦) قسی کے کپڑے پہننے سے (٧) اور چاندی کے برتن استعمال کرنے سے۔ ایک روایت کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ چاندی کے برتن میں پینے سے (بھی منع فرمایا ہے) کیونکہ جو شخص چاندی کے برتن میں دنیا میں پیئے گا آخرت میں اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا۔

(بخاری ومسلم،مشکوۃ شریف: جلددوم: حدیث نمبر5)

قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پیش آنے والی بات کے بارے میں قسم کھائے اور تم اس کی قسم پوری کرنے پر قادر ہو اور اس میں کوئی گناہ بھی نہ ہو تو تمہیں اس کی قسم پوری کرنی چاہئے مثال کے طور پر کوئی شخص تمہیں مخاطب کرتے ہوئے قسم کھائے کہ میں تم سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ فلاں کام نہ کروں، پس اگر تم اس کام کے کرنے پر قادر ہو تو وہ کام کر ڈالو تا کہ اس کی قسم نہ ٹوٹے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو یہ قسم دلائے کہ تمہیں اللہ کی قسم تم یہ کام کرو۔ تو اس شخص کے لئے مستحب ہے کہ وہ پروردگار کے نام کی تعظیم کی خاطر وہ کام کر لے اگر چہ واجب نہیں ہے۔ "مظلوم کی مدد کرنا" کی تشریح میں علماء لکھتے ہیں کہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے اور اس حکم میں مسلمان اور ذمی دونوں برابر کے شریک ہیں یعنی جس طرح ایک مظلوم مسلمان کی مدد کرنا واجب ہے اسی طرح اس مظلوم کافر (ذمی) کی مدد کرنا بھی واجب ہے جو اسلامی ریاست کا تابعدار شہری بن کر رہتا ہو اور جزیہ (ٹیکس) ادا کرتا ہے" پھر مدد بھی عام ہے اگر لسانی مدد کی ضرورت ہو تو زبان و قول سے مدد کی جائے اور فعلی مدد کی ضرورت ہو تو فعل، عمل کے ذریعہ مدد کی جائے۔ "میثرہ) اس زین پوش کو کہتے ہیں جس میں روئی بھری ہوئی ہوتی ہے اور اسے گھوڑے وغیرہ کی سواری کی زین پر ڈال کر اس پر بیٹھتے ہیں اسے "نمدزین" بھی کہتے ہیں دنیاداروں کی عادت ہے کہ وہ اس زین پوش کو از راہ تکبر و رعونت حریر و دیباج وغیرہ سے بناتے ہیں۔

اس کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ زین پوش حریر کا ہو تو خواہ وہ کسی بھی رنگ کا ہو حرام ہے۔ ہاں اگر چہ حریر کا نہ ہو مگر سرخ رنگ کا ہو تو اس کا استعمال مکروہ ہے۔ اگر سرخ رنگ کا نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ "قسی" ایک کپڑے کا نام تھا جو ریشم اور کتان سے بنا جاتا تھا اور "قس" کی طرف منسوب تھا جو مصر کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ حدیث میں چاندی کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح سونے کے برتن کا استعمال بھی ممنوع ہے بلکہ سونے کے برتن میں استعمال کرنا چاندی کے برتن استعمال کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہے اس حدیث میں جن چیزوں سے منع کیا جا رہا ہے ان کا تعلق صرف مردوں سے ہے عورتوں سے نہیں ہے ہاں چاندی سونے کے برتن کے استعمال کی ممانعت مرد و عورت دونوں کے لئے ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ" آخرت میں اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا" کی صحیح وضاحت یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں چاندی کا برتن استعمال کیا اسے آخرت میں اس وقت تک کہ اس کے عذاب کی مدت ختم نہ ہو جائے۔

چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا۔ یا وقف اور حساب کے وقت اسے چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی وہ کچھ عرصہ تک اس سے محروم رہے گا پھر بعد میں یہ پابندی اس سے ختم کر دی جائے گی، یہی مراد اس حدیث کی ہے جس میں (مردوں کے لئے) ریشم پہننے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ من لبسه فی الدنیا لم یلبسه فی الآخرة (یعنی جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا اسے آخرت میں ریشم پہننا نصیب نہیں ہوگا) اسی طرح اس حدیث کی بھی یہی وضاحت ہے جس میں شراب کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ من شربها فی الدنیا لم یشربها فی الآخرة یعنی جس نے دنیا میں شراب پی اسے آخرت میں شراب پینا نصیب نہ ہوگا۔

بَابٌ فِي عِيَادَةِ الذِّمِّيِّ

باب: ذمی کی عیادت کرنا

3095 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ غُلَامًا، مِنَ الْيَهُودِ كَانَ مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ، وَهُوَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ بِي مِنَ النَّارِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی لڑکا بیمار ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سرہانے بیٹھ گئے آپ نے فرمایا: تم اسلام قبول کر لو، اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا جو اس کے سرہانے موجود تھا، اس کے والد نے اس سے کہا: تم جناب ابوالقاسم کی بات مان لو، تو اس نے اسلام قبول کر لیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے:

''ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے ہے، جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچا لیا''

بَابُ الْمَشْيِ فِي الْعِيَادَةِ

باب: عیادت کے لیے پیدل جانا

3096 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لاتے تھے، نہ تو آپ کسی گھوڑے پر سوار ہوتے تھے، اور نہ ہی کسی خچر پر سوار ہوتے تھے (یعنی پیدل تشریف لاتے تھے)

3095-اسناده صحيح. ثابت: هو ابن اسلم البناني. واخرجه البخاري (1356) و (5657)، والنسائي في "الكبرى" (8534) من طريق سليمان بن حرب، بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه النسائي في "الكبرى" (7458) من طريق عبد الله بن جبر، عن انس. وهو في "مسند احمد" (12792)، و"صحيح ابن حبان" (2960) و (4883) و (4884).

3096-اسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري. واخرجه البخاري (5664)، ومسلم (1616)، والترمذي (4187)، والنسائي في "الكبرى" (7459) من طريق سفيان الثوري، به. لكن لفظ الثوري عند مسلم: عادني رسول الله -صلى الله عليه وسلم- وانا مريض وابو بكر، وهما ماشيين. واخرجه البخاري (4577)، ومسلم (1616)، والنسائي في "الكبرى" (11025) من طريق ابن جريج، والبخاري (5651)، و (6723) و (7309)، ومسلم (1616)، وابن ماجه (1436) و (2728) والنسائي في "الكبرى" (7456) و (6288) و (11069)

بَابٌ فِي فَضْلِ الْعِيَادَةِ عَلَى وُضُوءٍ

باب: باوضو ہو کر عیادت کرنے کی فضیلت

3097 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ رَوْحِ بْنِ خُلَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دَلْهَمٍ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيرَةَ سَبْعِينَ خَرِيفًا قُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ وَمَا الْخَرِيفُ؟ قَالَ: الْعَامُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ الْبَصْرِيُّونَ مِنْهُ الْعِيَادَةُ وَهُوَ مُتَوَضِّئٌ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے، اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے، تو اسے جہنم سے ستر برس کی مسافت جتنا دور کر دیا جاتا ہے''

(راوی کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا: اے ابوحمزہ! خریف سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: برس

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اہل بصرہ جن احادیث کو روایت کرنے میں منفرد ہیں، ان میں ایک یہ روایت بھی ہے کہ آدمی کو وضو کر کے عیادت کرنی چاہیے۔

3098 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: مَا مِنْ رَجُلٍ يَعُودُ مَرِيضًا مُمْسِيًا إِلَّا خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَتَاهُ مُصْبِحًا، خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يُمْسِيَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ.

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جو شخص شام کے وقت کسی بیمار کی عیادت کے لیے نکلتا ہے، تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ نکلتے ہیں اور وہ فرشتے اس کے لیے صبح تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اس شخص کے لیے جنت میں ایک باغ مخصوص ہو جاتا ہے اور جو شخص صبح کے وقت بیمار کی عیادت کے لیے نکلتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں، جو شام تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اس شخص کے لیے جنت میں ایک باغ مخصوص ہو جاتا ہے۔

3099 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ لَمْ يَذْكُرِ الْخَرِيفَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَنْصُورٌ، عَنِ الْحَكَمِ، كَمَا رَوَاهُ شُعْبَةُ.

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، تاہم اس میں

رفع کا ذکر نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3100 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ، قَالَ: وَكَانَ نَافِعٌ غُلَامُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: جَاءَ أَبُو مُوسَى إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَعُودُهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَاقَ مَعْنَى حَدِيثِ شُعْبَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أُسْنِدَ هَذَا عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ صَحِيحٍ

عبداللہ بن نافع بیان کرتے ہیں: (ان کے والد) نافع، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، وہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لائے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کے بعد راوی نے شعبہ کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کو مرفوع روایت کے طور پر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دوسری سند سے بھی نقل کیا گیا ہے، جو مستند نہیں ہے۔

بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ مِرَارًا

باب: بار، بار عیادت کرنا

3101 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا أُصِيبَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، رَمَاهُ رَجُلٌ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: غزوہ خندق کے موقع پر جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے، ایک شخص نے ان کے بازو کی رگ پر تیر مارا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوا دیا، تاکہ قریب سے ان کی عیادت کرتے رہیں۔

بَابٌ فِي الْعِيَادَةِ مِنَ الرَّمَدِ

باب: آنکھ کی تکلیف (والے مریض کی) عیادت کرنا

3102 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيهِ،

3102-اسنادہ حسن من اجل یونس بن ابی اسحاق -وھو السبیعی- وقد حسنہ الحافظ المنذری فی "مختصر السنن"، والحافظ الذھبی فی سیر اعلام النبلاء" 331.9/، واخرجہ احمد (19348)، والبخاری فی "الادب المفرد" (532)، والحارث بن ابی اسامۃ (247-زوائدہ)، والطبرانی فی "الکبیر" (5052)، وفی "الاوسط" (5951) والحاکم 342 1/، والبیھقی فی "السنن الکبری" 381 3/، وفی "شعب الایمان" (9191) والخطیب فی "تاریخ بغداد" 4118/، والذھبی فی "سیر اعلام النبلاء" 3319/ من طریق یونس بن ابی اسحاق، بہ.

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: عَادَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِعَيْنِي

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری آنکھوں میں تکلیف لاحق ہوئی تو نبی اکرم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔

بَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الطَّاعُونِ

باب: طاعون (والے علاقے) سے نکلنا

3103 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ، فَلَا تُقْدِمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ يَعْنِي الطَّاعُونَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جب تم کسی علاقے کے بارے میں یہ سنو (کہ وہاں طاعون ہے) تم وہاں نہ جاؤ اور اگر یہ اس سرزمین پر واقع ہو جائے، جہاں تم رہتے ہو، تو تم وہاں سے، اُس سے فرار اختیار کر کے نہ نکلو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد طاعون سے فرار اختیار کرنا ہے۔

طاعون کی بیماری میں مرنے والے کی شہادت کا بیان

حضرت انس راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "طاعون (میں مرنا) ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے"۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 24)

مطلب یہ ہے کہ اس علاقہ میں جہاں طاعون کی بیماری پھیل جاتی ہے جو مسلمان صبر و برداشت کے دامن کو نہیں چھوڑتا اور بیماری سے ڈر کر کسی دوسری جگہ بھاگتا نہیں بلکہ اللہ پر بھروسہ کر کے وہیں پڑا رہتا ہے اور اگر وہ طاعون میں مبتلا ہو کر مر جاتا ہے تو اسے شہید کے اجر سے نوازا جاتا ہے۔ طاعون ایک عام بیماری اور وباء کا نام ہے جس علاقہ میں یہ بیماری پیدا ہوتی ہے وہاں کی آب وہوا، عام مزاج اور انسانوں کے جسم تمام ہی چیزیں اس بیماری کے جراثیم اور اس کے فساد سے متاثر ہو جاتی ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ طاعون اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں بدن کے نرم حصوں پر زخم ہو جاتے ہیں۔ جیسے بغل وغیرہ اور ان زخموں کے گرد سیاہی،

3103-اسناده صحيح. وهو في "موطا مالك" 8942/ برواية يحيى الليثى، و (1867) برواية ابى مصعب الزهرى. واخرجه باطول منه هاهنا البخارى (5729)، ومسلم (2219)، والنسائى فى "الكبرى" (7480) من طريق ابن شهاب الزهرى، بهذا الاسناد. واخرجه بنحو رواية المصنف مالك فى "موطئه" برواية يحيى الليثى 8962/ و (1869) برواية ابى مصعب الزهرى، ومن طريقه البخارى (5730) و (6973)، ومسلم (2219)، والنسائى فى "الكبرى" (7479) عن ابن شهاب الزهرى، عن عبد الله ابن عامر بن ربيعة، عن عبد الرحمن بن عوف. وهو فى "مسند احمد" (1666) و (1679)، و "صحيح ابن حبان" (2912) و (2953).

سبزی یا سرخی ہوتی ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِ بِالشِّفَاءِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ

باب: عیادت کے وقت بیمار کی شفاء کی دعا کرنا

3104- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ اَنَّ اَبَاهَا، قَالَ: اشْتَكَيْتُ بِمَكَّةَ فَجَاءَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي، وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي، ثُمَّ مَسَحَ صَدْرِي وَبَطْنِي، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَاَتْمِمْ لَهُ هِجْرَتَهُ

❁❁ عائشہ بنت سعد بیان کرتی ہیں: ان کے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) نے یہ بات نقل کی ہے میں مکہ میں بیمار ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

''اے اللہ! سعد کو شفاء عطا کر اور اس کی ہجرت کو مکمل کر دے''۔

3105- حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ اَبِي وَائِلٍ، عَنْ اَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيَ قَالَ سُفْيَانُ: وَالْعَانِي الْاَسِيرُ

❁❁ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو اور قیدی کو آزاد کرواؤ''۔

سفیان کہتے ہیں: لفظ ''عانی'' سے مراد قیدی ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ

باب: عیادت کے وقت مریض کے لیے دعا کرنا

3106- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ اَبُو خَالِدٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ عَادَ مَرِيضًا، لَمْ يَحْضُرْ اَجَلُهُ فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مِرَارٍ: اَسْاَلُ اللهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اَنْ يَشْفِيَكَ، اِلَّا عَافَاهُ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص کسی ایسے بیمار کی عیادت کرے، جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور سات مرتبہ اس کے پاس یہ دعا مانگے:

''میں عظیم اللہ تعالیٰ' جو عظیم عرش کا پروردگار ہے' اس سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفاء عطا کرے''

تو اللہ تعالیٰ اُسے اس بیماری سے نجات عطا کر دے گا۔

3107 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حُيَيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُودُ مَرِيضًا، فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا، أَوْ يَمْشِي لَكَ إِلَى جَنَازَةٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ ابْنُ السَّرْحِ: إِلَى صَلَاةٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کے لیے آئے تو یہ پڑھے:

"اے اللہ! اپنے بندے کو شفاء عطا کر! تاکہ یہ تیرے دشمن کو زخمی کر دے یا تیری خاطر کسی جنازے میں شریک ہو"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن سرح نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "نماز میں شریک ہو"

بیمار کے لیے شفاء کی دعا کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے بدن کے کسی حصہ (کے درد) کی شکایت کرتا، یا (اس کے جسم کے کسی عضو پر) پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اشارہ کر کے یہ دعا فرماتے اللہ کے نام سے میں برکت حاصل کرتا ہوں، یہ مٹی ہمارے بعض آدمیوں کے لعاب دہن سے آلودہ ہے (یہ ہم اس لئے کہتے ہیں تاکہ) ہمارے پروردگار کے حکم سے ہمارا بیمار تندرست ہو جائے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 10)

منقول ہے کہ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لعاب مبارک اپنی انگلی پر لگاتے اور اسے مٹی پر رکھتے پھر اس خاک آلودہ انگلی کو درد کی جگہ رکھ کر اس عضو پر پھیرتے جاتے تھے اور مذکورہ بالا دعا یعنی بسم اللہ الخ پڑھتے رہتے۔ پھوڑوں اور زخموں کے علاج کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ اور یہ دعا در حقیقت رموز الٰہی میں سے ایک رمز ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے ہماری عقلیں اس رمز کی حقیقت تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے از راہ احتمال کے لکھا ہے کہ طبی نقطہ نظر سے یہ بات ثابت ہے کہ تبدیلی مزاج کے سلسلہ میں لعاب دہن بہت موثر ہوتا ہے اسی طرح مزاج کو اپنی حالت پر برقرار رکھنے کے لئے وطن کی مٹی بہت تاثیر رکھتی ہے یہاں تک کہ حکماء لکھتے ہیں کہ مسافر کو چاہئے کہ وہ اپنے ساتھ اپنے وطن کی کچھ خاک ضرور رکھے اور تھوڑی سی خاک پانی کے برتن میں ڈال دے اور اسی برتن سے دوران سفر پیتا رہے تاکہ اس کی وجہ سے مزاج کی تبدیلی سے محفوظ رہے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی بناء پر یہ طریقہ اختیار فرماتے ہوں۔ نیز دوسرے شارحین نے بھی اس کی توجیہات بیان کی ہیں مگر وہ سب احتمال ہی کے درجہ میں ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ اللہ کا بھید ہے جس کی حقیقت تک ہماری عقلوں کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ اشرف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث رقیہ یعنی منتر کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے بشرطیکہ اس منتر میں کفر کی آمیزش نہ ہو جیسے سحر یا کلمہ کفر و شرک وغیرہ۔ نیز اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ منتر خواہ کسی بھی زبان کا ہو، ہندی و اردو کا ہو یا عربی و فارسی اور ترکی وغیرہ کا، اس کا پڑھنا اس وقت تک درست

نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے معنی معلوم نہ ہو جائیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں الفاظ کفر ہوں۔ ہاں حدیث میں ایک منتر بسم اللہ شجہ قرنیۃ الخ بچھو کے کاٹے کے لئے منقول ہے اگرچہ اس کے معنی معلوم نہیں ہیں مگر اس کا پڑھنا جائز ہے۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ

باب: موت کی آرزو کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

3108- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَدْعُوَنَّ أَحَدُكُمْ بِالْمَوْتِ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ، وَلَكِنْ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"کوئی بھی شخص کسی نازل ہونے والی پریشانی کی وجہ سے موت کی دعا نہ کرے، بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے:

"اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا، جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہو اور اس وقت مجھے موت دے دینا، جب موت میرے حق میں بہتر ہو"

3109- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ يَعْنِي الطَّيَالِسِيَّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"کوئی بھی شخص، موت کی آرزو، ہرگز نہ کرے"

صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد حسب سابق نقل کیا گیا ہے۔

شرح

جسمانی تکلیف و مصیبت اور دنیاوی ضرر نقصان مثلاً مرض، تنگدستی اور دوسری بلاء و پریشانیوں کی وجہ سے موت کی آرزو کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بے صبری اور تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہونے کی علامت ہے۔ دیدار الٰہی کے شوق و محبت، اس سرائے فانی اور اس کی محبت سے نجات، دارالبقاء پہنچنے کی خواہش اور وہاں کی نعمتوں کی تمنا میں موت کی آرزو ایمان اور کمال ایمان کی نشانی ہے۔ اسی طرح دینی ضرر و نقصان کے خوف سے بھی موت کی آرزو کرنا مکروہ نہیں ہے۔ "موت کو یاد رکھنا" دراصل کنایہ ہے اس بات سے کہ اللہ رب العزت کا خوف قلب میں جاگزین ہو اس کی رضاء و خوشنودی کا حصول اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری ہمہ وقت پیش نظر ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل ہو، توبہ و استغفار کا ورد ہو اور دنیاوی نفع نقصان پر آخرت کے نفع و نقصان کو مقدم رکھا جائے۔ ورنہ تو محض موت کو یاد رکھنا اور یاد کرنا اور عملی طور پر بے راہ روی اختیار کرنا چنداں فائدہ مند نہیں ہے بلکہ قساوت قلب کا سبب ہے جیسا کہ غفلت کے ساتھ اللہ رب العزت کو یاد کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ نسأل اللہ العافیۃ.

آپ کہیے کہ اگر دار آخرت اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے بجائے خصوصیت سے تمہارے لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت

تمنا کرو۔(البقرہ، ۹۵)

یہودیوں کے اس دعویٰ کا رد کہ جنت کے صرف وہی مستحق ہیں

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اور یہود اور ان کے علماء کے خلاف حجت قائم کی ہے کہ اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ تمہارا دین برحق ہے اور آخرت میں صرف تم ہی جنت کے مستحق ہو تو تم دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے اور آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں کو پانے کے لیے موت کی تمنا کرو تا کہ معلوم ہو جائے کہ کس کا دین سچا ہے' لیکن انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی کیونکہ آخرت کی تو ویسے ہی انکو امید نہ تھی کہیں دنیا بھی ہاتھ سے جاتی نہ رہے' مشرکین جو مرنے کے بعد دوسری زندگی پر یقین نہیں رکھتے' اصل میں ان کو دنیا میں لمبی عمر کی تمنا ہونی چاہیے کیونکہ ان کے لیے جو کچھ ہے یہی دنیا ہے لیکن یہ یہودی جو دنیا کے بعد آخرت اور جنت کے دعویٰ دار تھے ان مشرکوں سے بھی زیادہ لمبی عمر کی خواہش رکھتے تھے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی کوئی ہزار سال کی زندگی کی تمنا کرتا تھا' اور موت کی تمنا کرنے کے بجائے لمبی زندگی کی خواہش کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دخول جنت کے متعلق انکا دعویٰ جھوٹا ہے' قرآن مجید میں فرمادیا کہ وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر وہ ایک دن بھی موت کی تمنا کرتے تو روئے زمین پر کوئی یہودی زندہ نہ رہتا اور صفحہ ہستی سے یہودیت مٹ جاتی۔ (جامع البیان ج۱ ص ۳۲۷۔۳۲۶ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

قرآن مجید کی صداقت اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل

اس آیت میں قرآن مجید کی حقانیت اور ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے کیونکہ قرآن مجید نے یہ پیش گوئی کی کہ یہودی مت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے' اگر یہودی سچے تھے تو وہ موت کی تمنا کرتے اور رسول اللہ سے آکر کہتے: لو ہم نے موت کی تمنا کرلی ہے' اور یوں قرآن جھوٹا ہو جاتا اور آپ کی نبوت باطل ہو جاتی۔ یہ بڑی نازل اور خطرناک پیش گوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے متعلق پیش گوئی کی کہ وہ موت کی تمنا نہیں کرسکتے' کبھی نہیں کریں گے' ان کے لیے بڑا آسان تھا کہ آپ کے دعویٰ نبوت کو باطل کرنے کے لیے ہی تمنا کر لیتے لیکن ایسا نہ ہو سکا اور آپ کی نبوت کا صدق اور قرآن مجید کی حقانیت ظاہر ہوگئی۔ جھوٹا نبی کبھی ایسی پیش گوئی کی جرات نہیں کرسکتا جس کو باطل کرنا مخالف کے اختیار میں ہو اور اس کے تمنا کرنے پر موقوف ہو۔ جھوٹے نبی کی کوئی پیش گوئی پوری نہیں ہوتی' مرزا غلام احمد نے محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی کی لیکن اس کا نکاح مرزا سلطان محمد سے ہو گیا' پھر اس نے پیش گوئی کی کہ سلطان محمد ڈھائی سال بعد مر جائے گا اور محمدی بیگم اس کے نکاح میں آجائے گی لیکن غلام احمد مر گیا اور مرزا سلطان محمد اس کے بعد تا دیر زندہ رہا' اس طرح اس نے ایک بیمار عیسائی پادری آتھم کے متعلق پیش گوئی کی کہ وہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو مر جائے گا لیکن وہ اس تاریخ کو نہیں مرا بلکہ تندرست ہو گیا۔

حصول شہادت کے لیے موت کا استحباب اور مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کی ممانعت

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر یہودی مسلمانوں سے یہ کہیں کہ اگر تم اسلام کے دین حق ہونے اور دخول جنت کے مدعی ہو تو تم

موت کی تمنا کرو حالانکہ تم موت کی تمنا نہیں کرتے بلکہ تمہارے نبی نے تمنا کرنے سے منع کیا ہے؟
امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۰۶ھ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:
ہم کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان فرق ہے کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لیے مبعوث کیا گیا ہے اور مقصود ابھی تک حاصل نہیں ہوا اس لیے میں قتل کیے جانے پر راضی نہیں ہوں اور تمہارا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج۱ ص ۶۰۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۰ھ)
امام رازی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح یہودی بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ابھی تورات کی تعلیمات کو پوری دنیا میں پھیلانا ہے اور یہ مقصد ابھی تک حاصل نہیں ہوا اس لیے ہم قتل کیے جانے پر راضی نہیں ہیں۔
اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں:
اس کا جواب یہ ہے کہ اول ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ صرف ہمارے نبی کے پیروکار جنت میں جائیں گے بلکہ ہر نبی کے سچے پیروکار جنت میں جائیں گے دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی مشکلات اور مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات جنت اور شہادت کے حصول کے لیے موت کی تمنا کی ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول کے شہر میں میری موت واقع کر۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی مرنے کے بعد ثواب مل جائے وہ دنیا میں واپس جانا نہیں چاہتا سوا شہید کے کیونکہ شہادت کی فضیلت دیکھنے کے بعد وہ دوبارہ دنیا میں جا کر خدا کی راہ میں مرنا چاہتا ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھتا ہے اللہ بھی اس کے ساتھ ملاقات سے محبت رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری ج۲ ص ۹۶۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)
ان احادیث میں اس چیز کی تصریح ہے کہ اللہ سے ملاقات جنت اور شہادت کے لیے موت کی تمنا صحیح ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اور صحابہ نے یہ تمنا کی ہے البتہ دنیا کی مشکلات اور مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور تمنا کرنی ہو تو یوں کہے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے وفات دے دے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام نووی رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ دینی فتنہ وفساد کے خوف سے موت کی آرزو کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت امام شافعی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ وغیرہما کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان حضرات نے دینی فتنہ وفساد کے خوف سے موت کی آرزو کی تھی اسی طرح کے راستہ میں شہادت کی آرزو کرنی بلکہ مستحب ہے اس لئے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ثابت ومنقول ہے بلکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں تو یہاں تک منقول ہے کہ انہوں نے طاعون عمواس کے وقت موت کی آرزو کی تھی اس لئے معلوم ہوا کہ شہادت کی آرزو کرنا اگرچہ وہ ازقسم طاعون وغیرہ ہی کیوں نہ ہو مستحب ہے۔ مسلم میں یہ روایت منقول ہے کہ جس شخص نے صدق دل سے اور خلوص نیت کے ساتھ شہادت کی تمنا کی تو اسے شہادت کا ثواب دیا جاتا ہے (اگرچہ اسے شہادت حاصل نہ ہو سکے) مدینہ میں موت کی آرزو کرنا مستحب ہے کیونکہ بخاری میں منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی تھی۔" دعا (اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلك واجعل موتی فی بلد رسولك)" اے اللہ! اپنی راہ میں مجھے شہادت نصیب فرما اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت دے۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تک زندگی موت سے بہتر ہے جب تک کہ گناہ کے مقابلہ میں طاعات زیادہ ہوں اور زمانہ دینی فتنہ وفساد سے خالی ہو۔ ہاں جب صورت حال بالکل برعکس ہو۔ بایں طور کہ طاعات کے مقابلہ میں گناہ زیادہ ہوں اور زمانہ دینی فتنہ وفساد سے خالی نہ ہو تو پھر جینے سے مرجانا ہی بہتر ہے۔ (شرح مسلم نووی)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ راحت پانے والا ہے، یا یہ کہ اس سے دوسروں کو راحت نصیب ہوئی؟" صحابہ نے عرض کیا کہ راحت پانے والا کون ہے؟ اور وہ کون ہے جس سے دوسروں کو راحت نصیب ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا" بندہ مؤمن اپنی موت کے ذریعہ دنیا کے رنج وایذاء سے راحت پاتا ہے اور اللہ کی رحمت کی طرف جاتا ہے اور بندہ فاجر (یعنی گنہگار) کی موت کے ذریعہ اس کے شر فساد سے بندے، شہر، درخت اور جانور (سب ہی) راحت پاتے ہیں۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 81)

مطلب یہ ہے کہ جب بندہ مؤمن وفات پاتا ہے تو وہ دنیا کے رنج سے بایں طور راحت پاتا ہے کہ دنیا میں اعمال واحوال کی وجہ سے وہ جس مشقت ومحنت میں مبتلا تھا اس سے نجات مل جاتی ہے اور دنیا کی ایذاء سے بایں طور راحت پاتا ہے کہ وہ دنیاوی تکلیف وپریشانی مثلاً گرمی سردی، تنگدستی ومفلسی وغیرہ سے یا یہ کہ اہل دنیا کی ایذاء اور رسانی سے اسے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ اسی لئے مسروق رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مجھے کسی چیز پر بھی کسی چیز کے سبب اتنا رشک نہیں آتا جتنا رشک اس مؤمن پر آتا ہے جو قبر میں سلا دیا

جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے عذاب سے مامون ہو جاتا ہے اور دنیا سے راحت و سکون پالیتا ہے۔

نیز ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب کے پاس جانے کے شوق میں موت کو پسند کرتا ہوں۔ گناہ کے کفارہ کے لئے مرض کو پسند کرتا ہوں۔ اور اپنے رب کے سامنے تواضع وانکساری کی خاطر فقر کو پسند کرتا ہوں۔ جب بندہ فاجر یعنی گنہگار مرتا ہے تو اس سے بندے تو یوں راحت پاتے ہیں کہ جب وہ اپنی زندگی میں خلاف شرع باتیں کرتا اور لوگ اسے منع کرتے تو وہ انہیں ایذاء پہنچاتا اور اگر سکوت و خاموشی اختیار کرتے تو اپنے دین اور اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتے۔ اور جب وہ گنہگار مر گیا تو لوگوں نے اس سے چھٹکارا پایا۔ اور شہر و درخت وغیرہ اس کے مرنے سے بایں طور راحت پاتے ہیں کہ گناہ و ظلم ہونے کی وجہ سے عالم میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ ارکان دین میں خلل واقع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ گنہگار و ظالم کو مبغوض رکھتا ہے لہٰذا اس کی وجہ سے زمین اور وہ تمام چیزیں جو زمین میں ہیں نقصان اٹھاتی ہیں پھر یہ کہ اس کی شومی گناہ کے سبب اللہ تعالیٰ بارش نہیں برساتا، اب جب کہ مرا تو بادلوں نے اپنے منہ کھول دیئے اور زمین کا شجر و پودا ہرا بھرا ہو گیا اور اس طرح سب ہی نے راحت پائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے تو) میرا مونڈھا پکڑا (تا کہ میں متنبہ ہو جاؤں) پھر فرمایا "تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر بلکہ راہ گیر ہو" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما (اس کے بعد لوگوں سے) فرمایا کرتے تھے کہ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو، نیز اپنی صحت کو بیماری سے غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو موت سے غنیمت سمجھو۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 82)

یہاں حدیث میں لفظ بمنکبی حرف یا کے سکون کے ساتھ بصیغہ مفرد نقل کیا گیا ہے جبکہ مشکوۃ کے ایک دوسرے نسخہ میں حرف یا کے تشدید کے ساتھ بصیغہ تثنیہ منقول ہے۔ فانک غریب (گویا تم مسافر ہو) کا مطلب یہ ہے کہ تم دنیا کی طرف رغبت نہ رکھو اس لئے کہ تم اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے والے ہو، لہٰذا تم اس دنیا کو اپنا وطن نہ بناؤ، دنیا کی لذتوں کے ساتھ الفت نہ رکھو اور دنیا دار لوگوں سے اور ان کے اختلاط سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ تم ان سب لوگوں سے جدا ہونے والے ہو، اس دنیا میں اپنی بقا کو وہم و گمان میں بھی نہ رکھو، ان امور سے قطعاً اجتناب کرو جن سے ایک مسافر غیر وطن میں اجتناب کرتا ہے اور ان چیزوں سے مشغول نہ رہو جن میں وہ مسافر کہ جو اپنے اہل و عیال اور اپنے وطن کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے، مشغول نہیں ہوتا، گویا کہ تم کلیۃ اس دنیا میں بالکل اسی طرح رہو جس طرح کہ ایک مسافر اپنے وطن اور اپنے اہل و عیال سے دور غیر وطن میں رہتا ہے۔ پھر آگے زیادہ مبالغہ کے ساتھ فرمایا کہ "بلکہ ایک راہ گیر (راستہ چلنے والے) کی طرح رہو کیونکہ مسافر تو اپنے سفر کے دوران مختلف شہروں میں قیام بھی کر لیتا ہے بخلاف راستہ چلنے والے کے کہ وہ تو کسی جگہ قیام بھی نہیں کرتا۔ لہٰذا دنیا کو نہ صرف یہ کہ سفر گاہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ خیال کرنا چاہئے کہ راستہ چل رہا ہوں نہ تو وطن میں ہوں اور نہ حالت سفر میں کہیں ٹھہرا ہوا ہوں۔

جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو الخ" اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی شخص کو اپنی موت کے وقت کا علم نہیں نہ معلوم موت کا پنجہ کس وقت گردن آ دبوچے، ایک لمحے کے لئے بھی کسی زندگی کا بھروسہ نہیں ہے صبح کے وقت کسی کو معلوم نہیں کہ شام کا وقت دیکھنا بھی نصیب ہوگا یا نہیں، شام کے وقت کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ صبح تک اس کی زندگی ضرور ہی باقی رہے گی حاصل یہ کہ صبح و

شام ہر وقت تم موت کو اپنے سامنے حاضر سمجھو، زندگی کی آرزوؤں اور تمناؤں کو دراز نہ کرو، عمل خیر کرنے میں پیش روی اختیار کرو دن کی عبادات اور نیک اعمال کو رات پر اور رات کی عبادات و نیک اعمال کو دن پر اٹھا نہ رکھو کیونکہ غلیمتے شمر اے شمع وصل پروانہ ایں معاملہ تا صبح دم نہ خواہد ماند" صحت کو بیماری سے غنیمت جانو" کا مطلب یہ ہے کہ صحت و تندرستی کی حالت میں جس قدر ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرو تا کہ حالت بیماری میں جب تم نیک اعمال کرنے پر قادر نہ رہو گے ویسا ہی ثواب پا سکو۔" اپنی زندگی کو موت سے غنیمت جانو" یعنی تمہاری جتنی بھی زندگی ہے اس میں عمل ہی عمل کئے جاؤ تا کہ جب یہ زندگی اپنا وقت پورا کرے اور تم موت کی آغوش میں پہنچ جاؤ تو پھر اس کے بعد تمہاری زندگی کے انہیں اعمال کا ثواب تمہیں پہنچتا رہے۔ غنیمت داں جوانا دولت حسن جوانی رانہ پنداری کہ ایام جوانی جاوداں باشد بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے الفاظ اذا امسیت... من حیاتك لموتك حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد موقوف ہے لیکن" احیاء العلوم" میں اسے مرفوعا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پند و نصیحت فرمائی اور (آخرت کا خوف دلا کر) ہمارے دلوں کو نرم کر دیا، چنانچہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رونے لگے اور بہت روئے اور پھر کہنے لگے کہ کاش میں بچپن ہی میں مر جاتا (تو گنہگار نہ ہوتا اور عذاب آخرت سے نجات پاتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ" سعد! کیا تم میرے سامنے موت کی آرزو کرتے ہو؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین بار کہے اور پھر ارشاد فرمایا" سعد! اگر تم جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہو تو تمہاری عمر جس قدر دراز ہو گی اور جتنے اچھے اعمال ہوں گے اسی قدر تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 92)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کیا تم میرے سامنے موت کی آرزو کرتے ہو؟ کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد تو موت کی آرزو کے لئے کوئی وجہ ہو سکتی ہے مگر میرے ہوتے ہوئے موت کی آرزو کیسی؟ کیوں کہ میرے جمال با کمال کا دیدار اور میری صحبت کا شرف عظیم تمہارے لئے ہر نعمت سے بہتر اور اعلیٰ ہے اگرچہ میرے سامنے مرنے کے بعد تمہیں وہاں کے اعلیٰ مراتب اور نعمتیں ہی کیوں نہ حاصل ہوں اور اس میں کیا شک کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مقدس اور چہرہ مبارک کے دیدار کے مرتبہ عظیم کو اور کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی۔

ایک مرد عارف سے کسی شخص نے پوچھا کہ مؤمن کے لئے جینا بہتر ہے یا مرنا؟ اس نے عارفانہ جواب دیا" زمانہ نبوت میں جب کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں کے دیدار کی نعمت عظمیٰ حاصل تھی مومن کے لئے جینا بہتر تھا اور اب ان کے بعد تو مرنا ہی بہتر ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کے بعد دوسری شق ذکر نہیں فرمائی گئی ہے جو گویا یہاں محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ (وان کنت خلقت للنار فلا خیر فی موتك ولا یحسن السراع الیہ)۔ یعنی اور اگر تم (نعوذ باللہ) آگ کے لئے پیدا کئے گئے ہو تو جب بھی نہ مرنے میں بھلائی ہے اور نہ موت کے لئے جلدی کرنی اچھی بات ہے۔

بَابُ مَوْتِ الْفَجَأَةِ

باب: اچانک موت آجانا

3110 ۔حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ، أَوْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ، رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَرَّةً: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ مَرَّةً: عَنْ عُبَيْدٍ، قَالَ: مَوْتُ الْفَجْأَةِ أَخْذَةُ أَسِفٍ

⊛⊛ عبید بن خالدایک صحابی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اچانک موت، ناراضگی کی پکڑ ہے''

شرح

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور رزین نے اپنی کتاب میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ" غضب کی پکڑ کافر کے لئے ہے۔ مگر مومن کے لئے رحمت ہے"۔تشریح مطلب یہ ہے کہ ناگہانی موت غضب الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کیونکہ اچانک موت واقع ہوجانے کی صورت میں مرنے والے کواتنی بھی مہلت نہیں ملتی کہ سفرآخرت کی تیاری کرے بایں طور کہ توبہ واستغفار کر کے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے اور نیک وصالح اعمال کر کے بارگاہ رب العزت میں سرخروئی حاصل کرے لیکن علماء لکھتے ہیں کہ یہ یعنی ناگہانی موت کوغضب کی پکڑ" فرمانا کافروں کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جونیک راستہ پرنہیں ہیں جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ سے کہ جسے بیہقی اور رزین نے نقل کیا ہے معلوم ہوتا ہے۔گویا حاصل کلام یہ ہوا کہ ناگہانی موت اچھے ونیک لوگوں کے لئے اچھی چیز ہےاور برے وبدکارلوگوں کے لئے بری چیز ہے۔

اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے

ان بطش ربك لشديد۔ (البروج،۱۲)

۱۔ابن المنذروالحاکم وصححہ نے ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت والسماء ذات البروج سے لے کرآیت تو شاہدومشہودتک قسم ہےاور فرمایایہ قسم ہے اس بات پر کہ تیرے رب کی پکڑسخت ہے اس کے آخرتک۔

۲۔ابن المنذرنے ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ان بطش ربك لشديد۔ بے شک تیرے رب کی پکڑسخت ہے سے یہاں قسم مراد ہے آیت انه هو يبدء ويعيد۔ بے شک وہی پہلے پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا۔یعنی مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیاپھردوبارہ بھی پیدا کرے گا۔آیت وهو الغفور الودود۔ اوروہی ہے بخشنے والااور محبت کرنے والا یعنی وہ محبت کرتا ہے اپنی اطاعت پرجواس کی اطاعت کرے۔

ان بطش ربك لشديد۔ جب وہ جابروں اور ظالموں کوپکڑتا ہے تواس کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے"و كذالك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهي ظالمة، ان اخذه اليم شديد۔ ہود)اور یوں ہی گرفت ہوتی

ہے آپ کے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو دراں حالیکہ وہ ظالم ہوتی ہیں بے شک اس کی پکڑ دردناک اور سخت ہوتی ہے یہ پہلے گزر چکا ہے مبرد نے کہا، ان بطش ربك یہ جواب قسم ہے معنی یہ ہوگا قسم ہے برجوں والے آسمان کی تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے درمیان میں جو بھی کلام ہے وہ جملہ معترضہ ہے اور قسم کی تاکید کے لیے ذکر ہوا ہے حکیم ترمذی نے، نوادر الاصول، میں بکہ بات ذکر کی ہے، پکڑ کی شدت کے ساتھ جو صفت ذکر کی گئی ہے قسم اس کے بارے میں واقع ہو رہی ہے۔

(تفسیر قرطبی، درمنثور، بیروت)

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" (دنیا کی) لذتوں کو کھو دینے والی چیز کو، کہ جو موت ہے کثرت سے یاد کرو۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 85)

صحیح یہی ہے کہ لفظ" ہاذم" ذال کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں قطع کرنے والا، چنانچہ جن لوگوں نے دال کے ساتھ یعنی لفظ" ہادم" بمعنی ڈھا دینے والا جو نقل کیا ہے صحیح نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ اس بارہ میں کسی راوی سے چوک ہو گئی ہو۔ بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا چاہئے کیونکہ موت کو یاد کرنے سے غفلت جو نیک اعمال کے راستہ میں رکاوٹ بنتی ہے دور ہوتی ہے، موت کی یاد دنیا (کے برے کاموں) کی مشغولیت سے باز رکھتی ہے اور موت کو یاد کرنے والا طاعات و عبادات کی طرف متوجہ رہتا ہے جو توشہ آخرت ہے۔

نسائی نے اس روایت میں یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں۔ فانه لا یذکر فی کثیر الا قلله ولا فی قلیل الا کثرہ (ترجمہ) جب مال کی زیادتی میں موت یاد آتی ہے تو وہ مال کو کم کر دیتی ہے (یعنی موت یاد آ جانے کی وجہ سے مال کی طرف کوئی رغبت نہیں رہتی اور مال کو فانی سمجھنے لگتا ہے اس لئے اس وقت زیادہ مال بھی نظروں میں حقیر ہو جانے کی وجہ سے کم ہی محسوس ہوتا ہے) اور جب مال کی کمی میں موت یاد آ جاتی ہے تو وہ مال کو زیادہ کر دیتی ہے (یعنی جب موت یاد آتی ہے تو دنیا کو فانی سمجھ کر کم مال پر قناعت کرتا ہے اس لئے تھوڑا مال بھی زیادہ معلوم ہونے لگتا ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُونِ

باب: اس کی فضیلت، جو طاعون کی وجہ سے مرجائے

3111 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ عَتِيكِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَتِيكٍ، وَهُوَ جَدُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَبُو أُمِّهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمَّهُ جَابِرَ بْنَ عَتِيكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ يَعُودُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ ثَابِتٍ، فَوَجَدَهُ قَدْ غُلِبَ، فَصَاحَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُجِبْهُ فَاسْتَرْجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: غُلِبْنَا عَلَيْكَ يَا أَبَا الرَّبِيعِ

3111- حديث صحيح، عتيك بن الحارث بن عتيك ذكره ابن حبان في "الثقات" وصحح حديثه هذا، ورواية مالك لحديثه في "الموطا" تقوية له، وقد صحح حديثه هذا الحاكم 1/351، وسكت عنه الذهبي، واورده عبد الحق الاشبيلي في "احكامه الوسطى" 2/3602-361، وسكت عنه، وقد روى الحديث برمته من طريق آخر كما سياتي. وهو في "موطا مالك" 1/233-234، ومن طريقه اخرجه النسائي (1846). وهو في "مسند احمد" (23753)، و "صحيح ابن حبان"

فَصَاحَ النِّسْوَةُ وَبَكَيْنَ فَجَعَلَ ابْنُ عَتِيكٍ يُسَكِّتُهُنَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْهُنَّ، فَإِذَا وَجَبَ فَلَا تَبْكِيَنَّ بَاكِيَةٌ قَالُوا: وَمَا الْوُجُوبُ؟ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الْمَوْتُ قَالَتِ ابْنَتُهُ: وَاللهِ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ شَهِيدًا، فَإِنَّكَ كُنْتَ قَدْ قَضَيْتَ جِهَازَكَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَوْقَعَ أَجْرَهُ عَلَى قَدْرِ نِيَّتِهِ، وَمَا تَعُدُّونَ الشَّهَادَةَ؟ قَالُوا: الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللهِ: الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ، وَالْغَرِقُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ، وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ، وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ، وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ

۞۞ حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت عبداللہ بن ثابت کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے تو آپ نے انہیں بے ہوش پایا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں بلند آواز میں پکارا، لیکن انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو جواب نہیں دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور یہ فرمایا: اے ابوربیع! تمہارے حوالے سے ہم (تقدیر کے حکم کے آگے) مغلوب ہو گئے ہیں، تو خواتین نے چیخ ماری اور رونا شروع کر دیا، حضرت جابر بن عتیک انہیں خاموش کروانے لگے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں کرنے دو، جب وہ واجب ہو جائے گی پھر کوئی رونے والی نہ روئے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! واجب ہونے سے کیا مراد ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''موت'' ان کی صاحبزادی نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے یہ امید ہے کہ آپ شہید ہوں گے، کیونکہ آپ نے اپنی تیاری مکمل کی ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کی نیت کے موت کے مطابق اسے اجر عطا کرے گا تم لوگ کسے شہادت شمار کرتے ہو؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ کی راہ میں قتل ہونے کو، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اللہ کی راہ میں قتل ہونے کے علاوہ بھی شہادت کی سات قسمیں ہیں، طاعون کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، ملبے کے نیچے آ کر مرنے والا شہید ہے اور بچے کی ولادت کے وقت مرجانے والی عورت شہید ہے۔

بَابُ الْمَرِيضِ يُؤْخَذُ مِنْ أَظْفَارِهِ وَعَانَتِهِ

باب: مریض کے ناخن کاٹ لیے جائیں اور زیر ناف بال صاف کر لیے جائیں

3112 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ، حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: ابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ، خُبَيْبًا، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا لِقَتْلِهِ، فَاسْتَعَارَ مِنَ ابْنَةِ الْحَارِثِ، مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا، فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ، حَتَّى أَتَتْهُ فَوَجَدَتْهُ مُخْلِيًا وَهُوَ عَلَى فَخِذِهِ، وَالْمُوسَى بِيَدِهِ، فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا فِيهَا، فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ

أَقْتُلَهُ، مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هٰذِهِ الْقِصَّةَ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عِيَاضٍ، أَنَّ ابْنَةَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهُمْ حِينَ اجْتَمَعُوا - يَعْنِي - لِقَتْلِهِ اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حارث بن عامر کے بیٹوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خرید لیا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے موقع پر حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ قیدی کے طور پر ان لوگوں کے ہاں رہے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کی بیٹی سے استرا مانگا، تاکہ اس کے ذریعے زیر ناف بال صاف کر لیں، اس عورت نے انہیں وہ دے دیا، اسی دوران اس عورت کا ایک بچہ ان کے پاس آ گیا اور وہ عورت اس بچے سے غافل تھی، جب اس عورت نے دیکھا کہ وہ بچہ اکیلا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس ہے اور ان کے زانوں پر بیٹھا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ میں استرا بھی ہے، تو وہ عورت گھبرا گئی، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ حالت محسوس کر لی، تو فرمایا: کیا تم ڈر رہی ہو کہ میں اسے قتل کر دوں گا؟ میں ایسا نہیں کروں گا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ واقعہ شعیب بن حمزہ نے زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ یہ کہتے ہیں، عبیداللہ بن عیاض نے حارث کی صاحبزادی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ اس خاتون نے انہیں بتایا کہ جب ان لوگوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے اس خاتون سے استرا مانگا، تاکہ اس کے ذریعے زیر ناف بال صاف کر لیں، تو اس خاتون نے انہیں وہ دے دیا۔

حضرت خبیب بن عدی شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خبیب بن عدی بن مالک بن عامر بن مجدعہ مجدعہ بن جحجبی بن عوف بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس۔

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ غزوہ بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت کی خلعتِ فاخرہ نصیب ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ کچھ یوں ذکر فرماتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کی ایک جماعت کو جاسوسی کی غرض سے بھیجا، ان کا امیر حضرت عاصم بن ثابت بن افلح انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ یہ لوگ جب مکہ اور عسفان کے درمیان ھدۃ نامی مقام پر پہنچے تو قبیلہ ھذیل کی ایک شاخ بنو لحیان کے لوگوں کو ان کی اطلاع ہوگئی۔ ان کے ایک سو کے قریب تیرانداز ان حضرات کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ایک جگہ انہیں کھجوروں کی کچھ گٹھلیاں پڑی ہوئی ملیں۔ ان گٹھلیوں کو دیکھ کر انہوں نے کہا۔

یہ تو یثرب (مدینہ) کے کھجوروں کی گٹھلیاں ہیں۔ (گویا اس طرح ان کو مزید تصدیق ہوگئی کہ واقعی مسلمانوں کے کچھ افراد

یہاں آئے ہوئے ہیں)۔

چنانچہ اب انہوں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدموں کے نشانات کو سامنے رکھ کر ان کا پیچھا شروع کر دیا اور (بالآخران تک پہنچ گئے)۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو جب ان مشرکین کا پتہ چلا تو وہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئے، مشرکین نے اس ٹیلے کا گھراؤ کر لیا اور کہا۔ ٹیلے سے نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو، ہم تم سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔

اس کے جواب میں امیرِ دستہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے۔

أَمَّا أَنَا فَوَاللهِ لَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ الْكَافِرِ، اَللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ

جہاں تک میرا معاملہ ہے تو اللہ کی قسم! میں تو کسی کافر سے عہد و میثاق کر کے ٹیلے سے نہیں اتروں گا۔ اے اللہ! اپنے نبی کو ہماری اطلاع فرما دیجئے۔

ان کا یہ اعلان سن کر مشرکین نے تیر برسانا شروع کر دیئے، جس کے نتیجے میں حضرت عاصم سمیت سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ باقی تین حضرات ان سے معاہدہ کر کے نیچے اتر آئے، جن میں ایک حضرت خبیب رضی اللہ عنہ، دوسرے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن دثنہ اور ایک تیسرے صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ مشرکین نے جب ان پر قابو پا لیا تو فوراً انہیں باندھنے لگے، یہ دیکھ کر وہ تیسرے صحابی بولے۔

هٰذَا أَوَّلُ غَدْرٍ، وَاللهِ لَا أَصْحَبُكُمْ، إِنَّ لِي بِهٰؤُلَاءِ لَأُسْوَةً

یہ پہلا دھوکہ ہے، اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا، میرے لیے ان (سات شہداء کے طرزِ عمل) میں بہترین نمونہ ہے۔ (یعنی میں بھی شہادت کو ترجیح دوں گا پر تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا)

مشرکین نے بڑا زور لگایا کہ کسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جائیں، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نہ مانے، آخر تنگ آ کر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، باقی دو صحابہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو وہ اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں مشرکین مکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا، کیونکہ حارث بن عامر کو غزوہ بدر میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ہی نے قتل کیا تھا (چنانچہ اس کے بیٹوں نے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے انہیں خریدا) کئی دن تک تو آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس قید رہے، پھر بالآخر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے شہادت کے لیے تیاری شروع کر دی، اسی دوران انہوں نے حارث بن عامر کی ایک بیٹی سے اُسترا لیا تاکہ صفائی وغیرہ کر لیں۔

اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ چلتا چلتا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے (پیار سے) اپنی ران پر بٹھا لیا اور استرا ابھی آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ بچے کی ماں کی جب اس منظر پر نظر پڑی تو اس کے ہوش اُڑ گئے (اس

نے یہ سمجھا کہ خبیب کہیں انتقام میں میرے بچے کو ذبح نہ کر ڈالیں۔ کیونکہ ہم نے جوان کے قتل کا فیصلہ کیا ہوا ہے) اس کی یہ گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اَتَحْسَبِیْنَ اَنِّیْ اَقْتُلُهٗ، مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذَالِكَ

کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ میں اس بچے کو قتل کردوں گا؟ نہیں! میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ یہ گھٹیا کام کروں۔

بعد میں وہ عورت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کرتی تھی۔

اللہ کی قسم! میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا، ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ وہ انگوروں کا گچھا لیے اس سے کھا رہے ہیں، حالانکہ وہ لوہے (کی زنجیروں) میں جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں تو مکہ میں کھجوریں بھی نہیں تھیں (چہ جائیکہ انگوروں کا تصور کیا جائے)۔

بہر حال (جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کیے جانے کا وقت آیا تو) وہ انہیں حرم سے باہر لے گئے تاکہ انہیں حل میں لے کر جا کر قتل کریں، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا۔

مجھے ذرا چھوڑو! تاکہ میں دو رکعت نماز پڑھ سکوں۔

انہوں نے چھوڑ دیا، آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْ تَحْسَبُوْا اَنَّ مَا بِیْ جَزَعٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُ، اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا

اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم میرے بارے میں یہ گمان کرو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو مزید نماز پڑھتا۔ اے اللہ! ان کو شمار کر کے رکھنا اور ان سب کو قتل کر دینا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ چھوڑنا۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار پڑھے، جن میں سے دو اشعار تو بہت مشہور ہیں لیکن ہم آج آپ کو سارے اشعار سنائیں گے۔ لیجیے!

لَقَدْ جَمَّعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِیْ وَاَلَّبُوْا قَبَائِلَهُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا كُلَّ مَجْمَعِ

لشکر میرے ارد گرد جمع ہو چکے اور انہوں نے اپنے قبیلوں کو اور جس کسی کو جمع کر سکتے تھے جمع کر لیا۔

وَقَدْ قَرَّبُوْا اَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِیْلٍ مُّمَنَّعِ

اپنے بچوں اور عورتوں کو بھی قریب لے آئے اور مجھے بھی ایک مضبوط، لمبے کھجور کے تنے کے قریب کر دیا گیا۔

وَكُلُّهُمْ یُبْدِی الْعَدَاوَةَ جَاهِدًا عَلَیَّ لِاَنِّیْ فِیْ وِثَاقٍ بِمَضْیَعِ

سب کے سب میرے خلاف تگ و دو کر رہے ہیں اور مجھ سے دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں، کیونکہ میں بندھنوں میں جکڑا، فنا ہونے والا ہوں۔

اِلَی اللّٰهِ اَشْكُوْ غُرْبَتِیْ بَعْدَ كُرْبَتِیْ وَمَا جَمَّعَ الْاَحْزَابُ لِیْ عِنْدَ مَصْرَعِیْ

اللہ ہی سے میں اپنی تکلیف اور غریب الوطنی کا شکوہ کرتا ہوں اور ان لشکروں کا جو میرے قتل کا تماشہ دیکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

فَذَا العَرْشِ صَبَّرَنِي عَلَى مَا أَصَابَنِي فَقَدْ بَضَعُوا لَحْمِي وَقَدْ ضَلَّ مَطْمَعِي

عرش والے نے ہی مجھے میری تکلیف پر صبر کی توفیق دی ہے، ورنہ یہ لوگ تو میرا گوشت تک کاٹ چکے اور میری امید تک ختم ہو چکی۔

وَذَالِكَ فِي ذَاتِ الإِلٰهِ وَإِن يَّشَاءُ يُبَارِكْ عَلَى أَوصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

اور میری یہ قربانی ذات باری تعالیٰ کی خاطر ہے، اگر وہ چاہے تو جدا جدا کیے ہوئے اعضاء کے جوڑوں میں برکت ڈال دے۔

وَقَدْ عَرَضُوا بِالْكُفْرِ وَالْمَوْتُ دُونَهُ وَقَدْ ذَرَفَتْ عَيْنَاءُ مِنْ غَيْرِ مَدْمَعِ

انہوں نے (مجھ پر) کفر پیش کیا، جبکہ موت اس سے بہتر ہے اور میری آنکھیں بغیر آنسوؤں کے بہہ رہی ہیں۔

وَمَا بِي حَذَارُ الْمَوْتِ إِنِّي لَمَيِّتٌ وَلٰكِنْ حَذَارِي حَرُّ نَارٍ تَلَفَّعُ

مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں، کیونکہ میں نے مرنا تو ہے ہی، لیکن مجھے شعلے اٹھاتی آگ کی تپش اور حرارت ڈرا رہی ہے۔

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعاً وَلَا جَزَعاً إِنِّي إِلَى اللهِ مَرْجِعِي

میں دشمن کے سامنے نہ جھکوں گا، نہ جزع فزع کروں گا، کیونکہ میں اپنے اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔

وَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِماً عَلَى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي

اور جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ کے نام پر میں کس پہلو کے بل قتل کیا جاتا ہوں۔ اس کے بعد حارث بن عامر کا بیٹا، ابو سروعہ عقبہ بن حارث آگے بڑھا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ

آپ رضی اللہ عنہ پہلے وہ مسلمان شخص ہیں، جنہوں نے ظلماً قتل ہوتے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ جاری کیا۔ شہادت کے بعد مشرکین نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ قبلہ کے رخ سے پھیر دیں لیکن جب بھی وہ چہرہ دوسری جانب پھیرتے چہرہ واپس قبلہ رخ ہو جاتا۔

ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر کو سولی سے اتار کر لے آئیں۔ جب وہ دونوں حضرات تنعیم نامی جگہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ان کے گرد چالیس افراد کا پہرہ بیٹھا ہے لیکن وہ سب کے سب مدہوش اور مست تھے، چنانچہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان دونوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی سے اتار لیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے گھوڑے پر سوار کر دیا، اس وقت بھی ان کا بدن بالکل تر و تازہ تھا اور اس

میں ذرا بھی تغیر نہیں آیا تھا۔ لیکن اتفاقاً اسی دوران مشرکین کو بھی اطلاع ہوگئی اور انہوں نے پیچھا شروع کر دیا، جب وہ بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو زمین پر ڈال دیا اور زمین نے انہیں نگل لیا۔ اسی سے آپ رضی اللہ عنہ کا نام بلیع الارض پڑ گیا۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی، الاصابہ علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللهِ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب: مرنے کے وقت اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنے کا مستحب ہونا

3113 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ: قَالَ: لَا يَمُوتُ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال سے تین دن پہلے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''کوئی شخص جب فوت ہو، تو اسے اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہیے''

شرح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے جو سکرات الموت میں مبتلا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ "تم اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہو؟ (یعنی اس وقت آیا تمہارا دل رحمت الٰہی کی امید سے بھرپور ہے یا غضب الٰہی سے ہراساں و ترساں؟ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں (یعنی اپنے آپ کو رحمت الٰہی کا امیدوار پاتا ہوں) لیکن اس کے باوجود اپنے گناہوں سے خوف زدہ (بھی) ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب ایسے وقت میں بندہ کے دل میں خوف و امید (دونوں) جمع ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عنایت فرماتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے (یعنی اپنی رحمت) اور اسے اس چیز سے (یعنی عذاب سے) امن میں رکھتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 90)

ایسے وقت" سے مراد یا تو خاص طور پر سکرات الموت کا وقت ہے یا پھر ایسے اوقات بھی مراد ہیں جو سکرات الموت کے وقت کی طرح ہوتے ہیں جن میں انسان حکما بالکل موت کے کنارے پر ہوتا ہے جیسے لڑائی کا وقت یا قصاص کا وقت یا اسی قسم کے دوسرے اوقات۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند کرنے کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا

ہے" (یہ سن کر) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی اور زوجہ مطہرہ نے عرض کیا کہ ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ مراد) نہیں بلکہ (مراد یہ ہے کہ) جب مؤمن کی موت آتی ہے تو اس بات کی خوشخبری دی جاتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے اور اسے بزرگ رکھتا ہے چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی اللہ کے ہاں اپنے اس فضیلت و مرتبہ سے) زیادہ کسی چیز (یعنی دنیا اور دنیا کی چمک دمک) کو محبوب نہیں رکھتا، اس لئے بندہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جب کافر کو موت آتی ہے تو اسے (قبر میں) اللہ کے عذاب اور (دوزخ کی سخت ترین) سزا کی خبر دی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی عذاب و سزا) سے زیادہ کسی اور چیز کو ناپسند نہیں کرتا اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے (یعنی اسے اپنی رحمت اور مزید نعمت سے دور رکھتا ہے) اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں منقول ہے کہ "موت اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے پہلے ہے"۔

(مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 80)

مشہور تو یہی ہے کہ لقاء مولیٰ (یعنی اللہ کی ملاقات) سے مراد موت ہے، لیکن اس بارہ میں تحقیقی بات یہ ہے کہ لقاء مولیٰ سے " موت" مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آخرت کی طرف متوجہ ہونا، حق تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اور اس کی رضا و خوشنودی کا طالب ہونا، دنیا کی طرف مائل نہ ہونا اور دنیا و آخرت کی محبت میں گرفتار نہ ہونا۔ لہٰذا جس شخص نے دنیا ترک کی اور دنیا اور اس کی چیزوں کو ناپسند کیا اس نے گویا لقاء مولیٰ کو پسند کیا! اور جس شخص نے دنیا کو اختیار کیا، دنیا کی چیزوں کی محبت میں گرفتار ہوا اور دنیا کی طرف اپنا میلان رکھا اس نے گویا لقاء مولیٰ کو ناپسند رکھا! یہی وجہ ہے کہ لقاء مولیٰ کا اشتیاق موت کی محبت اور اس کے اشتیاق کو لازم ہے یعنی جو شخص لقاء مولیٰ کو پسند کرے گا وہ موت کو بھی پسند کرے گا کیونکہ لقاء مولیٰ کے لئے موت وسیلہ ہے۔ ام المؤمنین چونکہ یہی سمجھیں تھیں کہ لقاء مولیٰ سے مراد موت ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد "لیس الامر کذالك" کے ذریعہ وضاحت فرمائی کہ لقاء مولیٰ سے مراد موت نہیں ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ بتقاضائے جبلت طبعی موت سے محبت ہو اور بالفعل موت کی آرزو کرنی چاہئے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص رضاء حق کا طالب ہو اور لقاء مولیٰ کا شائق ہوتا ہے وہ لقاء مولیٰ کے لئے وسیلہ ہونے کی وجہ سے موت کو ہمیشہ عقلی طور پر محبوب رکھتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جب زندگی کا وقت پورا ہونے لگتا ہے اور موت کا وقت قریب آتا ہے اور اسے حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خوشخبری دیدی جاتی ہے تو پھر اس وقت وہ موت کو طبعی طور پر پسند کرتا ہے اور لقاء مولیٰ کا اشتیاق اس کی طبعی خواہش کی آواز بن جاتا ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ ولکن المؤمن الخ (یعنی جب مؤمن کو موت آتی ہے تو اس بات کی خوشخبری دی جاتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے الخ) اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے الفاظ "موت اللہ کی ملاقات سے پہلے ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار موت سے پہلے ممکن نہیں ہے بلکہ موت کے بعد ہی یہ شرف حاصل ہوتا ہے یا پھر یہ مراد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے وہ موت کو بھی پسند کرتا ہے کیونکہ اس عظیم شرف و سعادت کا حصول موت کے ذریعہ سے ممکن ہے اور یہ کہ لقاء الٰہی کا وجود موت کے وجود سے پہلے متصور نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ لقاء الٰہی اور موت دنوں ایک چیز نہیں ہیں بلکہ دونوں الگ الگ مفہوم کے حامل ہیں۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ تَطْهِيرِ ثِيَابِ الْمَيِّتِ عِنْدَ الْمَوْتِ

باب: مرنے کے وقت قریب المرگ شخص کے کپڑوں کو صاف کر دینا مستحب ہے

3114 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ، دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْمَيِّتَ يُبْعَثُ فِي ثِيَابِهِ الَّتِي يَمُوتُ فِيهَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہن لیے اور پھر فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''میت کو (قیامت کے دن) انہی کپڑوں میں زندہ کیا جائے گا، جن کپڑوں میں اس کا انتقال ہوا تھا''

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ الْمَيِّتِ مِنَ الْكَلَامِ؟

باب: میت کے قریب' کیا کلام کیا جانا مستحب ہے؟

3115 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَيِّتَ فَقُولُوا خَيْرًا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَقُولُ؟ قَالَ: قُولِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَعْقِبْنَا عُقْبَى صَالِحَةً قَالَتْ: فَأَعْقَبَنِي اللَّهُ تَعَالَى بِهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم کسی میت کے پاس موجود ہو، تو اچھی بات کہو، کیونکہ فرشتے تمہاری کہی ہوئی بات پر آمین کہتے ہیں''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے کیا پڑھنا چاہیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھو:

''اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے اور اس کی جگہ ہمیں نعم البدل عطا کر دے''

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطا کر دیے۔

بَابٌ فِي التَّلْقِينِ

باب: تلقین کرنے کا بیان

کلمہ طیبہ پڑھ کر خاتمہ ہونے پر جنت ملنے کا بیان

3116 - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ

جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ أَبِي عَرِيبٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جس شخص کا آخری کلام ''لا الہ الا اللہ'' ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا''

شرح

مراد یہ ہے کہ جو شخص آخری وقت میں پورا کلمہ طیب لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اب یہ احتمال ہے کہ چاہے تو یہ دخول جنت عذاب سے پہلے دخول خاص ہے یا اپنے گناہوں کے بقدر عذاب دیئے جانے کے بعد ہو لیکن پہلا ہی احتمال صحیح معلوم ہوتا ہے تا کہ ان مومنین میں جو کلمہ طیب پڑھتے ہوئے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کریں اور ان مومنین میں کہ جن کا آخری کلام کلمہ طیب نہ ہو امتیاز پیدا ہو جائے۔

میت کو تلقین کرنے کا بیان

3117 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُمَارَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنے مرنے والوں کو ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے کی تلقین کرو''

شرح

"تلقین" کے معنی پڑھنا ہیں تلقین سے مراد قریب المرگ کے روبرو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنا، تا کہ وہ بھی سن کر پڑھے مگر قریب المرگ سے نہ کہا جائے یہ تم بھی پڑھو مبادا کہ شدت مرض یا بدحواسی کے سبب اس کے منہ سے انکار نکل جائے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ تلقین مستحب ہے۔

بَابُ تَغْمِيضِ الْمَيِّتِ

باب: میت کی آنکھیں بند کر دینا

3118 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ أَبُو مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ، وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، فَصَيَّحَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ، فَقَالَ: لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ رَبَّ الْعَالَمِينَ، اللَّهُمَّ افْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَتَغْمِيضُ الْمَيِّتِ بَعْدَ خُرُوجِ الرُّوحِ، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ الْمُقْرِئَ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا مَيْسَرَةَ رَجُلًا عَابِدًا يَقُولُ: غَمَّضْتُ جَعْفَرًا الْمُعَلِّمَ وَكَانَ رَجُلًا عَابِدًا فِي حَالَةِ الْمَوْتِ، فَرَاَيْتُهُ فِي مَنَامِي لَيْلَةَ مَاتَ، يَقُولُ: اَعْظَمُ مَا كَانَ عَلَيَّ تَغْمِيضُكَ لِي قَبْلَ اَنْ اَمُوتَ

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (کی میت) کے پاس تشریف لائے، ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھیں بند کر دیں، ان کے گھر والوں نے چیخ کر رونا شروع کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے لیے صرف بھلائی کی دعا کرو، کیونکہ تم لوگ جو کچھ کہتے ہو، فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی:

"اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت کر دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند کر دے اور اس کے پسماندگان کا نگران تو بن جا، اے تمام جہانوں کے پروردگار! تو ہماری اور اس کی مغفرت کر دے، اے اللہ! اس کی قبر کو کشادہ اور منور کر دے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میت کی آنکھیں، روح نکل جانے کے بعد بند کی جاتی ہیں، میں نے محمد بن محمد بن نعمان کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے ابومیسرہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: جو ایک عبادت گزار شخص تھے، وہ یہ کہتے ہیں: میں نے جعفر معلم کی آنکھیں موت کی حالت میں بند کر دی تھیں، وہ ایک عبادت گزار شخص تھے، میں نے ان کے انتقال کے بعد اگلی رات انہیں خواب میں دیکھا، تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: تم نے میرے مرنے سے پہلے ہی میری آنکھیں بند کر دی تھیں، اس پر مجھے بہت افسوس ہوا۔

بَابٌ فِي الِاسْتِرْجَاعِ

باب: انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا

3119 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَصَابَتْ اَحَدَكُمْ مُصِيبَةٌ فَلْيَقُلْ: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي، فَاْجُرْنِي فِيهَا، وَاَبْدِلْ لِي بِهَا خَيْرًا مِنْهَا

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

"جب کسی شخص کو کوئی مصیبت لاحق ہو اور وہ یہ پڑھ لے:

"بے شک ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے، اے اللہ! میں اپنی اس مصیبت کے حوالے سے، تیری بارگاہ میں ثواب کی امید رکھتا ہوں، تو مجھے اس کا اجر عطا کر اور اس کی جگہ مجھے اس کا بدل عطا کر، جو اس سے بہتر ہو"۔

شرح

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی مسلمان کسی (چھوٹی یا بڑی)

معیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ الفاظ کہتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی طرف ہم کو واپس جانا ہے۔ دعا (اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا) اے اللہ! میری مصیبت پر مجھے ثواب دے (اور اس مصیبت میں) جو چیز میرے ہاتھ سے گئی ہے اس کا نعم البدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز کا بہتر بدلہ عطا فرماتا ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (یعنی میرے پہلے شوہر) کا انتقال ہوا تو میں نے کہا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا وہ ابوسلمہ جنہوں نے سب سے پہلے مع اہل وعیال کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور پھر میں نے مذکورہ بالا کلمات کہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ کے بدلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا یعنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئی)۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 97)

انا للہ وانا الیہ راجعون کا مطلب یہ ہے کہ ہم اور جو چیزیں کہ ہماری کہلاتی ہیں سب اللہ ہی کی ملکیت اور اس کی پیدا کی ہوئی ہیں اور ہم لوٹ کر اسی طرف جانے والے ہیں گویا اس آیت میں یہ تسلیم واقرار ہے کہ خود ہماری جان اور ہماری ذات اور وہ چیزیں جن کا ہم اپنے کو مالک سمجھتے ہیں اور وہ ہمارے اختیار میں ہیں اور ہماری طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے وہ سب کی سب حقیقت میں اللہ ہی کی ملکیت میں ہے ہمارے پاس تو وہ صرف عاریتا ہیں۔ اللہ ہی کی طرف سے ہماری ابتداء ہوئی اور اس کی طرف ہماری انتہا بھی ہے۔ لہٰذا جو شخص اس مضمون کو اپنے قلب ودماغ میں راسخ کرے اور جس مصیبت میں وہ مبتلا ہو اس مصیبت پر صبر ورضا کے دامن کو پکڑے رہے تو اس کے لئے وہی مصیبت کی ہر مصیبت آسان وسہل ہو جاتی ہے لیکن اتنی بات جان لینی چاہئے کہ مصیبت و بلاء پر جزع وفزع کے ساتھ اس آیت کو محض زبان سے ادا کرنا چنداں مفید نہیں ہے۔

اگر کسی شخص کو یہ اشکال پیدا ہو کہ مذکورہ بالا آیت وکلمات کے پڑھنے کا حکم بیان نہیں فرمایا تو پھر ارشاد گرامی کے اس جزء، فیقول ما امرہ اللہ بہ (اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ کہے) کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا جواب مختصر طور پر یہ ہوگا کہ جب اس آیت اور مذکورہ بالا کلمات کے پڑھنے والے کی فضیلت بیان فرمادی تو گویا یہ حکم ہی فرمایا گیا ہے۔ لفظ "اجرنی" ہمزہ (الف) کے جزم اور جیم کے پیش کے ساتھ بھی منقول ہے۔ اور ہمزہ کے زبر اور جیم کے زیر کے ساتھ بھی منقول ہے مگر دونوں کا معنی ومراد ایک ہی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد فلما مات ابوسلمہ (جب ابوسلمہ کا انتقال ہوا الخ) کا مطلب یہ ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ پہلے سے سن رکھی تھی، چنانچہ جب میرے خاوند ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وفات پائی تو آپ کے حکم کی بجا آوری کی خاطر اور فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے میں نے چاہا کہ یہی کلمات پڑھوں مگر میرے دل میں یہ خیال ہوا کہ حضرت ابوسلمہ سے بہتر اور کون شخص ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ابوسلمہ کے بدلہ میں مجھے بطور خاوند عطا فرمائے گا۔

چنانچہ ام سلمہ حضرت ابوسلمہ کی فضیلت بیان کرتی ہیں کہ جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے۔ ان میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہی وہ سب سے پہلے مرد حق آگاہ تھے جنہوں نے اپنے اہل وعیال سمیت ہجرت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ پھر یہ کہ حضرت ابوسلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی بھی تھے اس کے بعد

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ باوجود اس خلجان کے میں نے مذکورہ کلمات پڑھے جس کے سبب سے مجھے دنیا وآخرت کی سب سے عظیم سعادت وفضیلت حاصل ہوئی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بَابٌ فِي الْمَيِّتِ يُسَجَّى

باب: میت کو ڈھانپ دینا

3120 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُجِّيَ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (وصال کے بعد) دھاری دار (یمنی) چادر میں ڈھانپ دیا گیا۔

میت کو غسل اور کفن دینے کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے میت کو غسل دیا اور اس کو کفن دیا اور اس کو خوشبو لگائی اور اس کو اُٹھایا اور اس پر نماز پڑھی اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کیا جو اس نے (غسل دیتے وقت) دیکھا ہو تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اس دن تھا جس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ (ابن ماجہ)

میت پر نماز پڑھنے اور جنازہ کے ساتھ جانے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جنازہ کے پاس موجود رہا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی تو اس کے لئے ایک قیراط کا ثواب ہوگا اور جو شخص اس کے دفن ہونے تک موجود رہا تو اس کے لئے دو قیراط کا ثواب ہوگا۔ دریافت کیا گیا کہ قیراطان سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر ہوگا (گویا ثواب ملے گا)...... (مسلم)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ تھے) کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے جنازہ (کی نماز) پڑھی تو اس کو ایک قیراط (کے برابر) ثواب ہوگا پھر اگر اس کے دفن میں بھی حاضر رہا تو اس کو دو قیراط (کے برابر ثواب) ملے گا اور ایک قیراط اُحد (پہاڑ) کے برابر ہوتا ہے۔ (مسلم)

میت کے لئے دعائے مغفرت اور اس کے حق میں اچھے کلمات کہنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی بھی میت پر مسلمانوں میں سے سو آدمی نماز جنازہ پڑھ لیں جو سب کے سب اس کے لئے (بارگاہ خداوندی میں) سفارش کریں یعنی اس کے لئے مغفرت طلب

3120- اسناده صحيح. معمر: هو ابن راشد، وعبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني. واخرجه البخاري (1241) و (1242)، ومسلم (942)، والنسائي (1841) من طريق ابن شهاب الزهري، به. وهو في "مسند احمد" (24581) و (25199)، و "صحيح ابن حبان" (6620) و (6625) وسياتي برقم (3149) من طريق القاسم بن محمد و (3152) من طريق عروة بن الزبير كلاهما عن عائشة

کریں تو اس کے بارے میں ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (یعنی اس کی مغفرت ہو جائے گی) (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو بھی کوئی مسلمان آدمی مر جائے پھر اس پر چالیس ایسے آدمی نماز جنازہ پڑھیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی سفارش اس کے حق میں قبول فرماتے ہیں۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص پر سو مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذرا تو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے) اس کی تعریف کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، (پھر ایک) اور جنازہ گذرا تو (صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے) اس کی برائی بیان کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں ایک جنازہ گذرا اور اس پر تعریف کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی (تین مرتبہ) پھر (دوسرا) جنازہ گذرا اور اس کی برائی بیان کی گئی تو (پھر بھی) آپ ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی (تین مرتبہ) پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے جس کی تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی تو اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی تم (لوگ) زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (تین مرتبہ فرمایا) (مسلم)

حضرت مالک بن ہبیرہ شامی رضی اللہ عنہ جن کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی ان کے پاس جنازہ لایا جاتا تھا اور جنازہ کے ساتھ جو لوگ ہوتے (ان کی تعداد کم ہوتی) تو ان کی تین صفیں بنا دیتے تھے پھر اس پر نماز جنازہ پڑھتے تھے انہوں نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کسی میت پر مسلمانوں نے تین صفیں بنا کر نماز پڑھ لی تو اس کے لئے مغفرت واجب ہوگئی۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی واللفظ لابن ماجہ)

بَابُ الْقِرَائَةِ عِنْدَ الْمَيِّتِ

باب: میت کے قریب (قرآن کی) تلاوت کرنا

3121 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَكِّيٍّ الْمَرْوَزِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، وَلَيْسَ بِالنَّهْدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَءُوا يس عَلَى مَوْتَاكُمْ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ الْعَلَاءِ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنے مُردوں پر سورہ یٰس پڑھو'' یہ الفاظ ابن العلاء کے نقل کردہ ہیں۔

شرح

مردوں سے مراد قریب المرگ ہیں۔ اس صورت میں سورت یٰسین پڑھنے کی حکمت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ قریب المرگ

اس سورت میں مذکورہ مضامین مثلاً ذکر اللہ، احوال قیامت، بعث اور اسی قسم کے دوسرے عجیب و بدیع مضامین سے لطف اندوز ہو۔
یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں لفظ "مردوں" سے مراد قریب المرگ نہ ہوں بلکہ حقیقی مردے مراد ہوں اس صورت میں اس کلمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ سورت یٰسین مردہ کے پاس اس کے گھر میں دفن سے پہلے دفن کے بعد اس کی قبر کے سرہانے پڑھی جائے۔
ابن مردویہ رحمہ اللہ وغیرہ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جس میت (یعنی قریب المرگ یا حقیقی میت) کے سر کے پاس سورت یٰسین پڑھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرماتا ہے"۔ ابن عدی رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ" جو شخص اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی (یعنی صرف ماں کی یا صرف باپ کی) قبر پر ہر جمعہ کو جاتا ہے اور پھر وہاں سورت یٰسین پڑھتا ہے تو صاحب قبر کے لئے سورت یٰسین کے تمام حروف کی تعداد کے بقدر مغفرت عطا کی جاتی ہے۔" علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جمعہ سے مراد حسب ظاہر خاص طور پر یوم جمعہ بھی ہوسکتا ہے اور پورا ہفتہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم میں کہیں ایسی کوئی ممانعت نہیں کہ قبرستان میں قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے، اس کے برخلاف احادیث شریفہ میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تلاوت کا ذکر آیا ہے۔ معجم کبیر طبرانی میں حدیث پاک ہے۔

حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بنُ نَهِيكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بنَ أَبِي رَبَاحٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ، وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ، وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ فِي قَبْرِهِ.

حضرت ایوب بن نھیک نے فرمایا؛ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے یہ فرماتے ہوئے سنا میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا؛ جب تم میں سے کوئی انتقال کرجائے تو تم اُسے روکے مت رکھو، اور اُسے جلد اس کی قبر تک پہنچادو اور جب میت قبر میں ہو تو اس کے سرہانے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنی چاہئے اور اُس کے پائنتی سورۂ بقرہ کی آخری آیتوں کی تلاوت کرنی چاہئے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر 13438۔ شعب الایمان للبیہقی شعب الایمان للبیہقی التاسع والثلاثون من شعب الایمان فصل فی زیارۃ القبور، حدیث نمبر 8986)

ایصال ثواب سے متعلق احکام کا بیان

قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، ان علماء و فقہاء میں سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نیز حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد شاگرد بھی ہیں۔
علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تذکرۃ فی احوال الموتی میں تحریر کیا ہے کہ اس باب میں اصل صدقہ ہے جس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے تو جس طرح سے صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، قرآن کریم پڑھنے، دعا اور استغفار کا ثواب بھی میت کو پہونچے گا کیونکہ یہ بھی صدقات ہی ہیں، اور جن حضرات نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق گمان کیا ہے کہ وہ میت پر قرآن کریم پڑھنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں، وہ غلط ہے۔ کیونکہ صرف اختلاف اس میں ہے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچے گا اگر پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے پہنچنے کی دعا کرتا ہے۔ اور جن حضرات نے کہا ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب نہیں پہونچتا، تو یہ اس وقت ہے جب کہ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے پہنچنے کی دعا نہ کرے۔ (تذکرۃ فی احوال الموتی للقرطبی) غرضیکہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق اکثر علماء کی رائے میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہونچتا ہے۔

اس موضوع سے متعلق چند احادیث شریفہ

○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصاری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی متفقہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے قربان کئے۔ ایک اپنی طرف سے اور دوسرا امت کی طرف سے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ، طبرانی، مستدرک اور ابن ابی شیبہ)۔ امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قربانی کا ثواب دوسروں حتی کہ زندوں کو بھی پہنچتا ہے۔

○ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرنے کے لئے کہتیں۔ اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے لئے اجر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد، ابوداؤد، نسائی)۔ امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ صدقہ کا ثواب میت حتی کہ زندوں کو بھی پہنچتا ہے۔

○ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ)۔ اسی مضمون کی متعدد دوسری روایات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے میت کے لئے نافع بتایا ہے۔

○ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ان کے دادا عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ ان کے چچا ہشام بن العاص نے اپنے حصہ کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں کیا کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے باپ نے توحید کا اقرار کر لیا تھا تو تم ان کی طرف سے روزہ رکھو یا صدقہ کرو وہ ان کے لئے نافع ہوگا۔ (مسند احمد)

○ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کی تدفین میں جلدی کرو۔ اس کے سرہانے کی طرف سورۂ فاتحہ اور پیروں کی طرف سورۃ البقرہ کا آخر پڑھو۔ (علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث طبرانی نے صحیح (حسن) سند کے ساتھ ذکر کی ہے)۔

○ صحابہ کرام سے بھی نبی اکرم ﷺ کے مذکورہ فرمان پر عمل کرنا ثابت ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما سے میت کے سرہانے کی طرف سورۂ فاتحہ اور پیروں کی طرف سورۂ البقرہ کا آخری رکوع پڑھنے کا عمل ذکر کیا ہے۔ مسلم کی مشہور شرح لکھنے والے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الاذکار)

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورۂ یٰس قرآن کریم کا دل ہے، جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا قرب اور آخرت میں بھلائی حاصل کرنے کی غرض سے اسے پڑھے گا، وہ اس کو حاصل ہوگی۔ اور اس سورہ کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ (مسند احمد، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، سنن بیہقی، نسائی) محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے اسی اور دیگر احادیث کی بنیاد پر میت پر قرآن کریم پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ دیگر محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن محدثین کا اصول ہے کہ فضائل کے سلسلہ میں ضعیف حدیث معتبر ہوتی ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور علماء کے قول کو تحریر فرمایا ہے۔

* رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص حالت نزاع میں ہو اور اس کے پاس سورۂ یٰس پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر نزاع کی حالت کو آسان فرمادیتا ہے۔ (مسند الدیلمی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار للقاضی الشوکانی)

* حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: اگر کوئی قبرستان میں سورۂ یٰس پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس قبرستان کے مُردوں سے عذاب قبر کو کم کردیتا ہے۔ شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (صاحب الخلال) نے اس کی تخریج کی ہے۔

امام حافظ الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے کنز الدقائق کی شرح میں اور امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المغنی، کتاب الجنائز میں ذکر کیا ہے۔ امام ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس مشہور کتاب المغنی، کتاب الجنائز میں ایک اور حدیث ذکر فرمائی ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جس کسی شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر سورۂ یٰس پڑھی تو میت کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

مشہور و معروف محدث حضرت ابو مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت صفوان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشائخ کہا کرتے تھے کہ اگر میت پر سورۂ یٰس پڑھی جاتی ہے تو اس کی برکت سے اس کے ساتھ تخفیف کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ (مسند احمد)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ شیخ محب الدین الطبری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس سے مرنے کے بعد کسی کی قبر پر سورۂ یٰس پڑھنا مراد ہے۔

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا قبرستان پر گزر ہو اور وہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب مرنے والوں کو بخش دے تو پڑھنے والے کو مُردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔ (دار قطنی)

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورۂ فاتحہ، قل ھو اللہ احد اور الہاکم التکاثر پڑھے، پھر کہے کہ میں نے جو پڑھا ہے اس کا ثواب ان حضرات کو پہونچایا جو اس قبرستان میں مدفون ہیں تو وہ حضرات کل قیامت کے دن اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے۔ (دار قطنی)

* حضرت عبدالرحمن بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ جب میں انتقال

کرجاؤں توبسم اللہ وعلیٰ سنۃ رسول اللہ کہہ کرلحدوالی قبر میں دفن کردینااور میرے سرہانے سورۂ فاتحہ پڑھنا،اس لئے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کواس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔(اخرجہ الخلال فی الجامع "کتاب القراءۃ عند القبور")

ابن قیم نے اس حدیث کو اپنی کتاب "الروح" میں ذکر کیا ہے، نیز انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ سلف صالحین کی ایک جماعت نے کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ دفن کے وقت ان کی قبر پر قرآن کریم پڑھا جائے۔

• ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنے والدین کی خدمت ان کی زندگی میں تو کرتا رہا، ان کے انتقال کے بعد کیسے خدمت کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے بھی نماز پڑھواور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے بھی روزہ رکھو۔(دارقطنی)

علامہ حافظ الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شرح کنز الدقائق" میں، امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح القدیر" میں اور شیخ محمد العربی بن التبانی المالکی المغربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اسعاف المسلمین والمسلمات بجواز وصول ثوابہا الی الاموات" میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

• رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھو، اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لئے بھی روزہ رکھو، اپنے صدقہ کے ساتھ ان کے لئے بھی صدقہ کرو۔(المصنف للشیخ ابن ابی شیبہ)

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے باپ کو فریضۂ حج کا حکم ایسی حالت میں پہنچا ہے کہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں، اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ بھی نہیں سکتے ہیں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان کی طرف سے حج ادا کرو۔(بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی، نسائی)

• حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قبیلہ خثعم ہی کے ایک مرد کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بوڑھے باپ کے متعلق یہی سوال کیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہو اور تم اس کو ادا کردو تو وہ ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ اس شخص نے کہا جی ہاں۔تو آپ نے ارشاد فرمایا: بس اسی طرح تم ان کی طرف سے حج ادا کرو۔

(مسند احمد، نسائی)

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قبیلۂ جہینہ کی ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر وہ اس سے پہلے ہی مرگئیں۔اب کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کرسکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں پر اگر قرض ہوتا تو کیا تو اس کو ادا نہیں کرتی، اسی طرح تم لوگ اللہ کا حق بھی ادا کرو۔اور اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے ساتھ کئے ہوئے عہد پورے کئے جائیں۔(بخاری، نسائی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: میری ماں نے روزہ کی نذر مانی تھی اور وہ پوری کئے بغیر مرگئیں، تو کیا میں ان کی طرف سے روزہ رکھ سکتی ہوں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی طرف سے روزہ رکھ لو۔(بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ ایک عورت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ماں کے متعلق پوچھا کہ ان کے ذمہ ایک مہینے (یا دوسری روایت کے مطابق دو مہینے) کے روزے تھے، کیا میں یہ روزے ادا کردوں؟ آپ نے ان کو اس کی اجازت دی۔ (مسلم، مسند احمد، ترمذی، ابوداود)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ جو شخص انتقال کرجائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھ لے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

(وضاحت): ان احادیث میں دوسروں کی طرف سے نماز اور روزہ رکھنے کا جو ذکر آیا ہے، ان سے نفلی یا نذر کی نماز اور روزہ مراد ہیں، کیونکہ دیگر احادیث میں فرض نماز یا رمضان کے روزہ کے متعلق واضح حکم موجود ہے کہ وہ دوسروں کی طرف سے ادا نہیں کئے جاسکتے ہیں بلکہ اس کے لئے فدیہ ہی ادا کرنا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گھر والوں کے میت پر (بلند آواز کے ساتھ) رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

جن علماء وفقہاء کی رائے میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے، وہ عموماً مندرجہ ذیل ۲ دلائل پیش کرتے ہیں:
اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى. وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔ (سورہ النجم ۳۸۔۳۹)

اگر اس آیت کے عموم سے قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچ سکتا ہے تو پھر ایصال ثواب، قربانی اور حج بدل وغیرہ کرنا سب ناجائز ہوجائیں گے، بلکہ دوسرے کے حق میں دعائے استغفار حتی کہ نماز جنازہ بھی بے معنی ہوجائے گی، کیونکہ یہ اعمال بھی اُس شخص کا اپنا عمل نہیں ہے جس کے حق میں دعا کی جارہی ہے۔ بلکہ اِس سے مراد یہ ہے کہ عمومی طور پر ہر شخص اپنے ہی عمل کی جزا یا سزا پائے گا۔ لیکن باپ یا بیوی یا کسی قریبی رشتہ دار کے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص ان کی جنازہ کی نماز پڑھتا ہے یا ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے یا ان کی طرف سے حج یا عمرہ کرتا ہے یا قربانی کرتا ہے یا صدقہ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی تلاوت کرکے اس کا ثواب میت کو پہنچاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرما کر میت کو اس کا ثواب عطا فرمائے گا ان شاء اللہ، خواہ میت گناہ گار ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے میت کو ثواب نہیں ملا تو ان شاء اللہ ان اعمال کو کرنے والے کی طرف اس کا اجر پلٹ کر آئے گا، جس طرح منی آرڈر اگر پانے والے کو نہیں ملتا ہے تو بھیجنے والے کو واپس مل جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کے انتقال کے بعد اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے مگر تین عمل: صدقہ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور نیک لڑکے کی دعا جو وہ اپنے والد کے لئے کرے۔ (ابن ماجہ، ابن خزیمہ)

آپ کا یہ ارشاد صرف ان مذکورہ تین اعمال کی خاص اہمیت کو بتلانے کے لئے ہے۔ اگر اس حدیث کو عام رکھا جائے تو بیٹے کی ماں کے لئے یا بھائی کی بہن کے لئے یا کسی شخص کی اپنے متعلقین اور رشتہ داروں کے لئے دعا، استغفار اور جنازہ کی نماز سب بے معنی ہوجائیں گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس طرح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

جس نے نماز فجر اور عصر کی پابندی کر لی تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (بخاری، مسلم)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم صرف ان دو وقت کی نماز کی پابندی کر لیں، باقی جو چاہیں کریں، ہمارا جنت میں داخلہ یقینی ہے۔ نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے، بلکہ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ان دو نمازوں کی خاص اہمیت کو بتلانے کے لئے ہے کیونکہ جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا وہ ضرور دیگر نمازوں کا اہتمام کرنے والا ہوگا، اور نمازوں کا واقعی اہتمام کرنے والا دیگر ارکان کی ادائیگی کرنے والا بھی ہوگا، ان شاء اللہ۔ اسی طرح اس حدیث میں ان تین اعمال کی صرف خاص اہمیت بتلائی گئی ہے۔

انہی مختلف فیہ مسائل میں قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچنے کا مسئلہ ہے۔ علماء وفقہاء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ جبکہ دوسری جماعت کی رائے ہے کہ حج، زکاۃ، قربانی اور صدقات کی طرح قرآن کریم پڑھنے کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے، ان علماء وفقہاء میں سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اصحاب کی رائے بھی یہی ہے کہ میت کو قرآن کریم پڑھنے کا ثواب پہنچتا ہے، جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الاذکار اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں تحریر فرمایا ہے۔ امام حافظ قاضی القضاۃ تقی الدین السبکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "قضاء الارب فی اسئلۃ حلب" میں قرآن کریم پڑھنے کے ثواب کو میت کے لئے ہبہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

ابن تیمیہ نے بھی قرآن کریم پڑھنے کے ثواب کو میت کے لئے ہبہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ، جزء ۲۴)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام ابوبکر المروزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو آیت الکرسی، پھر تین مرتبہ قل هو الله احد پڑھو۔ اس کے بعد کہو کہ یا اللہ اس کا ثواب قبرستان والوں کو پہنچا۔ (المقصد الارشد فی ذکر اصحاب الامام احمد)

اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ احادیث سے مالی اور مالی و بدنی مرکب عبادات میں نیابت کا واضح ثبوت ملتا ہے، جس پر ساری امت مسلمہ متفق ہے۔ رہی خالص بدنی عبادت تو متعدد احادیث سے اس میں بھی نیابت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ نیکیوں کی بعض اقسام کو مستثنیٰ کرنے کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ نیز قرآن وحدیث میں کسی بھی جگہ قرآن کریم کی تلاوت کر کے میت کو اس کا ثواب پہنچانے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ نیز آدمی جس طرح مزدوری کر کے مالک سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی اجرت میرے بجائے فلاں شخص کو دے دو، اسی طرح وہ کوئی نیک عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کر سکتا ہے کہ اس کا اجر میری طرف سے فلاں شخص کو عطا کر دیا جائے۔ لہٰذا ہمیں قرآن کریم کی تلاوت کر کے اپنے مُردوں کو اس کا ثواب پہنچانا چاہئے۔

ابوحامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "الاحیاء" میں اور ابومحمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کتاب "العاقبۃ" میں رقمطراز ہیں: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورہ فاتحہ، معوذتین اور "قل ھو اللہ احد" پڑھو اور ان کا ثواب اہل قبور کو پہنچا

دو کیونکہ یہ پہنچتا ہے۔

علی بن موسیٰ حداد بیان کرتے ہیں: میں احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ جوہری کے ہمراہ ایک جنازہ میں موجود تھا، جب میت کو دفن کیا گیا تو ایک نابینا شخص آیا اور قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنے لگا، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فلاں! قبر پر قرآن خوانی بدعت ہے۔ علی بن موسیٰ حداد فرماتے ہیں: جب ہم قبرستان سے باہر آئے تو محمد بن قدامہ رحمۃ اللہ نے حضرت امام احمد رحمۃ اللہ سے عرض کیا: اے ابو عبداللہ! مبشر حلبی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ ثقہ (قابل اعتماد) آدمی تھے، میں نے دریافت کیا کہ آپ نے ان سے کچھ لکھا ہے؟ فرمایا: ہاں! علی بن موسیٰ بن حداد نے عرض کیا کہ حضرت مبشر حلبی بن اسماعیل نے عبدالرحمن بن العلاء بن الحجاج سے اور انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کے دفن کرنے کے بعد ان (کی قبر) کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں تلاوت کی جائیں اور انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ آپ نے اس بات کی وصیت فرمائی تھی۔ (یہ سن کر) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: میں اپنے موقف سے رجوع کرتا ہوں اور اس شخص سے کہو کہ وہ (قبر کے پاس) پڑھے۔ کتاب الروح مصنفہ ابن قیم (شاگرد ابن تیمیہ)، التذکرۃ فی احوال موتی وامور آخرہ مصنفہ امام علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے بعض علماء نے میت کو ثواب پہنچنے پر حدیث عسیب سے استدلال کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور سید عالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ دو قبروں کو عذاب ہو رہا ہے تو آپ نے ایک تر شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ہر ایک قبر پر ٹکڑا لگا دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیں گی قبر والوں سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

صحیح بخاری ج3 ص222، صحیح مسلم ج3 ص200، نسائی ج4 ص106، ترمذی رقم الحدیث:70، ابن ماجہ رقم الحدیث:347-349، مسند احمد ج1 ص35، صحیح ابن حبان ج5 ص52، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث:6753، مصنف ابن ابی شیبہ ج3 ص375، البیہقی ج1 ص104۔

اور مسند ابی داؤد طیالسی میں ہے کہ آپ نے شاخ کا ایک ایک ٹکڑا ہر ایک قبر پر رکھ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی ان کا عذاب ہلکا ہو جائے گا۔ (معالم السنن ج1 ص27، ترمذی ج1 ص103، صحیح مسلم ج8 ص231-236)

علماء کہتے ہیں: یہ حدیث قبر کے پاس درخت وغیرہ لگانے کی اصل ہے اور یہ کہ جب اللہ تعالیٰ درختوں اور شاخوں وغیرہ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے تو کوئی مومن قبر کے پاس اگر قرآن مجید پڑھے گا تو کیا عالم ہوگا؟؟

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اہل قبور کو ثواب پہنچائے تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کو مردوں کی تعداد کے برابر اجر عطا فرمائے گا۔ (کنز العمال رقم الحدیث:42596، احکام الجنائز ص193، القراءۃ علی القبور ج3 ق201 ص6)

خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب کوئی مسلمان آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبور کو پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) مشرق سے لے کر مغرب تک ہر

مومن کی قبر میں چالیس (40) روشنیاں داخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان مردوں کی قبروں کو کشادہ فرما دیتا ہے اور قاری کو ستر نبیوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور ہر میت کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ہر مرنے والے کے بدلے اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ (احکام الجنائز ص191، صحیح مسلم ج2 ص188، ترمذی ج4 ص42، مسند احمد ج2 ص284)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور یہ دعا پڑھے:

اللهم رب الاجساد البالية والعظام الناخرة خرجت من الدنيا وهي بك مومنة فادخل عليها روحا منك وسلاما مني الا كتب بعددهم حسنات۔

ترجمہ: اے اللہ! اور ان پرانے جسموں اور بوسیدہ ہڈیوں کے مالک! جب یہ اجسام دنیا سے قبروں میں گئے تھے تو تجھ پر ایمان رکھنے کی حالت میں گئے تھے پس تو ان پر اپنی طرف سے راحت اور میری طرف سے سلامتی داخل فرما، تو اس دعا کی بدولت اللہ تعالیٰ ان کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کے لیے نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

زندوں کی عبادت (بدنی و مالی) کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخشنا جائز ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث اور اقوال فقہاء سے ثابت ہے۔

ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا قرآن و حدیث پر ایمان و عمل ہے اور پھر معتزلہ کی طرح ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں انہیں اپنی سوچ پر نظر ثانی اور ان دلائل پر غور کرنا چاہیے، حوالہ جات نقل کر دیے ہیں انہیں پڑھنا ان پر غور کرنا اور پھر انصاف کرنا آپ کا کام ہے۔ بقول انوار عزمی۔

کوئی منصف ہو تو انصاف کا چہرہ دیکھے　　کوئی عادل ہو تو زنجیر ہلائی جائے

والذين جآءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ط

"وہ جو ان کے بعد آئے وہ یوں دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے باایمان گزر چکے ہیں۔

دنیا سے پردہ کرنے والوں کے حق میں زندوں کی دعا کا یہ کتنا واضح ثبوت ہے اور بھی کئی آیات ہیں مگر اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

حدیث پاک میں آتا ہے: الدعاء مخ العبادة۔ "دعا عبادت کا مغز ہے۔"

ایک اور جگہ ہے: الدعاء هو العبادة "دعا عبادت ہے۔"

ثابت ہوا زندوں کی عبادت دنیا سے جانے والوں کے لئے فائدہ مند ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقد نقل غير واحد الاجماع على ان الدعاء ينفع الميت ودليله من القرآن قوله تعالى والذين جآءوا۔ (الى الاخر)

"اور اس امر پر بہت سے علماء نے اجماع نقل کیا ہے کہ بے شک دعا میت کو نفع دیتی ہے اور اس کی دلیل قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ (مذکورہ آیت کریمہ والذین جاءوا) (شرح الصدور، ص 127)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

وفی دعاء الاحیاء للاموات او صدقتهم عنهم نفع لهم خلافا للمعتزلة.

"زندوں کی دعا اور صدقے سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔"

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات وعليه صيام صام عنه وليه. (مسلم شریف)

" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرنے والے کی ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ایک عورت نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی مگر اس کا انتقال ہو گیا کیا میں اس کی طرف سے حج کر کے اس کی نذر پوری کر سکتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قال حجی عنها۔ (بخاری)

"تم اس کی طرف سے حج کرو۔"

فتاویٰ عزیزی میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشاں بایصال ثواب وتلاوت قرآن ودعائے خیر وتقسیم طعام وشرینی امر مستحسن وخوب است''۔

" ہاں صالحین کی قبروں کی زیارت کرنا اور ان کی قبروں سے تبرک حاصل کرنا اور ایصال چواب تلاوت قرآن دعائے خیف تقسیم طعام وشیرینی سے ان کی مدد کرنا بہت ہی خوب اور بہتر ہے اور اس پر علمائے امت کا اجماع ہے۔' اور دیکھیے:

ما من رجل مسلم يموت فيقوم على جنازته اربعون رجلا لا تشركون بالله شيئا الا شفعهم الله فيه۔ (ابوداؤد)

"اگر کسی مسلمان کی نماز جنازہ پر 40 آدمی ایسے کھڑے ہو جائیں جنہوں نے کبھی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرایا ہو تو ان کی شفاعت میت کے حق میں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ یعنی بخش دیتا ہے۔"

بخاری، مسلم اور مشکوٰۃ میں ہے:

" دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک تر شاخ منگواہ کر آدھی ایک قبر پر اور آدھی دوسری قبر پر رکھ دی اور فرمایا جب تک یہ شاخیں ہری رہیں گی قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد آپ نے تکبیر و تسبیح پڑھنی شروع کر دی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تکبیر و تسبیح پڑھنے کے بابت پوچھا تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قال لقد تضايق على هذا العبد الصالح قبره حتى فرجه الله عنه (مشکوۃ)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس نیک آدمی پر قبر تنگ ہو گئی تھی یہاں تک کہ اب اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر کو فراغ کر دیا ہے۔"

فائدہ!

معلوم ہوا کہ زندوں کی عبادت سے اہل قبور کو فائدہ پہنچتا ہے اور دفن کے بعد قبر کے پاس تسبیح وغیرہ (کلام پاک) پڑھنا جائز ہے۔

میت پر تین دن خاص کر سوگ کیا جاتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا تین دن سوگ کیا ہے۔ اب اٹھنے سے پہلے گھر کے چند افراد مل کر کچھ پڑھو کچھ صدقی کر وادو اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچا کر اٹھو۔ اس کا نام سوئم یا تیجہ ہو گیا۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ملفوظات عزیزی ص 55 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تیجہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

روز سوئم کثرت ہجوم مردم آں قدر بود" کہ تیسرے دن لوگوں کے بیرون از حساب است ہشتاد و یک کا ہجوم اسقدر تھا کلام بشمار آمد ہو زیادہ بہم شدہ باشد کہ شمار سے باہر ہے۔ وکلمہ سا حضر نیست اکیاسی کلام اللہ ختم ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوئے ہوں گے اور کلمہ طیبہ کا تو اندازہ ہی نہیں۔"

2۔ حضرت سعید بن منذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر استطاعت ہو تو تین دن میں قرآن ختم کرو۔ (جامع صغیر)

3۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی عرض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن ہر مہینے ختم کرو۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن میں ختم کرو۔

(بخاری جلد اول)

4۔ حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب حد زنا لگنے سے سنگسار کر دیا تو بعد از دفن جب دو دن یا تین گزر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے جہاں صحابہ کرام بیٹھے تھے پس سلام کیا آپ نے اور بیٹھ گئے اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ ماعز بن مالک کی بخشش کی دعا کرو تو صحابہ کرام نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی مغفرت کی دعا مانگی۔ (مسلم، جلد دوم)

چنانچہ شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا

وتصدیق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم تا ہفت روز۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ)

"اور میت کے مرنے کے بعد سات روز تک صدقہ کرنا چاہیئے۔"

دن مقرر ہونے کی وجہ سے احباب اکٹھے ہو کر میت کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ عام لوگوں کے

لئے تین دن سوگ ہے۔ مگر عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ چالیس روز تک سوگ کرے۔ ہر عورت کے رشتہ دار اور اولاد وغیرہ اس کے غم میں شریک رہتے ہیں آخری دن کچھ پڑھ کر فاتحہ دلا کر اٹھتے ہیں۔

ایصال ثواب کے متعلق ضروری وضاحت

ایصال ثواب کے عمل میں دکھاوا اور ریاکاری نہیں کرنی چاہیے۔ اگر ایصال ثواب کا مقصد نمود ونمائش ہے تو اس کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ اور ایسا دکھاوے کا عمل حرام اور گناہ ہے۔ عام طور پر بہت سے لوگ قرض لیکر میت کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اور عام لوگوں کو دعوتیں دیتے ہیں۔ شریعت میں ایسی دعوتوں کی اجازت نہیں۔ میت کے ایصال ثواب کے لئے جو کھانا ہے وہ حسب استطاعت ہو اور اسے مستحق اور غریبوں لوگوں کو کھلایا جائے۔ (صاحبان حیثیت حضرات کو اس کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے)

اسی طرح بعض گھروں میں ایصال ثواب کے موقع پر دس بیبیوں کی کہانی، شہزادے کا سر، داستان عجیب اور جناب سیدہ کی کہانی وغیرہ پڑھی جاتی ہیں۔ جن کی کوئی اصل نہیں اسی طرح ایک پمفلٹ: وصیت نامہ" جس میں" شیخ احمد" کا خواب درج ہے۔ اسے بھی علمائے کرام نے خودساختہ قرار دیا ہے۔ ان چیزوں سے بچیں۔ مزید تفصیل کے لئے ممتاز اسلامی اسکالر جناب ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کی کتاب کڑوی روٹی کا مطالعہ فرمائیں۔

بزرگان دین کی فاتحہ وغیرہ کا کھانا اور چیز ہے یہ تبرک ہے اور اسے امیر لوگ بھی کھا سکتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیا را ہم خوردن جائز است۔

(زبدۃ النصائح، ص132)

بَابُ الْجُلُوسِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ

باب: مصیبت کے قریب (یعنی فوتگی کے وقت) بیٹھنا

3122 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا قُتِلَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، وَجَعْفَرٌ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْحُزْنُ وَذَكَرَ الْقِصَّةَ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر شدید غم کے اثرات نمایاں تھے (اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے)۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن حارثہ بنو کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے دادا کا نام شراحیل (یا شرحبیل) اور پڑدادا کا عبدالعزی تھا۔ اپنے اٹھارویں جد کلب بن وبرہ کی نسبت سے کلبی اور چوبیسویں جد قضاعہ کی نسبت سے قضاعی کہلاتے ہیں۔ زید قریش میں سے نہ

تھے، حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ارفخشذ (ارفکشاد) کے پڑپوتے قحطان (یا یقطان) بن عابر (یا عامر) ان کے مورث اعلیٰ تھے۔ عابر معلوم تاریخ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینتیسویں جد تھے۔ زید کی والدہ سُعدیٰ بنت ثعلبہ کا تعلق بنو طے کی شاخ بنو معن سے تھا، مستدرک حاکم کی روایت (۴۹۴۶) کے مطابق جبلہ، اسماء اور زید کی ولادت کے بعد وہ چل بسیں۔

حضرت زید آٹھ برس کے تھے کہ ان کی والدہ سُعدیٰ انھیں لے کر اپنے قبیلے والوں سے ملنے گئیں۔ ان کے قیام کے دوران میں قبیلۂ بنو قین بن جسر نے بنو معن کے گھروں میں لوٹ مار کی۔ غارت گر نوعمر زید کو اٹھا کر لے گئے اور بازار عکاظ (یا مکہ کے بازار حُباشہ) میں فروخت کے لیے پیش کر دیا جہاں سے حکیم بن حزام نے چار سو درہم دے کر انھیں اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کے لیے خرید لیا۔ سیدہ خدیجہ کی شادی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی تو انھوں نے کوئی اور تحفہ دینے کے بجائے اپنا غلام زید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق سیدہ خدیجہ نے حکیم بن حزام کے خریدے ہوئے غلاموں میں سے زید کو خود چنا اور انھیں شادی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ سے خود مانگا۔

ادھر زید کے والد نے اپنے بیٹے کو ہر جگہ ڈھونڈا اور ہر قافلے سے اس کا پتا پوچھا، نہ ملا تو اسے یاد کرتے اور رقت وسوز سے یہ شعر پڑھتے،

بکیت علی زید ولم ادر ما فعل ۔۔۔ احی فیرجی ام دونه الاجل

(میں زید کو یاد کر کے رویا، مجھے نہیں معلوم وہ کیسا ہے؟ زندہ ہے یا اسے موت درپیش آ گئی ہے؟)

وان هبت الارواح هیجن ذکره ۔۔۔ فیا طول ما حزنی علیه ویا وجل

(اگر ہوائیں چلتی ہیں تو اس کی یاد افزوں کر دیتی ہیں، ہائے! اس کا غم مجھ پر کتنا طویل ہوگیا ہے اور اس کی سلامتی کا خوف کتنا زیادہ ہوگیا ہے)

آخر کار بنو کلب کے افراد حج جاہلیت کرنے مکہ آئے تو زید کو دیکھا اور پہچان لیا۔ زید نے کچھ اشعار پڑھے اور کہا، میرے گھر والوں کو بھی سنا دینا، ان میں سے دو یہ تھے۔

احن الی قومی وان کنت نائیا ۔۔۔ بانی قطین البیت عند المشاعر

(میں اپنی قوم سے ملنے کا بہت مشتاق ہوں، اگرچہ دور ہوں کہ حرم بیت اللہ میں مقامات حج کے قریب رہتا ہوں)

فانی بحمد الله فی خیر اسرة ۔۔۔ کرام معد کابرا بعد کابر

(میں الحمد للہ بہترین کنبے میں زندگی گزار رہا ہوں، معد بن عدنان کے شرفا میں رہتا ہوں جن میں ایک کے بعد دوسرا سردار ہوتا آیا ہے)

زید کے قبیلے والوں نے واپس جا کر ان کے والد کو ان کا مقام پتا بتایا تو وہ اور زید کے چچا کعب انھیں فدیہ دے کر چھڑانے کے لیے مکہ آئے۔ ابھی وادیٔ غیر ذی زرع میں اسلام کی آمد نہ ہوئی تھی اور زید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے۔ ان کے والد اور چچا بیت اللہ میں آپ سے ملے اور کہا، اے ابن عبد المطلب! اے ابن ہاشم! سردار قوم کے بیٹے! آپ حرم الٰہی کے رہنے

والے ہیں، غلاموں اور قیدیوں کو آزاد کراتے ہیں، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور مصیبت کے ماروں کی مدد کرتے ہیں۔ ہم اپنے بیٹے کے لیے آئے ہیں جو آپ کے پاس ہے۔ ہمارے ساتھ نیکی کریں، اس کا فدیہ لے کر احسان کریں، اپنی فریاد ہم آپ ہی سے کرتے ہیں۔ کون ہے وہ؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ انھوں نے بتایا زید بن حارثہ۔ فرمایا، میں تمھیں فدیے سے بھی بہتر حل بتا دیتا ہوں، زید کو بلا لو اور اسے اختیار (choice) دے دو۔ اگر تمھارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر کسی فدیے کے تمہارا ہے اور اگر میرے ساتھ رہنا پسند کرے تو اللہ کی قسم! میں اس شخص کے بدلے میں جو مجھے چنے کوئی فدیہ لینا پسند نہ کروں گا۔ حارثہ اور کعب نے کہا، آپ نے خوب انصاف کیا ہے۔ پھر آپ نے زید کو بلایا اور پوچھا، انھیں جانتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، جی ہاں! یہ میرے والد اور چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا، تم مجھے جان گئے ہو اور میرے ساتھ رہ کر دیکھ لیا ہے، میرا یا ان دونوں کا انتخاب کرو۔ زید نے کہا، میں آپ پر کسی کو ہرگز ترجیح نہ دوں گا۔ آپ میرے باپ اور چچا کی جگہ پر ہیں۔ دونوں نے ملامت کی، زید! تیرا ناس ہو تو نے غلامی کو آزادی اور اپنے باپ چچا اور گھر والوں پر ترجیح دے دی۔ جواب تھا، ہاں، میں نے اس شخص سے ایسا سلوک پایا ہے کہ میں کسی کو بھی اس پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ زید کا جواب سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنا لے پالک بنا لیا پھر قریش کے تمام حلقوں اور ان کی مجلسوں میں (دوسری روایت: حجر اسود کے پاس) لے گئے اور اعلان فرمایا، گواہ رہو! زید میرا بیٹا ہے، وہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث بنوں گا۔ زید کے والد اور چچا مطمئن ہو گئے اور خوشی خوشی واپس چلے گئے۔ تب زید کو زید بن محمد کہا جانے لگا تا آنکہ دین اسلام کا ظہور ہوا۔ ان کا نام زید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تجویز کردہ تھا، قریش کے جد قصی کا اصل نام زید تھا اسی لیے قریش اس نام کو بہت پسند کرتے تھے۔ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں، سورۂ احزاب کی ان آیات کے اترنے سے پہلے ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد ہی کہا کرتے تھے:

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ. (آیت: ۴)

''اللہ نے تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارے (حقیقی) بیٹوں جیسا نہیں بنا دیا۔ یہ تو تمھارے مونہوں سے بنائی ہوئی باتیں ہیں''

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ. (آیت: ۵)

''انھیں ان کے (حقیقی) باپوں کے نام سے پکارو، یہی اللہ کے ہاں زیادہ قرین انصاف ہے۔ اور اگر تمھیں ان کے آبا کا علم ہی نہ ہو تو تمھارے دینی بھائی اور تعلق دار ہیں۔'' (بخاری: ۴۷۸۲، مسلم: ۶۲۶۲)

زید گھر کے علاوہ تجارتی و کاروباری معاملات میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بٹاتے۔

ام ایمن جن کا اصل نام برکت تھا، جنگ فیل میں قید ہونے والے اہل حبشہ میں سے تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو والد کی طرف سے وراثت میں ملی تھیں اور انھوں نے آپ کی پرورش بھی کی تھی۔ پہلے خاوند عبید بن زید سے پیدا ہونے والے بیٹے ایمن کے نام سے ام ایمن کنیت کی جو زیادہ مشہور ہوگئی۔ سیدہ خدیجہ سے شادی کے بعد آپ نے ان کو آزاد کر دیا اور اپنے غلام زید بن حارثہ سے ان کا بیاہ کیا۔ انھی سے اسامہ بن زید پیدا ہوئے۔ ام ظبا ان کی دوسری کنیت ہے۔ ۴ ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی دختر زینب بنت جحش اسدیہ سے زید کی شادی کی۔ یہی زینب تھیں جو بعد میں آپ کے عقد میں آئیں۔ زینب کو طلاق دینے کے بعد ام کلثوم سے زید کی شادی ہوئی۔ عقبہ بن ابومعیط کی یہ بیٹی ہجرت کر مدینہ آئیں تو زبیر بن عوام، زید بن حارثہ، عبدالرحمان بن عوف اور عمرو بن عاص نے انھیں شادی کا پیغام بھیجا۔ انھوں نے اپنے ماں جایے عثمان بن عفان سے صلاح لی تو انھوں نے نبیٔ اکرم سے رجوع کرنے کو کہا۔ وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ نے زید بن حارثہ کا مشورہ دیا۔ ام کلثوم بن عقبہ سے زید بن زید اور رقیہ کی ولادت ہوئی، یہ دونوں بچپن میں فوت ہو گئے۔ ام کلثوم کو طلاق دینے کے بعد زید نے ابولہب بن عبدالمطلب کی بیٹی درہ سے شادی کی۔ ان کو بھی طلاق دے دی تو زبیر بن عوام کی بہن ہند سے نکاح کیا۔

زید بن حارثہ بیان کرتے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں بیت اللہ کے پاس تانبے کا بنا ہوا ایک بت پڑا ہوتا تھا جس کا نام اساف (یا نائلہ) تھا۔ مشرکین طواف کے وقت اسے چھوتے تھے۔ ایک بار میں نے آپ کے ساتھ طواف کیا تو (برکت سمجھ) کر اسے چھو لیا۔ آپ نے منع فرمایا کہ اسے نہ چھوؤ۔ زید کہتے ہیں، اگلی بار میں نے طواف کیا تو بھی آپ ساتھ تھے۔ میں نے سوچا، میں اسے (آج بھی) چھوؤں گا، دیکھوں تو کیا ہوتا ہے؟ آپ نے دیکھا تو فوراً ڈانٹا، تمھیں منع نہ کیا گیا تھا؟ زید مزید کہتے ہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت بخشی اور آپ پر کتاب نازل کی! آپ نے کبھی کسی بت کو نہ چھوا تھا۔

بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دور جاہلیت کے موحد زید بن عمرو بن نفیل سے مکہ کی وادیٔ بلدح (یا بالائی مکہ) میں ملاقات ہوئی۔ آپ اور زید بن حارثہ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے زید سے پوچھا، قوم آپ کو برا کیوں سمجھتی ہے؟ انھوں نے کہا، میری طرف سے ان کے ساتھ اس کے سوا کوئی زیادتی نہیں ہوئی کہ میں انھیں گمراہ سمجھتا ہوں۔ میں یثرب، ایلہ اور شام کے احبار سے ملا ہوں اور سب کو شرک میں ملوث پایا ہے۔ الجزیرہ کے ایک عیسائی عالم نے کہا، تو جس دین کو ڈھونڈ رہا ہے وہ تمھارے ہی شہر میں ایک نبی لے کر مبعوث ہو گا لیکن مجھے ابھی تک اس کے آثار نہیں ملے۔ زید کی وفات کے بعد آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو آپ نے زید بن حارثہ سے کہا، روز قیامت زید بن عمرو اکیلے ہی ایک امت کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے۔

زید کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ غلاموں میں سے سب سے پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا۔ مشہور ہے کہ وہ سیّدہ خدیجہ اور حضرت ابوبکر کے بعد ایمان لائے تاہم، زہری، سلیمان بن یسار، عروہ بن زبیر اور سلمہ نے زید کو مسلم اول قرار دیا ہے۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام کی بیان کردہ ترتیب یوں ہے، سب سے پہلے سیدہ خدیجہ ایمان لائیں۔ جبریل علیہ السلام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سکھائی تو آپ اور خدیجہ چھپ کر نماز ادا کرتے۔ سیّدنا علی آپ کی پرورش میں تھے، ایک دن گزرا تھا کہ انھوں نے دونوں کو نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ دین حق کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ زید بن حارثہ آپ کے آزاد کردہ تھے، آپ کے قریب ہونے کی وجہ سے انھیں بھی سبقت الی الاسلام کا شرف حاصل ہو گیا۔ حضرت ابوبکر کو آپ نے خود اسلام کی دعوت دی تو وہ بلا تردد ایمان لے آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے کعبہ جاتے اور چاشت کی نماز ادا فرماتے۔ اس وقت تو قریش کی طرف سے کوئی خدشہ نہ ہوتا لیکن جب آپ کوئی دوسری نماز پڑھتے تو علی اور زید آپ کی حفاظت

کرتے۔

ابوطالب کی زندگی میں قریش مکہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوکوئی جسمانی تکلیف نہ پہنچائی لیکن ان کی وفات کے بعد ایک بدبخت نے آپ کے سر پر مٹی ڈال دی، دوسرے نے نماز پڑھتے ہوئے آپ پر بکری کی کوکھ پھینک دی۔ تب آپ زید بن حارثہ کو لے کر بنوثقیف سے مدد مانگنے گئے لیکن انھوں نے الٹا دیوانوں کوآپ کے پیچھے لگادیا۔ مشرکین کی ایذ ارسانیاں بڑھ گئیں تو اہل ایمان کو مدینہ ہجرت کرنے کا اذن عام مل گیا۔ زید بن حارثہ اوران کی اہلیہ ام ایمن بھی مہاجرین میں شامل تھے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوایوب انصاری کے گھر قیام فرمایا جب کہ زید حمزہ بن عبدالمطلب اور ابومرثد غنوی کے ساتھ انصاری صحابی کناز بن حصین (یا حصن) کے ہاں مقیم ہوئے۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق زید کلثوم بن ہدم یا سعد بن خیثمہ کے مہمان ہوئے۔ آپ کو مدینہ لانے والا راہبر عبداللہ بن اریقط مکہ واپس ہوا تو آپ نے اپنے دونوں آزاد کردہ غلاموں زید بن حارثہ اور ابورافع کو دو اونٹ اور پانسو درہم دے کر اس کے ساتھ بھیجا۔ یہ آپ کی دختران فاطمہ اور ام کلثوم اور ازواج سودہ بنت زمعہ اور عائشہ کو مدینہ لے کر آئے۔ حضرت ابوبکر کی اہلیہ ام رومان، ان کے بیٹے عبداللہ اور زید کے اپنے بیٹے اسامہ بھی ان کے ساتھ مدینۃ النبی پہنچے۔

دارہجرت پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار میں مواخات قائم فرمائی تو چند مہاجرین کو بھی ایک دوسرے کا بھائی قراردیا۔ آپ نے زید بن حارثہ کو حمزہ بن عبدالمطلب کا دینی بھائی قرارفرمایا۔ اسی لیے جنگ احد کے روز سیدالشہدا حمزہ نے اپنی شہادت کی صورت میں زید کے حق میں وصیت کی۔ کچھ اہل تاریخ نے اس مواخات کی صحت سے انکار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار میں موافقت پیدا کرنے کے لیے مواخات قائم فرمائی اس لیے ایک مہاجر کی دوسرے مہاجر سے مواخات کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ آپ کا سیدناعلی کو اپنا بھائی قراردینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ بچپن سے اپنے والد ابوطالب کی زندگی ہی میں آپ کے زیرسایہ اورزیرکفالت رہے۔ دوسری روایت کے مطابق اسید بن حضیر زید کے انصاری بھائی تھے۔

۲ھ میں کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ میں غارت گری کی تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر کے پاس واقع وادیٔ سفوان تک اس کا پیچھا کیا۔ اپنی غیرموجودگی میں آپ نے زید بن حارثہ کو مدینہ کا قائم مقام حاکم مقررفرمایا۔

زید نے بدراور بعد کے تمام غزوات میں حصہ لیا۔ ان کا شمار چند ماہر تیرانداز صحابہ میں ہوتا ہے۔

۲ھ۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، علی اور زید بن حارثہ کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے۔ اس یوم فرقان میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح دی، زید بن حارثہ نے ابوسفیان کے بیٹے حنظلہ کو جہنم واصل کیا۔ دوسری روایت کے مطابق علی، حمزہ اور زید نے مل کر اسے قتل کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے مدینہ واپس روانہ ہوئے تو اثیل کے مقام پر عصر کی نماز ادا فرمائی۔ وہیں سے آپ نے بشارت سنانے کے لیے عبداللہ بن رواحہ کو بالائی مدینہ (قبا) اور زید بن حارثہ کو زیریں مدینہ کی طرف بھیجا۔ زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء (قصواء) پر سوار اس وقت پہنچے جب عثمان جنت البقیع میں اپنی اہلیہ اورآپ کی صاحبزادی رقیہ کی تدفین کر رہے تھے۔ زید نے منادی کی، عتبہ وشیبہ قتل ہو گئے، امیہ اور ابوجہل مارے گئے، ابوالبختری اور زمعہ جہنم واصل ہوئے، نبیہ ومنبہ اپنے انجام کو پہنچے۔ منافقین نے ان کی

تصدیق کرنے کے بجائے الٹا کہا، تمھارے صاحب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی قتل ہو گئے ہیں تبھی تو زید ان کی اونٹنی پر سوار ہو کر لوٹے ہیں۔ یہودیوں نے کہا، زید شکست کھا کر آئے ہیں۔ اسامہ بن زید کہتے ہیں، میں اپنے والد سے تنہائی میں ملا اور مخالفین کی باتوں کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے کہا، میری بات ہی سچ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی زینب آپ کی بعثت سے قبل سیدہ خدیجہ کے بھانجے ابوالعاص بن ربیع سے بیاہی ہوئی تھیں۔ آپ کو منصب نبوت عطا ہوا تو ابوالعاص کفر پر قائم رہے۔ انھوں نے جنگ بدر میں مشرکوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کی قید میں آ گئے۔ مکہ سے بدر کے قیدیوں کا فدیہ آیا تو اس میں زینب کا بھیجا ہوا کچھ مال اور وہ گلو بند بھی تھا جو سیدہ خدیجہ نے ابوالعاص سے شادی کے وقت زینب کو دیا تھا۔ نکلس کو دیکھ کر آپ پر رقت طاری ہو گئی، آپ نے اسے ابوالعاص کو واپس کیا اور اس شرط پر رہائی بھی دے دی کہ وہ زینب کو مدینہ بھیج دیں گے۔ جنگ بدر کے ڈیڑھ ماہ بعد آپ نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری صحابی کو مکہ بھیجا اور فرمایا، تم بطن یاجج پہنچ کر رک جانا اور جب زینب آ جائیں تو انھیں ساتھ لے آنا۔ اس مقصد کے لیے اپنی انگوٹھی بھی زید کو دی تا کہ اسے پہچان کر زینب ان کے ساتھ آ جائیں۔ پہلی بار وہ ابوالعاص کے بھائی کنانہ کے ساتھ مکہ سے نکلیں تو ذوطوی کے مقام پر دو مشرکوں ہبار اور فہری نے انھیں جانے سے روک دیا۔ اس موقع پر ابوسفیان نے یہ کہہ کر زینب کو واپس لوٹا دیا کہ کچھ دنوں کے بعد چپکے سے رات کے اندھیرے میں نکل جائیں۔ چنانچہ چند دن گزرنے کے بعد زید نے ایک چرواہے کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی بھیجی تو زینب ان کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئیں۔

غزوۂ قردہ (یا فردہ): جنگ بدر کے بعد قریش کو تشویش ہوئی کہ ان کی تجارتی گزرگاہ مدینہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پرخطر ہو گئی ہے اس لیے شام کے سفر کے لیے متبادل راستہ ڈھونڈنا چاہیے۔ انھوں نے بکر بن وائل کے راہبر فرات بن حیان عجلی کی خدمات حاصل کیں جو جمادی الاولی ۳ھ میں ان کے تجارتی قافلے کو ذات عرق اور غمرہ کے راستے سے لے کر نکلا۔ اس قافلے میں صفوان بن امیہ (یا ابوسفیان)، حویطب بن عبدالعزیٰ اور عبداللہ بن ابوربیعہ چاندی کی ایک بڑی مقدار لے کر سفر کر رہے تھے۔ انھی دنوں نعیم بن مسعود مدینہ آیا ہوا تھا، اس نے اپنے پرانے دوست سلیط بن نعمان سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی۔ آپ نے فوراً زید بن حارثہ کو ایک دستہ دے کر روانہ کر دیا۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں زید امیر مقرر ہوئے۔ نجد کے ایک چشمے قردہ (فردہ) پر انھوں نے قافلے کو جا لیا، قریش کے لیڈر بھاگ گئے تو زید نے دو آدمیوں کو قید کیا اور مال و اسباب مدینہ لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ درہم مال غنیمت میں سے خمس (پانچواں حصہ: بیس ہزار درہم) رکھ کر باقی مال زید کے دستے میں تقسیم کر دیا۔ قید ہو کر آنے والے فرات نے اسلام قبول کر لیا۔ یہی فرات جنگ خندق میں مشرکوں کا جاسوس بن گیا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا لیکن اس نے توبہ کر لی اور بعد میں اچھا مسلمان ثابت ہوا۔

۳ھ۔ جنگ احد کے اگلے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم احد کے تمام شرکا حتیٰ کہ زخمیوں کو بھی لے کر مدینہ سے سات میل دور حمرا الاسد کے مقام پر گئے اور تین دن قیام کیا۔ اظہار قوت آپ کا مقصد تھا اسی لیے ابوسفیان کو جو پلٹ کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتا تھا مدینہ کا رخ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ واپس لوٹتے ہوئے آپ نے معاویہ بن مغیرہ کو پکڑا جو راستے سے بھٹک گیا تھا۔ اسی نے سیدنا

حمزہ کی ناک کاٹی تھی اور ان کی نعش کا مثلہ کیا تھا۔ مدینہ پہنچ کر معاویہ نے حضرت عثمان کے گھر جا کر ان سے امان طلب کر لی۔ ان کے کہنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین دن کی مہلت دے دی اور فرمایا، اس کے بعد اگر تو نظر آیا تو تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ وہ مدینہ سے نکل کر روپوش ہو گیا، چوتھے دن آپ نے زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر کو اس کے پیچھے بھیجا اور فرمایا، وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا، فلاں جگہ چھپا ہوگا، اسے دیکھتے ہی قتل کر دینا۔ عمار اور زید نے اسے حمات کے مقام پر جا لیا اور اس کی گردن اڑا دی۔

۴ھ، ۵ھ۔ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کی عزت افزائی کے لیے ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش سے کی تو ان کے ددھیالی اعزہ، خاص طور پر ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے اس رشتے پر اعتراض کیا۔ ان کا کہنا تھا، زینب بنو اسد کی آزاد عورت ہیں جب کہ زید ایک آزاد کردہ غلام ہیں اس لیے ان دونوں میں کفاءت نہیں۔ خود زینب بھی اس رشتے پر راضی نہ تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ.

(سورۂ احزاب: ۳۶)

''کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم دے دیں تو وہ اپنے معاملے میں خود اختیاری کریں۔''

پر خاموش رہی تھیں۔ اپنے مزاج کی تیزی کی وجہ سے وہ شادی کے بعد بھی اپنے حسب ونسب پر فخر کرتی رہیں اس لیے زید نے انھیں طلاق دینے کا ارادہ کر لیا لیکن پہلے آپ سے مشورہ کیا۔ آپ نے فرمایا، ''امسك عليك زوجك واتق الله۔ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (سورۂ احزاب: ۳۷) ایک سال سے کچھ اوپر وقت گزرا تھا اور ابھی کوئی اولاد نہ ہوئی تھی کہ یہ شادی طلاق پر منتج ہوئی۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو اپنی زوجیت میں لینے کا فیصلہ کیا اس لیے کہ ایک آزاد کردہ غلام کی مطلقہ کے لیے دوسری شادی دشوار کام تھا۔ اس سے بھی بڑی وجہ یہ تھی کہ اللہ نے خود آپ کو یہ عقد کرنے کا حکم دیا تھا کیونکہ ایک منہ بولے بیٹے کی مطلقہ کی حرمت کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنا مقصود تھا۔ اللہ کے ارشاد:

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ. (سورۂ احزاب: ۳۷)

''آپ اپنے دل میں وہ چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں سے خائف ہو رہے تھے''

کا مطلب ہے کہ اللہ کی طرف سے آپ کو وحی آ چکی تھی کہ زینب کو طلاق ہوگی اور آپ کو ان سے نکاح کرنا ہوگا لیکن آپ سمجھتے تھے کہ اس سے کفار و منافقین کو طعن و تشنیع کا موقع ملے گا اس لیے ظاہر نہ فرمانا چاہتے تھے۔ جب زینب کی عدت پوری ہو گئی تو آپ نے زید ہی کو ان کے پاس بھیجا اور فرمایا، جاؤ، اس کے سامنے میرا ذکر کرو۔ زینب آٹے کو خمیر لگا رہی تھیں، زید کہتے ہیں، مجھے ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اس لیے پیٹھ پھیر کر کہا، زینب! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے پاس اپنا ذکر کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ زینب نے کہا، میں کوئی فیصلہ نہ کروں گی حتیٰ کہ اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں۔ وہ اپنے مصلے کی طرف گئی تھیں کہ قرآن مجید کا حکم نازل ہو گیا۔

کتب تاریخ میں بیان کردہ یہ روایت ہرگز درست باور نہیں کی جاسکتی کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم زید کی غیر موجودگی میں ان کے گھر گئے اور پردہ ہٹنے پر زینب کو دیکھ لیا تو وہ انھیں بھا گئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اپنی پھوپھی زاد کو بچپن سے لے کر جوانی تک کی تیس سالہ زندگی میں کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ زید کے ہاں انھیں دیکھنا کوئی معنی رکھتا؟ اگر یہ واقعہ درست ہوتا تو کیا آپ کی شان نبوت کے خلاف نہ ہوتا کہ معاذ اللہ آپ اپنے صحابہ اور موالی کی منکوحات پر نظر رکھتے ہیں؟ ابن عربی نے ان تمام روایات کو ناقابل التفات (ساقطة الاسانید) قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، زینب (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد اور آپ کے مولا زید کی اہلیہ ہونے کی وجہ سے) ہر وقت آپ کے ساتھ رہتی تھیں اور ابھی حجاب کا حکم بھی نازل نہ ہوا تھا۔ (اس لیے یکا یک محبت پیدا ہونے کا سوال کیسے پیدا ہوسکتا تھا؟) ایک قلب مطہر کو اس فاسد تعلق سے کیا لینا؟ (احکام القرآن: سورۂ احزاب) قرطبی لکھتے ہیں، یہ روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زید کی اہلیہ زینب سے (معاذ اللہ) محبت یا عشق ہو گیا تھا کسی ایسے شخص کی وضع کردہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت سے ناواقف تھا یا اس نے (جان بوجھ) کر آپ کی حرمت کو پامال کرنا چاہا۔ (الجامع لاحکام القرآن: سورۂ احزاب) ابن کثیر کہتے ہیں، ان اقوال کے غلط ہونے کی وجہ سے ہم ان کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب سمجھا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم: سورۂ احزاب) قرآن مجید میں زید کو دیے جانے والے حکم کہ ''اللہ سے ڈرتے رہو'' سے معلوم ہوتا ہے کہ زید سے بھی کوئی فروگزاشت ہوئی ہوگی۔

۶ھ میں زید بن حارثہ نے کئی مہمات کی سربراہی کی، وہ صلح حدیبیہ (۶ھ) میں بھی شریک ہوئے۔ ربیع الثانی ۶ھ میں زید بنوسلیم کے علاقے جموم گئے جہاں بنومزینہ کی ایک عورت حلیمہ کو قابو کیا۔ اس نے بنوسلیم کے ایک ٹھکانے کی نشان دہی کی۔ زید نے وہاں سے مال ڈنگر حاصل کیے اور کچھ لوگوں کو قیدی بنالیا۔ جمادی الاولیٰ ۶ھ میں زید پندرہ آدمیوں کا سریہ لے کر مدینہ سے چھتیس میل دور واقع طرف نامی علاقے میں گئے۔ یہ بنوثعلبہ کا مسکن تھا، بدوؤں نے انھیں دیکھا تو اپنے اونٹ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی ماہ زید مدینہ سے چار دن کے سفر کی مسافت پر واقع مقام عیص گئے جہاں شام سے واپس آنے والے قریش کے ایک قافلے پر چھاپا مارا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق ابوالعاص بن ربیع بدر کے بجائے اس سریہ میں قید ہوئے۔

۶ھ ہی میں (یا ۷ھ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی دحیہ بن خلیفہ کلبی قیصر روم کو آپ کا نامہ پہنچا کر اور اس سے مال وخلعت حاصل کر کے لوٹے تو بنوجذام کی سرزمین حسمی میں وادئ شنار کے مقام پر بنوجذام کی شاخ بنوضلیع سے تعلق رکھنے والے باپ بیٹے ہنید اور عوص اور ان کے ساتھیوں نے انھیں لوٹ لیا اور چند بوسیدہ کپڑوں کے سوا کچھ پاس نہ رہنے دیا۔ ایک نومسلم قبیلے بنوضبیب نے ان کا پیچھا کر کے لوٹا ہوا مال واپس لے لیا اور دحیہ مدینہ آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے زید بن حارثہ کی قیادت میں پانسو صحابہ کا ایک لشکر روانہ کیا۔ بنوعذرہ کے ایک راہبر کی راہ نمائی میں زید رات کے وقت سفر کرتے اور دن کو اوجھل رہتے۔ فضافض کے مقام پر علی الصبح انھوں نے ہنید اور عوص کو پکڑا اور قتل کر کے ان کا مال واسباب چھین لیا۔ ایک ہزار اونٹ اور پانسو بکریاں ان کے ہاتھ اور سو عورتیں اور بچے قید میں آئے۔ بنوخصیب کا ایک شخص اور بنواحنف (یا احنف) کے دو آدمی بھی مارے گئے۔ یہ قبیلے صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دعوتی خط ملنے پر ایمان لا چکے تھے۔ زید کو اس بات کا علم نہ

تھا لیکن جب انھوں نے ان سے سورۂ فاتحہ سن لی تو اعلان کر دیا کہ ان کا مال ہم پر حرام ہے۔ تب بھی زید کے ساتھیوں نے توقف کرنے کا مشورہ دیا تو یہ لوگ بنوضبیب کے رفاعہ بن زید کی قیادت میں مدینہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دکھایا اور اپنا مال واپس کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے مقتولوں کے بارے میں تین بار استفسار کیا تو وفد میں شامل ابوزید بن عمرو نے کہا، ان کی دیت رہنے دیں لیکن قیدیوں کو چھوڑ دیں۔ آپ نے معاملہ سلجھانے کے لیے حضرت علی کی ذمہ داری لگائی۔ انھوں نے کہا، زید میری بات نہ مانیں گے تب آپ نے اپنی تلوار بطور علامت ان کے حوالہ کی۔ حضرت علی نے فحلتین پہنچ کر زید سے ملاقات کی اور تمام مال واپس دلایا۔

رجب ۶ھ میں زید ایک تجارتی قافلہ (یا سریہ) لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ وادی قریٰ پہنچے تو بنوفزارہ کے لوگوں نے راہ زنی کی، ان کے ساتھیوں کو مارا پیٹا اور سامان تجارت چھین لیا۔ زید کے کئی ساتھی شہید ہوئے اور وہ خود بھی زخمی ہو گئے۔ واپسی پر انھوں نے قسم کھائی کہ فزارہ سے دوبارہ جنگ کرنے تک غسل جنابت کی حاجت ہرگز نہ ہونے دیں گے۔ رمضان ۶ھ میں ان کے زخم مندمل ہوئے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے انھیں ایک لشکر دے کر روانہ کیا۔ زید نے اپنے معمول کے مطابق راتوں کا سفر کیا لیکن بنوفزارہ کی شاخ بنوبدر کو ان کے آنے کی خبر ہو گئی۔ صبح سویرے فزارہ کے ٹھکانوں پر پہنچ کر انھوں نے وہاں پر موجود لوگوں کو گھیر لیا اور انھیں ان کے انجام تک پہنچایا پھر بدر کی پوتی ام قرفہ (فاطمہ بنت ربیعہ بن بدر) اور اس کی بیٹی جاریہ بنت مالک کو قید کر لائے۔ ام قرفہ کو اپنے قبیلے میں بہت عزت دار سمجھا جاتا تھا حتی کہ اعز من ام قرفۃ (ام قرفہ سے زیادہ عزت دار) ضرب المثل بن گئی۔ زید کے کہنے پر قیس بن مسحر نے اسے بری طرح قتل کیا کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے اپنے بیٹوں اور پوتوں پر مشتمل چالیس گھڑسواروں کا دستہ تیار کیا تھا۔ اس کی بیٹی سلمہ بن اکوع کی قید میں آئی تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دی۔ آپ نے اپنے ماموں حرب (یا حزن) بن ابووہب کو عطیہ کر دی۔ اسی سے عبداللہ بن حرب (یا عبدالرحمان بن حزن) پیدا ہوئے۔ شعبان ۶ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بنوخزاعہ کی شاخ بنومصطلق کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے ان کے چشمہ مریسیع گئے تو زید بن حارثہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اس لیے وہ اس غزوہ میں حصہ نہ لے سکے۔ دوسری روایت کے مطابق زید بن ثابت قائم مقام حاکم مقرر ہوئے۔ ابن ہشام نے زید کے ایک اور سریے کا ذکر کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حضرت علی کے آزاد کردہ غلام ضمیرہ کے ساتھ مدین بھیجا، یہ مصر کے سرحدی علاقے مینا کے کچھ لوگ پکڑ کر لائے۔ کچھ قیدی دوسرے علاقوں کے تھے۔ انھیں الگ الگ کر کے بانٹا گیا تو رونے لگ گئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اکٹھا رکھنے کا حکم دیا۔

آپ نے حارث بن عمیر کی سربراہی میں ایک وفد کو شاہ بُصریٰ کے نام خط دے کر بھیجا۔ یہ وفد شام کے سرحدی علاقے بلقا کے مقام موتہ سے گزر رہا تھا کہ وہاں کے حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی نے حارث کا گلا گھونٹا اور باقی ارکان کو بھی شہید کر دیا۔ ایلچیوں کو راہ داری دینے کے بجائے قتل کر دینا سفارتی آداب کی صریح خلاف ورزی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایلچی کو قتل کیے جانے کا یہ پہلا اور آخری واقعہ تھا اس لیے آپ نے شہدا کا بدلہ لینا اور شرحبیل کی تادیب کرنا ضروری سمجھا۔ تین ہزار کا لشکر تیار کر کے

زید بن حارثہ کو اس کا امیر مقرر کیا۔ روانگی کے وقت آپ خود لشکر میں تشریف لے گئے اور زید کو سفید علم عطا کیا اور لشکر کے لیے دعائے خیر و برکت کی۔ مزید فرمایا، ''اگر زید شہید ہوئے تو جعفر بن ابوطالب امیر ہوں گے، اگر جعفر شہادت پا گئے تو عبداللہ بن رواحہ ان کی جگہ لیں گے۔ وہ بھی شہادت سے سرفراز ہوئے تو مسلمان باہمی رضامندی سے اپنا امیر چن لیں'' پھر ثنیۃ الوداع کے مقام پر انھیں الوداع کہا۔ ایک یہودی نعمان بن فنحص اس وقت موجود تھا۔ اس نے زید سے کہا، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں تو تم ہرگز زندہ نہ لوٹو گے کیونکہ بنی اسرائیل کے نبی اس طرح جب کسی کا نام لے لیتے تھے تو وہ ضرور شہید ہو جاتا تھا۔

جمادی الاولیٰ ۸ھ میں مدینہ سے چل کر یہ لشکر وادیٔ قریٰ پہنچا تو زید نے چند روز رک کر دشمن کے متعلق معلومات فراہم کیں۔ شام کے علاقے معان پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ہرقل (یا اس کے بھائی) کی قیادت میں ایک لاکھ کی رومی فوج مآب پہنچ گئی ہے۔ لخم، جذام، قین، بہرا اور بلی قبائل کے ایک لاکھ افراد بھی مالک بن رافلہ (یا زافلہ) کی قیادت میں رومیوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ زید بن حارثہ نے اپنے ساتھیوں سے مشاورت کی تو یہ رائے سامنے آئی کہ اس تازہ صورت حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آنے تک مزید پیش قدمی نہ کی جائے۔ عبداللہ بن رواحہ نے زور دیا کہ آپ کا حکم صادر ہو چکا ہے، ہمیں اعداد و شمار دیکھنے کے بجائے اسی کو بجا لانا چاہیے، دو روز کے توقف کے بعد اسی رائے پر عمل کرنے کا فیصلہ ہوا، جیش اسلامی دوبارہ روانہ ہوا، عبداللہ بن رواحہ نے عربی نحو کی کتابوں میں کثرت سے نقل کیا جانے والا اپنا یہ مشہور رزمیہ شعر (رجز) اسی سفر میں پڑھا۔

یا زید زید الیعملات الذبل　　　تطاول اللیل علیک فانزل

(اے زید (بن ارقم)! زید (بن ارقم)! قوی تیز رفتار اونٹ چلتے چلتے سست پڑ گئے ہیں، تم پر رات لمبی ہو گئی ہے، اس لیے اتر کر حدی خوانی کر لے)

'المفصل' میں زمخشری نے سیبویہ کا تتبع کرتے ہوئے اس شعر کو نام لیے بغیر جریر کے ایک بیٹے کی طرف منسوب کیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ ابن رواحہ کا ہے۔ زید بن ارقم بھی غزوۂ موتہ میں شریک تھے، انھی کو مخاطب کر کے عبداللہ نے یہ رجز پڑھا۔ کچھ لوگوں نے زید سے ابن حارثہ کو مراد لیا ہے جو درست نہیں کیونکہ ایک سپہ سالار کا کام نہیں کہ اونٹوں کو ہانک کھینچ کر دوڑائے اور ان کے لیے حدی پڑھے۔

اردن کے مشرق میں واقع قصبے موتہ میں رک کر زید بن حارثہ نے لشکر کی ترتیب درست کی، بنو عذرہ کے قطبہ بن قتادہ کو میمنہ کا اور عبایہ بن مالک انصاری کو میسرہ کا کمانڈر مقرر کیا۔ بحیرۂ مردار کے ساحل پر سرزمین بلقا میں مشارف کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ چھ دن تک زید ضرب و فرار (hit and run) کے اصول پر رومی فوج پر حملہ آور ہوتے رہے۔ کبھی ایک مقام پر کبھی دوسری جگہ سے، کبھی سامنے سے، کبھی پہلو سے آتے، دشمن کو جوابی کارروائی کا موقع نہ دیتے اور صحرا میں غائب ہو جاتے۔ ساتویں دن وہ سامنے (front) سے نمودار ہوئے، جونہی رومی فوج کے پرے (phalanxes) بڑھنے لگے، زید نے پسپائی (withdrawl) اختیار کر لی۔ رومی بازنطینی فوج نے ان کا پیچھا کیا لیکن دو لاکھ کی فوج عجلت میں اپنی ترتیب قائم نہ رکھ سکی۔ موتہ کے مقام پر زید نے پلٹ کر بھرپور حملہ کرنے کا حکم دیا۔ سو صفوں پر مشتمل رومی لشکر کا ایک چھوٹا سا حصہ ان کا ہدف بنا جو حملے کی تاب

نہ لاسکا۔ رومیوں نے راہ فرار پکڑی اور اپنے لشکر ہی کو روندتے ہوئے کھلے میدان کی طرف بھاگے۔ مسلمان سپاہی ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ زید بن حارثہ پر چاروں طرف سے وار ہو رہے تھے، زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ وہ گھوڑے سے گر پڑے اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔ فرمان نبوی کے مطابق جعفر بن ابوطالب فوراً آگے بڑھے، اپنے سرخ گھوڑے سے اتر کر اسے ذبح کیا اور علم تھام کر پیادہ ہی لڑنا شروع کر دیا۔ انھوں نے نوے (بخاری، ۴۲۶۰: پچاس) سے زائد زخم کھائے، پہلے ان کا دایاں پھر بایاں بازو کٹا لیکن وہ جان فشانی سے آخر دم تک لڑتے رہے اسی لیے انھیں ذوالجناحین (دو پروں والا، یہ پر جنت میں عطا ہوں گے) کا لقب ملا۔ اب عبداللہ بن رواحہ نے علم تھاما اور رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ ان کی قیادت میں جیش اسلامی ہزاروں رومیوں کو دھکیلے جا رہا تھا لیکن وہ بھی شہید ہو گئے تو ثابت بن اقرم نے علم اسلامی بلند کیا۔ اسی اثنا میں جب فوج اپنا کمانڈر چننا چاہتی تھی، خالد بن ولید سامنے آئے اور کمان سنبھال لی۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ منظم پسپائی کے ذریعے میدان جنگ چھوڑا جائے اور مدینہ کو مراجعت اختیار کی جائے۔ اگلے دن انھوں نے لشکر کی ہیئت بدل دی، ساقہ کی جگہ مقدمہ اور مقدمہ کی جگہ ساقہ کو کر دیا، میمنہ و میسرہ کو بھی ادل بدل دیا۔ رومیوں کو مسلمانوں کے ہاتھ پہلے پرچم دکھائی نہ دیے اور فوج کی ترتیب بھی بدلی بدلی نظر آئی تو گمان کیا کہ اسلامی فوج میں نئی کمک آ گئی ہے۔ اصل میں یہ وہ چھوٹے چھوٹے دستے تھے جو خالد نے ظلمت شب میں پیچھے بھیج دیے تھے اور وہ دن چڑھے ان کی ہدایت کے مطابق ایک ایک کر کے جنگ میں دوبارہ شامل ہوئے۔ دشمن کا مورال گر گیا تو خالد نے اگلا پورا دن دفاع کمزور نہ ہونے دیا، رات ہوئی تو وہ اپنی فوج کو بحفاظت نکال لائے۔ جاتے جاتے مسلمانوں نے رومی میسرہ کے عرب کماندار مالک بن زافلہ کو جہنم واصل کیا۔ رومی فوج نے خالد کی واپسی کو بھی ایک چال سمجھا اور پیچھا نہ کیا۔ مدینہ پہنچنے پر کچھ لوگوں نے کہا، راہ حق کی جنگ سے انھیں واپس نہیں آنا چاہیے تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھاگے ہوئے نہیں ہیں، اللہ نے چاہا تو پھر لڑیں گے۔ یہ ابن اسحاق کی روایت تھی، واقدی اور بیہقی کا اصرار ہے کہ خالد نے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ رومیوں اور عربوں کی مشترکہ دو لاکھ کی فوج کو شکست سے دوچار کیا۔ وہ دلیل میں بخاری کی ذیل میں درج کردہ روایت کو پیش کرتے ہیں جس میں فتح صریح کا ذکر ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں، جب خالد نے فوج کی ترتیب میں تبدیلی کی تو اللہ نے انھیں فتح سے سرفراز کیا۔ وہ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "یہ بھاگے ہوئے نہیں ہیں" ان معدودے چند افراد (مثلاً سلمہ بن ہشام، عبداللہ بن عمر) کے بارے میں تھا جو فرار ہوئے، فوج کی اکثریت ثابت قدم رہی تھی۔ حیرت کی بات ہے کہ اہل ایمان اور کفار کی فوجوں میں اس قدر تفاوت ہونے کے باوجود جنگ موتہ میں کل بارہ مسلمان شہید ہوئے۔

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ موتہ کے شہدا کی خبر ملی تو رونے لگے اور فرمایا، وہ میرے بھائی، مجھ سے انس رکھنے والے اور میری باتیں کرنے والے تھے۔ بخاری کی روایت ہے، آپ منبر پر تشریف لائے۔ شہدا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، "علم زید نے تھاما اور شہید ہو گئے پھر جعفر نے پکڑا اور شہادت پائی۔ اس کے بعد یہ ابن رواحہ کے ہاتھ آیا، انھوں نے بھی جام شہادت نوش کیا، آخرکار علم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد) نے پکڑا اور اللہ نے انھیں فتح دی۔" یہ بیان کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے زید، جعفر اور عبداللہ کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا، اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو،

وہ جنت میں دوڑتا ہوا داخل ہو گیا ہے۔ زید کی بیٹی نے آپ کے سامنے آہ وزاری کی تو آپ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، اسامہ آپ کے سامنے آئے تو بھی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ سعد بن عبادہ نے کہا، یا رسول اللہ! اتنی رقت کیوں؟ فرمایا، یہ ایک دوست کی اپنے محبوب دوست سے محبت ہے۔ شہادت کے وقت زید بن حارثہ کی عمر ۵۵ سال تھی۔

زید بن حارثہ کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے فیصلہ کن جنگ کا ارادہ فرما لیا چنانچہ غزوۂ تبوک اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

زید بن حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال چھوٹے تھے۔ ان کا قد چھوٹا، رنگ گہرا سیاہ اور ناک چپٹی تھی۔ ایک دوسری روایت میں بالکل برعکس بیان ہوا ہے کہ زید گورے چٹے تھے البتہ ان کے بیٹے اسامہ سیاہ رنگ کے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی مجزز بن اعور کا تعلق بنو کنانہ کی شاخ بنو مدلج سے تھا، ان کے دو بیٹے علقمہ اور وقاص بھی صحابہ میں شامل تھے۔ اگرچہ قریش میں بھی چند قیافہ دان موجود تھے لیکن علم قیافہ کی مہارت رکھنے میں بنو مدلج اور بنو اسد خاص طور سے مشہور تھے۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو بڑے مسرور تھے، آپ کا چہرہ دمک رہا تھا۔ فرمایا، تمھیں معلوم ہے، مجزز مدلجی میرے پاس آئے تو اسامہ اور زید لیٹے ہوئے تھے۔ انھوں نے چادر سے اپنے سر ڈھانپ رکھے تھے اور ان کے پاؤں نظر آ رہے تھے۔ مجزز نے دیکھ کر کہا، یہ دونوں پاؤں ایک دوسرے سے گہرا (نسبی) تعلق رکھتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو بیٹوں کی طرح رکھا ہوا تھا۔ جس طرح ہر شخص اپنی اولاد سے دلی لگاؤ رکھتا ہے اور ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے خوش ہوتا ہے ایسے ہی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم زید اور اسامہ کے بارے میں مجزز کے اس تبصرے سے بہت خوش ہوئے اور فوراً سیدہ عائشہ سے اس کا ذکر کیا۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ زید کا رنگ صاف اور ان کے بیٹے اسامہ کا سیاہ ہونے کی وجہ سے کچھ لوگوں نے طعن زنی کی تھی۔ مجزز کی قیافہ شناسی سے نسب کے ان ماہرین کو خاموش ہونا پڑا کیونکہ عرب اس علم پر اعتقاد رکھتے تھے اور اسلام نے ان کے اعتقاد کو باطل قرار نہ دیا تھا۔

قرآن مجید میں زید کے علاوہ کسی صحابی کا نام صراحۃً مذکور نہیں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

"اور جب زید نے اس (زینب) سے علیحدگی کا ارادہ پورا کر لیا تو ہم نے آپ سے اس کا بیاہ کر دیا تا کہ اہل ایمان کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی۔ (سورۂ احزاب: ۳۸)

بیویوں میں حرمت نہ رہے حالانکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں۔"

سورۂ احزاب کی آیات ۴ تا ۶ میں لے پالک بیٹوں کو ان کے اصل باپوں کے نام سے پکارنے کا حکم آیا ہے، اولاً اس فرمان کا اطلاق بھی زید بن حارثہ پر ہوا۔ ان کے علاوہ آیت ۴۰

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

''محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، وہ تو اللہ کے رسول اور نبیوں کے سلسلے کا اختتام کرنے والے ہیں۔''
بھی زید کے بارے میں نازل ہوئی۔

زید بن حارثہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب (حب رسول اللہ) کہا جاتا تھا۔ آپ کا ارشاد ہے، ''مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے بھی اس پر انعام و اکرام کیا۔'' مراد زید بن حارثہ ہیں جنھیں اللہ نے نعمت اسلام سے سرفراز کیا اور قرآن مجید میں نام لے کر ان کا ذکر کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے ان پر احسان کیا۔ پہلے اپنی باندی برکت پھر پھوپھی زاد زینب سے ان کی شادی کی اور غزوۂ موتہ میں امارت دیتے ہوئے اپنے چچیرے جعفر بن ابوطالب پر مقدم رکھا۔ براء بن عازب کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے فرمایا، ''تو میرا بھائی اور میرا مولا ہے۔'' زید کے پوتے محمد بن اسامہ سے مروی ہے، آپ نے زید بن حارثہ کو ارشاد فرمایا، زید! تو میرا مولا (ساتھی، رشتہ دار) ہے، مجھ سے ہے، میری طرف منسوب ہے اور سب لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا، اللہ کی قسم! زید امارت کے لیے موزوں تھا۔ وہ میرے محبوب ترین انسانوں میں سے تھا۔ واقعۂ معراج کے ضمن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہوئے تو ایک سرخ و سیاہ ہونٹوں والی دوشیزہ دیکھی۔ آپ نے پوچھا، تو کس کو ملے گی؟ تو اس نے کہا، زید بن حارثہ کو۔ حضرت علی روایت کرتے ہیں، میں، جعفر بن ابوطالب اور زید بن حارثہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ نے زید کو کہا، تو میرا مولا ہے تو وہ خوشی سے پھدکنے لگے۔ جعفر کو ارشاد کیا، تو جسم کی بناوٹ اور اخلاق میں میرے مشابہ ہے تو وہ زید کے پیچھے ہو کر مارے فرحت کے اچھلنے لگے۔ پھر مجھ سے فرمایا، تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں تو میں جعفر کی اوٹ لے کر کدکنے لگا۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، زید بن حارثہ (وادی قریٰ میں بنوفزارہ کو ان کے انجام تک پہنچا کر) مدینہ لوٹے (تو سیدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے)، آپ میرے حجرے میں تھے۔ زید نے دروازہ کھٹکھٹایا، اس وقت آپ نے پورے کپڑے نہ پہنے ہوئے تھے لیکن لپک کر اس حالت میں ان کی طرف بڑھے کہ چادر گھسٹ رہی تھی۔ آپ نے ان کو گلے لگا کر بوسہ لیا اور غزوۂ (ام قرفہ) کے واقعات سنے۔

خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب نے اسامہ بن زید کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہ کا تین ہزار درہم مقرر کیا تو انھوں نے اعتراض کیا۔ آپ نے اسامہ کو مجھ پر کیوں ترجیح دی حالانکہ وہ کسی موقع پر مجھ سے آگے نہیں بڑھا۔ عمر نے جواب دیا، اس لیے کہ زید بن حارثہ تیرے باپ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے اور اسامہ تم سے بڑھ کر آپ کو پیارا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔

زید کے بھائی جبلہ بن حارثہ سے پوچھا گیا، تم بڑے ہو یا زید؟ انھوں نے جواب دیا، زید، حالانکہ میں پہلے پیدا ہوا تھا۔ ہماری والدہ فوت ہوئی تو ہم دادا کی پرورش میں آ گئے وہاں سے چچا مجھے لے گئے۔ زید سیدہ خدیجہ کے پاس پہنچ چکے تھے اور انھوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا۔ (اس طرح وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑے ہو گئے)۔ ایک بار جبلہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ زید کو ان کے ساتھ بھیج دیا جائے۔ آپ نے فرمایا، اگر وہ تمھارے ساتھ جانا چاہے تو

میں نہ روکوں گا لیکن زید نے جانے سے انکار کر دیا۔ وفا زید بن حارثہ کا نمایاں وصف تھا۔

ایک بار زید بن حارثہ نے طائف کے ایک شخص سے خچر کرائے پر لیا۔ اس نے شرط رکھی کہ وہ انھیں اپنی مرضی والی جگہ پر اتارے گا۔ پھر وہ زید کو ایک ویرانے میں لے گیا اور اترنے کو کہا۔ انھوں نے دیکھا کہ وہاں بہت سے لوگ قتل کر کے پھینکے ہوئے ہیں۔ خچر والے نے زید کو بھی مارنا چاہا تو انھوں نے کہا، مجھے دو رکعتیں پڑھ لینے دو۔ اس نے کہا، پڑھ لو، پہلے پڑے ہوئے ان مقتولوں نے بھی نماز پڑھی تھی لیکن ان کی نماز نے انھیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ زید کہتے ہیں، میں نے نماز ادا کر لی تو وہ مجھے قتل کرنے کے لیے بڑھا۔ میں پکارا، یاارحم الراحمین! تو اسے آواز آئی، اسے قتل نہ کرو۔ وہ ڈر گیا اور آواز دینے والے کو ڈھونڈنے لگا۔ کچھ نہ ملا تو پھر میری طرف لپکا۔ میں نے پھر یاارحم الراحمین کی صدا لگائی تو پھر پلٹ گیا۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہوا تو مجھے ایک گھڑسوار ہاتھ میں آہنی نیزہ پکڑے کھڑا نظر آیا، نیزے کے سرے پر آگ کا شعلہ لپک رہا تھا۔ گھڑسوار نے وہ نیزہ خچر والے کی پشت میں گھونپ دیا جس سے وہ فوراً ہلاک ہو گیا۔ اسے انجام تک پہنچانے کے بعد اس غیبی انسان نے بتایا، جب تو نے پہلی دفعہ یاارحم الراحمین پکارا تو میں ساتویں آسمان میں تھا۔ دوسری دفعہ صدا لگائی تو میں آسمان دنیا پر آ چکا تھا، تمھاری تیسری پکار پر میں تمھارے پاس موجود تھا۔ قتل سے پہلے دو رکعتیں ادا کرنے کی سنت پر زید سے پہلے خبیب بن عدی (غزوۂ رجیع میں) عمل پیرا ہو چکے تھے۔ پھر عہد معاویہ میں حجر بن عدی نے اس پر عمل کیا۔

کئی بار ایسا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تشریف لے گئے اور زید بن حارثہ کو اپنا نائب حاکم مقرر فرمایا۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے جس سریہ میں زید کو بھیجا، امیر ہی بنایا۔ اگر آپ کی رحلت کے وقت زندہ ہوتے تو ضرور ان کو خلیفہ مقرر فرماتے۔ سلمہ بن اکوع بتاتے ہیں، میں سات غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اور کچھ سرایا میں زید بن حارثہ کے ساتھ شریک رہا۔ آپ انھی کو ہمارا امیر مقرر فرماتے۔ جن جنگوں میں زید نے شرکت کی، ان کے نام یہ ہیں، غزوۂ قردہ (یا فردہ)، غزوۂ جموم، غزوۂ عیص، غزوۂ طرف، غزوۂ حسمی، غزوۂ ام قرفہ۔ غزوۂ موتہ آخری غزوہ تھا جس میں زید بن حارثہ نے شرکت کی، یہ ۸ھ میں ہوا، اسی میں وہ اہل ایمان کی قیادت کرتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوئے۔ وفات سے قبل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کی سپہ سالاری میں ایک لشکر کو شام کے سرحدی علاقے بلقا کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں ان کے والد زید شہید ہوئے تھے۔ اس موقع پر کچھ لوگوں نے اسامہ کے کم عمر ہونے اور کبار مہاجرین وانصار ان کے ماتحت ہونے کی طرف توجہ دلائی تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر فرمایا، تم نے اگر اسامہ کی امارت پر اعتراض کیا ہے (تو کیا؟) اس پہلے اس کے باپ کی سربراہی پر بھی معترض ہوتے رہے ہو۔ اللہ کی قسم! زید امارت کے لائق تھا اور مجھے سب سے بڑھ کر محبوب تھا۔ اللہ کی قسم! زید کے بعد اسامہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے، میں اسی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمھارے نیکوکاروں میں ہے۔

زید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، انس بن مالک، برا بن عازب، عبداللہ بن عباس، ان کے بھائی جبلہ بن حارثہ اور بیٹے اسامہ۔ تابعین میں سے علی بن عبداللہ بن عباس، ہزیل بن شرحبیل

اور ابو عالیہ نے ان سے مرسلہ روایتیں بیان کی ہیں۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

حضرت جعفر بن ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا ابو طالب (اصل نام: عبد مناف بن عبد المطلب بن ہاشم) کے بیٹے تھے۔ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ان کی والدہ تھیں، ہاشم، جعفر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہونے کے ساتھ جعفر کے نانا بھی تھے۔ حضرت علی اور عقیل ان کے سگے بھائی تھے۔ حضرت علی ان سے دس برس چھوٹے تھے، عقیل بن ابو طالب جعفر سے دس سال اور طالب بیس سال بڑے تھے۔ حضرت جعفر کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

مکہ میں ایک بار شدید قحط پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبد المطلب اس وقت بھی بہت خوش حال تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا، آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں، اس قحط میں ہم ان کا بوجھ بانٹ لیتے ہیں۔ ایک بیٹا میں لے لیتا ہوں، ایک آپ لے لیں اور ہم ان کی پرورش کر دیتے ہیں۔ انھوں نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا۔ ابو طالب سے بات ہوئی تو انھوں نے کہا، عقیل اور طالب کو میرے پاس رہنے دو۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی کو اور عباس نے حضرت جعفر کو اپنی پرورش میں لے لیا۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے تک جعفر عباس ہی کے پاس رہے۔

حضرت جعفر "السابقون الاولون" میں شامل تھے، (۶۱۳ء میں) دعوت حق پر لبیک کہنے والوں کی تعداد پچیس (یا اکتیس) ہو چکی تھی کہ انھوں نے اسلام قبول کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی دار ارقم میں منتقل ہو کر دعوت دین کا کام شروع نہ کیا تھا۔

ایک بار ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کو نماز پڑھتے دیکھا، سیّدنا علی آپ کے دائیں طرف تھے۔ انھوں نے جعفر سے کہا، اپنے تایا زاد کے ساتھ نماز پڑھو، اس کے بائیں طرف کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت جعفر بن ابو طالب کو حبشہ و مدینہ دونوں ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ رجب ۵ نبوی (۶۱۵ء) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایذا رسانیوں کو دیکھ کر صحابہ کو مشورہ دیا کہ حبشہ (Ethiopia,Abyssinia) کو ہجرت کر جائیں۔ فرمایا، وہاں ایسا بادشاہ (King of Axum) حکمران ہے جس کی سلطنت میں ظلم نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ سب سے پہلے عثمان بن عفان، ابو حذیفہ بن عتبہ، زبیر بن عوام، عبد الرحمان بن عوف، مصعب بن عمیر، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ، ابو سبرہ، سہیل بن بیضا اور ابو سلمہ اپنے گھر والوں کو لے کر (کل تعداد پندرہ) روانہ ہوئے۔ اسے ہجرت اولیٰ کہا جاتا ہے۔ چند ماہ کے بعد دو کشتیوں پر سوار ۶۷ اہل ایمان کا دوسرا گروپ نکلا جس کی قیادت حضرت جعفر بن ابو طالب نے کی۔ کچھ لوگ اسے ہجرت ثانیہ کہتے ہیں، لیکن اصل میں یہ پہلی ہجرت ہی کا دوسرا مرحلہ تھا۔ دونوں گروپوں کے مہاجرین کی مجموعی تعداد تراسی ہو گئی۔ نجاشی اور اس کے مصاحبین حضرت جعفر کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ انھوں نے امہری زبان (Amharic) میں مہارت حاصل کر لی اور نجاشی کے ترجمان کا کام بھی کرتے رہے۔

مشرکین مکہ کو علم ہوا کہ مہاجرین حبشہ میں اطمینان و سکون کی زندگی گزار رہے ہیں تو انھوں نے باہمی مشورہ سے عبداللہ بن

گئے:

تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ "تم دیکھتے ہو کہ حق کو پہچان لینے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔" (سورۂ مائدہ:۸۳)

کا فرمان الٰہی اس صورت حال پر خوب منطبق ہوتا ہے۔ نجاشی بولا، یہ کلام اور موسیٰ علیہ السلام کا لایا ہوا کلام ایک ہی چراغ سے نکلی ہوئی روشنی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے وہی رسول ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں اور جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ اگر میں بادشاہت کا اسیر نہ ہوتا توان کی جوتیاں اٹھاتا۔ پھر قریش کے ایلچیوں سے پوچھا، کیا یہ تمھارے غلام ہیں؟ جواب ملا نہیں۔ کیا تمھارا کوئی قرض ان کے ذمہ ہے؟ جواب آیا، نہیں۔ نجاشی نے کہا، چلے جاؤ! میں انھیں کبھی تمھارے حوالے نہ کروں گا۔

نجاشی سے صریح انکار سننے کے باوجود عمرو بن عاص نہ ٹلا۔ اس نے کہا، کل میں بادشاہ سے ایسی بات کروں گا کہ مسلمانوں کی خوشیوں پر پانی پھر جائے گا۔ وہ پھر دربار میں پہنچ گیا اور کہا، یہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں بڑی غلط باتیں کرتے ہیں۔ نجاشی نے سیدنا جعفر کو بلا کر اس باب میں اسلام کا نقطۂ نظر دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا، عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، اللہ نے کنواری مریم کی طرف اسے القا کیا، اس عفیفہ کو کسی بشر نے چھوا تھا نہ پہلے اس کا کوئی بچہ ہوا تھا۔ نجاشی نے ایک تنکا اٹھایا اور کہا، جو تم نے عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت بتائی، اس میں اس تنکے جتنا اضافہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر پادریوں نے ناک بھوں چڑھائی۔ نجاشی نے کہا، چاہے تم ناک بھوں چڑھالو۔ پھر سیدنا جعفر اور ان کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا، جاؤ! میرے ملک میں اطمینان وسکون سے رہو۔ جو تمھیں برا بھلا کہے گا، سزا جھیلے گا۔ اس نے قریش کے دیے ہوئے تحائف واپس کرنے کا حکم دیا اور کہا، ہمیں ان کی چنداں حاجت نہیں۔ (مسند احمد: ۲۲۰۰، ۲۲۴۹۸)

نجاشی کے مائل بہ اسلام ہونے کے بعد حبشہ کے ایک شخص نے اس کے خلاف بغاوت کر دی۔ نجاشی نے مہاجرین کے لیے کشتیاں تیار کرائیں اور جعفر بن ابو طالب کو پیغام بھیجا، اگر باغیوں کے مقابلے میں مجھے شکست ہو گئی تو کشتیوں میں سوار ہو کر چلے جانا اور میں فتح یاب ہوا تو ٹھہرے رہنا۔ باغیوں نے اعتراض کیا، ہم عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور تم ان کو بندہ کہتے ہو۔ نجاشی نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا، میں انھیں عیسیٰ بن مریم کہتا ہوں۔ نجاشی نے اپنے دشمنوں پر غلبہ پا لیا تو عبداللہ بن مسعود اور کچھ اصحاب مدینہ چلے گئے تاہم حضرت جعفر اور باقی مسلمان حبشہ میں مقیم رہے۔

۴ھ میں نواسۂ رسول حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو سیدنا علی نے ان کا نام اپنے بھائی کے نام پر جعفر رکھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر فرمایا، مجھے حکم ہوا ہے کہ اس نام کو بدل دوں چنانچہ حسین تجویز فرمایا۔ (مسند احمد، رقم ۱۳۷۰)

۷ھ میں عمرو بن امیہ ضمری حبشہ آئے تو وہاں موجود ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ (رملہ بنت ابوسفیان) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شادی کا پیغام دیا۔ وہ پہلے عبیداللہ بن جحش سے بیاہی ہوئی تھیں اور انھی کے ساتھ حبشہ آئی تھیں۔ عبیداللہ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تو ان میں علیحدگی ہو گئی۔ نجاشی نے آپ کے وکیل کی حیثیت سے اپنی باندی ابرہہ کے ذریعے یہ پیغام ان

تک پہنچایا۔انھوں نے خالد بن سعید بن عاص کو اپنا وکیل مقرر کیا۔حضرت جعفر بن ابوطالب اور دیگر مسلمان رسم نکاح میں شریک ہوئے۔نجاشی نے خطبہ پڑھا اور چار سو دینار مہر ادا کیا۔خالد نے جوابی خطبہ دیا، ایجاب وقبول کے بعد نجاشی نے حاضرین کی کھانے سے تواضع کی۔

۱۳ جون ۶۲۲ء (۲۶ صفر) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کی۔حضرت جعفر ابھی حبشہ ہی میں تھے کہ آپ نے سیّدنا معاذ بن جبل کے ساتھ ان کی مواخات قائم فرمائی۔ان کی مدینہ آمد کے بعد مواخات والی روایت درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ بدر کے دن آیت میراث نازل ہوئی اور مواخات کے احکام ختم ہو گئے۔قیام حبشہ کے دوران میں ایک بار نجاشی نے حضرت جعفر اور دوسرے صحابہ کو ایک کمرے میں بلایا جہاں وہ بوسیدہ کپڑے پہنے مٹی پر بیٹھا تھا۔اسے اس حال میں دیکھ کر سیّدنا جعفر خوف زدہ ہو گئے، اس ہیئت کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا، عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو کسی نعمت سے نوازے تو ان پر لازم ہے کہ تواضع اختیار کریں۔میں نے تمھیں یہ خوش خبری سنانے کے لیے بلایا ہے کہ تمھاری سرزمین سے میرا ایک نمایندہ یہ اطلاع لے کر پہنچا ہے کہ اللہ نے بدر کے میدان میں اپنے نبی کو نصرت سے نوازا اور اس کے دشمنوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ جنگ بدر میں فلاں فلاں شخص مارا گیا ہے اور فلاں فلاں مسلمانوں کی قید میں آ گیا ہے۔

ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کی غنیمتوں میں سے جعفر کا حصہ نکالا (مستدرک حاکم، رقم ۴۹۳۵) تاہم واقدی نے اس کی نفی کی ہے۔

(۶۲۶ میں) ہجرت مدینہ کو سات برس بیت گئے تو سیّدنا جعفر اور باقی مہاجرین نے یہ کہہ کر مدینہ جانے کی خواہش ظاہر کی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غالب آ گئے ہیں اور دشمن مارے جا چکے ہیں۔نجاشی نے زادراہ اور سواریاں دے کر ان کو رخصت کیا۔(المعجم الکبیر طبرانی، رقم ۱۴۷۸) عمرو بن امیہ ضمری مہاجرین حبشہ کو دو کشتیوں میں سوار کر کے لائے۔عمرو کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس اسی غرض سے بھیجا تھا۔آپ نے نجاشی کے نام جو خط ان کو دیا تھا، اس کا متن ذیل میں درج ہے۔ابن کثیر کہتے ہیں، یہ خط بادشاہوں اور سربراہان مملکت کو لکھے جانے والے خطوط کی ایک کڑی تھی۔نجاشی پہلے ہی اسلام لا چکا تھا۔

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم (یا اصحمہ) بن ابجر شاہ حبشہ کی طرف۔تم پر سلام ہو۔میں تمھاری طرف اللہ کی حمد بھیجتا ہوں جو حقیقی بادشاہ، ہر عیب سے پاک، سلامتی پہنچانے والا، امن دینے والا اور نگہبان ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے کنواری، پاکیزہ اور پاک دامن مریم کی طرف القا کیا تو وہ حاملہ ہوئی۔سیّدنا عیسیٰ کو اللہ نے اپنی روح اور اپنی پھونک سے تخلیق کیا جیسے آدم کو اپنے ہاتھ اور اپنی پھونک سے پیدا کیا۔میں تمھیں اللہ یکتا کی بندگی اور مسلسل اطاعت کی دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔میری پیروی کرو اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لاؤ، کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔میں نے اپنے چچازاد جعفر اور کچھ مسلمانوں کو تمھارے پاس بھیج رکھا ہے۔اب تمھیں اور تمھاری فوجوں کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔میں نے بات پہنچا دی اور نصیحت کر دی۔میری نصیحت قبول کرو۔سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔“

نجاشی نے اس خط کے جواب میں لکھا، ہم نے آپ کے چچازاد اور صحابہ کی مہمان نوازی کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے اور تصدیق شدہ رسول ہیں اس لیے آپ کے چچازاد جعفر کی بیعت کی اور اس کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں نے اپنے بیٹے ارہا (اری) بن اصحم کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ نے چاہا تو میں آپ کے پاس آؤں گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کہہ رہے ہیں حق ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں، ارہا کی کشتی سمندر کے بیچ میں غرق ہوگئی اور اس میں سوار ساٹھ افراد لقمۂ اجل بن گئے۔

مہاجرین کی دونوں کشتیاں صحیح سلامت حجاز کے ساحل پر پہنچ گئیں پھر مہاجرین اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ پہنچے، جعفر بن ابو طالب کے ساتھ لوٹنے والوں میں شامل تھے، جعفر کی اہلیہ اسما بنت عمیس، ان کے بیٹے عبداللہ بن جعفر، خالد بن سعید بن عاص، ان کی اہلیہ امینہ (یا ہمینہ) بنت خلف، ان کے بیٹے سعید بن خالد اور بیٹی امہ بنت خالد، خالد کے بھائی عمرو بن سعید بن عاص، معیقیب بن ابو فاطمہ، ابوموسیٰ اشعری، اسود بن نوفل، جہم بن قیس اور ان کے بیٹے، عمرو بن جہم اور خزیمہ بن جہم، عامر بن ابو وقاص، عتبہ بن مسعود، حارث بن خالد، عثمان بن ربیعہ، محمیہ بن جز، معمر بن عبداللہ، ابوحاطب بن عمرو، مالک بن ربیعہ اور ان کی زوجہ عمرہ بنت سعدی اور حارث بن عبد قیس۔ ان کے علاوہ سرزمین حبشہ میں وفات پا جانے والے اہل ایمان کی بیوگان بھی کشتیوں میں سوار تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر سے فارغ ہو کر مدینہ لوٹے تو جعفر نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے انھیں اپنے ساتھ چمٹا لیا، معانقہ کیا، آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ لیا اور فرمایا، میں بہت خوش ہوں، معلوم نہیں، جعفر کے آنے سے یا خیبر فتح ہونے پر۔ (مستدرک حاکم، رقم ۴۹۴۱) آپ نے انھیں خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا اور مسجد نبوی کے پہلو میں گھر بنانے کے لیے جگہ عنایت فرمائی۔ سیدنا جعفر نے وہ تحائف آپ کو پیش کیے جو نجاشی اور اس کے بھتیجے ذو مخمر نے بھیجے تھے۔

۷ھ ذی قعد کے مہینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ عمرۂ قضا کے لیے مکہ روانہ ہوئے۔ ابج کے مقام پر پہنچ کر آپ نے جعفر بن ابوطالب کو بنو ہلال کی میمونہ بنت حارث کی طرف نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ ان کی طرف سے عباس بن عبدالمطلب کو وکیل مقرر کیا گیا جنھوں نے میمونہ کو آپ کی زوجیت میں دے دیا۔ عمرہ سے واپسی پر سرف کے مقام پر آپ نے ولیمہ منعقد کیا۔ ابن سعد کہتے ہیں، مدینہ سے چلنے سے پہلے ہی آپ اوس بن خولی اور ابورافع کو یہ پیغام دے کر عباس کی طرف بھیج چکے تھے۔

عمرۂ قضا ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مکہ سے لوٹنے لگے تو سید الشہدا حمزہ کی بیٹی عمارہ چچا چچا کرتے ہوئے آپ کے پیچھے لپکی۔ سیدنا علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر سیدہ فاطمہ سے کہا، اپنے چچا کی بیٹی سنبھال لو! مدینہ پہنچنے پر علی، زید اور جعفر میں جھگڑا ہو گیا۔ سیدنا علی نے کہا، میں اس پر زیادہ حق رکھتا ہوں، یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ ان کے بھائی جعفر نے کہا، یہ میرے بھی چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ زید بن حارثہ نے کہا، یہ میری بھتیجی ہے (جنگ احد میں حمزہ نے اپنی وصیت پوری کرنے کی ذمہ داری زید کو سونپی تھی اس لیے ان کا خیال تھا کہ وہ اس کی پرورش کا حق رکھتے ہیں)۔ آپ نے یہ فرما کر کہ ”خالہ ماں ہی کی طرح ہوتی ہے“ بچی جعفر کے سپرد کر دی۔ (یہ فیصلہ کرنے کے بعد آپ نے تینوں اصحاب کے لیے تسلی کے کلمات ارشاد فرمائے)۔ حضرت علی سے فرمایا، ”تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں“۔ جعفر سے کہا، ”تو جسمانی ساخت اور اخلاق

میں مجھ سے مشابہت رکھتا ہے"۔ زید سے ارشاد کیا،" تو میرا بھائی اور میرا مولا ہے"۔ (بخاری، رقم ۲۶۹۹،مسند احمد، رقم ۷۷۰) ابن سعد کی روایت کے مطابق بچی گھوم پھر رہی تھی کہ سیدنا علی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فاطمۃ الزہرا کے ہودے میں بٹھا دیا۔ تب ان تین اصحاب میں نزاع ہوا۔ ان کے شور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا، ادھر آؤ! میں تمھارا جھگڑا نمٹاؤں۔ بچی جعفر کو ملی تو وہ کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد گھومنے لگے۔ آپ نے پوچھا، یہ کیا؟ جعفر نے جواب دیا، میں نے حبشہ میں لوگوں کو بادشاہوں کے ساتھ ایسا کرتے دیکھا ہے۔ اسما بنت عمیس جعفر کی اہلیہ اور بچی کی خالہ تھیں، اس کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمیس تھا۔

شاہ روم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ کے طور پر اطلس کا ایک چوغہ بھیجا۔ آپ نے پہنا تو آپ کے ہاتھ اس (کی طویل آستینوں) میں اٹکنے لگے۔ آپ نے اسے جعفر بن ابو طالب کے پاس بھیج دیا۔ جعفر اسے پہن کر آئے تو فرمایا، میں نے تمھیں پہننے کے لیے نہیں دیا۔ پوچھا، تو میں اس کا کیا کروں؟ فرمایا، اپنے بھائی نجاشی کو بھیج دو۔ (ابوداؤد، رقم ۴۰۴۷، مسند احمد، رقم ۱۳۴۰۰) اس حدیث کے راوی علی بن جدعان کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

۷ھ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم ہرقل کو خط بھیج کر اسلام کی دعوت دی، اس نے درباریوں کے خوف سے اسلام قبول نہ کیا۔ پھر آپ نے حارث بن عمیر کی سربراہی میں ایک وفد شاہ بُصریٰ کے نام خط دے کر بھیجا۔ یہ وفد شام کے سرحدی علاقے بلقا کے مقام موتہ سے گزر رہا تھا کہ وہاں کے حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی نے حارث کا گلا گھونٹا اور باقی ارکان کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایلچی کی جان لینے کا یہ ایک ہی واقعہ ہوا۔ آپ نے شہدا کا بدلہ لینا اور شرحبیل کی تادیب کرنا ضروری سمجھا۔ عمرۂ قضا ادا کر کے آپ ذی الحجہ ۷ھ میں مدینہ پہنچے اور دو ماہ کے توقف سے جمادی الاولیٰ ۸ھ (۶۲۹ء) میں تین ہزار کا لشکر تیار کر کے زید بن حارثہ کو اس کا امیر مقرر کیا۔ خود جرف کے معسکر تشریف لے گئے اور لشکر کو روانہ فرمایا، زید کو سفید علم عطا کیا اور دعائے خیر و برکت کر کے فرمایا: "اگر زید شہید ہوئے تو جعفر بن ابو طالب امیر ہوں گے، اگر جعفر شہادت پا گئے تو عبداللہ بن رواحہ ان کی جگہ لیں گے۔ وہ بھی شہادت سے سرفراز ہوئے تو مسلمان باہمی رضامندی سے اپنا امیر چن لیں" (بخاری، رقم ۴۲۶۱)

جعفر نے اچھل کر کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے خیال نہ تھا کہ آپ زید بن حارثہ کو مجھ پر امیر بنائیں گے۔ آپ نے فرمایا، چلے چلو! تمھیں نہیں معلوم، کیا چیز بہتر ہے؟ (مسند احمد، رقم ۲۲۵۵۱)

ثنیۃ الوداع کے مقام پر آپ نے لشکر کو الوداع کہا۔ ایک یہودی نعمان بن فنحص اس وقت موجود تھا۔ اس نے زید سے کہا، اگر محمد نبی ہیں تو تم ہرگز زندہ نہ لوٹو گے، کیونکہ بنی اسرائیل کے نبی اس طرح جب کسی کا نام لے لیتے تھے تو وہ ضرور شہید ہو جاتا تھا۔

شرحبیل کو جیش اسلامی کی روانگی کی خبر ملی تو اس نے مقابلے کے لیے دو لاکھ سپاہیوں (دوسری روایت: ایک لاکھ) پر مشتمل بڑی فوج تیار کی۔ بحیرۂ مردار کے ساحل پر، دریائے اردن کے مغربی کنارے سرزمین بلقا (موجودہ کرک) میں مشارف کے مقام پر دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ زید نے چھ دن تک ضرب و فرار (hit and run) کی اسٹریٹیجی سے کام لیا۔ کبھی ایک مقام پر، کبھی دوسری جگہ سے، کبھی سامنے سے، کبھی پہلو سے آتے، دشمن کو جوابی کارروائی کرنے کا موقع نہ دیتے اور صحرا میں غائب ہو جاتے۔

ساتویں دن وہ سامنے (front) سے نمودار ہوئے، جوں ہی رومی فوج کے پرے بڑھنے لگے، انھوں نے پسپائی اختیار کر لی۔ رومی فوج نے ان کا پیچھا کیا، لیکن دو لاکھ کی فوج عجلت میں اپنی ترتیب قائم نہ رکھ سکی۔ موتہ کے مقام پر زید نے پلٹ کر بھرپور حملہ کرنے کا حکم دیا۔ سو صفوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا حصہ ان کا ہدف بنا جو حملے کی تاب نہ لا سکا۔ رومیوں نے راہ فرار پکڑی اور اپنے لشکری کو روندتے ہوئے کھلے میدان کی طرف بھاگے۔ مسلمان سپاہی ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ اسی اثنا میں زید بن حارثہ پر چاروں طرف سے وار ہو رہے تھے، زیادہ خون بہہ جانے سے وہ گھوڑے سے گر پڑے اور جام شہادت نوش کیا۔ فرمان نبوی کے مطابق جعفر بن ابوطالب فوراً آگے بڑھے، اپنے سرخ گھوڑے سے اترے، اسے ذبح کیا، اسلحہ ہلکا کیا اور علم تھام کر پیادہ ہی لڑنا شروع کر دیا۔ اسلامی تاریخ میں اپنے گھوڑے کو ذبح کر کے جنگ میں کود جانے کی یہ اولین مثال تھی۔ ابن کثیر کہتے ہیں، ایسا انھوں نے اس لیے کیا کہ گھوڑا دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ انھوں نے نوے (بخاری، رقم ۴۲۶۰: پچاس)

سے زائد زخم کھائے، پہلے ان کا دایاں بازو کٹا، انھوں نے علم بائیں ہاتھ میں تھام لیا پھر بایاں بازو کٹا، انھوں نے کٹے ہوئے بازوؤں سے اسے سہار لیا اور آخری دم تک جان فشانی سے لڑتے رہے۔ اسی لیے انھیں ذوالجناحین (دو پروں والا، یہ پر جنت میں عطا ہوں گے) کا لقب ملا۔ (مستدرک حاکم، رقم ۴۹۴۳)

ایک عینی شاہد کا کہنا ہے، جعفر کے جسم میں نیزہ آ کر کھبا تو وہ اسی طرح چلتے ہوئے دشمنوں کے ایک فوجی سے جا ٹکرائے۔ نیزہ اس کے جسم سے پار ہوا تو بیک وقت دونوں موت سے ہم کنار ہوئے۔ عباد اپنے رضائی باپ سے روایت کرتے ہیں جو جنگ موتہ میں شریک تھے، میں نے جعفر کو شہادت سے پہلے یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

یا حبذا الجنة واقترابها طيبة وباردا شرابها
والروم روم قد دنا عذابها كافرة بعيدة انسابها
علي ان لاقيتها ضرابها

(کیا ہی خوش گوار ہے جنت اور اس کا قریب آنا جس کا حال یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور اس کی شراب ٹھنڈی ہے۔ رومی، رومیوں کا انجام قریب آ گیا ہے، کافر اور دور کا نسب رکھنے والے ہیں۔ مجھ پر لازم ہے، ان کا سامنا ہو تو خوب تلوار زنی کروں۔)

عبداللہ بن رواحہ بھی جان فشانی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو خالد بن ولید نے علم تھاما اور ایک دن مزید جنگ کرنے کے بعد لشکر کو بحفاظت مدینہ واپس لے آئے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں، میں جنگ موتہ میں شریک تھا، ہم نے جعفر بن ابوطالب کو ڈھونڈا، وہ شہدا میں تھے۔ ہم نے ان کے جسم پر تلواروں اور نیزوں سے لگے ہوئے نوے (یا پچاس) سے زائد زخم شمار کیے۔ ان میں سے ایک بھی پشت پر نہ تھا۔ (بخاری، رقم ۴۲۶۰، ۴۲۶۱) ایک روایت ہے کہ ایک رومی نے تلوار کا وار کر کے ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیے۔ (مستدرک حاکم، رقم ۴۹۳۱)

جعفر نے اکتالیس (ابن ہشام: تینتیس) برس کی عمر پائی۔ انھیں مؤتہ الکرک کے مقام پر دفن کیا گیا۔

مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شہداے جنگ موتہ کی اطلاع ملی تو منبر پر تشریف لائے اور الصلاۃ جامعۃ کی پکار لگانے کا حکم دیا۔ لوگ اکٹھے ہو گئے تو فرمایا، میں تمھیں غزوۂ موتہ کے لشکر کی خبر دینے لگا ہوں۔ دشمن سے ان کا مقابلہ ہوا، ''علم زید نے تھاما اور شہید ہو گئے پھر جعفر نے پکڑا اور شہادت پائی۔ اس کے بعد یہ ابن رواحہ کے ہاتھ آیا، انھوں نے بھی جام شہادت نوش کیا، آخر کار علم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد) نے امیر نہ ہوتے ہوئے بھی پکڑ لیا اور اللہ نے انھیں فتح دی۔'' یہ بیان کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے زید، جعفر اور ابن رواحہ کے لیے دعاے مغفرت فرمائی۔

(بخاری، رقم ۱۲۴۶، ۳۷۵۷، مسند احمد، رقم ۲۲۵۶۶)

انس بن مالک کی روایت کے مطابق آپ کا ان شہدا کے آخری حالات بیان کرنا امور غیبیہ میں سے تھا، باقاعدہ اطلاع آنے سے پہلے ہی آپ نے اہل ایمان کو یہ سب بتا دیا۔ (بخاری، رقم ۴۲۶۳، نسائی، رقم ۱۸۷۹)

آپ نے روتے ہوئے یہ بھی فرمایا، وہ میرے بھائی، مجھ سے انس رکھنے والے اور میری باتیں کرنے والے تھے۔ واقدی کی روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جعفر بن ابوطالب کے ہاتھ پرچم آیا تو شیطان ان کے پاس آیا اور زندگی کی محبت اور دنیا کی تمنا پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے جواب دیا، اہل ایمان کے دلوں میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے، اب دنیا کی رغبت دلا رہے ہو؟

آپ نے حضرت جعفر کی اہلیہ اسماء بنت عمیس سے الگ تعزیت کی۔ وہ بیان کرتی ہیں، میں نے چالیس کھالیں پکا کر تیار کیں، آٹا گوندھا اور بچوں کو نہلا دھلا کر تیل لگا کر فارغ ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا، اسما! جعفر کے بچے کہاں ہیں؟ میں انھیں لے کر آئی، آپ نے انھیں اس کیفیت میں پیار کیا کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کیا آپ کو جعفر کی کوئی خبر ملی ہے؟ فرمایا: ہاں، آج یہ لوگ شہید ہو گئے ہیں۔ میں چیخ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور عورتوں کو اکٹھا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا: اسماء! واہی تباہی نہ بول اور سینہ مت پیٹ۔ پھر گھر تشریف لے گئے۔ فاطمہ ہائے چچا! کہہ کر روتی ہوئی آئیں تو آپ نے فرمایا، جعفر جیسوں ہی کے لیے رونے والیوں کو رونا چاہیے۔ آپ نے آل جعفر کے لیے کھانا پکانے کا حکم دیا اور فرمایا، آج وہ اپنا انتظام نہ کر سکیں گے۔ (ترمذی، رقم ۹۹۸، مسند احمد، رقم ۲۷۰۸۶)

آپ بہت غم زدہ تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور خبر دی کہ اللہ نے جعفر کو دو پر دیے ہیں جو خون سے لتھڑے ہوئے ہیں۔ وہ ان کے ذریعے جبریل و میکائیل جیسے بڑے فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھر رہے ہیں اور جنت کے پھلوں سے محظوظ ہو رہے ہیں۔ (ترمذی، رقم ۳۷۶۳، مستدرک حاکم، رقم ۴۹۳۷، ۴۹۴۸)

ابن سعد کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابوطالب کے گھر جانے میں تین دن کا توقف کیا۔ ان کے گھر پہنچے تو فرمایا، آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا۔ پھر فرمایا، میرے بھتیجوں کو لے آؤ۔ وہ ابھی چھوٹے چھوٹے تھے۔ آپ نے انھیں پیار کیا، ساتھ چمٹایا اور نائی کو بلا کر ان کے سر منڈائے پھر فرمایا، محمد بن جعفر ہمارے چچا ابوطالب سے مشابہت رکھتا ہے۔ عبداللہ بن جعفر کی جسمانی ساخت اور اس کے اخلاق مجھ سے ملتے جلتے ہیں۔ آپ نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا، اسے بلند کیا اور تین

بار دعا فرمائی، اے اللہ! تو جعفر کے اہل خانہ میں اس کا قائم مقام ہو جا، بہترین طریقے سے جس طرح تو اپنے نیک بندوں میں سے کسی کی جگہ پر کر دیتا ہے۔ عبداللہ کے ہاتھوں میں برکت ڈال دے۔ آپ نے اسماء سے کہا، تو تنگ دستی سے ڈرتی ہے، میں دنیا و آخرت میں ان بچوں کا ولی ہوں، ان کے باپ کی جگہ ہوں۔ (ابوداؤد، رقم ۱۹۲۴، مسند احمد، رقم ۱۷۵۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے حاصل ہونے والے مال فے میں سے آل جعفر کے لیے پچاس وسق (ایک وسق: ساٹھ صاع، پچاس وسق: پچاس اونٹوں پر لادا جانے والا غلہ) سالانہ مقرر فرمائے۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، جعفر، زید اور ابن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے چہرۂ مبارک پر غم کے آثار دیکھے جا سکتے تھے۔ میں دروازے کی درز سے جھانک رہی تھی، ایک شخص آیا اور جعفر بن ابو طالب کے گھر کی عورتوں کے رونے دھونے کا ذکر کیا۔ آپ نے انھیں منع کرنے کا حکم دیا۔ وہ دوبارہ آیا اور بتایا، وہ کہا نہیں مان رہیں۔ آپ نے اسے پھر روکنے کو کہا۔ وہ تیسری دفعہ آیا اور کہا، ان عورتوں نے مجھے مغلوب کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا، (اگر وہ باز نہیں آتیں تو) ان کے مونہوں میں خاک ڈال دو۔ (بخاری، رقم ۱۲۹۹، مسلم، رقم ۲۱۱۷)

جعفر کی اہلیہ اسماء بنت عمیس خود روایت کرتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے دن میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''آج کے بعد سوگ نہ کرنا۔'' (مسند احمد، رقم ۲۷۰۸۳، ۲۷۴۶۸)

مسند احمد کے اس متن میں جو حمزہ احمد زین نے مرتب کیا ہے، یہ حدیث یوں ہے، آپ نے اسماء سے فرمایا: ''تین دن سوگ کا لباس پہن لو پھر جو جی چاہے کرو۔'' (رقم ۲۷۴۴۱)

ابن عربی کہتے ہیں، یہ حدیث باطل ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیوہ کو آنکھ آنے پر بھی سرمہ لگانے کی اجازت نہیں دی۔ (ابن ماجہ، رقم ۲۰۸۴) یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو اتنا ثابت ہوتا کہ تین دن کے بعد بیوہ کو سوگ کا لباس اتار دینا چاہیے۔ ابن حزم اسے منقطع کہتے ہیں، طحاوی منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر بھی اس کو معمول بہ نہیں سمجھتے، کیونکہ اس کا متن دیگر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ کا سوگ چار ماہ دس دن قرار دیا ہے۔ تاہم وہ کہتے ہیں، یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے منسوخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ اسی حدیث کی بنیاد پر حسن بصری تین دن گزرنے کے بعد بیوہ کے لیے خوشبو لگانا اور زیب و زینت کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔

ہجرت حبشہ سے پہلے جعفر کی شادی بنو خثعم کی اسما بنت عمیس سے ہو چکی تھی۔ اسما ان کے ساتھ حبشہ گئیں، قیام حبشہ کے دوران میں ان کے تین بیٹے عبداللہ، محمد اور عون پیدا ہوئے۔ ان میں سے عبداللہ مشہور ہوئے جن کے نام پر جعفر کنیت کرتے تھے۔ جعفر کی شہادت کے بعد اسماء بنت عمیس کی شادی سیدنا ابوبکر سے ہوئی، ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ سیدنا ابوبکر کی وفات کے بعد وہ سیدنا علی سے بیاہی گئیں اور یحییٰ بن علی نے جنم لیا۔ ایک بار اسما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، جعفر کے لڑکوں کو نظر بہت جلد لگتی ہے، کیا میں ان کے لیے جھاڑ پھونک کروں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! کیونکہ اگر کسی چیز کے تقدیر پر غلبہ پانے کا امکان ہوتا تو وہ نظر ہی ہوتی۔'' (ترمذی، رقم ۲۰۵۹، مسند احمد، رقم ۲۷۴۷۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جعفر کی اولاد سے شفقت برقرار رہی۔ عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے تو آپ کے گھرانے کے بچوں سے آپ کا استقبال کرایا جاتا۔ ایک بار آپ کسی غزوہ سے لوٹے تو مجھے لے جایا گیا۔ آپ نے مجھے آگے بٹھا لیا پھر سیدہ فاطمہ کے ایک بیٹے (حسن یا حسین) کو لایا گیا۔ آپ نے اسے اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ ہم تینوں اسی طرح مدینہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم، رقم ۶۳۴۹)

ابوطالب کی وفات ہوئی تو ان کی وراثت طالب اور عقیل کو مل گئی۔ تب عقیل نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ حضرت جعفر اور سیدنا علی کو کوئی حصہ نہ ملا، کیونکہ یہ اسلام لا چکے تھے۔ اسامہ بن زید نے فتح مکہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، کیا آپ اپنے مکہ کے گھر میں قیام کریں گے؟ یہ مکان اصل میں ابوطالب کا تھا، طالب اور عقیل کو ملا تو کسی مرحلے پر عقیل نے بیچ دیا۔ اسی لیے آپ نے فرمایا، کیا عقیل نے ہمارے لیے وہاں کوئی گھر چھوڑا بھی ہے؟ (مسلم، رقم ۳۲۸۱، ابن ماجہ، رقم ۲۷۳۰)

اسماء بنت عمیس کی حضرت علی سے شادی ہونے کے بعد ان کی موجودگی میں محمد بن جعفر اور محمد بن ابوبکر باہم مفاخرت کرنے لگے۔ دونوں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے، میں تم سے زیادہ عزت دار ہوں اور میرا باپ تمھارے باپ سے بہتر ہے۔ اسماء دونوں کی ماں تھیں، جعفر اور ابوبکر کے عقد میں رہنے کے بعد سیدنا علی کی زوجیت میں آئی تھیں اس لیے سیدنا علی نے ان سے کہا، ان کے بیچ فیصلہ کرو۔ اسما نے کہا، میں نے عربوں میں جعفر سے زیادہ اچھا جوان اور ابوبکر سے بہتر متوسط العمر نہیں دیکھا۔ سیدنا علی نے کہا، تم نے میرے لیے کوئی صفت نہیں چھوڑی۔ تب انھوں نے کہا، ان تینوں (جعفر، ابوبکر اور علی) میں سے کم ترین بھی بہترین ہے۔ سیدنا علی نے کہا، تم یہ بھی نہ کہتیں تو میں تم سے سخت ناراض ہوتا۔

عبداللہ بن عمر عبداللہ بن جعفر کو سلام کرتے تو یوں کہتے: 'السلام علیك یا ابن ذی الجناحین، تم پر سلامتی ہو، اے دو پروں والے کے بیٹے!'۔ (بخاری، رقم ۳۷۰۹)

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، اسما بنت عمیس قریب بیٹھی ہوئی تھیں کہ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا، ''جعفر بن ابوطالب جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کی معیت میں گزر رہے ہیں اور مجھے سلام کیا ہے۔ اسماء! تو بھی انھیں سلام کا جواب دے۔'' (مستدرک حاکم، رقم ۴۹۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''مجھے جعفر، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ اس طرح دکھائے گئے کہ موتیوں سے بنے ہوئے خیمے میں سونے کی چارپائیوں پر بیٹھے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ زید اور ابن رواحہ کی گردنوں میں کچھ کجی ہے جب کہ جعفر کی گردن سیدھی ہے اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں۔ میں نے پوچھا تو بتایا گیا، ان دونوں پر موت غلبہ پانے لگی تو انھوں نے رخ موڑ لیا، جبکہ جعفر نے ایسا نہیں کیا۔'' (الاستیعاب بروایت سعید بن مسیب)

جعفر مسکینوں غریبوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کے پاس بیٹھتے، ان سے باتیں کرتے، وہ انھیں اپنے حالات بتاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ابوالمساکین کی کنیت سے پکارتے۔ (ترمذی، رقم ۳۷۶۶)

سیدنا ابوہریرہ فرماتے ہیں، میں بھوک کی شدت کم کرنے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ اپنے پاس بیٹھے ہوئے

صحابہ سے قرآن کی آیات سنتا اور ان کے بارے میں سوالات کرتا محض اس لیے کہ وہ مجھے لے جا کر کچھ کھلا پلا دیں۔ مسکینوں کے لیے سب سے بھلے جعفر بن ابوطالب تھے۔ ہمیں ساتھ لے جاتے اور گھر میں موجود کھانا کھلاتے۔ یہ بھی ہوا کہ وہ گھی کا خالی مشکیزہ اٹھا لائے اور ہم نے اسے پھاڑ کر اس میں چپکا ہوا گھی چاٹ لیا۔ (بخاری، رقم ۳۷۰۸)

سیدنا ابوہریرہ فرماتے تھے، کوئی جوتی پہننے والا، سواری پر سوار ہونے والا اور اونٹ کے کجاوے میں بیٹھنے والا شخص ایسا نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جعفر سے افضل ہو۔ (ترمذی، رقم ۳۷۶۴، مسند احمد، رقم ۹۳۵۳)

محدثین کہتے ہیں، اس سے مراد سخاوت میں فضیلت رکھنا ہے، کیونکہ یہ ان کا خاص وصف تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین ہی کو سب سے زیادہ صاحب فضیلت سمجھتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر سے فرمایا، ''تو جسم کی ساخت اور اخلاق و عادات میں مجھ سے ملتا جلتا ہے۔'' (بخاری، رقم ۴۲۵۱، مسند احمد، رقم ۸۵۷) ''تو مجھ سے اور میرے شجرہ سے ہے۔'' (مسند احمد، رقم ۲۱۷۷۷)

حدیث میں ہے ''مجھ سے پہلے ہر نبی کو سات معزز رفقا وزیر بنا کر دیے گئے تھے، جبکہ مجھے چودہ نقیبوں کی معیت حاصل ہے۔ ان کے نام یہ ہیں، حمزہ، جعفر، علی، حسن، حسین، ابوبکر، عمر، مقداد، عبداللہ بن مسعود، حذیفہ، سلمان، عمار، بلال اور ابوذر۔ (مسند احمد، رقم ۱۲۶۳)

عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں، میں نے اپنے تایا علی سے کچھ مانگا اور انھوں نے نہ دیا تو میں نے اپنے والد جعفر کے حق کا واسطہ دیا تو انھوں نے میری مانگ اسی وقت پوری کر دی۔ (المعجم الکبیر طبرانی، رقم ۱۴۷۶)

جعفر بن ابوطالب نے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، ان کے بیٹے عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن مسعود، ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن عاص اور ام المومنین ام سلمہ۔ جعفر سے مروی ایک حدیث 'سنن نسائی' میں موجود ہے۔

جعفر بن ابوطالب دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (المعجم الکبیر طبرانی، رقم ۱۴۵۸)

چین کے مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے ہاں اسلام ۶۱۶ء یا ۶۱۷ء (۶ یا ۷ نبوی) میں آیا جب سعد بن ابی وقاص، جعفر بن ابوطالب اور جحش حبشہ (Abyssinia) سے کشتی پر سوار ہو کر چٹا گانگ، کمروپ اور منی پور کے راستے خوتان (تبت) پہنچے۔ تاریخ اسلامی کے ماخذ جعفر کی اس مہم کے ذکر سے خالی ہیں۔ سعد بن ابی وقاص بعد میں بھی دو مرتبہ آئے، انھیں تیسری دفعہ خلیفہ سوم عثمان نے ۲۹ھ (۶۵۱ء) میں چینی شاہ یونگ وی (Yung-Wei) کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا۔ خوتان کے لوگ اپنا نسب بھی جعفر سے ملاتے ہیں۔

جعفر بن ابوطالب کا مقبرہ اردن کے ضلع کرک (Kerak) کی بستی مزار جنوبی میں ہے جو موجودہ دارالخلافہ عمان سے ۴۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جعفر کے مزار کو داؤدی فرقہ کے ۵۲ ویں امام محمد برہان الدین نے سونے اور چاندی سے مزین کرایا۔

عبداللہ بن جعفر کی شادی زینب بنت علی سے ہوئی۔ عون بن جعفر کا بیاہ ام کلثوم بنت علی سے ہوا۔ عبداللہ کے بیٹے عبید اللہ، عون اور محمد کربلا میں شہید ہوئے، محمد بن جعفر اور عون بن جعفر کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویہ (ابن ہشام)، الطبقات الکبری (ابن سعد)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، الجامع المسند الصحیح (بخاری)، المسند الصحیح المختصر من السنن (مسلم)، المحلی (ابن حزم)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، احکام القرآن (ابن عربی)، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (مزی)، البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، سیر اعلام النبلاء (ذہبی)، فتح الباری (ابن حجر)، الاصابہ فی تمییز الصحابہ (ابن حجر)، حلیۃ الاولیاء (ابو نعیم اصفہانی)، Wikipedia۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب

عبداللہ نام، ابو محمد کنیت شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقب، سلسلہ نسب یہ ہے، عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس بن عمرو بن امرؤ القیس الاکبر بن مالک الاغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر، والدہ کا نام کبشہ بنت واقد بن عمرو بن اطناب تھا اور خاندان حارث بن خزرج سے تھیں جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا پدر اعلیٰ تھا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے شخص تھے ان کے تذکرے میں ہے۔

کان عظیم القدر فی الجاهلیت والاسلام یعنی وہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں کبیر المنزلت ہے

اسلام

لیلۃ العقبہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور بنو حارثہ کے نقیب بنائے گئے۔

غزوات اور دیگر حالات

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود کندی سے رشتۂ اخوت قائم ہوا۔

بدر میں شریک تھے اور غزوہ ختم ہونے کے بعد اہل مدینہ کو فتح کی بشارت انہی نے سنائی تھی، غزوہ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے رجز کے اشعار پڑھ رہے تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

خداوندا! اگر تیری مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے   اور نہ زکوۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا   وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

تو تو ہم پر اپنی تسکین نازل فرما   اور معرکہ میں ہم کو ثابت قدم رکھ

إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا   إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے   جب وہ فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اس کا انکار کریں گے

اسیر بن زارم یہودی ابو رافع کے بعد خیبر کا حاکم بنایا گیا تھا اور اسلام کی عداوت میں اس کا پورا جانشین تھا، چنانچہ اس نے غطفان میں دورہ کرکے تمام قبائل کو آمادہ کیا، آنحضرت ﷺ کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو رمضان ۶ھ میں عبداللہ بن رضی اللہ عنہ رواحہ کو ۳۰ آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ فرمایا، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خفیہ طور سے اسیر کے تمام حالات معلوم کئے اور آنحضرت ﷺ کو آکر خبر دی، آپ نے اس کے قتل کے لئے حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہ رواحہ کو مقرر فرمایا اور ۲۰ آدمی ان کی ماتحتی میں دیئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسیر سے ملے تو کہا کہ ہم کو امان دو، تم سے ایک بات کہنے آئے ہیں بولا کہو، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو تمہارے پاس بھیجا ہے اور آپ کا ارادہ ہے کہ تم کو خیبر کا رئیس بنادیں، لیکن اس کے لئے خود تمہارا مدینہ چلنا ضروری ہے، وہ باتوں میں آگیا اور ۳۰ یہودیوں کو لیکر ان کے ساتھ ہوا، راستہ میں انہوں نے ہر یہودی پر ایک مسلمان کو متعین کیا اسیر کو کچھ شک ہوا اور اس نے پلٹنے کا ارادہ ظاہر کیا، مسلمانوں نے دھوکہ بازی کے جرم میں سب کی گردنیں اڑادیں، اور یہ اٹھتا ہوا طوفان وہیں دب کر رہ گیا۔ (طبقات ابن سعد:٦٦)

خیبر فتح ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لئے انہی کو روانہ کیا تھا۔

عمرۃ القضا میں آنحضرت ﷺ مکہ تشریف لے گئے تو وہ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ خلوا فکل الخیر مع رسولہ

ان کے راستہ سے ہٹ جاؤ کیونکہ تمام بھلائیاں انہی کے ساتھ ہیں

نحن ضربنا کم علی تأویلہ کما ضربنا کم علی تنزیلہ

ہم نے تم کو قرآن کی تاویل اور تنزیل پر مارا ہے جس سے سر دھڑ سے الگ ہو گئے ہیں

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ ویذھل الخلیل عن خلیلہ یا رب إنی مؤمن بقیلہ

اور دوست دوستی بھول گئے ہیں خدایا میں آنحضرت ﷺ کے اقوال پر ایمان رکھتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا! خدا کے حرم اور رسول اللہ ﷺ کے روبرو شعر پڑھتے ہو، آنحضرت ﷺ بولے عمر! میں سن رہا ہوں، خدا کی قسم ان کا کلام کفار پر تیر ونشتر کا کام کرتا ہے، اس کے بعد ان سے فرمایا کہ تم کہو، لا الہ الا اللہ وحدہ نصر عبدہ واعز جندہ وھزم الاحزاب وحدہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا تو تمام صحابہ نے آواز ملا کر اس کو ادا کیا جس سے مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ (طبقات ابن سعد:۸۸، و کتب رجال)

غزوہ موتہ اور شہادت

جمادی الاولیٰ ۸ھ میں غزوہ موتہ ہوا، آنحضرت ﷺ نے بصریٰ کے رئیس کے پاس ایک نامہ بھیجا تھا، راستہ میں موتہ ایک مقام ہے وہاں ایک غسانی نے نامہ بر (سفیر) کو قتل کردیا، سفیر کا قتل اعلان جنگ کا پیش خیمہ ہوتا ہے، اس بناء پر آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو تین ہزار آدمی زید بن رضی اللہ عنہ حارثہ کی زیر امارت موتہ روانہ کئے اور یہ فرمایا کہ زید قتل ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ

امیر لشکر ہیں اوران کے بعد ابن رواحہ رضی اللہ عنہ سردار ہیں اور اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو جس کو مسلمان مناسب سمجھیں امیر بنالیں۔

لشکر تیار ہوا تو ثنیۃ الوداع تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مشایعت کی، رخصت کے وقت اہل مدینہ نے ایک زبان ہو کر کہا کہ خدا آپ لوگوں کو صحیح سالم اور کامیاب واپس لائے، حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی یہ آخری ملاقات تھی رونے لگے، لوگوں نے کہا رونے کی کیا بات ہے؟ کہا مجھے دنیا کی محبت نہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ان منکم الا واردھا، کان علی ربك حتما مقضیا (یعنی ہر شخص کو جہنم میں جانا ہے) اس بنا پر یہ فکر ہے کہ میں جہنم میں داخل ہو کر نکل بھی سکوں گا؟ سب نے تسکین دی، اور کہا کہ خدا آپ سے پھر ملا دے گا، اس وقت حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لکننی أسأل الرحمن مغفرۃ وضربۃ ذات فرغ تقذف الزبدا

لیکن میں خدا سے مغفرت اور ایک وار کا طالب ہوں جو کاری لگے۔

اوطعنۃ بیدی حران مجھزۃ بحربۃ تنفذ الاحشاء والکبدا

یا ایک نیزہ جو جگر تک چبھ جائے

حتی یقولوا اذا مروا علی جدثی یا ارشد اللہ من غاز وقد رشدا

یہاں تک کہ قبر پر گذرنے والے پکار اٹھیں کہ کیسا اچھا غازی تھا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے، آپ نے الوداع کہا ادھر مدینہ سے مسلمان روانہ ہوئے ادھر دشمن کو خبر ہوگئی، اس نے ہرقل کو خبر کر کے ۲ لاکھ آدمی جمع کر لئے، مسلمانوں نے شام پہنچ کر معان میں دو رات قیام کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دینی چاہیے، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نہایت دلیری سے کہا کہ کچھ پروا نہیں، ہم کو لڑنا چاہیے، چنانچہ معان سے چل کر موتہ میں پڑاؤ ڈالا، اور یہاں مشرکین سے مقابلہ ہوگیا، مسلمان صرف ۳ ہزار تھے، اور مشرکین کی طرف آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا میدان کارزار گرم ہوا، پہلے زید بن رضی اللہ عنہ حارثہ نے گھوڑے سے اتر کر آتش جنگ مشتعل کی اور نہایت جانبازی سے مارے گئے، پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے علم اٹھایا اور نہایت بہادری سے شہادت حاصل کی اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے۔

یأنفس ان لم تقتلی تموتی ان تسلمی الیوم فلن تفوتی

اے نفس اگر قتل نہ ہوا تو بھی مرے گا اگر آج باقی ہے تو آئندہ فوت ہوگا

او تبتلی فطال ماعوفت

یا عافیت کی درازی میں تیری آزمائش ہوگی۔

ھذی حیاض الموت فقد خلت وما تمنیت فقد اعطیت

اس لئے موت کے حوض خالی ہو رہے ہیں اور جو تیری تمنا تھی مل رہی ہے

پھر کہا اے نفس! بیوی بچے اور مکان کا خیال فضول ہے وہ سب آزاد ہیں، مکان اللہ اور رسول کا ہے دل کو سمجھا کر جھنڈا اٹھایا

اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے:

يانفس مالك تكرهين الجنة　　اقسم بالله لتنزلنه

اے نفس جنت میں جانے سے کراہت کیوں ہے　خدا کی قسم تو ضرور اس میں داخل ہوگا۔

طائعة اولتك هنه　　فطالما قد كنت مطمئنه

خواہ برضا اور رغبت خواہ جبر سے تو نہایت مطمئن تھا، حالانکہ

هل انت الا نطفته فى شنه　　قنا جلب الناس وشدالهنه

تو مشک کا صاف پانی ہے (جو لوگوں کی پیاس کھانے کیلئے ہے) اب لوگ پیاسے ہیں اور چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہیں۔

نیزہ لے کر حملہ کیا اسی اثنا میں ایک کافر نے اس زور سے نیزہ مارا کہ دونوں لشکروں کے درمیان پچھڑ گئے، خون چہرہ پر ملا اور پکارے "مسلمانو! اپنے بھائی کے گوشت کو بچاؤ" یہ سن کر تمام مسلمان ان کو گھیرے میں لے کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور روح مطہر عالم اعلیٰ کو پرواز کر گئی، إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

شہادت سے قبل موتہ میں ایک شب یہ اشعار پڑھ رہے تھے

إذا أدنيتني وحملت رحلي	مسيرة أربع بعد الحساء
فشأنك فانعمي وخلاك ذم	ولا أرجع إلى أهلي ورائي
وجاء المؤمنون وغادروني	بأرض الشام مشهور الثواء
وردك كل ذي نسب قريب	إلى الرحمن منقطع الإخاء
هنالك لا أبالي طلع بعل	ولا نخل أسافلها رواء

زید بن ارقم نے سنا تو رونے لگے، انہوں نے درہ اٹھایا اور کہا اس میں تمہارا کیا نقصان؟ خدا مجھ کو شہادت نصیب کریگا، تو تم آرام سے گھر جانا۔

آنحضرت ﷺ کو وحی کے ذریعہ دم دم کی خبریں مل رہی تھیں اور آپ مجمع کے سامنے بیان کر رہے تھے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خبر بیان کر کے خاموش ہو گئے، انصار آپ کی خاموشی سے سمجھ گئے کہ شائد حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھوڑی دیر سکوت کے بعد بادیدۂ پرنم فرمایا کہ پھر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی، انصار اس خبر کے کب متحمل ہو سکتے تھے، تاہم آہ وزاری اور نالہ و فریاد کے بجائے صرف حقیقی حزن وملال پر اکتفا کیا گیا کہ یہ بھی اس شہید ملت کی وصیت تھی۔

ایک مرتبہ بیہوش ہو گئے تھے، بہن نے جن کا نام عمرہ تھا نوحہ کیا کہ ہائے میرا پہاڑ ہائے ایسا، ہائے ویسا، افاقہ ہوا تو فرمایا کہ جو کچھ تم کہہ رہی تھیں مجھ سے اس کی تصدیق کرائی جاتی تھی کہ کیا تم ویسے تھے؟ اس بناء پر وفات کے وقت سب نے صبر کیا، صحیح بخاری میں ہے، فلما مات لم تبك عليه یعنی جب انہوں نے شہادت پائی تو نوحہ اور بین نہیں کیا گیا۔

(بخاری: ۶۱۱ و ۶۱۲، واسد الغابہ: ۳/ ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، وطبقات ابن سعد، ۹۲، ۹۳)

جنگ موتہ کے تیسرے قائد سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ انصار میں سے تھے۔ آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مرتبہ اپنی عدم موجودگی میں آپ کو اہل مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ آپ دور جاہلیت میں اہل عرب کے چوٹی کے شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کی شاعری دین اسلام کے لئے وقف ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے شعر بہت پسند تھے اور آپ کئی مرتبہ ان اشعار کو گنگنایا کرتے تھے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ دعوت دین میں بہت سرگرم تھے۔ انصار کے بہت سے لوگ آپ کی دعوتی سرگرمیوں کے نتیجے میں ایمان لائے جن میں سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر لوگ بھی شامل ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ کے دعوتی اجتماعات کو ایسے اجتماعات قرار دیا جن پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں۔ جنگ موتہ کے لئے روانہ ہونے سے قبل عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، "یا رسول اللہ! عین ممکن ہے کہ میں آپ سے دوبارہ نہ مل سکوں۔ مجھے نصیحت فرمایئے۔" آپ نے فرمایا، "عبداللہ! تم ایسی سرزمین پر جارہے ہو جہاں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے کم ہی ہیں۔ جس قدر سجدے ممکن ہو سکیں، کرنا۔ اللہ کو کثرت سے یاد رکھنا، کیونکہ وہی مدد کرنے والا ہے اور تمہیں ہمیشہ اس کی مدد کی ضرورت ہوگی۔ اگر تم یہ محسوس کرو کہ تمہارے اعمال اچھے نہیں، تو ان خیالات کی وجہ سے شیطان کی جانب سے دین اور عبادت سے دور کرنے کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دینا۔ اگر تمہیں اپنے دس گناہ یاد ہوں تو عبادت کرکے (اور توبہ کی مدد سے) انہیں دور کرنے کی کوشش کرنا۔ اپنے اعمال کو مزید برا کرنے کی بجائے اس موقع کو اپنی اصلاح کے لیے استعمال کرنا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو مدنظر رکھا جائے تو انسان اس مایوسی سے بچ سکتا ہے جو گناہوں کے نتیجے میں شیطان پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اب میں گناہ تو کرہی چکا، میں بہت برا تو ہو ہی چکا، کیوں نہ مزید گناہ کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کیفیت سے نکل کر توبہ اور عبادت کرنے کی تلقین سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو فرمائی۔ آپ ایک مرتبہ بے ہوش ہوکر پڑے جس پر آپ کی بہن رو رو کر بین کرنے لگیں اور آپ کے فضائل بیان کرنے لگیں۔ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے انہیں فرمایا، "مجھ سے پوچھا جارہا تھا کہ کیا تم ایسے ہی ہو؟" جنگ موتہ میں آپ سیدنا زید اور جعفر رضی اللہ عنہما کے بعد بے جگری سے لڑے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ اس موقع پر آپ کی نصیحت کے مطابق آپ کی بہن نے کوئی بین نہ کیا۔

اولاد

جیسا کہ اوپر گزر چکا، موتہ روانہ ہوتے وقت بیوی بچے موجود تھے، لیکن صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں: **فقتل ولم یعقب** یعنی ان سے نسل نہیں چلی۔ (اسد الغابہ: ۳/۱۵۹)

ان کی بیوی کے متعلق استیعاب میں عجیب قصہ منقول ہے، انہوں نے ایک خاص بات پر ابن رواحہ سے کہا کہ تم اگر پاک ہو تو قرآن پڑھو، اس وقت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو عجیب چال سوجھی اور بروقت چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور عرش پانی کے اوپر تھا اور عرش پر جہاں کا پروردگار اور اس عرش کو خدا کے مضبوط فرشتے اٹھاتے ہیں۔

چونکہ وہ قرآن نہیں پڑھی تھیں، سمجھیں کہ آیتیں پڑھ رہے ہیں، بولیں کہ خدا سچا ہے اور میری نظر نے غلطی کی تھی میں نے ناحق تم کو تہمت لگائی، زن وشوئی کے تعلقات بھی کیسے عجیب ہوتے ہیں، لونڈی سے ہم بستری کرنے پر بیوی کے غیظ وغضب سے بچنے کا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ طرز اختیار کیا۔ (استیعاب:۱/ ۳۶۲)

فضل وکمال

اس عنوان میں دو چیزیں قابل ذکر ہیں، کتابت اور شاعری۔

آنحضرت ﷺ کے کاتب تھے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ لکھنا کب سیکھا تھا؟ شاعری میں مشہور تھے اور دربار رسالت کے شاعر تھے، کفر پر مشرکین کو عار دلانا ان کا موضوع تھا صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں۔

دربار نبوی کے شعراء حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، کعب بن رضی اللہ عنہ مالک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے، تو حضرت کعب بن رضی اللہ عنہ مالک کافروں کو لڑائی سے ڈراتے تھے اور حسان رضی اللہ عنہ حسب نسب پر چوٹ کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان کو کفر کا عار دلایا کرتے تھے۔ (اسد الغابہ:۴/ ۲۴۸، حالات حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن مالک)

یعنی آنحضرت ﷺ کے تین شاعر تھے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ، حضرت کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ، اول الذکر نسب پر طعن کرتے تھے دوسرے لڑائی سے دھمکاتے اور تیسرے کفر پر غیرت دلاتے تھے۔

شعر فی البدیہہ کہہ سکتے تھے، ایک روز مسجد نبوی کی طرف نکلے، آنحضرت ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے، ان کو بلایا اور فرمایا مشرکین پر کچھ کہو انہوں نے اس مجمع میں کچھ اشعار کہے۔

آنحضرت ﷺ نے سنا تو مسکرائے اور فرمایا خدا تم کو ثابت قدم رکھے۔ (استیعاب:۱/ ۳۶۲)

حدیث میں چند روایتیں ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے مروی ہیں، خود آنحضرت ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایتیں کیں۔

اخلاق وعادات

نہایت زاہد، عابد اور مرتاض تھے، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے وہ انہی مجلسوں کو پسند کرتے تھے جن پر فرشتے فخر کرتے ہیں، یعنی خدا کی رحمت ہو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ پر وہ ایسی مجلسیں پسند کرتا ہے جس پر فرشتے بھی فخر کرتے ہیں۔ (اصابہ:۴/ ۶۶)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو یاد نہ کرتا ہوں، وہ مجھ سے ملتے تو کہتے کہ آؤ تھوڑی دیر کے لیے مسلمان بن جائیں، پھر بیٹھ کر ذکر کرتے اور کہتے یہ ایمان کی مجلس تھی۔ (اسد الغابہ:۳/ ۱۵۷)

ان کی بیوی کا بیان ہے کہ جب گھر سے نکلتے دو رکعت نماز پڑھتے اور واپس آتے اس وقت بھی ایسا ہی کرتے تھے، اس میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔

ایک سفر میں اتنی شدید گرمی تھی کہ آفتاب کی تمازت سے لوگ سروں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے ایسی حالت میں روزہ کون رکھ سکتا ہے؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی صائم تھے۔ (بخاری:۱/ ۲۶۱)

جہاد کا نہایت شوق تھا، بدر سے لے کر موتہ تک ایک غزوہ بھی ترک نہ ہوا تھا، اسماء الرجال کے مصنفین اس ذوق وشوق کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں۔ یعنی عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوہ میں سب سے پیشتر جاتے اور سب سے پیچھے واپس ہوتے تھے۔ (اصابہ:۴/ ۶۶)

احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ پہونچے تو یہ ارشاد زبان پر تھا کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، مسجد کے باہر تھے، اسی مقام پر بیٹھ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے یہ خبر پہنچادی فرمایا: خدا اور رسول کی اطاعت میں خدا ان کی حرص اور زیادہ کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت محبت تھی، اور آپ کو بھی ان سے انس تھا، بیمار پڑے اور ایک دن بے ہوش ہو گئے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا خدایا اگر ان کی موت آئی ہو تو آسانی کر ورنہ شفا عطا فرما۔ (اصابہ:۴/ ۲۶۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں شعر کہا کرتے تھے اور یہ بھی حب رسول کا کرشمہ تھا ایک شعر بہت ہی اچھا کہا ہے اور وہ یہ ہے: (اصابہ:۴/ ۶۰)

اگر آپ میں کھلی ہوئی نشانیاں نہ بھی ہوں، جب بھی آپ کی صورت خبر (رسالت) دینے کے لئے کافی تھی۔

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی کی مجلس میں بیٹھے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے تو سواری کی گرد اڑ کر اہل مجلس پر پڑی ابن ابی نے کہا کہ گرد نہ اڑاؤ، آپ وہیں اتر پڑے اور توحید پر ایک مختصر تقریر کی، ابن ابی اب تک مشرک تھا، بولا یہ بات تو ٹھیک نہیں، جو کچھ آپ کہتے ہیں، اگر حق ہے تو یہاں آ کر ہم کو پریشان کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ جو آپ کے پاس جائے، اس کو خوشی سے ایمان کی دعوت دے سکتے ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو جوش آ گیا، بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ضرور فرمائیں، ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں۔ (بخاری:۲/ ۶۵۶)

بَابٌ فِي التَّعْزِيَةِ

باب: تعزیت کا بیان

3123 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ سَيْفٍ الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَبَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي - مَيِّتًا فَلَمَّا فَرَغْنَا، انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْصَرَفْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا حَاذَى بَابَهُ وَقَفَ، فَإِذَا نَحْنُ بِامْرَأَةٍ مُقْبِلَةٍ، قَالَ: أَظُنُّهُ عَرَفَهَا فَلَمَّا ذَهَبَتْ، إِذَا هِيَ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَخْرَجَكِ يَا فَاطِمَةُ مِنْ بَيْتِكِ؟، فَقَالَتْ: أَتَيْتُ يَا

رَسُوْلَ اللهِ اَهْلَ هٰذَا الْبَيْتِ فَرَحَّمْتُ اِلَيْهِمْ مَيِّتَهُمْ اَوْ عَزَّيْتُهُمْ بِهٖ. فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَعَلَّكِ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدٰى، قَالَتْ: مَعَاذَ اللهِ وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذْكُرُ فِيْهَا مَا تَذْكُرُ. قَالَ: لَوْ بَلَغْتِ مَعَهُمُ الْكُدٰى فَذَكَرَ تَشْدِيْدًا فِيْ ذٰلِكَ فَسَاَلْتُ رَبِيْعَةَ عَنِ الْكُدٰى؟ فَقَالَ: الْقُبُوْرُ فِيْمَا اَحْسَبُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں، ایک دن ایک مرد کو دفن کیا، جب ہم فارغ ہو گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ ہم بھی واپس آ گئے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دروازے کے پاس پہنچے، تو ٹھہر گئے، وہاں سامنے سے ایک خاتون آ رہی تھی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو پہچان لیا تھا، جب وہ قریب آ گئی تو وہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا، اے فاطمہ! تم اپنے گھر سے باہر کیوں گئی تھیں؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اُس گھر میں گئی تھی، تا کہ اُن کے ساتھ رحم دلی کا اظہار کروں، کیونکہ ان کے ہاں فوتگی ہوئی ہے، وہاں فوتگی پر ان کے ساتھ تعزیت کروں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: شاید تم ان کے ساتھ کدیٰ (قبرستان) تک بھی گئی ہو گی، تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اللہ کی پناہ! میں اس کے بارے میں آپ کو ارشاد فرماتے ہوئے سن چکی ہوں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (پھر میں کیسے جا سکتی ہوں؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تم ان کے ساتھ قبرستان تک جاتی''۔

اس کے بعد راوی نے اس کے شدید ہونے کا تذکرہ کیا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے استاد ربیعہ سے کدیٰ کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا:

میرے خیال میں اس سے مراد قبرستان ہے۔

تعزیت سے متعلق احکام کا بیان

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

تعزیت مسنون ہے حدیث میں ہے جو اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت میں تعزیت کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا دوسری حدیث ترمذی و ابن ماجہ میں ہے جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اسے اسی کے مثل ثواب ملے گا۔ تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے کہ غم تازہ ہو گا مگر جب تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہے مگر اسے علم نہیں تو بعد میں حرج نہیں۔ (جوہرہ، ردالمحتار)

دفن سے پیشتر بھی تعزیت جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو یہ اس وقت ہے کہ اولیائے میت جزع و فزع نہ کرتے ہوں ورنہ ان کی تسلی کے لئے دفن سے پیشتر ہی کرے۔ مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب کو تعزیت کریں چھوٹے بڑے مرد و عورت سب کو مگر عورت کو اس کے محارم ہی تعزیت کریں۔ تعزیت میں یہ کہے اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے اور تم کو صبر روزی کرے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی۔ اللہ مَا اَخَذَ وَاَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى ''خدا ہی کا ہے جو اس نے لیا اور دیا اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک میعاد مقرر کے ساتھ ہے (عالمگیری)

مصیبت پر صبر کرنے پر ثواب کا بیان

مصیبت پر صبر کرے تو اسے دو ثواب ملتے ہیں ایک مصیبت کا دوسرا صبر کا اور جزع فزع سے دونوں جاتے رہتے ہیں۔ میت کے اعزہ کا گھر میں بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں اس میں حرج نہیں اور مکان کے دروازے پر یا شارع عام پر بچھونے بچھا کر بیٹھنا بری بات ہے۔ میت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار اگر میت کے گھر والوں کے لیے اس دن اور رات کے لئے کھانا لائیں تو بہتر ہے اور انہیں اصرار کر کھلائیں۔ میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور اگر فقرا کو کھلائیں تو بہتر ہے۔ (فتح القدیر)

جن لوگوں سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ پڑھوایا ان کے لئے بھی کھانا تیار کرنا جائز ہے۔ (ردالمحتار) یعنی جبکہ ٹھہرالیا ہو یا معروف ہو یا وہ اغنیا ہوں۔ تیجے وغیرہ کا کھانا اکثر میت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے اس میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ ورثاء میں کوئی نابالغ نہ ہو ورنہ سخت حرام ہے۔ یونہی اگر بعض ورثاء موجود نہ ہوں جب بھی ناجائز ہے جبکہ غیر موجودین سے اجازت نہ لی ہو اور سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو یا کچھ نابالغ یا غیر موجود ہوں مگر بالغ موجود اپنے حصہ سے کرے تو حرج نہیں۔ (خانیہ)

تعزیت کیلئے اکثر عورتیں رشتہ دار جمع ہوتے ہیں اور روتی پیٹتی نوحہ کرتی ہیں انہیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد دینا ہے۔ میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور انہیں کے لائق بھیجا جائے زیادہ نہیں۔ اوروں کو وہ کھانا کھانا منع ہے (کشف الغطا) اور صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے اس کے بعد مکروہ۔ (عالمگیری) قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت ہے (ردالمحتار) اور دفن کے بعد میت کے مکان پر آنا اور تعزیت کر کے اپنے اپنے گھر جانا اگر اتفاقاً ہو تو حرج نہیں اور اس کی رسم کرنا نہ چاہئے اور میت کے مکان پر تعزیت کے لئے لوگوں کا مجمع کرنا دفن کے پہلے ہو یا بعد اسی وقت ہو یا کسی اور وقت خلاف اولیٰ ہے اور کریں تو گناہ بھی نہیں۔

جو ایک بار تعزیت کر آیا اسے دوبارہ تعزیت کے لئے جانا مکروہ ہے۔ سوگ کے لئے سیاہ کپڑے پہننا مردوں کو ناجائز ہے (عالمگیری) یونہی سیاہ بلے لگانا کہ اس میں نصاریٰ کی مشابہت بھی ہے۔ میت کے گھر والوں کو تین دن تک اس لئے بیٹھنا کہ لوگ آئیں اور تعزیت کر جائیں جائز ہے مگر ترک بہتر اور یہ اس وقت ہے کہ فرش اور دیگر آرائش نہ کرنا ہو ورنہ ناجائز۔ نوحہ یعنی میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رونا جس کو بین کہتے ہیں بالا جماع حرام ہے یونہی واویلا وامصیبتاً کہہ کے چلانا۔ گریبان پھاڑنا' منہ نوچنا' بال کھولنا' سر پر خاک ڈالنا' سینہ کوٹنا' زان پر ہاتھ مارنا' یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام۔ (عالمگیری)

عورتوں کا قبرستان جانے کا بیان

اور اگر خواتین اپنی موت کو یاد کرنے، دنیاوی زندگی سے بے رغبتی اور اتباع سنت کی نیت سے، فوت شدگان کے لیے بخشش کی دعا کرنے کے لیے کبھی کبھار جائیں تو اس کی شریعت میں گنجائش ہے۔

بریدة بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا چنانچہ اب ان کی زیارت کیا کرو یقیناً اس سے موت یاد آتی ہے''۔ (ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی زیارة القبور، ح: ۵۳۲۲)

علامہ عینی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے: ''توضیح میں لکھا ہے کہ حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ زیارت قبور کی ممانعت کے حکم

کے منسوخ ہونے پر واضح دلیل ہے۔ امام شعبی اور نخعی تک زیارتِ قبور پر جواز والی احادیث نہ پہنچی تھیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے پھر ان الفاظ کے ساتھ سلام کہتے "تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کے بدلے پس تمہارے لئے بہترین عاقبت ہے۔" حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ شارع علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن ایک ہزار مسلح افراد کے ساتھ اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کی۔ اس حدیث کو ابن ابی دنیا نے ذکر کیا ہے۔" (عینی، عمدۃ القاری، 8)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبروں کی زیارت کی اجازت دینا عام ہے یہ اجازت مردوں اور عورتوں سب کے لیے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زیارت کی اجازت کی علت بیان فرمائی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مردوں عورتوں سب کے لیے ہے کیونکہ جیسے مردوں کو موت کی یاد کی ضرورت ہے عورتوں کو بھی موت کی یاد کی ضرورت ہے بلکہ مردوں سے بھی بڑھ کر ضرورت ہے کہ انہیں موت یاد رہے۔

ام المومنین سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کی لمبی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے پاس جبریل امین تشریف لائے انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا رب حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع (قبرستان) والوں کے پاس آئیں اور ان کے لیے بخشش طلب کریں" عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں ان (بقیع والوں) کے لیے کیا کہہ سکتی ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ان کے لیے یہ کہو "اَلسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ يَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَ الْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ".

(مسلم کتاب الجنائز باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا ح: ۹۷۴)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے بچے کی قبر کے پاس رو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "ڈر اور صبر کر" اس نے کہا تمہیں میری مصیبت کی کیا پروا اس عورت کو بتلایا گیا یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے دروازے پر چوکیدار نہ پائے اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صبر وہی ہوتا ہے جو پہلے صدمہ کے وقت ہو"۔

(بخاری ح: ۲۵۲۱، مسلم ح: ۶۲۹)

اگر عورت کا قبرستان جانا جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس عورت کو جو قبر پر رو رہی تھی قبرستان آنے سے روک دیتے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بے صبری کا اظہار کرنے سے روکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عورت کو قبر پر آنے سے منع نہ کرنا صریح دلیل ہے کہ عورت قبرستان پر جا سکتی ہے۔

بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ

باب: مصیبت کے وقت صبر کرنا

3124۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَتَى

نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا، فَقَالَ لَهَا: اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي، فَقَالَتْ: وَمَا تُبَالِي أَنْتَ بِمُصِيبَتِي، فَقِيلَ لَهَا: هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْهُ فَلَمْ تَجِدْ عَلَى بَابِهِ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَمْ أَعْرِفْكَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى- أَوْ: عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ-

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاتون کے پاس تشریف لائے جو اپنے فوت ہونے والے بچے پر رو رہی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر سے کام لو، اس نے عرض کی: آپ کا میری مصیبت کے ساتھ کیا واسطہ (آپ کو اس کی پرواہ کیسے ہو سکتی ہے؟) اس خاتون کو بتایا گیا: یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، بعد میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کوئی دربان نظر نہیں آیا

(جب وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی) اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کو پہچانی نہیں تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صبر پہلے صدمے کے موقع پر ہوتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) صدمے کے آغاز میں ہوتا ہے۔

صبر کے معنی ومفہوم واہمیت کا بیان

صبر کے لغوی معنی روکنے کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں مصیبت کے وقت گھبراہٹ و ناگواری سے روکنے اور زبان پر حرف شکایت نہ لانے اور اعضائے جسم کو پر سکون رکھنے مثلاً: گالوں پر مارنے، سینہ کوبی کرنے اور گریبان پھاڑنے جیسے امور سے نفس کو روکے رکھنے کا نام صبر ہے، صبر کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبر نفس کے خصائل میں سے ایک ایسی خصلت کا نام ہے جس کی وجہ سے وہ ہر اس کام سے باز رہتا ہے جو غیر مستحسن اور قبیح ہو گویا یہ نفس کی قوتوں میں سے ایسی قوت ہے جو اسے صلاح و درستگی پر قائم رکھتی ہے۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا بغیر منہ بنائے اور ناگواری کا اظہار کیے کڑوے گھونٹ کو حلق سے نیچے اتار لینے کا نام صبر ہے۔

ذوالنون مصری کا قول ہے: مخالفت سے بچنے اور مصیبت کو خندہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے اور اپنے آپ کو ایسے موقعوں پر پُر سکون رکھنے اور فقر کی حالت میں بھی تونگری کے اظہار کا نام صبر ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حسن ادب کے ساتھ مصیبت کو برداشت کر لینے کا نام صبر ہے۔

ایک بزرگ نے کسی شخص کو اپنے کسی بھائی سے شکایت کرتے دیکھا تو اس سے کہا کہ اے فلاں تو ایک ایسی ذات کی جو تجھ پر انتہائی رحیم ومہربان ہے ایک ایسے شخص سے شکایت کر رہا ہے جو تجھ پر بھی رحم نہیں کرتا۔

میرے بھائیو! صبر ایک ایسا گھوڑا ہے جو ہمیشہ تازہ دم رہتا ہے وہ کبھی تھکتا نہیں۔ صبر ایک ایسی تلوار ہے جو کبھی کند نہیں ہوتی۔ وہ ایک ایسا لشکر ہے جو ہمیشہ فتح یاب رہتا ہے کبھی شکست نہیں کھاتا۔ وہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جسے دشمن کبھی ڈھا نہیں سکتا۔ صبر اور فتح ونصرت دونوں حقیقی بھائی کے مانند ہیں جو شخص صبر کے ہتھیار سے لیس ہوتا ہے اسے دشمن کبھی شکست نہیں دے سکتا۔ اس کے بر

خلاف جو شخص صبر کی قوت سے عاری ہو وہ کبھی فتح ونصرت سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا) [آل عمران:200]

اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لیے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

مومن کی رسی ہمیشہ صبر کے میخ میں بندھی رہتی ہے، وہ گھوم پھر کر رسی کی طرف واپس ہوتا ہے۔ صبر ایمان کے درخت کا تنا ہے اسی پر ایمان کھڑا اور قائم رہتا ہے۔ اسی وجہ سے جس کے پاس صبر نہیں ہوتا اس کے پاس ایمان بھی نہیں ہوتا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(وما اعطی احد عطاء خیرا وأوسع من الصبر)

"کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا ہے جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔"

جو لوگ صبر سے عاری ہوتے ہیں ان کے پاس اگر ایمان ہوتا بھی ہے تو وہ حددرجہ کمزور ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کی عبادت کنارے پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ اگر انہیں اس سے کوئی نفع پہنچتا ہے تو اس میں دلچسپی لیتے ہیں اور اگر کوئی آفت آجاتی ہے تو وہ اسی وقت عبادت سے اپنا منہ پھیر لیتے ہیں۔ یہی لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں ٹوٹے اور خسارے میں رہتے ہیں۔ خوشگوار زندگی صبر ہی کے صلے میں ملتی ہے۔ جو ان نیک بختوں کے حصے میں آتی ہے جو صبر کے ہتھیار سے مسلح ہوتے ہیں۔ یہی لوگ صبر اور شکر کے پروں سے اڑ کر جنت میں داخل ہوں گے۔

(ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ) [الحدید:21]

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صبر کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور انہیں بے حساب اجر سے نوازے جانے کی بشارت دی ہے۔

ارشاد باری ہے:

(إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ) [الزمر:10]

"صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا اجر بلا حساب دیا جاتا ہے۔"

ایسے لوگوں کو اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے یعنی اللہ کی ہدایت ونصرت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

ارشاد باری ہے:

(وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ) [الانفال:46] "اور صبر کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

صبر کرنے والوں کو یہ معیت دنیا اور آخرت دونوں میں ملتی ہے اسی وجہ سے وہ ہر قسم کی ظاہری وباطنی نعمتوں سے مالامال

ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے دین کی امامت کو صبر ویقین کے ساتھ مربوط کر دیا ہے۔

ارشاد باری ہے:

(وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ)[السجدۃ:24]

اور ہم نے ان کے صبر کرنے کی وجہ سے ان میں ایسے ائمہ بنا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

امامت کا یہ منصب جلیل ان کے صبر ویقین کی وجہ سے ہے۔اسی سے صبر کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔صبر کا مطلب ہے اللہ کے اوامر کے بجالانے اور نواہی سے رک جانے اور اللہ کے رسولوں کی تصدیق کرنے میں جو تکلیفیں آئیں انہیں خندہ پیشانی سے جھیلنا۔ اللہ نے فرمایا ان کے صبر کرنے اور آیات الٰہی پر یقین رکھنے کی وجہ سے ہم نے ان کو دینی امامت اور پیشوائی کے منصب پر فائز کیا۔

ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو بدلہ لے سکتے ہو بشرطیکہ بدلے میں تم تجاوز نہ کرو تاہم معاف کر دینا اور صبر کر لینا بہتر ہے۔

ارشاد باری ہے:

(وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۞ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ)[النحل:126-127]

"اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو بے شک صابروں کے لئے یہی بہتر ہے۔آپ صبر کریں اور بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر بھی نہیں سکتے۔

اس آیت میں صبر کرنے کی تاکید کے ساتھ اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ اللہ کی توفیق واعانت کے بغیر صبر کرنا ممکن نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ صبر نہایت مشکل اور کٹھن کام ہے۔

اسی وجہ سے اللہ نے فرمایا:

(وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ)[الشوریٰ:43]

اور جو شخص صبر کر لے اور معاف کر دے یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

ایک جگہ کہا گیا ہے کہ اگر آدمی صبر وتقویٰ پر قائم رہے تو اسے دشمنوں کی چالوں اور ان کی مکاریوں اور فریب کاریوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

ارشاد باری ہے:(وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ)

[آل عمران:120]

"تم اگر صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا۔اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔"

فلاح وکامیابی کو اللہ تعالیٰ نے صبر وتقویٰ کے ساتھ معلق فرمایا ہے ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران:200]

اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لیے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

جو لوگ صبر کرتے ہیں اللہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ [آل عمران:146]

اور اللہ صبر کرنے والوں کو (ہی) چاہتا ہے۔

اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے، اس میں صبر کی زبردست ترغیب ہے۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کو تین باتوں کی خوشخبری دی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۱۵۶﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾ [البقرة:155-157]

اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔ جنہیں، جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ ان پر اللہ کی نوازش ہوگی دوسری یہ کہ وہ اللہ کی رحمتوں کے سائے میں ہوں گے۔ اور تیسری یہ کہ وہ ہدایت یاب ہوں گے۔ یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جن میں ہر ایک میں خیر ہی خیر ہے اللہ تعالیٰ نے آفاق و انفس میں جو بے شمار نشانیاں رکھی ہیں ان سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو صبر کے زیور سے متصف ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں چار مقامات: سورۂ ابراہیم، سورۂ لقمان، سورۂ سبا، اور سورۂ الشوریٰ میں فرمایا:

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ [لقمان:31] "یقیناً اس میں ہر صبر و شکر کرنے والے کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

صبر کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم اللہ تعالیٰ کے اوامر و اطاعت پر صبر ہے یعنی اس کے احکام کی بجا آوری میں جن تکلیفوں اور ناگواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس پر صبر کرنا اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان احکام کو بجالانا۔

دوسری قسم منہیات پر صبر ہے یعنی جن کاموں سے اللہ نے روکا ہے اس سے رک جانے میں بظاہر جس محرومی کا احساس ہوتا ہے اس پر صبر کرنا۔ اور تیسری قسم تقدیر اور فیصلۂ الٰہی پر صبر کرنا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے قسمت میں جو پریشانیاں اور آفات و مصائب لکھ دیئے ہیں ان پر ناگواری اور ناراضگی کا اظہار نہ کرنا اور ان پر جزع فزع نہ کرنا۔ یہ تینوں قسمیں وہی ہیں جن کے متعلق شیخ عبد القادر جیلانی نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں کہا ہے بندے کے لیے ضروری ہے کہ جو حکم اسے ملا ہو اسے بجالائے اور جس سے روکا گیا ہو اس سے رک جائے اور جو اس کے لیے مقدر کر دیا گیا ہو اس پر صبر کرے اور انہی تینوں قسموں کی حضرت لقمان علیہ السلام نے

اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی۔

﴿يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ [لقمان:17]

اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آئے اس پر صبر کرنا۔

امر بالمعروف، خود کرنے اور دوسروں کو اس کا حکم دینے دونوں کو شامل ہے اسی طرح نہی عن المنکر میں بھی خود اس سے رکنا اور دوسروں کو روکنا دونوں چیزیں داخل ہیں۔

میرے بھائیو! عقلمند انسان وہی ہے جو کبھی بھی کسی آفت ومصیبت کی تمنا نہیں کرتا اور اگر کوئی مصیبت آجاتی ہے تو اس پر جزع فزع نہیں کرتا بلکہ اس پر صبر کرتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الناس! لا تتمنوا لقاء فئة فإذا لقيتموهم فاصبروا واعلموا أن الجنة تحت ظلال السيوف﴾

اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو لیکن جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو پامردی دکھاؤ اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔

ابن بطال فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو کرنے سے منع فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی ناپسندیدہ امر کی آرزو نہیں کرنی چاہئے کیونکہ انسان کو یہ معلوم نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور اسے کیسے اس سے نجات مل پائے گی، اسی وجہ سے، سلف اللہ سے فتنوں اور آزمائشوں سے عافیت کا ہمیشہ سوال کرتے رہتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

﴿لإن أعافى فأشكر، أحب إلي من أن ابتلى فاصبر﴾

مجھے عافیت میں رہ کر اللہ کا شکر ادا کرنا مصیبت میں مبتلا ہو کر صبر کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

مومن کے حق میں ساری چیزیں جو اسے پہنچتی ہیں بہتر ہوتی ہیں۔ چاہے وہ خیر ہوں یا شر۔ صحیح مسلم میں صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے:

-عجبًا لأمر المومن إن أمره كله خير، وليس ذلك لأحد إلا للمومن إن أصابته سراء شكر فكان خيرا له وإن أصاباته ضراء صبر، فكان خيرا له-

مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لیے بھلائی ہے اور یہ چیزیں مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو اس پر وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ تو یہ شکر کرنا بھی اس کے لیے بہتر ہے یعنی

اس میں اجر ہے اور اگر اسے تکلیفیں پہنچتی ہیں تو صبر کرتا ہے۔تو یہ صبر کرنا بھی اس کے لیے بہتر ہے کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے۔

میرے بھائیو! یادرکھئے، زندگی پوری امتحان وآزمائش کا نام ہے۔

ارشاد باری ہے:

(وَنَبۡلُوكُمۡ بِالشَّرِّ وَالۡخَيۡرِ فِتۡنَةً وَإِلَيۡنَا تُرۡجَعُونَ) (الأنبیاء:35) "ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ کون مومن صادق ہے اور کون مومن صادق نہیں۔

ارشاد باری ہے:

(أَمۡ حَسِبۡتُمۡ أَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصَّابِرِينَ)

[آل عمران:142]

"کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟"

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:(وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجَاهِدِينَ مِنۡكُمۡ وَالصَّابِرِينَ وَنَبۡلُوَ أَخۡبَارَكُمۡ)

(محمد:31)

یقیناً ہم تمہارا امتحان کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو ظاہر کر دیں اور ہم تمہاری حالتوں کی بھی جانچ کر لیں۔

ان کے علاوہ اور بھی اس مفہوم کی بہت سی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی آزمائش ضروری ہے۔اور یہ آزمائش شر وخیر دونوں طریقوں سے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی آزمائش میں صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔آمین۔

حکم کے اعتبار سے صبر کی اقسام

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: ''حکم کے اعتبار سے صبر کی چار قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) نفل (۳) مکروہ اور (۴) حرام۔

ممنوعہ کاموں سے صبر کرنا ''فرض'' ہے (جیسا کہ گناہوں سے صبر کرنا)۔ناپسندیدہ اُمور پر صبر کرنا ''نفل'' ہے (یعنی نفس کی ناپسندیدہ باتوں مثلاً نفلی عبادات صدقہ وخیرات وغیرہ پر صبر کرنا کیونکہ اعمال صالحہ نفس پر بہت گراں گزرتے ہیں)۔شرعی طور پر ممنوع اذیت پر صبر کرنا ممنوع ہے جیسے بلا وجہ کسی شخص یا اس کے بیٹے کا ہاتھ کاٹا جائے اور وہ اس پر صبر کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرے۔اسی طرح اگر کوئی آدمی شہوت کے ساتھ اس کی بیوی کا قصد کرے تو اس سے اس کی غیرت جاگ اٹھے لیکن غیرت کے اظہار سے صبر کرے اور اس کی بیوی سے جو سلوک کیا جائے اس پر خاموشی اختیار کرے تو یہ صبر ''حرام'' ہے۔اور جو صبر ایسی اذیت

پر ہو جو شرعی طور پر مکروہ طریقے سے پہنچے اس پر صبر کرنا مکروہ ہے۔ گویا صبر کی کسوٹی معیارِ شریعت ہے، لہٰذا صبر کے ''نصف ایمان'' ہونے سے یہ مراد نہیں لینی چاہیے کہ ہر قسم کا صبر محمود (قابلِ تعریف) ہے بلکہ اس سے صبر کی مخصوص انواع مراد ہیں۔

(احیاء العلوم، ۴/۸۵)

صبر کے مختلف نام

حُجَّۃُ الاِسلام حضرت سَیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی اِحیاء العلوم میں فرماتے ہیں: ''صبر کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم ہے، بدنی صبر جیسے بدنی مشقتیں برداشت کرنا اور ان پر ثابت قدم رہنا وہ یا تو فعل کے ذریعے ہوتا ہے جیسے سخت اعمال برداشت کرنا یا عبادات وغیرہ کے ذریعے، یا اس کا تعلق برداشت سے ہوتا ہے مثلاً سخت مار، بہت بڑی بیماری اور تکلیف دِہ زخموں کو برداشت کرنا یہ صبر اگر شریعت کے موافق ہو تو قابلِ تعریف ہے۔ لیکن مکمل طور پر تعریف کے قابل دوسری قسم ہے اور وہ ''طبعی خواہشات'' اور خواہش کے تقاضوں سے نفس کا صبر کرنا ہے اب اگر اس قسم میں پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش سے صبر ہو تو اسے ''عِفَّت'' کہتے ہیں۔ چونکہ وہ مکروہ اُمور جن پر صبر غالب آتا ہے لوگوں کے نزدیک مختلف ہیں اس لیے ان کے نام بھی مختلف ہیں اگر وہ مصیبت میں ہو تو اسے ''صبر'' ہی کہا جاتا ہے اور اس کے خلاف حالت کو ''جَزَع وفَزَع (رونا دھونا)'' کہتے ہیں یعنی خواہش کے تقاضوں کو کھلی چھٹی دی جائے کہ وہ خوب آواز بلند کرے، رخسار پیٹے اور گریبان پھاڑے، نیز اس قسم کی دوسری حرکات کرے اور اگر مالداری کی برداشت میں صبر کرے تو اسے ''ضبطِ نفس'' کہتے ہیں اور اس کے خلاف حالت کو ''بَطَر'' (اکڑ) کہتے ہیں اگر یہ لڑائی اور جنگ میں ہو تو اسے ''بہادری'' کہا جاتا ہے جس کا مُقابل بُزدلی ہے، اگر غصہ پی جانے کے سلسلے میں صبر ہو تو اسے ''بُردباری'' کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں غضبناکی ہے اور اگر زمانے کی کسی آفت پر صبر ہو تو اسے ''دل کی کشادگی'' کہتے ہیں اور اس کی ضد کم حوصلگی، دل کی تنگی اور زِچ (تنگ، مجبور) ہونا ہے اگر کلام کو چھپانے کے سلسلے میں صبر ہو تو اسے ''کِتْمانِ سِرّ'' (راز چھپانا) کہا جاتا ہے، اور ایسے شخص کو کَتُوم (چھپانے والا) کہا جاتا ہے اگر ضروریاتِ زندگی سے زائد اشیاء سے صبر کیا جائے تو اسے ''زُہد'' کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حرص ہے، اگر تھوڑے حصے پر صبر کیا جائے تو اسے ''قناعت'' کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حرص ہے۔ الغرض ایمان کے اکثر اَخلاق صبر میں داخل ہیں اسی لیے جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ایمان صبر ہے۔ (احیاء العلوم، ۴/۸۲)

صبر بہت ہی افضل چیز ہے یہاں تک کہ اگر انسان کا نفلی روزہ اور رات کی ساری نفلی عبادت چھوٹ جائے تو صبر و یقین کی برکت سے اسے ان اعمال کا ثواب مل سکتا ہے۔

(1) صبر اور دیگر نفلی عبادات

نُور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیزیں تمہیں دی گئی ہیں ان میں سب سے کم چیز یقین اور صبر کی عزیمت ہے اور جسے ان دونوں باتوں سے حصہ مل گیا اس کا قیامِ لیل (رات کی نفلی عبادت) اور دن کا (نفلی) روزہ فوت بھی ہو جائے تو کوئی پروا نہیں اور تم جس حالت پر ہو اس پر تمہارا صبر کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کوئی شخص تم سب کے عمل کے برابر

عمل میرے پاس لائے، لیکن مجھے خوف ہے کہ تم پر دُنیا کھول دی جائے تو تم ایک دوسرے سے اجنبی ہو جاؤ گے، اس وقت آسمان والے بھی تمہیں نہیں پہچانیں گے۔ جس نے صبر کیا اور ثواب کا ارادہ کیا وہ پورے ثواب کے ساتھ کامیاب ہوا۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور وہ صبر کرنے والوں کو ضرور ان کا اجر عطا فرمائے گا۔ (احیاء العلوم، ۴/۷۶)

(2) جنت الفردوس میں ٹھکانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص دنیا میں ہی اپنی ہر خواہش کی تکمیل کرلے تو یہ چیز آخرت میں اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان آڑ اور پردہ بن جائے گی اور جو مالداروں کی زینت کی طرف اپنی نگاہیں دراز کرے تو وہ آسمان والوں کے سامنے بے عزت ہو جاتا ہے اور جو شدید بھوک پر صبر کرے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس کو جنت الفردوس میں جہاں چاہے گا ٹھکانا عطا فرمائے گا۔ (شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، ۷/ ۱۲۵، حدیث ۹۷۲۲)

(3) مومن کی پہچان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا: کیا تم مومن ہو؟ وہ خاموش رہے، اَمیرُ المُؤمِنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہاں! یَا رَسُوْلَ اللہ! فرمایا: ''تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے؟'' صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ''ہم فراخی کی حالت میں شکر کرتے ہیں، آزمائش کے وقت صبر کرتے ہیں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے فیصلے پر راضی رہتے ہیں۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ربِّ کعبہ کی قسم! تم مومن ہو۔'' (احیاء العلوم، ۴/۷۶)

بیٹے کی موت پر مسکراہٹ

ہمارے بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ صبر و شکر کے آئینہ دار تھے۔ رَبّ کی رضا پر راضی رہتے اور کبھی بھی حرفِ شکایت زباں پر نہ لاتے۔ سِلسِلہ عالیہ چشتیہ کے عظیم پیشوا حضرتِ سَیِّدُنا فُضَیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی کسی نے مسکراتے نہ دیکھا تھا، لیکن جس دن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شہزادے ولیِ کامل حضرتِ سَیِّدُنا علی بن فُضَیل رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو آپ مسکرانے لگے، لوگوں نے عرض کی: یہ خوشی کا کونسا موقع ہے جو آپ مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا: میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رِضا پر راضی ہو کر مسکرا رہا ہوں کیونکہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا ہی کے سبب میرے بیٹے کو قضا آئی ہے۔ ربِ عَزَّ وَجَلَّ کی پسند اپنی پسند۔

(مُلَخَّصًا تَذْکِرَۃُ الْاَوْلِیَاء، فارسی، ۱/ ۸۶)

صبر کرنے والوں کا مرتبہ

حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے سب سے پہلی چیز لَوحِ محفوظ میں یہ لکھی کہ میں اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رسول ہیں۔ جس نے میرے فیصلے کو تسلیم کرلیا اور میری نازل کی ہوئی مصیبت پر صبر کیا اور میری نعمتوں کا شکر ادا کیا تو میں نے اس کو صِدِّیق لکھا ہے اور اس کو صِدِّیقین کے

ساتھ اٹھاؤں گا اور جس نے میرے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور میری نازل کی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کیا اور میری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا وہ میرے سوا جسے چاہے اپنا معبود بنا لے۔ (تفسیر قرطبی، پ ۳۰، البروج، تحت الآیۃ: ۲۲، ۱۰/۲۱۰)

صابرین کو علم و حلم عطا کیا جاتا ہے

حضرت سیّدُنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پیارے نبی کریم، رءوف رحیم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایسی اُمت پیدا کرنے والا ہوں کہ اگر انہیں کوئی پسندیدہ چیز ملے گی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی حمد کریں گے اور اگر کوئی ناپسندیدہ چیز ملے گی تو ثواب طلب کرتے ہوئے صبر کریں گے۔ حالانکہ ان کے پاس نہ عِلم ہوگا نہ حِلم۔ عرض کی: الٰہی! انہیں یہ خوبی عِلم و حِلم کے بغیر کیونکر ملے گی؟ فرمایا: میں انہیں اپنے عِلم و حِلم سے دوں گا۔

(شعب الایمان، السبعون من شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، ۷/۱۹۰ حدیث: ۹۹۵۳)

بَابٌ فِي الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب: میت پر رونا

3125 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ ابْنَةً لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِ وَأَنَا مَعَهُ، وَسَعْدٌ، وَأَحْسَبُ أُبَيًّا: أَنَّ ابْنِي - أَوْ بِنْتِي - قَدْ حُضِرَ فَاشْهَدْنَا، فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ، فَقَالَ: قُلْ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَمَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ إِلَى أَجَلٍ فَأَرْسَلَتْ تُقْسِمُ عَلَيْهِ، فَأَتَاهَا فَوُضِعَ الصَّبِيُّ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَا هَذَا؟ قَالَ: إِنَّهَا رَحْمَةٌ، وَضَعَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ مَنْ يَشَاءُ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ

⚘⚘ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی (سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھجوایا، میں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میرا خیال ہے، حضرت اُبی بھی اس وقت ساتھ تھے، (پیغام یہ تھا) کہ میرے بیٹے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میری بیٹی کا آخری وقت قریب آ گیا ہے، تو آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو سلام بھجوایا اور فرمایا: تم یہ پڑھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو لے لیا، وہ اس کی ملکیت ہے (اور جو دیا ہے، وہ بھی اس کی ملکیت ہے) اور اس کی بارگاہ میں، ہر چیز کی ایک متعین مدت ہے، تو صاحبزادی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر پیغام بھجوایا کہ آپ اس کے ہاں تشریف لائیں، تو آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے، اُس بچے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں ڈالا گیا، اس وقت وہ آخری سانسیں لے رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یہ کس وجہ سے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ وہ رحمت ہے، جسے اللہ تعالیٰ جس کے دل میں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے

والے بندوں پر رحم کرتا ہے"۔

شرح

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں: "حدیث شریف کے الفاظ "لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰی" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزّ وجلّ جس چیز کو لینے کا ارادہ فرماتا ہے وہ وہی چیز ہے جو اللہ عزّ وجلّ ہی نے بندے کو عطا فرمائی تھی اگر وہ بندے سے لے لے تو اللہ عزّ وجلّ نے وہی لیا جو اُس کا تھا، لہٰذا اس وقت بے صبری اور جزع وفزع کرنا مناسب نہیں کیونکہ اگر کسی کو کوئی چیز امانت کے طور پر دی جائے اور پھر اس سے واپس طلب کی جائے تو اسے جزع وفزع نہیں کرنا چاہیے۔

(فتح الباری، کتاب الجنائز، باب قول النبی یعذب المیت، ۳/۱۳۶، تحت الحدیث: ۱۲۹۰)

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بچے کا حال دیکھ کر رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو از راہِ شفقت ضبط نہ رہا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس پر حضرت سیّدنا سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا اس لئے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر وضبط کو بارہا ملاحظہ فرما چکے تھے غزوہ اُحد کی اُس قیامت خیز گھڑی میں زخمی ہونے کے باوجود زبان سے اُف تک نہ کہا، غزوہ خندق کی اس شدت میں جسے قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ دل حلقوم تک آ گئے تھے، پہاڑ سے بھی زیادہ استقامت تھی اور آج بچے کا یہ حال ملاحظہ فرما کر رو رہے ہیں یا تعجب اس پر ہوا کہ میت پر رونے سے منع فرمایا ہے پھر آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟ تو جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ شفقت کا مقتضی ہے جو اختیاری نہیں، فطری ہے اور یہ ممنوع نہیں بلکہ محمود ہے اس لئے کہ اللہ عزّ وجلّ اپنے انہیں بندوں پر مہربانی فرماتا ہے جو دوسروں پر مہربان ہوتے ہیں۔ (نزھۃ القاری، ۲/۷۹۰)

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم بہت نرم دل اور رحیم ہیں۔ رحم کرنا ایسی صفت ہے کہ جسکی وجہ سے رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے۔ انسان تو انسان بسا اوقات بے زبان جانوروں پر رحم کرنے والوں کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔

فاحشہ عورت کی بخشش ہوگئی

منقول ہے کہ ایک فاحشہ عورت کو صرف اس لئے بخش دیا گیا کہ اس نے کنویں کے منڈیر پر پیاس سے تڑپتے ہوئے کتے کو پانی پلایا تھا۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم...الخ، ۲/۴۰۹، حدیث: ۳۳۲۱)

3126- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - قَالَ أَنَسٌ: لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَكِيدُ بِنَفْسِهِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَمَعَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، إِنَّا بِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"گزشتہ رات میرے ہاں بیٹا ہوا ہے، میں نے اس کا نام اپنے جد امجد کے نام پر "ابراہیم" رکھا ہے"

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اس صاحبزادے کو دیکھا، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں آخری سانسیں لے رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، دل غمگین ہے اور ہم صرف وہی کہتے ہیں، جس سے ہمارا پروردگار راضی ہو، اے ابراہیم! بے شک ہم تمہاری وجہ سے غمگین ہیں"

رونا صبر کے خلاف نہیں

بعض بزرگ فرماتے ہیں: صبرِ جمیل یہ ہے کہ مصیبت زدہ شخص کسی سے پہچانا نہ جائے، اگر کوئی قریبی عزیز مر جائے تو اس کی وجہ سے بالکل ہی دل چھوڑ کر نہ بیٹھ جائے، ہاں شدتِ غم سے آنسو بہہ نکلیں اور بندہ اُداس ہو جائے تو یہ صبر کے خلاف نہیں کیونکہ یہ باتیں بشری تقاضوں میں سے ہیں جو موت تک انسان سے علیحدہ نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ کوئی شخص جب بخوشی اپنے زخم کا علاج کرائے تو اگرچہ اسے درد محسوس ہوتا ہے، کبھی شدتِ درد سے آنسو بھی نکل جاتے ہیں تو آنسو نکلنا اس کی طرف سے جزع وفزع (رونا پیٹنا) نہیں (بلکہ طبیعت کے تقاضے کی وجہ سے ہے)۔ (احیاء العلوم، ۴/۹۱)

بَابٌ فِي النَّوْحِ

باب: نوحہ کرنا

3127- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ

سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نوحہ کرنے سے منع کیا ہے"۔

میت پر نوحہ کرنا ناجائز ہے

میت پر نوحہ کرنا یعنی چیخنا چلانا کپڑے پھاڑنا بال نوچنا سینہ پیٹنا اور ناشکری کے کلمات زبان پر لانا ممنوع و ناجائز ہے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ میت کو نوحہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے تو یہ اس صورت میں عذاب ہوگا۔ جبکہ میت نے نوحہ کی رسم کو جاری کیا ہو یا نوحہ کی وصیت کی ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو پھر صرف نوحہ کرنے والے گنہگار ہوں گے میت پر اس کا بوجھ نہ ہوگا۔

(فیوض الباری، ۵/۹۲)

3128- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی عورت اور (نوحہ کو) غور سے سننے والی عورت پر لعنت کی ہے"

ماتم کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اپنی مصیبت یا مصائب اہل بیت کو یاد کر کے ماتم کرنا یعنی ہائے ہائے، واویلا کرنا، چہرے یا سینے پر طمانچے مارنا، کپڑے پھاڑنا، بدن کو زخمی کرنا، نوحہ وجزع فزع کرنا، یہ باتیں خلاف صبر اور ناجائز وحرام ہیں۔ جب خود بخود دل پر رقت طاری ہو کر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں اور گریہ آجائے تو یہ رونا نہ صرف جائز بلکہ موجب رحمت وثواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ (سورۃ البقرہ آیت 154)

ماتم تو ہے ہی حرام، تین دن سے زیادہ

سوگ کی بھی اجازت نہیں ہے

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان لائی ہو، اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ اپنے خاوند کی (موت پر) چار ماہ دس دن سوگ کرے (بخاری حدیث 299، الکتاب الجنائز، مسلم، حدیث 935، مشکوۃ حدیث 3471 کتاب الجنائز)

امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ليس لاحد ان يحد اكثر من ثلاثة ايام الا المراة على زوجها حتى تنقضي عدتها

کسی مسلمان کو کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا سوائے عورت کے کہ وہ عدت کے ختم ہونے تک اپنے خاوند کی موت پر سوگ کر سکتی ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج1)

اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو ہر سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سوگ مناتے ہیں اور دس دن سینہ کوبی کرتی ہیں۔ چارپائی پر نہیں سوتے، اچھا لباس نہیں پہنتے اور کالے کپڑے پہنتے ہیں۔ ہاں ایصال ثواب کرنا ان کی یاد منانا اور ذکر اذکار جائز ہے، یہ سوگ نہیں ہے۔

مسلمانوں کا شرف یہ ہے کہ صابر اور شاکر ہو خیال وفعل میں حق ہی کا شاغل اور ذاکر ہو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئیں تو عورتیں رونے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوڑے سے مارنے کا ارادہ کیا تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ہٹایا اور فرمایا: اے عمر چھوڑ دو بھی پھر فرمایا: اے عورتوں شیطانی آواز سے پرہیز کرنا پھر فرمایا:

مهما يكن من القلب والعين فمن الله عزوجل ومن الرحمة ومهما كان من اليد واللسان فمن الشيطان

جس غم کا اظہار آنکھ اور دل سے ہو، وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو، وہ شیطان کی طرف

سے ہے۔ (مشکوۃ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت 1748) احمد حدیث 3093)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیة

وہ ہم میں سے نہیں جو منہ پیٹے، گریبان پھاڑے اور ایام جاہلیت کی طرح چیخ وپکار کرے۔

(بخاری حدیث 1297، مسلم حدیث 103، مشکوۃ حدیث 1725، کتاب الجنائز باب البکاء)

یعنی میت وغیرہ پر منہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے، رب تعالیٰ کی شکایت، بے صبری کی بکواس کرنے والی ہماری جماعت یا ہمارے طریقہ والوں سے نہیں ہے۔ یہ کام حرام ہیں۔ ان کا کرنے والا سخت مجرم۔ یہ عام میت کا حکم ہے لیکن شہید تو بحکم قرآن زندہ ہیں، انہیں پیٹنا تو اور زیادہ جہالت ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار چیزیں ہیں جن کو لوگ نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب پر فخر کرنا، دوسرے شخص کو نسب کا طعنہ دینا، ستاروں کو بارش کا سبب جاننا اور نوحہ کرنا اور نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن گندھک اور جرب کی قمیص پہنائی جائے گی۔

(مسلم حدیث 934، مشکوۃ حدیث 1727، کتاب الجنائز باب البکاء) (شیعوں کی معتبر کتاب، حیات القلوب، ملا باقر مجلسی جلد 2، ص 677)

میت کے سچے اوصاف بیان کرنا ندبہ ہے اور اس کے جھوٹے بیان کرنا نوحہ ہے۔ ندبہ جائز ہے نوحہ حرام ہے۔ گندھک میں آگ بہت جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے اور جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے نائحہ پر اس دن خارش کا عذاب مسلط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ کرکے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔

(مرآۃ جلد 2، ص 503)

دو کفریہ کام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اثنتان فی الناس ھما بھم کفر: الطعن فی النسب والنیاحة علی المیت

لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ کفر میں مبتلا ہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا

(مسلم حدیث 67، کتاب الایمان)

اس حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلال سمجھ کر میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو برا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے۔

دو ملعون آوازیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صوتان ملعونان فی الدنیا والآخرة مزمار عند نعمة ورنة عند مصیبة

دو آوازوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے۔ نعمت کے وقت گانا بجانا اور مصیبت کیوقت چلا کر آواز بلند کرنا یعنی نوحہ اور ماتم وغیرہ (بزار حدیث 795 ترغیب امام منذری کتاب الجنائز حدیث 5179)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورتوں کی جہنم میں دو صفیں بنائی جائیں گی۔ ایک صف ان کے دائیں طرف اور ایک صف ان کے بائیں طرف تو وہ عورتیں دوزخیوں پر کتوں کی طرح بھونکیں گی۔ (طبرانی فی الاوسط ترغیب امام منذری کتاب الجنائز حدیث 5182)

ماتم کی ابتداء کس نے کی تھی؟

سب سے پہلے ابلیس نے ماتم کیا تھا: علامہ شیخ بن صالح شیعی عالم لکھتے ہیں کہ شیطان کو بہشت سے نکالا گیا تو اس نے نوحہ (ماتم) کیا۔ حدیث پاک میں ہے کہ غناء ابلیس کا نوحہ ہے۔ یہ ماتم اس نے بہشت کی جدائی میں کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماتم کرنے والا کل قیامت کے دن کتے کی طرح آئے گا اور آپ نے یہ بھی فرمایا: کہ ماتم اور مرثیہ خوانی زنا کا منتر ہے۔

(شیعہ کی معتبر کتاب مجمع المعارف حاشیہ حلیۃ المتقین، ص 142، ص 162، اور حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)

امام حسین رضی اللہ عنہ کا پہلا باقاعدہ ماتم کوفہ میں آپ کے قاتلوں نے کیا۔ (جلاء العیون ص 424-426 مطبوعہ ایران)

پھر دمشق میں یزید نے اپنے گھر کی عورتوں سے تین روزہ ماتم کرایا۔ (جلاء العیون ص 445 مطبوعہ ایران)

ابن زیاد نے آپ کے سر مبارک کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا۔ کوفہ کے شیعوں نے رو رو کر کہرام برپا کر دیا۔ شیعوں کی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کوفہ والوں کو روتا دیکھ کر سیدنا امام زین العابدین نے فرمایا:

ان ھولاء یبکون علینا فمن قتلنا غیرھم

یہ سب خود ہی ہمارے قاتل ہیں اور خود ہی ہم پر رو رہے ہیں۔ (احتجاج طبرسی، جلد 2، ص 29)

حضرت سیدہ طاہرہ زینب نے فرمایا: کہ تم لوگ میرے بھائی کو روتے ہو؟ ایسا ہی سہی۔ روتے رہو، تمہیں روتے رہنے کی کھلی چھٹی ہے۔ کثرت سے رونا اور کم ہنسنا۔ یقیناً تم رو کر اپنا کالا پن چھپا رہے ہو۔ جبکہ یہ بے عزتی تمہارا مقدر بن چکی ہے۔ تم آخری نبی کے لخت جگر کے قتل کا داغ آنسوؤں سے کیسے دھو سکتے ہو جو رسالت کا خزانہ ہے اور جنتی نوجوانوں کا سردار ہے۔

(احتجاج طبرسی ج 2، ص 30)

اسی طرح شیعہ کی کتاب مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ کوفہ کے لوگ شیعہ تھے۔ (مجالس المومنین ج 1، ص 56)

کیا شیعوں نے امام حسین کو چھوڑ دیا تھا؟

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا: کہ مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے اور شیعوں نے ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لیا ہے جو چاہتا ہے ہم سے الگ ہو جائے، اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

(جلاء العیون ص 421، مصنفہ ملا باقر مجلسی، منتہی الاعمال مصنفہ شیخ عباس قمی ص 238)

مذکورہ بالا خطبہ سے معلوم ہو گیا کہ قاتلان حسین شیعہ تھے اور یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ ملا

خلیل قدوینی لکھتا ہے: ان کے (یعنی شہدائے کربلا کے) قتل ہونے کا باعث شیعہ امامیہ کا تصور ہے تقیہ سے۔ (صافی شرح اصول کافی)

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل شیعہ تھے؟

ملا باقر مجلسی 150 خطوط کا مضمون بایں الفاظ تحریر کرتا ہے:

ایں عریضہ ایست بخدمت جناب حسین بن علی از شیعان وفدویان ومخلصان آنحضرت

ترجمہ: یہ عریضہ شیعوں فدیوں اور مخلصوں کی طرف سے بخدمت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما (جلاء العیون ص 358)

ان تمام بیانات سے معلوم ہوا کہ امام حسین کے قاتل بھی شیعہ تھے اور ماتم کی ابتداء کرنے والے بھی شیعہ تھے اور ان ماتم کرنے والوں میں یزید بھی شامل تھا۔ اب اگر امام حسین کے غم میں رونے یا ماتم کرنے سے بخشش ہو جاتی ہے تو بخشش کا سرٹیفکیٹ کوفیوں کو بھی مل جائے گا اور یزیدیوں کو بھی مل جائے گا۔

بارہ اماموں کے عہد تک موجودہ طرز ماتم کا یہ انداز روئے زمین پر کہیں موجود نہ تھا۔ چوتھی صدی ہجری 352ھ میں المطیع اللہ عباسی حکمران کے ایک مشہور امیر معزالدولہ نے یہ طریق ماتم وبدعات عاشورہ ایجاد کیں۔ اور دس محرم کو بازار بند کر کے ماتم کرنے اور منہ پر طمانچے مارنے کا حکم دیا اور شیعہ کی خواتین کو چہرہ پر کالک ملنے، سینہ کوبی اور نوحہ کرنے کا حکم دیا۔ اہل سنت ان کو منع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے، اس لئے کہ حکمران شیعہ تھا۔

(شیعوں کی کتاب منتہی الاعمال، ج1، ص452، اور اہلسنت کی کتاب، البدایہ والنہایہ، ج11، ص243، تاریخ الخلفاء ص378)

بے صبری کا انجام کیا ہوتا ہے؟ کتب شیعہ کی روشنی میں بیان کریں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ینزل الصبر علی قدر المصیبة ومن ضرب یدہ علی فخذیہ عند مصیبة حبط عملہ

صبر کا نزول مصیبت کی مقدار پر ہوتا ہے (یعنی جتنی بڑی مصیبت اتنا بڑا صبر درکار ہوتا ہے) جس نے بوقت مصیبت اپنے رانوں پر ہاتھ مارے تو اس کے تمام اچھے اعمال ضائع ہو گئے۔

(شیعوں کی معتبر کتاب، نہج البلاغہ، ص495، باب المختار من حکم امیر المومنین حکم 144) (شرح نہج البلاغہ لابن میثم ج5، ص588)

بے صبر کے پاس ایمان نہیں

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا

الصبر من الایمان بمنزلة الراس من الجسد ولا ایمان لمن لا صبر لہ

صبر کا مقام ایمان میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا آدمی کے جسم میں، اس کے پاس ایمان نہیں جس کے ہاں صبر نہیں۔

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق، ص132 الفصل 71، فی الصبر)

فرمان امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:

الصبر من الایمان بمنزلة الراس من الجسد فاذا ذھب الراس ذھب الجسد کذالک اذا ذھب

الصبر لعب الایمان

صبر کا ایمان سے ایسا تعلق ہے جیسا کہ جسم انسانی کے ساتھ سر کا، جب سر نہ رہے، جسم نہیں رہتا، اسی طرح جب صبر نہ رہے، ایمان نہیں رہتا (اصول کافی جلد 2، ص 87، کتاب الایمان والکفر باب الصبر)

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ ﷺ ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ احباط لاجرہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔ یعنی ماتم سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔ (فروع کافی جلد سوم، کتاب الجنائز، باب الصبر والجزع)

کیا پیغمبر، امام یا شہید کا ماتم کرنا جائز ہے؟

جواب: کسی کا بھی ماتم جائز نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔

اذا انامت فلا تخمشی علی وجھا ولا تنشری علی شعراً ولا تنادی بالویل والعویل ولا تقیمی علی نائحۃ

بیٹی جب میں انتقال کر جاؤں تو میری وفات پر اپنا منہ نہ پیٹنا، اپنے بال نہ کھولنا اور ویل عویل نہ کرنا اور نہ ہی مجھ پر نوحہ کرنا

(فروع کافی، جلد 5، ص 527، کتاب النکاح باب صفۃ مبایعۃ النبی ﷺ، حیات القلوب، ج 2، ص 687، جلاء العیون ص 65)

نبی کریم ﷺ کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

لولا انك امرت بالصبر ونہیت عن الجزع لانفدنا علیك ماء الشئون

یارسول اللہ! اگر آپ نے ہمیں صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور ماتم کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ کا ماتم کر کے آنکھوں اور دماغ کا پانی خشک کر دیتے۔ (شرح نہج البلاغہ لابن میثم شیعہ، ج 4، ص 409، مطبوعہ قدیم ایران)

کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی اپنی بہن کو وصیت

یا اختاہ اتقی اللہ وتعزی بعزاء اللہ واعلمی ان اھل الارض یموتون واھل السماء لا یبقون جدی خیر منی وابی خیر منی وامی خیر منی واخی خیر منی ولی ولکل مسلم برسول اللہ ﷺ اسوۃ فعزاً ما بھذا ونحوہ وقال لھا یا اخیۃ انی اقسمت علیك فابری قسمی لا تشقی علی جیباً ولا تخمشی علی وجھا ولا تدعی علی بالویل والثبور اذا انا ھلکت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں اپنی بہن سیدہ زینب کو وصیت کی فرمایا۔ اے پیاری بہن! اللہ سے ڈرنا اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق تعزیت کرنا، خوب سمجھ لو۔ تمام اہل زمین مر جائیں گے اہل آسمان باقی نہ رہیں گے، میرے نانا، میرے بابا، میری والدہ اور میرے بھائی سب مجھ سے بہتر تھے۔ میرے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی

اور آپ کی ہدایات بہترین نمونہ ہیں۔ تو انہی کے طریقہ کے مطابق تعزیت کرنا اور فرمایا: اے ماں جائی میں تجھے قسم دلاتا ہوں۔ میری قسم کی لاج رکھتے ہوئے اسے پورا کر دکھانا۔ میرے مرنے پر اپنا گریبان نہ پھاڑنا اور میری موت پر اپنے چہرہ کو نہ خراشنا اور نہ ہی ہلاکت اور بربادی کے الفاظ بولنا۔ (الارشاد للشیخ مفید ص 232، فی مکالمۃ الحسین مع اختہ زینب، اعلام الوریٰ ص 236 امر الامام اختہ زینب بالصبر، جلاء العیون جلد 2، ص 553 فارسی مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران، اخبار ماتم ص 399)

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں: کہ امام حسین نے میدان کربلا میں جانے سے پہلے اپنی بہن زینب کو وصیت فرمائی، اے میری معزز! بہن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقاء میں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور روا ویلا نہ کرنا۔ (جلاء العیون جلد 2، ص 553، فارسی مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران)

شاعر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت کو اپنے انداز میں پیش کیا

اللہ کو سونپا تمہیں اے زینب و کلثوم لگ جاؤ گلے تم سے بچھڑتا ہے یہ مظلوم
اب جاتے ہی خنجر سے کٹے گا میرا یہ حلقوم ہے صبر کا اماں کے طریقہ تمہیں معلوم
مجبور ہیں ناچار ہیں مرضی خدا سے بھائی تو نہیں جی اٹھنے کا فریاد وبکاء سے
جس وقت مجھے ذبح کرے فرقہ ناری رونا نہ آئے نہ آواز تمہاری
بے صبروں کا شیوہ ہے بہت گریہ وزاری جو کرتے ہیں صبر ان کی خدا کرتا ہے یاری
ہو لاکھ ستم رکھیو نظر اپنے خدا پر اس ظلم کا انصاف ہے اب روز جزاء پر

قبر میں ماتمی کا انجام کیا ہوگا؟ قبر میں ماتمی کا منہ قبلہ کی سمت سے پھیر دیا جائے گا:

ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ سات آدمیوں کا قبر میں منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا جاتا ہے۔

(۱) شراب بیچنے والا (۲) شراب لگاتار پینے والا (۳) ناحق گواہی دینے والا
(۴) جواباز (۵) سودخور (۶) والدین کا نافرمان
(۷) ماتم کرنے والا۔ (شیعہ کی معتبر کتاب: مجمع المعارف حاشیہ بر حلیۃ المتقین ص 168، در حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)

گانا گانے والے اور مرثیہ خواں کو قبر سے اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ غنا کرنے والا اور مرثیہ خواں کو قبر سے زانی کی طرح اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا۔ اور کوئی گانے والا جب مرثیہ خوانی کے لئے آواز بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو شیطان اس کی طرف بھیج دیتا ہے جو اس کے کندھے پر سوار ہو جاتے ہیں۔ وہ دونوں اپنے پاؤں کی ایڑھیاں اس کی چھاتی اور پشت پر اس وقت تک مارتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ نوحہ خوانی ترک نہ کرے۔ (شیعہ کی معتبر کتاب: مجمع المعارف حاشیہ بر حلیۃ المتقین ص 163، در حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک عورت کتے کی شکل میں دیکھی۔ کہ فرشتے اس کی دبر (پاخانے کی جگہ) سے آگ داخل کرتے ہیں اور منہ سے آگ باہر آجاتی ہے۔ اور فرشتے گرزوں کے ساتھ اس کے سر اور بدن کو مارتے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ

عنہا نے پوچھا۔ میرے بزرگوار ابا جان مجھے بتلایئے کہ ان عورتوں کا دنیا میں کیا عمل اور عادت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قسم کا عذاب مسلط کر دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ وہ عورت جو کتے کی شکل میں تھی اور فرشتے اس کی دبر میں آگ جھونک رہے تھے۔ وہ مرثیہ خواں، نوحہ کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

(شیعہ کی معتبر کتاب، حیات القلوب جلد 2، ص 543، باب بست وچہارم در معراج آنحضرت، عیون اخبار الرضا جلد 2، ص 11، انوار نعمانیہ جلد 1، ص 216)

کیا ماتم سننے کی بھی ممانعت ہے؟

نہ صرف ماتم کرنے بلکہ سننے کی بھی ممانعت ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

لعن رسول الله ﷺ النائحة والمستمعة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرمائی۔

(ابوداؤد حدیث 3128، مشکوۃ حدیث 732، کتاب الجنائز باب البکاء)

کیونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لئے مونث کا صیغہ استعمال فرمایا تو جو مرد ہو کر نوحہ کرے تو وہ مرد نہیں زنانہ ہے۔

شیعہ حضرات کے شیخ صدوق نقل کرتے ہیں۔

نهى رسول الله عن الرنة عند المصيبة ونهى عن النياحة والاستماع اليها

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت مصیبت بلند آواز سے چلانے، نوحہ و ماتم کرنے اور سننے سے منع فرمایا۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ج 4، ص 3)

ایک شبہ: فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی۔

فاقبلت امراته فى صرة فصكت وجهها

آپ کی بیوی چلانے لگیں، پس اپنا منہ پیٹ لیا (شیعہ ترجمہ) معلوم ہوا کہ ماتم کرنا حضرت سارہ کی سنت ہے۔

جواب: کوئی شیعہ اس آیت سے حضرت سارہ کا ماتم کے لئے پیٹنا ہرگز ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ قدیم ترین شیعہ مفسر علامہ قمی کے مطابق صکت پیٹنے کے معنی میں نہیں ہے۔ غطت ڈھانپنے کے معنی میں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سارہ عورتوں کی جماعت میں آئیں اور حیا سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا کیونکہ جبریل علیہ السلام نے انہیں اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تھی۔ (تفسیر قمی ج 2، ص 330)

اگر اب بھی تسلی نہ ہوئی تو شیعہ صاحبان کو چاہئے کہ ماتم شہداء کی بجائے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری سن کر کرنا چاہئے تاکہ اپنے خیال کے مطابق سنت سارہ پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اہل بیت کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے صبر کا مظاہرہ فرمایا۔ نہ خود ماتم کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا اور ہم محب اہل بیت ہیں اور ان کے قول وفعل کو اپناتے ہوئے صبر کا اظہار کرتے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ کرام کے فرمان کو نہ مانے اور بے صبری کا مظاہرہ کرے وہ محب اہل بیت نہیں ہو سکتا۔

عشرہ محرم میں سیاہ لباس پہننا اور مہندی، پنجہ، گھوڑا

اور تعزیہ نکالنے کا کیا حکم ہے

مہندی، پنجہ، گھوڑا اور تعزیہ نکالنا یزیدیوں کے کرتوتوں کی نقل ہے

کہا جاتا ہے کہ کربلا میں قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی تو حضرت قاسم نے مہندی لگائی مروجہ رسم مہندی نکالنے کی اسی کی نقل ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت مخفی نہیں کہ کربلا کا معرکہ خونی شادی کا موقع ہر گز نہ ہوسکتا تھا۔ نیز مہندی پانی میں ملا کر لگائی جاتی ہے اور اہل بیت کے لئے تو پانی بند تھا۔ یونہی پنجہ و گھوڑا نکالنا اور مروجہ تعزیہ بنانا یہ سب بدعت باطلہ اور انصاب میں داخل ہیں۔ ائمہ اہل بیت سے ان چیزوں کی قطعا کوئی سند نہیں ملتی۔ فی الحقیقت یزیدیوں نے صرف ایک دفعہ اہل بیت پر مظالم ڈھا کر کوفہ و دمشق کے بازاروں میں گھمایا تھا لیکن یہ لوگ ہر سال یزیدیوں کے کرتوتوں کی نقل بنا کے گلی کوچوں میں گھماتے پھرتے ہیں۔ پھر اس پر دعوت محبت بھی۔ اللہ ہدایت دے۔

عشرہ محرم میں سیاہ لباس پہننا ممنوع ہے

مذہب مہذب اہل سنت و جماعت میں علی العموم سیاہ لباس پہننا محض مباح ہے۔ نہ تو اس پر کسی قسم کا ثواب مرتب ہوتا ہے، نہ گناہ۔ البتہ ماتم کی غرض سے سیاہ کپڑے پہننا شرعا ضرور ممنوع ہے۔ شیعہ اثناء عشریہ کے مذہب میں ماتم کا موقع ہو یا نہ، ہر حال میں سیاہ لباس سخت گناہ و ممنوع و حرام ہے۔ پھر اسے ثواب جاننا بالکل الٹی گنگا بہانا اور شیعہ مذہب کے مطابق ڈبل گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ چنانچہ شیعہ لٹریچر کی انتہائی مستند کتب سے دلائل ملاحظہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تلبسوا لباس اعدائی

میرے دشمنوں کا لباس مت پہنو اور میرے دشمنوں کے کھانے مت کھاؤ اور میرے دشمنوں کی راہوں پر مت چلو، کیونکہ پھر تم بھی میرے دشمن بن جاؤ گے جیسا کہ وہ میرے دشمن ہیں۔ اس کتاب کا مصنف (شیخ صدوق شیعی) کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا لباس، سیاہ لباس ہے۔ (عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق باب 30، الاخبار المنثور حدیث 51)

شیعہ حضرات کے یہی صدوق رقم طراز ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

لا تلبسوا السواد فانہ لباس فرعون

سیاہ لباس نہ پہنا کرو کیونکہ سیاہ لباس فرعون کا لباس ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق باب یصلی فیہ من الثیاب حدیث 17)

مشہور شیعہ محدث جعفر محمد بن یعقوب کلینی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے فرمایا۔

انہ لباس اهل النار

بے شک وہ (سیاہ لباس) جہنمیوں کا لباس ہے۔ (الکافی کلینی کتاب الزی والتجمیل باب لباس السواد)

شیعوں کے مشہور محدث شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق سے سیاہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو

آپ نے جواب میں فرمایا: لاتصل فیھا فانھا لباس اھل النار
جنہیں کالباس ہے۔
سیاہ ٹوپی میں نماز مت پڑھو بے شک وہ (سیاہ لباس) جہنیوں کا لباس ہے۔
(من لا یحضرہ الفقیہ باب المصلی فیہ حدیث 19765، حلیۃ المتقین ملا باقر مجلسی باب اول در لباس پوشیدن فصل چہارم در بیان رنگہائے)

کربلا جانے والے اہل بیت کی تعداد کیا تھی؟

حضرت امام حسین کے تین صاحبزادے (۱) علی اوسط امام زین العابدین (۲) علی اکبر (۳) علی اصغر رضی اللہ عنہم اور ایک بیٹی حضرت سکینہ جن کی عمر سات سال تھی۔ دو بیویاں بھی ہمراہ تھیں حضرت شہر بانو اور علی اصغر کی والدہ

حضرت امام حسن کے چار صاحبزادے (۱) حضرت قاسم (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت ابوبکر (۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہم کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پانچ (۱) حضرت عباس (۲) حضرت عثمان (۳) حضرت عبداللہ (۴) حضرت جعفر (۵) حضرت محمد اصغر (ابوبکر) رضی اللہ عنہم

حضرت علی کی کل اولاد (۲۷) ہیں، ان میں سے پانچ کربلا میں شہید ہوئے۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ 1/440)

حضرت عقیل کے (۴) فرزندوں سے حضرت امام مسلم پہلے ہی شہید ہو چکے تھے اور تین کربلا میں شہید ہوئے (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت عبدالرحمن (۴) حضرت جعفر رضی اللہ عنہم

حضرت زینب امام حسین کی بہن کے دو بیٹے عون اور محمد رضی اللہ عنہم

ان کے والد کا نام حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے۔ اہل بیت کرام میں سے کل سترہ افراد آپ کی ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ (سوانح کربلا، طبری خطبات محرم جلال الدین امجدی، ص378)

شیعہ نہ اہل بیت کو مانتے ہیں اور نہ شہداء کربلا کو، حضرت امام حسن کے صرف ایک بیٹے حضرت قاسم کا نام لیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم تین کا نام نہیں لیتے۔ اگر وہ شہداء کربلا کا نام لے لیں تو ان کا عقیدہ ختم ہو جاتا ہے کہ اہل بیت کا صحابہ کرام سے پیار تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنی اولاد کے نام خلفائے راشدین کے نام پر رکھے۔ اہل سنت چاروں کا نام لیتے تو حقیقت میں شہداء کربلا کو ماننے والے سنی ہیں، شیعہ ان کے منکر ہیں۔

شیعہ حضرت علی کی اولاد کے بھی منکر ہیں۔ پانچ شہداء کربلا میں صرف ایک کا نام لیتے ہیں۔ حضرت عباس کا، ان کا علم بھی لگاتے ہیں، باقی چار کا نام تک نہیں لیتے حالانکہ حضرت عباس کے حضرت عثمان، حضرت عبداللہ اور حضرت جعفر کے سگے بھائی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ام البنین بنت حرام ہے اور حضرت محمد اصغر (ابوبکر) بن علی کا نام بھی نہیں لیتے ان کی والدہ کا نام لیلی بنت مسعود تھا تو شہداء کربلا اور اہل بیت کا منکر کون اور محب کون؟

شیعہ حضرت امام حسین کی اولاد کو امام مانتے ہیں جو کربلا میں شہید بھی نہیں ہوئے اور آپ کے سگے بھائی حضرت امام حسن کی اولاد کو امام نہیں مانتے جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ کتنی نا انصافی ہے اور حضرت علی کی اولاد کو بھی امام نہیں مانتے جو کربلا میں شہید

ہوئے ہیں۔

اہل بیت کی تین قسمیں ہیں: (۱) اہل بیت سکونت یعنی ازواج (۲) اہل بیت ولادت (۳) اہل بیت نسب پہلی قسم اہل بیت سکونت یعنی (۱۱) ازواج میں سے صرف ایک زوجہ حضرت خدیجہ کو مانتے ہیں۔ باقی سب کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان کو گالیاں دیتے ہیں حالانکہ قرآن نے ان کو اہل بیت اور مومنوں کی ماں فرمایا ہے۔ اہل سنت سب کو مانتے ہیں۔

دوسری قسم اہل بیت ولادت چار بیٹیوں میں سے صرف ایک بیٹی کو مانتے ہیں لہٰذا اہل بیت کے منکر ہوئے بلکہ یہ حضرت علی کی بیویوں کے بھی منکر ہیں۔ حضرت علی کی ایک بیوی کا نام امامہ تھا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی نواسی تھیں۔ حضرت زینب کی بیٹی اگر نبی کریم ﷺ کی صرف ایک ہی بیٹی تھی۔ حضرت فاطمہ تو پھر حضرت علی کی بیوی حضرت امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ کہاں سے آ گئیں۔ معلوم ہوا کہ اہل سنت ہی اہل بیت اور شہداء کربلا کے محب ہیں۔

اہل بیت کے سچے محب کون ہیں؟

اہل بیت کے سچے محب سنی ہیں، شیعہ منکر اہل بیت ہیں کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کی چار بیٹیوں میں سے ایک کو اور تمام زواج میں سے صرف ایک زوجہ کو مانتے ہیں۔ اس لئے یہ منکر اہل بیت ہیں نیز اس واقعہ سے بھی اہل سنت کی حقانیت واضح ہے۔

ضلع شیخوپورہ میں موٹروے پر خانقاہ ڈوگراں انٹرچینج کے قریب ڈیرہ سردھڑ میں صحیح العقیدہ سنی بریلوی نوجوان محمد سرفراز پر آگ گلزار ہو گئی جبکہ منکر صحابہ شاہد نامی آگ میں جل گیا۔ تفصیلات کے مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۰۹ بروز پیر ڈیرہ سردھڑ میں شاہد نامی نوجوان (جو کہ شیعہ کتب فکر سے تعلق رکھتا ہے) اپنے خودساختہ عقیدہ کے مطابق عمل کر کے بوقت عصر اپنے ڈیرے پر پہنچا تو بعض سنی حضرات نے اسے کہا "الحمد للہ ہم بھی اہل بیت کے غلام ہیں اور ہم بڑے ادب کے ساتھ قرآن خوانی اور فضائل وشہادت کا بیان سن سنا کر امام حسین کی یاد مناتے ہیں۔ تم بھی اسی طریقہ سے امام حسین کی یاد منایا کرو، خودساختہ نظریات چھوڑ دو، اس پر شاہد ولد اشرف خان نے کہا کہ "ہمارا طریقہ ٹھیک ہے اور جنت کی ٹکٹیں ہمارے پاس ہیں، ہمارے علاوہ باقی سب دوزخی ہیں اور میرا چیلنج ہے کہ پورے ملک میں سے کوئی سنی آگ میں چھلانگ لگائے جو سچا ہوگا بچ جائے گا جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا۔ یہ بات سن کر محمد سرفراز ولد محمد انور بھٹی نمبردار نے شاہد سے کہا "مجھے تیرا چیلنج منظور ہے" چنانچہ اسی وقت آگ لگائی گئی اور محمد سرفراز شاہد کا بازو پکڑ کر آگ میں داخل ہو گیا۔ محمد سرفراز نے آگ میں داخل ہوتے ہی شاہد کا بازو چھوڑ دیا تو شاہد کے کپڑوں کو فوری طور پر آگ لگ گئی اور محمد سرفراز تین منٹ تک آگ کے شعلوں میں کھڑا ہو کر کلمہ طیبہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی الک واصحابک یا حبیب اللہ کا ورد کرتا رہا۔ اس منظر کو موقع پر موجود بیس پچیس افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ)

3129 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ وَأَبِي مُعَاوِيَةَ الْمَعْنَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: وَهِلَ تَعْنِي ابْنَ عُمَرَ إِنَّمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ، فَقَالَ: إِنَّ صَاحِبَ هٰذَا

يُعَذَّبُ وَاَهْلُهُ يَبْكُونَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَاَتْ: (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی) (الأنعام: 164) قَالَ: عَنْ اَبِي مُعَاوِيَةَ عَلٰی قَبْرِ يَهُودِيٍّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میت کے اہل خانہ کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے''

راوی بیان کرتے ہیں: اس روایت کا تذکرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا، کیا یہ بات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے، (اس کی حقیقت یہ ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں''

پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی:

''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''

ابومعاویہ نامی راوی کے حوالے سے یہ الفاظ منقول ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کی قبر کے پاس سے گزرے تھے۔

برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا میں سے حصہ ملے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے؟ کہ بعض لوگوں کے گناہوں کا عذاب بعض دوسروں کو ہوگا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

(آیت) "وليحملن اثقالهم واثقالا مع اثقالهم"۔ (العنکبوت: ۱۳)

ترجمہ: اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ اٹھائیں گے۔

(آیت) "ليحملوا اوزارهم كاملة يوم القيامة ومن اوزار الذين يضلونهم بغير علم الاساء مايزرون"۔ (النحل: ۲۵)

ترجمہ: تاکہ وہ (متکبر کافر) قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان لوگوں کے اٹھائیں جنہیں وہ اپنی جہالت سے گمراہ کرتے تھے، سنو وہ کیسا برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھاتے ہیں۔

اسی طرح بعض احادیث میں بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے خون کی سزا سے ایک حصہ پہلے ابن آدم (قابیل) کو بھی ملے گا' کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کرنے کی رسم اور گناہ کو ایجاد کیا۔ (صحیح البخاری' ج ٤' رقم الحدیث: ٣٣٣٥' ج ٧' رقم الحدیث: ٧٣٢١' ج ٧' رقم الحدیث: ٦٨٦٧' صحیح مسلم رقم الحدیث: ١٦٧٧' سنن ترمذی' ج ٤' رقم الحدیث: ٢٦٨١' سنن نسائی رقم الحدیث: ٣٩٩٦' مسند احمد' ج ٢' رقم الحدیث: ٣٦٣٠' مصنف عبدالرزاق' رقم الحدیث: ١٩٧١٨' مصنف ابن ابی شیبہ' ج ٩' ص

۲۶۱ صحیح ابن حبان ج ۱۲ رقم الحدیث: ۵۹۸۳ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۱۵)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی برائی اور گناہ کو ایجاد کیا تو قیامت تک جتنے لوگ اس برائی پر عمل کریں گے تو ان کے گناہوں کی سزا میں اس برائی کے ایجاد کرنے والے کا بھی حصہ ہوگا' کیونکہ وہ ان سب لوگوں کے لیے اس برائی کے ارتکاب کا سبب بنا تھا' اور بعد کے لوگوں کی سزا میں کوئی کمی نہیں ہوگی' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی تو اس کو ہدایت پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور اس متبعین کے اجروں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس کو اس گمراہی پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور ان متبعین کی سزاؤں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (سنن ترمذی ج ۴' رقم الحدیث: ۲۶۸۳' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۶۷۴' سنن ابوداؤد ج ۴' رقم الحدیث: ۴۶۰۹' موطا امام مالک رقم الحدیث: ۵۰۷' مسند احمد ج ۳' رقم الحدیث: ۹۱۷۱)

کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا' اس قاعدہ کے بعض مستثنیات:

کسی شخص کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں ملے گی' یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب وہ شخص دوسروں کو اس گناہ سے منع کرتا رہے' لیکن اگر کوئی شخص خود نیک ہو اور اس کے سامنے دوسرے گناہ کرتے رہیں اور وہ ان کو منع نہ کرے تو اس نیک شخص کو اس لیے عذاب ہوگا کہ اس نے ان دوسروں کو برائی سے نہیں روکا۔ قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون"۔ (المائدہ: ۷۹)

ترجمہ: وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیے تھے' وہ بہت برا کام کرتے تھے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نیند سے یہ فرماتے ہوئے بیدار ہوئے "لا الٰہ الا اللہ" عرب کے لیے تباہی ہو اس شر سے جو قریب آ پہنچا' یا جوج ماجوج کی رکاوٹ کے ٹوٹنے سے' آج روم فتح ہوگیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عقد بنایا' میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے' حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں جب برائیاں زیادہ ہو جائیں گی۔

(صحیح البخاری ج ۴' رقم الحدیث: ۳۳۴۶' صحیح مسلم فتن ۱' (۲۸۸۰) ۷۱۰۲' سنن الترمذی ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۹۴' مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۷۴۹' مسند الحمیدی رقم الحدیث: ۳۰۸' مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۹۰۶۱' مسند احمد ج ۱۰' رقم الحدیث: ۲۷۴۸۶' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰' ص ۹۳)

اسی طرح اس قاعدہ سے بعض احکام بھی مستثنیٰ ہیں' مثلاً اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو خطاً قتل کر دے یا اس کا قتل شبہ عمد ہو (قتل شبہ عمد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو سزا دینے کے قصد سے لاٹھی' کوڑے یا ہاتھ سے ضرب لگائے اور اس کا قصد قتل کرنا نہ ہو) تو اس کی دیت عاقلہ پر لازم آتی ہے' تاکہ اس کا خون رائیگاں نہ ہو' اب یہاں جرم تو ایک شخص نے کیا ہے اور اس کا تاوان اس کے عاقلہ ادا کریں گے۔ عاقلہ سے مراد مجرم کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں جن کو عصبات کہتے ہیں' حدیث شریف میں ہے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی ایک چوب سے مارا در آنحالیکہ وہ

مضروبہ حاملہ تھی اور (اس ضرب سے) اس کو ہلاک کر دیا۔ ان میں سے ایک عورت بنولحیان کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلہ کے عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ دار) پر مقتولہ کی دیت لازم کی اور اس کے پیٹ کے بچہ کے تاوان میں ایک باندی یا ایک غلام کا دینا لازم کیا۔

(صحیح مسلم' القسامہ' ۳۷' ۱۶۸۲' ۴۳۱۴' سنن ابوداؤد' ج ۴' رقم الحدیث: ۴۵۶۸' سنن الترمذی' ج ۳' رقم الحدیث: ۱۴۱۵' سنن النسائی' ج ۸' رقم الحدیث۔ ۴۸۲۲-۴۸۲۶' ۴۸۴۲' سنن ابن ماجہ' ج ۲' رقم الحدیث: ۲۶۳۳)

اسی طرح اگر مسلمانوں کے محلہ میں کوئی مسلمان مقتول پایا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا قاتل کون ہے؟ تو اس محلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں گے کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے' نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اور ان کے قسم کھانے کے بعد اہل محلہ پر دیت لازم آئے گی' تا کہ مسلمان کا قتل رائیگاں نہ جائے' اس کو قسامت کہتے ہیں' یہاں بھی قتل کسی اور نے کیا ہے اور اس کا تاوان یہ محلہ والے ادا کریں گے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک شخص یہود کی رہٹ والی زمین میں مقتول پایا گیا۔ انہوں نے اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے یہود کے پچاس چنے ہوئے لوگوں کو بلایا اور ہر ایک سے یہ قسم لی کہ اللہ کی قسم انہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ مجھے اس کے قاتل کا علم ہے پھر ان پر دیت لازم کر دی۔ یہود نے کہا بخدا یہ وہی فیصلہ ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت میں تھا۔ (سنن دارقطنی' ج ۴' رقم الحدیث: ۲۱۹' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

(۱) امام فریابی، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے لفظ آیت ولا تزر وازرۃ وزر اخری کے بارے میں فرمایا کہ کوئی آدمی دوسرے کے گناہ کے بدلے میں نہیں پکڑا جائے گا۔

(۲) امام حاکم نے (اور آپ نے اس کو صحیح بھی کہا ہے) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا سے پیدا ہونے والی اولاد پر اس کے والدین (کے گناہ) کا بوجھ نہیں کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ (اپنے اوپر) نہیں اٹھائے گا۔

(۳) امام ابن ابی حاتم نے ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ بنت ابان بن عثمان وفات پا گئی جنازہ حاضر ہوا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رونے کو سنا فرمایا کیا یہ رونے سے باز نہیں آئیں گی۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اس پر زندہ آدمی کے رونے سے راوی نے کہا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور میں نے ان کو یہ بات بتائی تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم بلاشبہ تو مجھ کو خبر دے رہا ہے۔ ایسے شخص کی طرف سے جو نہ تو جھوٹ بولنے والا ہے اور نہ اس پر تہمت لگائی گئی ہے۔ لیکن اس نے سننے میں غلطی کی۔ اور قرآن میں (جو کچھ) ہے وہ تم کو کافی ہوگا۔ (اور وہ ہے) لفظ آیت: ولا تزر وازرۃ وزر اخری

(۴) امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت عائشہ سے ولد الزنا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس پر اس کے ماں باپ کے گناہ میں سے کچھ بھی گناہ نہ ہوگا اور یہ آیت پڑھی۔ لفظ

آیت: ولا تزر وازرۃ وزر اخری

(۵) امام ابن ابی شیبہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ولد الزنا تینوں میں سے بہتر ہے (یعنی زانی مرد زانیہ عورت اور ولد الزنا) اس کے بارے میں کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ تینوں میں سے زیادہ برا ہے۔

(۶) امام ابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے لفظ آیت ولا تزر وازرۃ وزر اخری کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر دوسرے بندے کے گناہ کا بوجھ نہیں لادیں گے۔ اور اس کو نہیں پکڑیں گے مگر اس کے اپنے عمل سے۔ (تفسیر در منثور، سورہ انعام، بیروت)

3130 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي مُوسَى وَهُوَ ثَقِيلٌ، فَذَهَبَتِ امْرَأَتُهُ لِتَبْكِيَ، أَوْ تَهُمَّ بِهِ، فَقَالَ لَهَا أَبُو مُوسَى: أَمَا سَمِعْتِ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ قَالَتْ: بَلَى، قَالَ: فَسَكَتَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو مُوسَى، قَالَ يَزِيدُ: لَقِيتُ الْمَرْأَةَ فَقُلْتُ لَهَا: مَا قَوْلُ أَبِي مُوسَى لَكِ أَمَا سَمِعْتِ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَكَتِّ؛ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَمَنْ سَلَقَ وَمَنْ خَرَقَ

یزید بن اوس بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت بیمار تھے، (یا مدہوشی کے قریب تھے) ان کی اہلیہ نے رونا شروع کر دیا (یا رونے کا ارادہ کیا) تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: کیا تم نے وہ بات نہیں سنی ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے، اس خاتون نے جواب دیا: جی ہاں! راوی کہتے ہیں: وہ خاتون خاموش ہوگئی، راوی بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا، یہاں یزید نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: میری ملاقات اس خاتون سے ہوئی میں نے ان سے دریافت کیا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جو آپ سے کہا تھا، اس سے مراد کیا ہے، کہ کیا تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے، وہ بات نہیں سنی ہے، تو پھر آپ خاموش ہوگئی تھیں، تو اس خاتون نے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

"وہ شخص ہم میں سے نہیں، جو (مصیبت کے اظہار کے طور پر) سر مونڈ لیتا ہے، یا گال پیٹتا ہے، یا کپڑے پھاڑ دیتا ہے"

3131 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ عَامِلٌ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَى الرَّبَذَةِ، حَدَّثَنِي أَسِيدُ بْنُ أَبِي أَسِيدٍ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنَ الْمُبَايِعَاتِ، قَالَتْ: كَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْرُوفِ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ لَا نَعْصِيَهُ فِيهِ: أَنْ لَا نَخْمُشَ وَجْهًا، وَلَا نَدْعُوَ

3130-حديث صحيح. يزيد بن اوس -وان كان مجهولاً قد توبع. ابراهيم: هو ابن يزيد النخعي ومنصور: هو ابن المعتمر، وجرير: هو ابن عبد الحميد. واخرجه النسائي (1865) من طريق شعبة عن منصور بن المعتمر بهذا الاسناد. واخرجه النسائي (1866) من طريق اسرائيل بن يونس السبيعي عن منصور، عن ابراهيم، عن يزيد بن اوس، عن ام عبد الله امراة ابي موسى، عن ابي موسى. واخرجه بنحوه مسلم (104) وابن ماجه (1487) و (1586)، والنسائي (1863) و (1867) من طرق عن ابي موسى الاشعري. وعلقه البخاري في "صحيحه" (1296) بصيغة الجزم.

وَيْلًا، وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا، وَأَنْ لَا نَنْشُرَ شَعَرًا

اسید بن ابو اسید ایک خاتون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اس خاتون نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا تھا وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہم سے جو عہد لیا تھا، جو نیکی کے بارے میں تھا، اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ ہم بھلائی کے کام میں نافرمانی نہیں کریں گی اور (نوحہ کرتے ہوئے) اپنے چہرے کو نہیں نوچیں گی، واویلا نہیں کریں گی، کپڑے نہیں پھاڑیں گی اور بال نہیں نوچیں گی۔

بَابُ صَنْعَةِ الطَّعَامِ لِأَهْلِ الْمَيِّتِ

باب: اہل میت کے لیے کھانا تیار کرنا

3132 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَإِنَّهُ قَدْ أَتَاهُمْ أَمْرٌ شَغَلَهُمْ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو، کیونکہ ان کے گھر والوں کے لیے ایسی صورتحال آ گئی ہے، جس نے انہیں مشغول کر دیا ہے" (احمد بن حنبل، 205:1، رقم: 1751، ابن ماجہ، السنن، 514:1، رقم: 1610)

شرح

آج کل بعض شہروں میں کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں جو ایسے مواقع پر اہل میت کے لئے کھانا تیار کر کے حکم نبوی پر عمل کرتے ہیں۔ یونہی بعض حساس پڑوسی مسلمان اپنی طرف سے کھانے کا بندوبست کر دیتے ہیں، بلکہ کئی کئی دن تک اہل میت کے لئے کھانا بھیجا جاتا ہے۔ مقامی عزیزوں کو تو ویسے ہی اپنے گھروں پر کھانا کھانا چاہیے، ہاں وہ دور دراز سے آنے والے یا گھر والے اس سے فائدہ اٹھائیں گے، کم از کم اہل میت کو اس طرف سے تو پریشانی لاحق نہیں ہونی چاہیے۔ افسوس! کہ ہم نے اس حکم سے روگردانی کر کے اہل میت کے لئے الٹے مسائل پیدا کر رکھے ہیں۔ امیر غریب سب کی دعوت عام کی جاتی ہے۔ استغفر اللہ۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اگر یہ کھانا ایصال ثواب کے لئے ہے تو پھر بھی دیکھیں اس پر خرچ کس کا اٹھ رہا ہے؟ کیا یہ خیرات مرنے والے کے ترکہ سے ہے؟ اگر ایسا ہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ مرنے والے کے کل ترکہ سے پہلے میت کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ پھر جو بچے اس سے اگر میت کے ذمہ قرض ہے تو وہ اتارا جائے۔ بقایا ترکہ میں سے میت کی وصیت پوری کی جائے جو کہ کل ترکہ کی ایک تہائی سے زائد نہ ہو، اس کے بعد میت کے ترکہ میں تمام وارثوں پر مقررتناسب سے تقسیم کیا جائے۔ میت کے تمام ترکہ میں تمام وارثوں کا حق ہوتا ہے، اور جب تک وہ تمام ورثاء اجازت نہ دیں آپ اس جائیداد میں کمی بیشی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس غیر منقسم جائیداد میں سے وارثوں کی اجازت کے بغیر خیرات کرنا حرام ہے، اس میں کوئی ثواب نہیں۔ اگر اہل خانہ کسی وارث یا بچوں کا حق نہیں مارتے، اور اپنی جیب سے کرتے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

اگر خوشحال ہیں تو ایسے مواقع پر ایصال ثواب کے لئے کھانے پینے اور قرآن خوانی کا اہتمام کرنا نیکی ہے، غریب پروری ہے اس کا یقیناً میت کو ثواب پہنچے گا۔

اگر غریب و مساکین ہیں اور لوگوں کی دیکھا دیکھی یا عوام کے طعنوں سے بچنے کے لئے یا جھوٹی ناک بچانے کے لئے قرض لے کر یہ تقریبات انجام دیتے ہیں تو کوئی نیکی نہیں۔ یہ حماقت اور گناہ ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ میت کے نابالغ بچے اہل ولایت نہیں وہ راضی خوشی اگر اجازت بھی دیں تو غیر منقسم ترکہ سے سوئم، چہلم وغیرہ پر وہ مال خرچ کرنا جائز نہیں۔ البتہ ورثاء بالغ ہیں، عقلمند ہیں، حاضر ہیں، اور خوشدلی سے ختم وغیرہ غیر منقسم ترکہ سے دلاتے ہیں تو جائز ہے۔ یہی صدقہ و خیرات کی تمام صورتیں ہیں چہلم وغیرہ پر دعوت نامے اور دوسرے تکلفات یہ سب جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی نت نئی ایجادات ہیں۔ عوام کو چاہیے کہ غمی و خوشی کے مواقع پر اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائیں۔ نقل اتارنا ہے تو نیک کاموں میں اتاریں، گناہوں میں دوسروں کی نقل نہ اتاریں۔ دوسروں کے محلات دیکھ کر اپنی جھونپڑی کو آگ نہ لگائیں اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے۔

اگر میت صاف ستھری ہو اور تلویث مسجد کا ڈر نہ ہو تو میت کی چارپائی مسجد میں رکھ سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔

اگر کوئی اور جگہ دستیاب نہ ہو اور تلویث مسجد کا بھی ڈر نہ ہو تو مسجد میں میت کو غسل دے سکتے ہیں۔ مسجد میں غسل دینے سے مراد وضو اور غسل خانے والی جگہ ہے نہ کہ مسجد کا ہال یا صحن۔ اگر خطرہ ہو کہ وہاں غسل دینے سے بھی مسجد میں بدبو پھیلے گی یا گندگی کا ڈر ہے تو پھر جائز نہیں ہے۔ (مفتی: عبدالقیوم ہزاروی، منہاج القرآن)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ پہلے مسلمانوں کے لئے دعا کرتے رہیں گے چنانچہ فرمایا

> ترجمہ: اور وہ (مسلمان) جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ ہمارے رب! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (حشر 10)

اگر ایک مسلمان کی دعا دوسرے مسلمان کو نہیں پہنچتی اور اسے فائدہ نہیں دیتی تو یہ حکم دعا اور عمل دعا فضول ولغو ٹھہرے گا۔

عاص بن وائل نے وصیت کی کہ میری طرف سے میرے فوت ہونے کے بعد) سو غلام آزاد کیا جائے۔ حسب وصیت اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کئے اور اس کے بیٹے نے ارادہ کیا کہ میں بھی اپنے باپ کی طرف سے بقیہ پچاس غلام آزاد کروں اور کہا اس وقت تک آزاد نہیں کروں گا جب تک حضور ﷺ سے نہ پوچھ لوں۔ پھر وہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کیا اور پوچھا ''افا عتق عنہ'' کیا میں اپنے باپ کی طرف سے باقی پچاس غلام آزاد کروں''

فقال رسول اللہ ﷺ انہ لو کان مسلماً فاعتقم عنہ او تصدقتم عنہ او حججتم عنہ بلغہ ذلک

(ابوداؤد شریف)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ وخیرات کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو اسے یہ (یعنی ان چیزوں کا ثواب جاپہنچتا) (مشکوٰۃ شریف باب الوصایا ج1 ص226)

امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث ومحقق دہلوی حنفی علیہ الرحمہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

"دل علی ان الصدقته لاتنفع الکافر ولاتنجیه وعلی ان المسلم ینفعه العبادة المالیته والبدنیته (لمعات حاشیہ مشکوٰۃ ص226)

مزید فرماتے ہیں

''ازیں حدیث مفہوم شد کہ صدقہ سود ندارد کافر اور ستگاری نمے بخشد از عذاب ونیز معلوم شد کہ بمسلمان میرسد ثواب عبادت مالی وبدنی ہردو''۔ (اشعۃ اللمعات جلد 3 صفحہ 100)

یعنی اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مسلمان کو مالی اور بدنی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے اور اسے نفع دیتا ہے بخلاف کافر کے کہ ''مرگیا مردود نہ فاتحہ نہ درود'' ہاں بدنی عبادت میں نیابت جائز نہیں یعنی کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز فرض پڑھ دے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی' ہاں نماز کا ثواب بخشا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"من یضمن لی منکم ان یصلی لی فی مسجد العشار رکعتین اواربعا ویقول هذه لابی هریرة" (ابوداؤد شریف)

یعنی کون میرے لئے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ مسجد عشاء میں میرے لئے دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور کہے یہ ابوہریرہ کے لئے ہے' یعنی اس نماز کا ثواب ابوہریرہ کے لئے ہے۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم ص468)

اسی طرح ہر عبادت کا ثواب بخشا جاسکتا ہے اور اسے پہنچتا ہے' علاوہ ازیں بہت سی حدیثیں اس بارے میں وارد ہیں۔

والاحادیث والآثار فی هذه الباب اکثر من ان تحصی

یعنی اس باب میں احادیث وآثار شمار کرنے سے بھی زیادہ ہیں۔ (شرح عقائد ص123)

دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم ای صدقته الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للموات خلافا للمعتزله

یعنی زندوں کا وفات یافتہ مسلمانوں کے لئے دعا کرنا اور زندوں کا فوت شدہ مسلمانوں کی طرف سے صدقہ کرنا ان کے لئے نفع ہے بخلاف معتزلہ کے۔ (شرح عقائد ص122)

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

خلاصہ: یعنی جو گورستان میں داخل ہوا اور اس نے سورۃ یسین پڑھ کر ان کو بخشی تو اس دن گورستان والوں سے اللہ عذاب میں تخفیف کرے گا اور اس کو اموات کی تعداد کے مطابق نیکیاں ملیں گی اور ایک حدیث میں آیا کہ جس نے گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص

پڑھ کر اس کا ثواب اموات کو بخشا' اموات کی تعداد کے مطابق اس ثواب بخشنے والوں کو ثواب ملے گا۔ قرآن پاک مختلف مقامات سے تلاوت کر کے اس کا ثواب وصال یافتہ حضرات کو یوں بخشے کہ اے اللہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں مخصوص شخص کو یا ان سب کو بخش دے۔ تنبیہ ہمارے علماء احناف نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ انسان کو از روئے شریعت اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کو بخش دے' خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ' صدقہ ہو یا غیر صدقہ اور اس شخص کے لئے افضل یہ ہے جو نفلی صدقہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ سب مومن مردوں اور عورتوں کی نیت کرے' اس لئے کہ اس کا ثواب ان سب کو پہنچے گا اور اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے' ثواب بخشنے والا زندہ کو بھی ثواب بخش سکتا ہے اور مردہ کو بھی قبل از عمل بھی نیت کر سکتا ہے اور بعد از عمل بھی فرض بھی اور نفل بھی ایک مرتبہ فاتحہ پڑھ کر اگر اہل مقبرہ کو بخش دے تو ان میں سے ہر ایک کو پوری فاتحہ کا ثواب ملے گا انشاء اللہ الغفار۔ (رد المحتار' جلد اول' ص ۶۶۶)

امام سیدی عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

ومذهب اهل السنة ان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره

یعنی اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ انسان اپنے ثواب کا عمل غیر کو بخش سکتا ہے۔ (کتاب المیزان للشعرانی جلد 1 ص 210)

فاتحہ' تیجہ (قل خوانی)' دسواں' چالیسواں' شش ماہی' سالانہ عرس' جمعراتیں' گیارہویں شریف' نیاز امامین' سب اسی ایصال ثواب میں داخل ہیں کہ ان تقریبات میں جو کلام وطعام لوجہ اللہ ہوتا ہے' اس کا ثواب وصال یافتہ حضرات کو بخشا جاتا ہے' باقی رہا جانوروں کو بحیثیت ایصال ثواب ان کی طرف منسوب کرنا یا ماکولات اور مشروبات' دودھ' شربت و پانی پر ان بزرگوں کا نام آنا بھی موجب حرمت نہیں ہے' بلکہ یہ بھی حدیث شریف سے ثابت ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں فوت ہو چکی ہے تو (اس کی طرف سے) کون سا صدقہ افضل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پانی تو حضرت سعد نے کنواں کھدوایا اور کہا: ''هذه لام سعد'' یہ سعد کی ماں (متوفیہ کا کنواں ہے) (ابوداؤد' نسائی' مشکوۃ ص 169' شرح عقائد ص 123)

اگر فوت شدہ کا نام پانی پر آنا اس پانی کے حرام ہونے کا سبب بنتا تو حضرت سعد اس کنویں پر ام سعد کا نام نہ آنے دیتے' ما اہل بہ لغیر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ بوقت ذبح جانور پر غیر اللہ کا نام نہ آئے' جان کا نکالنا خالق جان ہی کے نام پر ہو۔

(تفسیر خازن و مدارک جلد 1 ص 103)

قبل از ذبح یا بعد از ذبح بغرض ملکیت یا بغرض ایصال ثواب وغیرہ کسی کا نام جانور وغیرہ پر آنا یہ سبب حرمت نہیں مثلاً یوں کہا جاتا ہے۔ مولوی صاحب کی گائے' خان صاحب کا دنبہ' ملک صاحب کی بکری' عقیقہ کا جانور' قربانی کا بکرا' ولیمہ کی بھینس' ان جانور پر جو غیر اللہ کا نام پکارا گیا تو کیا یہ حرام ہو گئے؟ ہرگز نہیں! یہی حکم ہے گیارہویں کے دودھ' حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب بکری اور منت والے جانوروں کا۔ (تفسیرات احمدیہ)

باقی رہا تعیین یوم تو یہ نہ فرض ہے' نہ واجب' آگے پیچھے بھی ایصال ثواب ہو سکتا ہے۔ ہاں ان کے وصال والے دن کو اور دنوں

پر امتیازی شان حاصل ہے' بوجہ فرمان خداوندی تعالیٰ "وذکرھم بایام اللہ" کے لہذا اکثر و بیشتر تقریبات ان خاص دنوں میں سرانجام پاتی ہیں۔

باقی رہا جائز اور مستحب کام (ایصال ثواب بصورت گیارہویں وغیرہ) کو اتنا پابندی سے کیوں ادا کیا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کی پابندی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز فجر کے وقت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تو اپنے امید افزاء اسلامی عمل سے مجھے خبر دے کیونکہ میں نے تیرے جوتوں کی آواز اپنے آگے بہشت میں سنا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا کہ دن ہو یا رات' جب بھی میں وضو کرتا ہوں تو اس وضو سے (تحیۃ الوضو کی جو نفلی نماز ہے نہ فرض ہے اور نہ ہی واجب) جتنی رکعتیں میرے مقدر میں لکھی جاتی ہیں پابندی سے پڑھتا ہوں۔ (بخاری و مسلم و ترمذی مشکوٰۃ ص 117-116)

اس نفلی نماز کی پابندی کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ بہشت میں غلامانہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے چل رہے تھے۔ معلوم ہوا کسی نفلی یا استحبابی کام پر ہمیشگی کرنا "مع عدم الفرضیۃ اعتقادا و مع الترك احیانا" موجب حرمت نہیں بلکہ موجب سعادت ہے۔

امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث و محقق دہلوی علیہ الرحمہ گیارہویں شریف کے متعلق فرماتے ہیں

یعنی ہمارے شہروں میں یہ گیارہویں کا دن مشہور ہے اور یہی اہل ہند کے مشائخ کے نزدیک جو حضرت محبوب سبحانی کی اولاد سے ہوں' ان کے نزدیک بھی مشہور ہے' جیسا کہ سیدی و شیخی سید موسیٰ پاک شہید ملتانی قدس سرہ النورانی نے ذکر فرمایا ہے

(ماثبت من السنۃ ص 123)

مزید فرماتے ہیں:

یعنی اگر تو کہے کہ کیا اس عرف کے لئے جو ہمارے دیار میں مشہور ہے کہ بزرگان دین کے یوم وفات کی حفاظت بصورت عرس کی جاتی ہے۔ کوئی اصل ہے اگر ہے تو بیان کرو' میں جواب دوں گا کہ میں نے اپنے شیخ سیدی امام عبدالوہاب متقی مکی سے یہ پوچھا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ یہی مشائخ کرام کا معمول ہے اور اس میں ان کی (بہترین) حیات ہیں...... اور بعض متاخرین مشائخ مغرب نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ دن جس دن میں وہ حضرات رب کی بارگاہ میں پہنچے' اس دن میں خیر و کرامت' برکت و نورانیت کی زیادہ امید ہے۔ بہ نسبت اور دنوں کے۔ (ماثبت من السنۃ ص 124)

شیخ المحدثین حضرت شیخ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

واگر مالیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگ بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورند مضائقہ نیست جائز است

یعنی اگر مالیدہ اور شیرینی کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلا دے تو جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ عزیزی جلد 1 ص 39)

آگے فرماتے ہیں۔ "طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و برآں فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک میشود خوردن

بسیار خوب است''

یعنی جس کھانے پر حضرات امامین حسنین کی نیاز کریں اس پر قل اور فاتحہ اور درود پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔(فتاویٰ عزیزی جلد 1 ص 71)

کتاب ''وجیز الصراط فی مسائل الصدقات والاسقاط'' میں مصنف علامہ ابن ملا جیون علیہما الرحمہ نے گیارہویں شریف کا بایں الفاظ مستقل عنوان کی حیثیت سے ثبوت پیش کیا ہے

''مسئلہ 9 در بیان عرس حضرت غوث الثقلین بتاریخ یازدہم ہر ماہ و بیان حکم خوردن نذر و نیاز وغیرہ صدقات مر اغیار را حضرت حامد قاری لاہوری در نذریت یازدہم گفتگوی طویل کردہ اند و ارا صدقہ تطوع قرار دادہ اند (وصدقہ تطوع اغنیار انیز مباح است۔فیضی) (وجیز الصراط ص 80)

واز ہمیں جنس است طعام یازدہم کہ عرس حضرت غوث الثقلین کریم الطرفین قرۃ عین الحسنین محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا ومالانا فرد الافراد ابی محمد الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی ست چوں مشائخ دیگر را عرس بعد سال معین میکروند آنجناب را در ہر ماہے قرار دادہ اند (وجیز الصراط ص 82)

یعنی حضرت غوث الثقلین کے عرس کے بیان میں جو ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ کو ہوتا ہے اور نذر و نیاز وغیرہ صدقات کھانے کے حکم کے بیان میں حضرت حامد قاری لاہوری نے گیارہویں شریف کی نذر کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے اور اس کو صدقہ نفل قرار دیا ہے (اور صدقہ نفل اغنیاء کو بھی مباح ہے۔فیضی) اور گیارہویں کا طعام بھی اسی جنس سے ہے کہ حضرت غوث الثقلین کریم الطرفین قرۃ عین الحسنین محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا و مولانا فرد الافراد بی محمد ن الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کا عرس ہے جیسے دیگر مشائخ کا عرس سال بعد معین کیا گیا ہے حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ کا عرس ہر ماہ مقرر کیا گیا ہے۔

رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی کے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں فرماتے ہیں

نفس ایصال ثواب ارواح میت میں کسی کو کلام نہیں۔اس میں بھی تخصیص وتعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب وفرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوہ مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جب بمصلحت نماز میں سورہ اخلاص معین کرنے کے فقہاء و محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے...... جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب کر کھانا روبرو لانے لگے۔کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا کہ جمع بین العبادتین ہے......اور گیارہویں حضرت غوث پاک سرہ کی دسویں بیسویں چہلم ششماہی سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق اوردولی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ وحلوہ شب برات اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔(فیصلہ ہفت مسئلہ ص 6-7)

پھر فرماتے ہیں:

''پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز اور ایصال ثواب قرات و طعام بھی جائز اور تعین تاریخ بمصلحت بھی جائز سب مل کر بھی جائز...... مشرب فقیر کا اس امر میں یہ کہ ہر سال اپنے مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہے گاہے اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود (میلاد شریف) پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص 9-8)

بَابٌ فِي الشَّهِيدِ يُغَسَّلُ

باب: شہید کو غسل دیا جانا

3133 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: رُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فِي صَدْرِهِ - أَوْ فِي حَلْقِهِ - فَمَاتَ فَأُدْرِجَ فِي ثِيَابِهِ كَمَا هُوَ، قَالَ: وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص کے سینے یا شاید حلق میں تیر آ کر لگا، جس کے نتیجے میں اس کا انتقال ہو گیا، تو اسے اسی عالم میں اس کے کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس وقت ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

شہید کا معنی

شہید کا معنی گواہ اور حاضر ہے۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے کو شہید کہتے ہیں' اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے لیے جنت کی شہادت دی گئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ مرنے کے فوراً بعد شہید کی روح جنت میں حاضر ہو جاتی ہے' جب کہ دوسروں کی روحیں فوراً جنت میں نہیں جاتی' ایک قول یہ ہے کہ شہید راہ خدا میں جان دے کر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) "ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ (التوبہ:۱۱۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت بدلہ میں خرید لیا۔

3134 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلَى أُحُدٍ أَنْ يُنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيدُ وَالْجُلُودُ، وَأَنْ يُدْفَنُوا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہداء کے بارے میں یہ فرمایا: ان کے ہتھیار اور چمڑے کا (اوپری لباس) وغیرہ اتار لیے جائیں اور انہیں ان کے خون اور کپڑوں سمیت دفن کیا جائے۔

3135 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ

وَهْبٍ، وَهٰذَا لَفْظُهُ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ، أَنَّ شُهَدَاءَ أُحُدٍ لَمْ يُغَسَّلُوا، وَدُفِنُوا بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: شہداء اُحد کو غسل نہیں دیا گیا تھا، انہیں ان کے خون سمیت دفن کر دیا گیا تھا اور ان کی نمازِ جنازہ بھی ادا نہیں کی گئی تھی۔

3136 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ يَعْنِي الْمَرْوَانِيَّ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْمَعْنَى، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى حَمْزَةَ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ، فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ تَجِدَ صَفِيَّةُ فِي نَفْسِهَا لَتَرَكْتُهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الْعَافِيَةُ، حَتَّى يُحْشَرَ مِنْ بُطُونِهَا، وَقَلَّتِ الثِّيَابُ وَكَثُرَتِ الْقَتْلَى، فَكَانَ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالثَّلَاثَةُ يُكَفَّنُونَ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ - زَادَ قُتَيْبَةُ: ثُمَّ يُدْفَنُونَ فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ - فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ قُرْآنًا فَيُقَدِّمُهُ إِلَى الْقِبْلَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے: جس میں یہ مذکور ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (کی لاش) کے پاس سے گزرے، جس کی بے حرمتی کی گئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اس کا خیال نہ ہوتا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (کی بہن سیدہ) "صفیہ" یہ برداشت نہیں کر سکیں گی، تو میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت کو ایسے ہی چھوڑ دیتا، یہاں تک کہ درندے، پرندے ان کو کھا جاتے، لیکن پھر یہ ان کے پیٹ کے اندر سے محشر کے دن (میدان محشر میں) تشریف لاتے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) اس وقت کپڑے کم ہو گئے اور مقتولین کی تعداد زیادہ تھی، تو ایک، ایک دو، دو، تین تین آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیا گیا

قتیبہ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: انہیں ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دریافت کرتے تھے کہ ان میں سے کس کو قرآن زیادہ آتا ہے؟ تو آپ اسے قبلہ کی طرف آگے رکھتے تھے۔

3137 - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا أُسَامَةُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَمْزَةَ، وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ غَيْرِهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی (لاش) کے پاس سے ہوا جس کی بے حرمتی کی گئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ، شہداء میں سے اور کسی کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی۔

3138 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ وَيَقُولُ: أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا، قَدَّمَهُ فِي

اللَّحْدِ، وَقَالَ: أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اُحد کے کے شہداء میں سے، نبی اکرم ﷺ دو آدمیوں کو ایک ساتھ دفن کرتے تھے، آپ دریافت کرتے تھے کہ ان دونوں میں سے کسے قرآن زیادہ آتا ہے؟ جب ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا، تو آپ ﷺ اسے لحد میں (قبلہ کی سمت) آگے رکھتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں ان سب کا گواہ ہوں گا، نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں ان کے خون سمیت دفن کر دیا جائے اور انہیں غسل نہ دیا جائے۔

3139 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

"شہدائے اُحد میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ایک کپڑے میں اکٹھا کیا گیا (یعنی ایک ساتھ کفن دیا گیا)"

تذکرہ چند شہداء احد کا

سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

سیّدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی جہاد کرنے والوں میں سرفہرست تھے۔ احد کے روز جب جنگ زوروں پر تھی، ہر طرف چیخ و پکار تھی۔ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت انہوں نے جرات و بہادری سے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خالہ زاد بھائی تھے۔

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے روز کہا کہ آیئے مل کر تنہائی میں اللہ سے اپنی اپنی دعا کرتے ہیں۔

میں نے دعا کی: "اے اللہ کل جب میرا دشمن سے مقابلہ ہو تو مجھے ان میں سے سب سے سخت، مضبوط اور بہادر دشمن سے ملا۔ میں اس کو قتل کروں اور اس کی اشیاء پر قبضہ کروں۔" اس پر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کہا "آمین"

پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: "اے اللہ میں دعا کرتا ہوں کہ کل میرا مقابلہ کافروں میں سے کسی سورما سے ہو، میں تیری خاطر اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ پھر وہ مجھے قتل کرے اور میرے جسم کو قبضے میں لے۔

میری ناک کاٹے، میرے کان کاٹے،

پھر جب میری تجھ سے ملاقات ہو اور تو پوچھے عبداللہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟

میں جواب دوں: تیری خاطر اور تیرے رسول کی خاطر اور اللہ کہے تو نے سچ کہا۔"

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہت بہتر تھی۔ میں نے شام کے وقت دیکھا کہ ان کی ناک اور کان ایک دھاگے کے

ساتھ لٹک رہے تھے۔ الراوی: سعد بن أبی وقاص المحدث: الہیثمی۔ المصدر: مجمع الزوائد۔ الصفحہ أو الرقم: 9/304

خلاصة حكم المحدث: رجاله رجال الصحيح

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ

ان کا نام سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری تھا اللہ تعالیٰ ان سے رضامند ہو، صحیح بخاری شریف میں ہے سیّدنا جابر فرماتے ہیں

میرے باپ کی شہادت کے بعد میں رونے لگا اور ابا کے منہ سے کپڑا ہٹا ہٹا کر بار بار ان کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ صحابہ مجھے منع کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر رومت جب تک تیرے والد کو اٹھایا نہیں گیا فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں،

ابوبکر بن مردویہ میں سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمانے لگے جابر کیا بات ہے کہ تم مجھے غمگین نظر آتے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے والد شہید ہوگئے۔

جن پر بار قرض بہت ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بہن بھائی بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا سن میں تجھے بتاؤں۔ جس کسی سے اللہ نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کلام کیا۔ لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے بات چیت کی فرمایا مجھ سے مانگ جو مانگے گا دوں گا (سبحان اللہ)

تیرے باپ نے کہا اللہ عزوجل میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں دوبارہ بھیجے اور میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ شہید کیا جاؤں،

رب عزوجل نے فرمایا یہ بات تو میں پہلے ہی مقرر کر چکا ہوں کہ کوئی بھی لوٹ کر دوبارہ دنیا میں نہیں جائے گا۔ کہنے لگے پھر اے اللہ میرے بعد والوں کو ان مراتب کی خبر پہنچا دی جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت (ولا تحسبن) الخ، فرمائی، بیہقی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو اے اللہ تیری عبادت کا حق بھی ادا نہیں کر سکا۔

(تفسیر ابن کثیر سورۃ آل عمران آیت نمبر 169)

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا اے جابر تمہیں معلوم بھی ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور ان سے کہا اے میرے بندے مانگ کیا مانگتا ہے؟ تو کہا اے اللہ دنیا میں پھر بھیج تا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں مارا جاؤں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی یہاں دوبارہ لوٹا یا نہیں جائے گا۔

سیّدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا

مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی (23)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت (میرے چچا) انس بن نضر کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

: میرا نام میرے چچا انس بن نضر کے نام پر رکھا گیا تھا۔ وہ جنگ بدر میں رسول اللہ کے ساتھ حاضر نہ ہو سکے اور یہ بات ان پر بہت شاق گزری

اور کہا کہ: یہ رسول اللہ کے ساتھ حاضر رہنے کا پہلا موقع تھا جس سے میں غائب رہا۔ اللہ کی قسم! اب اگر آپ کے ساتھ حاضر ہونے کا کوئی موقع آیا

تو اللہ تعالیٰ خود دیکھ لے گا کہ میں کیا کچھ کرتا ہوں

راوی کہتا ہے کہ: پھر وہ ڈر گئے کہ ان الفاظ کے علاوہ کچھ اور لفظ کہنا مناسب تھا۔ پھر جب اگلے سال احد کے دن رسول اللہ کے ساتھ حاضر ہوئے

تو انہیں (راہ میں) سعد بن معاذ ملے۔ انہوں نے پوچھا: ابو عمرو! کہاں جاتے ہو؟ انس کہنے لگے: واہ میں تو احد (پہاڑ) کے پار جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ چنانچہ وہ (بڑی جرأت سے) لڑے۔ حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ اور ان کے جسم پر ضربوں، نیزوں اور تیروں کے اسی (۸۰) سے زیادہ زخم پائے گئے۔

میری پھوپھی ربیع بنت نضر کہنے لگی: میں اپنے بھائی کی نعش کو صرف اس کے پوروں سے پہچان سکی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی۔ ابواب التفسیر)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا انس بن نضر بدر کی لڑائی میں غیر حاضر تھے کہنے لگے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلی جنگ میں شریک نہیں ہو سکا خیر اب اگر اللہ نے مجھ کو لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونے کا موقعہ دیا تو اللہ دیکھ لے گا کہ میں کیسی کوشش کرتا ہوں جب احد کا دن آیا اور مسلمان بھاگنے لگے تو انس بن نضیر نے کہا یا اللہ میں تیری بارگاہ میں عذر کرتا ہوں۔

جوان مسلمانوں نے کیا اور مشرکین نے جو کچھ کیا اس سے بیزار ہوں پھر تلوار لے کر میدان میں بڑھے راستہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ملے (جو بھاگے آ رہے تھے) انس رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں سعد (رضی اللہ عنہ) کہاں بھاگے جاتے ہو؟ میں تو احد پہاڑ کے پیچھے سے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں غرض انس رضی اللہ عنہ اس قدر لڑے کہ شہید ہو گئے (زخموں کی کثرت سے) ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن نے ایک تل اور پاؤں کی انگلی کے نشان سے ان کو پہچانا اسی (80) سے زیادہ زخم تلوار وغیرہ کے جسم پر لگے تھے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1273 غزوات کا بیان)

بَابٌ فِي سَتْرِ الْمَيِّتِ عِنْدَ غُسْلِهِ

باب: میت کو غسل دینے کے وقت اس کا پردہ رکھنا

3140 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أُخْبِرْتُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرَنَّ إِلَى فَخِذِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ

⊛⊛ حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تم اپنے زانوں کو ظاہر نہ کرو، اور کسی زندہ یا مردہ کے زانوں کی طرف نہ دیکھو"

غسل میت کے فرض کفایہ ہونے اور طریقے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

میت کو نہلانا فرض کفایہ ہے بعض لوگوں نے غسل دیدیا تو سب سے ساقط ہوگیا۔نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی یا تخت یا تختہ پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سلگتی ہو اسے اتنی بار چارپائی وغیرہ کے گرد پھیرائیں اور اس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں مگر میت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑھوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں یہ نہ ہو تو پاک صابون اسلامی کارخانہ کا بنا ہوا یا بیسن یا کسی اور چیز سے ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یونہی کریں اور بیری کے پتے جوش دیا ہوا پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے دھو ڈالیں وضو و غسل کا اعادہ نہ کریں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ سے پونچھ دیں۔ (درمختار، عالمگیری)

ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت۔ جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کر لیں کہ سوا نہلانے والوں اور مددگاروں کے دوسرا نہ دیکھے نہلاتے وقت خواہ اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں یا قبلہ کی طرف پاؤں کر کے یا جو آسان ہو کریں۔ نہلانے والا باطہارت ہو۔ جنب یا حیض والی عورت نے غسل دیا تو کراہت ہے مگر غسل ہو جائے گا۔ اور بے وضو نے نہلایا تو کراہت بھی نہیں بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو۔ وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور شخص جو امانت دار و پرہیز گار ہو۔ نہلانے والا معتمد شخص ہو کہ پوری طرح غسل دے اور جو اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اٹھا یا میت کے بدن سے خوشبو آئی تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور کوئی بری بات دیکھی مثلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا یا بدبو آئی یا صورت یا اعضا میں تغیر آیا تو اسے کسی سے نہ کہے اور ایسی بات کہنا جائز بھی نہیں کہ حدیث میں ارشاد ہوا اپنے مردوں کی خوبیاں ذکر

کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو۔ (جوہرہ نیرہ، عالمگیری)

3141 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: لَمَّا أَرَادُوا غَسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: وَاللَّهِ مَا نَدْرِي أَنُجَرِّدُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهِ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا، أَمْ نَغْسِلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ، فَلَمَّا اخْتَلَفُوا أَلْقَى اللَّهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتَّى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَذَقْنُهُ فِي صَدْرِهِ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُونَ مَنْ هُوَ: أَنِ اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ، فَقَامُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَسَلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ، يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ وَيُدَلِّكُونَهُ بِالْقَمِيصِ دُونَ أَيْدِيهِمْ، وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ، مَا غَسَلَهُ إِلَّا نِسَاؤُهُ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم کہ (غسل دینے کے لیے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ہمیں اسی طرح اتارنے چاہییں جس طرح ہم اپنے مرحومین کے کپڑے اتارتے ہیں یا ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے کپڑوں میں ہی غسل دے دینا چاہیے، جب ان کے درمیان اختلاف ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی، یہاں تک کہ ان میں سے ہر شخص کو ٹھوڑی اس کے سینے سے ٹکرا رہی تھی، پھر گھر کے کونے میں سے کسی بولنے والے نے انہیں مخاطب کر کے کہا، جس کے بارے میں وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے (اس نے کہا) تم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے کپڑوں سمیت غسل دے دو، وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص آپ کے جسم شریف پر موجود تھی، وہ لوگ قمیص کے اُوپر پانی بہاتے تھے، اور ہاتھ کے ذریعے قمیص کے اندر مل دیتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے بعد میں جس بات کا خیال آیا، اگر پہلے آ جاتا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج غسل دیتیں۔

میرے آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی حیاء کا تذکرہ

مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے۔

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (شب معراج) اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں تو میں ان (نمازوں) کے ساتھ واپس آیا یہاں تک کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر آپ کی امت کے لئے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے رب کی طرف واپس جایئے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پس انہوں نے مجھے واپس لوٹا دیا (میری درخواست پر) اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک حصہ کم کر دیا۔ میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس گیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے

ایک حصہ کم کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا: اپنے رب کی طرف پھر جایئے کیونکہ آپ کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے پس میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک حصہ کم کر دیا۔ میں ان کی طرف آیا تو انہوں نے پھر کہا کہ اپنے رب کی طرف جایئے کیونکہ آپ کی امت میں ان کی طاقت بھی نہیں ہے میں واپس لوٹا تو (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: یہ ظاہر اً پانچ (نمازیں) ہیں اور (ثواب کے اعتبار سے) پچاس (کے برابر) ہیں میرے نزدیک بات تبدیل نہیں ہوا کرتی۔

میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا اپنے رب کی طرف جایئے (اور مزید کمی کے لئے درخواست کریں) میں نے کہا: مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے۔ پھر (جبرائیل علیہ السلام) مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے جسے مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا، نہیں معلوم کہ وہ کیا ہیں؟ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا جس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے۔ (بخاری شریف، کتاب الصلاۃ، 1/136، الرقم: 342،)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ والی کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ باحیا تھے،

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ والی کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ باحیا تھے، جب کوئی بات ایسی دیکھتے جو آپ کو ناگوار ہوتی تو ہم لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے معلوم ہو جاتا۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1055)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کی ایک مثال

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت (اسماء بنت شکل رضی اللہ عنہا) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے بارے میں پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بتلایا کہ کس طرح وہ غسل کرے، (پھر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غسل کا طریقہ بتانے کے بعد) فرمایا: کستوری لگا ہوا ایک کپڑا لے اور اس سے طہارت کر لے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس نے کہا میں (اسے) کیسے پاکیزگی حاصل کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پاکیزگی حاصل کر لے، وہ کہنے لگی کیسے پاکیزگی حاصل کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تعجب سے) فرمایا: سبحان اللہ! پاکیزگی حاصل کر، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کو سمجھا دیا کہ خون کے مقام (یعنی شرمگاہ) پر اس کو لگا دیں۔ (صحیح بخاری کتاب الحیض)

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟

عن عائشة رضی الله عنها قالت كان النبیّ صلى الله عليه وسلم (إذا بلغه عن الرّجل الشّیء لم يقل: ما بال فلانٍ يقول، ولكن يقول: ما بال أقوامٍ يقولون كذا وكذا؟)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی کے متعلق کوئی (نامناسب) خبر ملتی تو یوں نہ کہتے: فلاں کو کیا ہوا ہے کہ یوں کہتا ہے یا کرتا ہے؟

بلکہ یوں فرماتے:: لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایسے ایسے کہتے ہیں یا کرتے ہیں۔ (ابوداؤد حدیث نمبر 4788)

اللہ سے حیاء اس طرح کرو جس طرح حیاء کرنے کا حق ہے۔

عن عبدالله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: استحيوا من الله حق الحياء قال: قلنا يارسول الله! انا نستحيي والحمد لله. قال: ليس ذالك. ولكن الاستحياء من الله حق الحياء ان تحفظ الرأس وما دعى. والبطن وما حوى ولتذكر الموت والبلى. و من اراد الآخرة ترك زينة الدنيا. فمن فعل ذالك فقد استحيا من الله حق الحياء. المصدر:

صحيح الترمذي الصفحة أو الرقم: 2458 خلاصة حكم المحدث: حسن

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح شرم کرو جس طرح اس سے شرم کرنے کا حق ہے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! ہم شرماتے تو ہیں، اللہ کا شکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ چیز نہیں ہے۔ جو اللہ سے اس طرح شرمائے جس طرح اس سے شرمانے کا حق ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے دماغ کا اور جو کچھ وہ اس میں جمع کرتا ہے اس کا خیال رکھے، اپنے پیٹ کا اور جو کچھ اس میں بھرتا ہے اس پر نگاہ رکھے، اپنی موت کو اور اس کے بعد سڑنے اور گلنے کو یاد رکھے اور جو آخرت کا طالب ہوتا ہے وہ دنیا کی زینتوں کو خیر باد کہتا ہے۔ تو جس نے یہ کام کیے درحقیقت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے اس طرح شرماتا ہے، جس طرح اس سے شرمانے کا حق ہے۔

حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ایمان کے ستر یا ساٹھ سے کچھ زائد شعبے ہیں، افضل ترین شعبہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے، اور سب سے کم ترین درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے، اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے) بخاری (9)، اور مسلم (35) نے اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور یہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

حیاء ایمان کا جزو ہے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے اور وہ حیاء کے متعلق عتاب کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تو اس قدر حیاء کرتا ہے، تجھے اس سے نقصان پہنچے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو (ایسا نہ کہو) اس لئے کہ حیاء ایمان کا جزو ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1071)

جب حیاء ہی نہ رہے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولى: إذا لم تستحِ فاصنع ما شئت (صحیح بخاری 6120)

پہلی نبوتوں کے احکام سے جو چیز لوگوں نے پائی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تو حیا کا دامن چھوڑ دے تو جو جی میں آئے کرتا رہ۔

حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: حیا اور ایمان دونوں ایسے ساتھی ہیں کہ جب ان میں سے ایک اٹھ جاتا ہے تو دوسرا

بھی اٹھا لیا جاتا ہے۔ (مستدرک حاکم۔ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ حیاء ایک مسلمان کو نرمی اور حکمت کے ساتھ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر سے باز نہیں رکھتی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم حلیم طبیعت کے مالک تھے اور کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیاء دار تھے۔

لیکن آپ کی یہ حیاء نیکی کے حکم اور برائی سے روکنے میں کبھی آڑے نہیں آئی، جب اللہ کی حدوں کو پامال کیا جاتا پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو جاتے اور بدلہ لیتے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان ہی کو پسند کیا، بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو، اگر اس میں گناہ کا کوئی پہلو ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہوتے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے ذاتی معاملہ میں کسی سے بدلہ نہیں لیا، البتہ جب اللہ کی حرمتوں کو توڑا جاتا تو آپ اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الحدود)

بَابُ كَيْفَ غُسْلُ الْمَيِّتِ

باب: میت کا غسل کیسے ہوتا ہے؟

3142 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ الْمَعْنَى، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ، فَقَالَ: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا، أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ، فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حَقْوَهُ، فَقَالَ: أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ قَالَ: عَنْ مَالِكٍ، يَعْنِي إِزَارَهُ، وَلَمْ يَقُلْ مُسَدَّدٌ، دَخَلَ عَلَيْنَا.

⊛⊛ سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا جب انتقال ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے (خواتین) کے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا: تم اسے تین یا پانچ مرتبہ یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ مرتبہ غسل دینا، پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل دینا اور آخر میں کافور ملا دینا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تھوڑا سا کافور ملا دینا، جب تم فارغ ہو جاؤ، تو مجھے اطلاع کر دینا، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب ہم فارغ ہو گئے تو ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند ہمیں دیا اور فرمایا: یہ اس کے جسم کے ساتھ لپیٹ دو۔

3142-اسناده صحيح. ايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني، ومسدد: هو ابن مسرهد، والقعنبي: هو عبد الله بن مسلمة القعنبي، وهو في "موطا مالك" 1/ 222. واخرجه البخاري (1253) و (1254) و (1257) و (1258) و (1261)، ومسلم (939)، وابن ماجه (1458)، والترمذي (1011)، والنسائي (1881) و (1886) و (1887) و (1890) و (1893) و (1894) من طرق عن محمد بن سيرين، به. واخرجه النسائي (1889) من طريق سلمة بن علقمة، عن محمد بن سيرين، عن بعض اخوته، عن ام عطية. واخرجه البخاري (1363)، ومسلم (939)، وابن ماجه (1459)، والترمذي (1011)، والنسائي (1885) و (1888) من طريق حفصة بنت سيرين، عن ام عطية. وهو في "مسند احمد" (20795)، و "صحيح ابن حبان" (3032).

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات منقول ہے، اس سے مراد تہہ بند ہے۔
یہاں مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے "آپ ہمارے پاس تشریف لائے"۔

میت کو غسل دینے کا بیان

میت کو نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس تختے پر نہلانے کا ارادہ ہو اس کا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں خوشبو سلگتی ہے اسے اتنی بار اس کے گرد پھرائیں اور اس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں اور مستحب ہے کہ جس جگہ غسل دیں، وہاں پردہ کرلیں کہ نہلانے والے اور اس کے مددگار کے سوا دوسرا نہ دیکھے۔ اب نہلانے والا جو باطہارت ہو اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے۔ مگر میت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے لہٰذا پہلے میت کا منہ اور پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں اور کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑھوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں، اس کے بعد سر اور داڑھی کے بال گل خیرو یا بیسن یا کسی اور پاک چیز مثلاً اسلامی کارخانے کے بنے ہوئے صابن سے دھوئیں ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے۔ پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کے پتے جوش دیا ہوا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسی طرح کریں، خالص نیم گرم پانی بھی کافی ہے۔ پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے دھو ڈالیں، وضو و غسل کا اعادہ نہ کریں، پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں اور اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں، ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین بار سنت۔

3143 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، وَأَبُو كَامِلٍ، بِمَعْنَى الْإِسْنَادِ: أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ حَفْصَةَ أُخْتِهِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ،

❁❁ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نے اس صاحبزادی کی تین چوٹیاں بنا دی تھیں۔

3144 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: وَضَفَرْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ، ثُمَّ أَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا مُقَدَّمَ رَأْسِهَا وَقَرْنَيْهَا

❁❁ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم نے اس صاحب زادی کے سر میں تین چوٹیاں بنا دی تھیں، ہم نے آگے والے بالوں کو پیچھے کی طرف ڈال دیا تھا، اور اطراف میں دو چوٹیاں بنا دی تھیں۔

3145 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ: ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا، وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا

❁❁ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خواتین کو اپنی صاحبزادی کو غسل دینے کے بارے میں یہ فرمایا: "اس کے دائیں طرف والے اعضاء اور ان اعضاء میں سے وضو والے مقامات سے آغاز کرو"۔

3146 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ بِمَعْنَى حَدِيثِ

مَالِكٍ، زَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، بِنَحْوِ هَذَا وَزَادَتْ فِيهِ أَوْ سَبْعًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے، جو امام امالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت کی مانند ہے۔ سیّدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے پہلی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

"یا سات مرتبہ اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ مرتبہ (غسل دینا)"

3147 - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ الْغُسْلَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، يَغْسِلُ بِالسِّدْرِ مَرَّتَيْنِ، وَالثَّالِثَةَ بِالْمَاءِ وَالْكَافُورِ

محمد بن سیرین کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے غسل دینے کی روایت سیّدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کی ہے، کہ میت کو دو یا تین مرتبہ پانی کے ہمراہ، بیری کے پتوں اور کافور سے غسل دیا جائے گا۔

میت کو غسل دینا

جب انسان فوت ہو جائے تو سب سے پہلے اُس کی آنکھیں بند کریں اُس کے ہاتھ سیدھے کریں اور اُس کی ٹانگیں ساتھ جوڑ دیں۔ اس لیے کہ مرنے کے بعد انسان کا جسم ٹھنڈا ہو کر اکڑ جاتا ہے اور پھر وہ جس حالت میں ہو اسی حالت میں رہتا ہے۔ اس کے بعد میت کو غسل دینے کا مرحلہ آتا ہے۔

میت کو غسل دینے کا طریقہ

غسل دینے والے دو آدمی ہونے چاہئیں ایک غسل دینے والا اور دوسرا اُس کی مدد کرنے والا اور اُن کو چاہیے کہ اپنے ہاتھوں پر دستانے پہن کر میت کو غسل دیں۔ سب سے پہلے میت کو کسی تختہ جو عموماً مساجد میں موجود ہوتا ہے پر قبلہ رخ کر کے لٹایا جائے۔ پھر پانی میں بیری کے پتے ڈال کر گرم کیا جائے۔ میت کے کپڑے اتار کر اس کی شرم گاہ پر کسی کپڑے کو رکھ دیا جائے۔ پھر میت کے پیٹ کو نرمی سے دبایا جائے، تا کہ اگر کوئی گندگی پیٹ میں موجود ہے تو وہ نکل جائے۔ پھر میت کی شرم گاہ کو اچھی طرح دھو کر صاف کیا جائے۔ پھر میت کو وضو کرایا جائے لیکن منہ اور ناک میں پانی نہ ڈالا جائے بلکہ کپڑا یا روئی گیلی کر کے پہلے منہ دانت اور پھر ناک اچھی طرح صاف کی جائے اور پھر باقی وضو کرایا جائے۔ اس کے بعد میت کو بائیں پہلو پر کر کے دائیں پہلو پر پانی بہایا جائے، اور پاؤں تک اچھی طرح دھو دیا جائے، پھر دائیں پہلو پر کر کے بائیں پہلو کو دھویا جائے۔ میت کو غسل دیتے وقت صابن کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ میت کے بالوں کو بھی اچھی طرح دھویا جائے۔ اس کے بعد میت کو خشک کپڑے سے صاف کیا جائے، تا کہ پانی کے اثرات ختم ہو جائیں اور آخر میں میت کو کافور یا کوئی اور خوش بو لگائی جائے۔

یہ ہے میت کو غسل دینے کا طریقہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق میت کو اس طرح تین یا پانچ مرتبہ غسل دینا چاہیے۔ حضرت اُم عطیہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس کو طاق یعنی تین یا پانچ مرتبہ غسل دینا اور پانچویں مرتبہ کافور یا اور کوئی خوش بو لگا لینا۔" (مسلم)

کافور لگانا مسنون اور مستحب عمل ہے اور اس کے کئی فوائد ہیں: اس کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے جو میت کے جسم کے لیے مفید ہوتی ہے۔ اس کی خوش بو ایسی ہے جس سے کیڑے مکوڑے میت کے جلدی قریب نہیں آتے۔

میت کو غسل دینے کی فضیلت

میت کو غسل دینے کا طریقہ سیکھنا ایک تو اس لیے ضروری ہے کہ یہ میت کا ورثا کے ذمے حق ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینا فضیلت کا باعث بھی ہے۔ احادیث میں میت کو غسل دینے اور کفن پہنانے والے کو گناہوں سے ایسے پاک قرار دیا گیا ہے جیسے نومولود اپنے پیدائش کے دن گناہوں سے پاک صاف ہوتا ہے۔ حضرت علی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے میت کو غسل دیا اس کو کفن دیا اس کو خوش بو لگائی اس کو کندھا دیا اس پر نماز (جنازہ) پڑھی اور اس کے راز کو ظاہر نہیں کیا جو اس نے دیکھا تو وہ غلطیوں (اور گناہوں) سے ایسے پاک صاف ہو جائے گا جیسے اُس کی ماں نے اُسے آج ہی جنا ہے۔" (ابن ماجہ)

میت کو کفن پہنانا

میت کو غسل دینے کے بعد میت کو کفن پہنایا جائے گا۔ کفن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نصیحت یہ ہے کہ کفن سفید رنگ کا صاف ستھرا کپڑا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سفید کپڑے پہنا کرو وہ تمہارے لیے اچھے کپڑے ہیں اور انہی میں اپنے مرنے والوں کو کفن دیا کرو۔" (ابوداود)

کفن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نصیحت یہ ہے کہ وہ زیادہ قیمتی نہ ہو، اس لیے کفن کے لیے مہنگا نہیں، بلکہ درمیانہ کپڑا ہونا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "زیادہ قیمتی کفن استعمال نہ کرو، کیوں کہ وہ جلدی ختم ہو جاتا ہے۔" (ابوداود)

مستحب ہے کہ مردوں کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے: بڑی چادر (لفافہ) چھوٹی چادر اور قمیص جب کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے: بڑی چادر (لفافہ) چھوٹی چادر اور قمیص دوپٹہ (اوڑھنی) اور سینہ بند۔

میت کو لے جانے میں جلدی کرنا

غسل اور کفن دینے کے بعد میت کو جلد سے جلد نماز جنازہ کے لیے لے جانا بھی میت کا حق ہے۔ بہت دیر تک رشتہ داروں کو میت کا دیدار کرانے کے لیے انتظار کرنا مناسب نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جنازے کو تیز لے جایا کرو۔ اس لیے کہ اگر وہ نیک ہے تو (قبر اس کے لیے) خیر ہے، جہاں تم اس کو جلدی پہنچا دو گے اور اگر اس کے سوا کوئی اور صورت ہے تو ایک برا (بوجھ تمہارے کندھوں پر) ہے تو (تم تیز چل کر جلدی) اس کو اپنے کندھوں سے اتار دو گے۔" (بخاری)

نمازِ جنازہ ادا کرنا

نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اور چند لوگوں کے ادا کرنے سے یہ سب کی طرف سے کفایت کر جائے گا' لیکن اگر کافی تعداد میں لوگ نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور اللہ سے اس میت کی بخشش اور بلندیٔ درجات کی دعا اور سفارش کریں گے تو یہ میت کے حق میں بھی بہتر ہوگا اور پڑھنے والے بھی اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے، جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے اور وہ سب اللہ کے حضور اس میت کے لیے سفارش کریں تو ان کی یہ سفارش میت کے حق میں ضرور قبول ہوگی۔" (مسلم)

نمازِ جنازہ پڑھانے کا حق دار کون؟

یہاں یہ بھی نوٹ کرلیں کہ نمازِ جنازہ پڑھانے کے حق دار میت کے قریبی ورثا ہیں' بالخصوص والدین کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار بیٹا ہے...... اس حوالے سے یہ نوٹ کریں کہ ہمارے معاشرے میں اکثر لوگوں کو نمازِ جنازہ کا طریقہ اور جنازہ کی دعا یاد نہیں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ نمازِ جنازہ اور اس کی دعا کو سیکھیں اور اپنے والدین اور ورثا کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی سعادت حاصل کریں۔

جنازے کے ساتھ جانا اور جنازے کو کندھا دینا

نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد میت کو دفنانے کے لیے قبرستان لے جایا جاتا ہے۔ میت کے ساتھ قبرستان جانا اور جنازے کو کندھا دینا ایک طرف میت کا حق ہے تو دوسری طرف بہت اجر و ثواب کا باعث بھی۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے کے ساتھ جانے' نمازِ جنازہ پڑھنے اور دفنانے تک میت کے ساتھ رہنے والے کو اُحد پہاڑ جتنے دو قیراط اجر و ثواب کا مستحق قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو آدمی ایمان کی صفت اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور اُس وقت تک جنازے کے ساتھ رہے جب تک کہ اُس پر نماز پڑھی جائے اور اس کے دفن سے فراغت ہو تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوگا' جس میں سے ہر قیراط گویا اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ اور جو آدمی صرف نمازِ جنازہ پڑھ کر واپس آجائے تو وہ ثواب کا ایک قیراط لے کر واپس ہوگا۔" (بخاری)

جنازے کو کندھا دینے کا طریقہ اور اس کی فضیلت

ہر اچھے کام کو دائیں طرف سے شروع کرنا فضیلت کا باعث ہے اس لیے سب سے پہلے میت کی چارپائی کے دائیں پائے کو کندھا دیا جائے اور پھر ساتھ ساتھ پیچھے آتے ہوئے پچھلے پائے کو کندھا دیا جائے۔ اس کے بعد چارپائی کے آگے والے بائیں پائے کو کندھا دیا جائے اور پھر ساتھ ساتھ پیچھے آتے ہوئے پچھلے پائے کو کندھا دیا جائے۔ ایک دفعہ چاروں طرف کندھا دینا مسنون عمل ہے۔ اس حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ملاحظہ ہو:

"جو جنازے کے ساتھ چلے اس کو چاہیے کہ چارپائی کے ہر طرف (پائے) کو کندھا دے، اس لیے کہ یہ مسنون ہے۔ پھر اگر چاہے تو مزید کندھا دے اور اگر چاہے تو نہ دے۔" (ابن ماجہ)

جنازے کو کندھا ایک طرف میت کا حق ہے تو دوسری طرف یہ انسان کے کبیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اس حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ملاحظہ ہو:

"جس نے جنازے کے چاروں جانب کندھا دیا تو اللہ تعالیٰ (جنازہ کو کندھا دینے کو) اس کے چالیس کبیرہ گناہوں کا کفارہ و بنا دیں گے۔" (مجمع الزوائد)

عورت کی میت کو بھی ہر شخص کندھا دے سکتا ہے اس میں محرم، غیر محرم کا کوئی فرق نہیں ہے، البتہ عورت کی میت کو قبر میں اتارنے کی ذمہ داری محرم ہی پوری کرے۔

جنازے کے احترام میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع زمانہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے احترام میں کھڑے ہوا کرتے تھے لیکن ایک بار جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہوئے تو پاس موجود ایک یہودی نے کہا کہ ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ اس وقت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی مخالفت میں جنازہ کے لیے کھڑے ہونے سے منع فرما دیا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے، یہاں تک کہ میت کو لحد میں اتار دیا جاتا۔ ایک مرتبہ ایک یہودی کا گزر ہوا (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے احترام میں کھڑے تھے)۔ اس یہودی نے کہا کہ ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا: (جنازہ دیکھ کر) ان کی مخالفت میں بیٹھے رہو (اور کھڑے نہ ہو)۔" (ابوداؤد)

آج بھی اگر کوئی جنازہ کو دیکھ کر میت کے احترام کی نیت سے کھڑا ہو جاتا ہے تو ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن اولیٰ یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو اپنایا جائے۔

میت کو دفن کرنا اور مٹی ڈالنا

میت کو تیار کی گئی قبر کے پاس رکھا جائے۔ اگر قبر میں کوئی چٹائی یا کپڑا بچھا لیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر کوئی قریبی رشتہ دار احتیاط کے ساتھ میت کو قبر میں اتارے۔ میت کو قبر میں اتارتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق (بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ) پڑھنا چاہیے اور اگر کسی کو یہ یاد نہ ہو تو بسم اللہ پڑھ لے۔

میت کو قبر میں اتارنے کے بعد اس پر مٹی ڈالی جاتی ہے۔ وہاں موجود لوگوں کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق تین بار مٹھی بھر کر سر والی طرف مٹی ڈالیں۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ پہلی دفعہ ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ﴾ دوسری دفعہ ﴿وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ﴾ اور تیسری دفعہ ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ پڑھنا چاہیے۔

دفنانے کے بعد دعا کرنا

جب میت کو مکمل طور پر دفنا دیا جائے تو پھر وہاں موجود لوگوں کو چاہیے کہ میت کی بخشش اور اس کی استقامت کے لیے دعا گو ہوں، اس لیے کہ اب اُس کے اصل امتحان کا وقت شروع ہو گیا ہے۔ حضرت عثمان غنی اس حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ دیر رکتے اور فرماتے: "اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے بلیے ثابت قدمی کی دعا کرو، اس لیے کہ اس وقت اُس سے سوال کیا جا رہا ہے۔" (ابوداؤد)

اس کے علاوہ بھی ورثا اور خاص کر اولاد کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کی بخشش کے لیے ہر وقت دعا گو ہوں اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، اس لیے کہ اولاد کے نیک اعمال کا ثواب فوت شدہ والدین کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جاتا ہے۔

میت کے لواحقین سے تعزیت کرنا

تعزیت کا عام فہم معنی یہ ہے کہ میت کے لواحقین اور اس کے اہل خانہ سے ایسے کلمات کہنا جن کو سن کر اُن کا صدمہ کچھ کم ہو جائے۔ تعزیت کرنا بھی زندہ لوگوں کے ذمے ایک فرض ہے، جس کی بہت فضیلت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کوئی اپنے مومن بھائی کی مصیبت پر تعزیت کرے گا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے قیامت کے روز عزت کا تاج پہنائے گا۔" (ابن ماجہ)

ہمارے معاشرے میں تعزیت بھی صرف رسما کی جاتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ تعزیت کو میت کا حق سمجھ کر کریں، تاکہ مذکورہ اجر کے حق دار بن سکیں۔

میت کے ذمے واجب الادا قرض کو ادا کرنا

میت کی تدفین اور باقی معاملات سے فراغت کے بعد ورثا کو چاہیے کہ میت کے ذمے اگر کوئی قرض ہے تو اس کی جلد ادائیگی کی فکر کریں۔ اس لیے کہ جب تک قرض ادا نہیں ہو جاتا انسان کی روح معلق رہتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مومن کی روح اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے۔" (ابن ماجہ)

قرض ادا کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اگر قرض ادا نہ کیا گیا تو قیامت کے دن اس قرض کے بدلے میں اس میت کی نیکیاں لے لی جائیں گی اور اس طرح مقروض صرف قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے جنت سے محروم کر دیا جائے گا۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کی روح اُس کے جسم سے اس حال میں جدا ہوئی کہ وہ تین چیزوں تکبر دھوکہ دہی اور قرضہ سے بچا رہا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔" (ابن ماجہ)

میت کی طرف سے حج کرنا

اگر کسی نے حج کرنے کی نذر مانی' لیکن وہ حج کرنے سے پہلے ہی وفات پا گیا تو اب اس کے ورثا پر لازم ہے کہ وہ اس کی اس نذر کو پورا کریں۔ اس لیے کہ یہ بھی میت کے ذمے قرض ہے، جسے ادا کرنا ورثا پر لازم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، لیکن وہ حج کرنے سے پہلے ہی وفات پا گئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہاں' اس کی طرف سے حج کرو۔ تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیری ماں پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا نہ کرتی؟ (یہ نذر اللہ کا قرض ہے' لہٰذا) اللہ کا قرض ادا کرو، اس لیے کہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔" (بخاری)

اس کے علاوہ اگر نذر نہ بھی مانی ہو تب بھی اولاد اپنے والدین یا قریبی رشتہ دار کی طرف سے حج کر سکتے ہیں' اس کا اجر و ثواب ان شاء اللہ تعالیٰ میت کو ضرور پہنچے گا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے انسان اپنا فرض حج ادا کرے اور بعد میں والدین یا رشتہ دار کی طرف سے حج یا عمرہ کرے۔

میت کے قضا روزوں اور نمازوں کا فدیہ ادا کرنا

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے روزہ رکھنے کی نذر مانی اور روزے رکھنے سے پہلے وفات پا گیا تو اس کے ورثا نذر کے روزوں کو بالفعل رکھ سکتے ہیں' لیکن رمضان کے فرض روزوں اور فرض نمازوں کو بالفعل ادا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اگر ممکن ہو تو حساب کر کے میت کی طرف سے فی روزہ اور فی نماز صدقہ فطر کے برابر فدیہ ادا کریں۔ اس حوالے سے مولانا محمد یوسف لدھیانوی کا جواب ملاحظہ ہو:

"فرض نماز اور روزہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا' البتہ نماز روزے کا فدیہ مرحوم کی طرف سے اس کے وارث ادا کر سکتے ہیں۔ پس اگر آپ اپنی والدہ کی طرف سے نمازیں قضا کرنا چاہتی ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس گنجائش ہو تو ان کی نمازوں کا حساب کر کے ہر نماز کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ادا کریں۔ وتر کی نماز سمیت ہر دن کی نمازوں کے چھ فدیے ہوں گے۔ ویسے آپ نوافل پڑھ کر اپنی والدہ کو ایصالِ ثواب کر سکتی ہیں۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

میت کی طرف سے صدقہ خیرات کرنا

فوت شدہ قریبی رشتہ داروں اور خاص کر فوت شدہ والدین کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنا فوت شدگان کے لیے بھی باعث ثواب ہے اور صدقہ خیرات کرنے والے کے حق میں بھی باعث برکت ہے۔

"حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ کا ان کی عدم موجودگی میں انتقال ہو گیا۔ (جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گزارش کی:) یا رسول اللہ! میری والدہ نے میری غیر حاضری میں وفات پائی' اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں کوئی نفع پہنچے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں' پہنچے گا"۔ انہوں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ

رہیں میں نے اپنا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ کردیا۔" (بخاری)

اسی طرح اور بھی بہت سی روایات ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صدقہ خیرات کا اجر وثواب فوت شدگان کو پہنچتا ہے۔

عورت کا عدت گزارنا

میت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے البتہ عورت کے لیے اپنے خاوند کے مرنے پر عدت گزارنا لازم ہے اور یہ میت کا حق بھی ہے۔ عدت کے حوالے سے یہ نوٹ کرلیں کہ عورت اگر حاملہ ہے تو اُس کی عدت وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش ہے اور اگر وہ حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس مدت میں وہ گھر میں سادگی اختیار کرتے ہوئے رہے اور بغیر کسی مجبوری اور شرعی عذر کے گھر سے باہر نہ نکلے۔ اگر مجبوری کے وقت گھر سے باہر جانا بھی پڑے تو سادگی اور پردہ کا خصوصی لحاظ رکھے۔

بَابٌ فِي الْكَفَنِ

باب: کفن کا بیان

3148 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَطَبَ يَوْمًا، فَذَكَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ قُبِضَ فَكُفِّنَ فِي كَفَنٍ غَيْرِ طَائِلٍ، وَقُبِرَ لَيْلًا، فَزَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ، حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يُضْطَرَّ إِنْسَانٌ إِلَى ذَلِكَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اپنے ایک صحابی کا ذکر کیا، جو انتقال کر چکا تھا، اسے معمولی سا کفن دیا گیا تھا، اور اسے رات کے وقت ہی دفن کر دیا گیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: رات کے وقت کسی کو دفن نہ کیا جائے، جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ نہیں ادا نہیں کر لیتے، البتہ اگر انتہائی مجبوری ہو تو حکم مختلف ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے، تو اسے اچھا کفن دینا چاہیے"۔

3149 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُدْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ ثُمَّ أُخِّرَ عَنْهُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھاری دار چادر میں لپیٹ دیا گیا، پھر اسے آپ سے اتار لیا گیا۔

رہیں میں نے اپنا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ کر دیا"۔ (بخاری)

اسی طرح اور بھی بہت سی روایات ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صدقہ وخیرات کا اجر وثواب فوت شدگان کو پہنچتا ہے۔

عورت کا عدت گزارنا

میت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے البتہ عورت کے لیے اپنے خاوند کے مرنے پر عدت گزارنا لازم ہے اور یہ میت کا حق بھی ہے۔ عدت کے حوالے سے یہ نوٹ کر لیں کہ عورت اگر حاملہ ہے تو اُس کی عدت وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش ہے اور اگر وہ حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس مدت میں وہ گھر میں سادگی اختیار کرتے ہوئے رہے اور بغیر کسی مجبوری اور شرعی عذر کے گھر سے باہر نہ نکلے۔ اگر مجبوری کے وقت گھر سے باہر جانا بھی پڑے تو سادگی اور پردہ کا خصوصی لحاظ رکھے۔

بَابٌ فِي الْكَفَنِ

باب: کفن کا بیان

3148 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَطَبَ يَوْمًا، فَذَكَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ قُبِضَ فَكُفِّنَ فِي كَفَنٍ غَيْرِ طَائِلٍ، وَقُبِرَ لَيْلًا، فَزَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ، حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يُضْطَرَّ إِنْسَانٌ إِلَى ذَلِكَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهُ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اپنے ایک صحابی کا ذکر کیا، جو انتقال کر چکا تھا، اسے معمولی سا کفن دیا گیا تھا، اور اسے رات کے وقت ہی دفن کر دیا گیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: رات کے وقت کسی کو دفن نہ کیا جائے، جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ نہیں ادا نہیں کر لیتے، البتہ اگر انتہائی مجبوری ہو تو حکم مختلف ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے، تو اسے اچھا کفن دینا چاہیے"۔

3149 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أُدْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِ حِبَرَةٍ ثُمَّ أُخِّرَ عَنْهُ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھاری دار چادر میں لپیٹ دیا گیا، پھر اسے آپ سے اتار لیا گیا۔

3150 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَقِيلِ بْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبٍ يَعْنِي ابْنَ مُنَبِّهٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا تُوُفِّيَ أَحَدُكُمْ فَوَجَدَ شَيْئًا فَلْيُكَفَّنْ فِي ثَوْبٍ حِبَرَةٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کوئی شخص فوت ہو جائے اور اسے کفن دینے والے شخص کے پاس گنجائش ہو، تو اسے دھاری دار منقش چادر میں کفن دینا چاہیے''۔

3151 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ، قَالَتْ: كُفِّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيضٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، جن میں قمیص اور عمامہ شامل نہیں تھے۔

3152 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، مِثْلَهُ زَادَ: مِنْ كُرْسُفٍ، قَالَ: فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ قَوْلُهُمْ: فِي ثَوْبَيْنِ وَبُرْدِ حِبَرَةٍ، فَقَالَتْ: قَدْ أُتِيَ بِالْبُرْدِ، وَلَكِنَّهُمْ رَدُّوهُ وَلَمْ يُكَفِّنُوهُ فِيهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''سوتی کپڑے کے بنے ہوئے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے لوگوں نے اس بات کا تذکرہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کپڑوں اور ایک دھاری دار چادر میں کفن دیا گیا تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ دھاری دار چادر لائی گئی تھی، پھر لوگوں نے اسے واپس کر دیا تھا، اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن نہیں دیا تھا۔

3153 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُفِّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ نَجْرَانِيَّةٍ: الْحُلَّةُ ثَوْبَانِ، وَقَمِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عُثْمَانُ: فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ: حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، وَقَمِيصِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، ایک حلہ تھا جو دو کپڑوں پر مشتمل تھا اور ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ قمیص تھی، جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔

(امام ابوداؤد میشلیفرماتے ہیں:) عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، جن میں ایک سرخ حلہ تھا، اور ایک وہ قمیص تھی، جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمُغَالَاةِ فِي الْكَفَنِ

باب: مہنگے کفن کا ناپسندیدہ ہونا

3154 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ أَبُو مَالِكٍ الْجَنْبِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: لَا تُغَالِ لِي فِي كَفَنٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَغَالَوْا فِي الْكَفَنِ، فَإِنَّهُ يُسْلَبُهُ سَلْبًا سَرِيعًا

❁❁ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کفن مہنگا نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: کفن مہنگا نہ بناؤ، کیونکہ یہ بہت جلد چھین لیا جاتا ہے۔

3155 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: إِنَّ مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرٍ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا نَمِرَةٌ، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ، وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْإِذْخِرِ

❁❁ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ احد کے موقع پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا، ان کے پاس (کفن دینے کے لیے) صرف ایک اونی چادر تھی، اگر ہم اس کے ذریعے ان کے پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر ظاہر ہو جاتا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کے ذریعے اس کے سر کو ڈھانپ دو اور پاؤں پر تھوڑی سی گھاس رکھ دو۔

3156 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ، وَخَيْرُ الْأُضْحِيَّةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ

❁❁ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"سب سے بہتر کفن حلہ ہے اور سب سے بہترین قربانی سینگوں والے مینڈھے کی ہے"

میت کے کفن سے متعلق فقہی احکام کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ کفن کے تین درجے ہیں ضرورت' کفایت' سنت مرد کے لے سنت تین کپڑے ہیں لفافہ' ازار' قمیص اور عورت کے لئے پانچ تین یہ اور اوڑھنی' سینہ بند' کفن کفایت مرد کے لئے دو کپڑے ہیں۔ لفافہ ازار اور عورت کے لے تین

لفافہ ازار اوڑھنی یا لفافہ قمیص اوڑھنی کفن ضرورت دونوں کے لئے یہ کہ جو میسر آئے اور کم از کم اتنا ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔ لفافہ یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں اور ازار یعنی تہبند چوٹی سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنی چھوٹی جو بندش کے لئے زیادہ تھا اور قمیص جس کو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو اور جاہلوں میں جو رواج ہے کہ پیچھے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے چاک اور آستینیں اس میں نہ ہوں۔ مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے۔ مرد کی کفنی مونڈھے پر چیریں اور عورت کے لئے سینہ کی طرف۔ اوڑھنی تین ہاتھ کی ہونی چاہئے یعنی ڈیڑھ گز۔ سینہ بند پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔ (عالمگیری رد المحتار وغیرہما)

بلا ضرورت کفن کفایت سے کم کرنا ناجائز و مکروہ ہے۔ بعض محتاج کفن ضرورت پر قادر ہوتے ہیں مگر کفن مسنون میسر نہیں وہ کفن مسنونہ کے لئے لوگوں سے سوال کرتے ہیں یہ ناجائز ہے کہ سوال بلا ضرورت جائز نہیں اور یہاں ضرورت نہیں ہاں اگر بغیر مانگے مسلمان خود کفن مسنون پورا کر دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ پورا ثواب پائیں گے۔ (فتاویٰ رضویہ)

ورثہ میں اختلاف ہوا کوئی دو کپڑوں کے لئے کہتا ہے کوئی تین کے لئے تو تین کپڑے دیئے جائیں کہ یہ سنت ہے یا یوں کیا جائے کہ اگر مال زیادہ ہے اور وارث کم تو کفن سنت دیں اور مال کم ہے وارث زیادہ تو کفن کفایت۔ کفن اچھا ہونا چاہیے یعنی مرد عیدین وجمعہ کے لئے جیسے کپڑے پہنتا تھا اور عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اس قیمت کا ہونا چاہئے حدیث میں ہے مُردوں کو اچھا کفن دو کہ وہ باہم ملاقات کرتے اور اچھے کفن سے تفاخر کرتے یعنی خوش ہوتے ہیں۔ سفید کفن بہتر ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اپنے مردے سفید کپڑوں میں کفناؤ۔

(غنیہ ردالمحتار)

کسم یا زعفران کا رنگا ہوا اور ریشم کا کفن مرد کو ممنوع ہے اور عورت کے لئے جائز ہے یعنی جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے اس کا کفن دیا جا سکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز وہ کفن میں بھی ناجائز ہے۔ خنثیٰ مشکل کو عورت کی طرح پانچ کپڑے دیئے جائیں مگر کسم یا زعفران کا رنگا ہوا اور ریشمی کفن اسے ناجائز ہے۔ کسی نے وصیت کی کہ کفن میں اسے دو کپڑے دیئے جائیں تو یہ وصیت جاری نہ کی جائے تین کپڑے دیئے جائیں اور اگر یہ وصیت کی کہ ہزار روپے کا کفن دیا جائے تو یہ بھی نافذ نہ ہوگی متوسط درجہ کا دیا جائے۔ (ردالمحتار)

جو نابالغ حد شہوت کو پہنچ گیا وہ بالغ کے حکم میں ہے یعنی بالغ کو کفن میں جتنے کپڑے دیئے جاتے ہیں اسے بھی دیئے جائیں اور اس سے چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کو دو کپڑے دے سکتے ہیں اور اگر لڑکے کو بھی دو کپڑے دیئے جائیں تو اچھا ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پورا کفن دیں اگرچہ ایک دن کا بچہ ہو۔ پرانے کپڑے کا بھی کفن ہو سکتا ہے مگر پرانا ہو تو دھلا ہوا ہو کہ کفن ستھرا ہونا مرغوب ہے۔

(جوہرہ)

میت نے اگر کچھ مال چھوڑا تو کفن اسی کے مال سے ہونا چاہئے اور مدیون ہے تو قرض خواہ کفن کفایت سے زیادہ کو منع کر سکتا ہے اور منع نہ کیا تو اجازت سمجھی جائے گی۔ (ردالمحتار) مگر قرض خواہ کو ممانعت کا اس وقت حق ہے جب وہ تمام مال دَین میں مستغرق ہو۔ دین و وصیت و میراث ان سب پر کفن مقدم ہے اور دَین وصیت پر اور وصیت میراث پر۔ میت نے مال نہ چھوڑا تو کفن اس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ زندگی میں نفقہ تھا اور اگر کوئی ایسا نہیں جس پر نفقہ واجب ہوتا یا ہے مگر نادار ہے تو بیت المال سے دیا جائے اور بیت المال بھی وہاں نہ ہو جیسے یہاں ہندوستان میں تو وہاں کے مسلمانوں پر کفن دینا فرض ہے اگر معلوم تھا اور نہ دیا تو سب گنہگار ہوں گے اگر ان لوگوں کے پاس بھی نہیں تو ایک کپڑے کی قدر اور لوگوں سے سوال کرلیں۔ (جوہرہ و دُرِّ مختار)

عورت نے اگرچہ مال چھوڑا اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ موت کے وقت کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے عورت کا نفقہ شوہر پر سے ساقط ہو جاتا اگر شوہر مرا اور اس کی عورت مالدار ہے جب بھی عورت پر کفن واجب نہیں۔ یہ جو کہا گیا کہ فلاں پر کفن واجب ہے اس سے مراد کفن شرعی ہے۔ یونہی باقی سامان تجہیز مثلاً خوشبو اور غسال اور لے جانے والوں کی اجرت اور دفن کے مصارف سب میں شرعی مقدار مراد ہے باقی اور باتیں اگر میت کے مال سے کی گئیں اور ورثاء بالغ ہوں اور سب وارثوں نے اجازت بھی دیدی ہو تو جائز ہے ورنہ خرچ کرنے والے کے ذمہ ہے۔ کفن کے لیے سوال کر کے لائے اس میں سے کچھ بچ رہا تو اگر معلوم ہے کہ یہ فلاں نے دیا ہے تو اسے واپس کر دیں ورنہ دوسرے محتاج کے کفن میں صرف کر دیں یہ بھی نہ ہو تو تصدق کر دیں۔ میت ایسی جگہ ہے کہ وہاں صرف ایک شخص ہے اور اس کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے تو اس پر یہ ضرور نہیں کہ اپنے کپڑے کا کفن کر دے۔ (دُرِّ مختار)

کفن پہنانے کے طریقے کا بیان

علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں کہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے لیں اس سے زیادہ نہیں پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر، پھر تہبند پھر کفنی پھر میت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور مواضع سجود یعنی ماتھے، ناک، ہاتھ، گھٹنے، قدم پر کافور لگائیں پھر ازار یعنی تہبند لپیٹیں پہلے بائیں جانب سے پھر داہنی طرف سے پھر لفافہ لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے تاکہ داہنا اوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں کہ اڑنے کا اندیشہ نہ رہے عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں اور اوڑھنی نصف پشت نیچے سے بچا کر سر پر لا کر منہ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے کہ اس کا طول نصف پشت سے سینہ تک ہے اور عرض ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے اور یہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اڑھاتے ہیں یہ محض بیجا و خلاف سنت ہے پھر بدستور ازار و لفافہ لپیٹیں پھر سب کے اوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں۔ (عالمگیری، دُرِّ مختار)

مرد کے بدن پر ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں جس میں زعفران کی آمیزش ہو عورت کے لئے جائز ہے جس نے احرام باندھا ہے اس کے بدن پر بھی خوشبو لگائیں اور اس کا منہ اور سر کفن سے چھپایا جائے۔ اگر مردہ کا کفن چوری ہو گیا اور لاش ابھی تازہ ہے تو پھر کفن دیا جائے اگر میت کا مال بدستور ہے تو اس سے اور تقسیم ہو گیا تو ورثہ کے ذمہ کفن دینا ہے وصیت یا قرض میں دیا گیا تو ان لوگوں پر نہیں اور اگر کل ترکہ دَین میں مستغرق ہے اور قرض خواہوں نے اب تک قبضہ نہ کیا ہو تو اسی مال سے دیں اور قبضہ کر لیا تو ان سے واپس نہ لیں گے بلکہ کفن اس کے ذمہ ہے کہ مال نہ ہونے کی صورت میں جس کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر صورت مذکورہ میں لاش پھٹ گئی تو کفن مسنون کی حاجت نہیں ایک کپڑا کافی ہے۔ (عالمگیری، دُرِّ مختار)

بَابٌ فِي كَفَنِ الْمَرْأَةِ

باب: عورت کے کفن (کے احکام)

3157 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نُوحُ بْنُ حَكِيمٍ الثَّقَفِيُّ - وَكَانَ قَارِئًا لِلْقُرْآنِ - عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، يُقَالُ لَهُ: دَاوُدُ قَدْ وَلَّدَتْهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ لَيْلَى بِنْتَ قَانِفٍ الثَّقَفِيَّةَ قَالَتْ: كُنْتُ فِيمَنْ غَسَّلَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ وَفَاتِهَا، فَكَانَ أَوَّلُ مَا أَعْطَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِقَاءَ، ثُمَّ الدِّرْعَ، ثُمَّ الْخِمَارَ، ثُمَّ الْمِلْحَفَةَ، ثُمَّ أُدْرِجَتْ بَعْدُ فِي الثَّوْبِ الْآخَرِ، قَالَتْ: وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عِنْدَ الْبَابِ مَعَهُ كَفَنُهَا يُنَاوِلُنَاهَا ثَوْبًا ثَوْبًا

سیدہ لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ ﷞ بیان کرتی ہیں: میں ان خواتین میں شامل تھی، جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی سیّدہ ام کلثوم ﷞ کے انتقال پر انہیں غسل دیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے ہمیں تہہ بند دیا، پھر قمیص دی، پھر اوڑھنی دی، پھر ایک چادر انہیں لپیٹنے کے لیے دی، پھر اس کے بعد انہیں ایک اور کپڑے میں لپیٹ دیا گیا۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ دروازے پر تشریف فرما تھے، آپ کے پاس اس صاحبزادی کا کفن تھا، جسے آپ ایک ایک کر کے ہمیں پکڑا رہے تھے۔

بَابٌ فِي الْمِسْكِ لِلْمَيِّتِ

باب: میت کو کستوری لگانا

3158 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّيَّانِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطْيَبُ طِيبِكُمُ الْمِسْكُ

حضرت ابوسعید خدری ﷛ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"تمہاری خوشبوؤں میں سب سے زیادہ پاکیزہ خوشبو مشک ہے"

3158-اسناده صحيح. ابو نضرة: هو المنذر بن مالك بن قطعة العبدي. واخرجه مسلم (2252)، والترمذي (1012) و (1013)، والنسائي (1905) و (1906) و (5119) و (5264) من طريق ابي نضرة العبدي، به. وهو في "مسند احمد" (11269)، و "صحيح ابن حبان" (1378) و (5591).

3168-اسناده صحيح. ابو صالح: هو ذكوان السمان، وسمي: هو مولى ابي بكر ابن عبد الرحمن بن الحارث، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه مسلم (945) من طريق سهيل بن ابي صالح، عن ابيه، به. واخرجه البخاري (47) و (1325)، ومسلم (945)، وابن ماجه (1539)، والترمذي (1061)، والنسائي (1994-1997) و (5032) من طرق عن ابي هريرة. واخرجه البخاري (1323) و (1324)، ومسلم (945)

بَابُ التَّعْجِيلِ بِالْجَنَازَةِ وَكَرَاهِيَةِ حَبْسِهَا

باب: جنازے کو (دفن کے لیے) جلدی لے جانا اور اسے روکے رکھنے کا ناپسندیدہ ہونا

3159 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرُّؤَاسِيُّ أَبُو سُفْيَانَ، وَأَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ ابْنُ يُونُسَ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُثْمَانَ الْبَلَوِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْحُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ، أَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ مَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَالَ: إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَثَ فِيهِ الْمَوْتُ فَآذِنُونِي بِهِ وَعَجِّلُوا فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ

حسین بن وحوح بیان کرتے ہیں: حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کرنے کے لیے ان کے پاس تشریف لائے، تو آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے طلحہ کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے (جب اس کا انتقال ہو جائے) تو مجھے اس کے بارے میں اطلاع دے دینا اور (اس کے کفن دفن میں) جلدی کرنا کیونکہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ مسلمان کی میت کو (زیادہ دیر تک) اس کے گھر والوں میں رکھا جائے۔

جنازے کو کندھے سے متعلق احکام کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے ہر شخص کو چاہئے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا۔ سنت یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اٹھائیں ایک ایک پایہ ایک ایک شخص لے اور اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا ایک سرہانے اور ایک پائنتی تو بلاضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔ سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ کہ پہلے داہنے سرہانے کندھا دے پھر داہنی پائنتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور دس دس قدم چلے تو کل چالیس قدم ہوئے کہ حدیث میں ہے جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے نیز حدیث میں ہے جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی مغفرت فرما دے گا۔ جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھے اسباب کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے۔ چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔ (عالمگیری غنیۃ درمختار)

چھوٹا بچہ شیر خوار یا ابھی دودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر شخص کوئی سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لیے ہو جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔ جنازہ معتدل تیزی سے لے جائیں مگر نہ اس کی طرح میت کو جھٹکا لگے اور ساتھ جانے والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ جنازہ سے پیچھے چلیں داہنے بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اسے چاہئے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں نہ شمار کیا جائے اور سب

کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔(عالمگیری)

جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ اور آگے ہو تو جنازہ سے دور ہو۔ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ میں ہو تو اسے سختی سے منع کیا جائے اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑ جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سنت ترک کرے بلکہ دل سے اسے برا جانے اور شریک ہو۔ اگر عورتیں جنازہ کے پیچھے ہوں اور مرد کو یہ اندیشہ ہو کہ پیچھے چلنے میں عورتوں سے اختلاط ہو گا یا ان میں کوئی نوحہ کرنے والی ہو تو ان صورتوں میں مرد کو آگے چلنا بہتر ہے۔

جنازہ لے چلنے میں سرہانا آگے ہونا چاہئے اور جنازہ کے ساتھ آگ لے جانے کی ممانعت ہے جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت کی حالت میں ہونا چاہئے موت اور احوال و اہوال قبر کو پیش نظر رکھیں، دنیا کی باتیں نہ کریں نہ ہنسیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جنازہ کے ساتھ ہنستے دیکھا فرمایا تو جنازہ میں ہنستا ہے تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا اور ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں اور بلحاظ حال زمانہ اب علما نے ذکر جہر کی بھی اجازت دی ہے۔(صغیری، درمختار وغیرہا) (از درمختار، ردالمحتار)

جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے اور رکھنے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہ رہے اور اگر لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لئے وہاں جنازہ لایا گیا تو جب تک رکھا نہ جائے کھڑے نہ ہوں۔ یونہی اگر کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرا تو کھڑا ہونا ضروری نہیں ہاں جو شخص ساتھ جانا چاہتا ہے وہ اٹھے اور جائے جب جنازہ رکھا جائے تو یوں نہ رکھیں کہ قبلہ کو پاؤں ہوں یا سر بلکہ آڑا رکھیں کہ داہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ جنازہ اٹھانے پر اجرت لینا دینا جائز ہے جبکہ اور اٹھانے والے بھی موجود ہوں مگر جو ثواب جنازہ لے چلنے پر حدیث میں بیان ہوا اسے نہ ملے گا کہ اس نے تو بدلہ لے لیا۔ میت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اسے بغیر نماز پڑھے واپس نہ ہونا چاہئے اور نماز کے بعد اولیائے میت سے اجازت لے کر واپس ہو سکتا ہے اور دفن کے بعد اولیاء سے اجازت کی ضرورت نہیں۔(عالمگیری)

بَابٌ فِي الْغُسْلِ مِنْ غَسْلِ الْمَيِّتِ

باب: میت کو غسل دے کر، غسل کرنا

3160 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنَ الْجَنَابَةِ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمِنَ الْحِجَامَةِ، وَغُسْلِ الْمَيِّتِ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار کاموں کے بعد غسل کرتے تھے، (یا غسل کرنے کی ہدایت کرتے تھے) جنابت کے بعد، جمعہ کے دن، پچھنے لگوانے کے بعد اور میت کو غسل دینے کے بعد۔

3161 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص میت کو غسل دے، اسے غسل کرنا چاہیے اور جو جنازے کو کندھا دے، اسے وضو کرنا چاہیے۔

3162 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ إِسْحَاقَ، مَوْلَى زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا مَنْسُوخٌ، وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، وَسُئِلَ عَنِ الْغُسْلِ مِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ؟ فَقَالَ: يُجْزِيهِ الْوُضُوءُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَدْخَلَ أَبُو صَالِحٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ يَعْنِي إِسْحَاقَ مَوْلَى زَائِدَةَ. قَالَ: وَحَدِيثُ مُصْعَبٍ ضَعِيفٌ فِيهِ خِصَالٌ لَيْسَ الْعَمَلُ عَلَيْهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت منسوخ ہے میں نے امام احمد بن حنبل کو سنا، ان سے میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: اس صورت میں صرف وضو کرنا ہی کافی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوصالح نامی راوی نے اس روایت میں اپنے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اسحاق نامی راوی کو بھی شامل کیا ہے، وہ یہ بیان کرتے ہیں: مصعب کی نقل کردہ روایت ضعیف ہے، اس میں ایسی باتیں ہیں، جن پر عمل نہیں کیا جاتا۔

بَابٌ فِي تَقْبِيلِ الْمَيِّتِ

باب: میت کو بوسہ دینا

3163 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ، حَتَّى رَأَيْتُ الدُّمُوعَ تَسِيلُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کی میت کو بوسہ دیا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھے۔

بَابٌ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ

باب: رات کے وقت دفن کرنا

3164 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَوْ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: رَأَى نَاسٌ نَارًا فِي الْمَقْبَرَةِ، فَأَتَوْهَا فَإِذَا رَسُولُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ، وَإِذَا هُوَ يَقُولُ: نَاوِلُونِي صَاحِبَكُمْ فَإِذَا هُوَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالذِّكْرِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کچھ لوگوں نے قبرستان میں آگ دیکھی وہ اس کے پاس آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر میں موجود تھے، اور یہ فرما رہے تھے:

"اپنے ساتھی کو مجھے پکڑاؤ"

یہ وہ شخص تھا، جو بلند آواز میں ذکر کیا کرتا تھا۔

بَابٌ فِي الْمَيِّتِ يُحْمَلُ مِنْ أَرْضٍ إِلَى أَرْضٍ وَكَرَاهَةِ ذٰلِكَ

باب: میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا، اس کا ناپسندیدہ ہونا

3165 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كُنَّا حَمَلْنَا الْقَتْلَى يَوْمَ أُحُدٍ لِنَدْفِنَهُمْ، فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَدْفِنُوا الْقَتْلَى فِي مَضَاجِعِهِمْ فَرَدَدْنَاهُمْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم نے پہلے شہداء اُحد کو (اپنے آبائی علاقے میں دفن کرنے کے لیے) وہاں سے منتقل کیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان کرنے والا شخص آیا اور بولا: اللہ کے رسول تمہیں یہ حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنے مقتولین کو ان کی شہادت کی جگہ پر دفن کرو، تو ہم نے انہیں واپس ان کی جگہ پر منتقل کر دیا۔

بَابٌ فِي الصُّفُوفِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب: نمازِ جنازہ میں صفیں بنانا

3166 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدٍ الْيَزَنِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا أَوْجَبَ. قَالَ: فَكَانَ مَالِكٌ إِذَا اسْتَقَلَّ أَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ لِلْحَدِيثِ

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص فوت ہو جائے، تو مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نمازِ جنازہ ادا کریں، تو یہ چیز (جنت کو) اس پر لازم کر دیتی ہے"۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب وہ جنازے میں لوگوں کو کم خیال کرتے تو انہیں اس حدیث کی وجہ سے تین صفوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

باب: خواتین کا جنازہ کے ساتھ جانا

3167 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: نُهِينَا أَنْ نَتَّبِعَ الْجَنَائِزَ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا.

سیدہ اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمیں (یعنی خواتین کو) جنازے کے ساتھ جانے سے منع کر دیا گیا تھا تاہم اس حوالے سے ہمارے ساتھ سختی نہیں کی گئی۔

بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ وَتَشْيِيعِهَا

باب: نمازِ جنازہ ادا کرنے اور جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت

3168 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْوِيهِ قَالَ: مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَصَلَّى عَلَيْهَا، فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمَنْ تَبِعَهَا حَتَّى يُفْرَغَ مِنْهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ، أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ - أَوْ أَحَدُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ -.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"جو شخص جنازے کے ساتھ جاتا ہے اور نماز جنازہ ادا کرتا ہے، اسے اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو شخص جنازے کے ساتھ جاتا ہے اور دفن ہونے تک ساتھ دیتا ہے اسے دو قیراط ملتے ہیں، جن میں سے چھوٹے والا اُحد پہاڑ جتنا ہوتا ہے، (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ان میں سے ایک اُحد جتنا ہوتا ہے۔"

3169 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حُسَيْنٍ الْهَرَوِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُقْرِءُ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ وَهُوَ حُمَيْدُ بْنُ زِيَادٍ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ دَاوُدَ بْنَ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، إِذْ طَلَعَ خَبَّابٌ صَاحِبُ الْمَقْصُورَةِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ مِنْ بَيْتِهَا وَصَلَّى عَلَيْهَا فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ، فَأَرْسَلَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: صَدَقَ أَبُو هُرَيْرَةَ

داؤد بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھے، اسی دوران خباب وہاں آئے، انہوں نے حضرت ابن عمر سے کہا: کیا آپ نے سنا؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں؟ وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو شخص میت کے گھر سے جنازے کے ساتھ چلتا ہے اور اس کی نماز جنازہ ادا کرتا ہے"

اس کے بعد راوی نے سابقہ روایت کی ہم معنی روایت نقل کی ہے، پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیج کر (اس روایت کے بارے میں دریافت کیا) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے صحیح بیان کیا ہے۔

3170- حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ السَّكُونِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُونَ بِاللهِ شَيْئًا إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
"جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے، اور 40 ایسے لوگ اس کی نماز جنازہ ادا کریں، جو کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراتے ہوں، تو اس شخص کے بارے میں ان کی سفارش کو قبول کیا جاتا ہے"۔

بَابٌ فِي النَّارِ يُتْبَعُ بِهَا الْمَيِّتُ

باب: میت کے ساتھ آگ لے جانے (کا کیا حکم ہے؟)

3171- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَرْبٌ يَعْنِي ابْنَ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنِي بَابُ بْنُ عُمَيْرٍ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُتْبَعُ الْجَنَازَةُ بِصَوْتٍ، وَلَا نَارٍ زَادَ هَارُونُ: وَلَا يُمْشَى بَيْنَ يَدَيْهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"جنازے کے ساتھ آواز یا آگ کو نہ لے جایا جائے"
ایک راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں "جنازے کے آگے نہ چلا جائے"

بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

باب: جنازہ کے لیے کھڑے ہو جانا

3172- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا لَهَا، حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا پتہ چلا:

"جب تم کوئی جنازہ دیکھو، تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ، جب تک وہ آگے نہیں گزر جاتا، یا اسے رکھ نہیں دیا جاتا"

3173 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَبِعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوا حَتَّى تُوضَعَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الثَّوْرِيُّ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ فِيهِ: حَتَّى تُوضَعَ بِالْأَرْضِ، وَرَوَاهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ سُهَيْلٍ، قَالَ: حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسُفْيَانُ أَحْفَظُ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب تم جنازے کے ساتھ جاؤ، تو اس وقت تک نہ بیٹھو، جب تک اسے (زمین پر) رکھ نہ دیا جائے"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ثوری نے یہ روایت اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

"اسے زمین پر رکھ نہیں دیا جاتا"

یہی روایت ابومعاویہ نے سہیل کے حوالے سے نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

"جب تک اسے لحد میں رکھ نہیں دیا جاتا"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان نامی راوی ابومعاویہ کے مقابلے میں بڑے حافظ الحدیث ہیں۔

3174 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ، حَدَّثَنِي جَابِرٌ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ مَرَّتْ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا، فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَحْمِلَ إِذَا هِيَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا هِيَ جَنَازَةُ يَهُودِيٍّ؟ فَقَالَ: إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ جَنَازَةً فَقُومُوا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اسی دوران ایک جنازہ ہمارے پاس سے گزرا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے، جب ہم آگے بڑھے، تاکہ ہم اسے کندھا دیں، تو وہ ایک یہودی کا جنازہ تھا، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت پریشان کن چیز ہے، تو جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

3175 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ مَسْعُودِ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

3175-اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة. وهو في "موطا مالک" 232/1. واخرجه مسلم (962)، والترمذي (1065)، والنسائي (1999) من طريق يحيى ابن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (962) من طريق عبد الرحمن بن مهدي، والنسائي (2000) من طريق خالد بن الحارث كلاهما عن شعبة، عن محمد بن المنكدر، عن مسعود بن الحكم، به. واخرجه ابن ماجه (1544)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي الْجَنَائِزِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی وجہ سے کھڑے ہو جایا کرتے تھے، بعد میں آپ بیٹھے رہتے تھے۔

3176 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ بَهْرَامَ الْمَدَائِنِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْبَاطِ الْحَارِثِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فِي الْجَنَازَةِ حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ، فَمَرَّ بِهِ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ: هَكَذَا نَفْعَلُ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: اجْلِسُوا خَالِفُوهُمْ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازے میں شریک ہوتے، تو اس وقت تک کھڑے رہتے تھے، جب تک اسے لحد میں رکھ نہیں دیا جاتا تھا، ایک مرتبہ ایک یہودی عالم آپ کے پاس سے گزرا، اس نے کہا: ہم لوگ بھی اس طرح کرتے ہیں، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جنازے کو دیکھ کر) بیٹھے رہتے تھے، آپ نے فرمایا: تم بیٹھے رہا کرو، اور ان لوگوں کے برخلاف کیا کرو۔

بَابُ الرُّكُوبِ فِي الْجَنَازَةِ

باب: جنازے کے ساتھ، سوار ہو کر جانا

3177 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ ثَوْبَانَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُتِيَ بِدَابَّةٍ وَهُوَ مَعَ الْجَنَازَةِ فَأَبَى أَنْ يَرْكَبَهَا، فَلَمَّا انْصَرَفَ أُتِيَ بِدَابَّةٍ فَرَكِبَ، فَقِيلَ لَهُ، فَقَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَمْشِي، فَلَمْ أَكُنْ لِأَرْكَبَ وَهُمْ يَمْشُونَ، فَلَمَّا ذَهَبُوا رَكِبْتُ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سواری لائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک جنازے کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا، جب آپ واپس تشریف لائے پھر ایک سواری لائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو گئے، آپ کی خدمت میں اس بارے میں عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: (جنازے کے ساتھ) فرشتے چل رہے ہوتے ہیں، اس لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ پیدل چل رہے ہوں اور میں سوار ہو جاؤں، وہ چلے گئے، تو میں سوار ہو گیا۔

3178 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، قَالَ: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ شُهُودٌ، ثُمَّ أُتِيَ بِفَرَسٍ فَعُقِلَ حَتَّى رَكِبَهُ، فَجَعَلَ يَتَوَقَّصُ بِهِ وَنَحْنُ نَسْعَى حَوْلَهُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن وحداح رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی، اس میں ہم بھی موجود تھے، پھر ایک گھوڑا لایا گیا، اسے باندھ دیا گیا، یہاں تک کہ آپ اس پر سوار ہوئے، آپ اسے درمیانی رفتار سے تیز چلاتے رہے اور ہم آپ کے اردگرد تیزی سے چلتے رہے۔

بَابُ الْمَشْيِ اَمَامَ الْجَنَازَةِ

باب: جنازے کے آگے چلنا

3179 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ يَمْشُونَ اَمَامَ الْجَنَازَةِ

سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

"میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنازے کے آگے چلتے ہوئے دیکھا ہے"۔

3180 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، وَاَحْسَبُ اَنَّ اَهْلَ زِيَادٍ اَخْبَرُونِي اَنَّهُ رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الرَّاكِبُ يَسِيرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَالْمَاشِي يَمْشِي خَلْفَهَا، وَاَمَامَهَا، وَعَنْ يَمِيْنِهَا، وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيبًا مِنْهَا، وَالسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَيُدْعَى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"سوار جنازے کے پیچھے چلے گا اور پیدل چلنے والا اس کے پیچھے آگے دائیں طرف اور بائیں طرف چل سکتا ہے، جبکہ اس کے قریب رہے اور جو بچہ مردہ پیدا ہو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور اس کے والدین کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کی جائے گی"۔

بَابُ الْاِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ

باب: جنازے کو تیزی سے لے کر چلنا

3181 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا اِلَيْهِ، وَاِنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

3181-اسنادہ صحیح۔ سفیان: ھو ابن عیینۃ، ومسدد: ھو ابن مسرھد۔ واخرجہ البخاری (1315)، ومسلم (944)، وابن ماجہ (1477)، والترمذی (1036)، والنسائی (1915) من طریق ابن عیینۃ، بہ۔ واخرجہ مسلم (944)، والنسائی (1911) من طریق یونس بن یزید، عن الزھری، عن ابی امامۃ بن سھل بن حنیف، عن ابی ھریرۃ۔ وھو فی "مسند احمد" (7267)، و "صحیح ابن حبان" (3042).

"جنازے کو تیزی سے لے کر جاؤ، کیونکہ اگر وہ نیک ہوگا، توتم ایک بھلائی کی طرف اس کو لے کر جارہے ہو، اور اگر وہ اس کے علاوہ ہوگا، توتم اپنی گردنوں سے اس برائی کو اتار دو گے"۔

3182 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ فِي جَنَازَةِ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ وَكُنَّا نَمْشِي مَشْيًا خَفِيفًا، فَلَحِقَنَا أَبُو بَكْرَةَ فَرَفَعَ سَوْطَهُ، فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَرْمُلُ رَمَلًا.

❁❁ عیینہ بن عبدالرحمن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے جنازے میں شریک ہوئے، ہم میت کو اٹھا کر آہستہ، آہستہ چل رہے تھے، اسی دوران حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ہم سے آملے، انہوں نے اپنی لاٹھی کو بلند کیا اور بولے: مجھے اپنے (یعنی صحابہ کرام) کے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (جنازے میں شریک ہوئے) تو ہم تیز رفتاری سے چلتے تھے۔

3183 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ عُيَيْنَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَا: فِي جَنَازَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، وَقَالَ: فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ بَغْلَتَهُ وَأَهْوَى بِالسَّوْطِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں شریک ہوئے، اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے خچر کو تیزی سے چلاتے ہوئے تشریف لائے، انہوں نے اپنے کوڑے کے ذریعے اشارہ کیا۔

3184 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ يَحْيَى الْمُجَبِّرِ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلْنَا نَبِيَّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَشْيِ مَعَ الْجَنَازَةِ، فَقَالَ: مَا دُونَ الْخَبَبِ إِنْ يَكُنْ خَيْرًا تَعَجَّلَ إِلَيْهِ، وَإِنْ يَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ فَبُعْدًا لِأَهْلِ النَّارِ، وَالْجَنَازَةُ مَتْبُوعَةٌ، وَلَا تُتْبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ضَعِيفٌ هُوَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يَحْيَى الْجَابِرُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا كُوفِيٌّ وَأَبُو مَاجِدَةَ بَصْرِيٌّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو مَاجِدَةَ، هَذَا لَا يُعْرَفُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازے کے ساتھ چلنے کے بارے میں دریافت کیا، آپ نے فرمایا: تم درمیانی سے رفتار سے چلو، کیونکہ اگر وہ بھلائی ہوگی، توتم اس کو بھلائی کی طرف جلدی لے جاؤ گے، اگر وہ اس کے علاوہ ہوگا، تو اہل جہنم سے دور ہی رہنا چاہیے، جنازہ متبوع ہوتا ہے وہ تابع نہیں ہوتا، اور اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ ہو، جو اس کے آگے چلتا ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ضعیف ہے، یحییٰ نامی راوی سے مراد یحییٰ بن عبداللہ ہے اور پہلا راوی یحییٰ الجابر

ہے۔

یہ کوفہ کا رہنے والا ہے اور ابو ماجدہ نامی راوی بصرہ کا رہنے والا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابو ماجدہ نامی راوی کی شناخت نہیں ہو سکی۔

بَابُ الْإِمَامِ لَا يُصَلِّي عَلَى مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ

باب: امام کا، خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ ادا نہ کرنا

3185 - حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ، قَالَ: مَرِضَ رَجُلٌ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ جَارُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: إِنَّهُ قَدْ مَاتَ، قَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ قَالَ: أَنَا رَأَيْتُهُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ قَالَ: فَرَجَعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ فَرَجَعَ فَصِيحَ عَلَيْهِ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: اللَّهُمَّ الْعَنْهُ، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ الرَّجُلُ فَرَآهُ قَدْ نَحَرَ نَفْسَهُ بِمِشْقَصٍ مَعَهُ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَقَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ قَالَ: رَأَيْتُهُ يَنْحَرُ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ مَعَهُ، قَالَ: أَنْتَ رَأَيْتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: إِذًا لَا أُصَلِّي عَلَيْهِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص بیمار ہو گیا اور اس کے گھر والوں نے چیخ و پکار شروع کی تو اس کا پڑوسی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا تمہیں کیسے پتہ چلا اس نے عرض کی میں نے اسے دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ابھی انتقال نہیں ہوا، راوی بیان کرتے ہیں: وہ شخص واپس گیا تو اس مرحوم (یعنی قریب المرگ) شخص پر بلند آواز میں رویا جا رہا تھا، وہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی: اس کا انتقال ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا انتقال نہیں ہوا۔ راوی بیان کرتے ہیں، وہ واپس گیا تو (قریب المرگ) شخص پر چیخ و پکار کی جا رہی تھی، اس (قریب المرگ) شخص کی بیوی نے کہا: تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، اور اس کے بارے میں بتا دو، تو اس شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر، راوی کہتے ہیں: پھر وہ شخص چلا گیا، انہوں نے اسے دیکھا کہ اس نے تیر کے ذریعے خودکشی کر لی، پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، تمہیں کیسے پتہ چلا، اس نے عرض کی: میں نے دیکھا اس نے تیر کے ذریعے خودکشی کر لی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے خود دیکھا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کروں گا۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ قَتَلَتْهُ الْحُدُودُ

باب: حد نافذ ہونے کی وجہ سے مرنے والے کی نماز جنازہ ادا کرنا

3186 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، حَدَّثَنِي نَفَرٌ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ عَلَى مَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، وَلَمْ يَنْهَ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ

⊛⊛ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا نہیں کی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا کرنے سے منع بھی نہیں کیا تھا۔

بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الطِّفْلِ

باب: بچے کی نماز جنازہ ادا کرنا

3187 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اس وقت ان کی عمر 18 ماہ تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔

3188 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَهِيَّ قَالَ: لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَقَاعِدِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الطَّالْقَانِيِّ، قِيلَ لَهُ: حَدَّثَكُمُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِينَ لَيْلَةً

⊛⊛ بہی بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مقاعد" میں ان کی نماز جنازہ ادا کی تھی۔

عطاء رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کی نماز جنازہ ادا کی تھی، اس وقت ان صاحبزادے کی عمر 70 دن تھی۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرنا

3189 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ عَجْلَانَ، وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ

⚘ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی تھی۔

3190 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: وَاللَّهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ: سُهَيْلٍ، وَأَخِيهِ

⚘ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دو صاحبزادوں کی نماز جنازہ مسجد میں ہی ادا کی تھی، ایک سہیل اور ایک ان کے بھائی۔

3191 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، حَدَّثَنِي صَالِحٌ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ

⚘ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص مسجد میں نماز جنازہ ادا کرتا ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا"

بَابُ الدَّفْنِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا

باب: سورج طلوع، یا غروب ہونے کے وقت دفن کرنا

3192 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، قَالَ: ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ، أَوْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا: حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتَّى تَمِيلَ، وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ أَوْ كَمَا. قَالَ

⚘ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تین گھڑیاں ایسی ہیں، جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز ادا کرنے اور ان اوقات میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے منع کیا ہے، جب سورج بلند ہو رہا ہو، اس وقت تک جب تک وہ مکمل طور پر بلند نہیں ہو جاتا اور جب عین زوال کا وقت ہو، جب تک سورج ڈھل نہیں جاتا، اور جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو، جب

تک وہ غروب نہیں ہو جاتا، یا جس طرح بھی راوی نے الفاظ نقل کیے۔

بَابُ إِذَا حَضَرَ جَنَائِزُ رِجَالٍ وَنِسَاءٍ مَنْ يُقَدَّمُ

باب: اگر مردوں اور خواتین کے جنازے ایک ساتھ موجود ہوں، تو کسے آگے رکھا جائے؟

3193 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ صَبِيحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمَّارٌ، مَوْلَى الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، أَنَّهُ شَهِدَ جَنَازَةَ أُمِّ كُلْثُومٍ، وَابْنِهَا، فَجُعِلَ الْغُلَامُ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ، فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ، وَفِي الْقَوْمِ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، وَأَبُو قَتَادَةَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالُوا: هَذِهِ السُّنَّةُ

عمار بیان کرتے ہیں: وہ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کے صاحبزادے کے جنازے میں شریک ہوئے تو ان صاحبزادے کو امام والی طرف میں رکھا گیا میں نے اس پر اعتراض کیا، حاضرین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ موجود تھے تو ان لوگوں نے کہا: یہ سنت ہے۔

بَابُ أَيْنَ يَقُومُ الْإِمَامُ مِنَ الْمَيِّتِ إِذَا صَلَّى عَلَيْهِ

باب: امام نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے، میت کے مقابل میں کہاں کھڑا ہو؟

3194 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ نَافِعٍ أَبِي غَالِبٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي سِكَّةِ الْمِرْبَدِ فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ مَعَهَا نَاسٌ كَثِيرٌ قَالُوا: جَنَازَةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَيْرٍ، فَتَبِعْتُهَا فَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ عَلَيْهِ كِسَاءٌ رَقِيقٌ عَلَى بُرَيْذِينَتِهِ، وَعَلَى رَأْسِهِ خِرْقَةٌ تَقِيهِ مِنَ الشَّمْسِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا الدِّهْقَانُ؟ قَالُوا: هَذَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، فَلَمَّا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ قَامَ أَنَسٌ فَصَلَّى عَلَيْهَا، وَأَنَا خَلْفَهُ لَا يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَقَامَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، لَمْ يُطِلْ وَلَمْ يُسْرِعْ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقْعُدُ، فَقَالُوا: يَا أَبَا حَمْزَةَ الْمَرْأَةُ الْأَنْصَارِيَّةُ، فَقَرَّبُوهَا وَعَلَيْهَا نَعْشٌ أَخْضَرُ، فَقَامَ عِنْدَ عَجِيزَتِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا نَحْوَ صَلَاتِهِ عَلَى الرَّجُلِ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، هَكَذَا كَانَ يَفْعَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ كَصَلَاتِكَ يُكَبِّرُ عَلَيْهَا أَرْبَعًا، وَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِ الرَّجُلِ وَعَجِيزَةِ الْمَرْأَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: يَا أَبَا حَمْزَةَ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، غَزَوْتُ مَعَهُ حُنَيْنًا، فَخَرَجَ الْمُشْرِكُونَ فَحَمَلُوا عَلَيْنَا، حَتَّى رَأَيْنَا خَيْلَنَا وَرَاءَ ظُهُورِنَا، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ يَحْمِلُ عَلَيْنَا فَيَدُقُّنَا، وَيَحْطِمُنَا، فَهَزَمَهُمُ اللَّهُ، وَجَعَلَ يُجَاءُ بِهِمْ فَيُبَايِعُونَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَلَيَّ نَذْرًا: إِنْ جَاءَ اللَّهُ بِالرَّجُلِ الَّذِي كَانَ مُنْذُ الْيَوْمِ يَحْطِمُنَا لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ، فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجِيءَ بِالرَّجُلِ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تُبْتُ إِلَى اللَّهِ، فَأَمْسَكَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يُبَايِعُهُ لِيَفِيَ الْآخَرُ بِنَذْرِهِ. قَالَ: فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَتَصَدَّى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِيَأْمُرَهُ بِقَتْلِهِ، وَجَعَلَ يَهَابُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَقْتُلَهُ. فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَا يَصْنَعُ شَيْئًا بَايَعَهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، نَذْرِي؟ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أُمْسِكْ عَنْهُ مُنْذُ الْيَوْمَ إِلَّا لِتُوفِيَ بِنَذْرِكَ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أَوْمَضْتَ إِلَيَّ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَيْسَ لِنَبِيٍّ أَنْ يُومِضَ قَالَ أَبُو غَالِبٍ: فَسَأَلْتُ عَنْ صَنِيعِ أَنَسٍ فِي قِيَامِهِ عَلَى الْمَرْأَةِ عِنْدَ عَجِيزَتِهَا، فَحَدَّثُونِي أَنَّهُ إِنَّمَا كَانَ لِأَنَّهُ لَمْ تَكُنِ النُّعُوشُ، فَكَانَ الْإِمَامُ يَقُومُ حِيَالَ عَجِيزَتِهَا يَسْتُرُهَا مِنَ الْقَوْمِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ نُسِخَ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ الْوَفَاءُ بِالنَّذْرِ فِي قَتْلِهِ بِقَوْلِهِ إِنِّي قَدْ تُبْتُ

❁❁ ابو غالب نافع بیان کرتے ہیں: میں مربد نامی (محلے) کی ایک گلی میں موجود تھا، ایک جنازہ گزرا جس میں بہت سے لوگ تھے لوگوں نے بتایا یہ عبداللہ بن عمیر کا جنازہ ہے، میں بھی جنازے کے ساتھ چل پڑا میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے باریک سی اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی، دھوپ سے بچنے کے لیے اس نے اپنے سر پر کپڑا لیا ہوا تھا، میں نے دریافت کیا: یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، جب میت کو رکھا گیا، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے اس کی نماز جنازہ ادا کی، میرے اور ان کے درمیان کوئی اور چیز نہیں تھی، وہ میت کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے انہوں نے نماز جنازہ میں 4 تکبیریں کہیں، انہوں نے نہ تو نماز طویل ادا کی، اور نہ ہی جلدی ختم کر دی، اور جب وہ بیٹھنے لگے تو لوگوں نے بتایا، اے ابوحمزہ! یہ ایک انصاری خاتون کا جنازہ بھی ہے، وہ لوگ اس جنازے کو قریب لے آئے، میت کے اوپر سبز رنگ کا پردہ تھا، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ میت کی کمر کے مقابل کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس کی نماز جنازہ اسی طرح پڑھائی، جس طرح مرد کی پڑھائی تھی، اس کے بعد وہ بیٹھ گئے۔

علاء بن زیاد نے ان سے دریافت کیا: اے ابوحمزہ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز جنازہ پڑھایا کرتے تھے، جس طرح آپ نے پڑھائی ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار تکبیریں کہتے تھے، اور مرد کے نماز جنازہ میں اس کے سر کے مدمقابل اور عورت کی نماز جنازہ میں اس کی کمر کے مدمقابل کھڑے ہوتے تھے، انہوں نے جواب دیا: جی ہاں!

پھر اس نے دریافت کیا: اسے ابوحمزہ! کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ نے جہاد میں شرکت کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شرکت کی ہے، مشرکین آئے، انہوں نے ہم پر حملہ کیا، یہاں تک کہ ہم پسپائی کا شکار ہو گئے، ان مشرکین میں ایک شخص تھا، جو ہم پر تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا، اس نے ہمیں بہت نقصان پہنچایا، آخر کار اللہ تعالیٰ نے انہیں پسپا کر دیا، پھر وہ لوگ آنے لگے اور اسلام قبول کرنے لگے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ مجھ پر یہ نذر لازم ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو (یہاں قابو میں) کر دیا، جو آج ہم پر تابڑ توڑ حملے کرتا رہا ہے، تو میں ضرور اس کی

گردن اڑا دوں گا، نبی اکرم ﷺ خاموش رہے، پھر وہ آدمی بھی آ گیا، جب نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھا، تو اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتا ہوں، نبی اکرم ﷺ رکے رہے، نبی اکرم ﷺ نے اس سے بیعت نہیں لی، تا کہ وہ صحابی اپنی نذر کو پورا کرے، راوی بیان کرتے ہیں: وہ صحابی بھی نبی اکرم ﷺ کے سامنے خاموش کھڑے رہے، تا کہ آپ اس شخص کو قتل کرنے کی اجازت دیں، تو پھر وہ اس کو قتل کرے، وہ نبی اکرم ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے اپنے طور پر اسے قتل نہیں کر رہے تھے، جب نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ وہ صحابی کچھ نہیں کر رہے ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے بیعت لے لی تو اس صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! میری نذر کا کیا ہوگا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تو اسی لیے رکا رہا تھا، کہ تم اپنی نذر کو پورا کر لو، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے مجھے آنکھ کے ذریعے اشارہ کیوں نہیں کیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ آنکھ سے اشارہ کرے۔

ابوغالب کہتے ہیں: میں نے عورت کی کمر کے مدمقابل کھڑے ہونے کے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کے بارے میں دریافت کیا، تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ ایسا اس لیے ہوتا تھا کہ میت پر پردہ وغیرہ نہیں ہوتا تھا، تو امام اس کی کمر کے مدمقابل کھڑا ہو جاتا تھا، تا کہ لوگوں کے لیے اس سے پردہ بن جائے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان: "مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک لڑائی کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہیں پڑھ لیتے"۔

اس روایت نے، اس حدیث کو، یعنی ایسے شخص کو قتل کرنے سے متعلق نذر کو پورا کرنے کو منسوخ کر دیا ہے جبکہ وہ کہہ چکا ہے: میں توبہ کر چکا ہوں۔

3195- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا لِلصَّلَاةِ وَسَطَهَا

⊛⊛ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے ایک خاتون کی نماز جنازہ ادا کی جس کا اپنے بچے کی پیدائش کے وقت کے انتقال ہو گیا تھا، تو نبی اکرم ﷺ اس کی نماز جنازہ میں، اس کے وسط کے مقابل میں کھڑے ہوئے۔

بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَازَةِ

باب: نماز جنازہ میں تکبیرات کہنا

3195- اسناده صحيح. حسين المعلم: هو ابن ذكوان، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخاري (332)، ومسلم (964)، وابن ماجه (1493)، والترمذي (1056)، والنسائي (393) و (1976) و (1979) من طرق عن حسين بن ذكوان المعلم، به. وهو في "مسند احمد" (20162)، و"صحيح ابن حبان" (3067).

3196 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ رَطْبٍ فَصَفُّوا عَلَيْهِ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، فَقُلْتُ لِلشَّعْبِيِّ: مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: الثِّقَةُ مَنْ شَهِدَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ

امام شعبی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک تازہ بنی ہوئی قبر کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ نے لوگوں کی صفیں بنوائیں اور اس کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

امام شعبی سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو کس نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایک ایسے ثقہ راوی نے، جو اس موقع پر موجود تھا، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

3197 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كَانَ زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ أَرْقَمَ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا، وَأَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ خَمْسًا، فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَنَا لِحَدِيثِ ابْنِ الْمُثَنَّى أَتْقَنُ

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمارے (مرحومین کی) نماز جنازہ میں، چار تکبیریں کہا کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں، میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ یہ (یعنی پانچ تکبیریں بھی) کہا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن مثنیٰ کی نقل کردہ روایت میں، میں زیادہ "متقن" ہوں۔

بَابُ مَا يَقْرَأُ عَلَى الْجَنَازَةِ

نمازِ جنازہ میں کیا تلاوت کیا جائے؟

3198 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَقَالَ: إِنَّهَا مِنَ السُّنَّةِ

طلحہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں میں نے ایک نماز جنازہ ادا کی، تو انہوں نے اس میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کی اور بتایا: یہ سنت ہے۔

بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ

(نمازِ جنازہ میں) میت کے لیے دعا کرنا

3199 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''جب تم کسی میت کی نماز جنازہ ادا کرو، تو صرف اسی کے لیے دعا کرو''

3200 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْجُلَاسِ عُقْبَةُ بْنُ سَيَّارٍ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ شَمَّاخٍ قَالَ: شَهِدْتُ مَرْوَانَ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ؟ قَالَ: أَمَعَ الَّذِي قُلْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: كَلَامٌ كَانَ بَيْنَهُمَا قَبْلَ ذَلِكَ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا، وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ، وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، جِئْنَاكَ شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَخْطَأَ شُعْبَةُ فِي اسْمِ عَلِيِّ بْنِ شَمَّاخٍ قَالَ فِيهِ: عُثْمَانُ بْنُ شَمَّاسٍ، وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ الْمَوْصِلِيَّ يُحَدِّثُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قَالَ: مَا أَعْلَمُ أَنِّي جَلَسْتُ مِنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ مَجْلِسًا إِلَّا نَهَى فِيهِ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ، وَجَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ

علی بن شماخ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت مروان کے پاس موجود تھا، جب اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا:

آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا اس کے ہمراہ جو تم نے کہا ہے، مراوان نے جواب دیا: جی ہاں! (علی بن شماخ کہتے ہیں) ان دونوں کے درمیان پہلے کوئی بات چیت چل رہی تھی، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھتے تھے)

''اے اللہ! تو اس (میت) کا پروردگار ہے، تو نے اسے پیدا کیا، تو نے اسے اسلام کی ہدایت نصیب کی، تو نے اس کی روح کو قبض کیا، تو اس کے پوشیدہ اور علانیہ معاملات کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے، ہم اس کے لیے سفارش کرنے والے کے طور پر آئے ہیں، تو اس کی مغفرت کر دے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شعبہ نے علی بن شماخ کا نام بیان کرتے ہوئے غلطی کی ہے، انہوں نے اس راوی کا نام عثمان بن شماس نقل کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے احمد بن ابراہیم موصلی کو امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں جب بھی حماد بن زید کی محفل میں بیٹھا تو انہوں نے اس محفل میں عبدالوارث اور جعفر بن سلیمان سے (روایت کرنے سے) منع کیا۔

3201 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ فَقَالَ:

3199- اسناده حسن. محمد بن اسحاق صرح بالتحديث عند ابن حبان (3077) فانتفت شبهة تدليسه. محمد بن ابراهيم: هو ابن الحارث التيمي. واخرجه ابن ماجه (1497) من طريق محمد بن سلمة الحراني، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (3076) و (3077).

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا، وَمَيِّتِنَا، وَصَغِيرِنَا، وَكَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، اللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِيمَانِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے یہ دعا پڑھی:

''اے اللہ! ہمارے زندہ اور مرحوم لوگوں کی مغفرت کر دے، ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کی، ہمارے مذکر اور مونث (مرد و خواتین کی)، ہمارے موجود اور غیر موجود افراد کی (مغفرت کر دے) اے اللہ! تو نے ہم میں سے جسے زندہ رکھنا ہو، اسے ایمان پر زندہ رکھنا، اور ہم میں سے، جسے موت دینی ہو، اسے اسلام پر موت دینا، اے اللہ! تو ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر دینا''۔

3202 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، ح وحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ - وَحَدِيثُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَتَمُّ - حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ جَنَاحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ، عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ، فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ - قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ - وَعَذَابِ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَمْدِ، اللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: عَنْ مَرْوَانَ بْنِ جَنَاحٍ

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھائی تو میں نے آپ کو (دعا میں) یہ کہتے ہوئے سنا:

''اے اللہ! فلاں بن فلاں تیرے حوالے ہے، تو اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھنا''

عبدالرحمن نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تیری امان میں اور تیری رحمت کی پناہ میں ہے، تو اسے قبر کی آزمائش اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھنا، تو وعدہ وفا کرنے اور حق (ادا کرنے) کا اہل ہے، اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے، اس پر رحم کرنا، بے شک تو مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

عبدالرحمن کہتے ہیں: یہ روایت مروان بن جناح سے منقول ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ

باب: قبر پر نمازِ جنازہ ادا کرنا

3203 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

3201-حدیث صحیح، وهذا اسناد حسن من اجل موسى بن مروان الرقي، وهو متابع. الاوزاعي: هو عبد الرحمن بن عمرو بن ابي عمرو. واخرجه الترمذي (1045) من طريق هقل بن زياد، والنسائي في "الكبرى" (10852) من طريق ابي المغيرة عبد القدوس بن الحجاج، كلاهما عن الاوزاعي، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. واخرجه ابن ماجه (1498) من طريق محمد بن اسحاق، عن محمد بن ابراهيم، عن ابي سلمة، به. وهو في "مسند احمد" (8809)، و"صحيح ابن حبان" (3070).

اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ - اَوْ رَجُلًا - كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ، فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَنْهُ، فَقِيلَ: مَاتَ، فَقَالَ: اَلَا اٰذَنْتُمُونِي بِهِ؟ قَالَ: دُلُّونِي عَلٰى قَبْرِهٖ؛ فَدَلُّوهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک سیاہ فام عورت (راوی کو شک ہے یا شاید) مرد، مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غیر موجود پا کر اس کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ کو بتایا گیا، اس کا انتقال ہو گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کی قبر پر لے چلو، آپ کو اس (کی قبر پر) لے جایا گیا، تو آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمُسْلِمِ يَمُوتُ فِي بِلَادِ الشِّرْكِ

باب: مشرکین کے دیس میں، مرنے والے، مسلمان کی نمازِ جنازہ ادا کرنا

3204 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى، فَصَفَّ بِهِمْ، وَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشی کے انتقال کی اطلاع اسی دن دی تھی، جس دن اس کا انتقال ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ساتھ لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے، آپ نے ان کی صفیں بنوائیں اور آپ نے اس (کی نماز جنازہ میں) چار تکبیریں کہیں۔

3205 - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسٰى، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ اِسْرَائِيلَ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَنْطَلِقَ اِلٰى اَرْضِ النَّجَاشِيِّ - فَذَكَرَ حَدِيثَهُ - قَالَ النَّجَاشِيُّ: اَشْهَدُ اَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنَّهُ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَلَوْلَا مَا اَنَا فِيهِ مِنَ الْمُلْكِ لَاَتَيْتُهُ حَتّٰى اَحْمِلَ نَعْلَيْهِ

ابوبردہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت کی کہ ہم نجاشی کے ملک چلے جائیں، (اس کے بعد راوی نے حدیث ذکر کی ہے، جس میں یہ مذکور ہے) نجاشی نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں، کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور وہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) وہی شخصیت ہیں، جن کے بارے میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بشارت دی، اگر میری بادشاہت کی مصروفیات نہ ہوتیں، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین اٹھاتا۔

بَابٌ فِي جَمْعِ الْمَوْتٰى فِي قَبْرٍ وَالْقَبْرُ يُعَلَّمُ

باب: کئی مردوں کو ایک قبر میں اکٹھا (دفن) کرنا، قبر کا نشان مقرر کرنا

3206 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ، ح وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ

السِّجِسْتَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، بِمَعْنَاهُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ الْمَدَنِيِّ، عَنِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ، أُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ فَدُفِنَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهُ، فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ، قَالَ كَثِيرٌ: قَالَ الْمُطَّلِبُ: قَالَ الَّذِي يُخْبِرُنِي ذَلِكَ: عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ، وَقَالَ: أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي، وَأَدْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي

مطلب بیان کرتے ہیں: جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ لایا گیا اور انہیں دفن کردیا گیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (ایک بڑا بھاری) پتھر لانے کا حکم دیا' لیکن وہ شخص اسے نہیں اٹھا سکا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھ کر اس پتھر کی طرف گئے۔ آپ نے آستینیں چڑھالیں۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستینیں چڑھانے کے وقت آپ کی کلائیوں کی سفیدی کا منظر گویا آج بھی میری نگاہ میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اٹھایا اور (نشانی کے طور حضرت عثمان کی قبر) کے سرہانے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: اس کے ذریعے مجھے اپنے بھائی کی قبر کی شناخت رہے گی اور میرے اہل خانہ میں سے جو بھی فوت ہوگا' میں اُسے اِس کے قریب دفن کروں گا۔

بَابٌ فِي الْحَفَّارِ يَجِدُ الْعَظْمَ هَلْ يَتَنَكَّبُ ذَلِكَ الْمَكَانَ؟

باب: (قبر) کھودنے والے کو، اگر (کھدائی کے دوران) کوئی ہڈی ملے، تو کیا وہ اس جگہ کو کریدے؟

3207 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَعْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''مردے کی ہڈی توڑنا، زندہ کی (ہڈی) توڑنے کے مترادف ہے''

بَابٌ فِي اللَّحْدِ

باب: لحد کا بیان

3208 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

3206-اسنادہ حسن من اجل کثیر بن زید، فھو صدوق حسن الحدیث، والمطلب-وھو ابن عبد اللہ بن حنطب-بیّن فی روایتہ انہ اخبرہ بذلک من رای رسول اللہ-صلی اللہ علیہ وسلم-یفعل ذلک، فاتصل الاسناد، ولا یضر ابھام الصحابی، لانھم عدول کلھم، وقد حسّن اسنادہ ابن الملقن فی "البدر المنیر" /3255، ووافقہ ابن حجر فی "التلخیص الحبیر" /133.2، واخرجہ البیھقی /4123 من طریق ابی داود، بھذا الاسناد.

سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"(قبر میں) لحد (بنانے کا طریقہ) ہمارے لیے اور شق (کا طریقہ) دوسروں کے لیے ہے"۔

بَابُ كَمْ يَدْخُلُ الْقَبْرَ

باب: کتنے لوگ قبر میں داخل ہوں؟

3209 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: غَسَّلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ وَالْفَضْلُ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَهُمْ أَدْخَلُوهُ قَبْرَهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُرَحَّبٌ أَوْ أَبُو مُرَحَّبٍ، أَنَّهُمْ أَدْخَلُوا مَعَهُمْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ، فَلَمَّا فَرَغَ عَلِيٌّ قَالَ: إِنَّمَا يَلِي الرَّجُلَ أَهْلُهُ

⊛⊛ امام شعبی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل (بن عباس رضی اللہ عنہما) اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، ان حضرات نے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں اتارا، (ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) ان حضرات نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو انہوں نے فرمایا: آدمی کے اس طرح کے (یعنی کفن دفن کے) معاملات اس کے خاندان کے افراد ہی سرانجام دیتے ہیں۔

3210 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي مُرَحَّبٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ نَزَلَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ أَرْبَعَةً

⊛⊛ حضرت ابومرحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں اترے تھے، گویا میں اس وقت بھی ان چاروں حضرات کو دیکھ رہا ہوں۔

بَابٌ فِي الْمَيِّتِ يُدْخَلُ مِنْ رِجْلَيْهِ

باب: میت کو اس قبر میں کیسے داخل کیا جائے؟

3211 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: أَوْصَى الْحَارِثُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ الْقَبْرِ، وَقَالَ: هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ

⊛⊛ ابواسحاق بیان کرتے ہیں: حارث نے یہ وصیت کی کہ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ اس کی نماز جنازہ

3211- اسناده صحيح، عبد الله بن يزيد: هو ابن زيد بن حصين الخطمي الانصاري، صحابي صغير، ولي الكوفة لعبد الله بن الزبير. وقد شهد ابو اسحاق -وهو عمرو بن عبد الله السبيعي- جنازة الحارث -وهو الاعور- كما روى ابن سعد /1686-169، وابن ابي شيبة /3263، والبيهقي /544، ولهذا صحح اسناده البيهقي /544، وقال: وقد قال: هذا من السنة فصار كالمسند، وصححه كذلك ابن حزم في "المحلى" /178.5 واخرجه ابن سعد في الطبقات "الكبرى" /1686-169 و169، والبيهقي /544 من طرق عن ابي اسحاق السبيعي، به.

پڑھائیں، توانہوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر انہوں نے اس کو قبر کے پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارا، اور بولے: یہ سنت ہے۔

بَابُ الْجُلُوسِ عِنْدَ الْقَبْرِ

باب: (آدمی) قبر کے پاس (کیسے) بیٹھے

3212 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَاذَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمْ يُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں شرکت کے لیے گئے، جب ہم قبرستان پہنچے، تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم بھی بیٹھ گئے۔

بَابٌ فِي الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ

باب: میت کو جب قبر میں اتارا جائے، تو میت کے لیے دعا کرنا

3213 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي الْقَبْرِ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی میت کو قبر میں اتارتے تو یہ پڑھتے تھے:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اور اللہ کے رسول کی سنت پر (میں اسے سپرد خاک کرتا ہوں)"۔

روایت کے یہ الفاظ مسلم بن ابراہیم کے نقل کردہ ہیں۔

3212-اسناده صحیح. زاذان: هو ابو عمر الكندي، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وجرير: هو ابن عبد الحميد. واخرجه ابن ماجه (1548) من طريق يونس بن خباب، وابن ماجه (1549) والنسائي (2001) من طريق عمرو بن قيس، كلاهما عن المنهال بن عمرو، به. ولفظ حديث يونس: خرجنا مع رسول الله -صلّى الله عليه وسلم- في جنازة، فقعد حيال القبلة. ولفظ عمرو بن قيس كلفظ المصنف، لكن ليس فيه ذكر استقبال القبلة. وسيأتي عند المصنف من طرق عن الاعمش برقم (4753) و (4754) ليس فيه ذكر استقبال القبلة ايضاً. وهو في الموضع الاول مطول. وهو في "مسند احمد" (18534).

بَابُ الرَّجُلِ يَمُوتُ لَهُ قَرَابَةٌ مُشْرِكٌ

باب: اگر کسی مسلمان کا مشرک رشتہ دار فوت ہو جائے (تو وہ مسلمان کیا کرے؟)

3214 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ نَاجِيَةَ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ، قَالَ: اذْهَبْ فَوَارِ أَبَاكَ، ثُمَّ لَا تُحْدِثَنَّ شَيْئًا، حَتَّى تَأْتِيَنِي فَذَهَبْتُ فَوَارَيْتُهُ وَجِئْتُهُ فَأَمَرَنِي فَاغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِي

❀❀ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوڑھا گمراہ چچا انتقال کر گیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور اپنے والد کو (زمین میں) چھپا دو، اور پھر میرے پاس آنے سے پہلے کوئی اور کام نہ کرنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں گیا، میں نے انہیں (زمین میں) دفن کر دیا، پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت میں نے غسل کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعا دی۔

بَابٌ فِي تَعْمِيقِ الْقَبْرِ

باب: قبر کو گہرا رکھنا

3215 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَهُمْ عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: جَاءَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالُوا: أَصَابَنَا قَرْحٌ وَجَهْدٌ فَكَيْفَ تَأْمُرُنَا، قَالَ: احْفِرُوا وَأَوْسِعُوا، وَاجْعَلُوا الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي الْقَبْرِ قِيلَ: فَأَيُّهُمْ يُقَدَّمُ؟ قَالَ: أَكْثَرُهُمْ قُرْآنًا قَالَ: أُصِيبَ أَبِي يَوْمَئِذٍ عَامِرٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ أَوْ قَالَ وَاحِدٌ،

❀❀ حضرت ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں: غزوہ احد کے موقعہ پر کچھ انصار، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: ہمیں زخم اور تھکاوٹ لاحق ہوئے ہیں، تو (شہداء کو دفن کرنے کے حوالے سے) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ (قبریں) کھودو، اور کشادہ رکھو، اور ایک قبر میں دو، یا تین افراد کو رکھ دو۔

عرض کی گئی: (قبلہ کی سمت میں) آگے کسے رکھا جائے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے زیادہ قرآن آتا ہو۔ (ہشام بیان کرتے ہیں:) اس دن میرے والد بھی شہید ہو گئے تھے، تو انہیں دو آدمیوں کے ساتھ دفن کیا گیا، (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ایک آدمی کے ساتھ (دفن کیا گیا)۔

3216 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ يَعْنِي الْأَنْطَاكِيَّ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ فِيهِ: وَأَعْمِقُوا،

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''(قبروں کو) گہرا رکھنا''

3217 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ

٭٭ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي تَسْوِيَةِ الْقَبْرِ

باب: قبر کو برابر کرنا

3218 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي هَيَّاجٍ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: بَعَثَنِي عَلِيٌّ، قَالَ لِي: أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ لَا أَدَعَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتُهُ، وَلَا تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتُهُ

٭٭ ابوہیاج اسدی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے بھیجا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں اس کام کے لیے بھیج رہا ہوں، جس کام کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا، وہ یہ کہ میں ہر اونچی قبر کو برابر کر دوں اور ہر مورتی کو مٹا دوں۔

3219 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِرُودِسَ مِنْ أَرْضِ الرُّومِ، فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا، فَأَمَرَ فَضَالَةُ بِقَبْرِهِ فَسُوِّيَ، ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُودِسُ جَزِيرَةٌ فِي الْبَحْرِ

٭٭ ابوعلی ہمدانی بیان کرتے ہیں: ہم روم کی سرزمین پر، روڈس میں، حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے، ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا، تو حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کے حکم کے تحت اس کی قبر کو برابر کر دیا گیا، پھر انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس (قبر) کو برابر کرنے کا حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روڈس، سمندر میں ایک جزیرہ ہے۔

3220 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ هَانِئٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّهْ اكْشِفِي لِي عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَكَشَفَتْ لِي عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُورٍ لَا مُشْرِفَةٍ، وَلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: يُقَالُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَدَّمٌ، وَأَبُو بَكْرٍ عِنْدَ رَأْسِهِ، وَعُمَرُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، رَأْسُهُ عِنْدَ رِجْلَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٭٭ قاسم بیان کرتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کی: امی جان! آپ مجھے نبی

اکرم اور آپ ﷺ کے دوساتھیوں (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی قبریں دکھائیں، تو انہوں نے مجھے تین قبریں دکھائیں، جو نہ او نچی تھیں، اور نہ ہی زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھیں، ان پر سرخ میدان کی کنکریاں ڈالی ہوئی تھیں۔

(سنن ابوداؤد کے راوی) ابوعلی بیان کرتے ہیں: یہ بات بیان کی جاتی ہے، نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک (قبلہ کی سمت میں) آگے کی طرف ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر نبی اکرم ﷺ کے سر مبارک (کے مقابل پیچھے کی طرف) ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر، نبی اکرم ﷺ کے قدموں میں ہے۔

بَابُ الِاسْتِغْفَارِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِلْمَيِّتِ فِي وَقْتِ الِانْصِرَافِ

باب: (دفن کے بعد) واپسی کے وقت، میت کے لیے دعائے مغفرت کرنا

3221 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَحِيرٍ، عَنْ هَانِئٍ، مَوْلَى عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَحِيرُ ابْنُ رَيْسَانَ

❀❀ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو آپ اس (کی قبر) کے پاس ٹھہر کر فرماتے:

''اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرو، اور اس کے لیے، ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیے جائیں گے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) (اس سند کے ایک راوی کے باپ کا نام) بحیر بن ریسان ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الذَّبْحِ عِنْدَ الْقَبْرِ

باب: قبر کے قریب، ذبح کرنے کا مکروہ ہونا

3222 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ، قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: كَانُوا يَعْقِرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقَرَةً أَوْ شَاةً

❀❀ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اسلام میں ''عقر'' کی کوئی گنجائش نہیں ہے''

3222-اسنادہ صحیح. وھو فی "مصنف عبدالرزاق" (6690)، ومن طریقہ اخرجہ احمد (13032)، وعبد بن حمید (1253)، وابن حبان (3146)، والبیھقی 574/3 و 314/9.

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ لوگ قبر کے پاس ذبح کرتے تھے، یعنی گائے یا کسی اور چیز کو (ذبح کرتے تھے)۔

بَابُ الْمَيِّتِ يُصَلَّى عَلَى قَبْرِهِ بَعْدَ حِينٍ

باب: (میت کے انتقال کے) کچھ عرصہ بعد، قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا

3223 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کی نماز جنازہ ادا کی اور پھر واپس تشریف لائے۔

3224 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ - بِهَذَا الْحَدِيثِ - قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ اُحد کے) آٹھ سال بعد، شہداء اُحد کی نماز جنازہ ادا کی، یوں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ اور مرحوم لوگوں کو الوداع کہہ رہے ہوں۔

بَابٌ فِي الْبِنَاءِ عَلَى الْقَبْرِ

باب: قبر پر عمارت تعمیر کرنا

3225 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَقْعُدَ عَلَى الْقَبْرِ، وَأَنْ يُقَصَّصَ وَيُبْنَى عَلَيْهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے منع کرتے ہوئے سنا ہے، کہ قبر پر بیٹھا جائے، یا اس پر چونا لگایا جائے، یا اس پر (عمارت) تعمیر کی جائے۔

3226 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عُثْمَانُ: أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ، وَزَادَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى: أَوْ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ

3225- اسناده صحيح، وقد صرح بالسماع كل من ابن جريج - وهو عبد الملك بن عبد العزيز - وابي الزبير - وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي - فانتفت شبهة تدليسهما. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (6488)، ومن طريقه اخرجه مسلم (970). واخرجه مسلم (970)، والنسائي (2528) من طريق حجاج بن محمد المصيصي، والترمذي (1074) من طريق محمد بن ربيعة الكلابي

مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ: أَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: خَفِيَ عَلَيَّ مِنْ حَدِيثِ مُسَدَّدٍ حَرْفُ وَأَنْ

ترجمہ: یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عثمان نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "یا اس پر زیادہ کیا جائے"

سلیمان بن موسیٰ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "یا اس پر کوئی چیز تحریر کی جائے"

مسدد نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل نہیں کیے: "یا اس پر زیادہ کیا جائے"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد کی روایت میں لفظ "أن" مجھ سے مخفی رہا۔

3227 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

✿✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ، یہودیوں کو برباد کرے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا"

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْقُعُودِ عَلَى الْقَبْرِ

باب: قبر پر بیٹھنے کا مکروہ ہونا

3228 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ، حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ

✿✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"آدمی کا ایسے انگارے پر بیٹھنا، جو اس کے کپڑے جلا کر اس کی جلد تک، پہنچ جائے، یہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے"۔

3229 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا

3229- اسناده صحيح. عيسى: هو ابن يونس بن ابي اسحاق السبيعي، وابو مرثد الغنوي: هو كناز بن الحصين بن يربوع. واخرجه مسلم (972)، والترمذي (1073)، والنسائي (760) من طريق الوليد ابن مسلم الدمشقي، عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، بهذا الاسناد. وقد صرح الوليد بسماعه في جميع طبقات الاسناد عند احمد (17215)، وابن خزيمة (793).

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''قبروں پر بیٹھو نہیں اور ان کی طرف رخ کر کے نماز ادا نہ کرو''

بَابُ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ بَيْنَ الْقُبُورِ

باب: قبروں کے درمیان جوتا پہن کر چلنا

3230 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سُمَيْرٍ السَّدُوسِيِّ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ بَشِيرٍ، مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ اسْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ زَحْمُ بْنُ مَعْبَدٍ، فَهَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: زَحْمٌ، قَالَ: بَلْ أَنْتَ بَشِيرٌ، قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أُمَاشِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: لَقَدْ سَبَقَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا ثَلَاثًا ثُمَّ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ: لَقَدْ أَدْرَكَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا وَحَانَتْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظْرَةٌ، فَإِذَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي الْقُبُورِ عَلَيْهِ نَعْلَانِ، فَقَالَ: يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ، وَيْحَكَ أَلْقِ سِبْتِيَّتَيْكَ فَنَظَرَ الرَّجُلُ فَلَمَّا عَرَفَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَعَهُمَا فَرَمَى بِهِمَا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت بشیر رضی اللہ عنہ، جن کا نام زمانہ جاہلیت میں زحم بن معبد تھا، وہ ہجرت کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: زحم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جی نہیں!) بلکہ تم ''بشیر'' ہو۔

(حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) ایک مرتبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مشرکین کی قبروں کے پاس سے ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ بہت زیادہ بھلائی (یعنی اسلام کے آنے) سے پہلے ہی (دنیا سے) آگے چلے گئے، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مسلمانوں کی قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں نے بہت زیادہ بھلائی (یعنی اسلام) کو پالیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی، جو قبروں کے درمیان میں سے گزر رہا تھا، اور اس نے جوتے پہنے ہوئے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جوتے پہننے والے! تم پر افسوس ہے، تم اپنے جوتے اتار دو، اس شخص نے دیکھا، جب اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا، تو اس نے اپنے جوتے اتار دیے۔

3231 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس جانے لگتے ہیں، تو وہ اُن کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے''

بَابٌ فِي تَحْوِيلِ الْمَيِّتِ مِنْ مَوْضِعِهِ لِلْأَمْرِ يَحْدُثُ

باب: کوئی ضرورت پیش آنے کی وجہ سے، میت کو اس کی جگہ سے (دوسری جگہ) منتقل کردینا

3232 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي مَسْلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ، فَكَانَ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ حَاجَةٌ، فَأَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَمَا أَنْكَرْتُ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا شُعَيْرَاتٍ كُنَّ فِي لِحْيَتِهِ مِمَّا يَلِي الْأَرْضَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (غزوہ اُحد کے شہداء میں) میرے والد کے ساتھ، ایک اور شخص کو دفن کیا گیا، اس حوالے سے میرے ذہن میں کچھ الجھن تھی، میں نے چھ ماہ کے بعد انہیں قبر سے نکالا، تو ان (کے جسم میں) کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی، سوائے ان کی داڑھی کے کچھ بالوں کے، جو زمین سے لگے ہوئے تھے۔

بَابٌ فِي الثَّنَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

باب: میت کی تعریف کرنا

3233 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَرُّوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ: وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبَتْ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ شُهَدَاءُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ ایک جنازہ لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرے، لوگوں نے اس کی تعریف کی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی، پھر (کچھ لوگ) ایک اور میت کو لے کے گزرے لوگوں نے اس کی برائی بیان کی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: واجب ہوگئی، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ایک دوسرے پر گواہ ہو۔

بَابٌ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ

باب: قبروں کی زیارت کرنا

3234 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى، وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي تَعَالَى عَلَى أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، فَاسْتَأْذَنْتُ أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ بِالْمَوْتِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لائے، آپ خود بھی روئے اور اپنے آس پاس افراد کو بھی رُلا دیا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں نے اپنے پروردگار سے ان کے لیے دعائے مغفرت کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی، میں نے ان کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی، تو وہ مجھے دیدی گئی، تم لوگ قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں''۔

3235 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُعَرِّفُ بْنُ وَاصِلٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً

❁❁ ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''(پہلے) میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، اب تم ان کی زیارت کیا کرو، کیونکہ ان کی زیارت میں نصیحت ہوتی ہے''۔

بَابٌ فِي زِيَارَةِ النِّسَاءِ الْقُبُورَ

باب: خواتین کا قبروں کی زیارت کرنا

3236 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا زَارَ الْقُبُورَ أَوْ مَرَّ بِهَا

باب: جب آدمی قبرستان جائے یا قبروں کے پاس سے گزرے، تو کیا پڑھے؟

3237 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ

3235- اسناده صحيح. ابن بريدة: هو عبد الله. واخرجه مسلم (977)، وبإثر (1975)، والنسائي (2532) و (4429) و (5652) و (5653) من طريق محارب بن دثار، ومسلم (977) من طريق عطاء الخراساني، والنسائي (2033) من طريق المغيرة بن سبيع، و (4430) و (5651) من طريق الزبير ابن عدي، اربعتهم عن ابن بريدة، به. وقد جاء اسمه مقيداً في بعض روايات محارب وفي رواية عطاء والمغيرة بعبد الله. واخرجه مسلم (977)، والترمذي (1076) من طريق علقمة بن مرثد، عن سليمان بن بريدة، به. فسماه سليمان، وهو اخو عبد الله. وهو في "مسند احمد" (22958) (23016)، و "صحيح ابن حبان" (3168) و (5390) و (5400)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دعا) پڑھی:
''اے مسلمانوں کی بستی کے رہنے والو! تم پر سلام ہو، اگر اللہ نے چاہا' تو ہم بھی تم سے آملیں گے''

بَابُ الْمُحْرِمِ يَمُوتُ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ

باب: جب محرم کا انتقال ہو جائے' تو اس کے ساتھ کیا' کیا جائے؟

3238 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ وَقَصَتْهُ رَاحِلَتُهُ، فَمَاتَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ: كَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَاغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّي،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: خَمْسُ سُنَنٍ، كَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ: أَيْ يُكَفَّنُ الْمَيِّتُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَاغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ: أَيْ إِنَّ فِي الْغَسَلَاتِ كُلِّهَا سِدْرًا، وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، وَكَانَ الْكَفَنُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا، جو سواری سے گر کر مر گیا تھا، وہ احرام باندھے ہوئے تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اس کے انہی دو کپڑوں میں کفن دو، اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل دو، اس کے سر کو ڈھانپنا نہیں، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن زندہ کرے گا، تو یہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا: اس حدیث میں پانچ سنتیں ہیں،
''اسے اس کے'' کپڑوں میں کفن دو'' یعنی میت کو اس کے دو کپڑوں میں کفن دیا جائے'' اسے پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل دو'' یعنی پانی میں بیری کے پتے شامل ہونے چاہئیں'' اس کے سر کو نہ ڈھانپو اور اسے خوشبو نہ لگاؤ'' اور یہ کہ کفن (میت کے) پورے مال سے دیا جائے گا۔

3239 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرٍو، وَأَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، نَحْوَهُ قَالَ: وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ أَيُّوبُ: ثَوْبَيْهِ، وَقَالَ عَمْرٌو: وثَوْبَيْنِ، وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ: قَالَ أَيُّوبُ: فِي ثَوْبَيْنِ، وَقَالَ عَمْرٌو: فِي ثَوْبَيْهِ، زَادَ سُلَيْمَانُ: وَحْدَهُ وَلَا تُحَنِّطُوهُ،

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ''اسے دو کپڑوں میں کفن دو''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے: ''دو کپڑے''، ایک نے یہ الفاظ نقل کیے ''دو کپڑوں میں

3238-اسناده صحيح. سفيان: هو الثوري. واخرجه مسلم (1206)، وابن ماجه (3084)، والترمذي (972)، والنسائي (1904) و (2714) و (2858) من طرق عن عمرو بن دينار، به. واخرجه البخاري (1267) و (1851)، ومسلم (1206)، وابن ماجه (3084/م)، والنسائي (2853) و (2854) و (2857) من طرق عن سعيد بن جبير، به. وهو في "مسند احمد" (1850)، و "صحيح ابن حبان" (3957).

''ایک نے یہ نقل کیے ہیں: ''اس کے دو کپڑوں میں''۔

صرف سلیمان نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''تم اسے خوشبو نہ لگانا''

3240 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِمَعْنَى سُلَيْمَانَ فِي ثَوْبَيْنِ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: یعنی ''دو کپڑوں میں''

3241 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ، فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اغْسِلُوهُ وَكَفِّنُوهُ، وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک محرم شخص سواری سے گر کر مر گیا، اس (کی میت) کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسے غسل دو، اسے کفن دو، اس کے سر کو ڈھانپو، اسے خوشبو نہ لگاؤ، (قیامت کے دن) یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے زندہ ہوگا''۔

3241- اسناده صحيح. الحكم: هو ابن عتيبة، ومنصور: هو ابن المعتمر، وجرير: هو ابن عبد الحميد. واخرجه البخاري (1839)، والنسائي (2856) من طريق جرير بن عبد الحميد، بهذا الاسناد.

كِتَابُ الْأَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ

یہ کتاب قسموں اور نذروں کے بیان میں ہے

لفظ قسم کی لغوی تحقیق کا بیان

خلیل ابن احمد الفراہیدی لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں (ق س م) کا مادّہ دو معنی کے لئے آتا ہے، اگر سین کے سکون کے ساتھ (قَسْم) ہو تو اِسکا معنی "مال کے کسی حصے کا جزء جزء کرنا، یا مال سے ہر ایک کے حصے کو جدا کرنا" ہے، اور اسکی جمع "اَقسام" آتی ہے، لیکن اگر یہ مادّہ سین کے فتحہ کے ساتھ (قَسَم) ہو، تو پھر بھی اسکی جمع "اَقسام" ہی ہے، (جیسے: سَبَب و اَسْبَاب)، اور اِس وقت اِسکا معنی "قسم کھانا" ہیں۔ (کتاب العین، ج۵، بیروت دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ق، ص۸۶)

اِس مادّہ (قَسَم) سے جو اَفعال، قَسَم کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، وہ باب اِفعال (اَقْسَمَ)، باب مفاعلہ (قَاسَمَ) جیسے: (وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ) (الاعراف ۲۱) "اور (شیطان نے) اُن دونوں سے قسم کھائی کہ میں تمھیں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں"۔

یہاں یہ فعل باب مفاعلہ سے دو نفر کے درمیان مشترک نہیں ہے، بلکہ "سَافَرْتُ شَهْرًا" (میں نے پورے ایک ماہ سفر کیا) کی طرح ہے، اور احتمال قوی یہ ہے کہ یہاں یہ فعل مبالغہ کیلئے آیا ہو، مبالغہ کی صورت میں آیت کا معنیٰ اِسطرح ہوگا، "اُس نے تاکیداً قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا یقیناً خیر خواہ اور ہمدرد ہوں" لیکن اِس بات کا امکان بھی ہے کہ باب مفاعلہ "قَاسَمَهُمَا" اِس آیت میں طرفین کے لئے (مشترک) ہو، اور حضرت آدم و حوا کے شیطان کی بات سننے کی وجہ سے، یا اُسکی بات کو قبول کرنے کی وجہ سے، اور یا اُس سے قسم کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے یہ فعل استعمال ہوا ہو، نیز باب افتعال (اِقْتَسَمَ)، باب تفاعل (تَقَاسَمَ)، اور باب استفعال (اِسْتَقْسَمَ) بھی اِسی مادّہ قَسَم سے، قسم کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، لیکن قرآن کریم میں زیادہ تر باب اِفعال کے طور پر ہی استعمال ہوا ہے۔

امام راغب اصفہانی "اِس لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں، "قَسَم کی اصل "قَسَامَة" ہے اور "قَسَامَة" اُس قسم کو کہتے ہیں کہ جسے مقتول کے ورثہ پر تقسیم کیا جاتا ہے، کیونکہ اُنھوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا ہے، مثلاً کہ زید نے عمرو کو مارا ہے، تو ضروری ہے کہ عمرو کے ورثہ میں سے ہر ایک، قتل کا گواہ و شاہد نہ ہونے کی صورت میں، اپنے اِس دعوے پر قسم کھائے۔

(اَلْقَسَم فِی اللُّغَةِ وَفِی الْقُرْآنِ، ص۲۴)

بعض اِس بات کے قائل ہیں کہ "قَسَامَة "وہ قَسَم ہے کہ جو مقتول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس افراد، اپنے مقتول کے خون کے استحقاق پر کھاتے ہیں، اُس وقت جب وہ قاتل کو کسی ایک قوم میں سے قرار دیں، لیکن قاتل کو مشخص طور پر نہ جانتے ہیں، اور اگر مقتول کے خون کے وارثوں میں سے پچاس افراد نہ ہوں، تو جو موجود ہوں، ضروری ہے کہ وہ پچاس قَسَمیں پوری کریں، اور پھر یہ "قَسَامَة "اسم ہوگیا ہے ہر اُس قسم کیلئے، جو اپنے حق کے ثابت کرنے اور لینے کیلئے کھائی جائے۔ ۱۲

لفظِ "قَسَم "اسم مصدر ہے یا حاصل مصدر اور یہ لفظ اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 33 بار قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے، اور اکثر اِسکا استعمال قسم ہی کے معنیٰ میں ہوا ہے، یہ لفظ فعل ماضی (أَقْسَمَ) کے طور پر تقریباً 8 بار اور فعل مضارع (يُقْسِمُ اور اسکی جمع) کی مختلف صورتوں میں تقریباً 12 بار ذکر ہوا ہے ۱۳، اور "ڈاکٹر خلیف "کا یہ خیال ہے کہ یہ مادّہ "قَسَم "فقط مکی آیات کے ساتھ اختصاص رکھتا ہے۔ ۱۴

بعض محققین نے اِس مادّہ "قَسَم "کے دونوں معنیٰ (جداجدا کرنا اور قسم کھانا) کے درمیان تعلّق و ارتباط برقرار کیا ہے، اُنھوں نے دوسرے معنیٰ، یعنی "قسم کھانے "کو پہلے معنیٰ 'جداجدا کرنے "کی طرف پلٹایا ہے، اِسطرح سے کہ قسم بھی حق و باطل کو جداجدا کرتی ہے اور اِن دونوں کے درمیان فاصلہ ڈالتی ہے، اور نزاع (جھگڑے) وغیرہ میں دوسروں سے اپنا حق لینے کیلئے کھائی جاتی ہے۔ پس دونوں معنیٰ کی بازگشت ایک ہی مطلب کی طرف ہے۔

(أسلوب القسم واجتماعه مع الشرط في رحاب القرآن الكريم، ص ۳۴)

لفظِ حَلَف کی لغوی تحقیق

اِس مادّہ (ح ل ف) کے لیے بھی اصلی اور بنیادی طور پر دو معنیٰ وجود رکھتے ہیں، ایک قَسَم اور دوسرا عہد و پیمان، اور اِس دوسرے معنیٰ کی بازگشت بھی قَسَم ہی کی طرف ہے، البتہ کبھی لفظِ "حَلَف "تیز دھار چیز کے معنیٰ میں آتا ہے، (جیسے لفظِ "قَسَم " جو قطع اور تقسیم کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے) کہا جاتا ہے، "سِنَانٌ حَلِيف "(یعنی تیز دھار تلوار) اور "لِسَانٌ حَلِيف "(یعنی کاٹنے والی زبان) اور لفظِ "حَلَف" کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے: (حَلَف و حَلِف)، لیکن دونوں قَسَم کا معنیٰ دیتے ہیں، حَلَف کا اصل معنیٰ "اَلْعَقْدُ بِالْعَزْمِ "(یعنی محکم اور مضبوط نیت و عقیدہ) ہے، اور "حَالِف، حَلّاف اور حَلّافَة "(بہت زیادہ قسم کھانے والا) کے معنیٰ میں ہیں، اور "أَحْلَفَ، حَلَّفَ اور اِسْتَحْلَفَ "تینوں فعل، قسم کی درخواست اور طلب کرنے کے معنیٰ میں آتے ہیں۔

بعض محققین نے اِس لفظ کو "حاء "کے فتحہ و کسرہ کے ساتھ بھی بیان کیا ہے (حَلْف و حِلْف) لیکن دونوں قَسَم ہی کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ "حَلْف "ایسی قَسَم ہے، جس کے ساتھ عہد و پیمان لیا جاتا ہے، لیکن عرفِ عام میں ہر قسم کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ "دوام اور پائیداری "کا معنیٰ بھی اپنے ہمراہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے، "حَلَفَ فُلَانٌ وَ حَلِيفُهُ "جب کوئی کسی دوسرے کے ساتھ قسم اور عہد و پیمان میں شریک ہو۔

لفظِ "حَلَف "اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ 13 بار قرآن کریم میں آیا ہے، اور صرف ایک بار اسم مبالغہ کی صورت میں

آیا ہے :(وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ)۱۸، "تو اے پیغمبر اُن منافقوں کی جو ہمیشہ قسم کھاتے رہتے ہیں، اطاعت نہ کرنا" اور باقی موارد میں بصورت فعل ذکر ہوا ہے۔

لفظِ قسم اور لفظِ حَلف کا آپس میں ترادف کا بیان

بعض یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ لفظِ "قسم" اور لفظِ "حَلف" دونوں مترادف ہیں اور دونوں ایک ہی معنیٰ کو بیان کرتے ہیں۱۹، لیکن دوسرے بعض اِس مترادف ہونے کو قبول نہیں کرتے، کیونکہ لفظِ "حَلف" قرآن کریم میں جن 13 مقامات پر استعمال ہوا ہے، بغیر کسی استثناء کے، تمام موارد میں یا جھوٹی قسم کیلئے استعمال ہوا ہے، اور یا قسم کھا کر توڑ دی گئی ہے، اور اکثر موارد میں فعلِ "حَلف" کی نسبت منافقین کی طرف ہے۔

علاوہ یہ کہ اِن میں سے گیارہ موارد میں یہ فعل، فعلِ مضارع کی صورت میں آیا ہے، جو کسی کام کے حادث ہونے اور مجدّدا انجام پانے پر دلالت کرتا ہے، یعنی فعلِ مضارع کی دلالت قسم کھانے والوں کے اپنی قسم پر ثابت قدم نہ ہونے پر ہے، جیسے "وَ يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَ مَا هُمْ مِنكُمْ"، "اور وہ (منافقین) ہمیشہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ وہ بھی یقیناً تم مومنین سے ہیں، حالانکہ باطن میں تم سے ہم عقیدہ نہیں ہیں۔"

فقط ایک مقام پر لفظِ "حَلف" فعلِ ماضی کی صورت میں آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"ذٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ"۔ سورۂ مائدہ، آیت ۸۹، "یہ ہے تمہاری قسموں کا کفارہ، جب تم نے قسم کھائی

(اور پھر توڑ ڈالی)"، اور قرآن کریم میں فقط یہی ایک مورد ہے، جس میں فعلِ "حَلف" کی ضمیر کی بازگشت مومنین کی طرف ہے، لیکن اس مقام پر بھی لفظِ "حَلف" سے قسم کھانے (اور بعد میں توڑ دینے) کی بناء پر قسم کا کفارہ اُن پر مقرر کیا گیا ہے ۲۲ اور قرآن کریم نے بھی اِس ٹوٹی ہوئی قسم کو "حَلف" سے تعبیر کیا ہے۔

"ڈاکٹر عایشہ بنت الشاطی" قسم اور حَلف کے مترادف ہونے کو رد کرتے ہوئے لکھتی ہیں: لفظِ "حَلف" بغیر کسی استثناء کے تمام موارد میں قسم توڑنے کے لئے آیا ہے، لیکن لفظِ "قسم" خواہ اِس فعل کی نسبت خداوند عالم کی طرف ہو، یا خواہ اُس کے غیر کی طرف، کہیں بھی اِس لفظ میں قسم کے توڑنے کا احتمال نہیں ہے، پس اِن دونوں لفظوں میں کوئی ترادف و یکسانیت نہیں ہے۔

(دِراسات فی القرآن وَالحدیث، ص ۱۱۴)

"جناب مختار سلامی" ڈاکٹر عایشہ کی اس بات کا، کہ لفظِ قسم اور حَلف، آپس میں مترادف نہیں ہیں، جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں": چار مقامات ایسے ہیں جہاں غیر خدا کی طرف لفظِ "قسم" سے قسم کھائی گئی ہے، اور اِن مقامات میں یا جھوٹی قسم کھائی گئی ہے اور یا قسم کے توڑنے کا احتمال موجود ہے، اور اگر اِن موارد کے مضمون وسیاق میں غور وفکر اور توجہ کی جائے، تو واضح ہو جاتا ہے؛ کہ اِن میں سے اکثر موارد میں جھوٹی قسم کھائی گئی ہے، جیسے :(فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا) سورۂ مائدہ، آیت ۱۰۶، "اُن کو اللہ کی قسم دیں کہ ہم گواہی کیلئے ہرگز کوئی قیمت نہیں چاہیں گے" لیکن بعد والی آیات اس پر گواہ ہیں کہ یہ جھوٹی قسم

ہے، اور ابن جریر طبری نے اس قسم کو "فاجرہ قسم" سے تعبیر کیا ہے، نیز اسی طرح ایک دوسرے مقام پر لفظ "قسم" سے قسم کھائی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ﴾

(سورۂ روم، آیت ۵۵)

"وہ دن جب قیامت برپا ہوگی، مجرمین قسم کھائیں گے، کہ وہ ایک ساعت (ایک گھنٹہ یا ایک گھڑی بھر) سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے ہیں، اور وہ اسی طرح سچ اور حقیقت کی جگہ جھوٹ اور خلافِ واقع بیان کرتے ہیں"، اس آیت کا ذیل اس قسم کے جھوٹے ہونے کو بیان کرتا ہے، اور "راغب اصفہانی" کے مطابق "یُؤْفَکُوْنَ" کا معنی "اعتقادات میں حق سے باطل کی طرف پھرنا اور انحرافِ پیدا کرنا ہے، اور نیز گفتار میں سچ سے جھوٹ کی طرف پھرنا ہے۔ (اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِیْبِ الْقُرْآنِ، ص ۱۹)

پس "قَسَم اور حَلِف" دونوں اَلفاظ میں تمام اہل لغت کے نزدیک ترادُف و یکسانیت پائی جاتی ہے اور عربی زبان میں مترادِف اَلفاظ کا ہونا قابلِ انکار بھی نہیں ہے، اور ایسے اَلفاظ کا لغتِ عرب میں واقع ہونا، خود ترادُف کے ممکن ہونے پر دلیل ہے، عربی زبان میں ترادُف پیدا ہونے کا سبب، موسمِ حج میں مختلف اَقوام وقبائل کا مکہ آنا، اور اہلِ مکہ وقریش والوں کے ساتھ لین دین اور دیگر معاملات انجام دینا ہے، جس کے نتیجے میں مختلف زبانوں کے کلمات اور اَلفاظ قریش کی لغت میں شامل ہو گئے، اور قریش کے شعراء بھی اِن کلمات کو اپنے اَشعار میں استعمال کرنے لگے، اور کیونکہ قرآن کریم بھی قریش کی زبان میں نازل ہوا، لہٰذا اب یہ دونوں لفظ (قَسَم اور حَلِف) ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان مکمل طور پر ترادُف حاصل ہو گیا ہے۔

(اَلْقَسَمُ فِی اللُّغَۃِ وَفِی الْقُرْآنِ، ص ۲۶؛ اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِیْبِ الْقُرْآنِ، ص ۴۰۳)

لفظِ یمین کی لغوی تحقیق

اس کا مادّہ اصلی (ی م ن) ہے، اور "اَلْیُمْنُ" کا معنی "برکت" ہے اور نون سے پہلے یاء زیادہ کرنے سے، لفظ "یَمِیْن" بنتا ہے، جو "فَعِیْل" کے وزن پر ہے، اور اس کے متعدد معنیٰ ہیں، جیسے: انسان کا سیدھا ہاتھ، یا اُسکی سیدھی طرف، یا اُسکی قدرت وطاقت، یا مقام ومنزلت وغیرہ، و نیز اس لفظ کے معانی میں سے ایک معنیٰ "قَسَم" بھی ہے اور یہ لفظ لفظاً مؤنث ہے اور اسکی جمع "أَیْمُن و أَیْمان" آتی ہیں، لفظ "أَیْمُن" میم کے ضمہ کے ساتھ، "قَسَم" کیلئے وضع کیا گیا ہے، اور کبھی لامِ تاکید اس پر داخل ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے، "لَیْمُنُ اللّٰہِ" اور اس صورت میں اِسکا الف (ہمزۂ وصل) ابتداء سے حذف ہو جاتا ہے، اور یہ "لَیْمُنُ اللّٰہِ" ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور اِسکی خبر محذوف ومقدّر رہتی ہے، اور اصل میں "لَیْمُنُ اللّٰہِ قَسَمِی" تھا۔

(اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِیْبِ الْقُرْآنِ، ص ۵۵۲-۵۵۳؛ لِسَانُ الْعَرَبِ، ج ۱۳، ص ۴۶۲)

کبھی لفظِ "أَیْمُن" سے نون حذف ہو جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے، "أَیْمُ اللّٰہِ" اور ہمزہ کا کسرہ "اِیْمُ اللّٰہِ" بھی ذکر ہوا ہے، اور بعض درمیان کی یاء بھی حذف کر دیتے ہیں، جیسے "أَمُ اللّٰہِ"، اور کبھی فقط میم کو باقی رکھتے ہیں، جیسے "مُ اللّٰہِ" اور بعض میم کی ہاء کے ساتھ شباہت کی وجہ سے میم کو کسرہ دیتے ہیں، جیسے "مِ اللّٰہِ"۔ اِس لفظ "أَیْمُن" کی مختلف صورتوں میں سے "

مِنِ اللہِ " بھی ہے، جس کو تینوں طرح سے قسم کے اسلوب میں استعمال کیا جاتا ہے، یعنی میم اور نون کے ضمہ کے ساتھ، "مُنُ اللہِ" اور دونوں کے فتحہ کے ساتھ "مَنَ اللہِ" اور دونوں کے کسرہ کے ساتھ "مِنِ اللہِ۔ (لسان العرب، ج ۱۳، ص ۴۶۲)

لفظِ "یمین" سے کوئی ایسا فعل مشتق نہیں ہوتا، جو قسم کے معنیٰ پر دلالت کرے اور زمانے کے ساتھ بھی ملا ہوا ہو، اس لئے نہیں کہا جاتا " یَمَنَ یا أَیْمَنَ "، قرآن کریم میں یہ لفظ اسم کے طور پر مفرد، جمع، اسم تفضیل اور اسم مفعول کی صورت میں استعمال ہوا ہے، اور قرآن کریم کے استعمال کے موارد میں زیادہ تر سیدھے ہاتھ، سیدھی جانب اور کسی کے مقام و منزلت کے بیان کرنے کے لئے آیا ہے، اور قرآن کریم میں یہ لفظ، قسم کے معنیٰ میں اکثر جمع (أَیْمان) کی صورت میں آیا ہے، اور پانچ مقامات پر اس طرح سے بیان ہوا ہے، جیسے : (وَ أَقْسَمُوا بِاللہِ جَهْدَ أَیْمانِهِمْ) سورۂ انعام، آیت ۱۰۹، "اور انھوں نے اللہ کی سخت و پختہ قسم کھائی "، اور یہ روش و طریقہ سخت تاکید اور محکم قسم کو بیان کرتا ہے۔

بعض محققین لفظِ "یمین" کے اسلوب اور روش قسم میں استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں : جو بھی یہ چاہتا تھا کہ قسم کھائے یا اپنے اور کسی دوسرے کے درمیان کوئی عہد و پیمان برقرار کرے، تو وہ دوسرے سے سیدھا ہاتھ ملاتا تھا، اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں کو دباتے تھے، اس طرح گویا وہ اپنے عہد و پیمان کو مضبوط اور پختہ کرتے تھے، اور کیونکہ یہ "یمین" کا لفظ "الیُمن" کے مادہ سے لیا گیا ہے، جس کا معنیٰ "برکت" ہے، لہٰذا "یمین اللہ" کہنے کے ساتھ کام میں برکت حاصل ہو جاتی ہے، نیز دونوں کے سیدھے ہاتھ کا ایک دوسرے میں ہونا، ایک دوسرے پر اعتماد اور ایک دوسرے کی حمایت کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔

(المفردات فی غریب القرآن، ص ۵۵۳؛ قاموس القرآن، ج ۷، ۵۵۵)

لفظِ اَلِیَّۃ کے قسم ہونے کی تحقیق

"اَلِیَّۃ "، فَعِیْلَۃ کے وزن پر ہے اور اِسکی جمع "أَلایَا" آتی ہے، یہ لفظ بھی "قسم" کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، یعنی آلَیْتُ "بمعنی "حَلَفْتُ" ہے، اور یہ لفظ قرآن کریم میں فقط دو بار استعمال ہوا ہے، ایک بار بابِ افعال اور ایک بار بابِ اِفتِعال کی صورت میں آیا ہے، جیسے : (وَ لا یَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ)۔ (سورۂ نور، آیت ۲۲)

"تم میں سے صاحبانِ ثروت اور مال (بخشش اور تفضّل) کے ترک کرنے پر قسم نہ کھائیں"

بعض نے اس "وَ لا یَأْتَلِ" کو بابِ تفعّل سے "وَ لا یَتَأَلَّ" قرائت کیا ہے، لیکن مشہور قرّاء نے "وَ لا یَأْتَلِ" ہی قرائت کیا ہے۔

شریعتِ مقدسِ اسلام میں "ایلاء" وہ قسم ہے، جو شوہر اپنی بیوی سے مباشرت و ہمبستری ترک کرنے پر کھاتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے : (لِلَّذِینَ یُؤْلُونَ مِنْ نِسائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ)۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۶)

وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ایلاء کرتے ہیں (اور اُن سے مباشرت ترک کرنے پر قسم کھاتے ہیں) اُنکے لئے چار ماہ انتظار کرنا ہے "۔

لیکن کبھی کسی کام سے بغیر شرط ہاتھ اُٹھا لیا جاتا ہے اور اس کو بھی "ایلاء" کہتے ہیں، لہٰذا یہ لفظ قسم کے معنیٰ میں وسعت پا گیا

ہے، اور قسم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اسلئے عربی اشعار میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ (اَلْمُفْرَدَاتُ فِی غَرِیبِ الْقُرآنِ)

بعض لفظِ "اَلِیّۃ" کو قسم کا معنی دینے میں قسم کی صریح اور ظاہر نوع سے جانتے ہیں، لیکن دوسرے بعض اس لفظ کو قسم کے فعل کا قائم مقام قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ لفظ اسلوبِ قسم میں بہت کم استعمال ہوا ہے۔

پس "قَسم" کے اِن چاروں اَلفاظ کے لغوی و اصطلاحی معنی کو بیان کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ قسم کھانے کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں ہے، بلکہ مختلف اسلوب وروشیں موجود ہیں، جو "قَسم" کے معنی کا فائدہ دیتے ہیں، اور حقیقت میں "قَسم" کا اصلی مقصد، خبر کو صحیح قرار دینا اور خبر پر تاکید کرنا ہوتا ہے، لہٰذا ہر وہ لفظ جو اس مقصد کو مکمل طور پر پورا کرے، نحویین اُس جگہ قَسم کو (اگر ظاہر نہ ہو تو) مقدّر مانتے ہیں۔

اِس لئے "علامہ محمد حسین طباطبائی" نے "قَسم" کی تعریف اِس طرح کی ہے" : خبر اور اِنشاء میں سے کسی ایک کے، کسی دوسری ایسی چیز کے ساتھ، جو شرافت اور اَرزش کی قابلیت رکھتی ہو، ایک خاص طرح کا تعلّق اور ارتباط پیدا کرنا"۔

(محمد حسین طباطبائی، اَلْمِیزَانُ فِی تَفْسِیرِ الْقُرْآنِ، ج ۲، قم المقدّسہ، جماعۃ المدرّسین فی الحوزۃ العلمیۃ، بدون تاریخ، ص ۲۱۸)

قسم کی شرعی حیثیت کا بیان

اسلام میں قسم اٹھانے کے احکام مختلف ہیں بعض اوقات اس کا اٹھانا فائدہ مند ہے اور بعض اوقات قسم اٹھانا نقصان دہ یعنی گناہ کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا ہم اختصار کے ساتھ چند وجوہ اس کی شرعی حیثیت کو قرآن وسنت کے مطابق بیان کررہے ہیں۔

ا۔ واجب قسم

اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔ حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (ملاقات) کے ارادہ سے نکلے، ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھالی، کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی تھی اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا؛ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ (سنن ابوداؤد، باب الایمان)

۲۔ مستحب قسم

جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرانا قسم پر موقوف ہو یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ زائل کرنا قسم پر موقوف ہو یا کسی شر کو دفع کرنا قسم پر موقوف ہو تو ان تمام صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے اسی طرح کسی عبادت کے کرنے اور کسی گناہ کو ترک کرنے کی قسم کھانا مستحب ہے۔

۳۔ مباح قسم

ہر وہ کام جو مباح ہو اس کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا مباح ہے اور جس بات کے سچا ہونے کا یقین ہو یا غالب گمان ہو اس پر قسم کھانا مباح ہے۔

۴۔ مکروہ قسم

کسی مکروہ کام کرنے یا کسی مستحب کام کو ترک کرنے کی قسم کھانا مکروہ ہے۔

۵۔ حرام قسم

جھوٹی اور خلاف واقع قسم کھانا مکروہ ہے ترجمہ: اور منافق جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے سخت
عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت برا کام کرتے تھے۔ (المجادلہ ۱۴، ۱۴)

۶۔ اپنے حق کیلئے قسم کھانا:

محمد بن کعب القرظی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا آپ نے
فرمایا: اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑو (المغنی ج ۹ ص ۳۸۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قسم کی مشروعیت:

والنجم اذا ھوی۔ (النجم ۱)۔ روشن ستارے کی قسم؛ جب وہ غروب ہوا۔

۱۔ ثبوت اعتقاد کیلئے قسم:

ترجمہ: کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا؛ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ فرمائیں کیوں نہیں
، میرے رب کی قسم؛ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ (التغابن ۷)

۲۔ احکام شرعیہ اور تقویٰ:

رسول اللہ ﷺ نے دنیا ترک کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: سنو؛ خدا کی قسم، میں تم سے زیادہ اللہ سے
ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔
(صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۰۶۳)

۳۔ مخالفین اسلام کی مخالفت کی قسم:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم؛ میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم، میں
ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم؛ میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا، ان شاء اللہ۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۲۸۵)

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي الْأَيْمَانِ الْفَاجِرَةِ

باب: جھوٹی قسم اٹھانے کی شدید (مذمت) کا بیان

3242۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ

بْنِ سِيرِينَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ مَصْبُورَةٍ كَاذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ بِوَجْهِهِ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

⊛ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھائے گا وہ جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر جانے کے لئے تیار رہے۔

جھوٹی قسم کے ذریعہ مال کمانے والے کے لئے عذاب

(۱) عبدالرزاق وسعید بن منصور واحمد وعبد بن حمید بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ ابن جریر ابن المنذر ابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایسی قسم کھائی جس میں وہ جھوٹا ہے تاکہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال مارے تو (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوں گے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی میں نے زمین واپس کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں پھر آپ نے یہودی سے فرمایا تو قسم کھالے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو قسم کھالے گا اور میرا مال لے جائے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا۔

(۲) عبد بن حمید، بخاری، مسلم، اور ابن المنذر نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی بازار میں سودا لے کر کھڑا ہوا اور اللہ کی قسم کھانے لگا کہ اس نے اس مال کے اتنے پیسے دیئے تھے جبکہ اس نے اتنے پیسے نہیں دیئے تھے تاکہ مسلمان کو پھنسائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا۔

(۳) احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے عدی بن بحیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امرؤ القیس اور حضرموت کے ایک آدمی کے درمیان جھگڑا تھا اس معاملہ کو دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے آپ نے حضرمی سے فرمایا اپنے گواہ لے آ ورنہ وہ قسم کھالے گا حضرمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اس نے قسم کھائی تو وہ میری زمین لے جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھائی تاکہ اس کے ذریعہ اپنے بھائی کا حق مار لے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے امرؤ القیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے لیے کیا ہے جو اس کو چھوڑ دے (یعنی اپنے حق کو) حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا حق ہے آپ نے فرمایا جنت (اس کو ملے گی) امرؤ القیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ گواہ ہو جائیے کہ تحقیق میں نے اس (اپنے حق) کو چھوڑ دیا

3242-اسنادہ صحیح. واخرجہ ابن ابی شیبۃ/57, والبزار فی "مسندہ"(3611) والرویانی فی "مسندہ"(139), والطبرانی فی "الکبیر" 18/(445) و (446), والحاکم /2944, وابو نعیم فی "الحلیۃ" /2776, والخطیب فی "تلخیص المتشابہ فی الرسم" /1 172, من طریقین عن محمد بن سیرین, بھذا الاسناد. زاد الرویانی والطبرانی فی الموضع الاول: "لیقتطع بھا مال امرء مسلم." وھو فی "مسند احمد" (19912). واخرجہ الطبرانی /18 (319) و (320) و (341) من طرق

(اس پر) یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا آخری آیت تک۔

(۴) ابن جریر نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اشعث بن قیس اور ایک آدمی ایک زمین کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لے گئے جو اس آدمی کی زمین ان کے ہاتھ میں تھی جو انہوں نے زمانہ جاہلیت میں لی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس آدمی سے) اپنے گواہ قائم کر اس آدمی نے کہا میرے پاس کوئی گواہ نہیں جو اشعث پر گواہی دے پھر آپ نے اشعث سے فرمایا کہ تیرے لیے قسم (کھانا) ہے اشعث نے عرض کیا ہم قسم کھائیں گے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت ان الذین یشترون بعہد اللہ (یہ آیت سن کر) اشعث پیچھے ہٹ گئے اور عرض کیا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور میں تم لوگوں کو بھی گواہ بناتا ہوں کہ میرا مقابل سچا ہے اور اس کی زمین اس کو لوٹا دی اور اپنے پاس سے بہت زیادہ اس کو دے دی۔

(۵) ابن جریر نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے دن کے اول حصہ میں اپنا سامان فروخت کے لیے پیش کیا جب دن کا آخری حصہ (یعنی شام) ہوئی تو ایک آدمی آیا تا کہ اس سے سامان خریدے تو مالک نے قسم کھا کر کہا کہ دن کے اول حصہ میں اتنی قیمت پر اس نے سامان نہیں بیچا اگر شام نہ ہوتی تو میں اس کو اس بھاؤ کے ساتھ فروخت نہ کرتا (اس پر) اللہ تعالیٰ نے اتارا ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا۔

(۶) ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا ابورافع کنانہ بن ابی الحقیق کعب بن الاشرف اور حیی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۷) ابن ابی شیبہ نے ابن عون کے طریق سے ابراہیم محمد اور حسن رحمۃ اللہ علیہم ان تینوں حضرات سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا سے مراد وہ آدمی ہے جو کسی آدمی کے مال کو اپنی قسم کے ذریعہ مار لیتا ہے۔

(۸) مسلم، ابوداؤد، ترمذی نے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی حضرموت سے اور ایک آدمی کندہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! اس آدمی نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے جو میرے باپ کی تھی کندی نے کہا یہ زمین میرے قبضہ میں ہے میں اسے کاشت کرتا ہوں اس میں اس کا کوئی حق نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہے اس نے کہا نہیں پھر فرمایا پس تیرے لیے اس کی قسم ہے (یعنی کندی اب قسم کھائے گا) حضرمی نے کہا نہیں پھر فرمایا پس تیرے لیے اس کی قسم کھانے کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ہی یہ کسی چیز سے ڈرتا ہے آپ نے فرمایا تیرے اس میں سے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں وہ آدمی چلا تا کہ قسم کھائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس نے پیٹھ پھیری کہ اگر اس نے ایسے مال پر قسم کھائی تا کہ وہ اس کو ظلم کے طور پر کھا جائے تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملاقات کرے گا جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرنے والا ہوگا۔

(۹) ابوداؤد وابن ماجہ نے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی کندہ سے اور دوسرا حضرموت سے

ایک زمین کے بارے میں جھگڑا لے کر آئے جو یمن میں تھی حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! میری زمین اس کے والد نے غصب کر لی تھی اور اب وہ اس کے ہاتھ میں ہے آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہے عرض کیا نہیں لیکن میں قسم کھاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میری زمین کو اس کے باپ نے غصب کیا ہے کندی قسم کھانے کے لیے تیار ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی اگر کسی کا مال قسم کے ذریعہ (ناحق) لے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ جذام والا ہوگا (یعنی اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے) کندی نے (یہ سن کر) کہا یہ زمین اسی کی ہے۔

(۱۰) احمد البزار ابو یعلی طبرانی نے حسن سند کے ساتھ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے دو آدمیوں نے ایک زمین کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا کیا ایک ان میں سے حضرموت سے تھا آپ نے ایک پر قسم لازم فرمائی دوسرے نے شور مچا دیا اور کہا اب تو وہ میری زمین لے جائے گا آپ نے فرمایا اگر قسم کے ذریعہ ظلم کرتے ہوئے اس نے تیری زمین کو ہتھیا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں کرے گا نہ اس کو پاک کرے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا راوی نے کہا دوسرا آدمی ڈر گیا اور زمین اس کو واپس کر دی۔

(۱۱) احمد بن منیع نے اپنی سند میں اور حاکم نے اس کو صحیح کہا اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایسا گناہ جس کا کفارہ نہیں ہوتا اس میں ہم یمین الغموس کو شمار کرتے تھے کہا گیا یمین غموس کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کوئی آدمی اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعہ کسی دوسرے آدمی کا مال مارے۔

(۱۲) ابن حبان، طبرانی، حاکم نے اس کو صحیح کہا حرث بن برصاء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج میں دو جمروں کے درمیان یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنی جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے بھائی کا مال مارے تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے چاہیے کہ یہ حکم تمہارا حاضر آدمی اپنے غائب کو پہنچا دے دو یا تین مرتبہ آپ نے ایسا فرمایا۔

(۱۳) البزار نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹی قسم مال کو لے جاتی ہے (یعنی مال کو برباد کر دیتی ہے)۔

جھوٹی قسم گھروں کو برباد کر دیتی ہے

(۱۴) بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں سے سب سے جلدی عذاب لانے والا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سب سے جلدی ثواب لانے والی صلہ رحمی ہے اور جھوٹی قسم گھروں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

(۱۵) حرث بن ابی اسامہ اور حاکم نے (اس کو صحیح کہا) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے کسی مسلمان آدمی کا مال جھوٹی قسم کے ذریعہ مار لیا تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے اس کو کوئی چیز نہیں مٹا سکتی اس نقطہ کو قیامت کے دن تک۔

(۱۶) الطبرانی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا کعب بن مالک وابن سعد احمد و نسائی ابن ماجہ نے جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے

روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا مال (جھوٹی) قسم کے ذریعہ مار لیا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیں گے اور اس کے لیے آگ واجب کر دیں گے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ مال تھوڑا سا ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ ایک مسواک کیوں نہ ہو۔

(۱۷) ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ ابو امامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا حق مار لیا اپنی جھوٹی قسم سے ساتھ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے آگ کو واجب کر دیں گے اس پر جنت و حرام کر دیں گے صحابہ کرام نے عرض کیا اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اگرچہ ایک چھڑی ہو پیلو کے درخت سے (تین مرتبہ ایسا فرمایا)۔

(۱۸) ابن ماجہ، ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی غلام یا باندی اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھاتی ہے اگرچہ ایک تر مسواک پر ہو تو اس کے لیے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔

(۱۹) عبد الرزاق نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے اگرچہ ایک سبز مسواک پر کیوں نہ ہو ابو عبیدہ وحطابی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائی جاتی تھی۔

(۲۰) عبد الرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹی قسم سامان کو کم کر دیتی ہے (یعنی بکوا دیتی ہے) اور کمائی کو مٹا دیتی ہے۔

(۲۱) عبد الرزاق و عبد بن حمید، ابو داؤد و ابن جریر اور حاکم نے اس کو صحیح کہا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور وہ کہا کرتے تھے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کا مال مار لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے ایک کہنے والے نے ان سے کہا کیا یہ ایسی چیز ہے جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ تو فرمایا بلاشبہ تم اس کو ضرور پاؤ گے پھر یہ آیت پڑھی۔ لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم۔

جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے

(۲۴) بخاری نے ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دو عورتیں گھر میں جوتا سی رہی تھیں ستال (جس سے سوراخ کرتے ہیں) اس کے ہاتھ سے آر پار نکل گئی تو اس نے دوسری پر دعویٰ کر دیا مسئلہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے لے جایا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو ان دعویٰ کے مطابق دے دیا جائے تو چلا جائے گا قوم کا خون اور ان کا مال جس میں وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائیں اور اس کا اقرار کریں پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ لوگوں نے اس کے سامنے اس کا ذکر کیا اس عورت نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

(۲۵) عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جھوٹی قسم کھانا بڑے گناہوں میں سے ہے پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا۔

(۲۶) ابن جریر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم یہ جانتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے کہ بلاشبہ وہ گناہ جس کی مغفرت نہیں کی جائے گی وہ جھوٹی قسم ہے جس میں قسم اٹھانے والا جھوٹا ہو۔

(۲۷) ابن ابی حاتم نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے قرآن اس لیے پڑھا تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں سے مال حاصل کرے تو اس حال میں اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا کہ اس کا چہرہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ہوگا یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا۔

(۲۸) ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ذاذان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن اس لیے پڑھا تا کہ اس کے ذریعہ (لوگوں سے مال) لے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ ایک ہڈی ہوگا جن پر گوشت (نہ) ہوگا۔

(۲۹) احمد، عبد بن حمید، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا چادر کو (بطور تکبر کے) نیچے لٹکانے والا اپنے سامان کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا اور احسان جتانے والا۔

(۳۰) عبد الرزاق، احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا ایک وہ آدمی جس نے کسی مسافر کو زائد پانی (جو اس کی ضرورت سے زائد تھا) نہ دیا اور دوسرا وہ آدمی جس نے عصر کے بعد اپنے سامان پر جھوٹی قسم کھائی دوسرے آدمی نے اس کی بات کو سچا قرار دیتے ہوئے اس کو خرید لیا اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی امام کی بیعت کی اگر وہ اس کو کچھ دے تو اس کی وفاداری کرے اور اگر اس کو کچھ نہ دے تو اس کی وفاداری نہ کرے۔

(۳۱) بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے کوئی بات نہیں کریں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا بوڑھا زنا کرنے والا محتاج تکبر کرنے والا اور وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے سامان دیا ہو پھر اس کو قسم کے ساتھ بیچتا ہے اور قسم کے ساتھ خریدتا ہے۔

(۳۲) طبرانی اور حاکم نے اس کو صحیح کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اجازت دی ہے کہ میں ایسے مرغے کے بارے میں بیان کروں کہ اس کی گردن عرش کے نیچے جھکی ہوئی ہے اور وہ کہتا ہے اے ہمارے رب تو پاک ہے کتنی تیری شان بلند ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ وہ شخص میری نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ آل عمران، بیروت)

بَابٌ فِيمَنْ حَلَفَ يَمِينًا لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا لِأَحَدٍ

باب: جو شخص جھوٹی (قسم) اٹھائے تاکہ اس کے ذریعے کسی شخص کا مال ہڑپ کر لے

3243- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَقَالَ الْأَشْعَثُ فِيَّ وَاللَّهِ كَانَ ذَلِكَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ لِلْيَهُودِيِّ احْلِفْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسی قسم اٹھائے جس میں وہ جھوٹا ہوتا کہ اس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لے تو جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

حضرت اشعث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حکم میرے بارے میں ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ معاملہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان تھا جب زمین سے متعلق اس نے میرا حق (مجھے دینے سے) انکار کر دیا تھا میں نے یہ معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس ثبوت ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے یہودی سے فرمایا: تم قسم اٹھاؤ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو قسم اٹھا لے گا اور میرا مال ہڑپ کر جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''بے شک جو لوگ اللہ کے نام کی قسموں اور عہدوں کے عوض میں تھوڑی رقم حاصل کرتے ہیں'' یہ آیت آخر تک ہے۔

3244- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي كُرْدُوسٌ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ كِنْدَةَ وَرَجُلًا مِنْ حَضْرَمَوْتَ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَرْضٍ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُو هَذَا وَهِيَ فِي يَدِهِ قَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا وَلَكِنْ أُحَلِّفُهُ وَاللَّهِ يَعْلَمُ أَنَّهَا أَرْضِي اغْتَصَبَنِيهَا أَبُوهُ فَتَهَيَّأَ الْكِنْدِيُّ لِلْيَمِينِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْتَطِعُ أَحَدٌ مَالًا بِيَمِينٍ إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ أَجْذَمُ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ أَرْضُهُ

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ''کندہ'' سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اور ''حضرموت'' سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے وہ اس زمین سے متعلق تھا جو یمن میں تھی حضرمی نے کہا: یا

3243- اسنادہ صحیح. ابو معاویة: هو محمد بن خازم الضریر. والاعمش: هو سلیمان بن مهران. وشقیق: هو ابن سلمة ابو وائل. واخرجه البخاری (2356)، ومسلم (138)، وابن ماجه (2323)، والترمذی (1315) و (3259)، والنسائی فی "الکبری" (5948) و (10945) و (10996) و (10997)، من طریق ابی وائل شقیق بن سلمة بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (3576) و (4212)، و"صحیح ابن حبان" (5084).

رسول اللہ ﷺ! میری زمین کو اس شخص کے والد نے لے لیا تھا اور وہ اس شخص کے پاس ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ لیکن میں اس پر قسم اٹھاتا ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ میری زمین ہے جو اس کے والد نے لی ہوئی تھی تو وہ کندی شخص بھی قسم اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو بھی شخص قسم کے ذریعے کسی کا مال ہڑپ کر لے گا وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا تو وہ معذور ہو گا" تو کندی نے کہا: یہ زمین اس کی ہے۔

3245- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا غَلَبَنِي عَلَى أَرْضٍ كَانَتْ لِأَبِي فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي أَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ أَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِينُهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي مَا حَلَفَ عَلَيْهِ لَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذَاكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ لَهُ فَلَمَّا أَدْبَرَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلَى مَالٍ لِيَأْكُلَهُ ظَالِمًا لَيَلْقَيَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ

حضرت علقمہ بن وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' حضرت موت سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اور کندہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرمی نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس شخص نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے جو میرے والد کی تھی کندی نے کہا: وہ میری زمین ہے میرے پاس ہے میں اس میں کھیتی باڑی کرتا ہوں اس شخص کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرمی سے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر یہ قسم اٹھالے گا اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! یہ گنہگار آدمی ہے یہ اس چیز کی پرواہ نہیں کرے گا کہ کیا قسم اٹھا رہا ہے؟ یہ کسی چیز سے ڈرتا نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے معاملے کا اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے۔ وہ شخص قسم اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا جب وہ جانے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے ایسی قسم اٹھائی تاکہ وہ ظلم کے طور پر مال کو کھائے تو جب یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس سے منہ پھیر لے گا۔

جھوٹی قسم اٹھانے والے کے دینی احکام کا بیان

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا: صحیحین میں ابووائل کی وساطت سے حضرت عبداللہ کی روایت منقول ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کا مال مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا تو اللہ کے سامنے اس کی پیشی ایسی حالت میں ہوگی کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔ اس کی تصدیق میں آیت مذکورہ آخر تک نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ یہ حدیث بیان کر چکے تو حضرت اشعث بن قیس باہر سے اندر آئے اور پوچھا ابوعبدالرحمن نے تم سے کیا حدیث بیان کی تھی لوگوں نے بتادیا کہ یہ یہ بیان کر

3245- اسناده حسن من اجل سماك- وهو ابن حرب- ابو الاحوص: هو سلام بن سليم. واخرجه مسلم (139)، والترمذي (1389)، والنسائي في "الكبرى" (5946)، من طريق ابي الاحوص، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (18863)، و "صحيح ابن حبان" (5074).

رہے تھے حضرت اشعث نے کہا یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی۔ بات یہ ہوئی کہ میرا ایک کنواں میرا چچا کے بیٹے کی زمین میں تھا میں نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گذارش کی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اپنے گواہ پیش کرو۔ ورنہ اس کی قسم کو مانو۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ تو اس پر قسم کھا لے گا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس نے مسلمان آدمی کا مال مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی اور (دانستہ) وہ قسم میں جھوٹا ہو تو قیامت کے دن جب اللہ کی پیشی میں جائے گا تو اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔

بخاری کے طریق سے بغوی نے اپنی سند سے یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے لیکن ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ کی روایت میں حضرت اشعث بن قیس کا قول اس طرح منقول ہے کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان کچھ زمین کا نزاع تھا۔ یہودی (میرے حق کا) منکر تھا) میں اس کو رسول اللہ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تیرے پاس گواہ ہیں میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودی سے فرمایا: تو قسم کھا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ تو قسم کھا لے گا اور میرا مال لے جائے گا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بخاری نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک شخص کچھ تجارتی سامان بازار میں لایا اور کسی مسلمان کو پھانسنے کے لیے اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ مجھے اس کی اتنی قیمت ملتی تھی حالانکہ اس کو اس کی بیان کردہ قیمت نہیں ملتی تھی (یا یوں ترجمہ کیا جائے کہ اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے اس سامان کی اتنی قیمت دی ہے یعنی اتنے میں خریدا ہے حالانکہ اس نے اتنی قیمت نہیں دی تھی) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں (کہ ایک کو صحیح ماننے کی صورت میں دوسری کو غلط ماننا ہی پڑے) بلکہ ممکن ہے کہ نزول آیت کے دونوں سبب ہوں (ایک واقعہ بھی ہوا ہو اور دوسرا بھی)

ثَمَنًا قَلِيلًا: سے مراد ہے متاع دنیا خواہ قلیل ہو یا کثیر کیونکہ جنت کی نعمتوں کے مقابل تو دنیا کا کثیر سامان بھی قلیل ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اداء امانت کے عہد اور جھوٹی قسموں کے عوض متاع دنیا حاصل کرتے ہیں ابن جریر نے عکرمہ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت کا نزول کعب بن اشرف حیی بن اخطب اور ان جیسے دوسرے یہودیوں کے حق میں ہوا جو توریت میں نازل شدہ اوصاف محمدی کو چھپاتے بدلتے اور ان کی جگہ دوسری چیزیں درج کیا کرتے تھے اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اس تبدیل وتحریف سے ان کی غرض یہ تھی کہ ان کو کھانے کو ملتا رہے اور جو رشوتیں وہ اپنے متبعین سے لیتے رہتے تھے ان میں فرق نہ آئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے آیت میں اس سبب نزول کا بھی احتمال ہے۔ لیکن اصل سبب نزول وہی ہے جو صحیح حدیث میں آیا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں آیت کی رفتار اور کلام کا سیاق ابن جریر از عکرمہ کی روایت کی صحت کو چاہتا ہے اور جس طرح دونوں مذکورہ بالا حدیثوں میں باہم تضاد نہیں ہے اس طرح ان حدیثوں سے عکرمہ کی روایت کا بھی تضاد نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ اسباب نزول تینوں ہوں۔ علقمہ نے اپنے والد حضرت وائل کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہوئے ایک حضر موت کا دوسرا کندہ کا۔ حضرمی نے عرض کیا: یارسول اللہ اس نے میری زمین چھین لی۔ کندی نے جواب دیا وہ میری زمین ہے۔

میرے قبضہ میں ہے اس میں کسی کا حق نہیں ہے رسول اللہ نے حضرمی سے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہیں۔ اس نے کہا نہیں فرمایا: تو تم کو اس سے قسم لینے کا حق ہے حضرمی نے عرض کیا: یارسول اللہ یہ شخص تو علانیہ فاسق ہے کسی چیز سے اس کو باک نہیں۔ اس کو قسم کھانے کی پروا بھی نہ ہوگی فرمایا: اس کے علاوہ اس سے تم کو کوئی حق نہیں چنانچہ کندی جب قسم کھانے چلا اور پشت پھیری تو رسول اللہ نے فرمایا: اگر اس نے ناحق مال کھانے کے لیے قسم کھالی تو اللہ کی پیشی کے وقت خدا اس سے رخ پھیرے ہوئے ہوگا۔

(رواہ مسلم)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ کندی کا نام امراء القیس بن عابس اور اس کے حریف کا نام ربیعہ بن عبدان تھا۔ ابوداؤد کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ جو کوئی قسم کھا کر (کسی کا) کوئی مال مارے گا وہ اللہ کی پیشی کے وقت کوڑھی ہوگا۔ یہ سن کر کندی نے عرض کیا: یہ زمین اسی کی ہے۔ بغوی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ جب کندی نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اس پر امراء القیس (یعنی کندی) نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور اپنے حریف کے حق کا اقرار کر لیا اور زمین اس کو دیدی۔

أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ: ان لوگوں کا راحت آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

حضرت ابوامامہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس نے قسم کھا کر کسی مسلمان شخص کا حق مارا اللہ نے اس کے لیے دوزخ لازم کر دی اور جنت اس پر حرام کر دی۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو؟ فرمایا: اگرچہ درخت پیلو کی ایک ٹہنی ہو۔ (رواہ مسلم) ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور نے یہ آخری لفظ تین مرتبہ فرمایا۔

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اور قیامت کے دن اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ بعض علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ ان سے ایسا کلام نہیں کرے گا جس سے ان کو خوشی ہو اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا۔ صحیح یہ ہے کہ (آیت کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ) بطور کنایہ غضبناک ہونا اور رخ پھیر لینا مراد ہے گویا اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ اور حضرت اشعث کی روایت سے ذکر کردی گئی ہے کہ لقی اللہ وھو علیہ غضبان اور حضرت وائل کی روایت سے بیان کیا گیا ہے کہ لیلقین اللہ وھو عنہ معرض۔

وَلَا يُزَكِّيهِمْ: اور اللہ ان کو پاک نہیں بنائے گا یعنی ان کی (پاکی کی) تعریف نہیں کرے گے (یہ مطلب ضعیف ہے)

صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ ان کا گناہ معاف نہیں کرے گا کیونکہ یہ بندوں کا حق ہے اس کا بدلہ تو ضرور ملنا ہے۔ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اعمالناموں کی تین مدیں ہیں ایک مدوہ ہے جس کی پروا (سختی کے ساتھ) اللہ نہیں کرے گا۔ دوسری مدوہ ہے جس میں سے کوئی چیز (بغیر عوض کے) نہیں چھوڑے گا تیسری مدوہ ہے جس کو معاف نہیں فرمائے گا۔ جس مد کو معاف نہیں فرمائے گا وہ تو شرک ہے اور جس مد کی کوئی خاص پرواہ نہیں کرے گا وہ خود انسان کا اپنی ذات پر ظلم ہے یعنی وہ حقوق جو براہ راست خدا کے انسان پر ہیں ان کو ادا نہ کرنا (جیسے) کوئی روزہ ترک کر دیا یا کوئی نماز چھوڑ دی اور وہ مد جس (کے اندراجات) میں سے کوئی چیز (بغیر بدلہ کے) نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کی باہم حق تلفیاں ہیں اس میں لامحالہ بدلہ دینا ہوگا۔ (رواہ الحاکم واحمد)

طبرانی نے بھی ایسی ہی حدیث حضرت سلمان اور حضرت ابوہریرہ کی روایت سے اور بزار نے حضرت انس کی روایت سے

بیان کی ہے اگر اوصاف رسول اللہ کو چھپانے کی وجہ سے آیت کا نزول یہودیوں کے متعلق تسلیم کیا جائے تو عدم مغفرت کا حکم ان کے کفر کی وجہ سے قرار پائے گا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہوگا یعنی ان کے اعمال کی سزا میں حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ رسول للہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: تین ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت تین بار تلاوت فرمائی حضرت ابوذر نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ ناکام اور نامراد ہوں گے مگر ہیں کون لوگ۔ فرمایا: (غرور سے) تہبند نیچی لٹکانے والا (یعنی ٹخنوں سے نیچے) اور وہ احسان جتلانے والا کہ جب کچھ دیتا ہے تو اس کا احسان ضرور جتلاتا ہے اور جھوٹی قسم کھا کر اپنے مال کی فروخت کو فروغ دینے والا۔ (رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی والنسائی)

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تین ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہوگا ایک وہ شخص جس کے پاس بیابان میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ دوسرے مسافر کو نہ دے ایک وہ شخص جس نے عصر کے بعد (جب کہ بازار میں رونق ہوتی ہے) کچھ سامان تجارت کا فروخت کرنا چاہا اور اللہ کی قسم کھا کر کہ میں نے یہ اتنے میں خریدا ہے حالانکہ بیان کردہ قیمت پر اس نے نہیں خریدا تھا اور لوگوں نے اس کی بات سچ مان لی اور ایک وہ آدمی جس نے امام کی بیعت کی اور صرف دنیا کے لیے کی اگر امام نے کچھ دنیا اسے دے دی تو وفادار رہا اور نہ دی تو اس نے بیعت کی وفا نہ کی (یعنی غداری کی) (رواہ اصحاب الستہ واحمد)

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ کی ایک مرفوع روایت اس طرح ہے کہ تین ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن بات بھی نہیں کرے گا اور نہ ان پر نظر فرمائے ایک وہ شخص جس نے کسی سامان کے فروخت پر جھوٹی قسم کھا کر کہا کہ میں نے یہ اتنے میں لیا ہے حالانکہ جو قیمت اس نے دی تھی اس سے بتائی ہوئی قیمت زیادہ تھی۔ دوسرا وہ شخص جس نے کسی مسلمان کا مال مارنے کے لیے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی تیسرا وہ آدمی جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا پانی (حاجتمند مسافر کو دینے سے) روک لیا۔ (قیامت کے دن) اللہ اس سے فرمائے گا آج میں تجھ سے اپنا فضل روکتا ہوں جس طرح تو نے اپنے صرف سے بچی ہوئی وہ چیز روک رکھی تھی جو تو نے بنائی بھی نہ تھی (یعنی پانی)۔

طبرانی اور بیہقی نے تین آدمیوں کی تفصیل حضرت سلمان (رضی اللہ عنہ) کی روایت سے اس طرح نقل کی ہے ایک بوڑھا زانی، دوسرا شیخی خور مفلس، تیسرا وہ شخص جس نے اپنا سرمایہ ہی اس بات کو بنا رکھا ہے کہ کچھ بیچے گا تو قسم کھا کر اور خریدے گا تو قسم کھا کر۔ طبرانی نے حضرت عصمہ بن مالک کی روایت سے بھی ایسی ہی مرفوع حدیث نقل کی ہے۔

(تفسیر مظہری، سورہ آل عمران، لاہور)

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْظِيمِ الْيَمِينِ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ

باب: نبی اکرم ﷺ کے منبر کے پاس قسم اٹھانے کا اہم ہونا

3246 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نِسْطَاسٍ مِنْ آلِ كَثِيرِ ابْنِ الصَّلْتِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ أَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِي هَذَا عَلَى يَمِينٍ آثِمَةٍ وَلَوْ عَلَى سِوَاكٍ أَخْضَرَ إِلَّا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ أَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم اٹھائے گا اگر چہ وہ ایک تازہ مسواک کے بارے میں کیوں نہ ہو تو اسے جہنم میں اپنی مخصوص جگہ پر جانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اس کے لئے جہنم واجب ہو جائے گی۔

بَابُ الْحَلِفِ بِالْأَنْدَادِ

باب: بتوں کے نام کی قسم اٹھانا

3247 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ وَاللَّاتِ فَلْيَقُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے اپنی قسم میں یہ کہے: لات کی قسم! تو اسے لا الہ الا اللہ پڑھ لینا چاہیے اور جو شخص اپنے ساتھیوں سے یہ کہے کہ آؤ! میں تمہارے ساتھ جوا کھیلوں تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔

3248 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ وَلَا بِأُمَّهَاتِكُمْ وَلَا بِالْأَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوا إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْلِفُوا بِاللَّهِ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُونَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے باپ دادا کی اور اپنی ماؤں کی قسم نہ اٹھاؤ اور نہ ہی بتوں کی قسم اٹھاؤ' قسم صرف اللہ کے نام کی اٹھاؤ اور اللہ کے نام کی قسم بھی تم اس وقت اٹھاؤ جب تم سچے ہو۔

مخلوق کی قسم کھانے کی ممانعت

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سواریوں میں پایا اور وہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکار کر فرمایا کہ سن لو! اللہ تعالیٰ تمہیں باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، جس شخص کو قسم کھانی ہو تو اللہ کی

قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1061 کتاب ادب کا بیان

اور صحیح مسلم میں ہے:

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں اٹھانے سے منع کرتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت سنی ہے۔ میں نے اس کی قسم نہیں اٹھائی۔ اپنی طرف سے ذکر کرتے ہوئے اور نہ کوئی حکایت نقل کرتے ہوئے۔ صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1761 قسموں کا بیان: غیر اللہ کی قسم کی ممانعت کے بیان میں

سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ملت اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کی قسم کھائے تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا اور فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو کسی چیز سے قتل کیا تو اس کو جہنم کی آگ میں اس سے عذاب دیا جائے گا اور مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کرنے کی طرح ہے اور جس نے مومن کو کفر کے ساتھ متہم کیا تو وہ اس کے قتل کی طرح ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1590 قسموں اور نذروں کا بیان) اس شخص کا بیان جو ملت اسلام کے سوا دوسرے مذہب کی قسم کھائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لات وعزیٰ کی قسم کھائے تو اسے لا الہ الا اللہ کہنا چاہیے اور اس کو کفر کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْحَلْفِ بِالْآبَاءِ

باب: باپ دادا کی قسم اٹھانے کا مکروہ ہونا

3249- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَهُ وَهُوَ فِي رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَسْكُتْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پایا کہ وہ چند سواروں کے درمیان موجود تھے اور اپنے والد کے نام کی قسم اٹھا رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات سے منع کیا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسم اٹھاؤ جس نے قسم اٹھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔

3250- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُم قَالَ سَمِعَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ مَعْنَاهُ إِلَى بِآبَائِكُمْ زَادَ قَالَ عُمَرُ فَوَاللَّهِ مَا حَلَفْتُ بِهَذَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنا (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد حسب

3250- اسناده صحيح. معمر: هو ابن راشد. سالم: هو ابن عبد الله بن عمر. واخرجه مسلم (1646) و، وابن ماجه (2094)، والنسائي (3767) و (3768) من طريق عن سالم عن ابن عمر عن عمر به. واخرجه النسائي (3766)

سابق حدیث ہے) یعنی تمہارے باپ داداؤں ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس کے بعد میں نے جان بوجھ کر یا بھولے سے کبھی یہ قسم نہیں اٹھائی۔

3251- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا يَحْلِفُ لَا وَالْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ

⊛⊛ سعد بن عبیدہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو یہ قسم اٹھاتے ہوئے دیکھا' کعبہ کی قسم! تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھائے اس نے شرک کیا۔

3252- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ يَعْنِي فِي حَدِيثِ قِصَّةِ الْأَعْرَابِيِّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ

⊛⊛ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (یہ حدیث ایک دیہاتی کے قصے سے متعلق ہے جس میں یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کامیاب ہو گیا اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے ٹھیک کہا ہے۔ یہ جنت میں داخل ہو گیا اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے ٹھیک کہا ہے۔

بَاب كَرَاهِيَةِ الْحَلِفِ بِالْأَمَانَةِ

باب: امانت سے متعلق قسم اٹھانے کا مکروہ ہونا

3253- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ الطَّائِيُّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِالْأَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا

⊛⊛ حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس نے امانت سے متعلق قسم اٹھائی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بَابُ لَغْوِ الْيَمِينِ

باب: لغو قسم کا بیان

3253-اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية الجعفي، وابن بريدة: هو عبد الله. واخرجه احمد (22980)، والبزار في "كشف الاستار" (1500)، وابو يعلى في "مسنده الكبير" كما في "اتحاف الخيرة" (6600)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (1342)، وابن حبان (4363)، والحاكم 2984/4، والبيهقي في "السنن" 30/10، وفي "شعب الايمان" (11116)، والخطيب البغدادي في "تاريخ بغداد" 351/4

3254 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ السَّامِيُّ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي الصَّائِغَ، عَنْ عَطَاءٍ: فِي اللَّغْوِ فِي الْيَمِينِ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: هُوَ كَلَامُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ، كَلَّا وَاللَّهِ، وَبَلَى وَاللَّهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "كَانَ إِبْرَاهِيمُ الصَّائِغُ رَجُلًا صَالِحًا، قَتَلَهُ أَبُو مُسْلِمٍ بِعَرَنْدَسَ، قَالَ: وَكَانَ إِذَا رَفَعَ الْمِطْرَقَةَ فَسَمِعَ النِّدَاءَ سَيَّبَهَا"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ الصَّائِغِ، مَوْقُوفًا عَلَى عَائِشَةَ، وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، وَمَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، وَكُلُّهُمْ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ مَوْقُوفًا

❁❁ عطاء کے حوالے سے لغو قسم کے بارے میں یہ بات منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے: اس سے مراد آدمی کا اپنے گھر میں کلام ہے یعنی اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہے اللہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابراہیم صائغ نامی راوی کو ابومسلم نے "فرندس" (کے مقام پر) قتل کر دیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں۔ ان صاحب نے ہتھوڑی اٹھائی ہوتی تھی جیسے ہی اذان کی آواز سنتے تھے۔ فوراً ہتھوڑی کو رکھ دیتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی روایت کو داؤد بن ابوالفرات نے ابراہیم صائغ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

اس روایت کو زہری، عبدالملک بن ابی سلمہ اور مالک بن مغول ان سب نے عطاء کے حوالے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تک "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

بَابُ الْمَعَارِيضِ فِي الْيَمِينِ

باب: قسم میں ذو معنی جملہ استعمال کرنا

3255 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهَا صَاحِبُكَ، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُمَا وَاحِدٌ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، وَعَبَّادُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تمہاری قسم سے وہ مفہوم مراد ہوگا جس کا تمہارا ساتھی تصدیق کرے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں اس حدیث کے راوی عبداللہ بن ابوصالح اور عباد بن ابوصالح دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں

3256 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ جَدَّتِهِ، عَنْ أَبِيهَا سُوَيْدِ بْنِ حَنْظَلَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا نُرِيدُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ، فَأَخَذَهُ عَدُوٌّ لَهُ فَتَحَرَّجَ الْقَوْمُ أَنْ يَحْلِفُوا، وَحَلَفْتُ أَنَّهُ أَخِي فَخَلَّى سَبِيلَهُ، فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ تَحَرَّجُوا أَنْ يَحْلِفُوا، وَحَلَفْتُ أَنَّهُ أَخِي، قَالَ: صَدَقْتَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ

❁❁ حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان کے ایک دشمن نے انہیں پکڑ لیا لوگوں نے جھوٹی قسم اٹھانے میں حرج محسوس کیا لیکن میں نے یہ قسم اٹھالی کہ یہ میرا بھائی ہے تو دشمن نے انہیں چھوڑ دیا پھر جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس کے بارے میں بتایا کہ لوگوں نے قسم اٹھانے میں حرج محسوس کیا لیکن میں نے قسم اٹھالی کہ یہ میرا بھائی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے صحیح کہا تھا مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَلِفِ بِالْبَرَاءَةِ وَبِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ

باب: اسلام سے بری ہونے یا اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم اٹھانے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

3257 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو قِلَابَةَ، أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ، أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ بَايَعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا، فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے درخت کے نیچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اسلام کی بجائے کسی اور مذہب کی قسم اٹھائے اور وہ جھوٹی بھی ہو تو وہ شخص ایسا ہو گا جو اس نے کہا ہے اور جو شخص کسی چیز کے ذریعے خودکشی کرلے تو قیامت کے دن سے اسی چیز کے ذریعے عذاب دیا جائے گا اور آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو اس کے بارے میں کوئی نذر نہیں ہوتی۔

3258 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي ابْنَ وَاقِدٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ: إِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الْإِسْلَامِ، فَإِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَإِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا"

❁❁ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص نے قسم اٹھاتے ہوئے یہ کہا کہ میں اسلام سے بری ہوں۔ اگر وہ جھوٹا ہو تو بھی وہ ویسا ہی ہو جائے گا۔ جیسا اس نے کہا ہے اور اگر وہ سچا ہو تو وہ

3257- اسنادہ صحیح۔ ابو قلابۃ: ھو عبد اللہ بن زید بن عمرو۔ واخرجہ البخاری (1363)، ومسلم (110)، وابن ماجہ (2098)، والترمذی (1624) و (2826)، والنسائی (3770) و (3771) و (3813)

کبھی بھی سلامتی کے ساتھ اسلام کی طرف نہیں آ سکے گا۔

بَابُ الرَّجُلِ يَحْلِفُ اَنْ لَا يَتَاَدَّمَ

باب: جو شخص یہ قسم اٹھائے کہ وہ سالن نہیں کھائے گا

3259 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ تَمْرَةً عَلَى كِسْرَةٍ فَقَالَ: هَذِهِ اِدَامُ هَذِهِ

یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ نے روٹی کے ٹکڑے کے اوپر کھجور رکھی اور فرمایا: یہ اس کا سالن ہے۔

3260 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا اَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي يَحْيَى، عَنْ يَزِيدَ الْاَعْوَرِ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، مِثْلَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

بَابُ الْاِسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِينِ

باب: قسم میں استثناء کرنا

3261 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَقَالَ: اِنْ شَاءَ اللهُ فَقَدِ اسْتَثْنَى"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں انہیں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات پتہ چلی ہے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی قسم اٹھائے اور ان شاء اللہ کہہ دے تو اس نے استثناء کر لیا۔

3262 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَمُسَدَّدٌ وَهَذَا حَدِيثُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ فَاسْتَثْنَى، فَاِنْ شَاءَ رَجَعَ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ غَيْرَ حِنْثٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قسم اٹھائے اور استثناء کرے تو اب اس کی مرضی ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے اور اگر چاہے تو اسے چھوڑ دے تو وہ قسم توڑنے والا نہیں ہو گا۔

3261 - اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه ابن ماجه (2106)، والنسائي في "الكبرى" (4752) من طريق سفيان ابن عيينة، بهذا الاسناد. ولفظ ابن ماجه: "من حلف واستثنى فلن يحنث." واخرجه الترمذي (1611) من طريق حماد بن سلمة، عن ايوب، به بلفظ: "من حلف على يمين فقال: ان شاء الله فقد استثنى فلا حنث عليه." واخرجه النسائي في "الكبرى" (4751)

بَابُ مَا جَاءَ فِي يَمِينِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَتْ

باب: نبی اکرم ﷺ کون سے الفاظ میں قسم اٹھایا کرتے تھے

3263 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَكْثَرُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ بِهَذِهِ الْيَمِينِ: لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ

❁❁ حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اکثر ان الفاظ میں قسم اٹھایا کرتے تھے
''دلوں کو پھیرنے والی ذات کی قسم''۔

3264 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ شُمَيْخٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اجْتَهَدَ فِي الْيَمِينِ، قَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے کسی ''قسم'' میں تاکید پیدا کرنی ہوتی تو یہ کہا کرتے تھے''اس ذات کی قسم! ابوالقاسم کی جان جس کے دست قدرت میں ہے''۔

3265 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: كَانَتْ يَمِينُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا حَلَفَ يَقُولُ: لَا، وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے جب قسم اٹھانا ہوتی تھی تو یہ الفاظ کہتے تھے:
''نہیں! میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں (اس کی قسم)''۔

3266 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَيَّاشٍ السَّمَعِيُّ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ دَلْهَمِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَاجِبِ بْنِ عَامِرِ بْنِ الْمُنْتَفِقِ الْعُقَيْلِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

3263-اسناده صحیح۔ سالم: هو ابن عبدالله بن عمر۔ واخرجه البخاری (6617)، وابن ماجه (2092)، والترمذی (1621)، والنسائی فی "الکبری" (4685) و (4686) و (7666) من طرق عن سالم، به۔ ولفظه عند ابن ماجه والنسائی فی الموضع الثانی: "لا ومصرف القلوب." وهو فی "مسند احمد" (4788)، و "صحیح ابن حبان" (4332).

3264-اسناده ضعیف۔ عاصم بن شمیخ لم یرو عنه غیر اثنین، ولم یوثقه غیر ابن حبان والعجلی، وقال ابو حاتم: مجهول، وقال البزار فی "مسنده": بشهیر بالمعروف۔ وکیع: هو ابن الجراح بن ملیح۔ واخرجه ابن ابی شیبة فی "مصنفه" (12602) -طبعة الرشد-، واحمد فی "مسنده" (11285)، وابنه عبدالله فی "السنة" (1512)، والبیهقی /2610، والمزی فی "تهذیب الکمال" /49513 من طریق وکیع بن الجراح، بهذا الاسناد.

3265-اسناده ضعیف۔ هلال والد محمد -وهو هلال بن ابی هلال المدنی- لا یعرف تفرد ابنه محمد بالروایة عنه۔ واخرجه ابن ماجه (2093)، والنسائی (4776) من طریق محمد بن هلال، بهذا الاسناد۔ وهو فی "مسند احمد" (7869).

عَنْ لَقِيطِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَلْهَمٌ: وَحَدَّثَنِيهِ أَيْضًا الْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطٍ، أَنَّ لَقِيطَ بْنَ عَامِرٍ، خَرَجَ وَافِدًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَقِيطٌ: فَقَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ حَدِيثًا فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَمْرُ إِلَهِكَ

❀❀ حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' وہ وفد کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت لقیط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے پروردگار کی قسم!

بَابٌ فِي الْقَسَمِ هَلْ يَكُونُ يَمِينًا

باب: کیا لفظ ''قسم'' کے ذریعے ''یمین'' منعقد ہو جاتی ہے

3267 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، أَقْسَمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقْسِمْ

❀❀ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو قسم دی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم قسم نہ دو۔

3268 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: ابْنُ يَحْيَى كَتَبْتُهُ مِنْ كِتَابِهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَرَى اللَّيْلَةَ فَذَكَرَ رُؤْيَا فَعَبَّرَهَا أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصَبْتَ بَعْضًا، وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا فَقَالَ: أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، بِأَبِي أَنْتَ لَتُحَدِّثَنِّي، مَا الَّذِي أَخْطَأْتُ؟ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقْسِمْ.

❀❀ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تھے' ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: میں نے گزشتہ رات خواب دیکھا ہے پھر اس نے اپنے خواب کا تذکرہ کیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعبیر بیان کی پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے کچھ ٹھیک بیان کیا ہے اور کچھ غلط بیان کیا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں آپ کی قسم دیتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد آپ پر قربان ہوں آپ مجھے بتائیے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم قسم نہ دو۔

3269 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ لَمْ يَذْكُرِ الْقَسَمَ

زَادَ فِيهِ وَلَمْ يُخْبِرْهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں لفظ قسم کا ذکر نہیں ہے اور اس میں صرف یہ بات زائد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں نہیں بتایا۔

بَابٌ فِيمَنْ حَلَفَ عَلَى طَعَامٍ لَا يَأْكُلُهُ

باب: جو شخص کسی کھانے کے بارے میں قسم اٹھائے کہ وہ اسے نہیں کھائے گا

3270 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، أَوْ عَنْ أَبِي السَّلِيلِ، عَنْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: نَزَلَ بِنَا أَضْيَافٌ لَنَا، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَتَحَدَّثُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ، فَقَالَ: لَا أَرْجِعَنَّ إِلَيْكَ حَتَّى تَفْرُغَ مِنْ ضِيَافَةِ هَؤُلَاءِ، وَمِنْ قِرَاهُمْ، فَأَتَاهُمْ بِقِرَاهُمْ، فَقَالُوا: لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى يَأْتِيَ أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ، فَقَالَ: مَا فَعَلَ أَضْيَافُكُمْ؟ أَفَرَغْتُمْ مِنْ قِرَاهُمْ؟ قَالُوا: لَا، قُلْتُ: قَدْ أَتَيْتُهُمْ بِقِرَاهُمْ فَأَبَوْا، وَقَالُوا: وَاللَّهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى يَجِيءَ، فَقَالُوا: صَدَقَ، قَدْ أَتَانَا بِهِ فَأَبَيْنَا حَتَّى تَجِيءَ، قَالَ: فَمَا مَنَعَكُمْ؟ قَالُوا: مَكَانَكَ، قَالَ: وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ، قَالَ: فَقَالُوا: وَنَحْنُ وَاللَّهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى تَطْعَمَهُ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ فِي الشَّرِّ كَاللَّيْلَةِ قَطُّ، قَالَ: قَرِّبُوا طَعَامَكُمْ، قَالَ: فَقَرَّبَ طَعَامَهُمْ، فَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، فَطَعِمَ وَطَعِمُوا، فَأُخْبِرْتُ أَنَّهُ أَصْبَحَ فَغَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِالَّذِي صَنَعَ وَصَنَعُوا، قَالَ: بَلْ أَنْتَ أَبَرُّهُمْ وَأَصْدَقُهُمْ.

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ ہمارے ہاں کچھ مہمان آ گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رات گئے تک بات چیت کرتے رہے۔ انہوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ جب میں تمہارے پاس واپس آؤں تو تم اپنے ان مہمانوں سے فارغ ہو چکے ہو اور کھانا کھلا چکے ہو' حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس کھانا لے کر آئے تو مہمانوں نے کہا: کہ ہم اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں آ جاتے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے دریافت کیا: تمہارے مہمانوں کا کیا حال ہے کیا تم نے انہیں کھانا کھلا دیا ہے؟ تو گھر والوں نے بتایا نہیں! عبدالرحمن بن ابوبکر کہتے ہیں میں نے کہا: میں ان کے پاس کھانا لے کر گیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس وقت تک کھانا نہیں کھائیں گے جب تک حضرت ابوبکر آ نہیں جاتے مہمانوں نے بتایا: یہ ٹھیک کہہ رہا ہے یہ ہمارے پاس کھانا لے کر آیا تھا لیکن ہم نے انکار کر دیا کہ جب تک آپ نہیں آ جاتے۔ (ہم کھانا نہیں کھائیں گے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: آپ لوگوں نے کیوں نہیں کھایا انہوں نے جواب دیا: آپ کی وجہ سے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! آج رات میں کھانا نہیں کھاؤں گا مہمانوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس وقت تک جب تک آپ نہیں کھائیں گے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آج جتنی بری رات کبھی نہیں دیکھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کا کھانا آگے لے کر آؤ' حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان کا کھانا سامنے رکھا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ پڑھی پھر انہوں نے

کھانا کھایا تو مہمانوں نے بھی کھانا کھالیا۔

مجھے یہ بتایا گیا کہ اگلے دن وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اس بارے میں بتایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اور جو مہمانوں نے کہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان میں سے سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ سچے ہو۔

3271 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ، وَعَبْدُ الْأَعْلَى، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ نَحْوَهُ زَادَ عَنْ سَالِمٍ، فِي حَدِيثِهِ قَالَ: وَلَمْ يَبْلُغْنِي كَفَّارَةٌ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ سالم کہتے ہیں: مجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ نبی اکرم ﷺ نے کفارہ کے لئے کہا ہے۔

بَابُ الْيَمِينِ فِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ

باب: رشتے داری کے حقوق پامال کرنے کے بارے میں قسم اٹھانا

3272 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ أَخَوَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيرَاثٌ، فَسَأَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ، فَقَالَ: إِنْ عُدْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الْقِسْمَةِ فَكُلُّ مَالٍ لِي فِي رِتَاجِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: إِنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ، كَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَكَلِّمْ أَخَاكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَمِينَ عَلَيْكَ، وَلَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ الرَّبِّ، وَفِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ، وَفِيمَا لَا تَمْلِكُ

⊛⊛ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' انصار سے تعلق رکھنے والے دو بھائیوں کے درمیان وراثت کا معاملہ تھا ان میں سے ایک نے دوسرے سے تقسیم کے لئے کہا تو اس نے کہا: اگر تم نے دوبارہ مجھے تقسیم کے لئے کہا تو میرا تمام مال خانہ کعبہ کے خزانے میں جمع ہو جائے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: خانہ کعبہ تمہارے مال سے بے نیاز ہے تم اپنی قسم کا کفارہ دو اور اپنے بھائی سے بات کرو میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے معاملے میں تم پر کوئی قسم لازم نہیں ہو گی اور کوئی نذر لازم نہیں ہو گی اور رشتے داری کے حقوق پامال کرنے کے معاملے میں بھی نہیں ہو گی اور اس چیز میں بھی نہیں ہو گی جس کے تم مالک نہیں ہو۔

3273 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نَذْرَ إِلَّا فِيمَا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ، وَلَا يَمِينَ فِي قَطِيعَةِ رَحِمٍ

⊛⊛ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نذر صرف اس چیز کے بارے میں ہوتی ہے، جس میں اللہ کی رضا کا ارادہ کیا گیا ہو، اور قطع رحمی کے بارے میں قسم

کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔"

3274- حَدَّثَنَا الْمُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَذْرَ وَلَا يَمِينَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ، وَلَا فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ وَلَا فِي قَطِيعَةِ رَحِمٍ وَمَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَدَعْهَا وَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ فَإِنَّ تَرْكَهَا كَفَّارَتُهَا. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ إِلَّا فِيمَا لَا يُعْبَأُ بِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قُلْتُ لِأَحْمَدَ: رَوَى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، فَقَالَ: تَرَكَهُ بَعْدَ ذَلِكَ، وَكَانَ أَهْلًا لِذَلِكَ قَالَ أَحْمَدُ: أَحَادِيثُهُ مَنَاكِيرُ، وَأَبُوهُ لَا يُعْرَفُ

❀❀ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آدمی جس چیز کا مالک نہ ہو، اللہ کی نافرمانی کے بارے میں، اور قطع رحمی کے بارے میں نذر اور قسم کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، جو شخص کوئی قسم اٹھائے، اور پھر اس کے علاوہ کام کو زیادہ بہتر سمجھے، تو قسم کو چھوڑ دے، اور وہ کام کرے جو زیادہ بہتر ہو، اسے ترک کرنا ہی اس کا کفارہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ سے منقول تمام روایات میں یہی مذکور ہے، آدمی اس قسم کا کفارہ دے، ما سوائے ان چیز کے جو عام سی ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) میں نے امام احمد سے کہا: یحییٰ بن سعید نے یحییٰ بن عبید اللہ سے روایت نقل کی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے بعد میں اسے ترک کر دیا تھا۔ اور وہ اسی کا اہل تھا۔ امام احمد نے فرمایا: اس کی احادیث منکر ہیں۔ اس کے والد کی شناخت نہیں ہو سکی۔

بَابٌ فِيمَنْ يَحْلِفُ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا

باب: جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھانا

3275- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّالِبَ الْبَيِّنَةَ فَلَمْ تَكُنْ لَهُ بَيِّنَةٌ فَاسْتَحْلَفَ الْمَطْلُوبَ، فَحَلَفَ بِاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلَى، قَدْ فَعَلْتَ وَلَكِنْ قَدْ غُفِرَ لَكَ بِإِخْلَاصِ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يُرَادُ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْكَفَّارَةِ

3275- اسناده ضعيف. عطاء بن السائب اختلط باخرة، ولا يحتمل مثل هذا المتن وقد عد الإمام الذهبي هذا الحديث في "ميزان الاعتدال" 723/3 من مناكيره. حماد: هو ابن سلمة. ابو يحيى: هو زياد مولى الانصار. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5963) و (5964) من طريق عطاء بن السائب، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (2280).

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ نے مدعی سے ثبوت طلب کیا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے مدعی علیہ سے قسم لی اس نے اللہ کے نام کی قسم اٹھائی اور کہا اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے تم نے جو کیا تمہارے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھنے کی وجہ سے تمہاری مغفرت کردی گئی۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔

بَابُ الرَّجُلِ يُكَفِّرُ قَبْلَ أَنْ يَحْنَثَ

باب: آدمی کا حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرنا

3276 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي، وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، أَوْ قَالَ: إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفَّرْتُ يَمِينِي

ترجمہ: ابوبردہ نے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا تو میں نے جو بھی قسم اٹھائی، اور پھر اس کے علاوہ کو اس سے بہتر محسوس کیا، تو میں اپنی قسم کا کفارہ دوں گا اور وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہو، (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) وہ کام کروں گا جو زیادہ بہتر ہو، اور میں اپنی قسم کا کفارہ دوں گا۔

3277 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَنْصُورٌ يَعْنِي ابْنَ زَاذَانَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ، إِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَكَفِّرْ يَمِينَكَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ، يُرَخِّصُ فِيهَا الْكَفَّارَةَ قَبْلَ الْحِنْثِ،

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمان بن سمرہ! جب تم کوئی قسم اٹھاؤ اور پھر اس کے علاوہ کام کو اس سے بہتر محسوس کرو تو وہ کام کرلو، جو زیادہ بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ دیدو!

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) میں نے امام احمد کو سنا ہے انہوں نے حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کرنے کی اجازت دی ہے۔

3278 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ

3277- اسناده صحيح. هشيم: هو ابن بشير بن القاسم بن دينار، ويونس: هو ابن عبيد بن دينار، والحسن: هو ابن ابي الحسن يسار البصري. واخرجه البخاري (7147)، ومسلم (1652)، والترمذي (1609) من طريق يونس، ومسلم (1652) من طريق منصور، كلاهما عن الحسن، به

3278- اسناده صحيح. واخرجه مسلم (1652)، والنسائي في "الكبرى" (4708) من طريق قتادة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (20627).

الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ نَحْوَهُ قَالَ: فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ ثُمَّ ائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَحَادِيثُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ رُوِيَ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ الْحِنْثُ قَبْلَ الْكَفَّارَةِ وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَةِ الْكَفَّارَةُ قَبْلَ الْحِنْثِ

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: تم اپنی قسم کا کفارہ دیدو، پھر وہ کام کرو، جو زیادہ بہتر ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ کہتے ہیں:) اس بارے میں روایات حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ان سے منقول بعض روایات میں حانث ہونے کا ذکر کفارے سے پہلے ہے، اور بعض میں کفارے کا ذکر حانث ہونے سے پہلے ہے۔

کفارہ قسم سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ کفارہ دس مسکینوں کا کھانا جو محتاج فقیر ہوں جن کے پاس بقدر کفایت کے نہ ہو اوسط درجے کا کھانا جو عموماً گھر میں کھایا جاتا ہو وہی انہیں کھلا دینا۔ مثلاً دودھ روٹی، گھی روٹی، زیتون کا تیل روٹی، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں کی خوراک بہت اعلیٰ ہوتی ہے بعض لوگ بہت ہی ہلکی غذا کھاتے ہیں تو نہ وہ ہو نہ یہ ہو تکلف بھی نہ ہو اور بخل بھی نہ ہو، سختی اور فراخی کے درمیان ہو، مثلاً گوشت روٹی ہے، سرکہ اور روٹی ہے، روٹی اور کھجوریں ہیں۔ جیسی جس کی درمیانی حیثیت، اسی طرح قلت اور کثرت کے درمیان ہو۔

حضرت علی سے منقول ہے کہ صبح شام کا کھانا، حسن اور محمد بن خفیہ کا قول ہے کہ دس مسکینوں کو ایک ساتھ بٹھا کر روٹی گوشت کھلا دینا کافی ہے یا اپنی حیثیت کے مطابق روٹی کسی اور چیز سے کھلا دینا، بعض نے کہا ہے ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں کھجوریں وغیرہ دے دینا، امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ گیہوں تو آدھا صاع کافی ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کا پورا صاع دے دے۔

ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجوروں کا کفارے میں ایک ایک شخص کو دیا ہے اور لوگوں کو بھی یہی حکم فرمایا ہے لیکن جس کی اتنی حیثیت نہ ہو وہ آدھا صاع گیہوں کا دے دے،

یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن اس کا ایک راوی بالکل ضعیف ہے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ دارقطنی نے اسے متروک کہا ہے اس کا نام عمر بن عبداللہ ہے، ابن عباس کا قول ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد گیہوں مع سالن کے دے دے، امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں لیکن سالن کا ذکر نہیں ہے اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رمضان شریف کے دن میں اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کو ایک کمتل (خاص پیمانہ) میں سے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اس میں پندرہ صاع آتے ہیں تو ہر مسکین کے لئے ایک مد ہوا۔ ابن مدویہ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کے کفارے میں گیہوں کا ایک مد مقرر کیا ہے لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ نضیر بن زرارہ کوفی کے بارے میں امام ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ وہ مجہول ہے گو اس سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے واللہ

اعلم،

پھر ان کے استاد عمری بھی ضعیف ہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ گیہوں کا ایک مد اور باقی اناج کے دو مد دے۔ واللہ اعلم (یہ یاد رہے کہ صاع انگریزی اسی روپے بھر کے سیر کے حساب سے تقریباً پونے تین سیر کا ہوتا ہے اور ایک صاع کے چار مد ہوتے ہیں واللہ اعلم، مترجم) یا ان دس کو کپڑا پہنانا،

امام شافعی کا قول ہے کہ ہر ایک کو خواہ کچھ ہی کپڑا دے دے جس پر کپڑے کا اطلاق ہوتا ہو کافی ہے، مثلاً کرتہ ہے، پاجامہ ہے، تہمد ہے، پگڑی ہے یا سر پر لپیٹنے کا رومال ہے۔

پھر امام صاحب کے شاگردوں میں سے بعض تو کہتے ہیں ٹوپی بھی کافی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ نا کافی ہے، کافی کہنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین سے جب اس کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اگر کوئی وفد کسی امیر کے پاس آئے اور وہ انہیں ٹوپیاں دے تو عرب تو یہی کہیں گے کہ قد کسوا انہیں کپڑے پہنائے گئے۔ لیکن اس کی اسناد بھی ضعیف ہیں کیونکہ محمد بن زبیر ضعیف ہیں واللہ اعلم۔ موزے پہنانے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ کم سے کم اتنا اور ایسا کپڑا ہو کہ اس میں نماز جائز ہو جائے مرد کو دیا ہے تو اس کی اور عورت کو دیا ہے تو اس کی۔

ابن عباس فرماتے ہیں عبا ہو یا شملہ ہو۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک کپڑا ہو اور اس سے زیادہ جو ہو۔ غرض کفارہ قسم میں ہر چیز سوائے جانگئے کے جائز ہے۔ بہت سے مفسرین فرماتے ہیں ایک ایک کپڑا ایک ایک مسکین کو دے دے۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے ایسا کپڑا جو پورا کار آمد ہو مثلاً لحاف چادر وغیرہ نہ کہ کرتہ دوپٹہ وغیرہ ابن سیرین اور حسن دو دو کپڑے کہتے ہیں، سعید بن مسیب کہتے ہیں عمامہ جسے سر پر باندھے اور عبا جسے بدن پر پہنے۔ حضرت ابو موسیٰ قسم کھاتے ہیں پھر اسے توڑتے ہیں تو دو کپڑے بحرین کے دے دیتے ہیں۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر مسکین کیلئے ایک عبا، یہ حدیث غریب ہے، یا ایک غلام کا آزاد کرنا،

امام ابو حنیفہ تو فرماتے ہیں کہ یہ مطلق ہے کافر ہو یا مسلمان، امام شافعی اور دوسرے بزرگان دین فرماتے ہیں اس کا مومن ہونا ضروری ہے کیونکہ قتل کے کفارے میں غلام کی آزادی کا حکم ہے اور وہ مقید ہے کہ وہ مسلمان ہونا چاہیے، دونوں کفاروں کا سبب چاہے جداگانہ ہے لیکن وجہ ایک ہی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت معاویہ بن حکم اسلمی کے ذمے ایک گردن آزاد کرنا تھی وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ ایک لونڈی لئے ہوئے آئے۔ حضور نے اس سیاہ فام لونڈی سے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں پوچھا ہم کون ہیں؟ جواب دیا کہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا اسے آزاد کرو یہ ایماندار عورت ہے۔ پس ان تینوں کاموں میں سے جو بھی کرلے وہ قسم کا کفارہ ہو جائے گا اور کافی ہوگا اس پر سب کا اجماع ہے۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کا بیان سب سے زیادہ آسان چیز سے شروع کیا ہے اور بتدریج اوپر کو پہنچایا ہے۔ پس سب سے سہل کھانا کھلانا ہے۔ پھر اس سے قدرے بھاری کپڑا پہنانا ہے اور اس سے بھی زیادہ بھاری غلام کو

آزاد کرنا ہے۔پس اس میں ادنی سے اعلی بہتر ہے۔اب اگر کسی شخص کو ان تینوں میں سے ایک کی بھی قدرت نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔

سعید بن جبیر اور حسن بصری سے مروی ہے کہ جس کے پاس تین درہم ہوں وہ تو کھانا کھلا دے ورنہ روزے رکھ لے اور بعض متاخرین سے منقول ہے کہ یہ اس کے لئے ہے جس کے پاس ضروریات سے فاضل چیز نہ ہو معاش وغیرہ پونجی کے بعد جو فالتو ہو اس سے کفارہ ادا کرے،

امام ابن جریر فرماتے ہیں جس کے پاس اس دن کے اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے سے کچھ بچے اس میں سے کفارہ ادا کرے، قسم کے توڑنے کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے واجب ہیں یا مستحب ہیں اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ واجب نہیں،

امام شافعی نے باب الایمان میں اسے صاف لفظوں میں کہا ہے امام مالک کا قول بھی یہی ہے کیونکہ قرآن کریم میں روزوں کا حکم مطلق ہے تو خواہ پے در پے ہوں خواہ الگ الگ ہوں تو سب پر یہ صادق آتا ہے جیسے کہ رمضان کے روزوں کی قضا کے بارے میں آیت (فعدة من ایام اخر) فرمایا گیا ہے وہاں بھی پے در پے کی یا علیحدہ علیحدہ کی قید نہیں اور حضرت امام شافعی نے کتاب الام میں ایک جگہ صراحت سے کہا ہے کہ قسم کے کفارے کے روزے پے در پے رکھنے چاہیں یہی قول احناف اور حنابلہ کا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہے کہ ان کی قرأت آیت (فصیام ثلثة ایام متتابعات) ہے ابن مسعود سے بھی یہی قرأت مروی ہے، اس صورت میں اگرچہ اس کا متواتر قرأت ہونا ثابت نہ ہو۔

تاہم خبر واحد یا تفسیر صحابہ سے کم درجے کی تو یہ قرأت نہیں پس حکما" یہ بھی مرفوع ہے۔ابن مردویہ کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اختیار ہے آپ نے فرمایا ہاں، تو اختیار پر ہے خواہ گردن آزاد کر خواہ کپڑا پہنا دے خواہ کھانا کھلا دے اور جو نہ پائے وہ پے در پے تین روزے رکھ لے۔ پھر فرماتا ہے کہ تم جب قسم کھا کر توڑ دو تو یہ کفارہ ہے لیکن تمہیں اپنی قسموں کی حفاظت کرنی چاہیے انہیں بغیر کفارے کے نہ چھوڑنا چاہیے اسی طرح اللہ تعالی تمہارے سامنے اپنی آیتیں واضح طور پر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم شکر گزاری کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، مائدہ ۸۹)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالی اپنی مایہ ناز کتاب "المغنی" میں رقمطراز ہیں۔ "غلہ قیمت کفارہ میں کفائت نہیں کرتی، اور نہ ہی لباس کی قیمت، کیونکہ اللہ تعالی نے غلہ ذکر کیا ہے لہذا اس کے بغیر کفارہ ادا نہیں ہو سکتا، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالی نے تین اشیاء کے مابین اختیار دیا ہے اور اگر اس کی قیمت دینا جائز ہوتی تو یہ اختیار ان تین اشیاء میں منحصر نہ ہوتا۔ (المغنی لابن قدامۃ المقدسی (256/11)

بَابُ كَمِ الصَّاعُ فِي الْكَفَّارَةِ

باب: کفارے سے متعلق صاع (کا پیمانہ) کتنا ہوگا

3279 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ عِيَاضٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَرْمَلَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبٍ بِنْتِ ذُؤَيْبِ بْنِ قَيْسٍ الْمُزَنِيَّةِ، -وَكَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ أَسْلَمَ، ثُمَّ كَانَتْ

تَحْتَ ابْنِ أَخٍ لِصَفِيَّةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ ابْنُ حَرْمَلَةَ: فَوَهَبَتْ لَنَا أُمُّ حَبِيبٍ صَاعًا حَدَّثَتْنَا عَنِ ابْنِ أَخِي صَفِيَّةَ. عَنْ صَفِيَّةَ أَنَّهُ صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَنَسٌ: "فَجَرَّبْتُهُ أَوْ قَالَ: فَحَزَرْتُهُ فَوَجَدْتُهُ مُدَّيْنِ وَنِصْفًا بِمُدِّ هِشَامٍ"

ترجمہ: عبدالرحمن بن حرملہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ ام حبیب بنت ذویب بن قیس مزنیہ رضی اللہ عنہا جو اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کی اہلیہ تھیں پھر اس کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جو نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں کے بھتیجے کی اہلیہ بن گئیں۔ انہوں نے یہ بات بتائی ہے ابن حرملہ کہتے ہیں سیدہ ام حبیب رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک صاع دیا اور انہوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے کے حوالے سے ہمیں یہ بات بتائی انہوں نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات بتائی کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا "صاع" ہے۔

انس نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس کی پیمائش کی تو وہ ہشام کے زمانے کے دو مد اور نصف مد کے برابر تھا۔ (یعنی اڑھائی مد کے برابر تھا)

شرح

"صاع" ایک پیمانہ ہے جس کی جمع اصواع ہے یہ پیمانہ خرید و فروخت میں استعمال ہوتا ہے فقہا میں صاع کے بارے اختلاف ہے۔

صاع کا شرعی استعمال

صاع کو مختلف احکام میں معیار متعین کیا گیا غسل کے پانی اور صدقۃ الفطر میں اس کی مقدار متفق علیہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل ایک صاع سے کرتے اور صدقۃ الفطر کی مقدار بعض اشیاء میں نصف صاع اور بعض میں ایک صاع مقرر کی۔

مدینہ منورہ کے رواج کے مطابق ایک صاع میں چار مد ہوتے اسے ہی شرعی پیمانہ قرار دیا گیا اور اس وقت سے مدینے کے مد کو مد النبی کہا جاتا ہے۔ موجودہ اوزان میں صاع 3.1803 کلوگرام کا ہوتا ہے۔

(قاموس الفقہ، جلد چہارم، صفحہ 216، خالد سیف اللہ رحمانی، زمزم پبلشر کراچی۔ 2007ء)

فقہا کا اختلاف

امام ابوحنیفہ کے نزدیک 8 رطل کا ایک صاع ہوتا ہے۔

اختلاف کی وجہ

فقہا کے نزدیک صاع دو قسم کا ہے ایک صاع اہل مدینہ کا صاع ہے جسے صاع حجازی کہا جاتا ہے دوسرا صاع اہل عراق کا ہے جسے صاع حجاجی یا قفیز حجاجی اور صاع بغدادی کہا جاتا ہے۔

صاع حجازی صاع بغدادی سے چھوٹا ہوتا ہے۔ جمہور فقہاء صاع حجازی کو ہی صاع شرعی قرار دیتے ہیں

ایک صاع 8 رطل بغدادی (فتاویٰ امجدیہ، ج 1، ص 384)

اور تولے کے حساب سے دو سو ستر 270 ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج 10، ص 296)

80 تولہ کا پرانا ایک سیر بنتا ہے ایک صاع 4 کلوگرام سے کم ہوتا ہے۔قرن اول کے مسلمانوں کیلئے اس ابتدائی مدکو زید بن ثابت نے معیار قرار دیا اور جو بعد میں شرعی ضرورتوں کیلئے پیمانے مقرر کیے گئے وہ تقریباً اسی کے مطابق تھے۔ جہاں تک تجارت معاملات کا تعلق ہے ہر قصبے اور علاقے کی طرح صاع اور مد کی مقدار مختلف تھی قدیم پیمانوں کے مطابق ایک صاع چار مد یا پانچ رطل کے برابر ہوتا اور ایک رطل بارہ اوقیہ کے برابر کئی لغت نویسوں نے اپنی تحقیقات کی بنا پر ایک صاع کو 234 تولے کے برابر قرار دیا

(رفیق الحرمین، ص228 محمد الیاس قادری، مکتبہ المدینہ، کراچی)

3280 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَلَّادٍ أَبُو عُمَرَ، قَالَ: " كَانَ عِنْدَنَا مَكُّوكٌ يُقَالُ لَهُ: مَكُّوكُ خَالِدٍ وَكَانَ كَيْلَجَتَيْنِ بِكَيْلَجَةِ هَارُونَ قَالَ مُحَمَّدٌ: صَاعُ خَالِدٍ صَاعُ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ

ابوعمر کہتے ہیں: ہمارے پاس مکوک تھا، جس کو "خالد کا مکوک" کہا جاتا تھا، جبکہ "کیلجہ" (نامی پیمانہ) ہارون کا تھا، محمد نامی راوی کہتے ہیں: خالد کا صاع، ہشام بن عبدالملک کا صاع تھا۔

3281 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَلَّادٍ أَبُو عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ أُمَيَّةَ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: لَمَّا وُلِّيَ خَالِدٌ الْقَسْرِيُّ أَضْعَفَ الصَّاعَ، فَصَارَ الصَّاعُ سِتَّةَ عَشَرَ رِطْلًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ: " مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَلَّادٍ، قَتَلَهُ الزِّنْجُ صَبْرًا، فَقَالَ بِيَدِهِ: هَكَذَا وَمَدَّ أَبُو دَاوُدَ يَدَهُ وَجَعَلَ بُطُونَ كَفَّيْهِ إِلَى الْأَرْضِ، قَالَ: وَرَأَيْتُهُ فِي النَّوْمِ، فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ اللَّهُ بِكَ؟ قَالَ: أَدْخَلَنِي الْجَنَّةَ، فَقُلْتُ: فَلَمْ يَضُرَّكَ الْوَقْفُ "

امیہ بن خالد کہتے ہیں: جب خالد قسری کو والی بنایا گیا، تو اس نے صاع کو کم کر دیا، تو ایک صاع' سولہ رطل کا ہو گیا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں:) محمد بن محمد بن خلاد کو زنگیوں نے اس طرح باندھ کر قتل کر دیا تھا، امام ابوداؤد نے اپنا ہاتھ پھیلا کے دکھایا، انہوں نے اپنی ہتھیلیوں کا رخ زمین کی طرف رکھا۔ اور کہا: میں نے انہیں خواب میں دیکھا، تو ان سے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا: اس نے مجھے جنت میں داخل کر دیا، تو میں نے کہا: پھر تو وقف نے آپ کو نقصان نہیں پہنچایا۔

بَابٌ فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَةِ

باب: مومن غلام یا کنیز

3282 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، جَارِيَةٌ لِي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَفَلَا أُعْتِقُهَا، قَالَ: ائْتِنِي بِهَا، قَالَ: فَجِئْتُ بِهَا، قَالَ: أَيْنَ اللَّهُ؟ قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک کنیز ہے میں نے اس

کی پٹائی کردی۔ نبی اکرم ﷺ کو میری یہ بات بہت بری لگی میں نے عرض کی: کیا میں اسے آزاد نہ کردوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے لے کر آؤ۔ راوی بیان کرتے ہیں' میں اسے لے کر آیا نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: آسمان میں نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: میں کون ہوں؟ اس نے عرض کی: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا: تم اسے آزاد کردو یہ مؤمن ہے۔

3283 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الشَّرِيدِ أَنَّ أُمَّهُ أَوْصَتْهُ أَنْ يُعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ أُمِّي أَوْصَتْ أَنْ أُعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً، وَعِنْدِي جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ نُوبِيَّةٌ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَرْسَلَهُ لَمْ يَذْكُرِ الشَّرِيدَ

❀❀ ابوسلمہ' شرید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں' ان کی والدہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی طرف سے کسی مؤمن غلام یا کنیز کو آزاد کردیا جائے' وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میری والدہ نے یہ وصیت کی تھی کہ میں ان کی طرف سے مؤمن غلام یا کنیز کو آزاد کردوں میرے پاس ایک سیاہ فام کنیز ہے جو نوبیہ (یعنی نوب کی رہنے والی ہے) اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خالد بن عبداللہ نے اس روایت کو مرسلا روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس میں شرید نامی راوی کا ذکر نہیں کیا ہے۔

3284 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوزَجَانِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً، فَقَالَ لَهَا: أَيْنَ اللهُ؟ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ بِأُصْبُعِهَا، فَقَالَ لَهَا: فَمَنْ أَنَا؟ فَأَشَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى السَّمَاءِ يَعْنِي أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، فَقَالَ: أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص ایک سیاہ فام کنیز کو ساتھ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ذمہ ایک مومن کو آزاد کرنا لازم ہے، نبی اکرم ﷺ نے اس کنیز سے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے اپنی انگلی کے ذریعے آسمان کی طرف اشارہ کیا، نبی اکرم ﷺ نے اس کنیز سے دریافت کیا: میں کون ہوں؟ تو اس نے پہلے نبی اکرم ﷺ کی طرف اور پھر آسمان کی طرف اشارہ کیا، یعنی آپ اللہ کے رسول ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے آزاد کردو یہ مومن ہے۔

بَابُ الِاسْتِثْنَاءِ فِي الْيَمِينِ بَعْدَ السُّكُوتِ

باب: قسم میں سکوت کے بعد استثناء کرنا۔

3285 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا، وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا، وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا، ثُمَّ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ أَسْنَدَ هَذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَسْنَدَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: عَنْ شَرِيكٍ، ثُمَّ لَمْ يَغْزُهُمْ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا۔ اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا۔ پھر آپ نے "انشاء اللہ" کہہ دیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت کو کئی راویوں نے شریک کے حوالے سے' سماک کے حوالے سے' عکرمہ کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ولید بن مسلم نامی راوی نے شریک کے حوالے سے اس میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہیں کی۔

3286 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ بِشْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، يَرْفَعُهُ، قَالَ: وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا، ثُمَّ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا إِنْ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ لَأَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا ثُمَّ سَكَتَ، ثُمَّ قَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ فِيهِ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ شَرِيكٍ قَالَ: ثُمَّ لَمْ يَغْزُهُمْ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ مرفوع روایت کے طور پر اس کو نقل کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا پھر آپ نے فرمایا: "انشاء اللہ" پھر آپ نے فرمایا: میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں قریش سے ضرور جنگ کروں گا پھر آپ خاموش رہے پھر آپ نے "انشاء اللہ" کہا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ولید بن مسلم نامی راوی نے شریک کے حوالے سے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ نہیں کی۔

3286-اسناده صعيف. ابن بشر: هو محمد بن بشر العبدي، ومسعر: هو ابن كدام ابن ظهير الهلالي. واخرجه عبد الرزاق (11306) و (16123)، والطحاوي في "مشكل الآثار" (1929)، والبيهقي /4810 من طرق عن مسعر، بهذا الاسناد. واخرجه ابو يعلى (2675)، والطحاوي في "مشكل الآثار" (1928)، وابن حبان (4343)، وابو نعيم في "الحلية" /3443 و /2417، والخطيب البغدادي في "تاريخ بغداد" /4047 من طرق عن مسعر، عن سماك، عن عكرمة، عن ابن عباس موصولاً.

بَابُ النَّهْيِ عَنِ النُّذُورِ

باب: نذر ماننے کی ممانعت

3287 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، قَالَ عُثْمَانُ الْهَمْدَانِيُّ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النَّذْرِ ثُمَّ اتَّفَقَا وَيَقُولُ: - لَا يَرُدُّ شَيْئًا، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النَّذْرُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع کر دیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں: نذر کسی چیز (یعنی مصیبت) کو واپس نہیں کرتی اس کے ذریعے کنجوس سے مال نکلوایا جاتا ہے۔

مسدد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نذر کسی چیز (یعنی مصیبت) کو واپس نہیں کرتی

3288 - حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ، أَخْبَرَكُمُ ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَأْتِي ابْنَ آدَمَ النَّذْرُ الْقَدَرَ بِشَيْءٍ لَمْ أَكُنْ قَدَّرْتُهُ لَهُ، وَلَكِنْ يُلْقِيهِ النَّذْرُ الْقَدَرَ قَدَّرْتُهُ، يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَخِيلِ يُؤْتِي عَلَيْهِ مَا لَمْ يَكُنْ يُؤْتِي مِنْ قَبْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) نذر انسان کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں لاتی، جو میں نے اس کے مقدر میں نہیں لکھی، نذر انسان کی طرف صرف وہی چیز لاتی ہے، جو میں نے اس کے مقدر میں طے کی ہو، (اس کے ذریعے) بخیل سے مال نکلوایا جاتا ہے، اور اس کی بنیاد پر وہ ملتا ہے، جو اس سے پہلے نہیں ملتا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّذْرِ فِي الْمَعْصِيَةِ

باب: گناہ کے کام کی نذر ماننا

3287- اسناده صحيح. ابو عوانة: هو الوضاح بن عبد الله اليشكري، وعبد الله بن مرة: هو الهمداني الخارفي. واخرجه البخاري (6608) و (6693)، ومسلم (1639)، وابن ماجه (2122)، والنسائي في "الكبرى" (4724) و (4725) و (4726) من طرق عن منصور بهذا الاسناد. بعضهم يقول: "من البخيل"، وبعضهم يقول: "من الشحيح"، وبعضهم يقول: "اللئيم"، ورواية ابن ماجه دون قوله: "لا يرد شيئاً". وهو في "مسند احمد" (5275)، و"صحيح ابن حبان" (4375) و (4377). واخرجه البخاري (6692) من طريق سعد بن الحارث، ومسلم (1639)

3288- اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله، وابو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان، وعبد الرحمن بن هرمز: هو الاعرج. واخرجه البخاري (6694)، ومسلم (1640) (7)، وابن ماجه (2123)، والنسائي في "الكبرى" (4727) من طريقين عن عبد الرحمن بن هرمز، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (6659) من طريق همام بن منبه، ومسلم (1640) (5) و (6)، والترمذي (1619)، والنسائي (4728) من طريق عبد الرحمن بن يعقوب الحرقي، كلاهما عن ابي هريرة. وهو في "مسند احمد" (7208) و (7298)، و"صحيح ابن حبان" (4376)

3289 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاَيْلِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَذَرَ اَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَعْصِيَ اللهَ فَلَا يَعْصِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اس بات کی نذر مانے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اسے اس کی اطاعت کرنی چاہیے اور جو یہ نذر مانے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اسے اس کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔

بَابُ مَنْ رَاَى عَلَيْهِ كَفَّارَةً اِذَا كَانَ فِي مَعْصِيَةٍ

باب: جن کے نزدیک ایسے شخص پر کفارہ لازم ہوگا جبکہ نذر معصیت سے متعلق ہو

3290 - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ اَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گناہ میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

3291 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِمَعْنَاهُ وَاِسْنَادِهِ، قَالَ اَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ، يَقُولُ: قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، يَعْنِي فِي هَذَا الْحَدِيثِ حَدَّثَ اَبُو سَلَمَةَ، فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى اَنَّ الزُّهْرِيَّ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ اَبِي سَلَمَةَ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ: وَتَصْدِيقُ ذَلِكَ مَا حَدَّثَنَا اَيُّوبُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ: "اَفْسَدُوا عَلَيْنَا هَذَا الْحَدِيثَ، قِيلَ لَهُ وَصَحَّ اِفْسَادُهُ عِنْدَكَ وَهَلْ رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ اَبِي اُوَيْسٍ، قَالَ اَيُّوبُ: كَانَ اَمْثَلَ مِنْهُ يَعْنِي اَيُّوبَ بْنَ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، وَقَدْ رَوَاهُ اَيُّوبُ"

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' وہ فرماتے ہیں: ابن مبارک' اس حدیث کے بارے میں' فرماتے ہیں۔ یہ ابی سلمہ (سے منقول) حدیث ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زہری نے اس روایت کو ابوسلمہ سے نہیں سنا ہے۔

امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ ان (راویوں) نے ہمارے لیے اس

3289-اسناده صحيح. القاسم: هو ابن محمد بن ابى بكر الصديق. وهو فى "الموطا" 476.2/ واخرجه البخارى (6696) و (6700)، وابن ماجه (2126)، والترمذى (1605) و (1606)، والنسائى فى "الكبرى" (4729) و (4730) و (4731) من طريقين عن طلحة بن عبدالملك الايلى، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (24075)، و "صحيح ابن حبان" (4387).

روایت (یعنی اس کی استنادی حیثیت کو) خراب کر دیا ہے۔

ان سے دریافت کیا گیا' آپ کے نزدیک اس کی خرابی درست ہے؟ اور کیا ابن ابی اویس کے علاوہ کسی اور نے بھی اس کو روایت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایوب (نے کیا ہے) لیکن وہ بھی اس کی مانند ہے۔

ان کی مراد ایوب بن سلیمان بن بلال ہے۔ اس روایت کو ایوب نے نقل کیا ہے۔

3292 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي أُوَيْسٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَتِيقٍ، وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، إِنَّمَا الْحَدِيثُ حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ أَرْقَمَ وَهِمَ فِيهِ وَحَمَلَهُ عَنْهُ الزُّهْرِيُّ، وَأَرْسَلَهُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللَّهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى بَقِيَّةُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ، بِإِسْنَادِ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، مِثْلَهُ

❀❀ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: گناہ میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

امام احمد بن محمد مروزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں' یہ حدیث علی بن مالک کے حوالے سے یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے محمد بن زبیر سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

ان کی مراد یہ ہے کہ سلیمان بن ارقم نے اس روایت میں وہم کیا ہے اور ابوسلمہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

3293 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زَحْرٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَالِكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أُخْتٍ لَهُ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ حَافِيَةً غَيْرَ مُخْتَمِرَةٍ، فَقَالَ: مُرُوهَا فَلْتَخْتَمِرْ، وَلْتَرْكَبْ، وَلْتَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ،

❀❀ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ یہ بات بیان کرتے ہیں' انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے بارے میں دریافت

3293-حديث صحيح دون قوله: "ولتصم ثلاثة ايام" وهذا اسناد ضعيف، عبيد الله ابن زحر مختلف فيه والاكثر على تضعيفه. ابو سعيد: هو الرعيني جعثل بن هاعان، وعبد الله بن مالك: هو اليحصبي. واخرجه ابن ماجه (2134)، والترمذي (1625)، والنسائي (3815) من طرق عن يحيى بن سعيد الانصاري، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: هذا حديث حسن، والعمل على هذا عند بعض اهل العلم، وهو قول احمد واسحاق. واخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار" 1293/، والطبراني 17/ (886) دون قوله: "ولتصم ثلاثة ايام" وسنده حسن. وهو في "مسند احمد" (17306)

کیا: کہ اس نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ پیدل حج کرے گی اور سر پر کوئی چیز نہیں لے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے کہو کہ سر پر چادر لے سوار ہو جائے اور تین دن روزے رکھے۔

3294 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زَحْرٍ، مَوْلًى لِبَنِي ضَمْرَةَ وَكَانَ أَيَّمَا رَجُلٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الرُّعَيْنِيَّ، أَخْبَرَهُ بِإِسْنَادِ يَحْيَى وَمَعْنَاهُ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میری بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ بیت اللہ پیدل جائے گی تو اس نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کروں' میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: تو آپ نے فرمایا: وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو جائے۔ (یعنی وہ سوار ہو کر جا سکتی ہے)

3295 - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أُخْتِي نَذَرَتْ يَعْنِي أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ أُخْتِكَ شَيْئًا، فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً، وَلْتُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میری بہن نے یہ نذر مانی ہے (کہ وہ پیدل حج کے لئے جائے گی) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے مشقت کا شکار ہونے کا کوئی اجر نہیں دے گا اسے سوار ہو کر حج کرنا چاہیے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دینا چاہیے۔

3296 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ "فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کے لئے جائے گی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا: اس سے کہو کہ وہ سوار ہو جائے، اور جانور قربان کرے۔

3295-اسناده ضعیف لسوء حفظ شریک- وهو ابن عبدالله القاضی- وقال البیهقی 80:10/ تفرد به شریک القاضی، ابو النضر: هو هاشم بن القاسم بن مسلم اللیثی، وکریب: هو ابن ابی مسلم مولی ابن عباس. واخرجه احمد (2828) و (2885)، وابو یعلی فی "مسنده" (2443)، وابن خزیمة (3046) و (3047)، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار" 130/3، وابن حبان (4384)، والحاکم 302/4، والبیهقی 80/10 من طرق عن شریک، بهذا الاسناد

3296-اسناده صحیح، کما قال ابن الترکمانی فی "الجوهر النقی" 80/10، والحافظ فی "التلخیص الحبیر" 178/4، ابو الولید: هو هشام بن عبد الملک الطیالسی، وهمام: هو ابن یحیی العوذی، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسیُّ. واخرجه احمد فی "مسنده" (2134) و (2139) و (2278) و (2834)، والدارمی (2335)، وابن الجارود (636)، وابو یعلی فی "مسنده" (2737)، وابن خزیمة (3045)، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار" 131/3، وفی "شرح مشکل الآثار" (2151)، والطبرانی فی "المعجم الکبیر" (11828)، والبیهقی 79/10

3297 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا بَلَغَهُ أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ نَذْرِهَا مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، نَحْوَهُ وَخَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ پتہ چلا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کے لئے جائے گی تو آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس کی نذر سے بے نیاز ہے تم اس سے کہو کہ وہ سوار ہو جائے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں' یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3298 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ بِمَعْنَى هِشَامٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الْهَدْيَ وَقَالَ: فِيهِ مُرْ أُخْتَكَ فَلْتَرْكَبْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ بِمَعْنَى هِشَامٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: تم اپنی بہن سے کہو کہ وہ سوار ہو جائے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3299 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ، حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللهِ، فَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ پیدل بیت اللہ تک جائے گی، اس نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اس کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کروں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو جائے۔

3300 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فِي الشَّمْسِ فَسَأَلَ عَنْهُ، قَالُوا: هَذَا أَبُو

3299- اسناده صحيح. ابن جريج: هو عبد الملك بن عبد العزيز، وابو الخير: هو مرثد بن عبد الله اليزني. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (15873). واخرجه البخاري (1866)، ومسلم (1644)، والنسائي في "الكبرى" (4737) من طريق ابن جريج، بهذا الاسناد. واخرجه الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (2150)

3300- اسناده صحيح. وهيب: هو ابن خالد بن عجلان الباهلي، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه البخاري (6754)، وابن ماجه (2136م) من طرق عن وهيب، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (4385). واخرجه ابن ماجه (2136) عن عطاء، عن ابن عباس.

اِسْرَائِيلَ نَذَرَ اَنْ يَقُومَ، وَلَا يَقْعُدَ، وَلَا يَسْتَظِلَّ، وَلَا يَتَكَلَّمَ، وَيَصُومَ، قَالَ: مُرُوهُ فَلْيَتَكَلَّمْ، وَلْيَسْتَظِلَّ، وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اس دوران ایک شخص دھوپ میں کھڑا ہوا تھا، آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا، تو لوگوں نے بتایا: یہ ابواسرائیل ہے، اس نے یہ نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں، اور سائے میں نہیں آئے گا، (کسی کے ساتھ) کلام نہیں کرے گا، اور روزہ رکھے گا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو: کلام کرے، سائے میں آجائے، بیٹھ جائے اور اپنا روزہ مکمل کرلے۔

3301 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَاَى رَجُلًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ، فَسَاَلَ عَنْهُ، فَقَالُوا: نَذَرَ اَنْ يَمْشِيَ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ، وَاَمَرَهُ اَنْ يَرْكَبَ. قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ اَبِي عَمْرٍو، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے جا رہا تھا آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا: تو لوگوں نے بتایا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کے اپنی ذات کو اذیت پہنچانے سے بے نیاز ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدایت کی وہ سوار ہو جائے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3302 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْاَحْوَلُ، اَنَّ طَاوُسًا، اَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِاِنْسَانٍ يَقُودُهُ بِخِزَامَةٍ فِي اَنْفِهِ، فَقَطَعَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ وَاَمَرَهُ اَنْ يَقُودَهُ بِيَدِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے طواف کے دوران ایک شخص کے پاس سے گزرے، جس کی ناک میں رسی ڈال کر، دوسرا شخص اسے لے کر چل رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کے ذریعے اس کی رسی کاٹ دی اور (دوسرے شخص کو) یہ ہدایت کی کہ وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر چلے۔

3303 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ السُّلَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي اَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ، عَنْ مَطَرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ اُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً،

3301-اسناده صحيح. حميد الطويل: هو ابن ابى حميد. ويحيى: هو ابن سعيد القطان. وثابت البناني: هو ابن اسلم، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه البخاري (1865) و (6751)، ومسلم (1642)، والترمذي (1617)، والنسائي في "المجتبى" (3852) و (3853)

3302-اسناده صحيح. حجاج: هو ابن محمد الاعور، وابن جريج: هو عبدالملك ابن عبد العزيز، وطاووس: هو ابن كيسان. واخرجه البخاري (1620) و (1621) و (6702) و (6703)، والنسائي في "الكبرى" (4733) و (4734) من طرق عن ابن جريج، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (3442) و (3443)، و "صحيح ابن حبان" (3831) و (3832).

وَأَنَّهَا لَا تُطِيقُ ذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ أُخْتِكَ، فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ پیدل چل کے جا کر حج کرے گی حالانکہ وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے، اسے سوار ہو جانا چاہیے، اور قربانی کرلے۔

3304 - حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُخْتِي نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ، فَقَالَ: إِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِمَشْيِ أُخْتِكَ إِلَى الْبَيْتِ شَيْئًا

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میری بہن نے بیت اللہ تک پیدل چل کے جانے کی نذر مانی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کے بیت اللہ تک پیدل جانے پر، کچھ نہیں کرے گا۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ

باب: جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ بیت المقدس میں نماز ادا کرے گا

3305 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَجُلًا، قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ لِلَّهِ إِنْ فَتَحَ اللهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ، أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَيْنِ، قَالَ: صَلِّ هَاهُنَا، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: صَلِّ هَاهُنَا، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: شَأْنُكَ إِذَنْ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ نَحْوُهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مکہ کو فتح کر دیا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت ادا کروں گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہاں نماز ادا کر لو! اس نے دوبارہ یہ سوال کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہاں نماز ادا کر لو! اس نے پھر یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تمہاری مرضی ہے۔

3306 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، الْمَعْنَى حَدَّثَنَا رَوْحٌ

3306- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة يوسف بن الحكم، ويشهد له حديث جابر بن عبد الله السالف عند المصنف قبله. مخلد بن خالد: هو ابن يزيد، وابو عاصم: هو الضحاك بن مخلد الشيباني، وعباس العنبري: هو عباس بن عبد العظيم، وروح: هو ابن عبادة القيسي. واخرجه عبد الرزاق (15890)، واحمد (23169) و (23170)، وابن عساكر في "تاريخ دمشق" 12/145 و 122 و 123، والمزي في ترجمة حفص بن عمر بن عبد الرحمن في "تهذيب الكمال" 32-317/ من طرق عن ابن جريج، بهذا الاسناد.

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ الْحَكَمِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، أَنَّهُ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَعَمْرو - وَقَالَ عَبَّاسٌ: ابْنُ حَنَّةَ - أَخْبَرَاهُ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْخَبَرِ زَادَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ، لَوْ صَلَّيْتَ هَاهُنَا لَأَجْزَأَ عَنْكَ صَلَاةً فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْأَنْصَارِيُّ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، فَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عُمَرَ: وَقَالَ عَمْرُو بْنُ حَيَّةَ: وَقَالَ أَخْبَرَاهُ: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَعَنْ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ حضرت عمر بن عبدالرحمن بن عوف ﷜ نے نبی اکرم ﷺ کے چند صحابہ کرام ﷡ کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے اگر تم یہاں نماز ادا کرلو تو یہ تمہارے لیے بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کی جگہ کافی ہوگا۔

امام ابوداؤد ﷫ فرماتے ہیں اس روایت کو انصاری نے ابن جریج کے حوالے سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں' جعفر بن عمر اور عمرو بن حیہ نے اس روایت کو حضرت عبدالرحمن بن عوف کے حوالے سے اور چند دیگر صحابہ کرام ﷡ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(۱) عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے لفظ آیت وما انفقتم من نفقة او نذرتم من نذر فان الله يعلمه کے بارے میں روایت کیا کہ یعلمہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ اس کو شمار کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور کثرت عطیہ کا واقعہ

(۲) عبدالرزاق اور بخاری نے ابن شہاب کے طریق سے عوف بن حرث بن طفیل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں شریک بھتیجے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس عطیہ کے بارے میں فرمایا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عطا کیا تھا کہ اللہ قسم! حضرت عائشہ (اس سخاوت سے) باز آجائیں یا میں ان پر پابندیاں لگادوں گا (یہ بات جب ان کو پہنچی) تو انہوں نے پوچھا کیا اس نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اللہ کے لیے نذر مانتی ہوں کہ ابن زبیر سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کے ذریعہ سفارش کرائی جب ان کا قطع تعلق لمبا ہو گیا اور فرمایا میں اس بات میں کبھی بھی کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی اور میں اپنی نذر کو نہیں توڑوں گی جو میں نے نذر کی قسم کھائی ہے۔ جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر وقت زیادہ گذر گیا تو انہوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن اسود بن عبدیغوث سے بات کی وہ دونوں بنوزہرہ میں سے تھے ان سے فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم دونوں مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل کر دو اس لیے کہ ان کے لیے مجھ سے قطع کلامی کی نذر ماننا حلال نہیں۔ مسور اور عبدالرحمن نے ان کو اپنی چادر میں چھپالیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اندر جانے کی اجازت مانگی) انہوں نے فرمایا داخل ہو جاؤ پھر انہوں نے پوچھا کیا ہم سب داخل ہو جائیں؟ اے ام المؤمنین! فرمایا ہاں سب داخل ہو جاؤ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بھی ہیں جب دروازے کے اندر گئے تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ پردہ کے اندر داخل ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لپٹ گئے اور ان کو قسم دینا اور رونا شروع کر دیا مسور اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قسمیں دینا شروع کیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بات کر لیں اور ان سے (معذرت) قبول کر لیں اور دونوں حضرات کہتے رہے کہ آپ جانتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے کہ کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے (یعنی اس سے قطع تعلق کر لے) جب انہوں نے بہت اصرار کیا اور نصیحت کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے ان سے فرمایا کہ میں نے سخت نذر مانی ہوئی ہے وہ لوگ برابر ان کو نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما (اپنے بھانجے) سے بات کر لی اور اپنی نذر کے کفارہ کے طور پر چالیس غلاموں کو آزاد فرمایا ان غلاموں کے آزاد کرنے کے بعد بھی وہ اس (نذر) کو یاد کر کے اتنا روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔

(۳) ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن ہبیرہ اکبر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا میں نے اپنے بھائی سے نہ بولنے کی نذر مانی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ شیطان کا ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام اس نے نذر رکھا تھا اور جس شخص نے ان تعلقات کو ختم کرنے کی نذر مانی جس کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم فرمایا ہے تو اس پر لعنت اترتی ہے۔

(۴) مالک، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس بات کی نذر مان لی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو اس کو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جس شخص نے اس بات کی نذر مان لی کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اس کو چاہیے نافرمانی نہ کرے۔

(۵) ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی اس کو چاہیے کہ اس کی اطاعت کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مان لی اس کو چاہیے کہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

(۶) ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کی نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

گناہ کی نذر پوری کرنا لازم نہیں

(۷) ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک عورت قید کر لی گئی اور غضباء اونٹنی بھی پکڑی گئی وہ عورت اس اونٹنی کی پشت پر بیٹھ گئی پھر اس عورت نے اس کو ڈانٹا تو وہ چل پڑی اور اس نے یہ نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی پر نجات دے دی تو میں اس کو ذبح کر دوں وہ جب مدینہ منورہ آئی تو لوگوں نے دیکھا اور کہنے لگے کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی غضباء ہے وہ عورت کہنے لگی میں نے تو نذر مان لی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ذریعہ نجات دی تو میں اس کو ذبح کروں گی۔ لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور یہ بات ان کو

بتائی تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ ! اس نے کتنی جزا دی ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر اس کے ذریعہ نجات دی تو وہ اس کو ذبح کرے گی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا اور نہ اس چیز میں نذر کو پورا کیا جائے گا جس کا انسان مالک نہیں۔

(۸) ابن ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر کا کفارہ جب وہ نام نہ لے (متعین نہ کرے) تو قسم والا کفارہ ہے۔

(۹) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ پر اس نذر کا پورا کرنا لازم نہیں ہے جس کا وہ مالک نہ ہو۔

(۱۰) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر (ماننے) سے منع فرمایا کہ نذر خیر کو نہیں لاتی اور بلاشبہ اس کے ذریعے بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔

(۱۱) مسلم، ترمذی، اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر مت مانو کیونکہ نذر تقدیر کا ٹالنے کا فائدہ نہیں دیتی اور بلاشبہ (اس کے ذریعے) بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔

(۱۲) بخاری، مسلم، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کو نذر کوئی چیز نہیں پہنچاتی جو میں نے اس کی تقدیر میں نہیں لکھی بلکہ نذر کبھی اس تقدیر سے موافقت کر جاتی ہے جو میں نے اس کے لیے لکھی ہوتی ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بخیل سے (مال) نکالتے ہیں پس وہ مال خرچ کرتا ہے جو اس سے پہلے وہ خرچ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

(۱۳) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو اپنے بیٹوں کے درمیان (پیدل) چل رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کو کیا ہوا (پیدل کیوں چل رہا ہے؟) صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس نے کعبہ تک پیدل چلنے جانے کی نذر مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی جان کو عذاب دینے سے بے پرواہ ہیں اور اس کو سوار ہونے کا حکم فرمایا۔

بلاوجہ اپنے کو مشقت میں ڈالنا درست نہیں

(۱۴) مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو اپنے بیٹوں پر سہارا لیتے ہوئے پیدل چلتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا اس کو کیا ہوا؟ اس کے بیٹوں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے (پیدل چلنے) کی نذر مانی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بوڑھے سوار ہو جا اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیری نذر سے بھی بے پرواہ ہے۔

(۱۵) بخاری، مسلم، ابوداؤد، اور نسائی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میری بہن نے بیت اللہ کی طرف پیدل ننگے پاؤں جانے کی نذر مانی اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے پیدل بھی چلنا

چاہیے اور سوار ہو کر بھی۔

(۱۶) ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کرے گی حالانکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کے پیدل چلنے سے بے پرواہ ہے اس کو چاہیے کہ سوار ہو جائے اور چاہیے کہ ایک اونٹ ہدیہ دے۔

(۱۷) ابوداؤد اور حاکم (نے اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کو ذرا بھی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتے اس کو چاہیے کہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

(۱۸) ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کی نذر کے بارے میں پوچھا کہ وہ بغیر سر ڈھانکے اور ننگے پاؤں حج کرے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم کرو کہ وہ سر ڈھانکے اور سوار بھی ہو جائے اور تین دن کے روزے بھی رکھ لے۔

(۱۹) بخاری، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس درمیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو ایک آدمی دھوپ میں کھڑا تھا آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا یہ ابو اسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا، نہ بیٹھے گا، نہ سایہ میں جائے، نہ بات کرے گا، اور روزہ رکھے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم کرو کہ وہ بات کرے، سایہ میں بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔

(۲۰) ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایسی نذر مانی کہ اس کو متعین نہیں کیا تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس شخص نے کسی گناہ کی نذر مانی اس کی وہ طاقت نہیں رکھتا تو اس کو کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی بات کی قسم کھائی کہ اس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ نذر کو پورا کرے۔

(۲۱) نسائی نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا نذر دو قسم ہے جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سے ہو تو وہ اللہ کے لیے ہے اور اس کو پورا کرنا (لازم) ہے اور جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سے ہو تو وہ شیطان کے لیے ہے اس کو پورا کرنا نہیں ہے اس کا کفارہ دے جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے۔

(۲۲) ابن ابی شیبہ، نسائی اور حاکم نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی خطبہ دیا اس میں آپ نے ہم کو صدقہ کا حکم فرمایا اور مثلہ (یعنی قتل کرنے کے بعد اعضاء کاٹ دینا) کرنے سے منع فرمایا اور اس کی ناک کو کاٹ دینا بھی مثلہ کرنے میں سے ہے اور پیدل حج کرنے کی نذر سے منع فرمایا پس جس شخص نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تو اس کو چاہیے کہ ہدی کا جانور (کفارہ میں) ذبح کرے اور سوار ہو جائے۔

(۲۳) سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے ایک آدمی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے

نذر مانی ہے کہ قعیقعان پہاڑ پر رات تک ننگا کھڑا رہوں تو انہوں نے فرمایا شیطان نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تیری شرمگاہ کو ننگا کر دے اور تجھ پر لوگوں کو ہنسائے اپنے کپڑے پہن لے اور حجر اسود کے پاس دو رکعت پڑھ۔

نذر کی چار قسمیں ہیں

(۲۵) عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نذر چار قسم پر ہیں جس شخص نے ایسی نذر مانی جس کو مسترد نہیں کیا تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے کسی گناہ کی قسم کھائی تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی بات کی قسم کھائی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی نذر مانی جس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنی نذر کو پورا کرے۔ لفظ آیت واما قولہ تعالیٰ **وما للظلمین من انصار**۔

(۲۶) ابن ابی حاتم نے شریح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ظالم سزا کا منتظر ہوتا ہے اور مظلوم مدد کا منتظر ہوتا ہے۔

(۲۷) بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

(۲۸) بخاری نے ادب میں، مسلم اور بیہقی نے شعب میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا اور ان کو ناحق خون بہانے پر آمادہ کیا اور ان کو حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔

(۲۹) بخاری نے ادب میں ابن حبان اور حاکم نے (اس کو صحیح کہا) بیہقی نے شعب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔ اور بری باتوں سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کرنے والے اور بدکلامی کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔ اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ان کے ناحق خونوں کے بہانے پر آمادہ کیا اور حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھا اور قطع رحمی کی۔

(۳۰) حاکم اور بیہقی نے شعب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم کرنے سے بچو کیونکہ قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور بدکاری اور بدکلامی کرنے بچو، اور کنجوسی سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ کنجوسی سے ہلاک ہو گئے اسی کنجوسی نے ان کو قطع رحمی کا حکم دیا تو انہوں نے قطع رحمی کر لی اور ان کو بخل کا حکم دیا تو انہوں نے بخل کیا اور ان کو نافرمانی کا حکم دیا تو وہ نافرمانی کرنے لگے۔

خیانت سے بچنے کی تاکید

(۳۱) الطبرانی نے ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اونٹنی پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا بچو تم خیانت سے کیونکہ وہ چھپی ہوئی بری خصلت ہے اور ظلم ہے اور ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے خونوں کو بہایا اور قطع رحمی کی۔

(۳۲) اصبہانی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے۔

(۳۳) الطبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم نہ کرو ورنہ تم دعائیں کرو گے تو تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی، بارش طلب کرو گے تو بارش نہ ہوگی، مدد طلب کرو گے تو تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔

(۳۴) الطبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو قسم کے ایسے لوگ ہوں گے جن کو ہرگز میری شفاعت نہ پہنچے گی انتہائی ظالم (امام بہت ظلم کرنے والا اور بہت خیانت کرنے والا) (اور) دین سے نکل جانے والا۔

(۳۵) حاکم نے (اور اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ آسمان کی طرف اس طرح چڑھتی ہے گویا کہ وہ ایک شعلہ ہے۔

(۳۶) الطبرانی نے عقبہ بن جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں والد کی دعا (اولاد کے حق میں) مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔

(۳۷) احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے اگرچہ وہ گناہ گار ہو کیونکہ اس کے گناہ کا وبال اس کی اپنی جان پر ہے۔

(۳۸) الطبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دعائیں ایسی ہیں کہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں مظلوم کی دعا اور کسی آدمی کی دعا اپنے بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے۔

(۳۹) الطبرانی نے خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ وہ بادلوں سے (اوپر) اٹھالی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت اور میرے جلال کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر کے بعد ہو۔

(۴۰) احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ کیونکہ اس کے سامنے حجاب نہیں۔

(۴۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا غصہ تیز ہو جاتا ہے اس شخص پر جو ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جو میرے علاوہ کسی دوسرے کو مدد کرنے والا نہیں پاتا۔

(۴۲) ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب التوبیخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم! میں ظالم سے ضرور بدلہ لوں گا جلدی میں یا دیر میں اور میں ضرور بدلہ لوں گا اس شخص سے بھی جو مظلوم کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا تھا مگر پھر بھی مدد نہ کی۔

(۴۳) الطبرانی نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو وہ سب اپنے

سر اٹھائے اپنے قدموں پر برابر کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے ہمارے رب! آپ کس کے ساتھ ہیں؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا میں مظلوم کے ساتھ ہوں تک کہ (ظالم) اس کی طرف اس کا حق ادا کردے۔

(۴۴) ابن مردویہ اور الطبرانی نے ترغیب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اپنے ملک میں لوگوں سے چھپ کر پھرنے لگا یہاں تک کہ وہ ایک آدمی کے پاس آیا جس کی ایک گائے تھی شام کے وقت وہ گائے آئی تو اس کو دوھا گیا اچانک اس کا دودھ تیس گایوں کے برابر تھا (یعنی بہت زیادہ دودھ تھا) بادشاہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ گائے اس آدمی سے لے لوں گا جب صبح ہوئی تو وہ گائے اپنی چراگاہ کی طرف چلی گئی پھر شام کو آئی تو اس کو دوھا گیا تو اس کا دودھ آدھا نکلا یعنی پندرہ گایوں کے برابر۔ بادشاہ نے مالک کو بلایا اور کہا مجھے اپنی گائے کے بارے میں بتاؤ کیا آج یہ گائے کل والی چراگاہ کے علاوہ کسی دوسری چراگاہ پر گئی تھی آج اس نے کسی دوسرے گھاٹ سے پانی پیا ہے؟ مالک نے کہا اس گائے نے کل والی چراگاہ سے کسی دوسری چراگاہ پر نہیں چرا اور نہ ہی اس نے کسی دوسرے گھاٹ سے پانی پیا ہے؟ تو بادشاہ نے کہا پھر اس کا دودھ کیوں آدھا ہو گیا مالک نے کہا بادشاہ نے ارادہ کیا ہے کہ اس گائے کو لے لے۔ اس لیے اس کا دودھ کم ہو گیا کیونکہ جب بادشاہ ظلم کرے یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکت چلی جاتی ہے بادشاہ نے کہا بادشاہ تجھے کیسے جان لے گا؟ مالک نے کہا بات اسی طرح ہے جو میں نے تجھ سے کہی ہے (اس بات پر بادشاہ نے دل میں اپنے رب سے یہ وعدہ کیا کہ وہ (کبھی) ظلم نہیں کرے گا اور نہ اس گائے کو لے گا اور نہ اس کا کبھی مالک ہے وہ گائے صبح کو چرنے چلی گئی (جب) شام کو آئی تو اس کو پھر دوھا گیا تو اس کا دودھ (پہلے کی طرح) تیس گایوں کی مقدار پر ہوا۔ بادشاہ نے اپنے دل میں کہا اور عبرت حاصل کی کہ بادشاہ جب ظلم کرے یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکت چلی جاتی ہے یقیناً میں ضرور عدل کروں گا اور ضرور بہتر عدل کرنے والوں میں سے ہوں گا۔

(۴۵) الاصبہانی نے سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے جس نے نیک کام کیا اس کو چاہیے کہ ثواب کی امید رکھے جس نے برا کام کیا پھر وہ سزا کو ناپسند نہ کرے جس نے بغیر حق کے عزت حاصل کی اللہ تعالیٰ اس کو حق کے ساتھ ذلت کا وارث بنائیں گے اور جس نے ظلم کے ساتھ مال جمع کیا اللہ تعالیٰ اس کو بغیر ظلم کے فقیر (یعنی محتاج یا تنگ دستی) کا وارث بنائیں گے۔

(۴۶) احمد نے زہد میں وھب بن منبہ سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جس شخص نے فقراء کے مال کے ساتھ مالداروں کو طلب کیا میں اس کو فقیر بنا دوں گا اور ہر وہ گھر جو ضعیف لوگوں کی قوت سے بنے گا اس کا انجام خراب کر دوں گا۔

(تفسیر درمنثور، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابٌ فِي قَضَاءِ النَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ

باب: میت کی طرف سے نذر پوری کرنا

3307 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ

3307- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وعبيد الله بن عبد الله: هو ابن عتبة بن مسعود الهذلي. وهو في "الموطا" 2/472. واخرجه البخاري (2761) و (6698) و (6959)، ومسلم (1638)، وابن ماجه (2132)، والترمذي (1627)، والنسائي في "الكبرى" (4740-4742) و (6453) و (6456) و (6457) من طرق عن الزهري، بهذا الاسناد. واخرجه النسائي (6450-6452) و (6455)

عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، اسْتَفْتٰى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ اُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ، فَقَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْضِهِ عَنْهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: میری والدہ انتقال کر گئی ہیں ان کے ذمے ایک نذر تھی جو انہوں نے پوری نہیں کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی طرف سے تم پوری کر دو۔

3308 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ اَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ امْرَاَةً رَكِبَتِ الْبَحْرَ فَنَذَرَتْ اِنْ نَجَّاهَا اللهُ اَنْ تَصُومَ شَهْرًا، فَنَجَّاهَا اللهُ، فَلَمْ تَصُمْ حَتّٰى مَاتَتْ فَجَاءَتْ ابْنَتُهَا اَوْ اُخْتُهَا اِلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاَمَرَهَا اَنْ تَصُومَ عَنْهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' ایک خاتون سمندر پہ سوار ہوئیں انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے گا تو وہ ایک مہینے تک روزہ رکھیں گی اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دے دی تو انہوں نے روزے نہیں رکھے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا' ان کی صاحبزادی یا ان کی بہن' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہدایت کی' وہ ان کی طرف سے روزے رکھ لے۔

3309 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيهِ بُرَيْدَةَ، اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّي بِوَلِيدَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ، قَالَ: قَدْ وَجَبَ اَجْرُكِ، وَرَجَعَتْ اِلَيْكِ فِي الْمِيرَاثِ، قَالَتْ: وَاِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ - فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ عَمْرٍو

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میں نے اپنی والدہ کو ایک کنیز دے دی تھی والدہ کا انتقال ہو گیا انہوں نے وراثت میں وہی کنیز چھوڑی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اجر لازم ہو گیا اور وہ میراث میں تمہارے پاس واپس آ جائے گی۔ اس خاتون نے عرض کی: ان کا انتقال ہو گیا ہے ان کے ذمے ایک مہینے کے روزے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے بعد انہوں نے "عمرو" والی حدیث کی مانند روایت کا تذکرہ کیا ہے۔

میت کو ایصال ثواب کرنے کا بیان

حافظ سیوطی "شرح الصدور" میں لکھتے ہیں کہ: "جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ، امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک میت کو تلاوت قرآن کریم کا ثواب پہنچتا ہے، لیکن اس مسئلے میں ہمارے امام شافعی کا اختلاف ہے۔"

نیز انہوں نے امام قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: "شیخ عزالدین بن عبدالسلام فتویٰ دیا کرتے تھے کہ میت کو تلاوت قرآن کریم کا ثواب نہیں پہنچتا، جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے کسی شاگرد کو خواب میں ان کی زیارت ہوئی، اور ان سے دریافت کیا

کہ آپ زندگی میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے، اب تو مشاہدہ ہو گیا ہو گا، اب کیا رائے ہے؟ فرمانے لگے کہ: میں دُنیا میں یہ فتویٰ دیا کرتا تھا، لیکن یہاں آکر جو اللہ تعالیٰ کے کرم کا مشاہدہ کیا تو اس فتویٰ سے رُجوع کر لیا، میت کو قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب پہنچتا ہے۔"

امام محی الدین نووی شافعیؒ "شرح المہذب" (ج:۵ ص:۳۱۱) میں لکھتے ہیں کہ: "قبر کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جس قدر ہو سکے قرآنِ کریم کی تلاوت کرے، اس کے بعد اہلِ قبور کے لئے دُعا کرے، امام شافعیؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر ہمارے اصحاب متفق ہیں۔" فقہائے حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی کتابوں میں بھی ایصالِ ثواب کی تصریحات موجود ہیں، اس لئے میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی تو بلاشبہ دُرست ہے۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر نفلی عبادت کا ثواب میت کو بخشا جا سکتا ہے۔ مثلاً: نفلی نماز، روزہ، صدقہ، حج، قربانی، دُعا و اِستغفار، ذکر، تسبیح، دُرود شریف، تلاوتِ قرآن وغیرہ۔ حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ شافعی مذہب کے محققین نے بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہر قسم کی عبادت کا ثواب مرحومین کو پہنچایا جاتا رہے، مثلاً: قربانی کے دنوں میں اگر آپ کے پاس گنجائش ہو تو مرحوم والدین یا اپنے دُوسرے بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی کریں، بہت سے اکابر کا معمول ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کرتے ہیں۔ اسی طرح نفل نماز، روزے کا ثواب بھی پہنچانا چاہئے، گنجائش ہو تو والدین اور دیگر بزرگوں کی طرف سے نفلی حج وعمرہ بھی کیا جائے۔ ہم لوگ چند روز مُردوں کو رو پیٹ کر ان کو بہت جلد بھول جاتے ہیں، یہ بڑی بے مروّتی کی بات ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قبر میں میت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دریا میں ڈُوب رہا ہو، وہ چاروں طرف دیکھتا ہے کہ کیا کوئی اس کی دستگیری کے لئے آتا ہے؟ اسی طرح قبر میں میت بھی زندوں کی طرف سے ایصالِ ثواب کی منتظر رہتی ہے، اور جب اسے صدقہ وخیرات وغیرہ کا ثواب پہنچتا ہے تو اسے اتنی خوشی ہوتی ہے گویا اسے دُنیا بھر کی دولت مل گئی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ

باب: جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں، تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا

3310 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ الْمَعْنَى، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةً، جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّهُ كَانَ عَلَى أُمِّهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا، فَقَالَ: لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: اس کی والدہ کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں، کیا میں ان کی طرف سے قضا کرلوں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اگر تمہاری والدہ کے ذمہ قرض ہوتا تو تم اسے ادا کر دیتیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ حقدار ہے، کہ اسے ادا کیا جائے۔

3311 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي

جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ روزے لازم ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الْوَفَاءِ بِالنَّذْرِ

باب: نذر کو پوری کرنے کے بارے میں جو حکم دیا گیا

3312 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ أَبُو قُدَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَةً، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى رَأْسِكَ بِالدُّفِّ، قَالَ: أَوْفِي بِنَذْرِكِ قَالَتْ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، مَكَانٌ كَانَ يَذْبَحُ فِيهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ، قَالَ لِصَنَمٍ: قَالَتْ: لَا، قَالَ: لِوَثَنٍ، قَالَتْ: لَا، قَالَ: أَوْفِي بِنَذْرِكِ

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئی اس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں آپ کے پاس دف بجاؤں گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرلو اس نے عرض کی: میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں فلاں جگہ قربانی کروں گی (راوی کہتے ہیں) یہ وہ جگہ تھی جہاں اہل جاہلیت قربانی کیا کرتے تھے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے بت کے نام پر کرنی ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوسرے بت کے نام پر کرنی ہے اس نے عرض کی: نہیں آپ نے فرمایا: پھر تم اپنی نذر پوری کرلو۔

3313 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ، قَالَ: نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟، قَالُوا: لَا، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ ''بوانہ'' کے مقام پر اونٹ قربان کرے گا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں نے یہ نذر مانی ہے کہ میں ''بوانہ'' کے مقام پر اونٹ قربان کروں گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا وہاں زمانہ جاہلیت کا کوئی بت تھا؟ جس کی عبادت ہوتی تھی؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ کفار کی کوئی عید تھی؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اپنی نذر پوری کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور اس نذر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی جو ایسی

چیز کے بارے میں ہو جس کا انسان مالک نہیں ہے۔

3314 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ مِقْسَمٍ الثَّقَفِيُّ مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي سَارَةُ بِنْتُ مِقْسَمٍ الثَّقَفِيِّ، أَنَّهَا سَمِعَتْ مَيْمُونَةَ بِنْتَ كَرْدَمٍ، قَالَتْ: خَرَجْتُ مَعَ أَبِي فِي حَجَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلْتُ أُبِدُّهُ بَصَرِي فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي وَهُوَ عَلَى نَاقَةٍ لَهُ مَعَهُ دِرَّةٌ كَدِرَّةِ الْكُتَّابِ فَسَمِعْتُ الْأَعْرَابَ وَالنَّاسَ يَقُولُونَ، الطَّبْطَبِيَّةَ الطَّبْطَبِيَّةَ فَدَنَا إِلَيْهِ أَبِي فَأَخَذَ بِقَدَمِهِ، قَالَتْ: فَأَقَرَّ لَهُ وَوَقَفَ فَاسْتَمَعَ مِنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَذَرْتُ إِنْ وُلِدَ لِي وَلَدٌ ذَكَرٌ أَنْ أَنْحَرَ عَلَى رَأْسِ بُوَانَةَ فِي عَقَبَةٍ مِنَ الثَّنَايَا عِدَّةً مِنَ الْغَنَمِ، قَالَ: لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهَا قَالَتْ: خَمْسِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ بِهَا مِنَ الْأَوْثَانِ شَيْءٌ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَأَوْفِ بِمَا نَذَرْتَ بِهِ لِلَّهِ قَالَتْ: فَجَمَعَهَا فَجَعَلَ يَذْبَحُهَا، فَانْفَلَتَتْ مِنْهَا شَاةٌ، فَطَلَبَهَا وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ أَوْفِ عَنِّي نَذْرِي فَظَفِرَهَا فَذَبَحَهَا

⊙⊙ سیدہ میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے حج کے موقع پر میں بھی اپنے والد کے ساتھ گئی، میں نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی، میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا: یہ اللہ کے رسول ہیں، میں نے پوری توجہ سے آپ کو دیکھا میرے والد آپ ﷺ کے قریب ہوئے، نبی اکرم ﷺ اس وقت اونٹنی پر سوار تھے آپ کے پاس درہ تھا جس طرح مدرسہ کے استادوں کے پاس ہوتا ہے، میں نے دیہاتیوں کے شور و غوغا کی آوازیں سنیں، میرے والد نے نبی اکرم ﷺ کے قریب ہو کر آپ ﷺ کے پاؤں پکڑ لیے، نبی اکرم ﷺ توجہ سے ان کی بات سننے کے لیے ٹھہر گئے، میرے والد نے

عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر میرے گھر بیٹا ہوا تو میں عقبہ میں بوانہ کے سرہانے متعدد بکریاں ذبح کروں گا راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے پچاس کا ذکر کیا تھا، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا وہاں کوئی بت ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے اللہ کے نام کی جو نذر مانی ہے اسے پورا کرو۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میرے والد نے ان بکریوں کو اکٹھا کیا اور انہیں ذبح کرنے لگے ان میں سے ایک بکری بھاگ کھڑی ہوئی تو میرے والد نے کہا: اے اللہ! میری نذر کو پورا کروا دے، تو انہوں نے اس بکری کو پکڑ لیا اور اسے ذبح کر دیا۔

3315 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ كَرْدَمِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيهَا نَحْوَهُ مُخْتَصَرٌ مِنْهُ شَيْءٌ، قَالَ: هَلْ بِهَا وَثَنٌ، أَوْ عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: إِنَّ أُمِّي هَذِهِ عَلَيْهَا نَذْرٌ، وَمَشْيٌ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا، وَرُبَّمَا، قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ، أَنَقْضِيهِ عَنْهَا، قَالَ: نَعَمْ

⊙⊙ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا وہاں کوئی بت ہے؟ یا وہاں زمانہ جاہلیت میں کوئی عید ہوتی تھی؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں، میں نے دریافت کیا: میری اس والدہ

کے ذمہ پیدل چلنے کی نذر تھی تو کیا میں اسے پورا کر دوں؟ بعض اوقات راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: کیا ہم اسے پورا کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں!

نذر کا تعارف

نَذَرَ ینذُر نَذرًا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ سے ہے اس کی جمع نُذُور آتی ہے۔[1] اردو محاورہ میں اس کے لیے منت یا نیاز ماننا کے اصطلاحات استعمال ہوتے ہیں۔ مفردات فی غریب القرآن میں ہے: "النذر أن توجب على نفسك ما ليس بواجب لحدوث أمر، يقال: نَذَرْتُ لله أمراً" یعنی "نذر کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے اپنے اوپر ایسی چیز کو واجب کرنا ہے جو حقیقتاً واجب نہ ہو مثلاً کوئی کہتا ہے: میں نے فلاں چیز کی اللہ تعالیٰ کے لیے منت مانی ہے"۔[2]

نذر کے لیے مترادف لفظ "النحب" استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں: "قضى فلان نَحْبَهُ أي وَفَى بنذره" یعنی فلاں نے اپنی نذر پورا کی۔[3] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ﴾۔[4] النہایۃ فی غریب الحدیث میں ہے: "إذا أوجبت على نفسك شيئا تبرُّعا من عبادة أو صدقة أو غير ذلك" یعنی "جب آپ نے کوئی عبادت یا صدقہ یا اس طرح کی کوئی چیز اپنے اوپر تبرعاً (اپنی رضا اور رغبت سے) لازم کر دی تو یہ نذر کہلاتا ہے"۔[5]

نذر کا ثبوت کتاب اللہ سے

آیت نمبر 1: وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ[6] یعنی اور اپنی منتوں کو پوری کریں۔ آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے، جو حج اور اس کے متعلقات ہیں، مگر اس کا حکم عام ہے کہ جس چیز کی نذر مانو وہ پوری کرو۔[7]

آیت نمبر 2: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾[8] یعنی یہ نیکوکار لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی، خوف رکھتے ہیں۔ تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: "اس آیت میں ان لوگوں کی بڑی توصیف بیان فرمائی ہے جو ان واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کر دئے ہیں ایسے لوگ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد احکام کا اس سے زیادہ اہتمام کرنے والے ہوں گے"۔[9]

آیت نمبر 3: اِنِّی نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا[10] یعنی میں نے خدا کے لیے روزے کی منت مانی ہے۔

آیت نمبر 4: ﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ﴾[11] یعنی اور تم خدا کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا کوئی نذر مانو خدا اس کو جانتا ہے۔ اس آیت میں نیکی کی نذر کی حوصلہ افزائی اور برائی کی نذروں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ سب معلوم ہے کہ تم رضاء الٰہی کی خاطر منتیں مانتے ہو اور خرچ کرتے ہو، یا ریاکاری اور نمود و نمائش کے لئے۔

نذر کا ثبوت سنت رسول ﷺ سے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی تو اس کو پورا کرے، اور جس نے اس کی نافرمانی کی نذر مانی، تو اسے پورا کر کے اس کی نافرمانی نہ کرے)۔[12]

دوسری حدیث میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "تم میں بہترین لوگ میرے زمانہ والے ہیں پھر وہ جوان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جوان کے بعد آئیں گے، پھر ایک قوم آئے گی جو نذریں مانے گی اور ان کو پورا نہیں کرے گی۔[13]

نذر کا ثبوت اجماع امت سے

نذر کے اثبات کے سلسلے میں مسلمانوں کا اجماع نقل ہوا ہے۔ چنانچہ المغنی میں ہے کہ: "تمام اہل اسلام نذر کے درست ہونے پر متفق ہیں اور اس کے پورا کرنے کو واجب سمجھتے ہیں"۔[14]

نذر کے متعلق چند روایات حدیث کی وضاحت

کئی احادیث ایسی ہیں جن میں نذر ماننے کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے مثلاً صحیح بخاری میں آپ ﷺ سے روایت ہے کہ نذر تقدیر کو آگے پیچھے نہیں کر سکتی البتہ اس کے ذریعے بخیل کا مال حاجتمندوں کے لئے نکال دیا جاتا ہے"۔[15] صحیح مسلم میں ایسی ہی ایک اور روایت آئی ہے کہ نذر مت مانو کہ یہ تقدیر کو نہیں ٹال سکتی یہ صرف بخیل کے مال خرچ کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔[16]

فتح الباری نے اس حدیث کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے کہ ہر وہ نیک عمل جسے ایک بندہ شروع کرتا ہے اس سے بہتر ہے کہ اس کو نذر کے ساتھ باندھ لے کیوں کہ نذر میں حصول مقصد تک عبادت کی تاخیر آتی ہے اور نیک کام کو ضرورت پوری ہونے تک موقوف کرنا ہے کہ جب تک حاجت سامنے نہ ہوں تب تک نیک عمل چھوڑ دیا جاتا ہے (جو مناسب نہیں ہے)۔[17] مزید لکھتے ہیں کہ لوگوں کی عام عادت یہ ہے کہ وہ نذر کو کسی منفعت کے حصول یا ضرر کو دفع کرنے کے لئے مانتے ہیں پس آپ ﷺ نے اس قسم کے طرز عمل سے منع فرمایا کیونکہ سخی شخص جب کسی نیک کام کا ارادہ کر جاتا ہے تو اس کو بالفور ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے بخلاف بخیل کے کہ وہ اس وقت تک ہاتھ سے کوئی چیز جانے نہیں دیتا جب تک اس کو اس کے بدلے کی امید نہ ہوں۔[18]

نذر کے ارکان وشرائط

نذر کا ایک رکن ہے۔ علامہ کاسانیؒ (م587ھ) فرماتے ہیں: "فَرُكْنُ النَّذْرِ هُوَ الصِّيغَةُ الدَّالَّةُ عَلَيْهِ"۔[19] "نذر کا رکن وہ صیغہ ہے جو اس کے وجوب پر واضح دلالت کرتا ہے"۔ المغنی میں ہے: نذر کا صیغہ واضح ہو اور ایسے لفظ پر مشتمل ہو جو لزوم پر دلالت کرے چنانچہ صرف دل میں نیت کرنے سے لازم نہیں ہوتا جس طرح تمام عقود کا معاملہ ہے جس میں زبان سے الفاظ کی ادائیگی ضروری ہے۔ کتابت سے بھی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے اسی طرح گونگے کا واضح اشارہ اس کو واجب کرتا ہے۔[20]

نذر کی قسمیں: نذر کی دو قسمیں ہیں:

1۔ نذر مطلق: جس میں کوئی عبادت کسی شرط یا صفت سے مشروط نہ ہو۔ مثلاً کوئی کہہ دے: "للہ علی ان اصوم" یعنی "اللہ کے لئے میں اپنے اوپر روزہ رکھنا لازم کرتا ہوں"۔

2۔نذر مشروط: جس کو کسی شرط سے معلق کر دے مثلاً: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دیدی تو مجھ پر صدقہ یا ایک مہینے روزے رکھنا لازم ہے"۔[21] حسب قاعدہ اس قسم کا نذر شرط یا سبب کی موجودگی کے بعد واجب ہو جاتی ہے اس سے پہلے نہیں جیسا کہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اس صورت میں نذر کی ادائیگی اس سبب کے وجود کے بعد جائز ہو جاتی ہے جس سے نذر مشروط کر دیا گیا ہے"۔[22]

شرائط نذر

نذر کے لئے لازمی ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ ایسی نذر جو اللہ کے سوا کسی اور کے تقرب کے لئے مانی گئی ہو، درست نہیں۔ ایسی نذر باطل ہے جس سے شرک فی العبادۃ لازم آتا ہے ۔اہل جاہلیت بتوں کے لئے منتیں مانتے تھے۔ علامہ محمد امین الشامی (م ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ: جو نذر اس زمانے میں اکثر عوام مردوں کے لئے مانتے ہیں اور اسی طرح اولیائے کرام کی قبروں پر مختلف اشیاء مثلاً پیسے، موم بتی اور تیل وغیرہ ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے رکھی جاتی ہیں تو یہ بالاجماع باطل وحرام ہے"۔[23]

ناذر کے لئے مطلوبہ شرائط

نذر ماننے والے مرد وعورت کے لئے مندرجہ ذیل اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے:

1۔اسلام: ناذر کا مسلمان ہونا ضروری ہے کہ نذر طاعت اور عبادت ہے جس کی ادائیگی صرف مسلمان سے صحیح ہے۔ کسی غیر مسلم سے درست نہیں کہ کافر کا عمل قربت وعبادت شمار نہیں ہوتا۔

2۔عقل وبلوغ: نذر ماننے والے کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے اس شرط کے تحت صبی (بچے) اور مجنون کی طرف سے نذر ماننا درست نہیں کیوں کہ نذر کا حکم وجوب ہے۔ بچہ اور دیوانہ وجوب کے اہل نہیں۔

3۔طواعیت (رضا ورغبت): اس کا مطلب ناذر کا اپنی خوشی اور بغیر اکراہ کے نذر ماننا ہے۔ یہ شرط شوافع کے نزدیک ہے۔ احناف اس کے قائل نہیں ان کے ہاں اکراہ اور اسی طرح ہنسی مذاق سے بھی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔[24]

مندور بہ (جس چیز کی منت مانی جاتی ہے) کے لئے مطلوبہ شرائط

1۔شرعاً اس کا وجود ممکن ہو

اس کا مطلب یہ ہے کہ نذر اس چیز کا ماننا درست ہے جس کا شرعی وجود ہو اگر شرعاً ممکن الوجود نہ ہو تو ایسی نذر صحیح نہیں مثلاً کوئی کہے: لِلّٰهِ تَعَالَىٰ عَلَيَّ أَنْ أَصُوْمَ لَيْلًا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر رات کے وقت روزہ رکھنا واجب ہے۔ چوں کہ رات صوم (روزے) کا محل نہیں اور شرعاً یہ ممکن نہیں کیوں کہ روزے کے لئے مقررہ وقت دن ہے نہ کہ رات اس لئے یہ نذر صحیح نہیں۔

2۔نذر قربت (عبادت) ہو

جس چیز کی منت مانی جاتی ہے وہ اطاعت ہو اور کسی معصیت کا کام نہ ہو مثلاً اگر کسی نے کہا کہ "میں شراب پینے، فلاں شخص کو

قتل کرنے، اس کو مارنے یا گالی دینے کی نذر مانتا ہوں"۔[25] تو یہ جائز نہیں کیونکہ معصیت یا گناہ کا ارتکاب شرعاً ممنوع ہے لہٰذا اس کی منت ماننا بھی منع اور ناجائز ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر ماننا درست نہیں یعنی جو نذر گناہ سے متعلق ہو اس کا پورا کرنا جائز نہیں"۔[26] ایک دوسری روایت میں ہے: "جس نے گناہ کی نذر مانی کہ میں فلاں کام کروں گا تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور اس معصیت کے کام کو چھوڑ دے جس کا ارادہ کر رکھا ہے"۔[27]

3۔منذور کام کی مثل عبادت فرائض وواجبات میں موجود ہو

اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ان کی نذر ماننا درست ہے جن کی نظیر اور مثل فرض یا واجب عبادت میں موجود ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، احرام باندھنا اور قربانی وغیرہ۔ان تمام طاعات کے نظائر شریعت میں فرض یا واجب شکل میں موجود ہیں۔[28] اس شرط کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ" نذر بندے کا کسی چیز کا اپنے اوپر واجب کرنا ہے اور یہ تب معتبر ہوگا جب اس کو کسی نوع میں اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہو۔ کیونکہ بندے کا کام اتباع ہے نہ کہ اپنی طرف نئی چیز کا اضافہ کرنا"۔[29]

اس اصول کے تحت ایسے اعمال جو بذاتہٖ مقصود نہیں ہیں بلکہ غیر کی وجہ سے مشروع ہیں یا عادات اور مباحات کے زمرے میں آتے ہیں ان کی نذر درست نہیں مثلاً مریض کی عیادت کرنا، کھانا پینا، نکاح کرنا، بیوی کو طلاق دینا، سونا، شکار کھیلنا، سفر کرنا، وضو یا غسل کرنا، مسجد داخل ہونا، قرآن مجید کو چھونا یا اس کا ختم کرنا، اذان کہنا، مسجد کی تعمیر کرنا وغیرہ جیسی طاعات کی نذر صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ عبادات مقصودہ نہیں ہیں بلکہ ان کے وسائل ہیں۔[30]

کیا امور مباح کی نذر ماننے سے قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے

حنابلہ ان میں قسم کا کفارہ واجب کرتے ہیں اور استدلال میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ آپ کی بہن کی مشقت سے اللہ تعالیٰ کا کیا سروکار ہے اسے کہہ دو کہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔[31]

احناف، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ان میں کفارہ نہیں ہے۔ان کا استدلال یہ ہے کہ ایسی نذر درست نہیں تو اس میں کفارہ بھی واجب نہیں۔ نیز یہ حدیث بھی ان کا مستدل ہے کہ" آپ ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جسے اس کے دو بیٹے تھامے پاؤں گھسیٹ کر لے جا رہا تھے۔ آپ ﷺ نے استفسار کیا تو بیٹوں نے کہا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ پیدل چلوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پروا نہیں کہ کوئی اس طرح اپنی نفس کو سزا دے (یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس طرح کی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں) پھر آپ ﷺ نے اس کو سوار ہونے کا حکم دیا"۔[32] اس روایت میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے۔ بعض ناپختہ اور ناواقف عوام اولیائے کرام کی قبور تک پیدل اور بعض اوقات برہنہ پاؤں جانے کی نذر مانتے ہیں جو اصولاً ناجائز اور حرام ہے۔

4۔فرض یا واجب عبادت کی نذر درست نہیں

ناذر کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ من جانب اللہ مقرر کردہ کسی فرض یا واجب کی نذر مانے مثلاً کوئی کہہ دے کہ میں ظہر کی نماز کی

نذر مانتا ہوں۔ ایسی نذر صحیح نہیں ہے اور ایسے شخص پر کچھ بھی واجب نہیں۔ یہی رائے شوافع فقہاء کا بھی ہے۔[33] جبکہ حنابلہ کے نزدیک اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے کہ نذر اس صورت میں قسم ہے۔ المغنی میں ہے: "کہ نذر قسم کی طرح ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قسم کہا ہے"۔[34]

دیگر فقہاء کے نزدیک نذر اور قسم میں فرق ہے۔ کہ قسم کھانے میں یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کی قسم کھائی، وہ عبادت ہو۔ جب کہ نذر میں اس کا عبادت میں سے ہونا ضروری ہے۔[35]

نذر کے مصارف

جن لوگوں کو زکوۃ دی جاتی ہے ان کو نذر کا مال بھی دیا جا سکتا ہے۔ نذر ایک واجب صدقہ ہے جو کوئی کسی غنی شخص یا نذر ماننے والے اور اس کے اہل وعیال کے لئے روا نہیں۔ کسی معین چیز کی جگہ اس کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔[36] اس طریقے میں سہولت بھی ہے اور فقیر کی حاجت کو بھی اچھے طریقے سے پورا کرتا ہے۔

خلاصہ بحث

کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے اپنے اوپر ایک غیر واجب چیز کو واجب ولازم کرنا نذر کہلاتا ہے۔ اس کے لئے منت ماننا، نیاز ماننا اور النحب کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ نذر کی دو قسمیں ہیں: نذر مطلق: جس میں کوئی عبادت کسی شرط یا صفت سے مشروط نہ ہو، اور نذر مشروط: جس کو کسی شرط سے معلق کیا گیا ہو۔ نذر کا اثبات کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے ہوتا ہے۔ بعض احادیث میں نذر کی جو ممانعت آئی ہے، تو اس سے مراد نہی تنزیہی ہے، تحریمی نہیں۔ یا وہ نہی اس علت (حصول مقصد) کی بنیاد پر ہے کہ اس کی وجہ سے نیک کام میں تاخیر آتی ہے۔ نذر کی درستگی کے لئے اس کے ارکان وشرائط کی موجودگی ضروری ہے۔ نذر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر ہو سکتی ہے، غیر اللہ کے نام پر مانی گئی تمام نذریں باطل اور غیر لازم ہیں۔ فرض وواجب اور مباح امور کی نذر ماننے سے نذر درست نہیں، البتہ ناذر پر حنابلہ کے ہاں قسم کا کفارہ لازم ہوتا ہے، کیونکہ ان کے ہاں نذر اور قسم میں کوئی فرق نہیں۔ مصارف زکوۃ ہی مصارف نذر ہیں۔ نذر کا مال خود ناذر یا اس کی اہل وعیال استعمال نہیں کر سکتے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب۔ ط: دار صادر بیروت، 200/5

۲۔ اصفہانی، حسین بن محمد راغب۔ مفردات فی غریب القرآن۔ ط: ۱۴۱۲ھ، دار العلم الدار الشامیہ بیروت، 797/1

۳۔ مفردات فی غریب القرآن، 794/1

۴۔ القرآن الکریم، سورۃ الاحزاب 23:33

۵۔ الجزری، ابو السعادات المبارک بن محمد۔ النہایۃ فی غریب الحدیث۔ ط: ۱۳۹۹ھ، مکتبۃ العلمیہ بیروت، 92/5

۶۔ القرآن الکریم، سورۃ الحج 29:22

۷۔ الطبری، محمد بن جریر، تفسیر الطبری (جامع البیان فی تاویل القرآن)۔ ط: ۲۰۰۰ء، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، تفسیر سورۃ الحج ۲۹:۲۲

۸۔ القرآن الکریم، سورۃ الدہر 7:76

[9] بیضاوی، ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد، تفسیر البیضاوی۔ ط: دار الفکر بیروت، 427/5

[10] القرآن الکریم، سورۃ مریم 26:19

[11] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 270:2

[12] امام بخاری، محمد بن عبداللہ، بخاری، صحیح البخاری۔ ط: دار الشعب القاہرہ، کتاب الایمان والنذور (87)، باب الوفاء بالنذر (25)

[13] ایضاً، حدیث: 6695

[14] المقدسی، عبداللہ بن أحمد بن قدامۃ المقدسی أبو محمد، المغنی۔ ط: دار الفکر بیروت، 332/11

[15] صحیح البخاری، حدیث: 6692

[16] امام مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، صحیح مسلم۔ ط: دار الجیل بیروت، کتاب النذور (27) باب النہی عن النذر وانہ لا یرد شیئا (2)

[17] العسقلانی، أحمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح البخاری۔ ط: ۱۳۷۹ھ، دار المعرفۃ بیروت، 580/11

[18] فتح الباری، 580/11

[19] الکاسانی علاء الدین أبو بکر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ط: مکتبہ جمالیہ، مصر، 324/10

[20] المغنی، 373/11

[21] ایضاً

[22] الشرنبلالی، حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح۔ ط: ص 260

[23] الشامی، ابن عابدین محمد أمین الشامی، رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار۔ ط: دار الفکر، بیروت، 50/8

[24] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 324/10-325

[25] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع 327/10

[26] النیسابوری، مسلم بن الحجاج بن مسلم، صحیح مسلم۔ ط: دار الجیل بیروت، کتاب النذور (27) باب لا وفاء لنذر، حدیث نمبر: 4333

[27] امام مالک، مالک بن أنس أبو عبداللہ الأصبحی، موطا امام مالک۔ ط: دار احیاء التراث العربی، مصر، حدیث نمبر: 1014

[28] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 328/10

[29] مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص 260

[30] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 328/10

[31] ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث، سنن ابی داؤد۔ ط: دار الکتاب العربی، بیروت، کتاب الایمان والنذور (22) باب من رأی علیہ کفارۃ

[32] صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور (87) باب من نذر المشی الی الکعبۃ (27) حدیث نمبر: 1865

[33] مراقی الفلاح، ص 260

[34] المغنی 332/11

[35] مراقی الفلاح، ص 260

[36] الموصلی، عبداللہ بن محمود، الاختیار لتعلیل المختار۔ ط: 1426ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت،

بَابٌ فِي النَّذْرِ فِيمَا لَا يَمْلِكُ

باب: جو چیز آدمی کی ملکیت میں نہ ہو اس کے بارے میں نذر ماننا

3316 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ وَكَانَتْ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ قَالَ: فَأُسِرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي وَثَاقٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ عَلَامَ تَأْخُذُنِي، وَتَأْخُذُ سَابِقَةَ الْحَاجِّ قَالَ: نَأْخُذُكَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكَ ثَقِيفَ قَالَ: وَكَانَ ثَقِيفُ قَدْ أَسَرُوا رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَقَدْ قَالَ: فِيمَا قَالَ: وَأَنَا مُسْلِمٌ - أَوْ قَالَ: وَقَدْ أَسْلَمْتُ - فَلَمَّا مَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: " فَهِمْتُ هَذَا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى نَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَفِيقًا فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ، قَالَ: إِنِّي مُسْلِمٌ، قَالَ: لَوْ قُلْتَهَا وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى حَدِيثِ سُلَيْمَانَ " قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنِّي جَائِعٌ فَأَطْعِمْنِي، إِنِّي ظَمْآنُ فَاسْقِنِي، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذِهِ حَاجَتُكَ أَوْ قَالَ: هَذِهِ حَاجَتُهُ، فَفُودِيَ الرَّجُلُ بَعْدُ بِالرَّجُلَيْنِ، قَالَ: وَحَبَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءَ لِرَحْلِهِ، قَالَ: فَأَغَارَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى سَرْحِ الْمَدِينَةِ فَذَهَبُوا بِالْعَضْبَاءِ، قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهَا، وَأَسَرُوا امْرَأَةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: فَكَانُوا إِذَا كَانَ اللَّيْلُ يُرِيحُونَ إِبِلَهُمْ فِي أَفْنِيَتِهِمْ، قَالَ: فَنُوِّمُوا لَيْلَةً، وَقَامَتِ الْمَرْأَةُ فَجَعَلَتْ تَضَعُ يَدَهَا عَلَى بَعِيرٍ إِلَّا رَغَا حَتَّى أَتَتْ عَلَى الْعَضْبَاءِ، قَالَ: فَأَتَتْ عَلَى نَاقَةٍ ذَلُولٍ مُجَرَّسَةٍ، قَالَ: فَرَكِبَتْهَا ثُمَّ جَعَلَتْ لِلَّهِ عَلَيْهَا إِنْ نَجَّاهَا اللهُ لَتَنْحَرَنَّهَا، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِينَةَ عُرِفَتِ النَّاقَةُ نَاقَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَجِيءَ بِهَا وَأُخْبِرَ بِنَذْرِهَا فَقَالَ: بِئْسَ مَا جَزَيْتِيهَا - أَوْ جَزَتْهَا - إِنِ اللهُ أَنْجَاهَا عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالْمَرْأَةُ هَذِهِ امْرَأَةُ أَبِي ذَرٍّ

❁❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "عضباء" نامی اونٹنی بنو عقیل سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی ملکیت تھی یہ حاجیوں کے آگے جایا کرتی تھی اسے قید کرلیا گیا وہ شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بندھا ہوا تھا نبی اکرم ﷺ اس وقت ایک گدھے پر سوار تھے جس پر چادر پڑی ہوئی تھی اس نے عرض کی: اے محمد! آپ نے مجھے اور حاجیوں کے آگے جانے والی اس اونٹنی کو کس جرم میں پکڑا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہارے حلیف ثقیف قبیلے کی زیادتی کی وجہ سے تمہیں پکڑا ہے' راوی بیان کرتے ہیں' ثقیف قبیلے کے افراد نے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کو قید کیا ہوا تھا اس نے اس بارے میں جو بھی بات کہنی تھی کہی اور پھر بولا میں مسلمان ہوں' یا شاید اس نے یہ کہا میں اسلام قبول کرتا ہوں' جب نبی اکرم ﷺ آگے گزر گئے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں پر روایت کا یہ حصہ میں نے امام محمد بن عیسیٰ (ترمذی) رحمہ اللہ کی زبانی سنا ہے' اس شخص نے بلند آواز میں کہا: اے محمد ﷺ! اے محمد ﷺ! راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ بہت نرم اور مہربان تھے آپ واپس اس کے پاس آئے اور دریافت کیا: تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ اس نے عرض کی: میں مسلمان ہوتا ہوں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ کہتے ہو تو تم اپنے معاملے کے مالک ہو (یعنی آزاد ہو) اور تم ہر طرح کی کامیابی حاصل کرلو گے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں پھر میں سلیمان نامی راوی کی روایت کی طرف واپس آتا ہوں' اس نے کہا: اے حضرت محمد ﷺ! میں بھوکا ہوں مجھے کھانے کے لئے کچھ دیں میں پیاسا ہوں مجھے پینے کے لئے کچھ دیں راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تمہاری ضرورت کی چیزیں ہیں (یعنی تمہاری کھانے پینے کی چیزیں ہیں) پھر اس کے بعد ان دو آدمیوں کے عوض میں اس شخص کو فدیے کے طور پر دیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے "عضباء" کو اپنی سواری کے لئے رکھ لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' ایک مرتبہ مشرکین نے مدینہ منورہ کے جانوروں پر ڈاکہ ڈالا اور "عضباء" کو بھی ساتھ لے گئے جب وہ ان جانوروں کو ساتھ لے کر جا رہے تھے تو انہوں نے ایک مسلمان خاتون کو بھی قیدی بنالیا۔

راوی بیان کرتے ہیں' جب رات کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنے پڑاؤ کی جگہ پر اپنے اونٹوں کو آرام کے لئے چھوڑ دیا اور جب وہ لوگ رات کے وقت سو گئے تو وہ خاتون اٹھی وہ جس بھی اونٹ پہ ہاتھ رکھتی تھی وہ اونٹ آواز نکالتا تھا یہاں تک کہ وہ خاتون "عضباء" اونٹنی کے پاس آئی۔

راوی بیان کرتے ہیں۔ وہ خاتون اس اونٹنی پر سوار ہوئی پھر اس نے اس اونٹنی کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام کی یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی تو وہ اس اونٹنی کو قربان کردے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں' جب وہ خاتون مدینہ منورہ پہنچی تو نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کو پہچان لیا گیا' نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں اطلاع دی گئی' نبی اکرم ﷺ نے اس کے لئے پیغام بھیجا اس خاتون کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا نبی اکرم ﷺ کو اس کی نذر کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کو بہت برا بدلہ ملا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) تم نے اسے بہت برا بدلہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو اس اونٹنی کی وجہ سے اس لیے نجات دی ہے تاکہ وہ اسے قربان کردے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے متعلق نذر کو پورا نہیں کیا جاتا اور اس نذر کو بھی پورا نہیں جاتا جس کا آدمی مالک نہ ہو۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ خاتون حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھی۔

بَابٌ فِيمَنْ نَذَرَ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَالِهِ

باب: جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ اپنے مال کو صدقہ کردے گا

3317 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَاَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ - وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ

مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ - عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ.

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے یہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے وہ صاحبزادے ہیں جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے تھے تو یہ انہیں ساتھ لے کر چلا کرتے تھے حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں صدقے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بعض مال کو اپنے پاس رہنے دو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہوگا۔ وہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کی: پھر میں ''خیبر'' میں موجود اپنا حصہ اپنے پاس رہنے دیتا ہوں۔

3318 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تِيبَ عَلَيْهِ إِنِّي أَنْخَلِعُ مِنْ مَالِي فَذَكَرَ نَحْوَهُ إِلَى خَيْرٌ لَكَ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی جب توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میں اپنے مال سے لاتعلق ہوتا ہوں، (اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، جو ان الفاظ تک ہے) تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

3319 - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ: قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ أَبُو لُبَابَةَ، أَوْ مَنْ شَاءَ اللهُ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَهْجُرَ دَارَ قَوْمِي الَّتِي أَصَبْتُ فِيهَا الذَّنْبَ وَأَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي كُلِّهِ صَدَقَةً، قَالَ: يُجْزِئُ عَنْكَ الثُّلُثُ.

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ یا شاید حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میری توبہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میں اپنی قوم کے اس محلے سے بھی لاتعلق ہو جاؤں جہاں میں نے گناہ کا ارتکاب کیا تھا اور میں اپنی ساری زمین صدقہ کردوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک تہائی تمہارے لیے جائز ہو گا۔

3320 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو لُبَابَةَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ وَالْقِصَّةُ لِأَبِي لُبَابَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ بَعْضِ بَنِي السَّائِبِ ابْنِ أَبِي لُبَابَةَ، وَرَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ أَبِي لُبَابَةَ مِثْلَهُ

3317-اسناده صحيح. ابن السرح: هو احمد بن عمرو، وابن وهب: عن عبد الله القرشي، ويونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن شهاب: هو الزهري. واخرجه البخاري (2757) (4418)، ومسلم (2769)، والنسائي في "الكبرى" (4747) و (4748) من طريق ابن شهاب الزهري، بهذا الاسناد. ورواية البخاري الثانية وكذا مسلم مطولة. واخرجه الترمذي (3359) من طريق عبد الرزاق،

❁❁ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔تاہم اس میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

3321 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ فِي قِصَّتِهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي إِلَى اللهِ أَنْ أَخْرُجَ مِنْ مَالِي كُلِّهِ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَدَقَةً؟ قَالَ: لَا قُلْتُ: فَنِصْفُهُ؟ قَالَ: لَا قُلْتُ: فَثُلُثُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ: فَإِنِّي سَأُمْسِكُ سَهْمِي مِنْ خَيْبَرَ

❁❁ عبدالرحمن بن عبداللہ بن کعب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا ان کے قصے کے بارے میں بیان نقل کرتے ہیں' میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میں اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں صدقے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کی: نصف کر دیتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کی: ایک تہائی کر دیتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے عرض کی تو پھر میں "خیبر" میں موجود اپنا حصہ اپنے پاس رہنے دیتا ہوں۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ

باب: جو شخص ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو

3322 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، عَنِ ابْنِ أَبِي فُدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ، فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِي مَعْصِيَةٍ، فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ، وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا أَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ وَكِيعٌ وَغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْهِنْدِ، أَوْقَفُوهُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ

❁❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جسے اس نے متعین نہ کیا ہو تو اس کا کفارہ وہی ہوگا جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جو گناہ سے متعلق ہو تو اس کا کفارہ وہی ہوگا جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا کفارہ وہی ہوگا۔ جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے اور جو شخص کوئی ایسی نذر مانے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اس نذر کو پورا کرلے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کو وکیع اور نے دیگر راویوں نے 'عبداللہ بن سعید بن ابوالہند کے حوالے سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تک "موقوف" رکھا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا'

سوان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا کہ تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور اپنی قسموں کو حفاظت کرو اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (المائدہ:۸۹)

مناسبت اور شان نزول:

امام ابوجعفر محمد ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ (المائدہ:۸۷) تو جن مسلمانوں نے اپنے اوپر عورتوں اور گوشت کو حرام کر لیا تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب ہماری ان قسموں کا کیا ہوگا جو ہم کھا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اللہ تعالیٰ تمہاری بے مقصد قسموں پر گرفت نہیں فرمائے گا۔ (الآیہ) (جامع البیان جز ۷ ص ۱۹-۱۸ مطبوعہ ۱۴۱۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جن مسلمانوں عورتوں نے گوشت اور رات کی نیند ترک کرنے کی قسمیں کھائی تھیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ان پر کفارہ لازم کر دیا یعنی وہ قسم توڑیں اور کفارہ ادا کریں۔

یمین کا لغوی اور اصطلاحی معنی

یمین کے از روئے لغت تین معنی ہیں۔ (۱) قوت (۲) داہنا ہاتھ (۳) قسم۔

یمین بہ معنی قوت اس آیت میں ہے:

(آیت) "ولو تقول علینا بعض الاقاویل، لاخذنا منہ بالیمین"۔ (الحاقہ:۴۵-۴۴)

ترجمہ: اور اگر وہ (رسول) کوئی بھی بات ہم پر بنا کر اپنی طرف سے کہتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

یمین کا معنی داہنا ہاتھ بھی اس وجہ سے ہے کہ اس میں زیادہ قوت ہوتی ہے۔ یمین بہ معنی دایاں ہاتھ اس آیت میں ہے:

(آیت) "واما ان کان من اصحب الیمین، فسلم لک من اصحب الیمین"۔ (الواقعہ:۹۱-۹۰)

ترجمہ: اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں سے ہو (تو اس سے کہا جائے گا) تجھ پر سلام ہو (تو) دائیں طرف والوں سے ہے۔

یمین کا تیسرا معنی قسم ہے جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے اور قسم پر یمین کا اطلاق اس لیے ہوتا ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے کے لیے حلف اٹھاتے تو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ نیز قسم کے ذریعہ سے قسم کھانے والا اپنے کلام کو قوی اور موکد کرتا ہے۔

قسم کھانے کا جواز اور مشروعیت

قسم کھانا مشروع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی قسم کھائی ہے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے کی یہ چند مثالیں ہیں:

(آیت) "والنجم اذا هوی"۔ (النجم:۱)

ترجمہ روشن ستارے کی قسم جب وہ غروب ہوا۔

(آیت) "لا اقسم بهذا البلد"۔ (البلد:۱)

ترجمہ: میں اس شہر کی قسم فرماتا ہوں۔

(آیت) "والشمس وضحها"۔ (الشمس:۱)

ترجمہ: سورج اور اس کی چمک کی قسم۔

(آیت) "والضحی واللیل اذا سجی"۔ (الضحیٰ:۲۔۱)

ترجمہ: چاشت کی قسم اور رات کی قسم جب وہ (تاریکی کا) پردہ ڈالے۔

اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان آیات میں قسم کھانے کا حکم دیا ہے:

(آیت) "ویستنبئونک احق هو قل ای وربی انه لحق وما انتم بمعجزین"۔ (یونس:۵۳)

ترجمہ: اور آپ سے پوچھتے ہیں کیا واقعی وہ (دائمی عذاب) برحق ہے؟ آپ کہئے ہاں میرے رب کی قسم وہ برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

(آیت) "قال الذین کفروا لا تاتینا الساعة قل بلی وربی لتاتینکم عالم الغیب"۔ (سبا:۳)

ترجمہ: اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کہئے میرے رب عالم الغیب کی قسم وہ ضرور تم پر آئے گی۔

(آیت) "زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی وربی لتبعثن"۔ (التغابن:۷)

ترجمہ: کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا: وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے' آپ کہئے کیوں نہیں! میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

احادیث میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قسم کھانے کا ذکر ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گئے اور آپ سے سواری طلب کی۔ آپ نے فرمایا تمہیں سوار کرنے کے لیے میرے پاس سواری نہیں ہے۔ خدا کی قسم میں تم کو سوار نہیں کروں گا' پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری طرف چتکبرے کوہان والے تین اونٹ بھیجے۔ ہم نے کہا ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سواری طلب کرنے گئے تھے تو آپ نے قسم کھائی تھی کہ ہم کو سواری نہیں دیں گے' ہم نے آپ کے پاس جا کر آپ کو اس قسم کی خبر دی' آپ نے فرمایا میں جب بھی کسی چیز کی قسم کھاتا ہوں پھر اس کے غیر کو بہتر سمجھتا ہوں تو میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم الایمان ۱۰ (۱۶۴۹)، ۴۱۹۰ 'صحیح البخاری' ج ۵ 'رقم الحدیث: ۴۳۸۵ 'ج ۷ 'رقم الحدیث: ۷۰۰۵ 'سنن نسائی' ج ۷ 'رقم الحدیث: ۳۷۸۰ 'مسند احمد' ج ۴ 'رقم الحدیث: ۱۹۵۳۶)

جھوٹ کا خدشہ نہ ہو تو زیادہ قسمیں کھانے کا جواز

فقہاء کے نزدیک ہر چند کہ قسم کھانا مباح ہے لیکن کثرت قسم کھانا مکروہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ قسم کھانے کی مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت)''ولا تطع کل حلاف مھین''۔(القلم:۱۰)

ترجمہ: اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانئیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے۔

لیکن اگر بہ افراط قسمیں نہ کھائی جائیں تو پھر قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بلا کراہت جائز ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قسم کھانا مطلقاً مکروہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

(آیت)''ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم''۔(البقرہ:۲۲۴)

ترجمہ: اور اللہ (کے نام) کو تم اپنی قسموں کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت قسم کھاتے تھے' بعض اوقات ایک حدیث میں کئی قسمیں ہوتی ہیں۔

آپ نے خطبہ کسوف میں فرمایا اے محمد کی امت اللہ کی قسم اللہ سے زیادہ اس پر کوئی غیرت دار نہیں ہے کہ اس کا بندہ زنا کرے یا اس کی بندی زنا کرے' اے امت محمد اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور روؤ زیادہ۔

(صحیح البخاری' ج ا رقم الحدیث:۱۰۴۴' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

آپ نے ترک دنیا کو ارادہ کرنے والے صحابہ سے فرمایا سنو: خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں' لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ (صحیح البخاری' ج ٦ رقم الحدیث:٥٠٦٣)

آپ نے ابو طالب سے اس کے مرتے وقت فرمایا سنو اللہ کی قسم میں تمہارے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے تمہاری استغفار سے منع نہ کیا جائے (صحیح البخاری' ج ۲ رقم الحدیث:۱۳۶۰)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا' اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا' اللہ کی قسم! میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا ان شاء اللہ

(سنن ابو داؤد' ج ۲' رقم الحدیث:۳۲۸۵)

اس ایک حدیث میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین بار قسم کھائی ہے۔

اور بہ افراط قسمیں کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں یہ خدشہ ہے کہ انسان کسی جھوٹ پر اللہ کی قسم کھالے اور مانعین نے جو آیت پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کی دلیل نہیں ہے' کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے:

(آیت)''ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس''۔(البقرہ:۲۲۴)

ترجمہ: اور اللہ (کے نام) کو تم اپنی قسموں کے لیے بہانہ نہ بناؤ جن سے مقصد نیکی' خدا خوفی اور لوگوں کے درمیان صلح

کرانے سے باز رہتا ہو۔

یعنی کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ نیکی نہیں کرے گا' خدا خوفی نہیں کرے گا اور لوگوں کے درمیان صلح نہیں کرائے گا' پھر اور نیک کاموں سے یہ کہہ کر باز رہے کہ میں تو یہ کام کرنے کی قسم کھا چکا ہوں' سو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ نیکی کرکے قسم توڑنے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے کسی چیز کی قسم کھائی پھر وہ اس چیز کے خلاف کرنے کو بہتر جانے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

(صحیح مسلم ایمان ۱۱' (۱۶۵۰) ۴۱۹۲)

فی نفسہ قسموں کی اقسام

فی نفسہ قسموں کی پانچ اقسام ہیں۔ واجب' مستحب' مباح' مکروہ اور حرام:

واجب: اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔

حضرت سوید بن حنظلہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارادہ سے نکلے' ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر (رضی اللہ عنہ) بھی تھے' ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا۔ پس ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی تھی' اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا: مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲۵۶' سنن ابن ماجہ ج ۱' رقم الحدیث: ۲۱۱۹' مسند احمد ج ۵' رقم الحدیث: ۱۶۷۲۶' طبع دار الفکر مسند احمد ج ۴' ص ۷۹' طبع قدیم)

مستحب: جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرانا قسم کھانے پر موقوف ہو' یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ کو زائل کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو' یا کسی شر کو رفع کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو' تو ان صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے۔ اسی طرح کسی عبادت کے کرنے پر کسی گناہ کے ترک کرنے پر قسم کھانا مستحب ہے۔

مباح: کسی مباح کام کرنے کے یا اس کو ترک کرنے پر قسم کھانا مباح ہے' جس خبر کے صادق ہونے کا یقین ہو' یا اس کے صدق کا غلبہ ظن ہو' اس پر قسم کھانا بھی مباح ہے۔

مکروہ: کسی مکروہ کام کے کرنے پر' یا کسی مستحب کرنے پر قسم کھائی جائے تو یہ قسم مکروہ ہے۔ روایت ہے کہ حضرت مسطح (رضی اللہ عنہ) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہ) پر تہمت لگانے والوں میں شامل تھے' حالانکہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) حضرت مسطح (رضی اللہ عنہ) کو خرچ دیتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہ) کی اس تہمت سے برات بیان کردی تو حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ وہ پہلے جو حضرت مسطح (رضی اللہ عنہ) کو خرچ دے کر ان کی مدد کرتے تھے وہ اب بند کردیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

(آیت) ”ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمھجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم“۔ (النور: ۲۲)

ترجمہ: اور تم میں سے جو لوگ صاحب وسعت اور خوش حال ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے اور انکو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کار خیر کو ترک کرنے کی قسم کھانا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ل

حرام: جھوٹی قسم کھانا اور خلاف واقع قسم کھانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) " ویحلفون علی الکذب وھم یعلمون. اعداللہ لھم عذابا شدیدا انھم ساء ماکانوا یعملون "۔ (المجادلہ: ۱۴۔۱۳)

ترجمہ: اور منافق جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے' بے شک وہ (دنیا میں) بہت برا کام کرتے تھے۔

اسی طرح معصیت پر اور ترک واجب پر قسم کھانا حرام ہے۔ مثلاً کوئی شخص ناجائز کام کرنے کے لیے قسم کھائے تو یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(آیت) " ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمنا قلیلا اولئک لا خلاق لھم فی الاخرۃ ولا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم یوم القیامۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم "۔ (آل عمران: ۷۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن کلام فرمائے گا' اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا' اور نہ ان کو پاک کرے گا' اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کے متعلق فقہاء کے نظریات:

جب حاکم کے سامنے اپنے حقوق پر قسم کھانی ہو تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنا حق ترک کر دیا جائے اور قسم نہ کھائی جائے اور یہ اولیٰ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے حق پر قسم کھانا جائز ہے۔ پہلی رائے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اور حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا' جو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس گواہ نہیں تھے' اس لیے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا جو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت عثمان کے پاس گواہ نہیں تھے' اس لیے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت مقداد پر قسم لازم کی۔ حضرت مقداد نے حضرت عثمان پر قسم لوٹا دی۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے قسم کھانے کی بجائے ان کے قول کے مطابق رقم لے لی اور خود قسم نہیں کھائی۔ اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ مقداد پر کوئی مصیبت آئے اور یہ کہے کہ یہ مصیبت عثمان کی قسم کی وجہ سے آئی ہے۔ سو دونوں صحابہ نے قسم پر اپنا حق چھوڑنے کو ترجیح دی' اور دوسرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محمد بن کعب القرظی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ

میں عصا تھا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑنا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے بے شک میرے ہاتھ میں عصا ہے' اور عمر بن شبہ نے کتاب قضاة البصرة میں اپنی سند کے ساتھ شعبی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابی (رضی اللہ عنہ) نے ایک کھجور کے درخت کے متعلق حضرت زید بن ثابت کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ حضرت ابی بن کعب کا اس درخت پر دعوی تھا' تو حضرت عمر پر قسم آئی۔ حضرت زید نے کہا تم امیر المومنین سے قسم کو معاف کردو' حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا امیر المومنین کو کیوں معاف کیا جائے؟ اگر مجھے معلوم ہو کہ کسی چیز پر میرا حق ہے اور قسم کھانے سے مجھے وہ حق مل جائے گا تو میں ضرور قسم کھاؤں گا ورنہ میں قسم کو ترک کردوں گا' اور اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یہ کھجور کا درخت میرا درخت ہے اور اس پر ابی کا کوئی حق نہیں ہے۔ جب وہ دونوں عدالت سے نکلے تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے وہ درخت ابی کو بخش دیا۔ ان سے کہا گیا اے امیر المومنین! آپ نے قسم کھانے سے پہلے ابی کو درخت کیوں نہیں دیا' حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں نے قسم نہیں کھائی تو لوگ میرے بعد اپنے حقوق پر قسم نہیں کھائیں گے اور یہی طریقہ مقرر ہو جائے گا' اور یہ حق پر سچی قسم ہے تو جس طرح یہ قسم حاکم کے علاوہ دوسرے کے سامنے کھانا جائز ہے' وہ حاکم کے سامنے بھی جائز ہے۔ (المغنی ج ۹ ص ۳۸۹۔۳۸۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

قسم کھانے کا طریقہ:

قسم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی کھائی جاتی ہے۔ مثلاً اس طرح قسم کھائے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' یا اس ذات کی قسم جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح قسم کھاتے تھے' اس ذات کی قسم محمد کی جان جس کے قبضہ وقدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مثلاً یہ ہیں اللہ' رحمن' رحیم' خالق' باری' رزاق' رب' وغیرہ۔ ان اسماء کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے اور اللہ کی صفات یہ ہیں' اللہ کی عظمت اللہ کا جلال' اللہ کی قدرت' اللہ کا علم' اللہ کا کلام وغیرہ' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) یوں قسم کھاتے "**لا ومقلب القلوب**" دلوں کے پلٹنے والے کی قسم۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۹۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۹۲) اگر کسی شخص نے کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں' اس میں اگر وہ قسم کی نیت کرے گا تو قسم ہے' ورنہ نہیں۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی تحقیق:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) سواروں کی ایک جماعت میں اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ندا کر کے فرمایا: سنو اللہ تمہیں تمہارے آباء کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ سو جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح البخاری ج ۷' رقم الحدیث: ۶۱۰۸' صحیح مسلم الایمان ۳' (۱۶۴۶) ۴۱۷۸)

غیر اللہ کی قسم سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور حقیقی تعظیم اللہ عزوجل کے

ساتھ خاص ہے اس لیے غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہ نہیں کیا جائے گا۔ نیز جس کی قسم کھائی جائے اس کو گواہ بنایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی یہ شان نہیں کہ وہ ہر وقت ہر چیز پر گواہ ہو۔ اس لیے اللہ کے سوا اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اگر میں سو مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر اس کو توڑ دوں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں ایک بار غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کروں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً فرمایا: (آیت) "(والطور:۱) پہاڑ طور کی قسم"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی حکم کا پابند نہیں ہے۔ وہ مالک علی الاطلاق ہے جو چاہے کرے اس پر کوئی سوال یا اعتراض نہیں ہے اور پہاڑ طور درخت انجیر وغیرہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی فضیلت ظاہر کی ہے۔ نیز یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ چیزیں اللہ کی ذات پر گواہ ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کیا اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہاں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے اور عام فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور ہمارے زمانہ میں فقہاء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور حدیث میں ممانعت اس پر محمول ہے جب اس قصد سے غیر اللہ کی قسم کھائے کہ اگر قسم پوری نہیں کی تو وہ حانث ہوگا اور اس کا کفارہ ادا کرے گا اور جب یہ قصد نہ ہو تو پھر غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے جیسے کوئی کہے کہ تمہارے باپ کی قسم! یا تمہاری زندگی کی قسم۔

(در مختار علی هامش رد المحتار ج ۳ ص ۴۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں چونکہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کرنے میں تساہل برتتے ہیں اس لیے لوگ تاکید اور توثیق کے لیے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم طلاق کی قسم کھاؤ مثلاً اگر میں نے فلاں کو فلاں کام نہ کیا تو میری بیوی کو طلاق، توثیق کے حصول کے لیے طلاق کی قسم کھائی جاتی ہے۔ اس میں حرف قسم نہیں ہوتا اور کبھی حرف قسم کے ساتھ باپ یا زندگی کی قسم کھائی جاتی ہے اس لیے توثیق مطلوب نہیں ہوتی اور نہ اس میں قسم پوری نہ کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ جس کی قسم کھائی جائے صرف اس کے ساتھ تعلق اور محبت کا اظہار مقصود ہوتا ہے اور اگر طلب توثیق کے لیے حرف قسم کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھائی جائے تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے کیونکہ میں غیر اللہ کو تعظیم میں اللہ کے ساتھ مشابہ کرتا ہے۔

(در مختار علی هامش رد المحتار ج ۳ ص ۴۷۔۴۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

یمین لغو کی تعریف:

ازہری نے کہا ہے: کہ لغو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں۔ ایک معنی بے فائدہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے۔ دوسرا معنی ہے فحش اور بے ہودہ کلام جو گناہ کا موجب ہو۔ قرآن مجید میں ہے

(آیت) "لا یسمعون فیہا لغوا الا سلما"۔ (مریم:۶۲)

ترجمہ: وہ جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے بجز سلام کے۔

علامہ ابواسحق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلا قصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آجائیں' یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھانے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی چیز نکل جائے تو یہ یمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمر' ابن عباس اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کہے' نہیں' خدا کی قسم' ہاں خدا کی قسم اور جو چیز زبان پر بلا قصد آجائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا' جیسے سبقت لسان سے کلمہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ (المہذب' ج ۲' ص ۱۲۸' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

انسان کو گمان ہو کہ یقینی طور پر فلاں واقعہ ہوا اور وہ اس پر قسم کھالے اور درحقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔ (بدایۃ المجتہد' ج ۱' ص ۲۹۹' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص اپنے گمان کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گماں کے مطابق نہ ہو تو یہ یمین لغو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ' حضرت ابو مالک' حضرت زرارہ بن اوفی (رضی اللہ عنہ) کا یہ نظریہ ہے۔ حسن بصری' نخعی' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے۔ امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

(المغنی ج ۹ ص ۳۹۳ مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی ۵۹۳ لکھتے ہیں:

ایک شخص ماضی کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اسکے گمان میں وہ واقعہ اسی طرح ہوا اور درحقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یمین لغو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے متعلق قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ درحقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یمین لغو ہے۔ (ہدایہ اولین' ص ۴۷۹-۴۷۸' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

یمین منعقدہ کی تعریف:

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یمین منعقدہ ہے۔ اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ (المائدہ: ۸۹) اور جب اس قسم کو توڑ دے تو اس کا کفارہ دینا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن اللہ تمہاری پختہ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا۔ سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے۔ الآیہ (المائدہ: ۸۹) اس قسم میں کفارہ بالاتفاق مقرر ہے' خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر' لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے' جیسا کہ ہم اس سے پہلے (صحیح مسلم'

ایمان ۱۱(۱۶۵۰) (۴۱۹۲) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے' خواہ اس نے عمداً قسم توڑی ہو' یا بھول کر' یا خطا سے' یا جبر سے' کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے اور اس میں عمد اور نسیان کا فرق نہیں کیا۔ (بدایۃ المجتہد ج۱ص ۳۰۴' بدائع الصنائع ج۳ص ۱۷)

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نسیان' خطا یا جبر سے قسم توڑ دی' تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

(المہذب ج۲ ص ۱۲۸' المغنی ج ۹ ص ۳۹۱)

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: میری امت سے خطا نسیان اور جبر سے مواخذہ اٹھالیا گیا ہے۔ (المعجم الاوسط ج ۹ رقم الحدیث: ۸۲۶۹' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

یمین غموس کی تعریف:

ماضی یا حال کے کسی واقعہ پر عمداً جھوٹی قسم کھائی جائے تو یہ یمین غموس ہے اور اس کا ارتکاب پر جھوٹی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہوگا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر توبہ لازم ہے' کیونکہ جھوٹ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ پر توبہ لازم ہے۔ فقہاء احناف' فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۳ ص ۱۵' الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی ج ۲ ص ۱۲۸' المغنی ج ۹ ص ۳۹۲)

حضرت ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور وہ اس میں جھوٹا تھا تا کہ کسی مسلمان شخص کے مال کو حاصل کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا۔

(صحیح مسلم' ایمان ۲۱۸' (۱۳۷) ۳۴۶' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۲۳۲۴' سنن الدارمی' رقم الحدیث: ۲۶۰۵' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۵۰۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۰' سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۷۹)

حضرت عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ کروایا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (سنن ابوداؤد' رقم الحدیث: ۳۲۴۲' مسند احمد ج ۴ ص ۴۳۶-۴۴۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا گناہ کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا: یمین غموس (جھوٹی قسم) اور شعبہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا: کبائر یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک کرنا' یمین غموس' ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا فرمایا کسی کو قتل کرنا۔ (صحیح البخاری ج ۶ رقم الحدیث: ۶۸۷۰' سنن ترمذی' رقم الحدیث: ۳۰۳۲' سنن نسائی' رقم الحدیث: ۴۰۲۲' صحیح ابن حبان' رقم الحدیث: ۵۵۶۲' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۱)

امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ واجب ہوتا ہے اور یمین غموس میں جھوٹ کا گناہ کفارہ سے ساقط ہو جاتا ہے' جیسے یمین منعقدہ میں قسم توڑنے کا گناہ کفارہ سے ساقط ہوتا ہے۔ (المہذب ج ۲ ص ۱۲۸)

کفارہ قسم کی مشروعیت:

کفارہ کا لفظ کفر سے مشتق ہے' کفر کا معنی ہے ستر اور ڈھانپنا۔ سو توڑنے کی وجہ سے جس گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے کفارہ اس گناہ کو ڈھانپ لیتا ہے۔ کفارہ کی مشروعیت سورۃ مائدہ کی زیر تفسیر آیت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جیسا تم اپنے گھروں کو کھلاتے ہو' یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے' یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو (المائدہ: ۸۹) اور حسب ذیل حدیث سے بھی کفارہ کی مشروعیت ثابت ہے۔

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی' پھر وہ اس کے خلاف کرنے کو بہتر جانے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

(صحیح مسلم ایمان ۱۳' (۱۶۵۰) ۴۱۹۲)

کفارہ قسم کے احکام میں مذاہب ائمہ:

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ کفارہ قسم میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے' یا ان کو کپڑے پہنانا ہے اور یا غلام آزاد کرنا ہے' اور جو شخص ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک کھانا کھلانے سے مراد یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا پیش کر دیا جائے اور ان کو کھانے کی اجازت دی جائے' اس کو اصطلاح میں اباحت کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کو اس کھانے کا مالک بنانا نہیں ہے' اور باقی فقہاء کے نزدیک اس طعام کا مالک بنانا ضروری ہے۔ کھانے کی مقدار میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ہر مسکین کو ایک کلو گرام گندم دی جائے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر مسکین کو دو کلو گندم یا چار کلو کھجور یا جو دیئے جائیں یا ان کی قیمت دی جائے۔

اگر ایک مسکین کو دس روز صبح و شام کھانا کھلایا جائے یا دس دن تک ہر روز اس کو دو کلو گندم یا اس کی قیمت دی جائے تو یہ جائز ہے' لیکن اگر ایک مسکین کو ایک دن میں بیک وقت دس آدمیوں کا کھانا دے دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دس مسکینوں کی بھوک مٹانے کا حکم دیا ہے' خواہ بیک وقت یا دس دنوں میں اور یہ مقصود اس صورت میں حاصل نہیں ہوگا۔ جن مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے وہ مسلمان ہوں۔ فقہاء احناف کے نزدیک ذمی کو بھی کھانا کھلایا جا سکتا ہے' اور باقی فقہاء کے نزدیک کافر کو قسم کا کفارہ کھلانا جائز نہیں ہے۔

اگر کفارہ میں کپڑے دیئے جائیں تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی ان کا مالک بنانا ضروری ہے' بخلاف کھانا کھلانے کے کیونکہ اس سے مقصود بھوک کو مٹانا ہے اور وہ فقط کھانے کی اجازت سے بھی مٹ جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اتنا کپڑا ہونا چاہیے جس سے عام بدن چھپ جائے اور امام احمد کے نزدیک جتنی مقدار سے نماز جائز ہو جائے اور امام مالک کے نزدیک جتنے کپڑے سے تمام بدن چھپ جائے اور امام شافعی کے نزدیک کپڑے کا اطلاق دو چادروں

پر ہوتا ہے یہ مقدار ضروری ہے ورنہ مردوں کو قمیص، شلوار اور ٹوپی دی جائے اور عورتوں کو قمیص، شلوار اور دوپٹہ۔

اس دور میں غلامی کا رواج ختم ہو گیا ہے اس لیے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم ضابطہ یہ ہے کہ ایسا غلام آزاد کیا جائے جو کامل الاعضاء ہو اور عیب دار نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ غلام عام ہے مومن ہو یا کافر کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلقاً فرمایا (آیت) "او تحریر رقبة" (المائدہ:۸۹) اور اس کو کسی قید سے مقید نہیں کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے کیونکہ کفارہ قتل خطا میں فرمایا ہے۔ (آیت) "او تحریر رقبة مؤمنة" (النساء:۹۲) ائمہ ثلاثہ مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا اصول یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید دو الگ الگ احکام میں ذکر کیے جائیں تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاتا اور جس حکم میں کوئی چیز مطلق ذکر کی گئی ہے وہاں اس کے اطلاق پر عمل کیا جائے گا اور جہاں اس کو مقید ذکر کیا ہے وہاں اس کی۔۔۔۔۔ پر عمل ہوگا۔

اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر قسم توڑنے والا دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا ان کو کپڑے پہنانے یا غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے گا۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مسلسل تین دن کے روزے رکھنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر اس نے لگاتار تین دن کے روزے رکھے تو یہ مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلقاً فرمایا ہے (آیت) "فصیام ثلاثة ایام" (المائدہ:۸۹)

اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک لگاتار تین روزے رکھنا ضروری ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی قرات میں ہے "فصیام ثلاثة ایام متتابعات"۔ ہر چند کہ یہ قرات متواتر نہیں ہے لیکن یہ آیت خبر واحد اور آپ سے روایت کے درجہ میں ہے اور خبر واحد حجت ہوتی ہے اور اس سے قرآن کے کسی حکم میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ جس طرح عمداً روزہ توڑنے کے کفارہ میں جو ساٹھ روزے لگاتار رکھے جاتے ہیں ان کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور ان کا لگاتار رکھنا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ سو اسی طرح اس کا حکم ہے۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد ج ۴ ص ۱۹۰، المہذب ج ۲ ص ۱۴۲، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۰۷، ۱۰۵، رد المحتار ج ۳ ص ۶۲-۶۰، فتح القدیر ج ۵ ص ۹۱-۷۵)

بَابُ مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ

باب: جو شخص کوئی نذر مانے لیکن اسے متعین نہ کرے

3323 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، مَوْلَى الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ، عَنْ عُقْبَةَ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نذر کا کفارہ (وہی ہے جو) قسم کا کفارہ ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: عمرو بن حارث نے اسے کعب بن علقمہ کے حوالے سے ابن شماسہ کے حوالے سے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

3324 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَهُمْ أَخْبَرَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِمَاسَةَ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

❀❀ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اسی کی مانند حدیث نقل کی ہے۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْإِسْلَامَ

باب: جس شخص نے زمانۂ جاہلیت میں نذر مانی اور پھر اس نے اسلام قبول کرلیا

3325 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لَيْلَةً. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ

❀❀ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے زمانۂ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر کو پورا کرلو۔

3325- اسنادہ صحیح۔ یحیی: ھو ابن سعید القطان۔ واخرجہ البخاری (2032) و (2042) و (2043)، ومسلم (1656) (27)، وابن ماجہ (1772) و (2129)، والترمذی (1620)، والنسائی فی "الکبری" (4744) و (4745) من طریقین عن نافع، بہ۔ واخرجہ النسائی فی "الکبری" (4743) من طریق نافع، عن ابن عمر، عن عمر فجعلہ من مسند عمر۔ وھذا لا یضر بصحۃ الحدیث۔ وھو فی "مسند احمد" (255) و (4577)، و "صحیح ابن حبان" (4379) و (4380) و (4381).

كِتَابُ الْبُيُوْعِ

یہ کتاب بیوع کے بیان میں ہے

بیع کے معنی کا بیان

فخر الاسلام بزدوی نے لکھا ہے کہ لغت میں بیع مالی تبادلہ کو کہتے ہیں شریعت میں بھی اسی تبادلہ مالی کو بیع کہا گیا ہے۔ مگر باہم رضامندی کی شرط شرعاً زائد لگا دی گئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ لغوی معنی میں تراضی کی شرط ماخوذ ہے بغیر رضامندی کے اگر مالی تبادلہ ہو تو اس پر غصب کا اطلاق کیا جاتا ہے اختیار اور تراضی کے لیے اچھے برے اور نفع نقصان کی تمیز ضروری ہے اسی لیے پاگل اور ناسمجھ بچہ کی بیع اجماعاً درست نہیں۔ کیونکہ ان کے اندر قوت تمیز نہیں ہوتی۔

بیع کے لغوی معنی: خریدنا اور بیچنا ہے۔ بیع کے اصطلاحی معنی: مال کا مال سے تبادلہ کرنا جو آپسی رضامندی سے ہو۔

(المصباح المنیر ۱/۴۲۲)

وفی الشرع: مبادلة المال المتقوم بالمال المتقوم، تمليكاً وتملكاً (التعریفات ۱/۱۵)

بیع کے معنی ہیں بیچنا یعنی فروخت کرنا لیکن کبھی اس کے معنی خریدنا بھی مراد ہوتے ہیں اس لئے بیع کا ترجمہ اصطلاحی طور پر خرید و فروخت کیا جاتا ہے۔

فخر الاسلام کا بیان ہے کہ اصطلاح شریعت میں آپس کی رضامندی سے مال کے ساتھ مال بدلنا بیع کہلاتا ہے، بیع کی شرعیت: بیع یعنی خرید و فروخت کا شرعی ہونا قرآن کریم کی اس آیت (وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا) (2۔البقرۃ:275)

(اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جو (آگے آئیں گی) سے ثابت ہے۔

اصطلاح شرع میں بیع کے معنے یہ ہیں کہ دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے ساتھ تبادلہ کرنا۔ بیع کبھی قول سے ہوتی ہے اور کبھی فعل سے۔ اگر قول سے ہو تو اس کے ارکان ایجاب و قبول ہیں یعنی مثلاً ایک نے کہا میں نے بیچا دوسرے نے کہا میں نے خریدا۔ اور فعل سے ہو تو چیز کا لے لینا اور دے دینا اس کے ارکان ہیں اور یہ فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترکاری وغیرہ کی گڈیاں بنا کر اکثر بیچنے والے رکھ دیتے ہیں اور ظاہر کر دیتے ہیں کہ پیسہ پیسہ کی گڈی ہے خریدار آتا ہے ایک پیسہ ڈال دیتا ہے اور ایک گڈی اٹھا لیتا ہے طرفین باہم کوئی بات نہیں کرتے مگر دونوں کے فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام شمار ہوتے ہیں اور اس قسم کی بیع کو بیع تعاطی کہتے ہیں۔ بیع کے طرفین میں سے ایک کو بائع اور دوسرے کو مشتری کہتے ہیں۔

بیع کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ لفظ بیع کی اصطلاح میں دو تعریفات ہیں۔ ایک تعریف وہ ہے جو تمام بیع کے افراد کو شامل ہے۔ جس میں بیع سلم وصرف وغیرہ سب شامل ہیں۔ جبکہ دوسری تعریف ان میں سے فرد واحد یعنی جو عام طور پر بیع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ بیع کی خاص تعریف یہ ہے کہ اشیاء کا معاوضے کا معاملہ ہے۔

فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ اصطلاح شرعیہ میں ایک مقرر قاعدہ کے مطابق مال کا مال کے بدلے میں لین دین کرنے کا نام بیع ہے۔ یعنی ایسا معاملہ جو دو چیزوں کے مابین ہوتا ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ بیع کا اصطلاحی معنی مبادلہ مال بہ مال یا پھر کسی جائز نفع کے بدلے میں جائز نفع کو ہمیشہ کیلئے تبدیل کرنے کا نام بیع ہے۔ جس میں سود یا قرض کا شائبہ بھی نہ ہو۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ فقہاء کی اصطلاح میں بیع کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے ایک معنی یہ ہے کہ سونے چاندی یا نقدی کے بدلے میں کسی معین چیز کو خریدا جائے اور جب بیع کا لفظ عام طور پر بولا جائے تو اس کا معنی اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جبکہ دوسرا بیع کا معنی عام ہے جس کی بارہ اقسام ہیں۔ (جس میں بیع کی تمام اقسام کی تعریف شامل ہو جائے گی یعنی اس میں بیع کی تفصیلات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع، لاہور)

بیع کی اقسام کا بیان

بیع کی قسمیں: بیع یعنی خرید وفروخت میں بنیادی طور پر تین چیزیں ہوتی ہیں اول تو عقد بیع یعنی نفس معاملہ کہ ایک شخص کوئی چیز فروخت کرتا ہے اور دوسرا اسے خریدتا ہے دوم مبیع یعنی وہ چیز جس کو فروخت کیا جاتا ہے اور سوم ثمن یعنی قیمت ان تینوں کے اعتبار سے فقہی طور پر بیع کی کچھ قسمیں ہیں۔ چنانچہ نفس معاملہ اور اس کے حکم کہ بیع صحیح ہوئی یا نہیں۔ کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں۔

1 نافذ 2 موقوف 3 فاسد 4 باطل

بیع نافذ اس بیع کو کہتے ہیں کہ طرفین میں مال ہو یعنی بیچنے والے کے پاس بیع ہو خریدار کے پاس ثمن ہو اور عاقدین یعنی بیچنے والا اور خریدار دونوں عاقل ہوں نیز وہ دونوں بیع یا تو اصالۃ کریں یا وکالۃ اور دلالۃ جس بیع میں یہ تینوں چیزیں پائی جائیں گی وہ بیع بالکل صحیح اور نافذ ہوگی بیع موقوف اس بیع کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کی چیز کو اس کی اجازت یا ولایت کے بغیر فروخت کرے۔ اس بیع کا حکم یہ ہے کہ جب تک کہ اصل مالک کی اجازت ورضامندی حاصل نہ ہو جائے یہ بیع صحیح نہیں ہوتی۔ اجازت کے بعد صحیح ہو جاتی ہے بیع فاسد وہ بیع ہے جو باصلہ یعنی معاملہ کے اعتبار سے تو درست ہو مگر بوصفہ یعنی کسی خاص وجہ کی بنا پر درست نہ ہو بیع باطل اس بیع کو کہتے ہیں جو نہ باصلہ درست ہو اور نہ بوصفہ بیع فاسد اور بیع باطل کی تفصیل اور ان کی مثالیں ان شاء اللہ باب المنھی عنھا من البیوع میں ذکر کی جائیں گی۔ مبیع یعنی فروخت کی جانے والی چیز کے اعتبار سے بھی مبیع کی چار قسمیں ہیں۔

1 مقایضہ 2 صرف 3 سلم 4 بیع مطلق

بیع مقایضہ یہ ہے کہ مبیع بھی مال اور ثمن بھی مال ہو مثلاً ایک شخص کپڑا دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اس کو غلہ دے۔

گویا بیع کی یہ وہ صورت ہے جسے عرف عام میں تبادلہ مال کہا جاتا ہے۔ بیع صرف یہ ہے کہ نقد کا تبادلہ نقد سے کیا جائے مثلاً ایک شخص ایک روپیہ کا نوٹ دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں ایک روپیہ کے پیسے دے یا ایک شخص اشرفی دے اور دوسرا شخص اس کے بدلے میں اسے روپیہ دے گویا روپیہ بھنانا یا روپیہ کی ریزگاری لینا دینا بیع صرف کی ایک قسم ہے۔ بیع سلم یہ ہے کہ بیچنے والا خریدار سے کسی چیز کی قیمت پیشگی لے لے اور یہ طے ہو جائے کہ خریدار یہ چیز اتنی مدت مثلاً ایک دو مہینے کے بعد لے لے گا۔ بیع مطلق یہ ہے کہ کسی چیز کی بیع نقد کے عوض کی جائے مثلاً بیچنے والا ایک من گیہوں دے اور خریدار اس کی قیمت کے طور پر تیس روپے ادا کرے۔

ثمن یعنی قیمت کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں یہ ہے۔

1 مرابحہ 2 تولیت 3 ذو یعت 4 مساومت

مرابحہ کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا مبیع کو اپنے خریدار سے نفع لے کر فروخت کرے تولیت کی یہ صورت ہے کہ بیچنے والا مبیع کو بلا نفع کے اس قیمت پر فروخت کرے جتنی قیمت میں اس نے خود خریدی ہو اور مساومت کی صورت یہ ہے کہ بیچنے والا اور خریدار آپس کی رضامندی سے کسی چیز کی خرید و فروخت چاہے جس قیمت پر کریں اور اس میں بیچنے والے کی قیمت خرید کا کوئی لحاظ نہ ہو۔

بیچنے اور خریدنے کے چند اصول

اسلام نے جتنے بھی خرید و فروخت کے اصول بنائے ہیں ان میں ان باتوں کو پیش نظر رکھا گیا کہ

(۱) بیچنے والے اور خریدنے والے کی نفسیات کا لحاظ رکھا جائے۔

(۲) مہنگا بیچنے پر روک لگانے کی کوشش کی جائے۔

(۳) خرید و فروخت کا نتیجہ کوئی جھگڑا نہ بنے اس لیے وہ تمام صورتیں شریعت نے ناجائز قرار دی ہیں جن میں عاقدین کے درمیان جھگڑا ہو سکتا ہے جیسے کسی بیع میں قیمت متعین نہ ہو یا مبیع (جس چیز کو بیچا جا رہا ہو اس) میں ابہام ہو، قیمت یا سامان کے کرنے کی مدت پوری طرح متعین نہ ہو۔

(۴) دونوں مکمل طور پر راضی ہوں اور ایسا نہ ہو کہ کوئی فریق اپنے دل میں کسی قسم کا شک و شبہ رکھے اس لیے جو چیز بغیر دیکھے خریدی جائے اسے جائز تو قرار دیا گیا مگر جب اسے دیکھ لے اور اس پر مطمئن ہو جائے تو بیع نافذ ہو جائیگی، اگر وہ دیکھنے کے بعد مطمئن نہ ہو تو اسے یہ اختیار ہوگا کہ بیع کو ختم کر دے اس اختیار کو 'خیار رویت' کہا جاتا ہے اور بیع منابذہ، ملامسہ اور بیع حصاۃ (جو زمانہ جاہلیت میں مروج تھیں) کو اسی لیے ناجائز قرار دیا گیا۔

(۵) دھوکہ دہی، فریب اور چالبازی سے محفوظ رکھا گیا اگر اس طرح کا کوئی کام ہو جائے تو اس کی تلافی کی تدبیر بتلائی گئیں لہٰذا بیع کی جس صورت میں دھوکہ ہوتا ہے اس کو پسند نہیں کیا گیا جیسے تاجر سے یہ کہا گیا کہ سامان میں کوئی عیب ہو تو بتا دیا جائے اور تاجر نہیں بتایا تو گاہک کو اختیار ہوتا ہے کہ جب وہ عیب پر مطلع ہو تو وہ فوراً اسے تاجر کو واپس کر کے بیع کو کالعدم کر دے،، اسے 'خیار عیب' کہا جاتا ہے۔

اسی طرح گاہک خریدنے کے لیے بھاؤ تاؤ کر رہا ہو اور تاجر کا ایجنٹ اپنے آپ کو خریدار ظاہر کر کے اس کی قیمت بڑھا دے

اسے بھی شریعت نے ناجائز قرار دیا اس لیے کہ اس میں گاہک کو دھوکہ دینا ہے، جسے تناجش کہتے ہیں، اگر گاہک کو بعد میں معلوم ہو کہ قیمت میں دھوکہ ہوا ہے تو اسے اختیار ہے کہ چاہے تو اسے کالعدم کردے اور بھی بہت سی صورتیں ہیں کہ جس میں دھوکہ ہونے کی بنیاد پر غیر درست کہا گیا۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ النَّجْشِ (بخاری باب النجش ۱۹۹۸)

(۶) چونکہ کسی چیز کی خرید وفروخت کا ہونا اس کی اہمیت کو بتلاتا ہے اس لیے ایسی تمام چیزوں کی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا گیا جو چیزیں خود شریعت میں ناجائز ہوں جیسے شراب، تصاویر اور ذی روح مجسمے وغیرہ یا جو چیزیں ناجائز چیزوں کا ذریعہ بنتی ہوں جیسے فتنہ کے زمانہ میں اہل فتنہ سے اسلحہ فروخت کرنا۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ:۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتْ الْآيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ۔

(بخاری باب تحریم تجارۃ الخمر فی المسجد ۴۳۹)

(۷) خرید وفروخت کے معاملہ میں کوئی ایسی شرط نہ لگائی جائے جو بیع کے معاملہ کے خلاف ہے یعنی کسی چیز کو خریدنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خریدار اس شیٔ کا مالک ہو جائے اور اس کو جب چاہے جس طرح چاہے استعمال کرے اب اگر بیچنے والا بیچتے وقت یہ شرط لگا دے کہ میں اس کو ایک ماہ یا ایک سال استعمال کرونگا تو یہ شرط خلاف بیع ہے اس لیے یہ بیع فاسد ہوگی۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أن النبی صلی اللہ علیه وسلم نهی عن بیع وشرط. البیع باطل والشرط باطل (المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه عبد اللہ ۱۰/۶۶، ۲۰۱۲)

بیع کے ارکان وشرائط

بیع کے ارکان: بیع کے دو ارکان ہیں (۱) ایجاب (۲) قبول

خرید وفروخت میں جس کی طرف سے پہل کی جائے وہ ایجاب ہے اور اسے منظور کر لینے کو قبول کہتے ہیں۔

(وَأَمَّا) رُكْنُ الْبَيْعِ: فَهُوَ مُبَادَلَةُ شَيْءٍ مَرْغُوبٍ بِشَيْءٍ مَرْغُوبٍ. وَذَلِكَ قَدْ يَكُونُ بِالْقَوْلِ. وَقَدْ يَكُونُ بِالْفِعْلِ (أَمَّا) الْقَوْلُ فَهُوَ الْمُسَمَّى بِالْإِيجَابِ. وَالْقَبُولِ فِي عُرْفِ الْفُقَهَاءِ (بدائع الصنائع، کتاب البیوع ج ۷، ۴/۱۱)

بیع کے شرائط:

بیع کی شرطیں چار طرح کی ہیں، شرائط انعقاد، شرائط نفاذ، شرائط صحت اور شرائط لزوم

شرائط انعقاد

بیع کے منعقد ہونے کی بعض شرطیں تاجر اور خریدار سے متعلق ہوتی ہیں:

۱۔ وہ دونوں عاقل اور تمیز کرنے والے ہوں۔ لہٰذا نابالغ جس میں فہم وشعور پیدا ہو چکا ہو، نیز کم عقل شخص کی بیع بھی منعقد ہو جائے گی۔

وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ (بخاری باب الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ وَالسَّكْرَانِ ۳۱۵/۱۶) (قَوْلُهُ: وَشَرْطُهُ أَهْلِيَّةُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ) أَيْ بِكَوْنِهِمَا عَاقِلَيْنِ، وَلَا يُشْتَرَطُ الْبُلُوغُ وَالْحُرِّيَّةُ (رد المحتار، كِتَابُ الْبُيُوعِ ۱۹۹/۱۸)

۲۔ایجاب وقبول دوالگ الگ آدمیوں کی طرف سے ہو،ایک ہی شخص فریقین کی طرف سے وکیل بن کرایجاب وقبول دونوں کرلے،یہ درست نہ ہوگا،البتہ باپ،وصی،یا قاضی خوداپنا مال اپنے زیرولایت نابالغ سے فروخت کریں تو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اوران کی طرف سے ایجاب وقبول دونوں کی گنجائش ہے۔

۳۔دونوں ایک دوسرے کی طرف سے ہونے والےایجاب وقبول کوسن لیں۔

عَنْ جَابِرٍ... ثُمَّ قَالَ لِي بِعْنِي جَمَلَكَ هٰذَا قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوقِيَّةَ ذَهَبٍ فَهُوَ لَكَ بِهَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ (مسلم باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ ۲۹۹۸)

بعض شرطیں مبیع اوراس کے ثمن،یاان دونوں میں سے کسی ایک سے متعلق ہوتی ہیں۔

(۱)مبیع اورثمن دونوں مال ہوں۔ (۲)مبیع موجود ہو۔

(۳)بائع کی ملکیت میں ہو۔(۴)بائع مبیع کو کرنے پر قادر ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ (بخاری باب بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ۲۰۴۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ (مسلم باب تَحْرِيمِ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ ۲۷۸۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ زَادَ إِسْمَاعِيلُ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ (بخاری باب بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ ۱۹۹۲) وَأَمَّا شَرَائِطُ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ فَأَنْ يَكُونَ مَوْجُودًا مَالًا مُتَقَوِّمًا مَمْلُوكًا فِي نَفْسِهِ وَأَنْ يَكُونَ مِلْكَ الْبَائِعِ فِيمَا يَبِيعُهُ لِنَفْسِهِ وَأَنْ يَكُونَ مَقْدُورَ التَّسْلِيمِ فَلَمْ يَنْعَقِدْ بَيْعُ الْمَعْدُومِ وَمَا لَهُ خَطَرُ الْعَدَمِ كَنِتَاجِ النِّتَاجِ وَالْحَمْلِ وَاللَّبَنِ فِي الضَّرْعِ وَالثَّمَرِ وَالزَّرْعِ قَبْلَ الظُّهُورِ وَالْبَزْرِ فِي الْبِطِّيخِ وَالنَّوَى فِي التَّمْرِ وَاللَّحْمِ فِي الشَّاةِ الْحَيَّةِ وَالشَّحْمِ وَالْأَلْيَةِ فِيهَا وَأَكَارِعِهَا وَرَأْسِهَا وَالسَّجِيرِ فِي السِّمْسِمِ الخ (البحر الرائق، شَرْطُ الْعَقْدِ ۲۵/۱۱)

بعض شرطیں ایجاب وقبول سے متعلق ہیں

۱۔ایجاب وقبول میں مطابقت ہو،ایسا نہ ہو کہ خریدارالگ قیمت بتائے اورتاجرالگ،یااسی طرح دونوں کی بات میں یا مبیع کی مقدار میں فرق پایا جاتا ہو۔

عَنْ جَابِرٍ... ثُمَّ قَالَ لِي بِعْنِي جَمَلَكَ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوقِيَّةَ ذَهَبٍ فَهُوَ لَكَ بِهَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ (مسلم باب بيع البعير واستثناء ركوبه ۲۹۹۸) وَأَمَّا شَرْطُ الْعَقْدِ فَمُوَافَقَةُ الْقَبُولِ لِلْإِيجَابِ بِأَنْ يَقْبَلَ الْمُشْتَرِي مَا أَوْجَبَهُ الْبَائِعُ بِمَا أَوْجَبَهُ. فَإِنْ خَالَفَهُ بِأَنْ قَبِلَ غَيْرَ مَا أَوْجَبَهُ أَوْ بَعْضَ مَا أَوْجَبَهُ أَوْ بِغَيْرِ مَا أَوْجَبَهُ أَوْ بِبَعْضِ مَا أَوْجَبَهُ لَمْ يَنْعَقِدْ لِتَفَرُّقِ الصَّفْقَةِ (البحر الرائق. شَرْطُ الْعَقْدِ ۳۵/۱۵)

۲۔ ایجاب وقبول دونوں ایک ہی مجلس میں ہو۔

عَنْ جَابِرٍ.. ثُمَّ قَالَ لِي بِعْنِي جَمَلَكَ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوقِيَّةَ ذَهَبٍ فَهُوَ لَكَ بِهَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ (مسلم باب بيع البعير واستثناء ركوبه ۲۹۹۸) وَأَمَّا الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى مَكَانِ الْعَقْدِ فَوَاحِدٌ وَهُوَ اتِّحَادُ الْمَجْلِسِ بِأَنْ كَانَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ. فَإِنِ اخْتَلَفَ الْمَجْلِسُ لَا يَنْعَقِدُ (بدائع الصنائع (فَصْلٌ): فِي الشَّرْطِ الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى مَكَانِ الْعَقْدِ ۱۳/۱۱)

بیع کے نافذ وجاری ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں:

۱۔ بیچنے والا اس سامان کا مالک ہو، یا ولی اور نگران کی حیثیت سے اس کو وہ سامان فروخت کرنے کا حق حاصل ہو۔

عن أبي هريرة قال: "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر" (صحيح ابن حبان، ذكر الزجر عن بيع الحمل في البطن، والطير في الهواء والسمك في الماء قبل أن يصطاد ۴۹۵۱) عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَأْتِينِي الرَّجُلُ يَسْأَلُنِي مِنَ الْبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدِي أَبْتَاعُ لَهُ مِنَ السُّوقِ ثُمَّ أَبِيعُهُ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ (ترمذی باب ما جاء في كراهية بيع ما ليس عندك ۱۱۵۳) (وَمِنْهَا) أَنْ يَكُونَ مَمْلُوكًا لِأَنَّ الْبَيْعَ تَمْلِيكٌ فَلَا يَنْعَقِدُ فِيمَا لَيْسَ بِمَمْلُوكٍ كَمَنْ بَاعَ الْكَلَأَ فِي أَرْضٍ مَمْلُوكَةٍ. وَالْمَاءَ الَّذِي فِي نَهْرِهِ أَوْ فِي بِئْرِهِ؛ لِأَنَّ الْكَلَأَ وَإِنْ كَانَ فِي أَرْضٍ مَمْلُوكَةٍ فَهُوَ مُبَاحٌ. (بدائع الصنائع في الشرط الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ ۱۱۱/۱۱) فَأَمَّا مَا يَبِيعُهُ بِطَرِيقِ النِّيَابَةِ عَنْ غَيْرِهِ يُنْظَرُ إِنْ كَانَ الْبَائِعُ وَكِيلًا وَكَفِيلًا فَيَكُونُ الْمَبِيعُ مَمْلُوكًا لِلْبَائِعِ لَيْسَ بِشَرْطٍ (بدائع الصنائع في الشرط الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ ۱۱۶/۱۱)

۲۔ اس سامان سے تاجر کے سوا کسی اور کا حق متعلق نہ ہو، جیسے نابالغ وناسمجھ بچہ کی ہر چیز سے باپ کا حق بحیثیت ولی متعلق ہے تو جب تک باپ اجازت نہ دے وہ بیع موقوف رہے گی اجازت دیدے تو بیع نافذ ولازم ہوجائے گی۔

لَوْ بَاعَ الصَّبِيُّ الْعَاقِلُ مَالَ نَفْسِهِ، يَنْعَقِدُ عِنْدَنَا مَوْقُوفًا عَلَى إِجَازَةِ وَلِيِّهِ، وَعَلَى إِجَازَةِ نَفْسِهِ بَعْدَ الْبُلُوغِ (بدائع الصنائع، فصل في شرائط ركن البيع ۵۳/۱۱)

شرائط صحت

بیع کے درست ہونے کے لیے کچھ شرطیں عام نوعیت کی ہیں، جو ہر معاملہ خرید وفروخت کے لیے ضروری ہیں

۱۔ بیع ایک خاص مدت کے لیے نہ ہو بلکہ ہمیشہ کے لیے ہو۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع وشرط. البيع باطل والشرط باطل (المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه عبد الله ۶۶/۱۰،۴۵۱۲)

۲۔ مبیع اور ثمن اس طرح متعین اور معلوم ہوں کہ آئندہ اختلاف پیدا ہونے کا امکان نہ ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى الْأَسْلَمِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّامَ فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْبُرِّ وَالزَّيْتِ سِعْرًا مَعْلُومًا وَأَجَلًا مَعْلُومًا فَقِيلَ لَهُ مِمَّنْ لَهُ ذَلِكَ قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ (ابو داود، فی السلف، ۳۰۰۶)

(وَمِنْهَا) أَنْ يَكُونَ الْمَبِيعُ مَعْلُومًا وَثَمَنُهُ مَعْلُومًا عِلْمًا يَمْنَعُ مِنْ الْمُنَازَعَةِ. فَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مَجْهُولًا جَهَالَةً مُفْضِيَةً إِلَى الْمُنَازَعَةِ فَسَدَ الْبَيْعُ (بدائع الصنائع فَصْلٌ فِي شَرَائِطِ الصِّحَّةِ فِي الْبُيوعِ ۱۵۸/۱۱)

۳۔ ایسی بیع ہو جس سے کوئی فائدہ ہو، بے فائدہ بیع نہ ہو، مثلاً ایک روپیہ کے بدلہ ایک روپیہ فروخت کیا جائے، یہ درست نہیں، کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

لان الشئ اذا خلا عن فائدته لغا (اعلاء السنن حرمة بيع الخمر والميتة ۱۱/۱۴)

۴۔ کوئی شرط فاسد نہ لگائی جائے۔

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع وشرط، البيع باطل، والشرط باطل (المعجم الاوسط للطبرانی من اسمه عبد الله ۶۶/۱۰،۴۵۱۲)

شرط فاسد کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ ایسی شرط جس کا پایا جانا اور نہ پایا جانا، دونوں شبہ سے خالی نہ ہو۔

عن أبي هريرة قال: "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر"

(صحیح ابن حبان، ذکر الزجر عن بیع الحمل فی البطن، والطیر فی الهواء والسمک فی الماء قبل أن یصطاد ۴۹۵۱)

۲۔ ایسی شرط جو ممنوع اور شرعاً ناجائز ہو۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة: ۲)

۳۔ ایسی شرط نہ ہو جو تقاضائے عقد کے خلاف ہو اور اس سے تاجر یا خریدار یا خود اس مبیع کا نفع متعلق ہو جس کے اندر مطالبہ کی صلاحیت موجود ہے اور نہ اس کا لوگوں میں تعامل ہو۔

عن عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اشْتَرَى جَارِيَةً مِنِ امْرَأَتِهِ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ وَاشْتَرَطَتْ عَلَيْهِ

إنك إن بعتها فهي لي بالثمن الذي تبيعها به فاستفتى في ذلك عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقال له عمر: لا تقربها وفيها شرط لأحد(السنن الكبرى للبيهقي، باب الشرط الذي يفسد البيع ۱۱۱۳۵)

الاصل الجامع في فساد العقد بسبب شرط (لا يقتضيه العقد ولا يلائمه وفيه نفع لاحدهما أو) فيه نفع (لمبيع) هو (من أهل الاستحقاق) للنفع بأن يكون آدميا (الدر المختار باب البيع الفاسد ۲۰۴/۵)

۴۔ بیع کے رد کرنے کا ابدی اختیار یا تین دنوں سے زائد اختیار کی شرط لگا دی جائے۔

عن محمد بن يحيى بن حبان قال هو جدي منقذ بن عمرو وكان رجلا قد أصابته آمة في رأسه فكسرت لسانه وكان لا يدع على ذلك التجارة وكان لا يزال يغبن فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك له فقال له إذا أنت بايعت فقل لا خلابة ثم أنت في كل سلعة ابتعتها بالخيار ثلاث ليال فإن رضيت فأمسك وإن سخطت فارددها على صاحبها (ابن ماجه باب الحجر على من يفسد ماله ۲۳۳۶)

۵۔ مبیع وثمن کی موجودگی کے باوجود اس کی ادائیگی کے لیے مدت مقرر کر دی جائے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مطل الغني ظلم

(بخاری باب مطل الغنی ظلم ۲۲۲۵)

بیع کے درست ہونے کی کچھ شرطیں ایسی ہیں، جو خاص قسم کے معاملات کے لیے ضروری ہیں اور وہ اس طرح ہیں:

۱۔ قیمت اُدھار ہو تو ادائیگی کی مدت کا تعین۔

عن عبد الله بن أبي أوفى الأسلمي قال غزونا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الشام فكان يأتينا أنباط من أنباط الشام فنسلفهم في البر والزيت سعرا معلوما وأجلا معلوما فقيل له ممن له ذلك قال ما كنا نسألهم (ابو داود في السلف ۳۰۰۶)

۲۔ اموال ربویہ (سودی اموال) ہوں تو بدلین میں مماثلت اور یکسانیت ہو اور نقد معاملہ ہو۔

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فإذا اختلفت هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدا بيد (مسلم باب الصرف وبیع الذهب بالورق نقدا ۲۹۷۰)

۳۔ سونے چاندی اور سکوں کی باہم خرید و فروخت ہو (جس کو بیع صرف کہا جاتا ہے) تو ایک ہی مجلس میں فریقین کا بدلین پر قبضہ ہو۔

عن أبي المنهال قال سألت البراء بن عازب وزيد بن أرقم رضي الله عنهم عن الصرف فكل واحد منهما يقول هذا خير مني فكلاهما يقول نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الذهب بالورق دينا (بخاری باب بیع الورق بالذهب نسیئة ۲۰۳۲) عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ
بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا
بِيَدٍ (مسلم باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا ۲۹۷۰)

۴۔ مرابحہ، تولیہ اور وضیعہ میں پہلی قیمت سے واقف ہونا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (الانفال: ۲۷) عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ
مِنَّا (مسلم بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا ۱۴۶) أما المواضعة، فهي ضد
المرابحة. وهي بيع بمثل الثمن الأول مع نقصان شئ معلوم منه كما أن المرابحة بيع بمثل الثمن
الأول مع زيادة ربح معلوم. والعلم بالثمن الأول شرط صحة هذه البيعات كلها. فإن لم يكن معلوما،
فالبيع فاسد إلى أن يعلم في المجلس، فيختار إن شاء فيجوز، أو يترك فيبطل. (اعلاء السنن، التولية
والمرابحة وجوازها ۱۴/۲۲۶).

نوٹ: مرابحہ، تولیہ، اور وضیعہ ان تینوں کی تعریف آگے آرہی ہے۔

شرط لزوم

بیع کے لازم ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ فریقین میں سے کسی کو معاملہ خرید وفروخت کو رد کرنے کا اختیار باقی نہ رہے، اس سلسلہ میں چار خیار مشہور ہیں، خیار قبول، خیار شرط، خیار رویت، اور خیار عیب۔

وَأَمَّا شَرَائِطُ لُزُومِ الْبَيْعِ بَعْدَ انْعِقَادِهِ وَنَفَاذِهِ وَصِحَّتِهِ فَوَاحِدٌ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ خَالِيًا عَنْ خِيَارَاتٍ
أَرْبَعَةٍ خِيَارِ التَّعْيِينِ وَخِيَارِ الشَّرْطِ وَخِيَارِ الْعَيْبِ وَخِيَارِ الرُّؤْيَةِ فَلَا يَلْزَمُ مَعَ أَحَدِ هَذِهِ الْخِيَارَاتِ
وَهَذَا عِنْدَنَا (بدائع الصنائع فصل في شَرَائِطِ لُزُومِ الْبَيْعِ بَعْدَ انْعِقَادِهِ ۱۱/۳۶۶)

بیع کا حکم

بیع کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذریعہ تاجر کی ملکیت قیمت پر اور خریدار کی ملکیت سامان پر ثابت ہوتی ہے اور اس طرح ان دونوں کی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔

حكم العقد: هو الغرض والغاية منه. ففي عقد البيع: يكون الحكم هو ملكية المبيع للمشتري
وملكية الثمن للبائع. (الفقه الاسلامي وادلته حكم البيع ۵/۵۶)

بیع کی قسمیں

حکم کے اعتبار سے بیع کی دو قسمیں ہیں: (۱) جائز۔ (۲) ناجائز۔

بیع جائز کی تین صورتیں ہیں: (۱) نافذ لازم۔ (۲) نافذ غیر لازم۔ (۳) موقوف۔

(۱) نافذ لازم: وہ بیع جو اپنے اصل اور خارج (یعنی اس کے ارکان وشرائط کے اعتبار سے درست ہو) کے اعتبار سے درست ہو اور کسی کو کوئی اختیار باقی نہ ہو جیسے کوئی کتاب خرید ااور اس کی خامیوں اور خوبیوں سے واقف ہو کر پانچ روپیہ میں لینے پر راضی ہو گیا تو بیع مکمل صحیح ہو گئی۔

عَنْ جَابِرٍ ثُمَّ قَالَ لِي بِعْنِي جَمَلَكَ هٰذَا قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوقِيَّةَ ذَهَبٍ فَهُوَ لَكَ بِهَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ (مسلم باب بيع البعير واستثناء ركوبه ۲۹۹۹) عن حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا (بخاری باب إذا بين البيعان الخ ۱۹۳۴)۔ وَأَمَّا شَرَائِطُ لُزُومِ الْبَيْعِ بَعْدَ انْعِقَادِهِ وَنَفَاذِهِ وَصِحَّتِهِ فَوَاحِدٌ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ خَالِيًا عَنْ خِيَارَاتٍ أَرْبَعَةٍ خِيَارِ التَّعْيِينِ وَخِيَارِ الشَّرْطِ وَخِيَارِ الْعَيْبِ وَخِيَارِ الرُّؤْيَةِ فَلَا يَلْزَمُ مَعَ أَحَدِ هٰذِهِ الْخِيَارَاتِ وَهٰذَا عِنْدَنَا

(بدائع الصنائع فصل في شرائط لزوم البيع بعد انعقاده ۱۱/۲۶۶)

(۲) نافذ غیر لازم: وہ بیع ہے جو اپنے اصل اور خارج کے اعتبار سے درست ہو البتہ دونوں میں سے کسی کا اختیار باقی ہو، جیسے کسی نے بغیر دیکھے کوئی چیز خرید لیا مگر دیکھنے تک غور وفکر کا خواہشمند ہے تو یہ بیع اپنے اصل کے اعتبار سے صحیح نافذ ہو گئی مگر اختیار باقی ہے اس لیے غیر لازم ہوئی۔

عن مكحول، يرفع الحديث: من اشترى شيئا لم يره فهو بالخيار إذا رآه إن شاء أخذه وإن شاء تركه (السنن الكبرى للبيهقي باب بيع خيار الرؤية ۵/۲۶۸) (وَأَمَّا) صِفَتُهُ فَهِيَ أَنَّ شِرَاءَ مَا لَمْ يَرَهُ الْمُشْتَرِي غَيْرُ لَازِمٍ لِأَنَّ عَدَمَ الرُّؤْيَةِ يَمْنَعُ تَمَامَ الصَّفْقَةِ (بدائع الصنائع خيار الرؤية ۱۲/۲۰۶)

(۳) بیع موقوف: وہ بیع ہے جس میں مبیع (جس چیز کو بیچا جا رہا ہے اس) سے کسی اور کا حق متعلق ہو جیسے کوئی نابالغ وناسمجھ بچہ کوئی چیز بیچ دیا تو بحیثیت ولی باپ کا حق اس سے متعلق ہے تو جب تک باپ اجازت نہ دے وہ بیع موقوف رہے گی اجازت دیدے تو بیع نافذ ولازم ہو جائے گی۔

فَأَمَّا الْبُلُوغُ فَلَيْسَ بِشَرْطٍ لِانْعِقَادِ الْبَيْعِ عِنْدَنَا. حَتَّى لَوْ بَاعَ الصَّبِيُّ الْعَاقِلُ مَالَ نَفْسِهِ؛ يَنْعَقِدُ عِنْدَنَا مَوْقُوفًا عَلَى إِجَازَةِ وَلِيِّهِ، وَعَلَى إِجَازَةِ نَفْسِهِ بَعْدَ الْبُلُوغِ (بدائع الصنائع فصل في شرائط ركن البيع ۱۱/۵۳)

بیع ناجائز کی تین صورتیں ہیں: (۱) بیع فاسد (۲) بیع باطل۔ (۳) بیع مکروہ۔

(۱) بیع باطل: وہ بیع ہے جس کی ذات اور اصل ہی میں خرابی ہو جیسے کوئی مسلمان خنزیر کی بیع کرے تو شریعت میں چونکہ خنزیر مال ہی نہیں ہے اس لیے بیع کی اصل اور بنیاد ہی صحیح نہیں ہوئی۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ

وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ (بخاری باب بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ ۲۰۸۲)

والبيع الباطل: هو ما اختل ركنه أو محله، أو هو ما لا يكون مشروعاً بأصله ولا بوصفه، أي أن يكون العاقد ليس أهلاً للعقد، أو أن يكون محل العقد ليس قابلاً له

(الفقه الاسلامي وادلته أنواع البيوع عند الحنفية ۸۰/۵)

(۲) بیع فاسد: وہ بیع ہے جس کی ذات اور اصل میں کوئی خرابی نہ ہو لیکن کسی دوسری وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو جیسے عاقدین میں سے کوئی ایسی شرط لگادے جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع وشرط، البيع باطل، والشرط باطل (المعجم الاوسط للطبراني من اسمه عبد الله ۲۰۱۲،۶۶/۱۰) والبيع الفاسد: هو ما كان مشروعاً بأصله دون وصفه، أي أن يصدر من أهل له في محل قابل للبيع، ولكن عرض له أمر أو وصف غير مشروع (الفقه الاسلامي وادلته أنواع البيوع عند الحنفية ۸۰/۵)

(۳) بیع مکروہ: وہ بیع ہے جو اپنی اصل اور ذات کے لحاظ سے صحیح ہو لیکن کسی خارجی سبب کی وجہ سے ناپسندیدہ ہو، جیسے مسجد میں بیع کرنا یا اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرنا۔

الجمعة ما بين الأذان الأول إلى الإقامة إلى انصراف الإمام، لأن الله يقول: {يا أيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر} إلى {وذروا البيع} (الدر المنثور، الجمعة: ۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُولُوا لَا أَرْبَحَ اللَّهُ تِجَارَتَكَ وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً فَقُولُوا لَا رَدَّ اللَّهُ عَلَيْكَ

(ترمذی باب النَّهْيِ عَنِ الْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ ۱۳۲۲)

باعتبار قیمت بیع کی قسمیں

ثمن اور قیمت کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں: وضیعہ، تولیہ، مرابحہ اور مساومہ۔

وضیعہ سے مراد یہ ہے کہ تاجر اپنی خرید سے کم قیمت میں کوئی چیز بیچ دے، مثلاً دس روپے میں خریدے اور پانچ روپے میں فروخت کردے۔

الوضيعة هي بيع بنقيصة عن الثمن الأول (التعريفات ۱/۸۴)

تولیہ یہ ہے کہ جس قیمت میں کوئی چیز خریدی جائے اسی میں بیچ دی جائے۔

مرابحہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ جس میں اپنی قیمت خرید پر نفع لے کر فروخت کیا جائے، مثلاً ایک چیز دس روپے میں لے اور پندرہ روپے میں فروخت کردے۔

عَنْ أَبِي بَحْرٍ عَنْ شَيْخٍ لَهُمْ قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِزَارًا غَلِيظًا قَالَ اشْتَرَيْتُ بِخَمْسَةِ

دَرَاهِمَ فَمَنْ أَرْبَحَنِي فِيهِ دِرْهَمًا بِعْتُهُ إِيَّاهُ۔ (السنن الکبری للبیہقی باب المرابحۃ ۱۱۱۰۸)

اور مساومہ یہ ہے کہ پہلی قیمت کو ملحوظ رکھے بغیر خرید وفروخت کا معاملہ کرے، چاہے نفع کے ساتھ ہو، یا نقصان کے ساتھ، یا برابر کا معاملہ ہو، اس طرح بیع مساومہ میں پہلی قیمت کا کوئی ذکر ہی نہ ہوگا، اور بقیہ تینوں صورتوں میں معاملہ کے وقت پہلی قیمت کا حوالہ دیا جائے گا کہ میں پہلی قیمت پر اس قدر نفع نقصان کے ساتھ، یا بعینہ اسی قیمت پر فروخت کررہا ہوں۔

الْمُسَاوَمَةُ وَهِيَ الْبَيْعُ بِأَيِّ ثَمَنٍ كَانَ مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ إِلَى الثَّمَنِ الْأَوَّلِ وَهِيَ الْمُعْتَادَةُ

(ردالمحتار باب المرابحۃ والتولیۃ ۱۹/۴۸۵)

باعتبار مبیع بیع کی قسمیں

مبیع کے لحاظ سے بیع کی چار قسمیں ہیں: (۱) مقائضہ، (۲) صرف، (۳) سلم، اور (۴) بیع مطلق۔

(۱) بیع مقائضہ: یہ ہے کہ خریدار اور تاجر ہر دو کی طرف سے قیمت اور مبیع کے طور پر سامان ہی ہو، سونا، چاندی، (جسے شریعت قیمت اور ثمن تصور کرتی ہے) یا رقم نہ ہو، مثلاً گیہوں کی بیع چاول کے بدلہ، بیع مقائضہ میں اصول یہ ہے کہ عربی زبان میں جس لفظ پر ب داخل ہوگی وہ ثمن سمجھی جائے گی، مثلاً بعت القلم بالثوب میں نے قلم کپڑے کے بدلہ فروخت کیا، یہاں ب چونکہ ثوب پر داخل ہے، اس لیے ثوب (کپڑا) ثمن قرار پائے گا۔

(۲) بیع صرف: یہ ہے کہ ثمن کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، مثلاً چاندی چاندی کے بدلہ، سونا سونے کے بدلے، یا روپے کا نوٹ اور سکہ اسی کے بدلہ، بیع صرف میں ضروری ہے کہ طرفین کی جانب سے ثمن اور مبیع کی حوالگی مجلس میں ہی ہوجائے کسی کی طرف سے اُدھار نہ ہو اور اگر طرفین سے ایک ہی جنس ہو تو مقدار برابر ہو۔

(۳) بیع مطلق: یہ ہے کہ سامان کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، جیسا کہ عام طور پر ہوا کرتا ہے، مثلاً کتاب روپیوں کے بدلہ، یہاں کتاب مبیع ہے اور روپیہ ثمن۔

(۴) بیع سلم: بیع میں اصل تو یہ ہے کہ خریدار اور تاجر دونوں مبیع وثمن نقد ادا کردیں اور کسی طرف سے بھی اُدھار نہ ہو، مگر انسانی ضروریات کے پیش نظر شریعت نے اس کی گنجائش بھی رکھی ہے کہ کسی طرف سے اُدھار کا معاملہ ہو، چنانچہ اگر ثمن نقد ادا ہو اور مبیع کی بعد میں حوالگی کا وعدہ ہو تو یہ بیع سلم ہے اور اگر مبیع نقد ہو اور ثمن ادھار تو یہ بیع مؤجل یا بیع الی اجل ہے۔

وَبِالنَّظَرِ إِلَى الْمَبِيعِ أَرْبَعَةٌ مُقَايَضَةٌ وَهِيَ بَيْعُ الْعَيْنِ بِالْعَيْنِ وَبَيْعُ الدَّيْنِ بِالدَّيْنِ وَهُوَ الصَّرْفُ وَبَيْعُ الدَّيْنِ بِالْعَيْنِ وَهُوَ السَّلَمُ وَعَكْسُهُ وَهُوَ بَيْعُ الْعَيْنِ بِالدَّيْنِ كَأَكْثَرِ الْبِيَاعَاتِ (البحر الرائق انواع البیع ۱۵/۴۸)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ

(مسلم باب الصرف وبیع الذھب بالورق نقدا ۲۹۷۰)

بیع کے متفرق مسائل

مسئلہ: درخت پر لگے ہوئے پھل کے سلسلہ میں ضابطہ یہی ہے کہ جب تک پھل قابل استعمال نہ ہو جائیں اس وقت تک اس کی بیع درست نہیں اس لیے ہمارے یہاں جو پھل کے قابل استعمال ہونے سے پہلے پھل کے بیچنے کا جو رواج ہے وہ درست نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ (بخاری باب بیع الثمار قبل أن یبدو صلاحها ۲۰۴۴)

مسئلہ: خرید وفروخت کے سلسلہ میں ایک حکم یہ بھی ہے کہ خریدار جس چیز کو خریدے تو جب تک اس پر قبضہ نہ کرلے دوسرے کو فروخت نہ کرے اور قبضہ کا مطلب یہ ہے کہ مالک اور اس شئ کے درمیان کوئی چیز مانع تصرف نہ بنے اور جس شئ میں قبضہ کا جو طریقہ عرف میں رائج ہو وہی قبضہ کی صورت معتبر ہوگی۔

عن ابن عباس رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ (بخاری باب بیع الطعام قبل أن یقبض وبیع ما لیس عندك ۱۹۹۱) في الخانية حيث قال أجمعوا على أن التخلية في البيع الجائز تكون قبضا (المبسوط للسرخسي الجزء الثالث والعشرون ۵۶۳/۲)

اجارہ (کرایہ پر دینے) کا بیان

اجارہ کی تعریف

اجارہ کے لغوی معنی: کرایہ پر دینا۔

اجارہ کی اصطلاحی معنی: ہر اس معاملہ کو کہتے ہیں کہ جس میں مال (پیسے وغیرہ) کے بدلے کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کا مالک بنایا گیا ہو، مثلاً ایک آدمی کا مکان ہو جس میں وہ کسی آدمی کو رہنے کی اجازت دی ہو اور اس میں رہنے والا اس کا کرایہ ادا کرتا ہو تو یہ اجارہ ہے۔

الإجارة: عبارة عن العقد على المنافع بعوض هو مالٌ (التعريفات: ۱/۱)

اجارہ کے شرائط

(۱) اجارہ کرنے والا عقل مند ہو، بالغ ہو یا کم از کم معاملات کو سمجھنے والا ہو، اور شئ کا مالک ہو۔

وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ (بخاری باب الطلاق في الإغلاق والكره والسكران ۲۱۵/۱۶) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ: «لَأَلْقَيَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ أُعْطِيَ أَحَدًا مِنْ مَالِ أَحَدٍ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسِهِ إِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاضٍ» (السنن الكبرى للبيهقي باب ما جاء في بيع المضطر وبيع المكره:

(۱۱۰۰) بیع؛ اجارہ اور اعارہ وغیرہ تصرفات ہیں اور کسی چیز میں تصرف کرنے کا حق صرف اس کے مالک کو ہے اور کسی کو نہیں؛ جیسا کہ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اس لیے فقہاء کرام نے اجارہ میں بھی مالک ہونے یا مالک کی اجازت پر اجارہ کے صحیح ہونے کی شرط لگائی ہے۔ وَمِنْهَا الْمِلْكُ وَالْوِلَايَةُ فَلَا تَنْفُذُ إِجَارَةُ الْفُضُولِيِّ لِعَدَمِ الْمِلْكِ، وَالْوِلَايَةِ لَكِنَّهُ يَنْعَقِدُ مَوْقُوفًا عَلَى إِجَازَةِ الْمَالِكِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ كَالْبَيْعِ.

(بدائع الصنائع فصل فی انواع شرائط رکن الاجارۃ: ۳۱۹/۹).

(۲) نیز اجارہ کے صحیح ہونے کے لیے شئی سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ اور کرایہ پر لینے والے کی طرف سے معاوضہ کی مکمل تعیین ہو، جیسے کسی نے کہا میرا یہ سامان فلاں جگہ تک پہنچا دو تو پچاس روپیہ دوں گا اس نے کہا ٹھیک ہے۔

عن أبي سعيد الخدري، وعن أبي هريرة. قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من استأجر أجيرا فليعلمه أجرته (مسند ابی حنیفة من استأجر أجيرا فليعلمه أجرته ۱۱۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ، قَالَا: مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَلْيُعْلِمْهُ أَجْرَهُ. وعَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ عُثْمَانُ: مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَلْيُبَيِّنْ لَهُ أَجْرَهُ.

(مصنف ابن ابی شیبة من كره أن يستعمل الأجير حتى يبين له أجره ۳۰۲/۶)

(۳) دونوں فریق کی رضا مندی اور شئی کی منفعت کا حاصل ہونا ممکن ہو یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں جنگل سے فلاں جانور لا کر تمہیں کرایہ پر دوں گا تو یہ درست نہیں ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (النساء: ۲۹) وَالْإِجَارَةُ تِجَارَةٌ، لِأَنَّ التِّجَارَةَ تَبَادُلُ الْمَالِ بِالْمَالِ وَالْإِجَارَةُ كَذَلِكَ (بدائع الصنائع فصل فی انواع شرائط رکن الاجارۃ ۳۲۹/۹) مِنْهَا: أَنْ يَكُونَ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ وَهُوَ الْمَنْفَعَةُ مَعْلُومًا عِلْمًا يَمْنَعُ مِنَ الْمُنَازَعَةِ، فَإِنْ كَانَ مَجْهُولًا يُنْظَرُ إِنْ كَانَتْ تِلْكَ الْجَهَالَةُ مُفْضِيَةً إِلَى الْمُنَازَعَةِ تَمْنَعُ صِحَّةَ الْعَقْدِ

(بدائع الصنائع فصل فی انواع شرائط رکن الاجارۃ ۳۳۰/۹)

اجارہ کے احکام

(۱) کسی چیز کی ایسی منفعت پر اجارہ درست نہیں جو شرعاً ناجائز و حرام ہو مثلاً گانا بجانا وغیرہ۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ: ۲)

(۲) دینی کاموں پر اجرت لینا جو بحیثیت مسلمان ہونے کے انجام دیئے جاتے ہوں ایسے کام کی اصل اجرت اور اصل نفع تو اجر و ثواب ہے اور اس سے غفلت اور کوتاہی کی سزا آخرت کی سزا ہے، اس لیے حقیقت میں ان کاموں سے دنیا میں کسی قسم کی اجرت نہ لینا چاہیے ورنہ یہ عبادات اور دینی کام بھی دنیوی تجارت بن جائیں گے لیکن اگر مطلقاً اس کے اجرت لینے سے منع کر دیا جائے اور اسے ناجائز کہا جائے تو پھر جو علماء وغیرہ ہیں وہ اپنی دینی مشغولیات چھوڑ کر ذریعۂ معاش تلاش کر کے اپنی ضروریات کی تکمیل میں لگ جائیں گے پھر جب یہ صورت حال ہوگی تو دین کا بہت بڑا خسارہ ہو جائے گا اور دینی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو جائے

گا، مساجد میں جماعت کی پابندی اور موذنین کا ملنا دشوار ہو جائے گا، اس وجہ سے اس سلسلہ میں نصوص بھی دو طرح کے ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی کاموں پر اجرت لینا درست ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سب سے زیادہ تم جس چیز پر اجرت لینے کے حقدار ہو وہ کتاب اللہ ہے۔ (بخاری باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم ۵۲۹۶)

اور بعض سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس طرح کے کاموں پر اجرت لینا جائز نہیں ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقعہ پر فرمایا: قرآن پڑھو مگر اس کے ذریعہ نہ کھاؤ۔ (مسند احمد زیادۃ فی حدیث عبد الرحمن بن شبل رضی اللہ تعالی عنہ ۱۴۹۸۱)

نصوص کے مختلف ہونے کی بنیاد پر فقہائے کرام کی رائے بھی اس سلسلہ میں الگ الگ تھی بعض فقہاء نے جائز قرار دیا اور بعض نے ناجائز، حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا درست نہ تھا، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ وغیرہ جائز قرار دیتے تھے درحقیقت امام اعظمؒ کے زمانے میں علماء اور فقہاء وغیرہ کو اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے بیت المال کی جانب سے وظائف، جاگیریں اور بڑی بڑی امداد ملا کرتی تھی بعد میں بادشاہ وامراء کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور خدا کا خوف وغیرہ جاتا رہا تو یہ سلسلہ ختم ہو گیا پھر علماء کے لیے اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے واسطے کوئی سہارا باقی نہ رہا، اس کے بعد فقہاء کرام نے ان کاموں پر اجرت کے جواز کا فتوی دینے لگے اور امامت، اذان اور ہر قسم کی دینی تعلیم کے لیے اجرت لینا ضرورۃ درست اور جائز قرار دیا گیا۔

ولا الاستئجار على الأذان والحج وكذا الإمامة وتعليم القرآن والفقه والأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليه عندنا وعند الشافعي رحمه الله يصح في كل ما لا يتعين على الأجير لأنه استئجار على عمل علوم غير متعين عليه فيجوز ولنا قوله عليه الصلاة والسلام اقرأوا القرآن ولا تأكلوا به وفي آخر ما عهد رسول الله عليه الصلاة والسلام إلى عثمان بن أبي العاص وإن اتخذت مؤذنا فلا تأخذ على الأذان أجرا ولأن القربة متى حصلت وقعت عن العامل ولهذا تعتبر أهليته فلا يجوز له أخذ الأجر من غيره كما في الصوم والصلاة ولأن التعليم مما لا يقدر المعلم عليه إلا بمعنى من قبل المتعلم فيكون ملتزما ما لا يقدر على تسليمه فلا يصح وبعض مشايخنا استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لأنه ظهر التواني في الأمور الدينية ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى (الهداية كتاب الإجارات ۲۰/۲)

(۳) ایصال ثواب پر اجرت لینا درست نہیں، اس لیے کہ یہ نماز اور تعلیم قرآن وغیرہ کی طرح کوئی ضرورت نہیں ہے؛ لہٰذا اگر کوئی اس کی اجرت لے لے تو اس کا کوئی اجر وثواب باقی نہیں رہتا، جب خود پڑھنے والا اس کے اجر وثواب کا مستحق نہیں پھر وہ دوسرے زندے یا مردے کو ثواب کیا پہنچائیگا۔

عن عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِبْلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَغْلُوا فِيهِ وَلَا تَجْفُوا عَنْهُ وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ وَلَا تَسْتَكْثِرُوا بِهِ (مسند احمد زِيَادَةٌ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِبْلٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

مثله(۱۴۰۸)وَقَالَ الْعَيْنِيُّ فِي شَرْحِ الْهِدَايَةِ: وَيُمْنَعُ الْقَارِيُ لِلدُّنْيَا. وَالْآخِذُ وَالْمُعْطِي آثِمَانِ. فَالْحَاصِلُ أَنَّ مَا شَاعَ فِي زَمَانِنَا مِنْ قِرَاءَةِ الْأَجْزَاءِ بِالْأُجْرَةِ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّ فِيهِ الْأَمْرَ بِالْقِرَاءَةِ وَإِعْطَاءَ الثَّوَابِ لِلْآمِرِ وَالْقِرَاءَةَ لِأَجْلِ الْمَالِ، فَإِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْقَارِيءِ ثَوَابٌ لِعَدَمِ النِّيَّةِ الصَّحِيحَةِ فَأَيْنَ يَصِلُ الثَّوَابُ إِلَى الْمُسْتَأْجِرِ وَلَوْلَا الْأُجْرَةُ مَا قَرَأَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ فِي هَذَا الزَّمَانِ بَلْ جَعَلُوا الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ مَكْسَبًا وَوَسِيلَةً إِلَى جَمْعِ الدُّنْيَا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ(۲۹۳/۲۴)

ضمان (جرمانے) کا بیان

ضمان کی تعریف

ضمان کے لغوی معنی: کفالت، اور تاوان ہے۔

ضمان کے اصطلاحی تعریف: کسی کا مال یا منفعت ضائع کردینے، جزئی یا کلی جسمانی نقصان پہنچادینے کا معاوضہ (بدلہ) ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرنا۔

ضمان کے احکام

(۱) کسی معاملے کے وقت صراحۃ کوئی بات طے پائی ہو یا عرف عادت میں صاحب معاملہ جس چیز کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہو اس میں کمی کردے تو وہ اس کا ضامن ہوگا جیسے کوئی مکان کرایہ پر لیا گیا لیتے وقت مکان کے اندر کی ہر چیز صحیح وسالم تھی جب مکان خالی کیا جانے لگا تو مکان کی کسی چیز میں نقص آگیا تو کرایہ دار اس نقص کے ختم کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ (البقرة: ۱۹۴) عن علی قال: من أجر أجيرا فهو ضامن (مصنف ابن ابی شیبة فی الاجیر یضمن أم لا ؟ ۱۲۷/۶) وقد قال ابن مسعود: ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن (موطا محمد ۸۰/۲) العادة محكمة (الاشباه والنظائر: ۱۱۵/۱)

(۲) ناجائز طریقے سے کسی شئی پر قبضہ کیے ہوئے تھا اس دوران وہ چیز ہلاک ہوگئی یا کسی قسم کا اس میں نقص آگیا تو خواہ وہ اس کی زیادتی کی وجہ سے ضائع ہوئی ہو یا اس کے بغیر ہی، دونوں صورتوں میں وہ اس کا ضامن ہوگا ہاں البتہ اگر قبضہ جائز تھا تو پھر قابض اس صورت میں ضامن ہوگا جبکہ اس میں زیادتی کیا ہو جیسے کسی کے پاس کوئی چیز امانت رکھی گئی اس نے اس کو جان بوجھ کر کہیں غرق کر دیا یا اس کی حفاظت میں کوتاہی کی تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ (البقرة: ۱۹۴) عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَهْدَتْ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فِي قَصْعَةٍ فَضَرَبَتْ عَائِشَةُ الْقَصْعَةَ بِيَدِهَا فَأَلْقَتْ مَا فِيهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ بِطَعَامٍ وَإِنَاءٌ بِإِنَاءٍ

(ترمذي باب ما جاء فيمن يكسر له الشيء ما يحكم له من مال الكاسر ۱۲۷۹)

(۳) ضمان واجب ہونے کے سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ جو چیز واجب الادا ہے وہ بعینہٖ موجود ہے تو خود اس شی کا لوٹانا واجب ہے البتہ اگر اس میں کوئی بڑا نقص پیدا ہو گیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو اس شیٔ کے بجائے اس کی قیمت وصول کر لے۔

اور اگر وہ شیٔ ضائع ہو گئی اور وہ مثلی شیٔ (یعنی جس چیز کا مثل موجود ہو جیسے گھڑی، موٹر سیکل وغیرہ) تھی تو اس کا مثل واجب ہوگا اور اگر وہ مثلی شیٔ نہ ہو یا اس جیسی چیز حاصل نہ ہوتی ہو تو پھر اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

إذا تعذر الأصل يصار إلى البدل (تلقيح الافهام العلية شرح القواعد الفقهية لوليد السعيدان: ۱/۱۶)

ودیعت (امانت) کا بیان

ودیعت کی تعریف

ودیعت کے لغوی معنی: امانت ہے۔

ودیعت کی اصطلاحی معنی: وہ امانت جو کسی کے پاس حفاظت کے لیے رکھی گئی ہو۔

هى أمانة تركت عند الغير للحفظ قصداً. (التعريفات: ۱/۸۳)

ودیعت کے ارکان

ودیعت کے ارکان دو ہیں: (۱) ایجاب، (۲) قبول۔

اس معاملے کے طئے ہونے کے لیے ایک کی طرف سے پیش کش اور دوسرے کی طرف سے قبولیت کا اظہار ہو، مثلاً ایک شخص کہے کہ یہ سامان میں آپ کے پاس بطور امانت رکھتا ہوں اور دوسرا کہے: ٹھیک ہے، میں اس کو بطور امانت قبول کرتا ہوں اور یہ زبان سے کہنے کے بجائے اگر قرائن (حالات واشارات وغیرہ) سے بھی دونوں اظہار کر دیں تو کافی ہے مثلاً ایک شخص سامان لاکر دیدے اور دوسرا بغیر کچھ کہے رکھ لے، یا ایک شخص یہ کہے: یہ سامان آپ اپنے پاس بطور امانت رکھ لیں اور دوسرا کچھ کہے بغیر اسے رکھ لے تو اس کی یہ خاموشی رضامندی تصور کی جائے گی۔

(أَمَّا) رُكْنُهُ: فَهُوَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ، وَهُوَ: أَنْ يَقُولَ لِغَيْرِهِ: أَوْدَعْتُكَ هَذَا الشَّيْءَ، أَوْ احْفَظْ هَذَا الشَّيْءَ لِي، أَوْ خُذْ هَذَا الشَّيْءَ وَدِيعَةً عِنْدَكَ، وَمَا يَجْرِي مَجْرَاهُ، وَيَقْبَلُهُ الْآخَرُ، فَإِذَا وُجِدَ ذَلِكَ: فَقَدْ تَمَّ عَقْدُ الْوَدِيعَةِ (بدائع الصنائع رُكْنُ الْوَدِيعَةِ ۱۴/۹۷)

ودیعت کے شرائط

اس معاملہ کے صحیح ہونے کے شرائط

(۱) صاحب مال مجنون اور بے عقل بچہ نہ ہو۔

وَقَالَ عَلِيٌّ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنْ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ وَعَنْ الصَّبِيِّ حَتَّى يُدْرِكَ وَعَنْ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ (بخاری باب الطَّلَاقِ فِي الْإِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ ۱۶/۲۱۵) وَأَمَّا شَرَائِطُ الرُّكْنِ فَأَنْوَاعٌ: (مِنْهَا) عَقْلُ الْمُودِعِ، فَلَا يَصِحُّ الْإِيدَاعُ مِنْ الْمَجْنُونِ، وَالصَّبِيِّ، الَّذِي لَا يَعْقِلُ؛ لِأَنَّ الْعَقْلَ شَرْطُ أَهْلِيَّةِ

التَّصَرُّفَاتِ الشَّرْعِيَّةِ (وَأَمَّا) بُلُوغُهُ: فَلَيْسَ بِشَرْطٍ عِنْدَنَا. حَتَّى يَصِحَّ الْإِيدَاعُ مِنَ الصَّبِيِّ الْمَأْذُونِ، لِأَنَّ ذَلِكَ مِمَّا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ التَّاجِرُ؛ فَكَانَ مِنْ تَوَابِعِ التِّجَارَةِ. فَيَمْلِكُهُ الصَّبِيُّ الْمَأْذُونُ، كَمَا يَمْلِكُ التِّجَارَةَ

(بدائع الصنائع رُكْنُ الْوَدِيعَةِ ۹۸/۱۴)

(۲) مال قبضہ میں ہو ایسا نہ ہو کہ اس پر قبضہ دشوار ہو جیسے فضا میں اڑتا ہوا پرندہ، سمندر میں غرق شدہ سامان وغیرہ، اس طرح کے مال میں ودیعت کا کوئی اعتبار نہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ وَبَيْعِ الْحَصَاةِ (ترمذی باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ الْغَرَرِ ۱۱۵۱)، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَأْتِينِي الرَّجُلُ يَسْأَلُنِي مِنَ الْبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدِي أَبْتَاعُ لَهُ مِنَ السُّوقِ ثُمَّ أَبِيعُهُ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ. (ترمذی باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ بَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ ۱۱۵۳)

بیع، اجارہ، اعارہ اور ودیعت وغیرہ سب تصرفات ہیں، کسی چیز میں تصرف کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے قبضہ میں ہو؛ ورنہ تو وہ دھوکہ ہے؛ اس لیے مذکورہ احادیث میں تصرف کی ایک قسم بیع کے سلسلے میں دھوکہ کی بیع؛ اسی طرح غیر مقبوض شئ وغیرہ کی بیع سے منع کیا گیا؛ اسی پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء کرام نے تصرف کی اور قسموں میں بھی مقبوض ہونے کی شرط لگائی ہے۔

(وشرطها كون المال قابلا لاثبات اليد عليه) فلو أودع الآبق أو الطير في الهواء لم يضمن (الدرالمختار كتاب الايداع ۲۲۸/۵)۔

ودیعت کا حکم

اس کا حکم یہ ہے کہ جس نے اپنے پاس امانت رکھا وہ اس کی حفاظت کرے یہ مال اس کے پاس امانت ہے، وہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی اور کو بطور عاریت، رہن، کرایہ اور امانت نہیں دے سکتا اور جب بھی مالک اس کی واپسی کا مطالبہ کرے اسے واپس کردینا پڑے گا۔

مسئلہ: اگر امانت رکھنے والے کی زیادتی، غفلت اور کوتاہی کے بغیر ہی سامان ضائع ہو جائے تو وہ اس کا ضامن اور ذمہ دار نہ ہوگا۔ اور اگر اس کے ضائع ہوجانے یا اس میں نقص پیدا ہونے میں اس کی زیادتی اور غفلت کا دخل تھا تو پھر وہ اس کا ضامن ہوگا۔

وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ (ابوداود باب فِي الصُّلْحِ ۳۱۲۰) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُودِعَ وَدِيعَةً فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ (ابن ماجه باب الْوَدِيعَةِ ۲۳۹۲) وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا (الشوری: ۴۰) فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ (البقرة: ۱۹۴)

بَابٌ فِي التِّجَارَةِ يُخَالِطُهَا الْحَلِفُ وَاللَّغْوُ

باب: وہ تجارت جس میں قسم اور لغو (بات) مل جائے

3326- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ، قَالَ: كُنَّا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُسَمَّى السَّمَاسِرَةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ، إِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلِفُ، فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ.

❁❁ حضرت قیس بن ابوغرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہمیں ایجنٹ کہا جاتا تھا، (ایک مرتبہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے اور آپ نے ہمیں وہ نام دیا جو اس سے بہتر تھا، آپ نے فرمایا: اے تاجروں کے گروہ! خرید و فروخت میں لغو باتیں اور (غیر ضروری) قسمیں بھی شامل ہو جاتی ہیں، تو تم اس میں صدقہ ملا لیا کرو۔

مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنے کا بیان

حضرت نعمان ابن بشیر راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک و محفوظ کر لیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہیگا اور نہ کوئی اس پر طعن و تشنیع کرے گا اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزوں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے یعنی جب وہ ایمان و عرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے تو اعمال خیر اور حسن اخلاق و احوال کی وجہ سے پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے یاد رکھو گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 5)

حلال ظاہر ہے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں تو وہ ہیں جن کا حلال ہونا سب کو معلوم ہے نیک کلام اچھی باتیں وہ مباح چیزیں ہیں جن کو کرنا یا جن کی طرف دیکھنا درست ہے شادی بیاہ کرنا اور چلنا پھرنا وغیرہ وغیرہ اسی طرح حرام ظاہر ہے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا حرام ہونا نص کے ذریعہ بالکل واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے جیسے شراب خنزیر مردار جانور، جاری خون زنا سود جھوٹ غیبت چغل خوری امرد اور اجنبی عورت کی طرف بہ نظر بد دیکھنا وغیرہ وغیرہ ایسے ہی کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی حرمت یا

3326- اسنادہ صحیح. ابو وائل: ھو شقیق بن سلمۃ، والاعمش: ھو سلیمان بن مھران، وابو معاویۃ: ھو محمد بن حازم الضریر، ومسدد: ھو ابن مسرھد. واخرجہ ابن ماجہ (2145)، والترمذی (1250) من طریق ابی معاویۃ، بھذا الاسناد، وقال الترمذی: ھذا حدیث حسن صحیح. وھو فی "مسند احمد" (16134).

حلت کے بارہ میں دلائل کے تعارض کی بناء پر کوئی واضح حکم معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ حرام ہیں یا حلال ایسی کتنی ہی چیزیں ہیں جن کے حلال ہونے کی دلیلیں بھی ہیں اور حرام ہونے کی بھی اس صورت میں کوئی واضح فیصلہ کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی چیزوں کے بارے میں دونوں طرف کی دلیلوں میں سے کسی ایک طرف کی دلیل کو اپنی قوت اجتہاد اور بصیرت فکر ونظر کے ذریعہ راجح قرار دے کر کوئی واضح فیصلہ کر لیتے ہیں۔

مشتبہ چیز کے بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔-1 ایسی چیز کو نہ حلال سمجھا جائے نہ حرام اور نہ مباح یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیز سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔-2 ایسی چیز کو حرام سمجھا جائے -3 ایسی چیز کو مباح سمجھا جائے اب ان تینوں اقوال کو ذہن میں رکھ کر مشتبہ کو بطور مثال اس طرح سمجھئے کہ مثلاً ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا ایک دوسری عورت نے آ کر کہا کہ میں نے ان دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے اس صورت میں وہ منکوحہ عورت اس شخص کے حق میں مشتبہ ہو گئی کیونکہ ایک طرف تو عورت کا بیان ہے کہ میں نے چونکہ ان دونوں کو دودھ پلایا ہے اس لئے یہ دونوں رضائی بہن بھئی ہوئے اور ظاہر ہے کہ رضائی بھائی بہن کے درمیان نکاح درست نہیں ہوتا لہٰذا اس دلیل کا تو یہ تقاضا ہے کہ اس نکاح کو قطعًا ناجائز کہا جائے مگر دوسری طرف نکاح کے جائز رہنے کی یہ دلیل ہے کہ صرف یہ ایک عورت کی بات ہے جس پر کوئی شرعی گواہی نہیں ہے اس پر کیسے یقین کر لیا جائے کہ یہ عورت صحیح ہی کہہ رہی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ محض بدنیتی کی وجہ سے یہ بات کہ کر ان دونوں کے درمیان افتراق کرانا چاہتی ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ نکاح جائز اور درست ہے دلائل کے اس تعارض کی وجہ سے لامحالہ یہی حکم ہوگا کہ یہ ایک مشتبہ مسئلہ ہو گیا ہے اس لئے اس شخص کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ وہ اس عورت کو اپنے نکاح میں نہ رکھے کیونکہ مشتبہ چیز سے اجتناب ہی اولیٰ ہے۔

مشتبہ چیز کی دوسری مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس کچھ روپے ہیں جن میں سے کچھ تو جائز آمدنی کے ہیں اور کچھ ناجائز آمدنی کے اس صورت میں وہ سب روپے اس شخص کے حق میں مشتبہ ہیں لہٰذا اس کو ان روپیوں سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہئے۔

ارشاد گرامی میں حرام چیزوں کو ممنوعہ چراگاہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کوئی حاکم کسی خاص چراگاہ کو دوسروں کے لئے منوع قرار دے دیتا ہے جس کے نتیجہ میں لوگوں کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو اس ممنوعہ چراگاہ سے دور رکھیں اسی طرح جو چیزیں شریعت نے حرام قرار دی ہیں وہ لوگوں کے لئے ممنوع ہیں کہ ان کے ارتکاب سے اجتناب و پرہیز واجب و ضروری ہے اور مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے کو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ (منڈیر) پر عام جانور چرانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح چرواہے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو ممنوعہ چراگاہ سے دور رکھ کر چرائے تاکہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں نہ گھس جائیں اور اگر وہ اپنے جانوروں کو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چرائے گا تو پھر اس بات کا ہر وقت احتمال رہے گا کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں گھس جائیں جس کے نتیجہ میں اسے مجرم قرار دے دیا جائے گا۔

اسی طرح انسان کو چاہئے کہ وہ مشتبہ چیزوں سے دور رہے تاکہ محرمات حارم چیزوں میں مبتلا نہ ہو جائے اس کے بعد آپ نے مذکورہ بالا تشبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جان لو کہ ہر بادشاہ کا ایک ایسا ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے جس میں جانور چرانا جرم سمجھا

جاتا ہے (یہ گویا زمانہ جاہلیت کے بادشاہوں اور حکام کے بارہ میں خبر دی ہے یا یہ کہ مسلمانوں میں سے ان بادشاہوں اور حکام کے بارے میں خبر دی ہے جو غیر عادل ہیں کیونکہ کسی علاقہ کی گھاس کو جانوروں کے چرنے سے روک کو ممنوعہ چراگاہ قرار دینا درست نہیں ہے) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ حرام چیزیں ہیں کہ جن میں مبتلا ہونا لوگوں کے لئے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے لہٰذا جو کوئی اس ممنوعہ علاقہ میں داخل ہوگا یعنی حرام چیزوں کا ارتکاب کرے گا اسے مستوجب عذاب قرار دیا جائے گا اور پھر ان حرام چیزوں میں بھی بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کے مرتکب کی بخشش ہی نہیں ہوگی جیسے شرک اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہیں کہ چاہے ان کے مرتکب کو بخشے چاہے نہ بخشے البتہ سچے دل کے ساتھ توبہ استغفار سے ہر چیز بخشی جائے گی۔

حضرت شیخ علی متقی نے اس موقع پر یہ ترتیب ضروری مباح مکروہ حرام کفر قائم کر کے لکھا ہے کہ جب بندہ اپنی معاشی تمدنی اور سماجی زندگی کے تمام گوشوں میں اس قدر ضرورت پر اکتفاء کر لیتا ہے جس سے اس کا وجود اور اس کی عزت باقی رہے تو وہ اپنے دین میں ہر خطرہ سے سلامت رہتا ہے مگر جب حد ضرورت سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے تو حد مکروہات میں داخل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حرص و ہوس حد مکروہات سے نکال کر محرمات کی مد میں داخل کر دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا اگلا قدم کفر میں پہنچ جاتا ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ حدیث کے آخر میں انسانی جسم میں گوشت کے اس ٹکڑے کی اہمیت بیان کی گئی ہے جسے دل کہا جاتا ہے چنانچہ فرمایا کہ جب وہ ٹکڑا بگڑ جاتا ہے یعنی انکار شک اور کفر کی وجہ سے اس پر ظلمت طاری ہو جاتی ہے تو اس کے نتیجہ میں ارتکاب گناہ ومعصیت کی وجہ سے پورا جسم بگڑ جاتا ہے لہٰذا ہر عاقل و بالغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کی طرف متوجہ رہے اور اس کو خواہشات نفسانی میں منہمک ہونے سے روکے تاکہ وہ آگے بڑھ کر مشتبہ چیزوں کی حد میں داخل نہ ہو جائے کیونکہ جب دل خواہشات نفسانی کی طرف چل پڑتا ہے۔

تو پھر اللہ کی پناہ وہ تمام حدوں کو پھلانگتا ہوا ظلمت کی آخری حدوں تک پہنچ جاتا ہے۔ آخر میں یہ سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ بدن کی بھلائی و بہتری حلال غذا پر موقوف ہے کیونکہ حلال غذا سے دل کو صفائی حاصل ہوتی ہے اور دل کی صفائی ہی سے تمام بدن اچھی حالت میں رہتا ہے بایں طور کہ اس کے ایک ایک عضو سے اچھے اعمال ہی صادر ہوتے ہیں اور تمام اعضاء کا برائی کی طرف میلان ختم ہو جاتا ہے۔ اور اب ایک بات یہ جان لیجئے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث علم ومسائل کے بڑے وسیع خزانے کی حامل ہے نیز جن حدیثوں پر اسلامی شرائع واحکام کا مدار ہے وہ تین ہیں ایک تو حدیث (انما الاعمال بالنیات) دوسری حدیث (من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ) اور تیسری یہی ہے حدیث (الحلال بین) الخ۔

3327 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْبِسْطَامِيُّ، وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، قَالُوا:

3327- اسناده صحيح من طريق جامع بن ابى راشد. عاصم: هو ابن ابى النجود، المعروف بابن بهدلة، وهو حسن الحديث، وعبد الملك بن اعين ضعيف، لكن جامعاً تابعهما ثقة. عبد الله بن محمد الزهري: هو ابن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمة. سفيان: هو ابن عيينة. واخرجه النسائي (3798) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الاسناد. واخرجه الترمذي (1249) من طريق عاصم بن ابى النجود وحده، به. واخرجه النسائي (3797) من طريق عبد الملك بن اعين وحده به. واخرجه النسائي (3800) و (4463) من طريق منصور بن المعتمر، و (3799) من طريق مغيرة بن مقسم، كلاهما عن ابى وائل، به.

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ، وَعَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَعْيَنَ، وَعَاصِمٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي غَرَزَةَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: يَحْضُرُهُ الْكَذِبُ وَالْحَلِفُ، وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ الزُّهْرِيُّ: اللَّغْوُ وَالْكَذِبُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت قیس بن ابوغرزہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، (تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں) "جھوٹ اور قسم (شامل ہوجاتے ہیں)" ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "لغو اور جھوٹ"

بَابٌ فِي اسْتِخْرَاجِ الْمَعَادِنِ

باب: معدنیات کو نکالنا

3328 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا لَزِمَ غَرِيمًا لَهُ بِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا أُفَارِقُكَ حَتَّى تَقْضِيَنِي، أَوْ تَأْتِيَنِي بِحَمِيلٍ فَتَحَمَّلَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُ بِقَدْرِ مَا وَعَدَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنْ أَيْنَ أَصَبْتَ هَذَا الذَّهَبَ؟ قَالَ: مِنْ مَعْدِنٍ، قَالَ: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهَا، وَلَيْسَ فِيهَا خَيْرٌ فَقَضَاهَا عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص دس دینار واپس لینے کے لیے اپنے مقروض کے پیچھے پڑ گیا، اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس وقت تک تمہیں نہیں چھوڑوں گا، جب تک تم میرا قرض ادا نہیں کرتے، یا ایسے شخص کو نہیں لاتے، جو ادائیگی اپنے ذمہ لے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ادائیگی اپنے ذمہ لے لی، پھر وہ شخص اتنی مقدار کا مال لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جس کا اس نے وعدہ کیا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: تمہیں یہ سونا کہاں سے ملا ہے؟ اس نے کہا: ایک معدن (کان) سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، اس میں بھلائی نہیں ہے۔

(بعد میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے قرض ادا کر دیا۔

معدنیات سے متعلق احکام کا بیان

کسی غیر مسلم ملک میں ایسی جگہ معدنیات تلاش کرنا جو کسی کی ملکیت میں نہیں ہے اس کا وہی حکم ہے جو مسلم ممالک میں معدنیات تلاش کرنے کا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ غیر مسلم علاقوں میں کسی مسلمان کو ملنے والی قیمتی اشیاء کے سیاق میں کہتے ہیں: "ایسی چیزوں کے مباح ہونے کا علم ایسے ہوگا کہ: مسلم علاقوں کو دیکھا جائے؛ چنانچہ جو چیز وہاں جائز ہے مثال کے طور پر: مسلم علاقے میں کوئی ایسا درخت جو کسی کی ملکیت نہیں ہے، یا زمینی و سمندری شکار کر لیتا ہے، اور اسی طرح کی کوئی چیز غیر مسلم علاقے میں بھی حاصل کر لیتا ہے تو یہ جائز ہے، ان جائز اشیاء میں صحرائی یا پہاڑی علاقے سے تیار کردہ کمان، لکڑی یا پتھر کا پیالہ، ہنڈیا یا کوئی اور چیز بھی شامل ہے، شرط یہ ہے کہ جن چیزوں کو اپنی تحویل میں لیا جائے وہ پہلے کسی کی ملکیت میں نہ ہوں، چنانچہ اس قسم کی جو کوئی بھی چیز جسے ملے تو وہ اسی کی ہے، کیونکہ اس پر کسی کی ملکیت نہیں ہے" ۔ (الام" از: امام شافعی (4/280)

چنانچہ اگر غیر مسلم ملک میں معدنیات تلاش کرنے سے ممانعت نہیں ہے تو پھر یہ کام کرنے کی اجازت ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر اس کام کرنے کیلیے ان کی طرف سے کچھ شرائط لاگو ہیں تو ان شرائط کو پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ فرمانِ باری تعالی ہے: (وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا)

ترجمہ: ایفائے عہد کرو، کیونکہ عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی [الاسراء: 34]

دوم:

آپ کو ملنے والی معدنیات اور زیورات کے بارے میں درج ذیل تفصیل ہے:

اگر معدنیات خام صورت میں زمین پر ملے، زمین میں کسی نے دفن نہ کی ہو تو اس کا شمار انہی جائز چیزوں میں ہوگا جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: (هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ)

ترجمہ: وہی [اللہ ہے] جس نے زمین کا سب کچھ تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔ [سورۃ البقرۃ: 29]

ور اگر ملنے والی چیز زمین میں کسی کی طرف سے چھپائی گئی ہو، اور ایسے شواہد موجود ہوں کہ یہ "رکاز" ہے یعنی دور جاہلیت کے لوگوں کی طرف سے یہ چھپایا گیا ہے تو اس میں سے پانچواں حصہ زکاۃ کے مستحقین کو دینا لازمی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (رکاز میں پانچواں حصہ ہے) بخاری: (1499) مسلم: (1710)

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اگر غیر مسلم علاقے میں "رکاز" ایسی جگہ ملے جہاں سے کسی کے تعاون کے بغیر خود ہی اسے نکال سکے تو اس کا حکم وہی ہے جو مسلم علاقے میں ملنے والے رکاز کا ہے، یعنی اس میں سے پانچواں حصہ زکاۃ ہوگی اور باقی چار حصے نکالنے والے کے ہونگے ۔۔۔ شافعی کہتے ہیں: اگر رکاز کسی بیابان جگہ میں ملے تو اس کا حکم وہی ہے جو مسلم علاقے میں ملنے کا ہے" انتہی "المغنی" (9/277)

ابن دقیق العید کہتے ہیں:

"فقہائے کرام نے ایسی اراضی کے بارے میں گفتگو کی ہے جن میں "رکاز" پایا جاتا ہے، انہوں نے رکاز کی مختلف صورتوں کے بارے میں احکام بھی مختلف ہی بتلائے ہیں، چنانچہ ان میں سے کچھ اہل علم نے رکاز میں ہر صورت میں پانچواں حصہ زکاۃ واجب قرار دی ہے جبکہ کچھ نے اکثر صورتوں میں خمس یعنی پانچواں حصہ زکاۃ واجب قرار دی ہے، اور انہی اہل علم کا موقف حدیث کے قریب تر ہے۔" احکام الاحکام" (1/381)

اگر سونا، چاندی، یا دیگر زمین میں پائی جانی والی چیزیں ملیں اور ایسی کوئی علامت بھی موجود نہ ہو جس سے پتا چلے کہ یہ کسی کی دفن شدہ ہے، تو اسے "لُقطہ" کہتے ہیں، چنانچہ اس بارے میں "کشف القناع" (2/228) میں ہے کہ:

"اگر ملنے والی مدفون چیز پر کوئی علامت نہ ہو، مثلاً: برتن، زیور، سونے کی ڈلیاں وغیرہ تو یہ "لقطہ" ہے، اور اسے اپنی ملکیت میں اس وقت تک نہیں لے سکتا جب تک اس کے بارے میں اعلان نہ کر دے۔

نیز غیر مسلم علاقے سے ملنے والے "لُقطہ" کا وہی حکم ہے جو مسلم علاقوں میں ملنے کا ہے، چنانچہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جس شخص کو دشمن کے علاقے میں "لُقطہ" ملے۔۔۔ اگر ان کے علاقے میں ان سے امان لینے کے بعد داخل ہوا [جیسے آجکل لوگ پاسپورٹ کے ذریعے داخل ہوتے ہیں۔ مترجم] تو پھر اسے ملنے والی چیز کا اعلان کرنا چاہیے؛ کیونکہ اس صورت میں دشمنوں کا مال اس کیلئے حرام ہے، اور اگر اعلان کرنے کے بعد بھی کوئی مالک سامنے نہ آئے تو یہ چیز اس کی ملکیت میں ایسے ہی آجائے گی جیسے مسلم علاقے میں آجاتی ہے۔ (المغنی" (92/6)

اور آپ پر زکاۃ اسی وقت واجب ہوگی جب آپ ان چیزوں کو اعلان کرنے کے بعد اپنی ملکیت میں شامل کرلیں، چنانچہ ملنے والے معدنیات اور دیگر تمام چیزوں کی مالیت لگا کر سال گزرنے کے بعد اس میں سے زکاۃ ادا کردیں۔

بَابٌ فِي اجْتِنَابِ الشُّبُهَاتِ

باب: مشتبہ چیزوں سے اجتناب کرنا

3329 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، وَلَا أَسْمَعُ أَحَدًا بَعْدَهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ، وَأَحْيَانًا يَقُولُ: مُشْتَبِهَةٌ وَسَأَضْرِبُ لَكُمْ فِي ذَلِكَ مَثَلًا. إِنَّ اللَّهَ حَمَى حِمًى، وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَا حَرَّمَ. وَإِنَّهُ مَنْ يَرْعَ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُخَالِطَهُ. وَإِنَّهُ مَنْ يُخَالِطُ الرِّيبَةَ يُوشِكُ أَنْ يَجْسُرَ،

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں (یعنی بعض اوقات راوی ایک لفظ مختلف نقل کرتا ہے) میں تمہارے سامنے اس کی مثال بیان کرتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک چراگاہ مقرر کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ، اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں، جو شخص چراگاہ کے اردگرد بکریاں چراتا ہے، تو اس بات کا امکان موجود ہے کہ وہ (بکریاں) اس چراگاہ کے اندر بھی چلی جائیں۔ جو مشکوک چیزوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے، تو اس بات کا امکان ہے کہ وہ انہیں پار کرکے (حرام میں) مبتلا ہو جائے"۔

3330 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ. فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ عِرْضَهُ وَدِينَهُ، وَمَنْ وَقَعَ فِي

3329- اسناده صحيح. الشعبي: هو عامر بن شراحيل، وابن عون: هو عبد الله بن عون بن ارطبان، وابو شهاب: هو عبد ربه بن نافع الحناط. واخرجه البخاري (2051)، ومسلم (1599)، والترمذي (1245)، والنسائي (4453) و (5710) من طرق عن عامر الشعبي، به. وهو في "مسند احمد" (18347)، و "صحيح ابن حبان" (721) و (5569).

3330- اسناده صحيح. زكريا: هو ابن ابي زائدة، وعيسى: هو ابن يونس بن ابي اسحاق السبيعي. واخرجه البخاري (52)، ومسلم (1599)، وابن ماجه (3984)، والترمذي (1246) من طريق زكريا بن ابي زائدة، به.

الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں، بہت سے لوگوں کو ان کا علم نہیں ہے، تو جو شخص مشتبہ چیز سے بچ گیا، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا، اور جو مشتبہ چیز میں مبتلا ہوا، وہ حرام میں بھی مبتلا ہو جائے گا"۔

3331 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ أَبِي خَيْرَةَ يَقُولُ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، مُنْذُ أَرْبَعِينَ سَنَةً، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ دَاوُدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي هِنْدٍ، وَهٰذَا لَفْظُهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي خَيْرَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا أَكَلَ الرِّبَا، فَإِنْ لَمْ يَأْكُلْهُ أَصَابَهُ مِنْ بُخَارِهِ قَالَ ابْنُ عِيسَى: أَصَابَهُ مِنْ غُبَارِهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا، جب ایسا شخص کوئی باقی نہیں رہے گا، جو سود نہ کھاتا ہو، (اس وقت) جو شخص اسے نہیں کھاتا ہوگا، تو اس (سود) کا غبار اس تک (ضرور) پہنچے گا"

ابن عیسیٰ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "اس کا کچھ غبار اس تک پہنچے گا"

سود کی لغوی و اصطلاحی تعریف

ربا یعنی سود کے لغوی معنی: زیادتی اور اضافہ کے ہیں۔

الرِّبَا الْفَضْلُ وَالزِّيَادَةُ (المصباح المنير ۲/۲۲۵)

ربا کی اصطلاحی تعریف: مال کا تبادلہ مال کے ذریعہ کرنے میں جو زیادتی بلا معاوضہ حاصل ہو وہ سود ہے۔

فَضْلُ مَالٍ بِلَا عِوَضٍ فِي مُعَاوَضَةِ مَالٍ بِمَالٍ (کنز الدقائق علی البحر باب الربا ۲۶۰/۱۶)

سود اور نصوص شرعیہ

سود سے متعلق نصوص شرعیہ میں سخت سے سخت وعیدات آئی ہیں، اسی لیے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ سود اور شبہ سود سے بچو۔ (ابن ماجہ باب التغلیظ فی الربا ۲۲۶۷)

صحابہ کرام مقروض (قرض لینے والے) کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کی سواری سے کچھ دیر کے لیے فائدہ اٹھانے سے بھی پرہیز کرتے تھے چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔

جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو قرض دے اور مقروض اسے کوئی طشت بھیجے یا اپنی سواری پر سوار کرے تو اسے قبول نہ کرے اور سوار نہ ہو الا یہ کہ قرض لینے سے پہلے بھی ان میں یہ لین دین رہا ہو۔

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي يَحْيَى قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ الرَّجُلُ مِنَّا يُقْرِضُ أَخَاهُ الْمَالَ فَيُهْدِي إِلَيْهِ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: إِذَا أَقْرَضَ أَحَدُكُمْ قَرْضًا فَأَهْدَى إِلَيْهِ طَبَقًا فَلَا يَقْبَلْهُ أَوْ حَمَلَهُ عَلَى دَابَّةٍ فَلَا يَرْكَبْهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ

(السنن الکبریٰ للبیہقی باب کل قرض جر منفعۃ فہو ربا ۱۱۲۵۳)

بہر حال سود کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اصولی ارشاد منقول ہے وہ یہ ہے کہ سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے، گیہوں گیہوں کے، اور جو جو کے، کھجور کھجور کے اور نمک نمک کے بدلے برابر اور نقد بیچا جائے، جس نے زیادہ دیا یا زیادہ کا مطالبہ کیا وہ سود کا مرتکب ہوا۔ (مسلم باب الصرف وبیع الذہب بالورق نقدا ۲۹۶۹)

سود کا تحقق کہاں ہوتا ہے؟

فقہائے امت نے ان چھ چیزوں کے ذریعہ ایک ایسی علت دریافت کی کہ جہاں جہاں وہ علت پائی جائے گی وہاں وہاں سود ہوگا چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے دو علتیں بتائی ہیں۔ (۱) جنس۔ (۲) قدر۔

فَالْعِلَّةُ الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ أَوِ الْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ (الهداية باب الربا ۲۰/۱۰)

جنس سے مراد: دو ایسی چیزیں جن کی اصل الگ الگ ہو جیسے گائے کا گوشت اور بکرے کا گوشت، ان دونوں کی جنس الگ الگ سمجھی جائے گی، اسی طرح دو ایسی چیزیں جن کا مقصود الگ الگ ہو چاہے ان کی اصل ایک ہو یا الگ، تب بھی مختلف جنس شمار ہوگی جیسے گیہوں کا دانہ اور گیہوں کا آٹا، زیتون کا پھل اور اس کا تیل، ان کے استعمال کے مقاصد مختلف ہیں؛ اسی طرح دو ایسی چیزیں جن کی صفت الگ الگ ہو؛ خواہ ان کی اصل ایک ہو، جیسے گیہوں کی روٹی اور گیہوں، ان دونوں کی صفت مختلف ہے۔

وَالْحَاصِلُ أَنَّ الِاخْتِلَافَ بِاخْتِلَافِ الْأَصْلِ أَوِ الْمَقْصُودِ أَوْ بِتَبَدُّلِ الصِّفَةِ فَلْيُحْفَظْ (الدر المختار ۲۰۷/۷) وَاعْلَمْ أَنَّ الْمُجَانَسَةَ تَكُونُ بِاعْتِبَارِ مَا فِي الضِّمْنِ فَتَمْنَعُ النَّسِيئَةَ كَمَا فِي الْمُجَانَسَةِ الْعَيْنِيَّةِ، وَذٰلِكَ كَالزَّيْتِ مَعَ الزَّيْتُونِ وَالشَّيْرَجِ مَعَ السِّمْسِمِ، وَتَنْتَفِي بِاعْتِبَارِ مَا أُضِيفَتْ إِلَيْهِ فَيَخْتَلِفُ الْجِنْسُ مَعَ اتِّحَادِ الْأَصْلِ حَتّٰى يَجُوزَ التَّفَاضُلُ بَيْنَهُمَا كَدُهْنِ الْبَنَفْسَجِ مَعَ دُهْنِ الْوَرْدِ أَصْلُهُمَا وَاحِدٌ وَهُوَ الزَّيْتُ أَوِ الشَّيْرَجُ فَصَارَا جِنْسَيْنِ بِاخْتِلَافِ مَا أُضِيفَا إِلَيْهِ مِنَ الْوَرْدِ وَالْبَنَفْسَجِ نَظَرًا إِلَى اخْتِلَافِ الْمَقْصُودِ وَالْغَرَضِ وَلَمْ يُبَلْ بِاتِّحَادِ الْأَصْلِ وَعَلٰى هٰذَا دُهْنُ الزَّهْرِ فِي دِيَارِنَا وَدُهْنُ الْبَانِ، أَصْلُهُمَا اللَّوْزُ يُطَبَّقُ

(فتح القدیر باب الربا ۳۴۷/۱۵)۔

قدر سے مراد: ہر وہ چیز جو کیل (پیمانہ) کے ذریعہ ناپی جاتی ہو یا وزن کے ذریعہ تولی جاتی ہو۔

أَنَّ عِلَّةَ رِبَا الْفَضْلِ هِيَ الْقَدْرُ مَعَ الْجِنْسِ، وَهُوَ الْكَيْلُ، أَوِ الْوَزْنُ الْمُتَّفِقُ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ

(بدائع الصنائع فصل فی شرائط الصحۃ فی البیوع ۲۸۰/۱۱)

لہٰذا جن دو چیزوں میں جنس اور قدر ایک ہی ہوگا وہ خرید و فروخت میں برابر اور نقد بیچی جائے گی کوئی ایک کم یا زیادہ اور ایک

نقد ایک ادھار ہو تو وہاں سود متحقق ہوگا اس لیے ایسی چیزوں میں مقدار میں برابری اور دونوں کا نقد ہونا ضروری ہے۔

اگر کسی طرف زیادہ اور کسی طرف کمی ہو جائے تو اسے ربو تفاضل اور ایک نقد دوسرا ادھار ہو تو ربو نسیہ کہتے ہیں جیسے سونے کے بدلے سونا اور گیہوں کے بدلہ گیہوں فروخت کرنا ان میں تفاضل اور نسیہ دونوں حرام ہیں۔

(أَمَّا) رِبَا الْفَضْلِ فَهُوَ: زِيَادَةُ عَيْنِ مَالٍ شُرِطَتْ فِي عَقْدِ الْبَيْعِ عَلَى الْمِعْيَارِ الشَّرْعِيِّ وَهُوَ الْكَيْلُ، أَوْ الْوَزْنُ فِي الْجِنْسِ عِنْدَنَا. (وَأَمَّا) رِبَا النَّسَاءِ فَهُوَ فَضْلُ الْحُلُولِ عَلَى الْأَجَلِ، وَفَضْلُ الْعَيْنِ عَلَى الدَّيْنِ فِي الْمَكِيلَيْنِ، أَوْ الْمَوْزُونَيْنِ عِنْدَ اخْتِلَافِ الْجِنْسِ، أَوْ فِي غَيْرِ الْمَكِيلَيْنِ، أَوْ الْمَوْزُونَيْنِ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ عِنْدَنَا (بدائع الصنائع فصل في شرائط الصحة في البيوع ۱۱/۲۶۶)

سود سے متعلق احکام

(۱) اگر دو چیزوں کی جنس اور قدر الگ الگ ہو تو کمی زیادتی اور نقد وادھار دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے سونا، چاندی یا اس کے قائم مقام روپیہ پیسے کے بدلے تیل خریدنا کیونکہ یہاں جنس بھی الگ ہے اور قدر بھی، اس لیے ربو تفاضل اور ربو نسیہ دونوں درست ہیں۔

(قَوْلُهُ وَإِذَا عُدِمَ الْوَصْفَانِ الْجِنْسُ وَالْمَعْنَى الْمَضْمُومُ إِلَيْهِ) وَهُوَ الْقَدْرُ (حَلَّ التَّفَاضُلُ وَالنَّسَاءُ) كَبَيْعِ الْحِنْطَةِ بِالدَّرَاهِمِ أَوْ الثَّوْبِ الْهَرَوِيِّ بِمَرْوِيَّيْنِ إِلَى أَجَلٍ وَالْجَوْزِ بِالْبِيضِ إِلَى أَجَلٍ (لِعَدَمِ الْعِلَّةِ الْمُحَرِّمَةِ) (فتح القدير باب الربا ۱۰/۲۰۲)

(۲) اگر دو علتوں میں سے کوئی ایک پائی جائے یعنی جنس ایک ہو مگر قدر الگ الگ یا قدر ایک ہو اور جنس مختلف، تو کمی زیادتی جائز ہے مگر ادھار کی گنجائش نہیں دونوں نقد ہونا چاہیے جیسے سونا اور چاندی یا جو اور گیہوں۔

عن أبي بكرة رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا سواء بسواء والفضة بالفضة إلا سواء بسواء وبيعوا الذهب بالفضة والفضة بالذهب كيف شئتم (بخاری باب بیع الذهب بالذهب ۲۰۲۹) عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: الْعَبْدُ خَيْرٌ مِنَ الْعَبْدَيْنِ، وَالْبَعِيرُ خَيْرٌ مِنَ الْبَعِيرَيْنِ، وَالثَّوْبُ خَيْرٌ مِنَ الثَّوْبَيْنِ، لَا بَأْسَ بِهِ يَدًا بِيَدٍ، إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسَاءِ، إِلَّا مَا كِيلَ وَوُزِنَ. (مصنف ابن ابی شيبة في العبد بالعبدين والبعير بالبعيرين ۶/۱۱۲) عَنْ عُبَادَةَ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مَا وُزِنَ مِثْلٌ بِمِثْلٍ إِذَا كَانَ نَوْعًا وَاحِدًا وَمَا كِيلَ فَمِثْلُ ذَلِكَ فَإِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَلَا بَأْسَ بِهِ (دار قطنی البیوع ۲۸۹۱)

(۳) ایسی دو چیزیں جو ایک جنس کی ہوں اور اموال ربویہ میں سے ہو نیز ان میں ایک عمدہ اور اچھی ہو اور دوسری خراب اور غیر عمدہ ہو تب بھی ان کے تبادلہ میں برابری کرنا ضروری ہے، کمی زیادتی کے ساتھ خرید وفروخت سود میں شامل ہو کر حرام ہوگا۔

عن أبي سعيد الخدري يقول جاء بلال إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بتمر فقال من أين لك

هٰذَا فَقَالَ كَانَ عِنْدِي تَمْرٌ رَدِيءٌ فَبِعْتُهُ بِهٰذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا فَلَا تَقْرَبَنَّهُ وَلٰكِنْ بِعْ تَمْرَكَ بِمَا شِئْتَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ مَا بَدَا لَكَ (مسند احمد مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ۱۱۶۱۳)

(۴) رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا سود ہے اس لیے ناجائز ہوگا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم-: «الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَعَلَى الَّذِي يَشْرَبُ وَيَرْكَبُ النَّفَقَةُ (السنن الكبرى للبيهقي باب مَا جَاءَ فِي زِيَادَاتِ الرَّهْنِ ۱۱۵۳۶) وَكَذَا لَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَنْتَفِعَ بِالْمَرْهُونِ ، حَتَّى لَوْ كَانَ الرَّاهِنُ عَبْدًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْتَخْدِمَهُ ، وَإِنْ كَانَ دَابَّةً لَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْكَبَهَا ، وَإِنْ كَانَ ثَوْبًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَلْبَسَهُ ، وَإِنْ كَانَ دَارًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْكُنَهَا ، وَإِنْ كَانَ مُصْحَفًا لَيْسَ لَهُ أَنْ يَقْرَأَ فِيهِ ؛ لِأَنَّ عَقْدَ الرَّهْنِ يُفِيدُ مِلْكَ الْحَبْسِ لَا مِلْكَ الِانْتِفَاعِ (بدائع الصنائع فصل فی حکم الرہن ۳۸۴/۱۳)

(۵) ایسے تمام معاملات جس میں نفع متعین کر دیا گیا اور نقصان کا خطرہ قبول نہ کیا گیا ہو تو یہ سودی معاملہ ہوگا اور ہرگز جائز نہ ہوگا۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ : أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُضَارِبِ : الرِّبْحُ عَلَى مَا اصْطَلَحُوا عَلَيْهِ وَالْوَضِيعَةُ عَلَى الْمَالِ ، فَإِنِ اقْتَسَمُوا الرِّبْحَ كَانَتِ الْوَضِيعَةُ عَلَى الْمَالِ ، وَإِنْ لَمْ يَقْتَسِمُوا رَدَّ الرِّبْحَ عَلَى رَأْسِ الْمَالِ.

(مصنف ابن ابی شیبۃ الرجل یدفع الی الرجل المال مضاربۃ: ۳۶۰/۷)

مذکورہ آثار کی وجہ سے صاحب مال کو نفع کے ساتھ نقصان میں بھی شریک رہنا ضروری قرار دیا گیا اور اگر صرف وہ نفع میں شریک ہو، نقصان میں نہ ہو تو؛ گویا ایسا ہی ہوگا جیسے سود میں ہوا کرتا ہے کہ صاحب مال (قرض دینے والا) پیسہ کے ذریعہ پیسہ لینا چاہتا ہے۔

وَالْوَضِيعَةُ عَلَى قَدْرِ الْمَالَيْنِ مُتَسَاوِيًا وَمُتَفَاضِلًا ؛ لِأَنَّ الْوَضِيعَةَ اسْمٌ لِجُزْءٍ هَالِكٍ مِنَ الْمَالِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْمَالِ (بدائع الصنائع فصل فی بیان شرائط جواز انواع الشرکۃ: ۹۳/۱۳)

3332 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوصِي الْحَافِرَ: أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ، فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهُ دَاعِي امْرَأَةٍ فَجَاءَ وَجِيءَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهُ، ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ، فَأَكَلُوا، فَنَظَرَ آبَاؤُنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

3332- اسناده قوی من اجل عاصم بن کلیب -وهو ابن شهاب- فهو وابوه صدوقان لا باس بهما. ابن ادریس: هو عبد الله. واخرجه محمد بن الحسن الشیبانی فی "الآثار" کما فی "نصب الرایة" 168/4، واحمد (22509) و (23465)، والطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" (3005) و (3006) وفی "شرح معانی الاثار" 2084/، والدارقطنی (4763) و (4764) و (4765)، والبیهقی فی "السنن" 3355/، وفی "الدلائل" 3106/ من طرق عن عاصم بن کلیب به.

وَسَلَّمَ يَلُوكُ لُقْمَةً فِي فَمِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَجِدُ لَحْمَ شَاةٍ أُخِذَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ أَهْلِهَا. فَأَرْسَلَتِ الْمَرْأَةُ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرْسَلْتُ إِلَى الْبَقِيعِ يَشْتَرِي لِي شَاةً فَلَمْ أَجِدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى جَارٍ لِي قَدِ اشْتَرَى شَاةً، أَنْ أَرْسِلْ إِلَيَّ بِهَا بِثَمَنِهَا. فَلَمْ يُوجَدْ فَأَرْسَلْتُ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ بِهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطْعِمِيهِ الْأُسَارَى

عاصم بن کلیب اپنے والد کے حوالے سے، ایک انصاری (صحابی) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے، میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ قبر کے پاس کھڑے ہو کر کھودنے والے کو ہدایات دے رہے تھے: پاؤں کی طرف سے کھلا کرو، سر کی طرف سے کھلا کرو، جب آپ واپس تشریف لائے، تو ایک خاتون کی طرف سے دعوت دینے والا ایک شخص آپ ﷺ کو ملا، تو آپ ﷺ (اس کے ہمراہ) تشریف لے گئے، کھانا لایا گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک آگے بڑھایا، دیگر حاضرین نے بھی اپنے ہاتھ بڑھائے اور کھانے لگے، ہمارے بڑوں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ ایک لقمہ اپنے منہ میں چبائے

جا رہے ہیں، (آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا) تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت اس کے مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کیا گیا ہے، اس عورت نے پیغام بھجوایا اور عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے (اپنے ملازم کو) بقیع بھیجا، تا کہ وہ میرے لیے بکری خرید لائے، لیکن وہ نہیں ملی، پھر میں نے اسے اپنے پڑوسی کی طرف بھیجا، جس نے ایک بکری خریدی تھی، اسے یہ پیغام دیا، اس کی قیمت کے عوض میں یہ مجھے بھجوا دو، تو وہ شخص نہیں ملا، پھر اس کی بیوی کو پیغام بھیجا، تو اس نے (قیمت کے عوض میں) یہ مجھے بھجوائی (شاید قیمت بعد میں ادا کی جانی تھی) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ (گوشت) قیدیوں کو کھلا دو۔

بَابٌ فِي آكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ

باب: سود کھانے اور کھلانے والے کا بیان

3333 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے سود کھانے والے، اسے کھلانے والے، اس کے گواہ، اور اس (کی لین دین کی شرائط وغیرہ) تحریر کرنے والے پر لعنت کی ہے۔

ربا کا لغوی معنی

لغت میں ربا کے معنی زیادتی، بڑھوتری اور بلندی ہیں، علامہ زبیدی لکھتے ہیں علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ اصل مال پر زیادتی کو ربا کہتے ہیں اور زجاج نے کہا ہے کہ ربا کی دو قسمیں ہیں ایک ربا حرام ہے اور دوسرا حرام نہیں ہے۔ ربا حرام ہر وہ قرض

3333- اسنادہ حسن من اجل سماک- وھو ابن حرب.- زھیر: ھو ابن معاویۃ. واخرجہ احمد (3725)، وابن ماجہ (2277)، والترمذی (1247)، وابن حبان (5025) من طریق سماک بن حرب، بہ. واخرجہ احمد (3881)، والنسائی فی "الکبری" (5512) و (8666)

ہے جس میں اصل رقم سے زیادہ وصول کیا جائے یا اصل رقم پر کوئی منفعت لی جائے اور ربا غیر حرام یہ ہے کہ کسی کو ہدیہ دے کر اس سے زیادہ لے جائے۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۱۴۲ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ)

علامہ عینی نے "شرح المہذب" کے حوالے سے لکھا ہے کہ ربا کو الف واؤ یا تینوں کے ساتھ لکھنا صحیح ہے یعنی ربا، ربو اور ربی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

ربا کا اصطلاحی معنی

اصلاح شرع میں ربا کی دو قسمیں ہیں: ربا النسیئۃ (اس کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے) اور ربا الفضل (اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں)۔ ربا الفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو مثلاً چار کلوگرام گندم کو نقد آٹھ کلوگرام گندم کے عوض فروخت کیا جائے۔ ربا الفضل کن چیزوں میں ہے اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

ربا النسیءۃ یہ ہے کہ ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا۔ آج کل دنیا میں جو سود رائج ہے اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ شریعت میں ربا بغیر عقد بیع کے اصل مال پر زیادتی ہے اور ہمارے نزدیک ربا یہ ہے کہ مال کے بدلے میں مال میں جو مال بلا عوض لیا جائے مثلاً کوئی شخص دس درہم کو گیارہ درہم کے بدلے میں فروخت کرے تو اس میں ایک درہم زیادتی بلا عوض ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ ابن اثیر نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیءۃ پر صادق آتی ہے اور علامہ عینی نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیءۃ پر اس لیے صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں ادھار کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ اس میں مجانست کی قید نہیں ہے اس لیے ربا الفضل پر بھی صادق نہیں آتی۔

ربا النسیءۃ کی صحیح اور واضح تعریف امام رازی نے کی ہے' لکھتے ہیں: ربا النسیءۃ زمانہ جاہلیت میں مشہور اور معروف تھا۔ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ (یا ہر سال) ایک معین رقم لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی' مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اور اگر مقروض اصل رقم ادا نہ کرسکتا تو قرض خواہ مدت اور سود دونوں میں اضافہ کر دیتا' یہ وہ ربا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت کے متعلق مذاہب اربعہ

ربا الفضل یہ ہے کہ ایک مخصوص مال کو اس کی مثل سے نقد زیادتی کے ساتھ یا ادھار فروخت کیا جائے مثلاً پانچ کلوگرام گندم کو دس کلوگرام گندم کے عوض نقد فروخت کیا جائے یا پانچ کلوگرام کو پانچ کلوگرام گندم کے عوض ایک سال کے ادھار پر فروخت کیا جائے اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں' کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے عوض' چاندی چاندی کے عوض' گندم گندم کے عوض' جو جو کے عوض' کھجور کھجور کے عوض' نمک نمک کے عوض برابر

فروخت کرو اور نقد بہ نقد اور جب یہ اجناس مختلف ہو جائیں تو پھر جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ نقد بہ نقد ہوں' اور ایک روایت
میں ہے: جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اس نے سودی کاروبار کیا۔ دینے والا اور لینے والا دونوں برابر ہیں' اور ایک روایت میں ہے
کہ ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلہ میں اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلہ میں فروخت نہ کرو۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶-۲۵-۲۴ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزوں میں ربا الفضل کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے' سونا' چاندی' گندم' جو'
چھوارے اور نمک' غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں کمی وزیادتی کیساتھ بیع حرام نہیں ہے' کیونکہ وہ
قیاس کے منکر ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام فقہاء یہ کہتے ہیں کہ حرمت کا یہ حکم ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو چیزیں
ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' پھر ان فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان چھ چیزوں میں
حرمت ربا کی علت کیا ہے؟ امام شافعی نے کہا: سونے اور چاندی میں علت حرمت ان کا جنس ثمن سے ہونا ہے اس لیے باقی وزنی
چیزوں میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہوگی' کیونکہ علت حرمت مشترک نہیں ہے' امام شافعی نے فرمایا باقی چار چیزوں میں
علت حرمت کھانے کی جنس سے ہونا ہے' سو ہر کھانے کی چیز میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہوگی' امام مالک کا قول سونے اور چاندی
میں امام شافعی کی طرح ہے اور باقی چیزوں میں ان کے نزدیک علت حرمت خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت ہے سو انہوں
نے منقی میں تفاضل کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ گندم اور جو کی طرح اس کا بھی ذخیرہ کیا جاسکتا ہے' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سونے اور
چاندی میں علت وزن ہے اور باقی چار چیزوں میں علت ماپنا ہے پس ہر وہ چیز جس کی بیع وزن اور ماپنے سے ہوتی ہو اتحاد جنس کی
صورت میں اس کی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' اور سعید بن مسیب' امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ ان چار چیزوں میں
علت حرمت طعام کا وزن یا ماپ کے ساتھ فروخت ہونا ہے اس بنا پر کھانے پینے کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں جیسے انڈا وغیرہ
ان میں تفاضل ہے ساتھ بیع حرام نہیں ہے' نیز فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک سود والی جنس کو دوسری سود والی جنس کے ساتھ کمی
وبیشی اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے مثلاً سونے کی گندم کے بدلے میں یا چاندی کی جو کے بدلے میں کمی اور بیشی کے
ساتھ بیع کی جائے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ایک سود والی جنس کی اپنی جنس کے ساتھ ادھار بیع جائز نہیں ہے اور سود والی جنس کی
اپنی جنس کے بدلے میں تفاضل کے ساتھ نقد بیع بھی جائز نہیں ہے' مثلاً سونے کی سونے کے بدلے میں ادھار بیع جائز ہے نہ نقد
تفاضل کے ساتھ۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴-۲۳ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابوالقاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں ہر وہ چیز جو وزن یا ماپ کے ذریعہ فروخت کی جائے اس کی اس جنس کے بدلہ میں تفاضل
سے بیع جائز نہیں ہے۔ (علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی متوفی ۳۳۴ھ مختصر الخرقی مع المغنی ج ٤ ص ۲۵ 'مطبوعہ دارالفکر' بیروت)
(اور یہی امام ابوحنیفہ کا نظریہ ہے)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے دوسری روایت یہ منقول ہے کہ سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے
اور باقی چیزوں میں طعم حرمت کی علت ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ (المغنی ج ٤ ص ۲۷ 'مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱٤۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ حرمت کی علت یہ ہے کہ وہ چیز جنس طعام سے ہو اور ماپ یا وزن سے بکتی ہو لہٰذا جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں ان کی کمی اور بیشی کے ساتھ بیع جائز ہوگی۔
(المغنی ج ۴ ص ۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چار میں حرمت کی علت خوراک کا ذخیرہ ہونا یا خوراک کی صلاحیت ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام مالک کے مذہب پر نوٹ اور دوسرے سکوں میں سود کا ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ ان میں ثمنیت موجود ہے۔ علامہ ابوالحسین مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک حرمت کی علت قدر مع الجنس ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۷۷ مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

ربا الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ

ائمہ کرام نے احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر حتی المقدور اس امر کی سعی اور کوشش فرمائی ہے کہ سود کے لیے کوئی اصول وضع کیا جاسکے کیونکہ یہ ظاہر کہ احادیث میں جن چھ چیزوں (سونا' چاندی' گندم' جو' کھجور اور نمک) میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنے کو ربا فرمایا ہے ان میں حصر نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کو بطور مثال ذکر کیا ہے' اسی لیے ائمہ اور مجتہدین نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے ان چیزوں میں کوئی امر مشترک تلاش کر کے اس کو علت ربا قرار دیا ہے جیسا کہ مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو چکا ہے۔ ان بزرگوں نے نہایت کاوش کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مبارکہ کو سمجھا اور سمجھایا ہے' ہم نے جب ان احادیث پر غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم.
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ اصح المطابع' کراچی)

جب دو نوع مختلف ہو جائیں تو جس طرح چاہو فروخت کرو" اور جب ان میں اختلاف نہ ہو تو فرمایا: مثلاً بمثل فروخت کرو اور مثل میں مساوات کا مطلب ہے قدر میں مساوات اور قدر وزن' کیل اور عدد تینوں کو شامل ہے جس طرح ایک کلو یا ایک صاع گندم دو کلو یا دو صاع گندم کے برابر نہیں ہیں' اسی طرح ایک درجن اخروٹ اور انڈے دو درجن اخروٹ اور انڈوں کی مثل اور برابر نہیں ہے۔ یہ ایک بالکل بدیہی بات ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں بھی وزناً کیلاً (ماپ کے ذریعہ) یا عدداً فروخت ہوتی ہیں خواہ وہ از قبیل طعام ہوں یا از قبیل ثمن ہوں یا عام استعمال کی چیزیں ہوں' لائق ذخیرہ ہوں یا نہ ہوں جب ان کی بیع مثلاً بمثل یعنی وزن ماپ یا عدد کے اعتبار سے برابر برابر اور یداً بید یعنی نقد کی جائے گی تو وہ جائز ہوگی اور اگر وزن' عدد یا ماپ میں زیادتی کے ساتھ یا ادھار بیع ہوگی تو ناجائز اور حرام ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ سے حرمت ربا کی سلسلہ میں جتنی بھی احادیث روایت کی گئی ہیں سب میں مثلاً بمثل کی قید ہے اور فقہاء نے مثل کا معنی قدر کیا ہے وزن' ماپ اور عدد تینوں کو شامل ہے' یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکی کہ ایک کلو یا ایک صاع گندم تو دو کلو یا دو صاع گندم کے غیر مثل ہوں اور ایک درجن انڈے یا اخروٹ دو درجن انڈوں یا اخروٹوں کے غیر مثل نہ ہوں اس لیے مثل میں جس طرح وزنی اور ماپ والی چیزیں شامل ہیں اسی طرح عددی چیزیں بھی شامل ہیں اور اس پر سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) "للذ کر مثل حظ

الانثیین''۔ (النساء:۱۱) مرد کے لیے عورتوں کی دو مثل (دوگنا) حصہ ہے''۔ فرض کیجیے لڑکی کو ایک کلو چاندی ملتی ہے تو لڑکے کو دو کلو
چاندی ملے گی' لڑکی کو ایک سو صاع گندم ملتی ہے تو لڑکے کو دو سو صاع گندم ملتی ہے تو لڑکے کو دو سو صاع گندم ملے گی اور اگر لڑکی کو ایک
ہزار روپے ملتے ہیں تو لڑکے کو دو ہزار روپے ملیں گے' اس سے معلوم ہوا کہ مثل' ماپ' والی' وزنی' عددی ہر قسم کی مساوی چیز کو کہتے ہیں'
حدیث شریف میں ہے' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دینار کو دو دیناروں کو دو دینار اور ایک
درہم کو دو درہموں کے عوض نہ فروخت کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷' سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۷۸)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق جس طرح وزنی اور ماپ والی ایک نوع کی دو چیزوں
میں زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے اسی طرح ایک نوع کی عددی چیزوں میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں بہ
ظاہر یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ ایک نوع کی دو چیزیں خواہ وہ از قبیل طعام ہوں یا استعمال ہوں یا ثمن ہوں اگر ان کی بیع
کمی یا زیادتی کے ساتھ ہو خواہ کمی یا زیادتی عدد میں ہو یا کیل میں ہو یا وزن میں ہو یا بیع ادھار ہو تو وہ ربا ہے اور اگر اور نقد بیع ہو تو
جائز اور صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک نوع کی ماپ اور تول والی چیزوں میں سود ہے' ان کے نزدیک علت ربا ماپ اور تول
اور اشتراک جنس ہے' وہ عددی چیزوں میں حرمت ربا کے قائل نہیں ہیں مثلاً وزناً بکتا ہے اس لیے ایک کلو گرام سیب کو دو کلو گرام سیب
کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود ہے اور کیلے عدداً فروخت ہوتے اس لیے ایک درجن کیلوں کو دو درجن کیلوں کو دو درجن
کیلوں کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے' اور یہ انتہائی تعجب خیز امر ہے کہ سیب میں زیادتی کے ساتھ بیع سود ہو اور
کیلوں میں زیادتی کے ساتھ بیع سود نہ ہو۔ بعض چیزوں میں چیزوں میں عدداً اور وزناً فروخت ہونے کا عرف بدلتا رہتا ہے' مثلاً پشاور
میں پہلے روٹی تول کر فروخت ہوتی تھی اور اب عدداً فروخت ہوتی ہے اور اخروٹ تول کر بھی بکتے ہیں اور عدداً بھی فروخت ہوتے ہیں
یعنی آپ اگر عدداً اخروٹ خریدیں تو سو کے بدلے میں دو سو اخروٹ لے سکتے ہیں اور یہ سود نہیں ہے اور وزناً خریدیں تو ایک کلو کے
بدلہ میں دو کلو اخروٹ نہیں لے سکتے اور یہ سود ہے' بعض شہروں میں مالٹے ایک ہی دکان پر عدداً بھی بکتے ہیں اور تول کر بھی اور یہ بڑی
حیرت انگیز بات ہو گی کہ ایک ہی دکان دار سے ایک چیز کو وزناً زیادتی کے ساتھ لینا سود ہو اور عدداً لینا سود نہ ہو' ہو سکتا ہے کہ اس کوئی
توجیہ ہو لیکن میری ناقص فہم میں یہ بات نہیں آسکی۔ رہا یہ کہ بعض احادیث میں ایک حیوان کی دو حیوانوں کے ساتھ بیع کا جواز ہے تو
اولاً تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شارع ہیں' جس کا چاہیں استثناء فرما دیں' اس لیے یہ حدیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے
مورد میں بند رہے گی۔ ثانیاً ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ جس طرح دو غیر جاندار چیزوں میں عین کے لحاظ سے مساوات ہوتی ہے
اس طرح دو جاندار چیزوں میں عیناً مساوات نہیں ہوتی اور صفات میں فرق ہوتا ہے مثلاً ایک غلام عالم ہو تو وہ دس جاہل غلاموں سے
قیمتی ہو گا' ایک گھوڑا اعلیٰ نسل کا ہو تو وہ ادنیٰ نسل کے دس گھوڑوں سے قیمتی ہو گا' اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ایک حیوان کی دو
حیوانوں کے ساتھ بیع جائز فرمائی ہو اور آپ کی تمام حکمتوں کو کون جان سکتا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے لہٰذا تمام کھانے پینے کی چیزوں اور سونے اور چاندی میں ہم جنس چیزوں کی زیادتی کے ساتھ بیع ان کے نزدیک سود ہے لیکن جو چیزیں کھانے پینے کی اور ثمن نہ ہوں' مثلاً تانبا' پیتل' چونا' کپڑا اور لکڑی وغیرہ ان میں امام شافعی کے نزدیک ہم جنس اشیاء کی زیادتی کے ساتھ بیع سود نہیں ہے اور یہ عجیب وغریب بات ہے کہ ایک کلو چاندی کی دو کلو چاندی کے بدلہ میں بیع سود ہو اور ایک کلو تانبا یا پیتل کی دو کلو تانبے یا پیتل کے بدلہ میں بیع سود نہ ہو اور تانبا' پیتل' چونا کپڑے وغیرہ میں امام شافعی کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سود ہے اور کھانے پینے کی عددی اشیاء مثلاً انڈے اور اخروٹ میں امام حنیفہ کے نزدیک سود نہیں ہے' اور امام شافعی کے نزدیک سود ہے۔

امام مالک کے نزدیک حرمت کی علت ثمن ہونا اور خوراک کا قابل ذخیرہ ہونا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ تانبا' پیتل' لوہا' لکڑی اور دیگر عام استعمال کی اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا سود ہے۔

اور طعام کے علاوہ استعمال کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں: جیسے پین' پنسل' ہتھیار' میز کرسی' اور عام فرنیچر ان میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا کسی امام کے نزدیک بھی سود نہیں ہے یعنی ایک انڈے یا ایک اخروٹ کی دو انڈوں یا دو اخروٹوں کے بدلے میں بیع کرنا امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک سود ہے۔ لیکن ایک پین یا ایک بندوق کی دو پین یا دو بندوقوں کے بدلہ میں بیع کرنا کسی امام کے نزدیک سود نہیں ہے اور یہ انتہائی عجیب بات ہے۔

ربا الفضل کی حرمت کا سبب

ربا الفضل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو چیزوں کے دست بدست لین دین میں ہو۔ رسول اللہ نے ربو الفضل کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ اس سے ربا النسیۃ کا دروازہ کھلتا ہے اور انسان میں وہ ذہنیت پرورش پاتی ہے جس کا آخری ثمرہ سود خوری ہے یہ حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار کو دو دیناروں کے عوض اور ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے میں نہ فروخت کرو' مجھے خوف ہے کہیں تم سود خوری میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔

علامہ علی متقی نے یہ حدیث طبرانی کے حوالے سے بیان کی ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۱۸۷۔ ۱۱۷' مطبوعہ بیروت)

ظاہر ہے کہ ایک جنس کی دو چیزوں کی آپس میں بیع کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب کہ اتحاد جنس کے باوجود ان کی نوعیتیں مختلف ہوں' مثلاً چاول اور گندم کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو یا سونے کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو۔ ایک جنس کی مختلف اقسام کی چیزوں کا کمی وبیشی کے ساتھ تبادلہ کرنے سے اس ذہنیت کے پرورش پانے کا اندیشہ ہے جو بالآخر سود خوری اور ناجائز نفع اندوزی تک جا پہنچتی ہے' اس لیے شریعت نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ایک جنس کی مختلف اقسام کے باہمی تبادلہ کی اگر ضرورت ہو تو یا تو برابر مبادلہ کر لیا جائے اور ان کی قیمتوں میں جو فرق ہو اس کو نظر انداز کر دیا جائے یا ایک چیز کا دوسری چیز سے براہ راست تبادلہ کرنے کے بجائے ایک شخص اپنی چیز کو روپوں کے عوض بازار کے بھاؤ پر فروخت کرے اور دوسرے شخص

سے اس کی چیز بازار کے بھاؤ پر خرید ے۔

گندم کی گندم کے بدلے میں بیع کو برابر برابر نقد ہو تو جائز کیا گیا ہے اور ادھار کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً زید آج دس کلوگرام گندم فروخت کرتا ہے اور اس کے بدلے میں چھ ماہ بعد عمرو سے دس کلوگرام گندم لیتا ہے تو یہ عین ممکن ہے کہ جس وقت زید گندم فروخت کر رہا ہے اس وقت گندم کی قیمت پانچ روپے فی کلو ہو اور جب عمرو اس کو اس کے بدلے میں گندم دے گا اس وقت گندم کی قیمت آٹھ روپیہ کلو ہو تو زید کو پچاس روپیہ کے بدلہ میں چھ ماہ بعد کی مدت کے عوض اسی حاصل ہو گئے اور یہی سود ہے۔

نفع اور سود میں فرق

اللہ تعالیٰ نے بیع کو جائز کہا ہے اور سود کو ناجائز کہا ہے اور ان میں فرق بالکل واضح ہے' ہم دکاندار سے پانچ روپیہ کی چیز چھ روپے میں بہ خوشی خرید لیتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر چند کہ یہ چیز پانچ روپے کی ہے لیکن اس چیز پر دکاندار کی محنت' ذہانت اور وقت کا خرچ ہوا ہے اور اس ایک زائد روپے کو ہم اس کی ذہنی اور جسمانی محنت کا عوض قرار دیتے ہیں لیکن جب ایک شخص پانچ روپے پر ایک روپیہ سود لیتے ہے تو اس ایک روپیہ میں وقت کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی جس کو اس ایک روپیہ کا بدل قرار دیا جا سکے اس لیے تجارت میں نفع لینا جائز ہے اور روپیہ پر سود لینا جائز نہیں ہے۔

بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل

معیشت کے بعض جدید مفکرین یہ کہتے ہیں: قرآن مجید میں ربا اس خاص سود کو کہا گیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ کوئی غریب شخص شادی' بیماری یا کفن دفن کی کسی نجی ضرورت میں مہاجن سے قرض لیتا تھا اور کسی مصیبت زدہ شخص کی مدد کرنے کے بجائے اس سے قرض پر سود لینا بے شک ظلم اور سنگ دلی ہے' اسی وجہ سے قرآن مجید میں اس سود کو حرام کیا گیا ہے۔ لیکن آج کل کا مروجہ سود اس سے بالکل مختلف ہے' آج کل بینکوں سے غریب اور مصیبت زدہ شخص قرض نہیں لیتے' بلکہ متمول اور سرمایہ دار تاجر اور صنعت کار قرض لیتے ہیں اور ان سے قرض کی رقم پر بینک جو سود وصول کرتا ہے وہ ان پر کوئی ظلم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بینک کو چودہ فیصد سود ادا کرتے ہیں تو خود قرض کی رقم سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر دوسرا' تیسرا کارخانہ لگ جاتا ہے' اس طرح تاجروں کی تجارت میں اضافہ ہو جاتا ہے' اس لیے اگر بینک کو وہ چودہ فی صد سود دیتے ہیں تو ان پر یہ کوئی بوجھ نہیں ہے' اور بینک میں روپیہ عام لوگوں کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اگر بینک عام لوگوں کو سات آٹھ فیصد سود ادا کرے تو بینک پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا' سرمایہ دار اور بینک دونوں خوشی سے سود ادا کرتے ہیں' کسی پر ظلم نہیں ہے اور چونکہ بینکوں میں عموماً غریب اور متوسط لوگ اپنی فاضل بچت کی رقمیں جمع کراتے ہیں تو سود کے ذریعہ ان کو سات فیصد سالانہ کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ غرضیکہ زمانہ جاہلیت کا ربا غریبوں سے سود لیتا تھا اور اس زمانہ کی ترقیاتی سکیم بینکوں کے ذریعہ غریبوں کو سود دیتی ہے۔ وہ ربا غرباء پر ظلم تھا اور یہ غریبوں کی خوشحالی اور مال کی ترقی کا سبب ہے اس لیے شخصی اور نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ناجائز ہونا چاہیے اور تجارتی قرضوں پر بینک کا سود جائز ہونا چاہیے

بینک کے سود کے جائز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ افراط زر کی وجہ سے روپے کی قدر (vAlue) دن بدن گرتی جارہی ہے اور اجناس کی قیمت بڑھتی جارہی ہے۔اب سے انتیس سال پہلے (۱۹۶۶ء میں) سونا ایک سو روپیہ تولہ تھا' اصلی دیسی گھی پانچ روپیہ کلو' ڈالڈا دو روپیہ کلو' دیسی انڈا دو آنے کا' تنوری روٹی ایک آنے کی' دودھ آٹھ آنے کلو اور ڈاک کا لفافہ چھ پیسے (ڈیڑھ آنے کا) ملتا تھا اور اب (۱۹۹۵ء میں) سونا تقریباً پانچ ہزار روپیہ تولہ' دیسی گھی ایک سو تیس روپیہ کلو' ڈالڈا گھی چالیس روپیہ کلو' دیسی انڈا تین روپیہ کا' تنوری روٹی ڈیڑھ روپیہ کی' دودھ اٹھارہ روپیہ کلو اور ڈاک کا لفافہ ڈیڑھ کا ہو گیا۔اس تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انتیس سال میں روپیہ کی قدر بارہ سے لے کر پچاس گنا (پچیس سو فیصد سے لے کر پانچ ہزار فی صد تک) گر گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے انتیس سال پہلے بینک میں سو روپیہ رکھوایا تھا اب اس کی قیمت دو چار روپیہ رہ گئی ہے اور اگر سونے کے بھاؤ سے تناسب کیا جائے تو اب تک سو روپیہ تقریباً دو روپے کا رہ گیا ہے اگر اس سو روپیہ پر سال بہ سال بینک کا سود لگتا رہتا تو اس کی ساکھ کسی حد تک بحال رہتی اور جو لوگ بینک میں اپنی فاضل بچتوں کو جمع کراتے ہیں ان کا نقصان نہ ہوتا اس لیے بینک کا سود جائز ہونا چاہیے۔

مجوزین سود کے دلائل کے جوابات

اس سلسلہ میں پہلے یہ بات جان لینی چاہیے کہ قرآن مجید نے مطلقاً سود کو حرام کیا ہے' خواہ نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ہو یا تجارتی قرضوں پر سود ہو' خواہ اس سود سے غریبوں کو نقصان ہو یا فائدہ اللہ تعالیٰ نے امارت اور غربت کا فرق کیے بغیر سود کو علی الاطلاق حرام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آیت) ''احل اللہ البیع وحرم الربوا'' (البقرہ:۲۷۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

(آیت) ''یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مؤمنین. فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب اللہ ورسولہ''۔(البقرہ:۲۷۹۔۲۷۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو (زمانہ جاہلیت کا) باقی ماندہ سود چھوڑ دو۔اور اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو!

ان آیت میں اللہ تعالیٰ نے سود کو مطلقاً حرام کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے سود مفرد کو بھی حرام کیا ہے اور (آیت) ''لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ''۔(آل عمران:۱۳۰) دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ'' فرما کر سود مرکب کو بھی حرام کیا ہے اور ہر جگہ مطلقاً سود کو حرام کیا ہے اور نجی اور کاروباری قرضوں کا فرق نہیں کیا علاوہ ازیں تاریخ اور حدیث سے ثابت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری قرضوں پر سود لینے کا بھی عام رواج تھا۔

ابن جریر: ''(آیت) ''وذروا مابقی من الربوا''۔(البقرہ:۲۷۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ وہ سود تھا جس کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں لوگ خرید و فروخت کرتے تھے۔

علامہ سیوطی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ سدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت عباس بن عبد المطلب اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یہ دونوں زمانہ جاہلیت میں شریک تھے اور انہوں نے ثقیف کے بنو عمرو بن عمیر میں لوگوں کو سودی قرض پر مال دے رکھے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان دونوں پر بڑا سرمایہ سود میں لگا ہوا تھا۔

(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۶۶ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۴ھ)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے تاجر خوردہ فروشوں کے ہاتھ ادھار پر مال فروخت کرتے تھے اور اس پر سود لگاتے تھے اور اس سے واضح ہو گیا کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری اور تجارتی قرضوں پر سود لگانے کا عام رواج تھا اور اس کو الربوا کہا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں عموم کے صیغہ سے سود کی ممانعت کی ہے خواہ وہ سود نجی قرضوں پر ہو یا تجارتی قرضوں پر۔

رہا دوسرا اعتراض کہ بینک کے سود کے ناجائز قرار دینے کی بناء پر افراط زر کی وجہ سے روپیہ کی قدر گر جاتی ہے' اگر بینک سے سود نہ لیا جائے تو بیس بائیس سال بینک میں رکھوایا ہوا ایک سو روپیہ سوا تین روپے کا رہ جائے گا اور یہ نقصان بینک سے سود نہ لینے کی وجہ سے ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کے منع کردہ کام سے بچنے کی وجہ سے اگر ہمیں کوئی مادی نقصان ہوتا ہے تو ہمیں اس کو خوشی سے گوارا کرنا چاہیے۔ مسلمان کے نزدیک نفع اور نقصان کا معیار دنیاوی اور مادی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اخروی اور معنوی اعتبار سے ہے۔ دنیاوی اور مادی اعتبار سے زکوٰۃ' قربانی اور حج کے لیے زر کثیر خرچ کرنا بھی مال کا ضیاع ہے اور نقصان ہے تو کیا اس مادی نقطہ نظر سے ان تمام مالی عبادات کو خیر باد کہہ دیا جائے گا؟ اور جب مسلمان مالی عبادات کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں تو سود کھا کر اللہ اور رسول سے اعلان جنگ کے لیے کیسے تیار ہو سکتے ہیں؟ ایک سچے مسلمان کے نزدیک سود چھوڑنے کی وجہ سے روپے کی قدر کا کم ہو جانا خسارہ نہیں ہے بلکہ اصل خسارہ یہ ہے کہ سود لینے کی وجہ سے آخرت برباد ہو جائے!

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نقصان دراصل ہماری ایک اجتماعی تقصیر کی سزا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اسلامی طریقہ مضاربت کو رواج نہیں دیا' کرنا یہ چاہیے کہ لوگ اپنے روپے کو بینک کی معرفت کاروبار میں لگائیں اور بینک ان کا روپیہ امانت رکھنے کی بجائے ان سے ایک عام شراکت نامہ طے کرے اور ایسے تمام اموال کو مختلف قسم کے تجارتی' صنعتی' زراعتی یا دوسرے ان جائز کاروبار میں جو بینک کے دائرہ عمل میں آسکتے ہوں لگائے اور اس مجموعی کاروبار سے جو منافع حاصل ہو اسے ایک طے شدہ نسبت کے ساتھ ان لوگوں میں اس طرح تقسیم کر دے جس طرح خود بینک کے حصہ داروں میں منافع تقسیم ہوتا ہے۔

افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل

ڈالر' ین' پونڈ اور ریال وغیرہ مستحکم کرنسی ہیں اور عرف اور تعامل سے یہ مقرر اور ثابت ہے کہ ان کی قدر برقرار رہتی ہے' پاکستان' بھارت' بنگلہ دیش اور دیگر پس ماندہ ممالک کی طرح افراط زر کی نتیجہ میں وقت گزرنے کے ساتھ ان کی قدر میں کمی نہیں ہوتی سو جو شخص چار پانچ سال یا زائد عرصہ کے لیے بینک میں اپنا پیسہ رکھنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی رقم کو ڈالر یا کسی اور مستحکم کرنسی میں منتقل کر کے ان بینکوں میں رقم رکھے جو غیر ملکی کرنسی میں بھی اکاؤنٹ کھولتے ہیں اسی طرح جو شخص کسی دوسرے شخص کو ملکی کرنسی میں

مثلاً ایک ہزار روپے قرض دیتا ہے اور وہ شخص اس کو دس سال بعد ایک ہزار روپے واپس کرتا ہے تو دس سال بعد اس ایک ہزار روپے کی قدر ایک سو روپے رہ جائے گی اس ضرر سے بچنے کا بھی یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنی رقم کو ڈالر میں منتقل کر کے قرض دے اور جتنے ڈالر دیے تھے اتنے ہی واپس لے لے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے ملکی کرنسی میں رقم قرض دی تھی اور مثلاً دس سال بعد اس کی قدر کم ہو گئی تو وہ اب بھی دس سال پہلے کی ملکی کرنسی جتنے ڈالر کے مساوی تھی دس سال بعد اتنی ملکی کرنسی واپس لے سکتا ہے مثلاً پہلے ایک ہزار روپے جتنے ڈالر کے مساوی تھے دس سال بعد اگر اتنے ڈالر کے دس ہزار روپے بنتے ہیں تو وہ دس ہزار روپے لے سکتا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ بہرحال ایک ہزار روپے دے کر دس ہزار روپے لے رہا ہے اور معنوی طور پر خواہ ان کی قدر برابر ہو لیکن یہ صورۃً اصل رقم سے زائد لینا ہے اور ظاہری اور صوری طور پر اس کے سود ہونے میں کوئی شک نہیں ہے' نیز چونکہ یہ پہلے سے طے نہیں کیا گیا اس لیے یہ موجب نزاع بھی ہے' افراط زر سے بچنے کے لیے ملکی کرنسی کو سونے چاندی سے بدل کر قرض دینا بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ سونے چاندی میں ادھار جائز نہیں ہے۔

دار الحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: دار الحرب میں سود اسی طرح حرام ہے جس طرح دار السلام میں حرام ہے (امام احمد) امام مالک' امام اوزاعی' امام ابو یوسف' امام شافعی اور امام اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب میں ربا جاری نہیں ہوگا اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دو شخص دار الحرب میں مسلمان ہو گئے تو ان کے درمیان ربا نہیں ہوگا اور ان کے اموال مباح ہیں۔ (امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو دار الحرب میں احکام شرعیہ نافذ کرنے کی ولایت حاصل نہیں ہے' یہ مطلب نہیں ہے کہ دار الحرب میں مسلمانوں کا سود کھانا جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہمارے دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) "حرم الربوا" (البقرہ: ۲۷۵) اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) "الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس"۔ (البقرہ: ۲۷۵) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا ہو' نیز فرمایا: (آیت) "یایها الذین امنوا اتقوا الله وذروا مابقی من الربوا"۔ (البقرہ: ۲۷۸) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو' اور احادیث میں بالعموم تفاضل کی ممانعت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی معاملہ کیا' باقی احادیث میں بھی اسی طرح تفاضل کی ممانعت ہے اور اس لیے کہ جو کام (مسلمانوں پر) دار السلام میں حرام ہیں وہ دار الحرب میں بھی حرام ہیں جس طرح مسلمان میں سود کا لین دین حرام ہے' اور امام ابو حنیفہ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ مرسل ہے جس کی صحت کا ہمیں علم نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں لا نفی کی بجائے نہی کے لیے ہو' یعنی مسلمان دار الحرب میں حربی سے سود نہ لیں' اور جس چیز کو قرآن مجید نے علی۔

العموم والاطلاق حرام کر دیا ہے اور سنت مشہورہ سے بھی اس کی علی الاطلاق حرمت ثابت ہے اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہو چکا
ہے اس کے عموم اور اطلاق کو ایسی خبر مجہول کے سبب سے ترک کر دینا جائز نہیں ہے جو کسی کتاب صحیح میں ہے نہ مسند میں نہ کسی معتمد
اور مستند کتاب میں ہے اور اس کے علاوہ یہ کہ وہ حدیث مرسل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں لا نفی کا نہ ہو بلکہ نہی کا ہو جیسے اللہ
تعالیٰ کے اس قول میں ہے: (آیت) "فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج"۔ (البقرہ: ۱۹۷) حج میں جماع، فسوق اور
لڑائی جھگڑا نہیں ہے" (المغنی، ج ٤، ص ٤٧، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤٠٥ھ)

دار الحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: مسلمان اور حربی کے مابین دار الحرب میں ربا نہیں ہے۔ اس میں امام ابو یوسف اور امام
شافعی رحمہما اللہ کا اختلاف ہے وہ اس پر قیاس کرتے ہیں کہ حربی جب امان لے کر دار الاسلام میں آئے تو اس سے سود لینا جائز نہیں
ہے اور ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: مسلمان اور حربی کے مابین دار الحرب میں ربا نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ
دار الحرب میں ان کا مال مباح ہے خواہ مسلمان جس طریقہ سے ان کا مال حاصل کرے وہ مال مباح ہے بشرطیکہ دھوکا نہ دے اور عہد
شکنی نہ کرے اور مستامن پر قیاس کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جب وہ امان لے کر دار الاسلام میں داخل ہوا تو اس کے مال کا لینا
ممنوع ہو گیا۔ (ہدایہ اخیرین ص ۸۰، مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

دار الحرب میں جواز ربا والی حدیث کی فنی حیثیت

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: امام بیہقی نے امام شافعی کی "کتاب السیر" کے حوالے سے اس حدیث کو "معرفۃ" میں ذکر کیا ہے
امام شافعی نے کہا: امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: بعض مشائخ نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: اہل حرب کے مابین ربا نہیں ہے میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور اہل اسلام کے مابین امام شافعی نے فرمایا: یہ ثابت
ہے نہ اس میں کوئی حجت ہے۔ (نصب الرایہ ج ٤، ص ٤٤، مطبوعہ مجلس علمی سورت، ہند)

علامہ ابن ہمام نے بھی اس حدیث کی فنی حیثیت کے بارے میں یہی کچھ نقل کیا ہے۔
(فتح القدیر ج ٦ ص ۱۷۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

دار الحرب میں ربا کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ مکحول کی روایت اول تو ثابت نہیں ہے اور بر تقدیر ثبوت اس میں قرآن مجید اور
احادیث صحیحہ مشہورہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ قرآن مجید نے جو ربا کو
مطلقاً حرام کیا ہے وہ مال محظور میں حرام کیا ہے اور حربی کا مال مباح ہے اور اس توجیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مکحول کی یہ مرسل روایت نہ
بھی ہوتی تب بھی دار الحرب میں روایت نہ بھی ہوتی تب بھی دار الحرب میں حربی سے سود لینا مباح ہوتا۔
(فتح القدیر ج ٦ ص ۱۷۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ ابن ہمام کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ "مال محظور" کی قید لگا کر اپنی رائے سے قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کو

مقید کر رہے ہیں اور جب قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کے مزاحم ہو سکے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ نے علی الاطلاق سود کو حرام کردیا ہے خواہ مسلمان سے سود لیا جائے یا کافر سے اور کافر خواہ حربی ہو یا ذمی اور دارالاسلام میں سود لیا جائے یا دارالحرب میں قرآن مجید نے ہر قسم کے سود کو حرام کر دیا ہے اور اس عموم کو نہ مکحول کی مرسل اور غیر ثابت روایت سے مقید کیا جاسکتا ہے نہ علامہ ابن ہمام کی رائے سے۔

مکحول کی روایت کا محمل

اگر یہ فرض کرلیا جائے تو مکحول کی یہ روایت صحیح ہے اور واقعی رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: "لا ربوٰ بین المسلم والحربی"۔ مسلمان اور حربی میں سود نہیں ہے" تو اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

اول: اس حدیث میں "لا" نفی کا نہیں ہے بلکہ نہیں کا ہے اور اس کا معنی ہے: مسلمان اور حربی کے مابین سود کی ممانعت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: (آیت) "فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج"۔ (البقرہ:۱۹۷) حج میں جماع، فسوق اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے" یعنی ان افعال کی ممانعت ہے۔

ثانی: اس حدیث میں حربی سے مراد محض غیر ذمی کافر نہیں ہے بلکہ برسر جنگ قوم کا ایک فرد مراد ہے اور جس قوم کے ساتھ حالت جنگ قائم ہو اس کو ہر طرح سے جانی اور مالی اعتبار سے زک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے اس لیے اس قوم کے کسی حربی کافر سے اگر کسی مسلمان نے سودی معاملہ کے ذریعہ اس کا مال لے لیا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔

ثالث: لا ربو کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ حربی کافر سے جو سود لیا جائے گا وہ سود نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ درالحرب میں رہنے والا مسلمان اگرچہ حربی کافر سے سود لیتا ہے تو اگرچہ یہ فعل گناہ ہے لیکن قانون اور حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے یعنی مسلمان حکومت اس شخص سے باز پرس نہیں کرسکتی کہ تم نے یہ عقد فاسد کیوں کیا ہے اور سود کیوں لیا ہے اور اس مسلمان کو اس کے اس غلط کام پر سزا نہیں دے سکتی کیونکہ دارالحرب میں رہنے والا مسلمان مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اور اس پر اسلامی ریاست کے احکام جاری نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(آیت) "والذین امنوا ولم یہاجروا مالکم من ولایتھم من شیء حتی یہاجروا"۔ (الانفال:۷۲)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) نہیں آئے ان پر تمہاری کوئی "ولایت" نہیں ہے حتیٰ کہ وہ ہجرت کرلیں۔

اس آیت میں یہ اصول بتایا گیا ہے کہ ولایت کا تعلق صرف ان مسلمانوں سے ہوگا جو دارالاسلام کے باشندے ہوں یہ آیت دارالاسلام سے باہر کے مسلمانوں کو (دینی اخوت کے باوجود) دارالاسلام کے مسلمانوں کے ساتھ سیاسی اور تمدنی رشتے سے خارج کردیتی ہے اس عدم ولایت کے نتیجے میں دارالاسلام اور دارالحرب کے مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اور ایک دوسرے کے قانون والی نہیں ہو سکتے ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ دارالحرب میں بھی سود لینا گناہ ہے اور "لا ربو بین المسلم والحربی" کا مفاد یہ ہے کہ اس پر سود لینے کی دنیاوی سزا جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس کی تائید

علامہ سرخسی کی ذکر کردہ ان احادیث سے ہوتی ہے:

نبی کریم ﷺ نے نجران کے نصاریٰ کی طرف لکھا: جس شخص نے سود لیا ہمارے اور اس کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے اور
مجوس ہجر کی طرف لکھا: یا تو تم سود چھوڑ دو یا اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ قبول کر لو۔

(المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

نصاریٰ نجران اور مجوس ہجر حربی تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی اپنے علاقوں میں سود لینے کی اجازت نہیں دی اور
جب آپ نے حربی کافروں کو سود لینے کی اجازت نہیں دی ہے تو آپ دار الحرب کے مسلمانوں کو سود خوری کی اجازت کب دے سکتے
تھے!

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے مکحول کی روایت کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حالت اضطرار میں مسلمان حربی کافر سے سود لے
سکتا ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم ربیع الاول ۱۴۰۸ھ) یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سود دینے میں تو اضطرار ہو سکتا ہے مثلاً کسی شخص کو اپنی ناگزیر
ضرورت میں بغیر سود کے قرض نہ ملے لیکن سود لینے میں اضطرار کا کوئی تعلق نہیں ہے سود لینے کی وجہ صرف مال کی حرص اور جلب زر کی
خواہش ہوتی ہے۔

دار الحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت

امام اعظم نے جو یہ کہا ہے کہ دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان ربا نہیں ہے ان کی بھی اس قول سے یہی مراد ہے کہ
چونکہ دار الحرب مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس لیے مسلمان حکام وہاں کسی مسلمان کے سود لینے پر اس سے مواخذہ نہیں کریں
گے اور اس کا مالک ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے اور وہ اس پر اخروی عذاب کا مستحق ہے اس کی وضاحت علامہ سرخسی کی اس
عبارت سے ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ دار الاسلام کی حفاظت میں آنے سے پہلے اسلام سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے وہ صرف امام کے
حق میں ہے احکام کے حق میں نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ان دو مسلمانوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال یا اس کی جان
تلف کر دے تو اس پر ضمان نہ ہوگا حالانکہ وہ اس فعل کی وجہ سے گنہگار ہوگا' دراصل احکام میں عصمت صرف دار الاسلام میں رہنے
سے ہوتی ہے نہ کہ دین کی وجہ سے' کیونکہ دین تو حق شرع کے لحاظ سے ان لوگوں کو روکتا ہے جو اس دین کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو
اس کا اعتقاد نہیں رکھتے ان کو نہیں روکتا' اس کے برخلاف جب انسان دار الاسلام میں ہوں تو اس کے مال کی حفاظت اس شخص سے
بھی کی جائے گی جو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہے یا اس دین کا اعتقاد نہیں رکھتا پس گناہ ہونے کی حیثیت سے جو عصمت ثابت ہے
اس اعتبار سے ہم نے کہا: ان کا یہ فعل مکروہ ہے اور قانون کے لحاظ سے عدم عصمت کی بناء (چونکہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے)
ہم نے یہ کہا کہ اس کا لیا ہوا مال واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جائے کیونکہ ان میں سے ہر ایک جب دوسرے کا مال لیتا ہے تو محض لینے
کی وجہ سے ہی اس مال کا مالک ہو جاتا ہے۔ (المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

امام اعظم کا یہ اصول ہے کہ اگر مسلمان دار الحرب میں کوئی عقد فاسد کرے تو وہ اس سے مالک تو ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل

گناہ ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اگر دو حربی مسلمان ہو جائیں اور دار الحرب سے ہجرت نہ کریں اور آپس میں سود کا معاملہ کریں تو میں اس کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتا ہوں لیکن یہ سود واپس نہیں کروں گا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ)

ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر دار الحرب میں رہنے والے مسلمان آپس میں سود لیں یا مسلمان حربی کافر سے سود لے تو وہ اس سود کا مالک تو ہو جائے گا لیکن سود لینے والا مسلمان بہر حال گنہ گار ہو گا۔

کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟

جب مسلمان کسی کافر قوم سے برسر جنگ ہوں اس وقت کافروں کا ملک دار الحرب ہوتا ہے اور اس وقت دار الحرب کے کافروں کی جان اور اموال مباح ہیں لیکن جن ممالک سے مسلمان برسر جنگ نہیں ہیں ان سے سفارتی تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں اور ان کے ہاں پاسپورٹ اور ویزے میں آنا جانا جاری اور معمول ہے اور ان ممالک میں مسلمانوں کو جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ حاصل ہے بلکہ وہاں انہیں اسلامی احکام پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، اور جرمنی وغیرہ، ایسے ممالک دار الحرب نہیں ہیں بلکہ دار الکفر ہیں اور ایسے ممالک کے کافروں کے اموال ان پر مباح نہیں ہیں۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ کافروں کا مال مسلمانوں پر مباح ہے خواہ جس طرح حاصل ہو بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کا وقار مجروح نہ ہو، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

(آیت) ''یایھا الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم''۔ (النساء:۲۹)

ترجمہ اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال کو ناحق نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو۔

اس آیت سے یہ لوگ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے مسلمانوں کو آپس میں ناجائز طریقے سے مال کھانے سے منع کیا ہے اور اگر مسلمان کافروں کا مال ناجائز طریقے سے کھالیں تو اس سے منع نہیں کیا گیا سو مسلمانوں کے لیے کفار کے اموال عقد فاسد سے یا ناجائز طریقے سے کھانا جائز ہے۔

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق سے مسلمانوں کو خطاب کرتا ہے لیکن اس سے قرآن کا منشا یہ نہیں ہے کہ نیکی صرف مسلمانوں کے ساتھ کی جائے اور کفار کے ساتھ سلوک میں مسلمان نیکیوں کو چھوڑ کر بدترین برائیوں پر اتر آئیں حتیٰ کہ کفار کے نزدیک مسلمان ایک خائن اور بدکردار قوم کے نام سے معروف ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) ''ولا تکرھوا فتیتکم علی البغآء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا،

(النور:۳۳)

ترجمہ: اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تا کہ تم (اس بدکاری کے کاروبار

کے ذریعہ) دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو۔

کیا اس آیت کی رو سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی دار الکفر میں کافر عورتوں کا کوئی قحبہ خانہ کھول کر کاروبار کرنا شروع کر دیں؟

(آیت) ''یایها الذین امنوا لا تخونوا الله والرسول و تخونوا امنتکم وانتم تعلمون'' (الانفال:۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو درآں حالیکہ تم جانتے ہو۔

کیا اس آیت سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ کافروں کی امانتوں میں خیانت کرلیا کریں؟

(آیت) ''ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم''۔ (النحل:۹۴)

ترجمہ: اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا دینے کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔

کیا اس آیت کا یہ معنی ہے کہ کافروں سے دروغ حلفی میں کوئی مضائقہ نہیں؟

(آیت) ''ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة''۔ (النور:۱۹)

ترجمہ: بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

کیا اس آیت سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ کافروں میں بے حیائی اور بدکاری کو پھیلانا جائز اور صواب ہے اور اخروی ثواب کا موجب ہے؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا منشاء یہ ہے کہ اخلاق اور کردار کے اعتبار سے دنیا میں مسلمان ایک آئیڈیل قوم کے لحاظ سے پہچانے جائیں، غیر اقوام مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کو دیکھ کر متاثر ہوں، مسلمانوں کی امانت اور دیانت کی ایک عالم میں دھوم ہو، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کفار قریش ہزار اختلاف کے باوجود نبی کریم ﷺ کی راست بازی، پارسائی، امانت اور دیانت کے معترف اور مداح تھے۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں تلوار اور جہاد سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی باکمال سیرت کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کی کفار سے لڑائی تیر تفنگ کی نہیں اصول اور اخلاق کی لڑائی ہے، اس کا نصب العین زر اور زمین کا حصول نہیں بلکہ دنیا میں اپنے اصول اور اقدار کو پھیلانا ہے۔ اب اگر اس نے اپنے مکارم اخلاق ہی کو کھو دیا اور خود ہی ان اصولوں اور تعلیمات کو قربان کر دیا جن کو پھیلانے کے لیے وہ کھڑا ہوا تو پھر اس میں اور دوسری اقوام میں کیا فرق رہے گا اور کس چیز کی وجہ سے اس کو دوسروں پر فتح حاصل ہوگی اور کس قوت سے وہ دلوں اور روحوں کو مسخر کر سکے گا؟

جو لوگ دار الکفر میں حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں اور حربی کافروں کے اموال کو عقد فاسد کے ساتھ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اس پر کیوں غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس عمل کی مذمت کی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کا حق کھانے کے لیے یہ مسئلہ گھڑ لیا تھا کہ عرب کے امی جو ہمارے مذہب پر نہیں ہیں ان کا مال جس طرح ملے روا ہے، غیر مذہب والوں

کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی وطن چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں خدا نے ان کا مال ہمارے لیے حلال کر دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) "منهم من ان تامنه بدينار لا يؤده اليك الا ما دمت عليه قائما ذلك بانهم قالوا ليس علينا في الامين سبيل ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون" (آل عمران:۷۵)

ترجمہ: اور ان یہودیوں (میں سے) بعض ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھو تو جب تک تم انکے سر پر کھڑے نہ رہو وہ تم کو واپس نہیں دیں گے یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ امیوں (مسلمانوں) کا مال لینے سے ہماری پکڑ نہیں ہوگی اور یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

غور کیجئے جو لوگ دارلکفر میں حربی کافروں سے سود لینے اور عقد فاسد پر ان سے معاملے کو جائز کہتے ہیں ان کے عمل میں اور یہودیوں کے اس مذموم عمل میں کیا فرق رہ گیا؟

حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت

جو لوگ حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے مکہ میں ابی بن خلف سے اہل روم کی فتح پر شرط لگائی تھی اس وقت مکہ دارالحرب تھا حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے شرط جیت کر وہ رقم وصول کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رقم لینے سے منع نہیں کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ حربی کافروں سے قمار اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ رقم بٹورنا جائز ہے۔

یہ استدلال بالکل بے جان ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کے شرط لگانے کا ذکر جن روایات میں ہے وہ باہم متعارض ہیں۔ قاضی بیضاوی بغوی علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے بغیر کسی سند کے یہ واقعہ ذکر کیا ہے جس میں حضرت ابوبکر کے شرط جیتنے کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے یہ شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے ہار گئے تو وہ دس اونٹ دیں گے اور اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے جیت گئے تو ابی کو دس اونٹ دینے ہوں گے پھر جب حضور سے اس شرط کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا بضع کا لفظ تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے تم شرط اور مدت دونوں کو بڑھا دو پھر حضرت ابوبکر نے نو سال میں سو اونٹوں کی شرط لگائی جس ساتواں سال شروع ہوا اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جنگ بدر کے دن رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے حضرت ابوبکر نے ابی کے ورثاء سے اونٹ لے لیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ اونٹ لے کر آئے آپ نے فرمایا: یہ سحت (مال حرام) ہے اس کو صدقہ کر دو حالانکہ اس وقت تک حرمت قمار کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

(روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ آلوسی نے ترمذی کے حوالے سے بھی حضرت ابوبکر کے جیت جانے کا واقعہ لکھا ہے لیکن یہ علامہ آلوسی کا تسامح ہے۔" جامع ترمذی" میں حضرت ابوبکر کے شرط ہارنے کا ذکر ہے حافظ ابن کثیر نے بھی ترمذی کے حوالے سے ہارنے ہی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ تابعین کی ایک جماعت نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور مفسرین کی ذکر کردہ مذکور الصدر روایت کا عطاء خراسانی کے

حوالے سے بیان کیا ہے اور اس کو اغرب قرار دیا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم ج ۵ ص ۳۴۲-۳۴۱ ''مطبوعہ دار الاندلس' بیروت)

''جامع ترمذی'' کی روایت کا متن یہ ہے:

نیار بن اسلمی بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئیں: (آیت) ''الم۔ غلبت الروم۔ فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔ فی بضع سنین۔ (الروم: ۴-۱) الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے''۔ جن دنوں یہ آیات نازل ہوئیں ان دنوں میں ایرانیوں کو رومیوں پر برتری تھی اور مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رومی ایرانیوں پر فتح پا جائیں کیونکہ وہ اور رومی اہل کتاب تھے' اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

(آیت) ''ویومئذ یفرح المؤمنون، بنصر اللہ ینصر من یشآء وھو العزیز الرحیم'' (الروم ۵-۴)

ترجمہ: جس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے' اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ عزیز رحیم ہے''۔

اور قریش یہ چاہتے تھے کہ ایرانی غالب ہو جائیں کیونکہ وہ دونوں نہ اہل کتاب تھے نہ بعثت پر ایمان رکھتے تھے' جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر نے مکہ کے اطراف میں یہ اعلان کر دیا' الم اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر سے یہ کہا: تمہارے پیغمبر یہ کہتے ہیں کہ چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب ہو جائیں گے کیا ہم اس پر شرط نہ لگائیں' حضرت ابوبکر نے کہا: کیوں نہیں' اور یہ قمار کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ تھا' پھر حضرت ابوبکر اور مشرکین نے شرط لگائی' مشرکین نے کہا: بضع سنین' تین سالوں سے لے کر نو سال تک ہے' تم ہمارے درمیان اس کی درمیانی مدت طے کر لو' پھر انہوں نے یہ مدت چھ سال طے کی' پھر چھ سال گزر گئے اور رومی غالب نہ ہوئے' پھر مسلمانوں نے حضرت ابوبکر پر تنقید کی کہ انہوں نے ''بضع سنین'' کو چھ سال کیوں قرار دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ''بضع سنین'' فرمایا تھا (اور وہ نو سال تک کو کہتے ہیں) امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی ص ۷۶۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حضرت ابوبکر کے قمار سے جو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حربی کافروں کا مال ناجائز طریقے سے بھی لینا جائز ہے' اس روایت کی تحقیق کے بعد اس کے حسب ذیل جواب ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر کے قمار کا واقعہ جن روایات سے ثابت ہے وہ مضطرب ہیں' بعض روایات میں حضرت ابوبکر کے جیتنے کا ذکر ہے اور بعض میں ہارنے کا ذکر ہے اور مضطرب روایات سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۲) قمار کا یہ واقعہ بالاتفاق حرمت قمار سے پہلے کا ہے کیونکہ یہ شرط فتح مکہ سے پہلے لگائی گئی تھی اور قمار کی حرمت سورۂ مائدہ میں نازل ہوئی ہے جو مدینہ میں سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مال کو نہ خود قبول فرمایا نہ حضرت ابوبکر کو لینے دیا' بلکہ فرمایا: یہ مال حرام ہے' اس کو صدقہ کر دو (اس میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کسی مال حرام سے بری ہونا چاہے تو برأت کی نیت سے اس کو صدقہ کر دے)

دار الحرب، دار الکفر اور دار الاسلام کی تعریفات

شمس الائمہ سرخسی دار الحرب کی تعریف بیان کرتے ہیں ہوئے لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دار الحرب کی تین شرطیں ہیں، ایک یہ کہ اس پورے علاقے میں کافروں کی حکومت ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو، دوسری یہ کہ اسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان، مال اور عزت محفوظ نہ ہو، اسی طرح ذمی بھی محفوظ نہ ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں شرک کے احکام ظاہر ہوں۔

یہ تعریف اس مالک پر صادق آئے گی جس ملک سے مسلمان عملاً برسر جنگ ہوں، اس ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم نہ ہوں اور وہاں کسی مسلمان کی اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان، مال اور عزت محفوظ نہ ہو جیسا کہ کسی زمانہ میں اسپین میں تھا وہاں ایک ایک مسلمان کو چن چن کر قتل کر دیا گیا، وہاں مذہب اسلام پر قائم رہنا قانوناً جرم تھا۔ ایسے ملک سے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض ہے۔ فقہاء احناف نے حربی کافروں کی جان اور مال کے مباح ہونے کی جو تصریح کی اس سے اسی دار الحرب کے باشندے مراد ہیں۔

کافروں کے وہ مالک جن سے مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہیں، تجارت اور دیگر انواع کے معاہدات ہیں، پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں، مسلمانوں کی جان، مال اور عزت محفوظ ہیں بلکہ مسلمانوں کو وہاں اپنے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکا، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی اور افریقی ممالک، یہ ملک دار الحرب نہیں ہیں بلکہ دار الکفر ہیں۔ فقہاء احناف نے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی کے پیش نظر ایسے ملکوں کو دار الاسلام کہا ہے لیکن یہ حکماً دار الاسلام ہیں حقیقتہً دار الکفر ہیں۔ بعض اوقات فقہاء دار الکفر پر مجازاً دار الحرب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں لیکن یہ مالک اور اسلامی احکام پر عمل کی آزادی کی وجہ سے کبھی ان پر دار الاسلام کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (البقرہ: ۲۷۵)

قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی مغفرت نہیں ہوگی، مال غنیمت میں خیانت کرنے سے، سو جس نے خیانت کی وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا، اور سود کھانے سے، سو جس نے سود کھایا وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس پاگل کی طرح اٹھے گا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

(البقرہ: ۲۷۵)

قیامت میں سود خور کے مخبوط الحواس ہو کر اٹھنے سے جن چڑھنے پر استدلال اور اس کا جواب:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی

مغفرت نہیں ہوگی' مال غنیمت میں خیانت کرنے سے' سو جس نے خیانت کی وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کو لے کر آئے گا'
اور سود کھانے سے' جس نے سود کھایا وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس پاگل کی طرح اٹھے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جو لوگ سود
کھاتے ہیں: وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس
کر دیا ہو۔ (معجم کبیر ج ۱۸ ص ۶۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سود خوروں کی یہ علامت بنا دے گا' اور قیامت کے مجمع عظیم میں جو شخص پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس
کھڑا ہوگا اسے دیکھ کر قیامت کے دن سب پہچان لیں گے کہ یہ شخص دنیا میں سود خور تھا۔

مس کا اصل معنی چھونا ہے' بعض اوقات اس کا استعمال کسی برائی اور مصیبت پہنچنے کے لیے بھی ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے'
حضرت ایوب (علیہ السلام) نے دعا کی:

(آیت) "انی مسنی الشیطن بنصب وعذاب"۔ (ص: ۴۱)

ترجمہ: شیطان نے مجھے بڑی اذیت اور سخت تکلیف پہنچائی ہے۔

نیک بندوں پر تو شیطان کا اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ وہ ان کو کسی اذیت اور آزمائش میں مبتلا کر دے' لیکن عام لوگ جن
کی رگوں میں شیطان سیال خون کی طرح دوڑتا ہے' ان میں سے جو فاسق و فاجر ہوتے ہیں کبھی کبھی ان کی عقل اور دماغ پر بھی
شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے' اور وہ پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑتے ہیں' اور منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے' پریشان حال' پراگندہ بال
جدھر سینگ سمائے خاک اڑاتے پھرتے ہیں۔ ان کو یہ سزا اس لیے دی جائے گی کہ دنیا میں سود خور اپنا مال بڑھانے کی حرص میں اس
طرح دیوانہ ہو چکا تھا کہ اس کو نہ خوف خدا تھا نہ کسی ضرورت مند اور مصیبت زدہ پر اس کو ترس آتا تھا اور سود خوری کی محبت میں وہ
بالکل مجنون ہو چکا تھا' اس لیے قیامت کے دن اس کو پاگلوں کی طرح مخبوط الحواس اٹھایا جائے گا۔ اہل عرب پاگل شخص کو مجنون کہتے
ہیں یعنی یہ آسیب زدہ شخص ہے یا اس پر جن بھوت کا سایہ ہے یا جن کے چھونے کی وجہ سے یہ پاگلوں کی سی حرکتیں کر رہا ہے اور مخبوط
الحواس اٹھے گا' عرب کے اسی اسلوب اور محاورہ کے مطابق قرآن مجید نے یہ بیان کیا ہے' کہ قیامت کے دن سود خور پاگلوں کی طرح
مخبوط الحواس اٹھے گا اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی آدمی پر جن چڑھ جاتا ہے پھر اس کے جسم پر جن کا تصرف ہوتا ہے' جن اس
کی زبان سے باتیں کرتا ہے اور مافوق الفطرت کام کرتا ہے قرآن مجید اس مفہوم کی تائید اور تصدیق نہیں کر رہا جیسا کہ علامہ آلوسی
نے سمجھا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: کبھی کسی جسم میں ایک متعفن روح داخل ہو جاتی ہے جس کی اس جسم کی روح کے ساتھ مناسبت ہو' پھر اس
شخص پر مکمل جنون طاری ہو جاتا ہے اور بعض اوقات یہ بخاری (متعفن روح) انسان کے حواس پر غالب ہو کر اس کو معطل کر دیتا
ہے پھر یہ خبیث روح اس کے جسم پر مستقل تصرف کرتی ہے' اس کی زبان سے کلام کرتی ہے اور اس کے اعضاء میں تصرف کرتی ہے
اور جس شخص کے جسم میں یہ روح تصرف کرتی ہے اسے اس کا بالکل شعور نہیں ہوتا' اور یہ چیز محسوس اور مشاہدہ میں ہے' اس کا صرف
وہی شخص انکار کرے گا جو مشاہدات کا منکر ہوگا۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۴۹' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ آلوسی بڑے پائے کے محقق ہیں' ہمارے دل میں ان کا بڑا احترام ہے اس کے باوجود وہ انسان ہیں اور انسانی فروگزاشت سے خالی نہیں ہیں' یہ جو کچھ انہیں نے لکھا ہے تحقیق کے خلاف لکھا ہے اللہ تعالیٰ کسی انسان کے جسم پر کسی اور روح کو تصرف کرنے کا اختیار نہیں دیتا اللہ تعالیٰ نے انسان کو احکام شرعیہ کا مکلف کیا ہے' یہ چیز اس قاعدہ کے خلاف ہے' نیز اگر ایسا ہو تو ایک آدمی کو قتل کر دے گا اور بعد میں کہہ دے گا کہ یہ کام میں نے نہیں کیا' مجھے اس کا پتا نہیں' مجھ پر اس وقت کسی جن کا اثر تھا یہ قتل اسی نے کیا ہے اسی طرح ہر شخص کوئی بھی قانون شکنی کر کے عدالت سے یہ کہہ کر بری ہو سکتا ہے کہ اس قانون شکنی کے وقت میں کسی خبیث جن کے زیر اثر تھا اور یوں دنیا فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جائے گی اور امن اور سکون غارت ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے' اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ (البقرہ: ۲۷۵)

ربا اور بیع کا فرق

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ سود خوروں کو قیامت کے دن مجنون اور مخبوط الحواس شخص کی طرح اس سے لیے اٹھایا جائے گا کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ بیع سود ہی کی مثل ہے' بہ ظاہر ان کو یوں کہنا چاہتے تھا کہ سود بیع ہی کی مثل ہے' لیکن انہوں نے گا کہ وہ دنیا میں کہا کرتے تھے کہ بیع کہ سود ہی کی مثل ہے' بہ ظاہر ان کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ سود بیع ہی کی مثل ہے لیکن انہوں نے سود کے جائز اور حلال ہونے میں مبالغہ کیا' اور جواز اور حلت میں سود کو اصل اور مشبہ بہ قرار دیا' ان کا یہ قیاس فاسد تھا' اللہ تعالیٰ نے صریح عبارت سے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

سود خوروں کا یہ کہنا کہ سود بیع کی طرح ہے بداہتہ باطل ہے' سود اور بیع کے فرق کی بہت سی وجوہ ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

(۱) بیع میں تاجر دس روپے کی چیز کو مثلاً بارہ روپے کی بیچتا ہے اور دس روپے کی چیز پر دو روپے زائد لیتا ہے اور سود میں سود خور ایک ماہ کے لیے مثلاً دس روپے قرض دیتا ہے اور اس کے عوض بارہ روپے وصول کرتا ہے' اور اس سے اصل رقم پر دو روپے زائد وصول کرتا ہے' کیونکہ ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ تاجر دس روپے کی چیز کو منڈی سے تھوک فروشوں سے تھوک کے حساب سے زیادہ مقدار میں خریدتا ہے' وہاں سے کسی گاڑی میں وہ سامان لاد کر لاتا ہے' پھر وہ چیز بارہ روپے میں فروخت کرتا ہے' اس پورے عمل میں اس دو روپے کے نفع پر تاجر کا وقت' اس کی محنت اور اس کی ذہانت صرف ہوئی ہے اس لیے خریدار اس نفع کو تاجر کا جائز حق سمجھتا ہے اور وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اگر وہ اپنا وقت اور کرایہ خرچ کر کے منڈی جائے تب بھی اس کو تھوک فروشوں سے تھوک کے بھاؤ پر یہ چیز نہیں ملے گی' اس کے برعکس سود خور دس روپے پر ایک ماہ بعد جو دو روپے زائد لے رہا ہے اس کے لیے اس کی وقت' محنت اور ذہانت میں سے کوئی چیز خرچ نہیں ہوئی۔

(۲) تاجر جب اپنا روپیہ تجارت میں لگاتا ہے تو اس میں نفع اور نقصان کے دونوں امکان ہیں' اس کے برعکس سود خور جو اپنے روپے پر سود وصول کر رہا ہے اس کو نقصان کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(ب) تجارت میں مبیع اور قیمت کے تبادلہ کے بعد بیع مکمل ہو جاتی ہے لیکن سود میں اصل رقم واپس کرنے کے بعد اس پر سود در سود کا سلسلہ عرصہ دراز تک قائم رہتا ہے۔

ربا کو بہ تدریج حرام کرنے کا بیان

شراب کی طرح سود کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہ تدریج حرام کیا ہے' سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں سود کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

(آیت)" وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولیئک ھم المضعفون"۔ (الروم:٣٩)

ترجمہ: اور جو مال تم سود حاصل کرنے کے لیے دیتے ہو تو وہ مال لوگوں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتا ہی رہے' تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا' اور جو تم اللہ کی رضاجوئی کے لیے زکوۃ دیتے ہو تو وہی لوگ اپنا مال (بکثرت) بڑھانے والے ہیں۔

اس آیت میں صراحتہ سود کو حرام نہیں فرمایا: صرف اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے:

سود کے متعلق یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور باقی آیات مدینہ میں نازل ہوئیں دوسری آیت یہ ہے' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: یہود کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی ایسی پاک چیزیں حرام کر دیں جو پہلی ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہ کثرت روکتے تھے' نیز فرمایا:

(آیت) واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ واکلھم اموال الناس بالباطل"۔ (النساء:١٦١)

اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ انکو سود لینے سے منع کیا گیا ہے اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے۔

اس آیت میں بھی مسلمانوں کو سودی کا کاروبار سے صراحتہ منع نہیں فرمایا صرف یہ اشارہ فرمایا کہ یہود پر عتاب کی وجہ ان کا سودی کاروبار تھا پھر یہ آیت نازل فرمائی:

(آیت)" یایھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ (آل عمران:١٣٠)

ترجمہ: اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ۔

اس آیت میں بھی مطلقا سود سے منع نہیں فرمایا بلکہ سود در سود سے منع فرمایا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زیر بحث آیت میں مطلقا سود کو حرام فرما دیا:

(آیت)"۔ واحل اللہ البیع وحرم الربوا"۔ (البقرہ:٢٧٥)

ترجمہ: اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کر دیا۔

نیز فرمایا:

(آیت)"۔ یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین"۔ (البقرہ:٢٧٨)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو' اگر تم مومن ہو"۔

ربا کو حرام قرار دینے کی حکمتیں

اسلام نے حرکت اور عمل کی تعلیم دی ہے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک' ہمسایوں سے ہمدردی' فقراء اور مساکین اور دیگر ضرورت مندوں کے ساتھ شفقت اور ایثار کی تلقین کی ہے' اسلام کسی ایسے کسب کی اجازت نہیں دیتا جس میں انسان کی کوشش اور جدوجہد کا دخل نہ ہو وہ صدقہ کرنے اور قرض حسن دینے کی ترغیب دیتا ہے اور ضرورت مندوں کے استحصال سے منع کرتا ہے' اور ہر اس چیز کو حرام قرار دیتا ہے جو عداوت' بغض' مناقشہ اور نزاع کا موجب ہے' اور کینہ' حسد' حرص اور طمع کی بیخ کنی کرتا ہے اور مال کو صرف جائز اور مشروع طریقہ سے لینے کی اجازت دیتا ہے جس میں کسی پر ظلم نہ ہو' اور چند ہاتھوں میں دولت کے مرتکز ہو جانے کو ناپسند کرتا ہے ان اصولوں کی روشنی میں ربا کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے ربا کے حرام ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) سود خوری کی وجہ سے انسان بغیر کسی عمل کے پیسہ کمانے کا عادی ہو جاتا ہے کیونکہ سود کے ذریعہ تجارت یا صنعت و حرفت میں کوئی جدوجہد کیے بغیر پیسہ حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲) سود میں بغیر کسی عوض کے نفع ملتا ہے اور شریعت نے بغیر حق شرعی کے مال لینے کو ناجائز قرار دیا ہے اور کمزوروں اور ناداروں کے استحصال سے منع کیا ہے۔

(۳) سود خوری کی وجہ سے مفلسوں اور ناداروں کے دلوں میں امراء اور سرمایہ داروں کے خلاف کینہ اور بغض پیدا ہوتا ہے۔

(٤) سود خوری کی وجہ سے صلہ کرنے' صدقہ و خیرات کرنے اور قرض حسن دینے ایسے مکارم اخلاق مٹ جاتے ہیں پھر انسان ضرورت مند غریب کی مدد کرنے کے بجائے اس کو سود پر قرض دینے کو ترجیح دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آگئی پس وہ (سود سے) باز آگیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے دوبارہ اس کا اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرہ:۲۷۵)

سود خور کے لیے دائما دوزخ کی وعید کی توجیہ

جس شخص کو سود کا حرام ہونا معلوم ہو گیا' اور وہ سودی خوری سے رک گیا تو سود کی تحریم سے پہلے وہ جو کچھ لے چکا ہے وہ اس سے واپس نہیں لیا جائے گا' اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے' اس کی دو تفسیریں ہیں' ایک یہ کہ اگر اللہ چاہیے تو اس کو آئندہ سود خوری سے محفوظ رکھے گا اور اگر چاہے گا تو ایسا نہیں کرے گا' دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص نصیحت پہنچنے کے بعد اخلاص اور صدق نیت سے سود خوری چھوڑ دے گا اس کو اللہ تعالیٰ جزا دے گا' یا اللہ جو چاہے گا اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا' کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ وہی مالک اور حاکم علی الاطلاق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جس نے دوبارہ سود لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں اس سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر دوبارہ سود لے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' کیونکہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سود کے حرام

ہونے کے بعد دوبارہ سود لے وہ دوزخ میں دائما رہنے کا مستحق ہے یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ سزا نہ دے تیسرا جواب یہ
ہے کہ یہ وعید مشیت کے ساتھ مقید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرے گا اور اس کی جزا اس کو دے
گا، جس مومن نے سود لیا اس کا ایمان بھی تو ایک نیکی ہے اگر اس کو ہمیشہ دوزخ میں رکھا گیا تو اس کے ایمان کی اس کو جزا نہیں ملے
گی اس لیے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ دوزخ میں سزا دینے کے بعد اسے جنت میں بھیج دیا جائے تا کہ وہ اپنی برائی اور نیکی دونوں کی
جزا پائے اس لیے یہ آیت مشیت کے ساتھ مقید ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو دوزخ میں دائما رکھے گا، لیکن اللہ تعالیٰ ایسا
نہیں چاہے گا کیونکہ اس نے فرمایا ہے: جس نے نیکی کی اس کو اس کی نیکی کی جزا ملے گی۔

(آیت)۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ (الزلزال:۷)

ترجمہ: سو جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی وہ اس (کی جزا) کو دیکھے گا''۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ زیادہ عرصہ دوزخ
سے سزا دینے کو اللہ تعالیٰ نے مجاز ادوام کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ (تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابٌ فِي وَضْعِ الرِّبَا

باب: سود کو کالعدم قرار دینا

3334- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا شَبِيبُ بْنُ غَرْقَدَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ
أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُولُ: أَلَا إِنَّ كُلَّ رِبًا مِنْ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ
مَوْضُوعٌ لَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ، لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ أَلَا وَإِنَّ كُلَّ دَمٍ مِنْ دَمِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ
وَأَوَّلُ دَمٍ أَضَعُ مِنْهَا، دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي لَيْثٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ قَالَ:
اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، قَالُوا: نَعَمْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

سلیمان بن عمرو اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد
فرماتے ہوئے سنا ہے:

''خبردار! جاہلیت سے تعلق رکھنے والا ہر سود کالعدم قرار پاتا ہے، تم (وصول کرنے والوں) کو تمہاری اصل رقم مل جائے گی، نہ
تم زیادتی کرو، نہ تمہارے ساتھ زیادتی ہو، زمانہ جاہلیت کا ہر خون کالعدم ہے، میں سب سے پہلے حارث بن عبدالمطلب کا خون
معاف کرتا ہوں، جو بنولیث میں دودھ پیتے بچے تھے، اور ہذیل قبیلے والوں نے انہیں قتل کر دیا تھا۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یا اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں، ایسا تین مرتبہ ہوا، پھر نبی
اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا!

سود کی حرمت و مذمت سے متعلق احادیث و آثار کا بیان

(۱) ابویعلیٰ نے کلبی کے طریق سے ابو صالح سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لفظ

آیت ''الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس'' سے مراد ہے کہ وہ لوگ اس کے ساتھ قیامت کے دن پہچانے جائیں گے وہ کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جیسے خبطی اور گلا گھٹا ہوا کھڑا ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا) لفظ آیت ''ذلک بانهم قالوا انما البیع مثل الربوا'' (یعنی یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا خرید وفروخت سود کی طرح ہے) اور انہوں نے (یہ کہہ کر) اللہ پر جھوٹ بولا (پھر فرمایا) لفظ آیت '' واحل الله البیع وحرم الربوا'' (یعنی اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال فرمایا اور سود کو حرام فرمایا) اور جو آدمی (حرام ہونے کے بعد) پھر سود کھائے گا لفظ آیت ''فاولئک اصحب النار هم فیها خلدون'' یعنی یہی لوگ (دوزخ والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے) اور اس آیت ''یایها الذین امنوا اتقوا الله وذروا ما بقی من الربوا'' کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت قبیلہ بنو ثقیف کے بنو عمرو بن عوف اور قبیلہ بنو مخزوم کے بنو مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اور بنو مغیرہ سود لیتے تھے ثقیف والوں سے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ پر غلبہ عطا فرمایا اور اس دن تمام سود ختم کر دیئے گئے طائف والوں نے اس شرط پر صلح کر لی کہ ان کے لیے سود ہو گا اور جو ان پر سود ہے وہ ختم ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کتاب کے آخر میں یہ لکھ دیا کہ ان کے لیے وہ تمام حقوق ہیں جو مسلمانوں کے لیے ہے اور ان پر وہ تمام واجبات ہوں گے جو مسلمانوں پر ہے کہ وہ نہ سود کھائیں گے اور نہ کھلائیں گے (اس کے بعد) بنو عمرو بن عمیرہ جو مغیرہ کے ساتھ عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو مکہ کے حکمران تھے بنو مغیرہ نے کہا ہم نے لوگوں سے سود ختم کر دیا بنو عمرو بن عمیر نے کہا انہوں نے ہم سے اس بات پر صلح کر لی کہ ہمارے لیے ہمارا سود ہو گا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ کر بھیجی تو اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں لفظ آیت ''فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب'' آخر تک۔

(۲) الاصبہانی نے ترغیب میں انس رضی اللہ عنہ سے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کھانے والا قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے عضو بیکار ہوں گے اور اپنی دونوں جانبوں کو کھینچ رہا ہو گا پھر یہ آیت آپ نے تلاوت فرمائی لفظ آیت ''لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس''۔

(۳) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ سود کھانے والا قیامت کے دن مجنون اور گلا گھٹے ہوئے کی طرح اٹھایا جائے گا۔

(٤) عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر نے وجہ آخر سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اس وقت ہو گا جب وہ اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا۔

(٥) ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور سود کا قبیح ہونا بیان فرمایا پھر فرمایا ایک آدمی سود میں سے ایک درہم پاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی آدمی کا چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے اور سب سے بڑھ کر سود کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑتا ہے۔

(٦) عبد الرزاق، ابن ابی الدنیا، اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

خوری بہتر گناہوں کے برابر ہے سب سے چھوٹا گناہ ایسے ہے جیسے کوئی شخص مسلمان ہوتے ہوئے اپنی ماں سے زنا کرے۔ اور سود کا ایک درہم تیس سے زائد مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے پھر فرمایا قیامت کے دن نیک اور گنہگار لوگوں کو کھڑے ہونے کی اجازت دی جائے گی مگر سود کھانے والے کو نہیں کیونکہ وہ کھڑے نہیں ہوسکیں مگر اس شخص کی طرف جس کو شیطان نے چھونے سے مخبطی بنادیا ہو۔

(۷) بیہقی نے روایت کیا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سود خوری ستر گناہوں کے برابر ہے اس کا اور سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی ناحق عزت بگاڑے۔

(۸) عبدالرزاق، احمد، اور بیہقی نے روایت کیا کہ کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تینتیس (۳۳) مرتبہ زنا کروں گا یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں ایک درہم سود کا کھاؤں اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ درہم میں نے بطور سود کھایا ہے۔

(۹) طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سود کا ایک درہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے اور فرمایا کہ جس شخص کے گوشت نے حرام مال سے پرورش پائی ہو تو آگ اس کے لیے زیادہ لائق ہے۔

(۱۰) حاکم اور بیہقی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سود کے تہتر دروازے ہیں ان میں سے آسان ترین کی مثال یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرے اور سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑے۔

(۱۱) حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سود کے ستر دروازے ہیں (یعنی ستر قسم کے گناہ ہیں) اس میں سے سب سے کم درجے کا گناہ مثل اس آدمی کے ہے جو اپنی ماں پر واقع ہو جائے اور سب سے بڑھ کر یہ سود ہے کہ کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑے۔

سود کا ایک درہم چھتیس مرتبہ زنا سے بڑا گناہ ہے

(۱۲) ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبۃ میں اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) خطبہ ارشاد فرمایا اور سود کا بڑا گناہ ہونا بیان فرمایا پھر فرمایا کہ ایک درہم جو آدمی کو سود میں سے پہنچتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی آدمی کا چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے اور سب سے بڑھ کر سود کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑنا ہے۔

(۱۳) الطبرانی نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان گناہوں سے بچو جن کی مغفرت نہیں کی جاتی مال غنیمت میں خیانت کرنا جو شخص کسی چیز کی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس کو لے آئے گا اور سود کھانے سے بچو جو شخص سود کھائے گا وہ مجنون اور خبطی ہو کر اٹھایا جائے گا پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت ”الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس“۔

(۱۴) ابو عبیدہ اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ اس کو اس طرح پڑھتے تھے لفظ آیت

''الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس'' فرمایا کہ یہ قیامت کے دن ایسا ہوگا۔

(۱۵) ابن جریر نے ربیع رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت میں روایت کیا ہے کہ (وہ لوگ) قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے (اس حال میں) کہ شیطان کے چھونے کی وجہ سے ان کے اعضاء بیکار ہوں گے بعض قراۃ میں یوں ہے لفظ آیت ''لا یقومون یوم القیمۃ'' کہ وہ قیامت کے دن نہیں کھڑے ہوسکیں گے۔

(۱۶) عبدالرزاق احمد بخاری اور مسلم اور ابن المنذر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ بقرۃ کی آخری آیات سود کے بارے میں نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور ان آیات کو لوگوں کے سامنے پڑھیں پھر شراب کی تجارت بھی حرام کردی گئی۔

(۱۷) الخطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب سورۃ بقرہ نازل ہوئی تو اس شراب کی حرمت بھی نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

(۱۸) ابوداؤد اور حاکم نے (اس کو صحیح کہا) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت ''الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے مخابرہ (یعنی زمین کو بٹائی پر دینا) نہ چھوڑا تو اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ ہے۔

(۱۹) احمد، ابن ماجہ، ابن الضریس، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سود کی آیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تفسیر ہم کو بتلانے سے پہلے اس دنیا سے چلے گئے۔ اس لیے سود اور جس میں سود کا شبہ ہو دونوں کو چھوڑ دو۔

(۲۰) ابن جریر، ابن مردودیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نزول کے اعتبار سے آخری آیت ہے۔

(۲۱) ابن جریر، ابن مردودیہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قرآن کی آخری آیت نازل ہونے کے اعتبار سے سود کی آیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔ جبکہ آپ نے ہمارے لیے اس کی وضاحت نہ بیان فرمائی۔ سو چھوڑ دو تم اس چیز کو جو شک میں ڈالے اور اس چیز کو اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔

(۲۲) بخاری، ابوعبیدہ، ابن جریر بیہقی نے دلائل میں شعبی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آخری آیت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائی وہ سود والی آیت ہے۔

(۲۳) بیہقی نے دلائل میں سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آخری آیت جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی وہ سود کی آیت ہے۔

قرض میں زائد رقم وصول کرنا بھی سود ہے

(۲٤) ابن جریر نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں کسی آدمی کا قرض ہوتا تھا تو مقروض قرض خواہ سے کہتا تھا میں تجھ کو اتنا زائد دوں گا تو مجھ سے (قرض کو) مؤخر کر دے تو وہ اس سے مؤخر کر دیتا تھا۔ یہ سود ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

(۲٥) ابن جریر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا زمانہ جاہلیت میں سود اس طرح سے ہوتا تھا کہ ایک آدمی ایک مدت تک کوئی چیز بیچ دیتا تھا۔ جب مدت پوری ہو جاتی اور قرض دار کے پاس کوئی چیز ادا کرنے کو نہ ہوتی وہ رقم میں اضافہ کر دیتا تھا اور قرض کی مدت کو مؤخر کر دیتا

(۲٦) ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کہ لفظ آیت ”الذین یاکلون الربوا“ یعنی وہ لوگ جو سود کو حلال سمجھ کر کھاتے ہیں لفظ آیت ”لا یقومون“ یعنی وہ کھڑے نہ ہوں گے یعنی قیامت کے دن اور یہ اس وجہ سے ان پر مصیبت آئے گی کیونکہ انہوں نے کہا کہ خرید و فروخت بھی سود کی طرح سے ہے۔ اس کی صورت یہ تھی جب قرض کی ادائیگی کا وقت ہو جاتا تو مقروض قرض خواہ سے یہ کہتا تھا میرے لیے مدت زیادہ کر دے تو میں تیرا مال زیادہ کر دوں گا، جب اس نے ایسا کر دیا تو ان سے کہا گیا کہ یہ (زیادہ کرنا) سود ہے، وہ کہتے ہم پر برابر ہے کہ ہم اول بیع میں زیادہ کر دیں یا مال کے ادا کرنے کے وقت زیادہ کر دیں دونوں صورتیں برابر ہیں (اس پر) اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت ”واحل اللہ البیع وحرم الربوا فمن جاءہ موعظۃ من ربہ“ (اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام فرمایا سو کون شخص ہے جو اپنے رب کی نصیحت پر آئے) یعنی یہ وہ بیان ہے جو سود کے حرام ہونے کے بارے میں قرآن میں ہے (پھر فرمایا) لفظ آیت ”فانتھی فلہ ما سلف“ یعنی حرمت سود سے پہلے جو کچھ وہ لے چکا ہے وہ اسی کا ہے لفظ آیت ”وامرہ الی اللہ“ (اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے) یعنی حرمت کے بعد اور اس کے ترک کرنے کے بعد بھی۔ اگر چاہے اس سے بچالے اور اور چاہے تو نہ بچائے۔ لفظ آیت ”ومن عاد“ یعنی جس آدمی نے سود کے حرام کیے جانے کے بعد سود کو زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی وجہ سے حلال کر لیا کہ خرید و فروخت مثل سود کے ہے (پھر فرمایا) لفظ آیت ”فاولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون“ (یہی لوگ ہیں دوزخ والے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) اور وہاں ان پر موت طاری نہ ہوگی۔

(۲۷) احمد اور البزار نے رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا پوچھا گیا یا رسول اللہ؟ کون سی کمائی سب سے زیادہ پاکیزہ ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر خرید و فروخت جو (شرعاً) قبول ہو۔

(۲۸) مسلم اور بیہقی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور لائی گئی آپ نے فرمایا یہ ہماری کھجوروں میں سے تو نہیں ہیں تو آدمی نے کہا یا رسول اللہ ہم نے اپنی دو صاع کھجوروں کے دو صاع اس کھجور کے ایک صاع کے بدلے میں بیچے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ سود ہے اس کو لوٹا دو پہلے اپنی کھجوروں کو بیچو پھر اس کی قیمت سے ہمارے لیے ان سے کھجور خرید و۔

(۲۹) عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک عورت نے ان سے کہا میں نے ایک غلام زید بن ارقم کو ادھار آٹھ سو میں بیچا ہے پھر زید بن ارقم کو اس غلام کی قیمت کی ضرورت پڑ گئی تو میں نے ادھار کی مدت مکمل ہونے سے پہلے اس کو چھ سو میں خرید لیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا برا کیا جو تو نے بیچا اور برا کیا جو تو نے خریدا زید رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچا دو کہ اگر اس نے توبہ نہ کی تو جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تھا اس کو وہ ضائع کر رہے ہیں اس عورت نے کہا آپ مجھے بتایئے اگر میں دو سو چھوڑ دوں اور صرف چھ سو لوں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں (یہ ٹھیک ہے) (اور یہ آیت پڑھی) لفظ آیت "فمن جاءہ موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف" (یعنی جس کے پاس اس کے رب کی طرف نصیحت آ گئی اور وہ اس سے باز آ گیا تو حرمت سود سے پہلے جو کچھ وہ لے چکا ہے وہ اسی کا ہے۔

(۳۰) ابونعیم نے الحلیہ میں جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو کیوں حرام فرمایا۔ انہوں نے فرمایا تاکہ لوگ نیکی کرنے سے نہ رک جائیں۔ (تفسیر درمنثور، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْيَمِينِ فِي الْبَيْعِ

باب: خرید و فروخت میں قسم اٹھانے کا ناپسندیدہ ہونا

3335 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ الْمُسَيِّبِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ، قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: لِلْكَسْبِ، وَقَالَ: عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"قسم اٹھانے سے سودا فروخت ہو جاتا ہے، لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے"

ابن سرح نے لفظ "کسب" (کمائی) روایت کیا ہے، یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

بَابٌ فِي الرُّجْحَانِ فِي الْوَزْنِ وَالْوَزْنِ بِالْأَجْرِ

باب: وزن کرتے ہوئے (دوسرے فریق کے پلڑے کو) بھاری رکھنا، اور معاوضہ لے کر وزن کرنا

3336 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ: جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَفَةُ الْعَبْدِيُّ، بَزًّا مِنْ هَجَرَ فَأَتَيْنَا بِهِ مَكَّةَ فَجَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيلَ، فَبِعْنَاهُ وَثَمَّ رَجُلٌ يَزِنُ بِالْأَجْرِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زِنْ وَأَرْجِحْ،

❀❀ حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اور مخرفہ عبدی نے "ہجر" سے کپڑا خریدا، ہم اسے لے کر مکہ

آ گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلتے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ سودا طے کیا، تو ہم نے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فروخت کر دیا، وہاں ایک شخص تھا، جو قیمت (کے درہم و دینار میں سونے چاندی کا) وزن کرتا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم وزن کرو اور (ان کو دینے والے) پلڑے کو جھکا دینا (یعنی زیادہ ادائیگی کرنا)۔

3337 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى قَرِيبٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ اَبِي صَفْوَانَ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ: اَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ اَنْ يُهَاجِرَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، وَلَمْ يَذْكُرْ يَزِنُ بِاَجْرٍ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ قَيْسٌ كَمَا قَالَ سُفْيَانُ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ سُفْيَانَ

حضرت ابوصفوان بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے، مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے، تاہم اس میں معاوضے کا وزن کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسے قیس نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے، جس طرح سفیان نے نقل کیا ہے، جبکہ سفیان کا قول ہی قول ہے۔

3338 - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي رِزْمَةَ، سَمِعْتُ اَبِي يَقُولُ: قَالَ: رَجُلٌ لِشُعْبَةَ، خَالَفَكَ سُفْيَانُ، قَالَ: دَمَغْتَنِي وَبَلَغَنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ، قَالَ: كُلُّ مَنْ خَالَفَ سُفْيَانَ فَالْقَوْلُ: قَوْلُ سُفْيَانَ

ابورزمہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو شعبہ سے یہ کہتے ہوئے سنا: سفیان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف نقل کیا ہے، تو انہوں نے فرمایا: میں بھی اس بات پر پریشان ہوں، کیونکہ مجھ تک یحییٰ بن معین کا یہ قول پہنچا ہے: جو بھی سفیان کے برخلاف روایت نقل کرے، تو اس بارے میں سفیان کا قول معتبر ہوگا۔

3339 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: كَانَ سُفْيَانُ اَحْفَظَ مِنِّي

وکیع نے شعبہ کا یہ قول نقل کیا ہے: سفیان مجھ سے بڑے ''حافظ الحدیث'' ہیں۔

بَابٌ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِكْيَالُ مِكْيَالُ الْمَدِينَةِ

باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ''ماپنے میں اہل مدینہ کے ماپ کا اعتبار ہوگا''

3340 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ دُكَيْنٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوَزْنُ وَزْنُ اَهْلِ مَكَّةَ، وَالْمِكْيَالُ مِكْيَالُ اَهْلِ الْمَدِينَةِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ الْفِرْيَابِيُّ وَاَبُو اَحْمَدَ، عَنْ سُفْيَانَ، وَافَقَهُمَا فِي الْمَتْنِ، وَقَالَ اَبُو اَحْمَدَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، مَكَانَ ابْنِ عُمَرَ، وَرَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ، قَالَ: وَزْنُ الْمَدِينَةِ وَمِكْيَالُ مَكَّةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَاخْتُلِفَ فِي الْمَتْنِ فِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''وزن، اہل مکہ کا معتبر ہوگا، ماپ، اہل مدینہ کا معتبر ہوگا''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہی روایت دیگر اسناد سے بھی منقول ہے، ایک راوی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جگہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے، جبکہ ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''وزن، اہل مدینہ کا اور ماپ، اہل مکہ کا معتبر ہوگا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مالک بن دینار سے منقول روایت کا متن مختلف ہے۔

بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي الدَّيْنِ

باب: قرض کی اہمیت کا بیان

3341 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ سَمْعَانَ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُجِيبَنِي فِي الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، أَمَا إِنِّي لَمْ أُنَوِّهْ بِكُمْ إِلَّا خَيْرًا، إِنَّ صَاحِبَكُمْ مَأْسُورٌ بِدَيْنِهِ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَدَّى عَنْهُ حَتَّى مَا بَقِيَ أَحَدٌ يَطْلُبُهُ بِشَيْءٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمْعَانُ بْنُ مُشَنِّجٍ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''یہاں بنوفلاں سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہے؟'' کسی نے جواب نہیں دیا، آپ نے دریافت کیا: ''یہاں بنوفلاں سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہے؟'' پھر کسی نے جواب نہیں دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت کیا: ''یہاں بنوفلاں سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص ہے؟'' تو ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے پہلے دو مرتبہ میں جواب کیوں نہیں دیا؟ میں نے لوگوں کے بارے میں صرف بھلائی کا ہی ارادہ کیا تھا، تمہارے ایک ساتھی کو قرض کی وجہ سے پکڑ لیا گیا ہے، (راوی کہتے ہیں) میں نے اس شخص کو: یکھا کہ اس نے، اس (مقروض) کی طرف سے ادائیگی کر دی، یہاں تک کہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا، جو اس (مقروض سے) کوئی مطالبہ کر رہا ہو۔

3341- واخرجه عبد الرزاق (15263)، واحمد (20231) و (20233)، وابنه عبد الله في زياداته على "المسند" (20234)، والنسائي (4685)، والروياني في "مسنده" (845) والطبراني في "الكبير" (6755)، والحاكم/262، والمزي في "تهذيب الكمال" /13713612

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راوی کا نام سمعان بن مشنج ہے۔

3342 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللهِ الْقُرَشِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ يَقُولُ: عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ أَعْظَمَ الذُّنُوبِ عِنْدَ اللهِ أَنْ يَلْقَاهُ بِهَا عَبْدٌ بَعْدَ الْكَبَائِرِ الَّتِي نَهَى اللهُ عَنْهَا، أَنْ يَمُوتَ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَدَعُ لَهُ قَضَاءً

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''وہ کبیرہ گناہ، جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی جب اس کی بارگاہ میں حاضر ہو (یعنی فوت ہو) تو اس کے ذمہ ایسا قرض ہو، جس کی ادائیگی کے لیے اس نے کچھ نہ چھوڑا ہو''۔

3343 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي عَلَى رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَأُتِيَ بِمَيِّتٍ، فَقَالَ: أَعَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوا: نَعَمْ، دِينَارَانِ، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ: هُمَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کسی شخص کی نماز جنازہ ادا نہیں کرتے تھے، جس کے ذمہ قرض ہو، ایک مرتبہ ایک میت لائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا اس کے ذمہ قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! دو دینار ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ساتھی کی نماز جنازہ (تم لوگ خود) ادا کرلو، حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ان (کی ادائیگی) میرے ذمہ ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (مرحوم) کی نماز جنازہ ادا کی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فتوحات عطا کردیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں ہر مومن کی جان سے زیادہ اس کے قریب ہوں، تو جو شخص قرض چھوڑ کر جائے گا، اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہو گی، اور جو شخص مال چھوڑ کر جائے گا، وہ اس کے ورثاء کا ہوگا''۔

3344 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، رَفَعَهُ، قَالَ عُثْمَانُ: وَحَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

3343-اسناده صحيح، وهو في "مصنف عبد الرزاق" (15257)، ومن طريقه اخرجه النسائي (1962). وهو في "صحيح ابن حبان" (3064). واخرجه البخاري (5371)، ومسلم (1619)، وابن ماجه (2415)، والترمذي (1093)، والنسائي (1963) من طرق عن الزهري، عن ابي سلمة، عن ابي هريرة. ومثل هذا الاختلاف لا يضر، لانه اختلاف على تعيين صحابي، وهم كلهم عدول. وهو في "مسند احمد" (7899) و(9848)، و"صحيح ابن حبان"، (3063).

وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، قَالَ: اشْتَرَى مِنْ عِيْرٍ تَبِيْعًا وَلَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ فَأُرْبِحَ فِيْهِ فَبَاعَهُ فَتَصَدَّقَ بِالرِّبْحِ عَلَى أَرَامِلِ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَقَالَ: لَا أَشْتَرِيْ بَعْدَهَا شَيْئًا إِلَّا وَعِنْدِيْ ثَمَنُهُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قافلے والوں سے کوئی چیز خریدی، اس کی قیمت (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں تھی، پھر اس چیز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافع کی پیشکش کی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فروخت کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ منافع بنو عبدالمطلب کی بیوہ عورتوں پر خرچ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس کے بعد میں کوئی چیز اسی وقت خریدوں گا، جب اس کی قیمت میرے پاس ہوگی"

بَابٌ فِي الْمَطْلِ

باب: (قرض کی واپسی میں) ٹال مٹول کرنا

3345 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"خوشحال شخص کا (قرض کی واپسی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور جب کسی (قرض خواہ) کو کسی خوشحال شخص کے حوالے کیا جائے، تو اسے اس (خوشحال) کے پیچھے جانا چاہیے"۔

بَابٌ فِي حُسْنِ الْقَضَاءِ

باب: اچھے طریقے سے (قرض کی واپسی کا) تقاضا کرنا

3346 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: اسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا، فَجَائَتْهُ إِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ، فَأَمَرَنِيْ أَنْ أَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ، فَقُلْتُ: لَمْ أَجِدْ فِي الْإِبِلِ إِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطِهِ إِيَّاهُ فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً

❀❀ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، ادھار کے طور پر، ایک جوان اونٹ خرید لیا، پھر صدقہ کے اونٹ آپ کی خدمت میں آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں اس شخص کو جوان اونٹ ادا کروں، میں نے عرض کی: مجھے تمام اونٹوں میں صرف ایک رباعی اونٹ بہتر لگا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہی اسے دیدو، کیونکہ لوگوں میں زیادہ بہتر وہ لوگ ہیں، جو زیادہ اچھے طریقے سے ادائیگی کرتے ہیں"۔

3346- اسنادہ صحیح. وھو فی "موطا مالک" 680/2، واخرجہ مسلم (1600)، وابن ماجہ (2285)، والترمذی (1366) والنسائی (4617) من طریق زید بن اسلم، بہ. وھو فی "مسند احمد" (27181).

3347 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قرض واپس لینا تھا، تو آپ نے مجھے ادائیگی کر دی، اور مزید ادائیگی بھی کی۔

بَابٌ فِي الصَّرْفِ

باب: بیع صرف کا بیان

3348 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"چاندی کے عوض میں چاندی کا لین دین سود ہے، البتہ اگر نقد ہو (تو حکم مختلف ہے) گندم کے عوض میں گندم کا لین دین سود ہے، البتہ اگر نقد ہو (تو حکم مختلف ہے) کھجور کے عوض میں کھجور کا لین دین سود ہے، البتہ اگر نقد ہو (تو حکم مختلف ہوگا) جَو کے عوض میں جَو کا لین دین سود ہے، البتہ اگر نقد ہو (تو حکم مختلف ہے)"۔

3349 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ، عَنْ مُسْلِمٍ الْمَكِّيِّ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ تِبْرُهَا وَعَيْنُهَا، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مُدْيٌ بِمُدْيٍ، فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى، وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا، وَلَا بَأْسَ بِبَيْعِ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ، وَالشَّعِيرُ أَكْثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ، وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، وَهِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ، بِإِسْنَادِهِ.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

3348- اسناده صحيح، وهو في "موطا مالك" 2/636-637، ومن طريقه اخرجه البخاري (2174) وقد جاء في روايات "صحيح البخاري" لطريق مالك عدا رواية لابي ذر الهروي: "الذهب بالذهب"، وفيه رد على ابن عبد البر في "التمهيد" 6/282 فيما ادعاه من عدم الاختلاف عن مالك في هذا الحديث، لان الراوي عن مالك عند البخاري عبد الله بن يوسف التنيسي، وهو من رواة "الموطا"، وتابعه عبد الله بن وهب - وهو من رواة "الموطا" كذلك - عند ابي عوانة (5383)، وسويد بن سعيد عند ابي يعلى (234). واخرجه البخاري (2134)، ومسلم (1586)، وابن ماجه (2253) و (2259)، والنسائي (4558)

"سونے کے عوض میں سونے، خواہ ڈلی ہو یا ڈھلا ہوا ہو، چاندی کے عوض میں چاندی، خواہ ڈلی ہو یا ڈھلا ہوا ہو، گندم کے عوض میں گندم، جبکہ مدی (مخصوص پیمانہ) کے بدلے مدی ہو، جَو کے عوض میں جَو جبکہ مدی کے بدلے میں مدی ہو، کھجور کے عوض میں کھجور، جبکہ مدی کے بدلے میں مدی ہو، نمک کے عوض میں نمک جبکہ مدی کے بدلے میں مدی ہو، (ان سب کا نقد اور برابر برابر لین دین کیا جاسکتا ہے) جو شخص زیادہ ادائیگی کرے یا زیادہ کا طلب گار ہو، وہ سود کا کام کرے گا۔

چاندی کے عوض میں سونے کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ چاندی زیادہ ہو، اور یہ لین دین نقد ہو، البتہ اگر ادھار ہو تو (جائز) نہیں ہوگا، جَو کے عوض میں گندم کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ جَو زیادہ ہو، اور لین دین نقد ہو، اگر ادھار ہو تو یہ جائز نہیں ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3350- حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْخَبَرِ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ وَزَادَ قَالَ: فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيعُوا، كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، تاہم اس کے الفاظ میں کمی وبیشی ہے، اور یہ الفاظ زائد ہیں:

"جب یہ اصناف ایک دوسرے سے مختلف ہوں، تو تم جیسے چاہو، انہیں فروخت کرو، جبکہ لین دین نقد ہو"

بیع صرف کی تعریف کا بیان

اور بیع صرف یہ ہے کہ ثمن کی بیع ثمن کے بدلہ ہو، مثلا چاندی چاندی کے بدلہ، سونا سونے کے بدلے، یا روپے کا نوٹ اور سکہ اسی کے بدلہ، بیع صرف میں ضروری ہے کہ طرفین کی جانب سے ثمن اور مبیع کی حوالگی مجلس میں ہی ہوجائے کسی کی طرف سے اُدھار نہ ہو اور اگر طرفین سے ایک ہی جنس ہو تو مقدار برابر ہو۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بیع صرف کے ارکان وہی ہیں جو ہر بیع کے ہیں۔ (فتح القدیر، کتاب صرف، بیروت)

بیع صرف کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عمرو بن دینا، ابوالمنہال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں صرف کی بیع کرتا تھا، میں نے زید بن ارقم سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور مجھ سے فضل بن یعقوب نے بواسطہ حجاج بن محمد، ابن جریج، عمرو بن دینار، اور عامر بن مصعب نے بیان کیا کہ ان دونوں نے ابوالمنہال کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن ارقم سے صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے بتایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تجارت کیا کرتے تھے تو ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیع صرف کے متعلق پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہاتھوں ہاتھ ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر

ادھار ہے تو بہتر نہیں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1949)

حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی میں نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کیا ہاتھوں ہاتھ؟ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا انہوں نے اسی طرح فرمایا ہے؟ ہم نے ان کی طرف لکھیں گے تو وہ تم کو ایسا فتوی نہ دیں گے اور کہا اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض جوان کھجور لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تعجب کیا اور فرمایا ہماری زمینوں کی کھجوریں تو ایسی نہیں ہیں اس نے کہا ہماری زمین کی کھجوروں یا ہمارے اس سال کی کھجوروں کو کچھ عیب آ گیا تھا میں نے یہ کھجوریں لیں اور اس کے عوض میں کچھ زیادہ کھجوریں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے زیادہ دیا اور سود دیا اب ان کے قریب نہ جانا جب تجھے اپنی کھجوروں میں کچھ عیب معلوم ہو تو ان کو بیچ ڈال پھر کھجوروں میں سے جس کا تو ارادہ کرے خرید لے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1593)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر، حضرت ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے برابر بیچو نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور ان کی ادائیگی دست بدست کرو۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی وقت میں ادائیگی کریں کوئی اس میں تاخیر نہ کرے۔

اس باب میں صدیق، عمر، عثمان، ابوہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبید، ابوبکرہ، ابن عمر، ابودرداء، اور بلال سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابوسعید حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی میں کمی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وہ فرماتے تھے کہ ربا تو اس صورت میں ہے کہ یہ معاملہ قرض کی صورت میں ہو، حضرت ابن عباس کے بعض دوستوں سے بھی اسی طرح منقول ہے لیکن ابن عباس نے جب یہ حدیث ابوسعید خدری کی سنی تو اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہٰذا پہلا قول ہی صحیح ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق، کا یہی قول ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ بیع صرف میں کوئی اختلاف نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1258)

حضرت مالک بن اوس حدثان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں یہ کہتا ہوا آیا کہ کون دراہم کی بیع صرف کرے گا طلحہ بن عبیداللہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے اپنا سونا ہمیں دکھاؤ پھر ٹھہر کر آنا جب ہمارا خزانچی آئے گا تو ہم دراہم دیدیں گے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا ہرگز نہیں بخدا یا تم اس کو چاندی ابھی دو یا اس کا سونا اسے واپس کر دو اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی سونے کے عوض فروخت کرنا سود ہے الا یہ کہ نقد در نقد ہو۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 418)

بیع صرف کے معنی ومفہوم کا بیان

صرف بیع یہ ہے کہ اس کے دونوں اعواض میں سے ہر ایک ثمن کی جنس میں سے ہو۔ اور اسکا نام صرف اسی وجہ سے رکھا گیا

ہے کہ اس کے دونوں طرح بدل میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ لغت میں منتقل کرنے اور پھیر دینے کو صرف کہا جاتا ہے۔ اور وہ اس سبب سے کہ اس میں محض زیادتی مقصود ہوا کرتی ہے اس لئے کہ اس کے عین سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ اور لغت میں زیادتی کو صرف کہتے ہیں اور امام النحو خلیل نحوی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور دلیل کے سبب نفلی عبادات کو بھی صرف کہا جاتا ہے۔

فرمایا اور جب کسی نے چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے بیچا تو یہ جائز نہیں ہے ہاں البتہ جب برابر برابر ہو خواہ وہ عمدہ ہونے اور ڈھلائی میں مختلف ہوں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے برابر برابر، وزن بہ وزن اور ہاتھ بہ ہاتھ فروخت کیا جائے اور زیادتی سود ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اموال اچھا یا ردی ہونا برابر ہے اور کتاب بیوع میں ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔

ثمن کے بدلے ثمن میں برابری پر فقہی مذاہب

حضرت نافع سے روایت ہے کہ اور ابن عمر حضرت ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی، چاندی کے بدلے برابر بیچو نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور ان کی ادائیگی دست بدست کرو۔ یعنی دونوں فریق ایک ہی وقت میں ادائیگی کریں کوئی اس میں تاخیر نہ کرے اس باب میں صدیق، عمر، عثمان، ابوہریرہ، ہشام بن عامر، براء، زید بن ارقم، فضالہ بن عبید، ابوبکرہ، ابن عمر، ابودرداء، اور بلال سے بھی روایات منقول ہیں، حدیث ابوسعید حسن صحیح ہے۔

صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے میں چاندی میں کمی زیادتی جائز ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وہ فرماتے ہیں کہ یہ ربا تو اس صورت میں ہے کہ یہ معاملہ قرض کی صورت میں ہو، حضرت ابن عباس کے بعض دوستوں سے بھی اسی طرح منقول ہے لیکن ابن عباس نے جب یہ حدیث ابوسعید خدری کی سنی تو اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ لہٰذا پہلا قول ہی صحیح ہے۔

اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد، اسحاق، کا یہی قول ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے منقول ہے کہ بیع صرف میں کوئی اختلاف نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1258)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ چاندی کی چاندی سے یا سونے کی سونے سے بیع ہوئی یعنی دونوں طرف ایک ہی جنس ہے تو شرط یہ ہے کہ دونوں وزن میں برابر ہوں اور اُسی مجلس میں دست بدست قبضہ ہو یعنی ہر ایک دوسرے کی چیز اپنے فعل سے قبضہ میں لائے اگر عاقدین نے ہاتھ سے قبضہ نہیں کیا بلکہ فرض کرو عقد کے بعد وہاں اپنی چیز رکھدی اور اُس کی چیز لے کر چلا آیا یہ کافی نہیں ہے اور اس طرح کرنے سے بیع ناجائز ہوگئی بلکہ سود ہوا اور دوسرے مواقع میں تخلیہ قبضہ قرار پاتا ہے اور کافی ہوتا ہے وزن برابر ہونے کے یہ معنی کہ کانٹے یا ترازو کے دونوں پلڑے میں دونوں برابر ہوں اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ دونوں کا وزن کیا ہے۔ (فتاوی شامی، کتاب بیوع)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ برابری سے مراد یہ ہے کہ عاقدین کے علم میں دونوں چیزیں برابر ہوں یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں برابر ہونا چاہیے اُن کو برابر ہونا معلوم ہو یا نہ ہو لہٰذا اگر دونوں جانب کی چیزیں برابر تھیں مگر اُن کے علم میں یہ بات نہ تھی بیع ناجائز ہے ہاں اگر اُسی مجلس میں دونوں پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ برابر ہیں تو جائز ہو جائے گی۔

(فتح القدیر، شرح الہدایہ، کتاب صرف)

ہم جنس اشیاء کا باہمی لین کرنے کا بیان

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خیبر کے سال ایک ہار بارہ دینار میں خریدا جو سونے کا تھا اور اس میں نگینے جڑے ہوئے تھے پھر جب میں نے انہیں الگ الگ کیا (یعنی نگینوں کو سونے سے نکال ڈالا) تو وہ سونا بارہ دینار سے زائد قیمت کا نکلا میں نے اس کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہار اس وقت تک فروخت نہ کیا جائے تاوقتیکہ سونا اور نگینہ الگ الگ نہ کر لئے جائیں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 56)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر مال ربا میں سے دو ایسی ہم جنس چیزوں کا ایک دوسرے کے عوض لین دین کیا جائے کہ ان میں سے ایک طرف کی چیز میں کوئی اور غیر جنس کی چیز بھی شامل ہو تو یہ جائز نہیں ہے چنانچہ اگر کوئی شخص مثلا سونے کا جڑاؤ زیور سونے کے عوض میں خرید و فروخت کرے خواہ وہ اشرفیوں کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں تو ضروری ہے کہ پہلے اس زیور میں سے نگینے وغیرہ الگ کر دئے جائیں اور پھر اس زیور کا خالص سونا دوسری طرف کے سونے کے برابر سرابر وزن کے ساتھ لیا دیا جائے یہی حکم چاندی کے بارے میں بھی ہے کہ اگر چاندی کا کوئی ایسا زیور وغیرہ کہ جس میں کوئی اور غیر جنس چیز مخلوط ہو چاندی ہی کے بدلے میں خواہ وہ روپے کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں خرید و فروخت کیا جائے تو ضروری ہے کہ اس زیور وغیرہ کی چاندی کو الگ کر کے دوسری طرف کی چاندی کے برابر سرابر وزن کے ساتھ خریدا جائے یا فروخت کیا جائے اور یہ حکم اسلئے ہے تا کہ ہم جنس چیزوں کا کمی بیشی کے ساتھ باہمی لین دین ہونے کی وجہ سے سود کی صورت پیدا نہ ہو جائے ہاں اگر سونے کا جڑاؤ زیور وغیرہ چاندی کے بدلے میں خرید و فروخت کیا جائے خواہ وہ چاندی روپے کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں یا اس کا برعکس ہو کہ چاندی کا جڑاؤ زیور سونے کے بدلے میں خرید و فروخت کیا جائے خواہ وہ سونا اشرفی وغیرہ کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں تو اس صورت میں اس جڑاؤ زیور سے نگینے وغیرہ اکھاڑ کر الگ کر دینا ضروری نہیں ہے کیونکہ مختلف الجنس چیزوں کا باہمی لین دین کمی بیشی کے ساتھ بھی جائز ہے اس میں کمی زیادتی سے سود کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔

صرافہ کے حکم میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ عبدالرحمن جزیری لکھتے ہیں کہ فقہاء مالکیہ لکھتے ہیں کہ فلوس جو تانبے وغیرہ کے بنے ہوئے سکے ہوتے ہیں وہ مال تجارت کی طرح ہیں۔ ان کا سونے چاندی کے بدلے میں خریدنا بالکل اسی طرح ہے جس طرح زیوارت کی خرید و فروخت کی جاتی ہے جن میں سونا چاندی ملا ہوا ہوتا ہے۔

فقہاء شوافع کہتے ہیں کہ اعتماد والے قول کے مطابق پیسوں کے معاملات میں سود کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اگرچہ یہ سکے رائج

شدہ ہوں یا نہ ہوں۔ پس ان سکوں کو کمی بیشی کے ساتھ لین دین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ چاندی سونے کے سکوں کے علاوہ کسی بھی چیز کے بنے ہوئے سکوں کو کمی بیشی کے ساتھ معیادی ادائیگی کی شرط پر بیع کرنا جائز ہے۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ جب سونے چاندی کے سوا دوسرے سکوں کو دام قرار دیا جائے تو متعین کرنے کے سبب ان کا تعین نہ ہوگا۔ پس وہ سونے چاندی کی نقدی کی طرح ہوں گے۔ (مذاہب اربعہ، کتاب بیوع)

معین پیسے کی معین پیسوں کے بدلے بیع کرنے کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک معین پیسے کی دو معین پیسوں کے عوض بیع کے مسئلہ کے ضمن میں بحوالہ بحر ذخیرہ سے منقول ہے کہ بیشک امام محمد نے اس کو اصل کے باب الصرف میں ذکر کیا اور تقابض کو شرط قرار نہیں دیا، اور معتمد مشائخ نے اس کی تعلیل یوں بیان کی تعیین کے ساتھ تقابض تو صرف میں شرط ہے حالانکہ یہ صرف نہیں، جس طرح اس میں امام ابوحنیفہ، صاحبین اور ان تمام سے منقول ہے قلت (میں کہتا ہوں) بے شک ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے فتاویٰ "**العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویه**" میں اس انداز سے کردی ہے جس پر واقفیت حاصل کرنا متعین ہے کیونکہ بحمد اللہ یہ ان کے لئے بہت عمدہ ہے، امام ابن عابدین نے کہا کہ حانوتی سے سونے کی پیسوں کے عوض ادھار بیع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ جائز ہے بشرطیکہ بدلین میں سے ہر ایک پر قبضہ کرلیا گیا ہو اس دلیل کی وجہ سے جو بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی نے سو پیسے ایک درہم کے عوض خریدے تو صرف ایک طرف سے قبضہ کافی ہے اور فرمایا کہ اگر کسی نے پیسوں کے عوض سونا یا چاندی بیچا تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے بحر میں محیط کے حوالے سے اور اسی طرح منقول ہے۔ (ردالمحتار، کتاب البیوع باب الربو، داراحیاء التراث، بیروت)

سونے کو چاندی کے بدلے زیادتی کے ساتھ بیچنے کا بیان

اور جب سونے کو چاندی کے بدلے فروخت کیا تو اس میں زیادتی جائز ہے کیونکہ ہم جنس ہونا معدوم ہے اور باہم قبضہ واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سونا چاندی کے بدلے سود ہیں لیکن جب وہ ہاتھ در ہاتھ ہو۔ اس کے بعد جب عقد کرنے والے دونوں اعواض یا ایک عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے الگ ہو گئے تو یہ عقد باطل ہو جائے گا کیونکہ شرط قبضہ فوت ہو گئی ہے اور اسی سبب سے اس میں خیار کی شرط لگانی جائز نہیں ہے اور نہ ہی میعاد کی شرط جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی ایک میں قبضہ کا حق نہیں رہتا اور دوسرے سے قبضہ کا حق بھی فوت ہونے والا ہے ہاں جب عقد مجلس میں خیار کو ساقط کرنے والا ہے تو وہ عقد جواز کی طرف لوٹنے والا ہے کیونکہ فساد پکا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا ہے اور اس میں امام زفر علیہ الرحمہ نے اختلاف کیا ہے۔ (ہدایہ)

تقابض بدلین کا مجلس سے پہلے ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر دونوں جانب ایک جنس نہ ہو بلکہ مختلف جنسیں ہوں تو کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں مگر دونوں بدلوں میں مقائضہ ضروری ہے اگر تقابض بدلین سے قبل مجلس بدل گئی تو بیع باطل ہو گئی۔ لہٰذا سونے کو چاندی سے یا چاندی کو سونے سے خریدنے میں دونوں جانب کو وزن کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ وزن تو اس لیے کرنا ضروری تھا کہ دونوں کا

برابر ہونا معلوم ہو جائے اور جب برابری شرط نہیں تو وزن بھی ضروری نہ رہا صرف مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اگر چاندی خریدلی
ہو اور سود سے بچنا ہو تو روپیہ سے مت خریدو گنی یا نوٹ یا پیسوں سے خریدو۔ دین و دنیا دونوں کے نقصان سے بچو گے۔ یہ حکم ثمن خلقی
یعنی سونے چاندی کا ہے اگر پیسوں سے چاندی خریدی تو مجلس میں ایک کا قبضہ ضروری ہے دونوں جانب سے قبضہ ضروری نہیں کیونکہ
اُن کی ثمنیت منصوص نہیں ہے۔ جس کا لحاظ ضروری ہو عاقدین اگر چاہیں تو ان کی ثمنیت کو باطل کر کے جیسے دوسری چیزیں غیر ثمن
ہیں اُن کو بھی غیر ثمن قرار دے سکتے ہیں۔ (درمختار، کتاب بیوع)

مجلس بدلنے کے یہاں یہ معنیٰ ہیں کہ دونوں جدا ہو جائیں ایک ایک طرف چلا جائے اور دوسرا دوسری طرف یا ایک وہاں
سے چلا جائے اور دوسرا اسی جگہ پر رہے اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو مجلس نہیں بدلی، اگرچہ کتنی ہی طویل مجلس ہو، اگرچہ دونوں
اسی جگہ پر سو جائیں یا بے ہوش ہو جائیں بلکہ اگرچہ دونوں وہاں سے چل دیں مگر ساتھ ساتھ جائیں غرض یہ کہ جب تک دونوں میں
جدائی نہ ہو، قبضہ ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب بیوع)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونا سونے کے بدلے اس وقت
تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو، دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روا نہ رکھو، اور چاندی کو چاندی کے
بدلے میں اس وقت تک نہ بیچو جب تک دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو۔ دونوں طرف سے کسی کمی یا زیادتی کو روا نہ رکھو اور نہ
ادھار کو نقد کے بدلے میں بیچو۔

اس حدیث میں حضرت امام شافعی کی حجت ہے کہ اگر ایک شخص کے دوسرے پر درہم قرض ہوں اور اس کے اس پر دینار قرض
ہوں، تو ان کی بیع جائز نہیں کیوں کہ یہ بیع الکالئی بالکالی ہے۔ یعنی ادھار کو ادھار کے بدل بیچنا۔ اور ایک حدیث میں صراحتاً اس کی
ممانعت وارد ہے اور اصحاب سنن نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نکالا کہ میں بقیع میں اونٹ بیچا کرتا تھا تو دیناروں کے بدل بیچتا اور
درہم لیتا، اور درہم کے بدل بیچتا تو دینار لے لیتا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بشرطیکہ اسی دن کے نرخ سے لے۔ اور ایک دوسرے سے بغیر لیے جدا نہ ہو۔

بیع مقایضہ کے حکم کا بیان

حبیب بن ابی ثابت نے خبر دی، کہا کہ میں نے ابو المنہال سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے براء بن عازب اور زید بن
ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں۔ آخر
دونوں حضرات نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدلے میں ادھار کی صورت میں بیچنے سے منع فرمایا
ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۲۱۸۰)

اگر اسباب کی بیع اسباب کے ساتھ ہو تو اس کو مقایضہ کہتے ہیں۔ اگر اسباب کی نقد کے ساتھ ہو تو نقد کو ثمن اور اسباب کو عرض
کہیں گے۔ اگر نقد کی نقد کے ساتھ ہو مگر ہم جنس ہو یعنی سونے کو سونے کے ساتھ بدلے یا چاندی کو چاندی کے ساتھ تو اس کو مراطلہ
کہتے ہیں۔ اگر جنس کا اختلاف ہو جیسے چاندی سونے کے بدل یا بالعکس تو اس کو صرف کہتے ہیں۔ صرف میں کمی بیشی درست ہے مگر

حلول یعنی ہاتھوں ہاتھ لین دین ضروری اور ضروری ہے اور قبض میں دیر کرنی درست نہیں۔ اور مراطلہ میں تو برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ دونوں باتیں ضروری ہیں۔ اگر ثمن اور عرض کی بیع ہو تو ثمن یا عرض کے لیے میعاد مقرر کرنا درست ہے۔ اگر ثمن میں میعاد ہو تو وہ قرض ہے اگر عرض میں میعاد ہو تو وہ سلم ہے یہ دونوں درست ہیں۔ اگر دونوں میں میعاد ہو تو وہ بیع الکالئی بالکائی ہے جو درست نہیں۔

فلوس کی ثمنیت میں مذاہب اربعہ

امام مالک (۹۳-۱۷۹ھ) نے فلوس کو درج ذیل دو شرطوں کے ساتھ نقود قرار دیا ہے: ۱۔ ان پر شاہی مہر ثبت ہو (۲) انہیں معاشرے میں نقود اور ثمن کی حیثیت سے رواج حاصل ہو۔

امام مالک نے ایک موقع پر فلوس کو سامان بھی قرار دیا ہے، چنانچہ مدونہ کے مصنف لکھتے ہیں " میں نے پوچھا: اگر میں آدھے درہم کے عوض فلوس اور باقی آدھے درہم کے عوض نصف درہم کے وزن کی بقدر چاندی خریدوں تو کیا امام مالک کی رائے میں یہ جائز ہے؟ انہوں نے نے جواب میں کہا: چونکہ فلوس کی حیثیت سامان کی سی ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(المدونہ الکبریٰ ۴۰۳/۲)

چونکہ امام مالک نے بعض مواقع پر فلوس کو سامان بھی قرار دیا ہے، اس لئے یوں معلوم ہوتا ہے کے انہوں نے فلوس رائج اور متداول ہونے کی صورت میں انہیں نقود قرار دے کر سونے چاندی کے ساتھ ان کی ادھار خرید و فروخت کو جو ممنوع قرار دیا ہے یہ صرف سد ذریع کے طور پر تھا، واللہ اعلم۔ (خرید و فروخت۔ ۱۲۳)

امام نووی (م۔ ۶۷۷ھ) کے نزدیک "فلوس" اگر چہ بعض شہروں میں ثمن کا درجہ رکھتے ہیں، لیکن یہ ثمن کی جنس میں سے نہیں ہیں۔

فلوس جہاں صرف محدود علاقائی سطح پر معتبر سمجھے جاتے تھے وہاں ان کی قیمت بھی بہت معمولی ہوتی تھی، جو ایک درہم کے اڑتالیسوین حصہ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی (**النقود و استبدال العملات**)

اسی لیے انہیں صرف حقیر اشیا کے ثمن اور ریزگاری کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، نیز اسی لیے انہیں محض ایسا سامان تجارت سمجھا جاتا تھا جسے نقدی کے طور پر قبول کرنے پر کسی علاقے کے لوگ اتفاق کر لیتے ہیں، چنانچہ تانبے اور لوہے کے سکے درحقیقت تانبے اور لوہے کے ٹکڑے ہوتے ہیں، جن میں محض ڈھلنے کی وجہ سے امتیازی شان پیدا ہو گئی ہے، جبکہ تانبا اور لوہا نقدی نہیں، بلکہ سامان ہیں تو ان سے بنے سکے بھی سامان کے حکم میں ہونے چاہیں۔ (المدونۃ)

یہی وجہ ہے امام مالک نے فلوس کو سامان کے حکم میں قرار دیا ہے، نیز ابن عابدین نے اپنے حاشیہ میں حنفیہ کا یہی مذھب نقل کیا ہے۔ (حاشیہ ابن عابدین)

عقد صرف اور فلوس، کے مباحث میں فقہاء کرم کی عبارات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کے اکثر فقہائے اسلام کے نزدیک فلوس ایسے نقود کی حیثیت نہیں رکھتے، جن پر عقد صرف کے قواعد اور احکام کا اجراء ہوتا ہو، بلکہ ان کے نزدیک ان کا حکم

اس دھات والا ہے، جس سے یہ بنے ہیں، جن فقہاء کے نزدیک فلوس مال ربوی نہیں، ان کے نزدیک یہ سامان ہیں، نقود نہیں، نیز وہ انہیں موزونی اشیا کی بجائے عددی اشیا میں شمار کرتے ہیں یا پھر سامان کے حکم میں سمجھتے ہیں، اسی لیے ان کے نزدیک ان میں سود متحقق نہیں ہوسکتا، کیونکہ مالکیہ اور حنابلہ کے ایک قول مطابق سونے اور چاندی میں سود کی علت ثمنیت اور باقی اصناف میں طعم (کھانے پینے کی اشیا میں سے ہونا) ہے۔

شافعیہ کے نزدیک نقدین میں سود کی علت ان کا حقیقتاً ثمن ہونا (جوہریۃ الاثمان) اور دیگر اصناف میں طعم ہے۔

جیسا کے پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ حنفیہ میں سے صرف امام محمد (رح۔م۔) نے اس بنیاد پر فلوس کو مطلقاً مال ربوی قرار دیا ہے کے لوگوں کے ہاں اصطلاحی ثمن بن جانے کی وجہ سے ان میں ثمنیت کا وصف غالب آ گیا ہے۔

شیخین نے فلوس کے مال ربوی ہونے کے لئے عدم تعیین کی قید لگائی ہے، کیوں کہ ان کہ نزدیک تعیین کہ بعد یہ ثمن نہیں رہتے، بلکہ سامان بن جاتے ہیں۔

حنابلہ میں سے بعض حضرت نے اگرچہ فلوس میں سود کی علت وزن اور ماپ کو قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے ہاں اس بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں، چنانچہ بعض حنابلہ نے اصل کے اعتبار سے موزونی ہونے کی وجہ سے فلوس کو مال ربوی قرار دی ہے، لیکن انہوں نے بھی فلوس کی ثمنیت کو معتبر نہیں جانا، جبکہ دیگر بعض نے ان کے عددی ہونے کی بنیاد پر ان کے مال ربوی ہونے کا انکار کیا ہے، لہٰذا اس رائے کے مطابق ان میں سود کی کوئی الٹ موجود نہیں۔ (المغنی ابن قدامہ ۱۴۰/۴، خرید و فروخت)

فلوس کے ثمن ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف فقہاء

فقہائے کرام کی عبارت کے تتبع اور استقراء سے اور ان پر غور کرنے سے اس سلسلے میں تین اقوال سامنے آتے ہیں، جو درج ذائل ہیں۔

۱. حضرات حنفیہ میں سے امام محمد، محمد بن الفضل، علامہ سرخسی، علامہ حلوانی، حضرت مالکیہ، علامہ ابن تیمیہ، اور ابن القیم، ان حضرات کا قول ہے کے فلوس اثمان ہیں۔

۲. حضرات حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ میں سے امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف کے ہں فلوس کو ثمنیت ضروری نہیں اور متعین کرنے سے متعین ہوتے ہیں، اور حضرت شافعیہ کا قول یہ ہے کے فلوس اثمان نہیں۔

۳. حضرات حنابلہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی اس سلسلے میں دو روایات ہیں، ایک رویت یہ ہے کہ فلوس اثمان ہیں، یہی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منصوص ہے، اور یہی ان کے ہاں راجح ہے، اور دوسری روایت بعض حنابلہ علم کی ہے، اور وہ یہ کہ فلوس اثمان نہیں ہیں، گویا کے حنابلہ ایک روایت میں فریق اول کے ساتھ ہیں، اور دوسری روایت کے مطابق فریق ثنی کے ساتھ ہیں۔

(دکتور مولانا عصمت اللہ۔ص ۱۲۵۔ ادارہ المعارف کراچی)

عصر حاضر کے سکالر دکتور البوطی لکھتے ہیں۔ میری رائے میں ایسی صورت حال میں جبکہ فلوس ہی معروف نقود کی حثیت اختیار کر چکے ہوں اور رواج میں سونے چاندی کے مشابہ ہو چکے ہوں، بلکہ مقریزی کے بقول، چاندی کے غائب ہونے کے بعد اس

کی جگہ لے چکے ہوں تو ان پر نقدین (سونے چاندی) کے احکام جاری نہ کرنا شریعت کی دو اور ج ذیل اہم ترین احکام کو معطل کرنے کے مترادف ہوگا۔

زکوۃ اللہ تعالی نے اُموال میں واجب قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،" اور جن کے مالوں میں حصہ مقرر ہے۔(یعنی) مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کا" اور نقود بھی اموال ہیں۔

سود۔شافعیہ نے اس کی علت اگر چہ کسی چیز کی حقیقت کے اعتبار سے ثمن ہونے (جوہریۃ الاثمان) کو قرار دیا ہے،لیکن فلوس چونکہ نقدین (سونے، چاندی) کے قائم مقام ہوگیے ہیں، اس لیے یہ محض تانبا ہونے کی حیثیت سے نکل کر نقدی کی حیثیت اختیار کر گیے ہیں، نیز امام الحرمین نیں چونکہ سونے چاندی کا مقصد نقدیت کو قرار دیا ہے، اس لیے قیاس مشابہت

کی بنیاد پر فلوس کو سونے چاندی کے ساتھ ملحق کیا جائے گا۔ بلکہ بعض اوقات تو نقدی ہونے کی حیثیت سے فلوس کا استعمال سونے چاندی سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد توفیق رمضان البوطی مندرجہ بالا مضمون کے سلسلے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔شائد میرا یہ کہنا قبل از وقت ہو کی فقہا نے فلوس کا جو مفہوم بیان کیا ہے، آج کل عام طور پر اس مفہوم میں فلوس استعمال نہیں ہوتے، لیکن گزشتہ تحقیق کی روشنی میں، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں ہوں کے عام طور پر فلوس صرف کم قیمت اشیا کے ثمن کے طور پر استعمال ہوتے تھے، جن کی عرفی حیثیت تو تھی، لیکن ذاتی حیثیت تانبا ہونے سے زیادہ نہ تھی۔ان کی قیمت کا مدار دو چیزوں پر تھا:

(۱) تانبے کی حثیت سے وزن (۲) ڈھلائی کے اخراجات۔

اس ڈھلائی کی بدولت انہیں محدود پیمانے پر عرفی ثمن کی حثیت سے استعمال کیا جاتا تھا،لیکن جب فلوس نے سرکاری اعتبار کی وجہ سے، قطع نظر اس کے مفاسد اور برے نتائج کے نقد کی صورت اختیار کر لی تو فقہاء نے وصف ثمنیت کے غلبہ کی وجہ سے ع پر سود کے احکام جاری کرنا شروع کر دیئے، خاص طور پر جب ان کا استعمال اتنا عام ہوگیا کہ سونے چاندی کا بھی ان جیسا رواج نہ رہ، چنانچہ جب خراسان میں فلوس رائج ہوگے تو حنفیہ اور مالکیہ نے یہی رائے اختیار کر لی، حنابلہ کی ایک رویت بھی اس کے مطابق ہے۔
(منتہی الارادات، فتح القدیر، حاشیۃ ابن عابدین)

نیز فقہاء شافعیہ نے اور ابن حجر نے اپنے فتاوی میں اس کی تصریح کی ہے۔(المجموع نووی، الفتوی الکبری ابن حجر)

اسلام کا نظریہ زر اور کاغذی کرنسی کی حقیقت

چونکہ لوگوں کے مابین لین دین کے تمام معاملات میں مرکز و محور زر ہی ہوتا ہے، اس لیے ہر معاشی نظام میں زر اور اس کے متعلقات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔زر کی اس اہمیت کے پیش نظر علمائے اسلام نے بھی اپنی تحریری کاوشوں میں اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔اسلام کے قرونِ اُولیٰ میں قانونی زر سونے، چاندی کے سکوں (دنانیر و دراہم) کی شکل میں ہوتا تھا مگر دورِ حاضر میں تمام ممالک کے مالیاتی نظام کی اساس کاغذی کرنسی ہے، سونے چاندی کے سکے پوری دنیا میں کہیں استعمال نہیں ہوتے۔ اسلامی نقطہ نظر سے زر کی حقیقت اور مرّوجہ کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ

فرمائیں:

زر کی حقیقت

زر کو عربی میں نقد کہتے ہیں اور مشہور لغت المعجم الوسیط میں نقد کا معنی یوں لکھا ہے:

"النقد: (فی البیع) خلاف النسيئة ويقال: درهم نقد: جيد لا زيف فيه (ج) نقود. و العملة من الذهب أو الفضة و غيرهما مما يتعامل به و فن تمييز جيد الكلام من رديئه. و صحيحه من فاسده."

"خرید وفروخت میں نقد کا معنی ہوتا ہے: وہ شے جو اُدھار نہ ہو، نیز عمدہ قسم کا درہم جس میں کھوٹ نہ ہو، اس کو "درہم نقد" کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع نقود آتی ہے۔ اور نقد اس کرنسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے لین دین ہوتا ہو، خواہ سونے کی بنی ہو یا چاندی کی یا ان دونوں کے علاوہ کسی دوسری چیز سے۔ عمدہ اور ردی، صحیح اور فاسد کلام کے مابین امتیاز کرنے کے فن کو بھی "نقد" کہتے ہیں۔"

فقہی لٹریچر میں نقد کا لفظ تین معانی کے لیے آتا ہے:

سونے چاندی کی دھاتیں خواہ وہ ڈلی کی شکل میں ہوں یا ڈھلے ہوئے سکوں کی صورت میں۔ چنانچہ فقہاء کی عبارات میں سونے چاندی کے لیے النقد ان کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔

سونے چاندی کے سکوں کے لیے چاہے وہ عمدہ ہوں یا غیر عمدہ۔ سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری دھات سے بنے ہوئے سکوں کو فلوس کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق فلوس نقد میں شامل نہیں۔

ہر وہ چیز جو بطور آلہ تبادلہ استعمال ہو، چاہے وہ سونے کی ہو یا چاندی، چمڑے، پیتل اور کاغذ وغیرہ کی شکل میں، بشرطیکہ اس کو قبولیت عامہ حاصل ہو۔ عصر حاضر میں نقد کا لفظ اس تیسرے معنی کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے۔[2]

جبکہ اقتصادی ماہرین نقد (زر) کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں:

"إن للنقد ثلاث خصائص متى توفرت فى مادة ما، اعتبرت هذه المادة نقدًا. الأولى: أن يكون وسيطا للتبادل، الثانية: أن يكون مقياسا للقيم، الثالثة: أن يكون مستودعًا للثروة."[3]

"زر کی تین خصوصیات ہیں جس مادہ میں بھی وہ پائی جائیں، وہ زر شمار ہوگا

ذریعہ مبادلہ ہو

قیمتوں کا پیمانہ ہو،

دولت محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہو"

بلا شبہ اسلام کے ابتدائی ادوار میں مالیاتی لین دین سونے، چاندی کے سکوں کے ذریعے ہی ہوتا تھا اور سونے، چاندی کی زری صلاحیت بھی مسلمہ ہے، لیکن شریعت نے زر کے لیے سونے، چاندی کے سکوں کی شرط نہیں لگائی بلکہ اس معاملے میں بڑی وسعت رکھی ہے۔ مشہور مؤرخ احمد بن یحییٰ بلاذری کے بقول حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اونٹوں کی کھال سے درہم بنانے کا ارادہ کر لیا تھا

مگر اس خدشے سے ارادہ ترک کر دیا کہ اس طرح تو اونٹ ہی ختم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ بلاذری نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

همت أن أجعل الدراهم من جلود الإبل فقيل له إذا لا بعير فأمسك.[4]

"میں نے اونٹوں کے چمڑوں سے درہم بنانے کا ارادہ کیا۔ ان سے کہا گیا: تب تو اونٹ ختم ہو جائیں گے تو اس پر انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔"

امام مالک فرماتے ہیں:

"لو أن الناس أجازوا بينهم الجلود حتى تكون لها سكة و عين لكرهتها أن تباع بالذهب و الورق نظرة."[5]

"اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید و فروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائیں تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو اُدھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔"

یعنی اگر چمڑا بحیثیت زر رائج ہو جائے تو اس پر بھی وہی احکام جاری ہوں گے جو درہم و دینار پر ہوتے ہیں۔ علامہ ابن نجیم حنفی خراسان کے امیر غطریف بن عطاء کندی کی طرف منسوب غطارفۃ نامی دراہم جن میں ملاوٹ زیادہ اور چاندی کم ہوتی تھی، کی بحث میں رقم طراز ہیں:

"وَذَكَرَ الْوَلْوَالِجِيُّ أَنَّ الزَّكَاةَ تَجِبُ فِي الْغَطَارِفَةِ إِذَا كَانَتْ مِائَتَيْنِ لِأَنَّهَا الْيَوْمَ مِنْ دَرَاهِمِ النَّاسِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مِنْ دَرَاهِمِ النَّاسِ فِي الزَّمَنِ الْأَوَّلِ وَإِنَّمَا يُعْتَبَرُ فِي كُلِّ زَمَانٍ عَادَةُ أَهْلِ ذَلِكَ الزمان."[6]

"ولوالجی نے ذکر کیا ہے کہ غطارفۃ جب دو سو ہوں تو ان میں زکوۃ واجب ہوگی، کیونکہ اگرچہ پہلے زمانے میں یہ لوگوں کے درہم نہیں تھے مگر آج کل یہی ہیں۔ ہر دور میں اس زمانے کا رواج معتبر ہوتا ہے۔"

اس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ شرعی لحاظ سے زر کے انتخاب میں سونے چاندی کی پابندی نہیں ہے، قیمتوں کو جانچنے کے لیے کسی بھی چیز کو معیار بنایا جا سکتا ہے بشرطیکہ اسے معاشرہ میں قبولیت حاصل ہو۔

زر صرف حکومت جاری کر سکتی ہے

اگرچہ شریعت نے زر کے انتخاب میں کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی، لیکن زر جاری کرنے کا اختیار صرف حکومت کو دیا ہے کیونکہ مالیاتی لین دین کا مکمل نظام زر کی اساس پر ہی رواں دواں ہے اور اگر ہر کس و ناکس کو حسب منشا زر جاری کرنے کی اجازت دے دی جائے تو اس سے نہایت خطرناک اقتصادی اور معاشی حالات پیدا ہو جائیں گے۔ چنانچہ کویت کے فقہی انسائیکلو پیڈیا میں ہے:

"ولا يجوز لغير الإمام ضرب النقود لأن في ذلك افتياتا عليه و يحق للإمام تعزير من افتات عليه فيما هو من حقوقه. وسواء كان ما ضربه مخالفا لضرب السلطان أو موافقا له في الوزن و نسبة الغش و في الجودة حتى لو كان من الذهب و الفضة الخالصين. قال الإمام أحمد في رواية جعفر بن محمد: لا يصلح ضرب الدراهم إلا في دار الضرب بإذن السلطان. لأن الناس إن رخص لهم ركبوا

العظائم۔(7)

"امام کے علاوہ کسی کو کرنسی بنانے کی اجازت نہیں، کیونکہ یہ اس پر ظلم ہے اور امام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جو شخص اس کا یہ حق سلب کرے، وہ اسے سزا دے خواہ اس کی بنائی ہوئی کرنسی خالص سونے چاندی کی ہی کیوں نہ ہو۔ امام احمد کا قول ہے کہ درہم صرف حاکم وقت کی اجازت سے ٹکسال میں ہی بنائے جا سکتے ہیں، کیونکہ اگر لوگوں کو اس کی اجازت دے دی جائے تو وہ بڑے مصائب میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

امام نووی فرماتے ہیں:- ویکرہ أیضا لغیر الإمام ضرب الدراھم والدنانیر وإن کانت خالصة لأنه من شأن الإمام ولأنه لا یؤمن فیه لغش والإفساد۔(8)

"امام کے علاوہ کسی کو درہم اور دینار بنانے کی اجازت نہیں چاہے وہ خالص ہی ہوں، کیونکہ یہ امام کا حق ہے اور دوسرے کو اس لیے بھی اجازت نہیں کہ اس میں جعل سازی اور بگاڑ کا اندیشہ ہے۔"

ثابت ہوا کہ اسلامی نقطہ نظر سے حکومت وقت کے علاوہ کسی کو کرنسی جاری کرنے کا اختیار نہیں، کیونکہ اس طرح جعلی کرنسی وجود میں آنے کا خدشہ ہے جو موجب فساد ہے۔

زر کی قدر مستحکم ہونی چاہئے!

اسلامی نظامِ معیشت کا مکمل ڈھانچہ عدل پر قائم ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ان معاملات کو ممنوع قرار دیا ہے جو عدل کے منافی ہیں، چونکہ تمام مالی معاملات درحقیقت زر ہی کے گرد گھومتے ہیں اور کسی مالی معاہدے کے وقوع اور وقت ادائیگی کے درمیان زر کی قوت خرید میں غیر معمولی کمی سے صاحب حق کا متاثر ہونا یقینی ہے جو تقاضائے عدل کے خلاف ہے، اسی بنا پر بعض مسلم مفکرین افراط زر کو بخس، تطفیف اور ملاوٹ میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ مناسب حد تک کرنسی کی قدر کو مستحکم رکھے۔ چنانچہ الموسوعة الفقهية میں مرقوم ہے:

"من المصالح العامة للمسلمین التي یجب علی الإمام رعایتها المحافظة علی استقرار أسعار النقود من الانخفاض، لئلا یحصل بذلك غلاء الأقوات والسلع وینتشر الفقر ولتحصل الطمأنینة للناس بالتمتع بثبات قیم ما حصلوہ من النقود بجهدهم وسعیهم واکتسابهم، لئلا تذهب هدرا ویقع الخلل والفساد۔(9)

"مسلمانوں کے مفاداتِ عامہ جن کا تحفظ امام کی ذمہ داری ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ زر کی قیمتوں میں ثبات پیدا کرے تاکہ اس سے خوراک اور اشیا کی قیمتیں نہ بڑھیں اور غربت میں اضافہ نہ ہو اور لوگ اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کیے گئے زر سے فائدہ اُٹھانے کے متعلق مطمئن ہوں تاکہ وہ زر رائیگاں نہ جائے اور خلل اور فساد واقع نہ ہو۔"

ابن قیم فرماتے ہیں:- والثمن هو المعیار الذی به یعرف تقویم الأموال فیجب أن یکون محدودًا مضبوطًا لا یرتفع ولا ینخفض إذ لو کان الثمن یرتفع وینخفض کالسلع لم یکن لنا ثمن نعتبر به

المبيعات بل الجميع سلع وحاجة الناس إلى ثمن يعتبرون به المبيعات حاجة ضرورية عامة وذلك لا يمكن إلا بسعر تعرف به القيمة وذلك لا يكون إلا بثمن تقوم به الأشياء ويستمر على حالة واحدة ولا يقوم هو بغيره إذ يصير سلعة يرتفع وينخفض فتفسد معاملات الناس ويقع الخلف ويشتد الضرر."[10]

"زر ہی وہ معیار ہے جس کے ذریعے اموال کی قیمتوں کی پہچان ہوتی ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ یہ متعین اور کنٹرول میں ہو، اس کی مالیت میں اُتار چڑھاؤ نہ ہو، کیونکہ اگر سامانِ تجارت کی طرح زر میں بھی اُتار چڑھاؤ ہو تو ہمارے پاس اشیا کی قیمت لگانے کے لیے کوئی ثمن (زر) نہیں رہے گا بلکہ سب سامان ہی ہوگا، حالانکہ اشیا کی قیمت لگانے کے لیے لوگ ثمن کے محتاج ہیں اور یہ ایسے نرخ کے ذریعے ممکن ہے جس سے قیمت کی معرفت حاصل ہو اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب اشیا کی قیمت لگانے کے لیے ایک زر ہو اور وہ ایک ہی حالت پر رہے اور اس کی قیمت کا معیار کوئی دوسری چیز نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں وہ خود سامان (Commodity) بن جائے گا جس کی قیمت بڑھتی اور کم ہوتی ہے، نتیجتاً لوگوں کے معاملات خراب ہو جائیں گے، اختلاف پیدا ہوگا اور شدید ضرر لاحق ہوگا۔"

یعنی کرنسی ایسی ہونی چاہیے جس کی مالیت میں عام اشیا کی طرح غیر معمولی کمی واقع نہ ہو بلکہ معقول حد تک مستحکم قدر کی حامل ہو ورنہ لوگ ضرر کا شکار ہوں گے۔

زر کی قدر میں استحکام کیسے لایا جائے؟

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کاغذی کرنسی کی قدر میں مسلسل کمی کا رجحان چلا آ رہا ہے اور آج کل تو اس کی قدر بہت تیزی سے گر رہی ہے، اس کے برعکس سونے چاندی کی قوتِ خرید خاصی مستحکم ہے، بالخصوص سونے کی قوتِ خرید میں کوئی غیر معمولی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، اگر کسی بحران یا سونے کے مقابلہ میں اشیاء و خدمات کی قلت کی بنا پر ایسا ہوا بھی تو کمی کا یہ سلسلہ مستقل جاری نہیں رہا اور اس کے اسباب دور ہونے کے بعد صورت اس کے برعکس ہو گئی۔ اگر عہدِ رسالت میں سونے کی قوتِ خرید کا اس کی موجودہ قوتِ خرید سے تقابل کیا جائے تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آئے گا۔ بطور نمونہ دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

قتل کی دیت سو اونٹ ہے، اگر کسی کے پاس اونٹ نہ ہوں تو وہ ان کی قیمت ادا کر دے جو آپ ﷺ کے دور میں آٹھ سو دینار مقرر تھی:

"كَانَتْ قِيمَةُ الدِّيَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَمَانَ مِائَةِ دِينَارٍ."[11]

"رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیت کی قیمت آٹھ سو دینار تھی۔"

اس کا مطلب ہے کہ عہدِ رسالت میں ایک اونٹ کی قیمت آٹھ دینار تھی۔ جدید تحقیق کے مطابق شرعی دینار کا وزن 4،25 گرام ہے۔ (دیکھیے الموسوعۃ الفقہیۃ: 29/21) اس طرح آپ ﷺ کے دور میں ایک اونٹ کی قیمت 34 گرام سونا بنی، آج بھی اتنے سونے کے عوض ایک اونٹ خریدا جا سکتا ہے۔ اگرچہ حضرت عمرؓ نے اونٹ گراں ہونے پر دیت کی قیمت آٹھ سو سے بڑھا کر ہزار دینار کر دی تھی، مگر آج کل ایک سو اونٹ خریدنے کے لیے آٹھ سو دینار یعنی 3400 گرام سونا کافی ہے۔

حضرت عروہ بارقی کہتے ہیں:

"أَعْطَاهُ النَّبِيُّ ﷺ دِينَارًا يَشْتَرِي بِهِ أُضْحِيَةً أَوْ شَاةً فَاشْتَرَى شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ." [12]

"نبی ﷺ نے ان کو ایک دینار دیا تا کہ وہ اس سے ایک قربانی یا ایک بکری خریدے۔ انہوں نے دو بکریاں خرید لیں، پھر ان میں سے ایک کو ایک دینار میں بیچ دیا اور ایک بکری اور ایک دینار آپ ﷺ کے پاس لے آئے۔"

یعنی عہد رسالت میں 4,25 گرام سونے کے عوض ایک بکری خریدی جا سکتی تھی، آج بھی سونے کی قوت خرید یہی ہے۔

ان دو مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت ﷺ سے لے کر اب تک سونے کی قدر میں غیر معمولی کمی نہیں ہوئی، اگر کسی دور میں ایسا ہوا بھی تو بعد میں معاملہ اُلٹ ہو گیا۔ البتہ اس عرصہ کے دوران سونے کی نسبت چاندی کی قوت خرید میں کافی کمی آئی ہے:

عہد نبوی ﷺ میں دس درہم (تقریباً تیس گرام) چاندی سے ایک بکری خریدی جا سکتی تھی، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں اونٹوں کی زکوۃ کے ضمن میں یہ بیان ہوا ہے:

"مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ، وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ، فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِينَ دِرْهَمًا." [13]

"جس کے اونٹوں کی زکوۃ میں جذعہ (چار سالہ اونٹ) فرض ہو اور اس کے پاس جذعہ نہ ہو تو اس سے تین سالہ اونٹ قبول کر لیا جائے گا اور وہ ساتھ دو بکریاں اگر آسانی سے میسر ہوں دے گا یا بیس درہم۔"

یعنی ایک بکری کے بدلے دس درہم لیکن آج کل اتنی چاندی میں ایک بکری نہیں خریدی جا سکتی۔ تاہم اس کمی سے اس قسم کے تباہ کن معاشی حالات پیدا نہیں ہوتے رہے جن سے لوگ کاغذی کرنسی کی وجہ سے دوچار ہیں۔ اس لیے ماہرینِ معیشت کی رائے میں کاغذی کرنسی کی قدر میں ہوش ربا تغیر اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مہنگائی کے طوفانوں کا ایک ہی حل ہے کہ مالیاتی لین دین کی بنیاد سونے، چاندی کو بنایا جائے۔ چنانچہ آج کل پوری دنیا میں مختلف حلقوں کی جانب سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ دوبارہ سونے، چاندی کے سکوں کا نظام رائج کیا جائے۔

ابن مقریزی کے نزدیک بھی نرخوں میں بے تحاشا اضافے کا حل یہی ہے کہ از سر نو "معیاری قاعدہ زر" (Gold Specie Standard) کا اجرا کیا جائے۔ چنانچہ کویت کے فقہی انسائیکلو پیڈیا میں ان کی رائے یوں درج ہے:

"نرخوں میں افراتفری اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مہنگائی کی موجوں کا علاج صرف یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے زر کے استعمال کی طرف لوٹا جائے۔"

ان کے دور میں افراط زر کا جو بحران پیدا ہوا تھا، ان کی نظر میں اس کا ایک سبب سونے کی جگہ معدنی سکوں سے لین دین تھا جس سے قیمتیں بہت زیادہ بڑھ گئیں۔ چنانچہ وہ اس پر روشنی ڈالنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اگر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے دیں جن کے سپرد اس نے اپنے بندوں کے اُمور کر رکھے ہیں یہاں تک کہ وہ لین دین کو سونے کی طرف لے جائیں اور سامان کی قیمتوں اور اُجرتوں کے دینار اور درہم سے وابستہ کردیں تو اس سے اُمت کا بھلا اور اُمور کی اِصلاح ہوگی"۔[14]

جبکہ جدید ماہرینِ معیشت کے نزدیک حکومت کا حقیقی پیداوار کو نظر انداز کر کے نوٹ چھاپنا، اشیاء و خدمات کی طلب و رسد کے درمیان عدمِ توازن، اسراف و تبذیر، تاجروں میں ناجائز منافع خوری کا رجحان اور اشیا کی پیداواری لاگت میں اضافہ وہ عوامل ہیں جو کرنسی کی قدر میں عدمِ استحکام پیدا کرتے ہیں۔ ان مسائل کو حل کر کے کرنسی کی قدر میں استحکام پیدا کیا جاسکتا ہے۔

یاد رہے کہ سونے، چاندی کے سکے لازمی شرعی تقاضا نہیں، علاوہ ازیں سونے، چاندی کے سکوں کی پابندی ریاست کے لیے غیر ضروری زحمت کا موجب بھی بن سکتی ہے، ممکن ہے ریاست کے پاس سکے بنانے کے لیے سونے چاندی کے وسیع ذخائر موجود نہ ہوں۔ البتہ جب افراطِ زر کا مسئلہ سنگین صورت اختیار کر جائے تو اس وقت اس کا کوئی معقول حل ہونا چاہئے جیسا کہ علما کی فقہی آرا گزر چکی ہیں۔

زر: اقسام، تاریخ اور احکام

زر کی دو قسمیں ہیں:

حقیقی اعتباری

حقیقی زر کا اطلاق سونے، چاندی پر ہوتا ہے۔ سونے چاندی کے علاوہ زر کی باقی تمام اقسام خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہوں "اعتباری زر" کہلاتی ہیں۔ سونے چاندی کو حقیقی زر اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی قوتِ خرید فطری ہے، اگر بحیثیتِ زر ان کا رواج ختم بھی ہوجائے تب بھی باعتبارِ جنس ان کی ذاتی مالیت برقرار رہتی ہے۔ جبکہ اگر اعتباری زر کی زری حیثیت ختم ہوجائے تو سونے چاندی کی طرح اس کی افادیت باقی نہیں رہتی۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کی ممانعت کا فلسفہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ زر ہیں۔

زر اور کرنسی میں فرق

کرنسی کے مقابلے میں "زر" اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے، کیونکہ اس میں کرنسی کے علاوہ دوسری اشیا بھی شامل ہیں جن کو معاشرے میں آلہ مبادلہ کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس کرنسی کا اطلاق صرف کاغذی زر پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کرنسی کو ادائیگیوں کے لیے قانونی طور پر قبول کرنا لازم ہوتا ہے جبکہ عام زر میں یہ پابندی نہیں ہوتی۔ تاہم اس اعتبار سے دونوں ایک ہیں کہ زر کی طرح کرنسی بھی آلہ مبادلہ کی حیثیت سے استعمال ہونے کے علاوہ اشیا کی قیمتوں کا تعین کرتی اور قابلِ ذخیرہ ہوتی ہے۔

کرنسی کی تاریخ

سونے، چاندی کے بحیثیتِ زر استعمال ہونے سے قبل دنیا میں "زرِ بضاعتی" یا "اجناسی زر" (النقود السلعية) کا نظام رائج تھا۔ اس سسٹم کے تحت ہر خطے کے لوگوں نے اپنے علاقے میں مقبول اور قیمتی شمار ہونے والی اشیا کو زر کا درجہ دیا۔ بعض علاقوں میں چاول

بعض میں چمڑا اور بعض میں چائے زر کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ چنانچہ معروف سعودی عالم جسٹس ڈاکٹر عبداللہ بن سلیمان منیع لکھتے ہیں:

"اس نظام میں یہ طے پایا کہ ایسی اشیا کو زر بضاعتی قرار دیا جائے جن میں حسابی وحدت، قیمتوں کی یکسانیت، بحیثیت مال جمع کیے جانے کی استعداد اور قوتِ خرید موجود ہو۔ یہ اشیا نوعیت کے اعتبار سے مختلف تھیں مثلاً ساحلی علاقہ جات میں موتیوں کو بطور ثمن (زر) استعمال کیا گیا۔ سرد علاقوں میں پشم کو ثمن ٹھہرایا گیا۔ جبکہ معتدل موسم کے حامل ممالک میں آباد لوگوں کی خوشحال زندگی اور آسودہ حالی کی بنا پر خوبصورت اشیا (مثلاً قیمتی پتھروں کے نگینے، عمدہ لباس، ہاتھی کے دانت اور مچھلیوں وغیرہ) کو کرنسی قرار دیا گیا۔ جاپان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں چاول کو بطور کرنسی استعمال کیا گیا جبکہ وسط ایشیا میں چائے، وسطی افریقہ میں نمک کے ڈلوں اور شمالی یورپ میں پوستین کو کرنسی قرار دیا گیا۔"[15]

رومی بادشاہ جولیس سیزر (دورِ حکومت 60 تا 44 ق م) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی فوج کو تنخواہ نمک کی شکل میں ملتی تھی۔ نمک کو لاطینی میں "سیل" کہتے ہیں، اسی سے لفظ Salary نکلا ہے جس کا معنی "تنخواہ" ہوتا ہے۔

چونکہ اشیا ضائع ہونے کا خطرہ بھی ہوتا ہے اور ان کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی بھی آسان نہیں ہوتی، اس لیے یہ نظام مستقل جاری نہ رہ سکا۔ لوگوں نے اس کی جگہ سونے چاندی کا استعمال شروع کر دیا۔ ابتدا میں سونے چاندی کے وزن کا ہی اعتبار ہوتا تھا۔ سکوں کا رواج بعد میں شروع ہوا۔ سکے کب وجود میں آئے؟ اس کے متعلق وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ قرآنِ مجید سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے دور میں دراہم موجود تھے، کیونکہ ان کے بھائیوں نے انھیں دراہم کے عوض بیچا تھا:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ (یوسف: 20)

"انھوں نے اس کو انتہائی کم قیمت، جو گنتی کے چند درہم تھے، کے عوض فروخت کر دیا۔"

واضح رہے کہ حضرت یوسفؑ کا دور 1910 تا 1800 ق م ہے۔

اسی طرح کہتے ہیں کہ سونے کا سکہ سب سے پہلے لیڈیا کے بادشاہ کروسس (دورِ حکومت: 560 تا 541 ق م) نے متعارف کرایا۔

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنسی

بعثتِ نبویؐ کے وقت عرب میں لین دین کا ذریعہ درہم و دینار تھے، لیکن گنتی کی بجائے وزن کا اعتبار کیا جاتا۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ درہم و دینار عرب کے مقامی سکے نہ تھے بلکہ ہمسایہ اقوام سے یہاں آتے تھے۔

☆ درہم ساسانی سکہ تھا جو عراق کے راستے عرب پہنچا اور لوگ اس کی بنیاد پر باہم لین دین کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو برقرار رکھا۔ یہ دراہم چونکہ مختلف وزن کے ہوتے تھے، اس لیے جب نصابِ زکوۃ کے لیے درہم کا وزن مقرر کرنے کی نوبت آئی تو مسلمانوں نے ان میں سے متوسط کو معیار بنایا، چنانچہ اسی کو شرعی درہم سمجھا گیا۔ ایک قول کے مطابق یہ کام حضرت عمرؓ کے دور میں جبکہ دوسرے قول کے مطابق بنو امیہ کے دور میں ہوا۔ جو صورت بھی ہو، تاہم آخر کار جس شرعی درہم پر اجماع ہوا وہ وہی ہے جو عہد

الملک بن مروان کے دور میں بنایا گیا۔ لیکن فقہا اور مؤرخین نے ثابت کیا ہے کہ یہ درہم اپنی اصلی حالت پر نہیں رہا تھا بلکہ مختلف شہروں میں اس کے وزن اور معیار میں کافی تبدیلی آتی رہی ہے۔ جدید تحقیق کی روشنی میں اس درہم کا وزن 2٫975 گرام چاندی ہے۔[16]

☆ اسی طرح دینار رومیوں کی کرنسی تھی جو براستہ شام یہاں آتی۔ نبی ﷺ نے اس کو باقی رکھا حتی کہ خلفائے راشدین اور حضرت معاویہ کے دور میں بھی رومی دینار کو ہی کرنسی کی حیثیت حاصل رہی۔ جب مسندِ خلافت عبدالملک بن مروان کے پاس آئی تو اُنہوں نے زمانہ جاہلیت کے دینار کے مطابق ایک دینار جاری کیا جس کو "شرعی دینار" کہا جاتا ہے، کیونکہ اس کا وزن اس دینار کے برابر تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے برقرار رکھا تھا۔[17]

☆ معمولی اشیا کے لین دین میں سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں یعنی تانبے وغیرہ سے بنے سکے جنہیں فُلُوس کہا جاتا ہے، بھی استعمال ہوتے۔ جیسا کہ حدیث میں دیوالیہ شخص کے متعلق اَلْمُفْلِس کا لفظ آتا ہے۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر اپنی مایہ ناز تالیف "فتح الباری" میں فرماتے ہیں:

"شرعی معنوں میں "مفلس" وہ شخص ہے جس کے قرضے اس کے پاس موجود مال سے زیادہ ہو جائیں۔ اسے مفلس اس لیے کہا جاتا ہے کہ پہلے درہم و دینار کا مالک تھا لیکن اب فلوس پر آ گیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ شخص صرف معمولی مال (فلوس) کا مالک رہ گیا ہے۔ یا ایسے شخص کو مفلس اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ اس کو فلوس جیسی معمولی چیز میں ہی تصرف کا حق ہوتا ہے، کیونکہ وہ فلوس کے ذریعے معمولی اشیا کا لین دین ہی کرتے تھے۔"[18]

حضرت ابوذر غفاریؓ کی اس روایت میں بھی فُلُوس کا تذکرہ موجود ہے:

"فَأَمَرَهَا أَنْ تَشْتَرِيَ بِهِ فُلُوسًا."[19]

"اُنہوں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اس کے بدلے "فلوس" خرید لو۔"

سونے چاندی کے سکے وجود میں آنے کے بعد بھی بعض علاقوں میں مخصوص اشیا زر کی حیثیت سے استعمال میں رہیں۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ جب سوڈان گیا تو اس وقت وہاں نمک کے ساتھ ہی لین دین ہوتا تھا، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"سوڈان میں نمک بطور روپیہ کے چلتا ہے اور سونے چاندی کا کام دیتا ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیتے ہیں اور ان کے ذریعے خرید و فروخت ہوتی۔"[20]

پھر مختلف اسباب کی بنا پر آہستہ آہستہ درہم دینار کا رواج ختم ہوتا چلا گیا اور ان کی جگہ کرنسی نوٹوں نے لے لی۔ اب صورت حال یہ ہے کہ پوری دنیا میں کرنسی نوٹوں کا ہی دور دورہ ہے کیونکہ یہ آسان ترین ذریعہ مبادلہ ہے۔

نوٹ کب ایجاد ہوئے؟

کہا جاتا ہے کہ اہلِ چین نے 650ء سے 800ء کے درمیان کاغذ کے ڈرافٹ بنانے شروع کیے تھے، انہی ڈرافٹ نے آگے چل کر کرنسی نوٹوں کی اشاعت کا تصور دیا۔ اسی لیے کاغذ کی طرح کرنسی نوٹ بھی اہل چین کی ایجاد شمار ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ

سب سے پہلے کرنسی نوٹ 910ء میں چین میں ایجاد ہوئے۔[21]

ابن بطوطہ جو 1324ء سے 1355ء کے درمیان چین کی سیاحت پر گیا تھا، چین کے نوٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اہل چین درہم یا دینار کے ذریعہ سے خرید وفروخت نہیں کرتے بلکہ سونے اور چاندی کو پگھلا کر ان کے ڈلے بنا کر رکھ چھوڑتے ہیں اور کاغذ کے ٹکڑوں کے ذریعہ سے خرید وفروخت کرتے ہیں۔ یہ کاغذ کا ٹکڑا کف دست (ایک بالشت) کے برابر ہوتا ہے اور بادشاہ کے مطبع میں اس پر مہر لگاتے ہیں۔ ایسے پچیس کاغذوں کو بالشت کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ لفظ دینار کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ جب یہ کاغذ کثرت استعمال سے یا کسی اور طرح پھٹ جاتا ہے تو وہ دار الضرب میں لے جاتے ہیں اور اس کے عوض نیا لے آتے ہیں۔ یہ دار الضرب ایک بڑے درجہ کے امیر کی تحویل میں ہے۔ جب کوئی شخص بازار میں درہم یا دینار لے کر خرید وفروخت کرنے جاتا ہے تو وہ درہم یا دینار نہیں چلتے لیکن وہ درہم یا دینار کے عوض یہ کاغذ لے سکتا ہے اور ان کے عوض جو چیز چاہے خرید سکتا ہے۔"

مشہور مؤرخ ابن مقریزی جب بغداد گئے تھے تو انہوں نے بھی وہاں چین کے نوٹوں کا مشاہدہ کیا تھا۔[22]

چین کے بعد جاپان دوسرا ملک ہے جہاں چودھویں صدی عیسوی میں کرنسی نوٹ جاری ہوئے۔ یورپ میں پہلا باقاعدہ نوٹ 1661ء کو "سٹاک ہام بینک" آف سویڈن نے جاری کیا۔ انگلینڈ نے 1695ء میں کرنسی نوٹ جاری کئے۔ ہندوستان میں پہلا نوٹ 5 رجنوری 1825ء کو "بنک آف کلکتہ" نے جاری کیا جس کی مالیت دس روپے تھی۔ آزادی کے بعد پاکستان میں کرنسی نوٹ یکم اکتوبر 1948ء کو جاری کیے گئے۔

ابتداء میں تو نوٹ کی پشت پر سو فیصد سونا ہوتا تھا، لیکن بعد میں مختلف معاشی وجوہ کے باعث سونے کی مقدار سے زائد نوٹ جاری کیے جانے لگے اور مختلف اَدوار میں یہ تناسب بتدریج کم ہوتا رہا یہاں تک کہ 1971ء سے نوٹ کا سونے سے تعلق بالکل ختم ہو چکا ہے۔

کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت

اب نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے، اس بارے میں علما کی مختلف آرا ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ نوٹ اصل میں اس بات کا دستاویزی ثبوت ہیں کہ حاملِ نوٹ نے اس نوٹ کے جاری کنندہ سے اتنا سونا یا چاندی وصول پانا ہے۔ اس کے حق میں سب سے مضبوط دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ نوٹ پر یہ الفاظ تحریر ہوتے ہیں:

"حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا۔"

اس رائے کے مطابق نوٹوں کے ساتھ سونا چاندی خریدنا جائز نہیں، کیونکہ نوٹ کے ساتھ خریداری کا مطلب حقیقت میں اس سونے یا چاندی کے ساتھ خریداری ہے جو اس نوٹ کی پشت پر ہے اور شرعی اعتبار سے سونے کی سونے یا چاندی کی سونے کے ساتھ بیع میں دونوں طرف سے موقع پر قبضہ شرط ہے جو یہاں مفقود ہے، کیونکہ خریدار نے سونے کے بدلے سونا نہیں دیا بلکہ اس کی رسید دی ہے۔ چنانچہ تفسیر "اضواء البیان" کے مصنف علامہ محمد امین شنقیطی اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں

"وأنها سند بفضة وأن المبيع الفضة التي هي سند بها ومن قرأ المكتوب عليها فهم صحة ذلك، وعليه فلا يجوز بيعها بذهب ولا فضة ولو يدًا بيد لعدم المناجزة بسبب غيبة الفضة المدفوع سندها."[23]

"یہ نوٹ چاندی کی رسید ہیں اور بیچی گئی چیز وہ چاندی ہے جس کی یہ رسید ہیں۔ جو ان پر لکھی عبارت پڑھے گا وہ اس رائے کا درست ہونا سمجھ جائے گا۔ اس رائے کے مطابق نوٹوں کی سونے چاندی کے بدلے بیع چاہے نقد ہو جائز نہیں، کیونکہ جس چاندی کی رسید دی جاتی ہے وہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے دونوں طرف سے موقع پر قبضہ کی شرط نہیں پائی جاتی۔"

جس طرح اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹوں کے بدلے سونا چاندی خریدنا جائز نہیں، اسی طرح نوٹوں کے ساتھ مشارکہ یا بیع سلم درست نہیں، کیونکہ اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹ دَین (Debt) کی رسید ہے جبکہ شرعی اعتبار سے شراکت اور سلم میں سرمایہ نقد ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں یہ رائے اختیار کر کے ایک ملک کی کرنسی کا دوسرے ملک کی کرنسی سے تبادلہ (منی چینجر کا کاروبار) بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ سونے کے بدلے سونے کی اُدھار اور کمی بیشی کا ساتھ بیع ہو گی جو شرعاً درست نہیں۔

مگر یہ موقف درست نہیں کیونکہ اب نوٹ قرض کی رسید نہیں رہا جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوا ہے بلکہ اب یہ خود قانونی زر بن چکا ہے اور ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ حکومت کوئی بھی چیز بطور زر اختیار کر سکتی ہے۔ اب نوٹ پر لکھی اس عبارت "حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا۔" کا مطلب صرف یہ ہے کہ حکومت اس کی ظاہری قیمت کی ذمہ دار ہے۔ جسٹس علامہ عمر بن عبدالعزیز المترک فرماتے ہیں:

"نوٹ رسید نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ گم یا تلف ہو جائے تو اس کا مالک جاری کنندہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا خواہ اس کے پاس ہزار گواہ ہوں اور اگر یہ حقیقی رسید ہوتا تو اس کو ضرور یہ اختیار ہوتا، کیونکہ قرض مقروض کے ذمے ہوتا ہے، رسید تلف ہونے سے ضائع نہیں ہوتا۔"[24]

بعض نامور علما کے نزدیک نوٹ بذاتِ خود سامان (جنس) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مشہور مالکی فقیہ علیش مصری کی بھی یہی رائے ہے۔ علامہ محمد امین شنقیطی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وممن أفتى بأنها كعروض التجارة العالم المشهور عليش المصري صاحب النوازل، وشرح مختصر خليل، وتبعه في فتواه بذلك كثير من متأخري علماء المالكية."[25]

"جن حضرات نے ان کے سامانِ تجارت ہونے کا فتویٰ دیا ہے، ان میں "نوازل" اور "شرح مختصر خلیل" کے مصنف مشہور عالم علیش مصری بھی شامل ہیں۔ بعد کے اکثر مالکی علماء نے بھی ان کے فتویٰ کی پیروی کی ہے۔"

اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ نوٹ قیمت بننے کی صلاحیت سے عاری ہے، کیونکہ یہ نہ سونا ہے اور نہ چاندی، یہ تو سامان کی مانند ہیں۔ اس نظریہ کے مطابق ایک نوٹ کا دو نوٹوں کے ساتھ تبادلہ درست ہے۔ اسی طرح اس نظریہ کے مطابق نوٹوں میں زکوۃ اسی صورت واجب ہو گی جب ان کو فروخت کر کے نفع کمانا مقصود ہو۔ یعنی بذات خود ثمن کی بجائے نوٹ سامانِ تجارت قرار پا

سکتا ہے۔ مزید برآں اس قول کی بنیاد پر نوٹ سے مضاربہ اور بیع سلم بھی جائز نہیں بنتی، کیونکہ یہ قیمت نہیں، سامان ہے۔ چونکہ یہ نظریہ خطرناک نتائج کا حامل ہے، اس لیے عصر حاضر کے اہل علم اس کی تائید نہیں کرتے۔

تیسری رائے یہ ہے کہ نوٹ سونے، چاندی کا متبادل ہیں۔ اگر اس کے پیچھے سونا ہو تو سونے اور اگر چاندی ہو تو چاندی کا متبادل ہوگا۔ ڈاکٹر عبداللہ بن سلیمان منیع لکھتے ہیں:

"اس نظریہ کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ قیمت کے اعتبار سے یہ نوٹ اپنی اس اصل کی طرح ہے جس کے یہ بدل ہیں یعنی سونا اور چاندی، کیونکہ ان کا اصل چاندی یا سونا ان کی پشت پر ان کے زر ضمانت کے طور پر موجود ہے اور مقاصد شرعیہ کا تعلق تو اصل اور حقائق سے ہے نہ کہ الفاظ اور ان کی بناوٹ سے۔"[26]

اس نقطہ نظر کے مطابق نوٹوں کے باہمی لین دین میں سود کے احکام بھی جاری ہوں گے اور جب یہ دوسو درہم چاندی یا بیس دینار سونے کی قیمت کے مساوی ہوں تو سال کے بعد ان پر زکوۃ بھی واجب ہوگی۔ اسی طرح ان کے ذریعے بیع سلم بھی درست ہو گی۔

لیکن یہ رائے بھی کمزور ہے، کیونکہ اس کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ نوٹ کی پشت پر سونا یا چاندی ہے حالانکہ امر واقع میں ایسا نہیں۔ چنانچہ جسٹس علامہ عبداللہ بن سلیمان منیع اس کی خود تردید کرتے ہیں:

"یہ نظریہ بھی حقیقت واقعہ کے مطابق نہ ہونے کی بنا پر قابل التفات نہیں، کیونکہ اس کا دارومدار کرنسی نوٹوں کی اصل پر ہے اور اصل جیسا کہ ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ وہ تو کرنسی نوٹوں کی پشت پر ہے نہیں۔ بلکہ اکثر ممالک کے نوٹ محض ساکھ کی بنا پر، زبانی ضمانتوں اور حکومتوں کے جاری کردہ ہونے کی بنا پر رائج اور قابل قبول ہیں، ورنہ ان کے پیچھے نہ تو سونا ہے نہ چاندی۔ بلکہ کچھ ایسے ہیں جنہیں پراپرٹی کی ضمانت حاصل ہے اور کچھ کو محض اقتدار کی ضمانت۔ لہٰذا یہ نظریہ خلاف واقعہ ہونے کی بنا پر بہت کمزور ہے۔"[27]

نوٹ کی شرعی حیثیت کے متعلق چوتھی رائے یہ ہے کہ نوٹ دھاتی سکوں (فلوس) کی طرح اصطلاحی زر ہیں جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے لکھا ہے:

"الرابع ما هو سلعة بالأصل و ثمن بالاصطلاح كالفلوس...إلى أن قال إذا علمت هذا فالنوط هو من القسم الرابع سلعة بأصله لأنه قرطاس و ثمن بالاصطلاح لأنه يعامل به معاملة الأثمان."[28]

"مال کی چوتھی قسم وہ ہے جو اصل میں تو مال ہے، لیکن اصطلاحی لحاظ سے زر ہے جیسے دھاتی سکے ہیں... جب یہ معلوم ہو گیا تو، سنو نوٹ کا تعلق چوتھی قسم سے ہے جو حقیقت میں سامان ہے کیونکہ یہ کاغذ ہے اور اصطلاحی طور پر زر ہے، کیونکہ اس سے زر جیسا معاملہ کیا جاتا ہے۔"

الموسوعة الفقهية میں ہے:

"الأصح عند الشافعية و الصحيح عند الحنابلة و هو قول الشيخين من الحنفية و قول عند المالكية: أنها ليست أثمانا ربوية و أنها كالعروض."[29]

"امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور مالکی فقہا کا قول، حنابلہ کا صحیح مسلک اور شافعیوں کا صحیح ترین نقطہ نظر یہی ہے کہ دھاتی سکوں میں ربا نہیں ہے بلکہ یہ سامان کی طرح ہیں۔"

"ذهب جمهور الفقهاء: أبو حنيفة و أبو يوسف و المالكية على المشهور و الشافعية و الحنابلة إلى أن المضاربة لا تصح بالفلوس لأن المضاربة عقد غرر جوز للحاجة فاختص بما يروج غالبًا و تسهل التجارة به و هو الأثمان."[30]

"امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، مالکی (مشہور مسلک کے مطابق) شافعی اور حنبلی فقہا کا خیال ہے کہ دھاتی سکوں کے ذریعے مضاربہ درست نہیں کیونکہ مضاربہ عقدِ غرر ہے جو ضرورت کی بنا پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ انہی چیزوں کے ساتھ خاص رہے گا جو اکثر مروّج ہوں اور ان کے ساتھ تجارت آسان ہو اور وہ نقدیاں ہیں۔" یعنی دھاتی سکے زر نہیں۔

"فذهب الشافعية و الحنابلة إلى أن الفلوس كالعروض فلا تجب الزكاة فيها إلا إذا عرضت للتجارة."[31]

"شافعی اور حنبلی فقہ کی رائے میں دھاتی سکے سامان کی طرح ہیں، چنانچہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب یہ تجارت کی غرض سے ہوں۔"

ان فقہا کے نقطہ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی حدیث میں دھاتی سکوں کی زکوٰۃ کا تذکرہ نہیں ملتا حالانکہ عہد نبویؐ میں یہ موجود تھے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اگر یہ زر ہوتے تو سونے چاندی کی طرح ان کی زکوٰۃ کا بھی ذکر ہوتا۔ حضرت ابو ذرؓ کی اس روایت کہ انہوں نے اپنی لونڈی سے کہا: "اس کے فلوس خرید لو۔" سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے کہ صحابہ کے ہاں دھاتی سکے سامان شمار ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فقہائے احناف کے نزدیک دھاتی سکے زر ہیں، اسی لیے وہ ان میں زکوٰۃ بھی واجب قرار دیتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک متعاقدین دھاتی سکوں کو متعین کر کے ان کی زری حیثیت ختم کر سکتے ہیں، اس صورت میں یہ سامان کے حکم میں ہوتے ہیں اور ان حضرات کے نزدیک کمی بیشی کے ساتھ ان کا تبادلہ بھی صحیح ہوتا ہے۔

ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہا کی نظر میں دھاتی سکے (فلوس) یا تو زر ہی نہیں یا پھر ناقص زر ہیں، اسی لیے وہ ان سے زر کا وصف ختم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ جو صورت بھی ہو بہر حال کرنسی نوٹوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ نہ تو دھاتی سکوں کی طرح ان میں سامان کا پہلو غالب ہے۔ یہ تو محض کاغذ کے ٹکڑے ہیں، ان کی جو حیثیت بھی ہے، وہ ان کی پشت پر حکومتی ضمانت کی وجہ سے ہی ہے اور نہ ہی متعاقدین کو ان کی زری حیثیت کالعدم کرنے کا اختیار ہے، کیونکہ یہ قانونی زر ہیں۔

اس سلسلہ میں پانچویں اور آخری رائے یہ ہے کہ نوٹ سونے چاندی کی طرح مستقل زر ہے، کیونکہ نوٹوں میں زر کی تمام صفات پائی جاتی ہیں۔ قیمتوں کا پیمانہ اور قابل ذخیرہ بھی ہیں اور لوگ ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔ شرعی اعتبار سے یہی زر کی حقیقت ہے جیسا کہ ہم شروع میں امام مالک کا یہ قول نقل کر آئے ہیں:

"اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید وفروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائے تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو اُدھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔"

اس کا مطلب ہے کہ کسی بھی چیز کو خواہ وہ چمڑا ہی کیوں نہ ہو بطور زر اختیار کیا جاسکتا ہے۔اس کی تائید امام ابن تیمیہ کے "مجموع الفتاوی" میں ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے:

"أما الدرهم و الدينار فما يعرف له حد طبعي و لا شرعي بل مرجعه إلى العادة و الاصطلاح و ذلك لأنه في الأصل لا يتعلق المقصود به بل الغرض أن يكون معيارًا لما يتعاملون به و الدراهم و الدنانير لا تقصد لنفسها بل هي وسيلة إلى التعامل بها و لهذا كانت أثمانا بخلاف سائر الأموال فإن المقصود الانتفاع بها نفسها فلهذا كانت مقدرة بالأمور الطبعية أو الشرعية و الوسيلة المحضة التي لا يتعلق بها غرض لا بمادتها و لا بصورتها يحصل بها المقصود كيف ما كانت." [32]

"اس کا خلاصہ یہ ہے کہ درہم و دینار کی کوئی ذاتی اور شرعی تعریف نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق عرف اور اصطلاح سے ہے، کیونکہ درہم و دینار بذاتِ خود مقصود نہیں ہوتے بلکہ یہ باہمی لین دین کا ذریعہ ہیں۔اسی لیے یہ قیمت شمار ہوتے ہیں چونکہ باقی اموال سے فائدہ اُٹھانا مقصود ہوتا ہے، اس لیے ان کی یہ حیثیت نہیں ہے۔وہ ذریعہ جس کے مادہ اور صورت سے کوئی غرض وابستہ نہ ہو وہ جیسا بھی اس سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔"

چونکہ دلائل کے لحاظ سے یہ نقطہ نظر قوی ہے اور اس پر کیے گئے اعتراضات بھی زیادہ وزنی نہیں، اس لیے دور حاضر کے علماء کی اکثریت، بیشتر مفتیانِ کرام کے فتاوی اور اہم فقہی اداروں کی قرار دادیں اسی کے حق میں ہیں۔جسٹس علامہ عبداللہ بن سلیمان منیع کی بھی یہی رائے ہے۔[33]

جسٹس عمر بن عبدالعزیز المترک بھی اسی قول کے حق میں ہیں۔چنانچہ وہ مذکورہ بالا آرا اور ان کے دلائل کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"کاغذی زر کے متعلق علما کی آرا اور ہر ایک کے نقطہ نظر کا تنقیدی جائزہ لینے سے ہمیں ان کا قول راجح معلوم ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نوٹ مستقل کرنسی ہے اور سونے چاندی کی طرح ان میں بھی سود کے اَحکام جاری ہوتے ہیں۔ربا، سود اور تلف کی صورت میں ضمان کے مسائل میں ان پر مکمل طور پر سونے چاندی کے احکام کا اطلاق ہوتا ہے۔" [35]

دیگر اقوال کی خرابیاں واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دوسرے اقوال یا تو معاملات میں لوگوں کو مشکل میں ڈال دیں گے یا لین دین کا دروازہ ہی بند کر دیں گے حالانکہ اس کے بغیر چارہ نہیں یا پھر سود کا دروازہ چوپٹ کھول دیں گے اور نقدین کی زکوٰۃ ضائع کرنے کے حیلوں کا دروازہ کھولیں گے۔" [36]

[1] ص 944
[2] الموسوعۃ الفقہیۃ: 41173
[3] مجلۃ البحوث الاسلامیۃ: عدد 1، ص 200
[4] فتوح البلدان: ج 3، ص 578

[5] المدونۃ الکبری۔ التاخیر فی صرف الفلوس
6] البحر الرائق باب زکوۃ المال
[7] الموسوعۃ الفقہیۃ:41/178،179
[8] المجموع:11/6
[9] الموسوعۃ الفقہیۃ 41:196،197
[10] اعلام الموقعین:156/2
[11 سنن ابی داؤد:4542
[12] سنن ابی داؤد:3384
[13] صحیح بخاری:1453
[14] الموسوعۃ الفقہیۃ:41/48،49
[15] کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء اور شرعی حیثیت:ص10
[16] الموسوعۃ الفقہیۃ:20/249
[17] ایضاً
[18] 79/5
[19] مسند احمد بن حنبل:156/5
[20] سفرنامہ ابن بطوطہ 270/2
[21] الاوراق النقدیۃ فی الاقتصاد الاسلامی:115
[22] الموسوعۃ الفقہیۃ:41/176،178
[23] 207/1
[24] الرباوالمعاملات المصرفیۃ فی نظر الشریعۃ الاسلامیۃ:321
[25] 207/1
[26] کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء اور شرعی حیثیت:60
[27] ایضاً:ص61
[28] کفل الفقیہ الفاہم فی أحکام قرطاس الدراہم: 33
[29] 205/32
[30] الموسوعۃ الفقہیۃ:38/46،47
[31] ایضاً:205/32
[32] 19/251،252
[33] کاغذی کرنسی کی تاریخ، ارتقاء، شرعی حیثیت:90
[34] مجلۃ البحوث الاسلامیۃ:ج1ص221
[35] الرباوالمعاملات المصرفیۃ فی نظر الشریعۃ الاسلامیۃ ص339 [36] حوالہ مذکور

بَابٌ فِيْ حِلْيَةِ السَّيْفِ تُبَاعُ بِالدَّرَاهِمِ

باب: تلوار پر لگے ہوئے زیور (سونے چاندی کو) درہم کے عوض میں فروخت کرنا

3351 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ حَنَشٍ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ بِقِلَادَةٍ فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ، وَابْنُ مَنِيعٍ فِيهَا خَرَزٌ مُعَلَّقَةٌ بِذَهَبٍ ابْتَاعَهَا رَجُلٌ بِتِسْعَةِ دَنَانِيرَ أَوْ بِسَبْعَةِ دَنَانِيرَ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حَتَّى تُمَيِّزَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ. فَقَالَ: إِنَّمَا أَرَدْتُ الْحِجَارَةَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا حَتَّى تُمَيِّزَ بَيْنَهُمَا. قَالَ: فَرَدَّهُ حَتَّى مُيِّزَ بَيْنَهُمَا وَقَالَ ابْنُ عِيسَى: أَرَدْتُ التِّجَارَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَانَ فِي كِتَابِهِ الْحِجَارَةُ فَغَيَّرَهُ فَقَالَ: التِّجَارَةُ

❁❁ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہار لایا گیا، جس میں سونا اور نگینے لگے ہوئے تھے، (ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) سونے کے ساتھ نگینے جڑے ہوئے تھے، ایک شخص نے اسے نو یا شاید سات دینار کے عوض میں خرید اتھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں جب تک تم اس

(سونے) اور اس (نگینوں) کو الگ الگ نہیں کرتے، اس شخص نے عرض کی: میں نے عرض کی: پتھر (یعنی نگینے) کو خریدنے کا ارادہ کیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں، جب تک تم ان دونوں کو الگ الگ نہیں کرتے، (یہ سودا درست نہیں ہوگا۔)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ان کے رجسٹر میں لفظ "حجارۃ" (نگینے) ہی تھا، لیکن پھر انہوں نے اسے بدل کر لفظ "تجارۃ" کر دیا۔

3352 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي شُجَاعٍ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا، فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنَ اثْنَيْ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تُبَاعُ حَتَّى تُفَصَّلَ

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقعہ پر میں نے بارہ دینار کے عوض میں ایک ہار خریدا، جس میں سونا اور نگینے تھے، میں نے انہیں الگ الگ کیا، تو ان کی قیمت بارہ دینار سے زیادہ بنتی تھی، میں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا، تو آپ نے فرمایا: انہیں اس وقت تک فروخت نہیں کیا جاسکتا، جب تک انہیں علیحدہ، علیحدہ نہیں کرلیا جاتا۔

3353 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنِ الْجُلَاحِ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي حَنَشٌ الصَّنْعَانِيُّ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ نُبَايِعُ الْيَهُودَ الْأُوقِيَّةَ مِنَ الذَّهَبِ بِالدِّينَارِ، قَالَ: غَيْرُ قُتَيْبَةَ بِالدِّينَارَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ، - ثُمَّ اتَّفَقَا - فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقعہ پر، ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، ہم ایک اوقیہ سونا، ایک دینار کے عوض میں خرید لیتے تھے، (یعنی راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) دو یا تین دینار کے عوض میں خرید لیتے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سونے کے عوض میں، سونے کو صرف اسی وقت فروخت کرو، جب دونوں طرف برابر، برابر وزن ہو"۔

نصف پیسے کی سکے کے بدلے بیع کرنے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اسی میں ذخیرہ سے ہے کسی کو ایک روپیہ دیا اور کہا کہ آدھے کے اتنے پیسے دے دے اور آدھے کی اٹھنی تو یہ جائز ہے پھر اگر اٹھنی اور پیسوں پر قبضہ سے پہلے وہ دونوں جدا ہو گئے تو پیسوں میں بیع برقرار ہے اٹھنی کے حصہ میں باطل ہو گئی اور اگر روپیہ بھی نہیں دیا تھا ویسے ہی دونوں جدا ہو گئے تو اٹھنی اور پیسے سب میں باطل ہو گئی۔ نیز اسی میں اس سے ہے کوئی چیز پیسوں کو خریدی اور پیسے دے دئے اور دونوں جدا ہو گئے پھر بائع نے ان میں ایک پیسہ کھوٹا پایا اسے واپس دیا اور اس کے بدلے اور پیسہ لیا تو اس صورت میں یہ پیسے اگر کسی متاع کے ثمن تھے تو عقد باطل نہ ہوا خواہ وہ جو واپس دئے تھوڑے پیسے تھے یا زیادہ، اور بدلے میں دوسرے پیسے لئے یا نہیں، اور اگر وہ پیسے روپوں کے ثمن تھے اب اگر روپوں پر قبضہ ہو چکا تھا اس

صورت میں کھوٹا پھیر ااوراس کے بدلے میں کھرا لیا یا نہ لیا تو عقد بدستور صحیح ہے اسی طرح اس صورت میں سب پیسے کھوٹے پائے اور واپس دیئے اوران کے عوض کھرے لئے یا ابھی نہ لئے جب بھی بیع صحیح رہے گی، اور اگر روپوں پر قبضہ نہیں ہوا تھا اگر سب پیسوں کو کھوٹے پائے اور واپس دیئے تو بیع امام اعظم کے نزدیک باطل ہوگئی اگرچہ اسی مجلس میں کھرے بدل لئے ہوں یا نہیں اور صاحبین فرماتے ہیں اگر اسی مجلس میں کھرے بدل لئے تو بیع بدستور صحیح ہے اور اگر نہ لئے تو بیع ٹوٹ گئی اور کچھ پیسے کھوٹے پا کر واپس دیئے تو قیاس یہ ہے کہ اتنے میں بیع باطل ہوجائے مگر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استحساناً فرماتے ہیں کہ اگر واپس دیئے ہوئے پیسے تھوڑے ہوں اور اسی جلسے میں بدلے کے پیسے لے لئے جائیں تو عقد اصلاً نہ ٹوٹے گا اور یہ کہ تھوڑے کتنے کو کہیں اس میں امام صاحب سے روایتیں مختلف آئیں، ایک روایت میں ہے کہ نصف سے زائد کثیر ہیں اور اس سے کم قلیل، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ نصف بھی زائد ہے، اور ایک روایت میں تہائی سے زیادہ ہو تو کثیر ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب صرف، بیروت)

بَابٌ فِي اقْتِضَاءِ الذَّهَبِ مِنَ الْوَرِقِ

باب: چاندی کی جگہ سونا وصول کرنا

3354 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنْتُ أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيعِ فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ، وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ، آخُذُ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ وَأُعْطِي هَذِهِ مِنْ هَذِهِ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رُوَيْدَكَ أَسْأَلُكَ إِنِّي أَبِيعُ الْإِبِلَ بِالْبَقِيعِ فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ، وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ، وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ آخُذُ هَذِهِ مِنْ هَذِهِ وَأُعْطِي هَذِهِ مِنْ هَذِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَفْتَرِقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں، بقیع میں اونٹوں کی خرید و فروخت کرتا تھا، بعض اوقات میں دیناروں کے عوض میں فروخت کرتا اور درہم وصول کرلیتا، اور کبھی درہم کے عوض میں فروخت کرتا اور دینار وصول کرلیتا، میں اس کی جگہ وہ وصول کرلیتا، یا اس کی جگہ یہ ادا کردیتا، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود تھے، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھنا تھا، میں بقیع میں اونٹوں کی خرید و فروخت کرتا ہوں، دینار کے عوض میں فروخت کرتا ہوں لیکن اس کی جگہ درہم وصول کرلیتا ہوں، یا درہم کے عوض میں فروخت کرتا ہوں اور اس کی جگہ دینار لے لیتا ہوں۔ میں اس کی جگہ وہ وصول کرلیتا ہوں یا اُس کی جگہ یہ ادا کردیتا ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جبکہ تم نے اس دن کے بھاؤ کے حساب سے لین دین کیا ہو، اور تم دونوں فریقوں کے جدا ہونے سے پہلے حساب بے باق ہو جائے (بعد میں کوئی ادائیگی نہ کرنی ہو)"۔

3355 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ لَمْ يَذْكُرْ بِسِعْرِ يَوْمِهَا

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم پہلی روایت زیادہ مکمل ہے، اس راوی نے "اس دن کے بھاؤ" کا ذکر نہیں کیا۔

بَابٌ فِي الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

باب: جانور کے عوض میں جانور کا ادھار سودا کرنا

3356 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

⊛⊛ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے عوض میں، جانور کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

3357 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حَرِيشٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُجَهِّزَ جَيْشًا فَنَفِدَتِ الْإِبِلُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ فِي قِلَاصِ الصَّدَقَةِ، فَكَانَ يَأْخُذُ الْبَعِيرَ بِالْبَعِيرَيْنِ إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر تیار کرنے کا حکم دیا، تو اونٹ کم پڑ گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں، ہدایت کی، کہ وہ اس وقت تک کے لیے ادھار اونٹ لے لیں، جب تک زکوٰۃ کے اونٹ نہیں آتے تو انہوں نے زکوٰۃ کے اونٹ آنے تک، (ادھار کے طور پر) دو اونٹوں کے عوض میں ایک اونٹ حاصل کیا۔

قرض کے معنی و مفہوم و احکام کا بیان

القرض (loan) عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی قینچی یا دانت سے کوئی چیز کاٹنے کے ہیں۔ اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ کسی کو اپنے مال یا چیز کا بغیر کسی طے شدہ مدت کے اس طور پر مالک بنانا کہ وہ اس کی مثل واپس کرے۔

3356-صحيح لغيره، وهذا اسناد رجاله ثقات الا ان الحسن -وهو البصري- لم يصرح بسماعه من سمرة. قتادة: هو ابن دعامة، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه ابن ماجه (2270)، والترمذي (1281)، والنسائي (4620) من طريق قتادة، به. وهو في "مسند احمد" (20143). وله شاهد من حديث جابر بن عبد الله عند احمد (14331)، وابن ماجه (2271) وآخر من حديث ابن عمر عند الطحاوي في "شرح معاني الآثار" 604/

3357-حديث حسن، وهذا اسناد فيه ضعف واضطراب كما بيناه في "مسند احمد" (6593). عمرو بن حريش مجهول، لكنه متابع. حفص بن عمر: هو ابو عمر الحوضي. واخرجه الدارقطني (3054) و(3055)، والحاكم /562-57، والبيهقي /2882875

کسی شخص کو قرضِ حسن یعنی بغیر کسی نفع کے قرض دینا، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے اجر و ثواب کی چیز ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل بیان کیے گئے ہیں، لیکن قرض اور ادھار ایک ایسا معاملہ ہے کہ اگر یہ شریعت کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر کیا جائے تو فوراً سود اور قمار (جوا) جیسی ممنوعہ حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل ہماری مارکیٹوں میں قرض کے لین دین اور ادھار معاملات کی جو صورتیں رائج ہیں، وہ شریعت کے احکامات سے ناواقفیت کی بنا پر اکثر و بیشتر ناجائز اور حرام ہیں، لہٰذا قرض اور ادھار کی مروّجہ صورتوں کے احکام سے واقف ہونا ہر مسلمان تاجر کی شرعی ذمہ داری ہے۔ ذیل میں ان کی مروّجہ صورتیں اور شرعی احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

☆...... کسی ضرورت مند کو اللہ کی رضا کے لیے رقم قرض دینا قرضِ حسن اور باعثِ اجر و ثواب ہے ☆...... قرض اور ادھار کی مروّجہ صورتوں کے احکام سے واقف ہونا ہر مسلمان تاجر کی شرعی ذمہ داری ہے ☆...... پرائز بانڈ اور ہر وہ قرض جس کی بنا پر مقروض سے کسی قسم کا نفع حاصل کیا جائے، جائز نہیں

پہلی صورت

اگر کوئی شخص کسی ضرورت مند کو بغیر کسی نفع اور فائدے کے اللہ کی رضا کے لیے رقم قرض دیتا ہے، تو یہ قرضِ حسن ہے۔ جو شرعاً مندوب و مستحسن اور دینے والے کے لیے باعثِ اجر و ثواب ہے۔ حدیثِ پاک میں اس طرح قرض دینے کی فضیلت صدقے کے برابر بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے: کل قرض صدقۃ (شعب الایمان 284/3) یعنی "ہر قرض صدقہ ہے۔" لہٰذا اس صورت کے جواز میں کوئی شبہ نہیں، نیز قرض میں واپسی کی مدت مقرر نہیں کی جاسکتی۔ اگر مدت مقرر کر لی گئی، تو شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور مقرض (قرض دینے والا) کو طے شدہ وقت سے پہلے بھی مطالبے کا حق حاصل ہوگا۔

دوسری صورت

کسی شخص کو نفع کی شرط پر قرض دینا، مثلاً: یہ شرط لگانا کہ کچھ مدت کے بعد قرض کی رقم اضافے کے ساتھ واپس کی جائے گی، جیسا کہ آج کل کنوینشنل بینکوں میں معاملات ہو رہے ہیں، اسی طرح آج کل قرض کے بدلے میں رہن (گروی) رکھنے (Mortgaging) کا عام رواج ہے، خصوصاً دیہاتوں میں سالہا سال کے لیے رہن رکھ کر لاکھوں روپیہ قرض وصول کیا جاتا ہے، جبکہ رہن کا شرعی حکم امانت کا ہے، اس سے مقروض کسی قسم کا نفع نہیں لے سکتا۔ دوسری طرف ہمارے معاشرے میں رہن سے نفع اٹھانے کا عام رواج ہے، نیز پرائز بانڈ اور ہر وہ قرض جس کی بنا پر مقروض سے کسی قسم کا نفع حاصل کیا جائے، اسی صورت کے تحت داخل ہے۔

اس صورت کا شرعی حکم یہ ہے کہ قرض کی وجہ سے نفع اٹھانا سود ہے، کیونکہ حدیث پاک میں وارد ہے: کل قرض جرّ منفعۃ فھو ربا (کنز العمال: 238/6) یعنی "ہر ایسا قرض جس کی بنا پر کوئی منفعت حاصل کی جائے وہ سود ہے۔" اس حدیث پاک میں منفعت کی کوئی تفصیل نہیں بیان کی گئی، لہٰذا نفع خواہ ظاہری ہو، جیسے: ایک ہزار روپے دے کر گیارہ سو لینا یا معنوی، جیسے: مقروض سے قرض کی بنا پر کسی قسم کی خدمت لینا وغیرہ، یہ سب حرام اور سود ہے اور سود کے متعلق قرآن و حدیث میں شدید وعیدیں آئی ہیں، لہٰذا اس

صورت کے حرام اور ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

تیسری صورت: کسی شخص کو نقد رقم چاہیے، اس کو ایک دوکاندار نقد رقم دینے کے بجائے کوئی چیز مہنگے داموں ادھار پر فروخت کرتا ہے اور وہ شخص قبضہ کرنے کے بعد دوبارہ وہ چیز اسی شخص کو سستے داموں نقد پر بیچ دیتا ہے، اس طرح یہ شخص نقد رقم حاصل کر لیتا ہے۔ یہ خرید وفروخت اسی وقت ایک ہی مجلس میں کی جاتی ہے، اس کو فقہائے کرام رحمہم اللہ کی اصطلاح میں "بیع عینہ" کہا جاتا ہے، اور بیع عینہ کی تعریف یہ ہے: شِرَاءُ مَا بَاعَ بِأَقَلَّ مِمَّا بَاعَ قبل نَقْدِ الثَّمَنِ (البحر الرائق:6/256) یعنی "کسی چیز کو ادھار زیادہ قیمت پر چیز بیچ کر قیمت وصول کرنے سے پہلے کم قیمت پر نقداً خریدنا۔"

یہ صورت سود کا حیلہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، کیونکہ خریدار نے جب مہنگے داموں ادھار چیز خرید کر اسی وقت فروخت کنندہ کو سستے داموں نقد بیچ دی، تو اس کے ذمے زیادہ رقم واجب الادا ہو گئی۔ گویا کہ اس نے کم رقم قرض لے کر زیادہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کر لیا، جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔ اس صورت کو حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ناجائز کہا گیا ہے اور اس طرح کا معاملہ کرنے والے شخص کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔ (جامع الاصول فی احادیث الرسول:1/572) نیز حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے اس طرح کی خرید وفروخت کے متعلق فرمایا: هذا البيع فى قلبى كأمثال الجبال ذميم اخترعه أكلة الربا (حاشیہ ابن عابدین:5/273) یعنی میرے نزدیک یہ خرید وفروخت پہاڑوں کی طرح سخت اور مذموم ہے، اس کو سود کھانے والوں نے ایجاد کیا ہے۔

چوتھی صورت

ضرورت مند آدمی کو ایک شخص پیسے دینے کے بجائے کوئی چیز ادھار فروخت کر دیتا ہے، پھر یہ ضرورت مند شخص وہ چیز مارکیٹ میں کسی تیسرے شخص کو نقد بیچ کر رقم حاصل کر لیتا ہے۔ اس صورت کو فقہائے شافعیہ رحمہم اللہ کی اصطلاح میں تورق کہا جاتا ہے، جبکہ حنفیہ کے نزدیک یہ بیع عینہ کی ہی دوسری قسم ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ صورت خلافِ اولیٰ ہے، کیونکہ اس میں ایک آدمی قرضِ حسن (جو کہ باعثِ ثواب ہے) دینے کے بجائے ضرورت مند شخص کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نفع کے حصول کی خاطر عین چیز فروخت کرتا ہے، جو کہ شریعتِ مطہرہ کی نظر میں غیر مستحسن ہے۔

اس صورت کے جواز کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

1 خرید و فروخت کرتے وقت سود کی ظاہری شکل وصورت سے اجتناب کیا جائے، مثلاً: خریداری کی مجلس میں تیسرے شخص کو وہ چیز فروخت کی گئی اور تیسرے شخص نے دوبارہ وہی چیز پہلے آدمی کو فروخت کر دی، ایسی صورت اختیار کرنے سے بھی فقہائے کرام رحمہم اللہ نے منع کیا ہے۔

2 خریدار شخص جب تک اس چیز پر قبضہ نہ کر لے، اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے، کیونکہ خریدی گئی چیز پر قبضہ سے پہلے آگے فروخت کرنے سے حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے۔

3 اس صورت کے جواز کا حکم اسی وقت ہے، جب ضرورت مند شخص کسی تیسرے شخص کو وہ چیز بیچے، اگر اسی دوکاندار کو دوبارہ

فروخت کردی گئی، تو یہ معاملہ ناجائز ہو جائے گا۔

پانچویں صورت

ایک شخص کے ذمے کسی دوسرے کی کچھ رقم قرض ہے، جب اس کی ادائیگی کا وقت آیا، تو مقروض کے پاس قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں تھا، مقرض نے اس سے کہا کہ تم مجھ سے رقم ادھار لے کر میرا قرض ادا کر دو اور بعد میں یہ رقم اضافہ کے ساتھ واپس کر دینا۔

قرض کی یہ صورت بھی شرعاً جائز نہیں، کیونکہ دوسری مرتبہ لی گئی رقم پر جو زائد رقم دینا طے کیا گیا وہ صریح سود اور ربا ہے، جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں، بلکہ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے: وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ (البقرۃ:280) یعنی "اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو خوشحال ہونے کے وقت تک مہلت دی جائے اور تمہارا اس کو (قرض) معاف کرنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔" لہٰذا بہتر تو یہ ہے تنگ دست مسلمان پر شفقت کرتے ہوئے اس کو قرض کی کل رقم یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیا جائے، تاہم اگر اس قدر وسعت نہ ہو تو فرمانِ باری تعالیٰ پر عمل کرتے ہوئے مقروض کو مہلت دینا ضروری ہے اور اپنی دی گئی رقم سے زیادہ لینا ہرگز جائز نہیں۔

چھٹی صورت:

دیہاتوں میں اکثر و بیشتر کسانوں کو فصل کے اخراجات کے لیے رقم کی ضرورت پیش آتی ہے، تو کسان قرض کے حصول کے لیے غلہ منڈی کے کسی تاجر کے پاس جاتے ہیں۔ غلہ منڈی کا تاجر یہ کہتا ہے کہ میں اس شرط پر قرض دوں گا کہ آپ اپنی فصل میری ہی دوکان پر لے کر آنا۔ تاجر کو اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جب اس کی دوکان سے فصل فروخت ہوگی، تو اس کو کمیشن ملے گا۔ کسان اس شرط پر رضامند ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے فصل تو ضرور فروخت کرنا ہوتی ہے، جس دوکان سے فصل فروخت کی جائے گی، اس کو فصل کی فروختگی کا کمیشن بھی ضرور ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر مقرض یہ شرط لگائے کہ مقروض بھی بعد میں اس کو قرض دے گا، یا اس طرح کی کوئی اور شرط لگائے تو یہ سب صورتیں اسی صورت کے تحت داخل ہوں گی۔

اس صورت کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس طرح شرط لگا کر قرض کا معاملہ کرنا جائز نہیں، کیونکہ فقہائے کرام رحمہم اللہ نے قرض مع الشرط سے منع فرمایا ہے، لہٰذا یہ شرط لغو ہوگی اور اس شرط کی پابندی کسان کے ذمے شرعاً لازم نہیں، بلکہ اس کو اختیار ہے کہ وہ جس کے پاس چاہے اپنا غلہ لے جائے۔ اسی طرح مقروض کو اختیار ہوگا کہ وہ مقرض کو بعد میں قرض دے یا نہ دے۔ تاہم اگر کوئی شخص سخت ضرورت مند ہو تو اس کے لیے اس طرح قرض لینے کی گنجائش تو ہے، لیکن قرض دینے والے کے لیے یہ شرط لگانا بہر صورت ناجائز اور گناہ ہے۔ (تبیین الحقائق:16/427)

ساتویں صورت:

ایک کسان کو کھاد وغیرہ کی خریداری کے لیے رقم کی ضرورت پیش آتی ہے، وہ کسی شخص کے پاس، مثلاً: 50 ہزار روپے کے حصول کے لیے گیا۔ وہ شخص کسان سے کہتا ہے کہ میں قرض دینے کے بجائے آپ کی مطلوبہ چیز خرید کر دیتا ہوں، لہٰذا قرض دینے

والا شخص اپنا نفع حاصل کرنے کے لیے کسان کو مطلوبہ چیز خرید کر دیتا ہے، جس کی صورت یہ اختیار کرتا ہے کہ وہ شخص کسان کو 45 ہزار روپے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ فلاں دوکاندار سے اس رقم کی کھاد خرید کر استعمال کر لیں اور پھر مجھے پچاس ہزار روپے طے شدہ مدت کے بعد ادا کر دیں، لہٰذا کسان مقررہ وقت پر 50 ہزار روپے ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے، جس میں پانچ ہزار روپے قرض دینے والا شخص بطور نفع اپنے لیے رکھتا ہے۔

اس صورت کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر قرض دینے والا شخص کھاد نہ اپنے لیے خریدے اور نہ ہی اس پر قبضہ کرے، بلکہ کسان رقم لے کر دوکاندار سے اپنے لیے کھاد خریدتا ہے تو اس صورت میں قرض دینے والے شخص کا مکمل پچاس ہزار روپے وصول کرنا شرعاً جائز نہیں، بلکہ وہ صرف 45 ہزار روپے کا ہی مستحق ہوگا، اس کے علاوہ اضافی رقم سود ہوگی، جو کہ شرعاً حرام ہے۔

اس کی جائز صورت یہ ہے کہ قرض دینے والا شخص کھاد پہلے اپنے لیے خود خریدے یا کسان کو کھاد خریدنے وکیل بنا دے اور پھر یہ شخص کھاد پر قبضہ بھی کر لے، اس کے بعد ضرورت مند کسان کو فروخت کرے تو یہ جائز ہے اور اس صورت میں حاصل کیا گیا نفع بھی حلال ہے۔

بَابٌ فِي ذٰلِكَ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ

باب: اس کا بیان، جبکہ دست بدست لین دین ہو

3358 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى عَبْدًا بِعَبْدَيْنِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو غلاموں کے عوض میں ایک غلام خریدا۔

بَابٌ فِي التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

باب: کھجور کے عوض میں (کھجور کے) پھل کو فروخت کرنا

3359 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ زَيْدًا أَبَا عَيَّاشٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ الْبَيْضَاءِ بِالسُّلْتِ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: أَيُّهُمَا أَفْضَلُ، قَالَ: الْبَيْضَاءُ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنْ شِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟ قَالُوا نَعَمْ، فَنَهَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، نَحْوَ مَالِكٍ

عبداللہ بن یزید بیان کرتے ہیں: زید ابوعیاش نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے، جَو کی ایک قسم کو جَو کی دوسری

3358- اسنادہ صحیح۔ وعنعنة ابی الزبیر هنا محمولة علی الاتصال لانها من روایة اللیث - وهو ابن سعد - عنه، ولم یرو عنه اللیث بن سعد الا ما ثبت لدیه انه سمعه من جابر کما بینه ابن حزم فی "المحلی" 396.7/، واخرجه مسلم (1602)، والترمذی (1283) و (1686)، والنسائی (4184) و (4621) من طریق اللیث بن سعد، به. وهو فی "مسند احمد" (14772)، و "صحیح ابن حبان" (4550).

قسم کے عوض میں، فروخت کرنے کے بارے میں دریافت کیا، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: ان دونوں میں زیادہ بہتر کون سے ہیں؟ زید نے جواب دیا: سفید والے، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے منع کر دیا، اور فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تازہ کھجور کے عوض میں، خشک کھجور کو فروخت کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تازہ کھجور جب خشک ہو جائے تو کیا وہ کم ہو جاتی ہیں؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع کر دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

3360 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَنَّ أَبَا عَيَّاشٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ، يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ نَسِيئَةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عِمْرَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ مَوْلًى لِبَنِي مَخْزُومٍ، عَنْ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

❁❁ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کھجور کے عوض، تازہ کھجور کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْمُزَابَنَةِ

باب: مزابنہ (کے احکام)

3361 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَعَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا، وَعَنْ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے عوض میں، درخت پر لگے ہوئی کھجور کو، ماپ کر، فروخت کرنے سے منع کیا ہے، اور کشمش کے عوض میں، انگور کو ماپ کر فروخت کرنے سے منع کیا ہے، اور گندم کے عوض میں کھیت میں (موجود گندم) کو ماپ کر فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

3361-اسنادہ صحیح. عُبيداللہ: هو ابن عمر العمری، وابن ابی زائدة: هو یحیی ابن زکریا بن ابی زائدة. واخرجه بنحوه البخاری (2171) و (2172) و (2185) و (2205)، ومسلم (1542)، وابن ماجه (2265)، والنسائی (4533) و (4534) و (4549) من طرق عن نافع، به. وجاء عندهم جمیعاً ان رسول اللہ -صلی اللہ علیه وسلم- نهی عن بیع المزابنة، والمزابنة ان یبیع ... وهو فی "مسند احمد" (4490)، و "صحیح ابن حبان" (4998).

بَابٌ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا

باب: "عرایا" کو فروخت کرنا

3362 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِالتَّمْرِ وَالرُّطَبِ

❁❁ خارجہ بن زید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے خشک یا تازہ کھجوروں کے عوض میں، عرایا کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

3363 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا

❁❁ حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کھجور کے عوض میں (درخت پر لگے ہوئے کھجور کے) پھل کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے، البتہ آپ ﷺ نے عرایا کی اجازت دی ہے، کہ اندازے کے تحت اسے فروخت کیا جا سکتا ہے، تاکہ وہ لوگ تازہ کھجوریں کھا سکیں۔

بَابٌ فِي مِقْدَارِ الْعَرِيَّةِ

باب: "عریہ" کی مقدار

3364 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ لَنَا الْقَعْنَبِيُّ: فِيمَا قَرَأَ عَلَى مَالِكٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ وَاسْمُهُ قُزْمَانُ، مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ شَكَّ دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ جَابِرٍ إِلَى أَرْبَعَةِ أَوْسُقٍ

3362-اسنادہ صحیح. ابن شهاب: هو محمد بن مسلم بن عبيد الله الزهری، ويونس: هو ابن يزيد الايلی، وابن وهب: هو عبد الله. واخرجه النسائی (4537) من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الاسناد. واخرجه البخاری (2173) و (2184)، ومسلم (1539)، وابن ماجه (2268) و (2269)، والترمذی (1346) و (1347) و (1350)، والنسائی (4532) و (4536) و (4538-4540) من طريق عبد الله بن عمر بن الخطاب، عن زيد بن ثابت. ووقع عند البخاری فی الموضع الثانی ومسلم فی بعض طرقه والنسائی (4540) زيادة: ولم يرخص فی غير ذلك. وهو فی "مسند احمد" (4490)، و"صحيح ابن حبان" (5004).

3363-اسنادہ صحیح. ابن عيينة: هو سفيان، ويحيى بن سعيد: هو الانصاری. واخرجه البخاری (2191)، ومسلم (1540)، والنسائی (4542) من طريق يحيى بن سعيد الانصاری، به. واخرجه البخاری (2384)، ومسلم (1540)، والترمذی (1351)، والنسائی (4543) من طريق الوليد بن كثير، عن بشير بن يسار، عن رافع بن خديج وسهل بن ابی حثمة. واخرجه مسلم (1540)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ وسق سے کم میں (راوی کو شک ہے یا شاید) پانچ وسق تک میں، عرایا کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ حدیث میں ''چار وسق'' کا ذکر ہے۔

بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

باب: ''عرایا'' کی وضاحت

3365 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: الْعَرِيَّةُ الرَّجُلُ يُعْرِي النَّخْلَةَ أَوِ الرَّجُلُ يَسْتَثْنِي مِنْ مَالِهِ النَّخْلَةَ أَوِ الِاثْنَتَيْنِ يَأْكُلُهَا فَيَبِيعُهَا بِتَمْرٍ

عبدربہ بن سعید انصاری بیان کرتے ہیں:

عریہ سے مراد یہ ہے: کوئی شخص کسی کو کھجور کا کوئی درخت (یعنی اس کا پھل بلا معاوضہ) دیدے، یا کوئی شخص اپنے مال (یعنی باغ میں) سے کھجور کے ایک یا دو درختوں کا استثناء کرلے، تاکہ وہ خود اسے کھائے، اور پھر وہ کھجوروں کے عوض میں اسے فروخت کردے۔

3366 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدَةَ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: الْعَرَايَا أَنْ يَهَبَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ النَّخَلَاتِ فَيَشُقُّ عَلَيْهِ أَنْ يَقُومَ عَلَيْهَا فَيَبِيعُهَا بِمِثْلِ خَرْصِهَا

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: ''عرایا'' یہ ہے کہ کوئی شخص، کسی دوسرے شخص کو کھجور کے کچھ درخت ہبہ کردے، اور پھر اس دوسرے شخص کا، ان درختوں کی دیکھ بھال کے لیے (پہلے شخص کے باغ میں آنا) اسے گراں محسوس ہو، تو وہ اندازے کے تحت اتنی کھجوروں کے عوض میں، اسے فروخت کردے۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

باب: پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے اس کا سودا کرنا

3367 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا ہے، جب تک اس کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کنندہ اور خریدار، دونوں کو منع کیا ہے۔

3368 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتَّى يَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ

الْعَاهَةَ. نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے زرد ہو جانے سے پہلے، بالی کے سفید ہو جانے سے پہلے، جبکہ وہ آفت سے محفوظ ہو جائے، (اس سے پہلے) اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فروخت کنندہ اور خریدار، (دونوں) کو منع کیا ہے۔

3369 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ، عَنْ مَوْلًى لِقُرَيْشٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَنَائِمِ، حَتّٰى تُقْسَمَ، وَعَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى تُحْرَزَ مِنْ كُلِّ عَارِضٍ، وَأَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بِغَيْرِ حِزَامٍ

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم سے پہلے، مال غنیمت فروخت کرنے، ہر طرح کی آفت سے محفوظ ہونے سے پہلے کھجوروں کے درخت (پر لگی ہوئی کھجوریں) فروخت کرنے، اور آدمی کے حزام (کپڑے کو باندھے) بغیر نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔

3370 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سَلِيمِ بْنِ حَيَّانَ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتّٰى تُشْقِحَ قِيلَ وَمَا تُشْقِحُ، قَالَ: تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے مشقح ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے، دریافت کیا گیا: مشقح ہونے سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: وہ سرخ یا زرد ہو کر کھانے کے قابل ہو جائے۔

3371 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعِنَبِ حَتّٰى يَسْوَدَّ، وَعَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتّٰى يَشْتَدَّ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کے سیاہ ہونے (یعنی پک جانے) سے پہلے اسے فروخت کرنے، اور دانے کے پک جانے سے پہلے اسے فروخت کرنے سے منع کیا ہے۔

3372 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الزِّنَادِ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَمَا ذُكِرَ فِي ذٰلِكَ، فَقَالَ: كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ الثِّمَارَ، قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ

3368-اسنادہ صحیح، ایوب: هو ابن ابی تمیمة السختیانی، وابن علیة: هو اسماعیل بن ابراهیم بن مقسم، المعروف بابن علیة. واخرجه مسلم (1535)، والترمذی (1270)، والنسائی (4520) من طریق اسماعیل ابن علیة، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (4493)، و"صحیح ابن حبان" (4994).

3371-اسنادہ صحیح. حمید: هو ابن ابی حمید الطویل، وابو الولید: هو هشام ابن عبد الملک الطیالسی، والحسن بن علی: هو الخلال. واخرجه ابن ماجه (2217)، والترمذی (1272) من طریق عن حماد بن سلمة، به. وهو فی "مسند احمد" (13314)، و"صحیح ابن حبان" (4993).

وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ، قَالَ الْمُبْتَاعُ: قَدْ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ وَأَصَابَهُ قُشَامٌ وَأَصَابَهُ مُرَاضٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا فَلَمَّا كَثُرَتْ خُصُومَتُهُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا فَإِمَّا لَا فَلَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا. لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ

⊛⊛ یونس بیان کرتے ہیں: میں نے ابوزناد سے، پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے اسے فروخت کرنے، اور اس بارے میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے، اس کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے بتایا:

عروہ بن زبیر نے حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

''پہلے لوگ پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے، اس کا سودا کر لیتے، جب لوگ پھل اتارتے (یعنی اس کا وقت آتا) اور تقاضا کرنے والے آ جاتے، تو خریدار کہتا: پھل کو ''دمان'' لاحق ہو گئی ہے، اسے ''قشام'' لاحق ہو گئی ہے، اسے ''مراض'' لاحق ہو گئی ہے، یہ مختلف طرح کی عافات تھیں، جن کو بنیاد بنا کر لوگ (رقم کی ادائیگی میں) لیت ولعل کیا کرتے تھے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس نوعیت کے کئی مقدمات آنے لگے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اس صورتحال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، انہیں مشورہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اگر تم اس سے باز نہیں آتے، تو پھر تم لوگ پھل اس وقت تک فروخت نہ کرو، جب تک اس کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے''
اس کی وجہ لوگوں کے مقدمات اور ان کے اختلافات تھے۔

3373- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا يُبَاعُ إِلَّا بِالدِّينَارِ أَوْ بِالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا

⊛⊛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو اس کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے، فروخت کرنے

3372- حديث حسن، عنبسة بن خالد- وهو الايلي- متابع. وقال احمد بن صالح المصري فيما نقله الخطيب في "تاريخه" 198/4/ حدثت احمد بن حنبل بحديث زيد ابن ثابت في بيع الثمار، فاعجبه واستزادني مثله. واخرجه الدارقطني (2833)، والخطيب في تاريخه 1984/ من طريق ابي داود، بهذا الاسناد. واخرجه ابو عوانة (5041)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" 28/4، والدارقطني (2833) و (2946)، والبيهقي 3015/

3373- اسناده صحيح. عطاء: هو ابن ابي رباح، وابن جريج: هو عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج، وسفيان: هو ابن عيينة. واخرجه البخاري (2189) و (2381)، ومسلم باثر (1543)، وابن ماجه (2216)، والنسائي (3879) و (4523) و (4524) و (4550) من طريق ابن جريج، به. وقرن البخاري في الموضع الاول ومسلم في احدى رواياته، والنسائي في الموضعين الاول والثالث بعطاء ابا الزبير، وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي. واخرجه البخاري (1487)، ومسلم باثر (1543) من طريقين عن عطاء بن ابي رباح، به. ولفظ رواية مسلم كرواية سعيد بن ميناء السالفة عند المصنف برقم (3370). واخرج مسلم باثر (1543) من طريق ابي الزبير وسعيد بن ميناء والنسائي (4634) من طريق ابي الزبير، كلاهما عن جابر... ورخص في العرايا. قلنا: يعني رسول الله- صلى الله عليه وسلم.- وهو في "مسند احمد" (14358) و (14876)، و "صحيح ابن حبان" (4992).

سے منع کیا ہے، اور یہ کہ اسے دینار و درہم کے عوض میں ہی فروخت کیا جائے، البتہ "عرایا" کا حکم مختلف ہے۔

بَابٌ فِي بَيْعِ السِّنِينَ

باب: کئی سال (بعد ادائیگی کی شرط پر) سودا کرنا

3374 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيقٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ السِّنِينَ، وَوَضَعَ الْجَوَائِحَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَصِحَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثُّلُثِ شَيْءٌ، وَهُوَ رَأْيُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی (غیر معین) سالوں کے بعد ادائیگی کی شرط پر سودا کرنے سے منع کیا ہے، اور آپ نے آفت لاحق ہونے سے، ہونے والے نقصان (کے حساب سے قیمت کی ادائیگی میں سے کچھ حصہ) معاف کروایا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) (آفت لاحق ہونے پر) ایک تہائی (رقم کی معافی) کے بارے میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستند طور پر کچھ منقول نہیں ہے، یہ اہل مدینہ کی رائے ہے۔

3375 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُعَاوَمَةِ وَقَالَ: أَحَدُهُمَا: بَيْعُ السِّنِينَ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "معاومہ" (کئی سال کے بعد ادائیگی) کے سودے سے منع کیا ہے۔

ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: کئی سال (کے بعد ادائیگی) کے سودے (سے منع کیا ہے)

بَابٌ فِي بَيْعِ الْغَرَرِ

باب: دھوکے کا سودا

3376 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ، ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي

3374- اسناده صحیح. حمید الاعرج: هو ابن قیس المکی، وسفیان: هو ابن عیینة. واخرج الشطر الاول منه وهو النهی عن بیع السنین: مسلم باثر (1543)، وابن ماجه (2218)، والنسائی (4531) و (4627) من طرق عن سفیان بن عیینة، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم باثر (1543) من طریق عطاء بن ابی رباح، عن جابر. وهو فی "مسند احمد" (14325)، و"صحیح ابن حبان" (4995).

3375- اسناده صحیح. ابو الزبیر -وهو محمد بن مسلم بن تدرس المکی- وان لم یصرح بالسماع متابع کما فی الطریق السابق، وکما سیاتی. ایوب: هو ابن ابی تمیمة السختیانی، وحماد: هو ابن زید، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه مسلم باثر (1543) من طریق حماد بن زید، بهذا الاسناد، بلفظ: نهی رسول الله -صلی الله علیه وسلم- عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة والمخابرة. وسیاتی ذکر هذه البیوع بهذا الاسناد عند المصنف (3404).

الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ زَادَ عُثْمَانُ وَالْحَصَاةِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کے سودے سے منع کیا ہے، عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: کنکریوں (کے ذریعے طے پانے) والے سودے (سے منع کیا ہے)۔

3377 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَهَذَا لَفْظُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ، أَمَّا الْبَيْعَتَانِ: فَالْمُلَامَسَةُ وَالْمُنَابَذَةُ، وَأَمَّا اللِّبْسَتَانِ: فَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهِ، أَوْ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ.

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوطرح کے سودوں اور دوطرح کے لباس سے منع کیا ہے، جہاں تک دوطرح کی بیع کا تعلق ہے تو وہ ملامسہ اور منابذہ ہیں، جہاں تک دوطرح کے لباس کا تعلق ہے، تو وہ اشتمال صماء اور آدمی کا ایک کپڑے کو احتباء کے طور پر اس طرح لپیٹنا ہے کہ اس کی شرمگاہ بے پردہ ہو، (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اس کی شرمگاہ پر اس کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

3378 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ زَادَ: وَاشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ: أَنْ يَشْتَمِلَ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ يَضَعُ طَرَفَيِ الثَّوْبِ عَلَى عَاتِقِهِ الْأَيْسَرِ، وَيُبْرِزُ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ وَالْمُنَابَذَةُ أَنْ يَقُولَ: إِذَا نَبَذْتُ إِلَيْكَ هَذَا الثَّوْبَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَالْمُلَامَسَةُ: أَنْ يَمَسَّهُ بِيَدِهِ وَلَا يَنْشُرُهُ وَلَا يُقَلِّبُهُ، فَإِذَا مَسَّهُ وَجَبَ الْبَيْعُ،

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''اشتمال صماء یہ ہے کہ آدمی ایک کپڑے کو یوں لپیٹے کہ وہ کپڑے کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر رکھے اور دائیں پہلو کو ظاہر رکھے۔''

3376-اسنادہ صحیح، الاعرج: ہو عبد الرحمن بن ہرمز، وابو الزناد: ہو عبد اللہ ابن ذکوان، وعبید اللہ: ہو ابن عمر العمری، وابن ادریس: ہو عبد اللہ. واخرجہ مسلم (1513)، وابن ماجہ (2194)، والترمذی (1274)، والنسائی (4518) من طریق عبید اللہ بن عمر، بہذا الاسناد. وہو فی "مسند احمد" (7411)، و "صحیح ابن حبان" (4951).

3377-اسنادہ صحیح. سفیان: ہو ابن عیینۃ. واخرجہ البخاری (6284)، وابن ماجہ (2170) و (3559)، والنسائی (4512) و (5341) من طریق سفیان بن عیینۃ، بہذا الاسناد. وفرق ابن ماجہ والنسائی اللبستین عن البیعتین. واخرجہ مختصراً بذکر اللبستین البخاری (367) و (5822)، والنسائی (5340) من طریق عبید اللہ بن عبد اللہ، والبخاری (1991) من طریق یحیی بن عمارۃ المازنی، کلاہما عن ابی سعید الخدری. وہو فی "مسند احمد" (11022) و (11023).

3378-اسنادہ صحیح. معمر: ہو ابن راشد، وعبد الرزاق: ہو ابن ہمام، والحسن ابن علی: ہو الخلال. واخرجہ البخاری (2147)، والنسائی (4515) من طریق معمر بن راشد، بہذا الاسناد. واقتصرا علی ذکر اللبستین مع البیعتین لکن دون بیان اللبستین. وہو فی "مسند احمد" (11024)، و "صحیح ابن حبان" (4976) و (5437).

منابذہ یہ ہے: آدمی یہ کہے: جب میں نے یہ کپڑا تمہاری طرف پھینک دیا تو سودا طے شمار ہوگا۔

ملامسہ یہ ہے: جب آدمی اس (کپڑے کو) چھولے، حالانکہ اس نے اسے کھولا یا پلٹا نہ ہو، تو چھونے سے ہی بیع لازم ہو جائے۔

3379 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ وَعَبْدِ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے، (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے) جو سفیان اور عبدالرزاق کی نقل کردہ روایت کی مانند ہے۔

3380 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ.

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ کے حمل والی بیع سے منع کیا ہے۔

3381 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، وَقَالَ: وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ، أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ بَطْنَهَا، ثُمَّ تَحْمِلُ الَّتِي نُتِجَتْ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: (راوی کہتے ہیں) "حاملہ کے حمل" سے مراد یہ ہے، جب اونٹنی بچہ پیدا کرے گی، پھر وہ پیدا ہونے والی اونٹنی جب حاملہ ہوگی، (اس وقت ادائیگی کی جائے گی)۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الْمُضْطَرِّ

باب: مجبور شخص کا خرید و فروخت کرنا

3382 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ عَامِرٍ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ مُحَمَّدٌ - حَدَّثَنَا شَيْخٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ - أَوْ قَالَ:

3380-اسنادہ صحیح. وهو فی "موطا مالک" /6532 وفیه زیادة: وكان بيعاً يتبايعه اهل الجاهلية كان الرجل يبتاع الجزور الى ان تنتج الناقة ثم تنتج التي في بطنها. واخرجه البخاری (2143) و (2256)، ومسلم (1514)، والترمذی (1273)، والنسائی (4624) و (4625) من طرق عن نافع، به. وعند البخاری والنسائی فی الموضع الثانی - وهما من طریق مالک - الزيادة المشار اليها. واخرجه ابن ماجه (2197)، والنسائی (4623)

3381-اسنادہ صحیح. عبید الله: هو ابن عمر العمری، ویحیی: هو ابن سعید القطان كما فی "الاطراف" (8149). واخرجه البخاری (3843)، ومسلم (1514) من طریق یحیی بن سعید القطان، عن عبید الله بن عمر، به. وهو فی "مسند احمد" (5510) (4640) عن یحیی بن سعید القطان، و (5510)

قَالَ عَلِيٌّ: قَالَ ابْنُ عِيسَى: هٰكَذَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ -قَالَ: سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ يَعَضُّ الْمُوسِرُ عَلَى مَا فِي يَدَيْهِ، وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى (وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ) (البقرۃ: 237) وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّونَ وَقَدْ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّ، وَبَيْعِ الْغَرَرِ، وَبَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْرِكَ

⊛⊛ بنوتمیم سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(یہاں ایک لفظ، ایک راوی نے مختلف نقل کیا ہے)

''عنقریب لوگوں پر کاٹ کھانے والا وقت آئے گا، خوشحال شخص اپنے پاس موجود (مال) کو دانتوں سے پکڑ کر رکھے گا (یعنی صدقہ وخیرات نہیں کرے گا) حالانکہ اسے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا ہوگا''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور تم آپس میں فضل (احسان وبھلائی کرنے) کو نہ بھولو''۔

اضطراری حالت (مجبوری) کا شکار لوگوں کے ساتھ سودے کیے جائیں گے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اضطراری حالت کا شکار شخص سے بیع کرنے، دھوکے کی بیع کرنے اور (پھلوں کے پکنے) سے پہلے ان کی بیع کرنے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي الشَّرِكَةِ

باب: شراکت (حصہ داری) کا بیان

3383 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَفَعَهُ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: أَنَا ثَالِثُ الشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَإِذَا خَانَهُ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر نقل کرتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: دو شراکت داروں کے ساتھ، تیسرا میں ہوتا ہوں، جب تک ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی کے ساتھ خیانت نہیں کرتا، جب وہ اس کے ساتھ خیانت کرتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں''۔

شرکت کے معنی ومفہوم کا بیان

لغت میں شرکت کے معنی ہیں ملانا لیکن اصطلاح شریعت میں شرکت کہتے ہیں دو آدمیوں کے درمیان ایک ایسا مثلاً تجارتی عقد ومعاہدہ ہونا جس میں وہ اصل اور نفع دونوں میں شریک ہوں۔

شراکت کاروبار کی ایسی تنظیم جس میں دو یا زیادہ اشخاص (شراکت دار) بہ حیثیت مجموعی کاروبار کرتے ہیں۔ شراکت دار (مالکان) مقررہ شرائط اور معاہدے کے مطابق ایک خاص نسبت سے زمین، محنت اور سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور باہمی طور پر کاروبار کے انتظامی امور سنبھالتے ہیں۔ نفع یا نقصان حصص کے تناسب سے تقسیم ہوتا ہے۔

شرکت کے جواز کا بیان

شرکت کا عقد جائز ہے کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس لوگوں عقد شرکت کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ان کو اسی پر قائم رکھا ہے۔

فرمایا: شرکت کی دو اقسام ہیں (۱) شرکت املاک (۲) شرکت عقود۔ شرکت املاک ایسے معین مال میں ہوتی ہے جس میں دو وارث ہوں یا دونوں اس کو خریدیں پس دونوں میں سے کسی ایک کیلئے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک شخص اپنے ساتھی کیلئے غیر کی طرح ہوگا اور یہ شرکت قدوری میں بیان کردہ مال کے سوا میں بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

جس طرح جب دو بندوں نے کسی عین کا ہبہ قبول کرلیا یا طاقت کے سبب کسی عین کے وہ دونوں مالک بن گے یا ان میں سے کسی کے تصرف میں بغیر ان کو مال مل گیا یا ان دونوں نے اپنے اموال کو اس طرح ملایا جلایا کہ اس کو الگ کرنا ناممکن ہو گیا یا ممکن تو ہے لیکن پریشانی کے بعد ہے۔

ان تمام صورتوں میں دونوں شرکاء میں سے ہر ایک کیلئے دوسرے شریک سے اپنا حصہ فروخت کرنا جائز ہے اور شریک کی اجازت کے بغیر اس کے سوا سے جائز ہے جبکہ مکسنگ کی صورت شریک کی اجازت کے ساتھ جائز ہے اور کفایہ منتہی میں ہم نے اس کے فرق کو بیان کر دیا ہے۔

شرکت ملک وعقد کی تعریفات کا بیان

شرکت ملک کی تعریف یہ ہے، کہ چند شخص ایک شے کے مالک ہوں اور باہم عقد شرکت نہ ہوا ہو۔ شرکت عقد یہ ہے، کہ باہم شرکت کا عقد کیا ہو مثلاً ایک نے کہا میں تیرا شریک ہوں، دوسرے نے کہا مجھے منظور ہے۔

شرکت کی دو قسمیں ہیں شرکت ملک اور شرکت عقد شرکیت ملک اسے کہتے ہیں کہ دو آدمی یا کئی آدمی بذریعہ خرید یا ہبہ یا میراث کسی ایک چیز کے مالک ہوں یا دو شخص مشترک طور پر کسی مباح چیز کو حاصل کریں مثلاً دو آدمی مل کر شکار کریں اور وہ شکار دونوں کی مشترک ملکیت ہو یا دو آدمیوں کا ایک ہی جنس کا الگ الگ مال ایک دوسرے میں اس طرح مل جائے کہ ان دونوں کے مال کا امتیاز نہ ہو سکے۔ مثلاً زید کا دودھ بکر کے دودھ میں مل جائے یا وہ دونوں اپنے اپنے مال کو قصداً ایک دوسرے کے مال میں ملا دیں یہ سب شریک ملک کی صورتیں ہیں۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ ہر شریک اپنے دوسرے شریک کے حصے میں اجنبی آدمی کی طرح ہے اور ہر شریک اپنا حصہ اپنے دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر اس شریک کو یا کسی دوسرے شخص یعنی غیر شریک کو فروخت کر سکتا ہے البتہ آخری دونوں صورتوں میں (یعنی ایک دوسرے کے مال کے آپس میں مل جانے یا اپنے اپنے مال کو ایک دوسرے کے مال میں قصداً ملا دینے کی صورت میں کوئی بھی شریک اپنا حصہ کسی دوسرے شخص یعنی غیر شریک کو اپنے دوسری شریک کی اجازت کے بغیر نہیں بیچ سکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شرکت)

شرکت ملک کے حکم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شرکتِ ملک میں ہر ایک اپنے حصہ میں تصرف کرسکتا ہے اور دوسرے کے حصہ میں بمنزلہ اجنبی ہے، لہٰذا اپنا حصہ بیع کرسکتا ہے اس میں شریک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اُسے اختیار ہے شریک کے ہاتھ بیع کرے یا دوسرے کے ہاتھ مگر شرکت اگر اس طرح ہوئی کہ اصل میں شرکت نہ تھی مگر دونوں نے اپنی چیزیں ملادیں یا دونوں کی چیزیں مل گئیں اور غیر شریک کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہے تو شریک سے اجازت لینی پڑے گی یا اصل میں شرکت ہے مگر بیع کرنے میں شریک کو نقصان ہوتا ہے تو بغیر اجازت شریک غیر شریک کے ہاتھ بیع نہیں کرسکتا مثلاً مکان یا درخت یا زراعت مشترک ہے تو بغیر اجازت بیع نہیں کرسکتا کہ مشتری تقسیم کرانا چاہے گا اور تقسیم میں شریک کا نقصان ہے ہاں اگر زراعت طیار ہے یا درخت کاٹنے کے لائق ہوگیا اور پھلدار درخت نہیں ہے تو اب اجازت کی ضرورت نہیں کہ اب کٹوانے میں کسی کا نقصان نہیں۔ مشترک چیز اگر قابل قسمت نہ ہو جس طرح حمام، چکی، غلام، چوپایہ اسکی بیع بغیر اجازت بھی جائز ہے۔ (درمختار، کتاب شرکت، ج ۶، ص ۶۶۷)

شرکت عقد کے فقہی احکام کا بیان

شرکت عقد میں ایجاب وقبول ضرور ہے خواہ لفظوں میں ہوں یا قرینہ سے ایسا سمجھا جاتا ہو مثلاً ایک نے ہزار روپے دیے اور کہا تم بھی اتنا نکالو اور کوئی چیز خرید و نفع جو کچھ ہوگا دونوں کا ہوگا، دوسرے نے روپے لے لیے تو اگرچہ قبول لفظاً نہیں مگر روپیہ لے لینا قبول کے قائم مقام ہے۔ (درمختار)

شرکت عقد میں یہ شرط ہے کہ جس پر شرکت ہوئی قابل وکالت ہو، لہٰذا مباح اشیاء میں شرکت نہیں ہوسکتی مثلاً دونوں نے شرکت کے ساتھ جنگل کی لکڑیاں کاٹیں کہ جتنی جمع ہونگی دونوں میں مشترک ہونگی یہ شرکت صحیح نہیں ہر ایک اُسی کا مالک ہوگا جو اُس نے کاٹی ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ ایسی شرط نہ کی ہو جس سے شرکت ہی جاتی رہے مثلاً یہ کہ نفع دس روپیہ میں لوں گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کُل دس ہی روپے نفع کے ہوں تو اب شرکت کس چیز میں ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ)

علامہ ابن عابدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نفع میں کم وبیش کے ساتھ بھی شرکت ہوسکتی ہے مثلاً ایک کی ایک تہائی اور دوسرے کی دو تہائیاں اور نقصان جو کچھ ہوگا وہ راس المال کے حساب سے ہوگا اسکے خلاف شرط کرنا باطل ہے مثلاً دونوں کے روپے برابر برابر ہیں اور شرط یہ کی کہ جو کچھ نقصان ہوگا اُسکی تہائی فلاں کے ذمہ اور دو تہائیاں فلاں کے ذمہ یہ شرط باطل ہے اور اس صورت میں دونوں کے ذمہ نقصان برابر ہوگا۔ (ردمحتار، کتاب شرکت)

شرکت کی مشہور چار اقسام کا بیان

پھر شرکت عقد کی چار قسمیں ہیں (۱) شرکت مفاوضہ (۲) شرکت عنان (۳) شرکت صنائع (۴) اور شرکت وجوہ

شرکت مفاوضہ تو یہ ہے کہ دو بندے آپس میں شرکت کو قبول کریں اور وہ دونوں مال کے تصرف میں اور قرض میں برابر ہوں کیونکہ یہ شرکت تمام تجارات میں عام ہے اور ہر شریک مطلق طور پر اپنے ساتھی شریک کے حوالے کرنے والا ہے کیونکہ مفاوضہ مساوات کے حکم میں ہے ایک شاعر کہتا ہے اور جب ان لوگوں کا کوئی سردار نہ ہو اور وہ سب برابر ومساوی ہوں اور جب جاہل لوگ سردار ہو

جائیں تو کوئی حقیقی سردار نہ ہوگا اور فوضاً سے مراد مساوی ہونا ہے پس ابتداء وانتہاء دونوں میں مساوات کا ہونا ضروری ہے اور یہ مساوات ایسے مال میں ہوگی جس میں شرکت درست ہوگی۔

اور جس میں مال میں شرکت درست نہ ہو اس میں تفاضل کا کوئی اعتبار نہ ہوگا ہاں تصرف میں بھی مساوات ضروری ہیں کیونکہ جب کوئی ایک شخص تصرف کا مالک ہوگا تو اس وقت دوسرا مالک نہ ہوگا جس کے سبب برابری ختم ہو جائے گی۔

اسی طرح قرض کے لین دین میں بھی برابری ضروری ہے اسی کے دلیل کے سبب جس کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔اور شرکت بطور استحسان جائز ہے جبکہ قیاس کے طور پر جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں مفاوضہ کو جانتا ہی نہیں ہوں۔قیاس کی دلیل یہ ہے کہ عقد شرکت مجہول جنس وکالت اور مجہول کفالت دونوں کو لازم کرنے والا ہے حالانکہ اس طرح کی وکالت وکفالت منفرد طور پر فاسد ہیں۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عقد مفاوضہ کیا کرو کیونکہ اس میں برکت ہے ہاں لوگ بغیر کسی روک ٹوک کے مفاوضہ کا عقد کرتے رہے ہیں اور ایسے تعامل کے سبب قیاس کو ترک کر دیا جائے گا جبکہ وکالت وکفالت میں جہالت کو برداشت کیا جائے گا جس طرح مضاربت میں برداشت کی جاتی ہے۔

شرکت مفاوضہ لفظ مفاوضہ سے منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ اس کی شرائط عوامی ذہنوں سے دور ہیں جبکہ ضروری شرائط کی توضیح کی جائے تو جائز ہے کیونکہ معنی ہی کا اعتبار کیا جائے گا۔

شرکت عقد کی اقسام کی وضاحت

پھر شرکت عقد کی چار قسمیں ہیں (۱) شرکت مفاوضہ (۲) شرکت عنان (۳) شرکت صنائع والتقبل (۴) اور شرکت وجوہ

شرکت مفاوضہ تو یہ ہے کہ دو شخص یہ شرط کریں یعنی آپس میں ٹھہرالیں کہ مال میں تصرف میں مفاوضہ میں دونوں شریک رہیں گے لیکن اس شرکت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ دونوں دین ومذہب میں بھی یکساں اور برابر ہوں یہ شرکت ایک دوسرے کی وکالت اور کفالت کو لازم کر دیتی ہے یعنی شرکت مفاوضہ میں شرکاء ایک دوسرے کے وکیل اور کفیل ہوتے ہیں لہٰذا یہ شرکت مسلمان اور ذمی کے درمیان جائز نہیں ہوتی کیونکہ دین ومذہب کے اعتبار سے دونوں مساوی اور یکساں نہیں ہیں اسی طرح غلام اور آزاد کے درمیان اور بالغ ونابالغ کے درمیان بھی یہ شرکت جائز نہیں کیونکہ یہ تصرف میں مساوی ویکساں نہیں ہیں۔

اس شرکت کے معاہدہ وشرائط میں لفظ مفاوضت یا اس کے تمام مقتضیات کو بیان وواضح کر دینا ضروری ہے اس شرکت میں عقد ومعاہدہ کے وقت شرکاء کا اپنا اپنا مال دینا یا اپنے اپنے مال کو ملانا شرط نہیں ہے۔اس شرکت میں شرکاء چونکہ ایک دوسرے کے کفیل ووکیل ہوتے ہیں اس لئے اگر اس میں کوئی بھی اپنے بال بچوں کے کھانے اور کپڑے کے علاوہ جو کچھ خریدے گا وہ تمام شرکاء کی ملکیت ہوگا۔حضرت امام محمد کے نزدیک شرکت مفاوضت اور عنان صرف ایسے سرمایہ اور مال میں صحیح ہو سکتی ہے جو روپے اشرفی اور رائج الوقت سکوں کی شکل میں ہو ہاں سونے اور چاندی کے ڈلوں اور ٹکڑوں میں بھی جائز ہے۔

جبکہ ان کے ذریعے لین دین ہوتا ہو اور اگر شرکاء میں سے کوئی ایک وارث یا کسی اور ذریعے سے کسی ایسے مال کا مالک ہوا جس میں مفاوضت درست ہوسکتی ہے جس طرح روپے اور اشرفی وغیرہ تو شرکت مفاوضت باطل ہو کر شرکت عنان ہو جائے گی اور اگر شرکاء میں سے کوئی ایک کسی ایسے مال کا وارث ہو گیا جس میں شرکت مفاوضت نہیں ہو سکتی جس طرح اسباب مکان اور زمین وغیرہ تو شرکت مفاوضت باقی رہے گی۔ (فتاوٰی ہندیہ، کتاب شرکت، بیروت)

شرکت مفاوضہ کے احکام کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایسے دو شخص جن میں شرکت مفاوضہ ہے ان میں اگر ایک شخص کوئی چیز خریدے تو دوسرا اُس میں شریک ہوگا البتہ اپنے گھر والوں کے لیے کھانا کپڑا خریدا یا کوئی اور چیز ضروریات خانہ داری کی خریدی یا کرایہ کا مکان رہنے کے لیے لیا یا حاجت کے لیے سواری کا جانور خریدا تو یہ تنہا خریدار کا ہوگا شریک کو اس میں سے لینے کا حق نہ ہوگا مگر بائع شریک سے بھی ثمن کا مطالبہ کرسکتا ہے کہ یہ شریک کفیل ہے پھر اگر شریک نے مال شرکت سے ثمن ادا کر دیا تو اُس خریدار سے اپنے حصہ کے برابر واپس لے سکتا ہے۔ (درمختار، کتاب شرکت، بیروت)

ان میں سے ایک کو اگر میراث ملی یا شاہی عطیہ یا ہبہ یا صدقہ یا ہدیہ میں کوئی چیز ملی تو یہ خاص اسکی ہوگی شریک کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا۔ شرکت سے پہلے کوئی عقد کیا تھا اور اس عقد کی سبب سے بعد شرکت کسی چیز کا مالک ہوا تو اس میں بھی شریک حقدار نہیں مثلاً ایک چیز خریدی تھی جس میں بائع نے اپنے لیے خیار لیا تھا (یعنی تین دن تک مجھ کو اختیار ہے کہ بیع قائم رکھوں یا توڑ دوں) اور بعد شرکت بائع نے اپنا خیار ساقط کر دیا اور چیز مشتری کی ہوگئی مگر چونکہ یہ بیع پہلے کی ہے اس لیے یہ چیز تنہا اسی کی ہے شرکت کی نہیں۔ (فتاوٰی ہندیہ، کتاب شرکت، بیروت)

شرکت مفاوضہ میں وکیل وکفیل کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کا وکیل و کفیل ہو یعنی ہر ایک کا مطالبہ دوسرا وصول کرسکتا ہے اور ہر ایک پر جو مطالبہ ہوگا دوسرا اُسکی طرف سے ضامن ہے اور شرکتِ مفاوضہ میں یہ ضرور ہے کہ دونوں کے مال برابر ہوں اور نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں اور تصرف و دَین میں بھی مساوات ہو، لہٰذا آزاد و غلام میں اور نابالغ و بالغ میں اور مسلمان و کافر میں اور عاقل و مجنون میں اور دو نابالغوں میں اور دو غلاموں میں شرکت مفاوضہ نہیں ہوسکتی۔ (فتاوٰی ہندیہ، کتاب شرکت)

جس قسم کے مال میں شرکت مفاوضہ جائز ہے اُس قسم کا مال علاوہ اس راس المال کے جس میں شرکت ہوئی ان دونوں میں سے کسی کے پاس کچھ اور نہ ہو اگر اسکے علاوہ کچھ اور مال ہو تو شرکت مفاوضہ جاتی رہے گی اور اب یہ شرکت عنان ہوگی، جس کا بیان آگے آتا ہے۔ (فتاوٰی ہندیہ)

شرکت مفاوضہ میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بوقتِ عقدِ شرکت لفظ مفاوضہ بولا جائے مثلاً دونوں نے یہ کہا کہ ہم نے باہم شرکت مفاوضہ کی اگرچہ بعد میں ان میں کا ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں لفظ مفاوضہ کے معنے نہیں جانتا تھا کہ اس صورت میں بھی شرکت مفاوضہ ہو جائیگی اور اُسکے احکام ثابت ہو جائینگے اور معنی کا نہ جاننا عذر نہ ہوگا۔ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر لفظ مفاوضہ

نہ بولیں تو تمام وہ باتیں جو مفاوضہ میں ضروری ہیں ذکر کردیں مثلاً دو ایسے شخص جو شرکت مفاوضہ کے اہل ہوں یہ کہیں کہ جس قدر نقد کے ہم مالک ہیں اُس میں ہم دونوں باہم اِس طرح پر شرکت کرتے ہیں کہ ہرایک دوسرے کو پورا پورا اختیار دیتا ہے کہ جس طرح چاہے خرید وفروخت میں تصرف کرے اور ہم میں ہر ایک دوسرے کا تمام مطالبات میں ضامن ہے۔ (درمختار)

شرکت مفاوضہ کے باطل ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک کی ملک میں اگر کوئی ایسی چیز آئی جس میں شرکت ہوسکتی ہے خواہ وہ چیز اسے کسی نے ہبہ کی یا میراث میں ملی یا وصیت سے یا کسی اور طریق پر حاصل ہوئی تو اب شرکت مفاوضہ جاتی رہی کہ اس میں برابری شرط ہے اور اب برابری نہ رہی اور اگر میراث میں ایسی چیز ملی جس میں شرکت مفاوضہ نہیں مثلاً سامان واسباب ملے یا مکان اور کھیت وغیرہ جائداد غیر منقولہ ملی یا دَین ملا مثلاً مورث کا کسی کے ذمہ دین ہے اور اب یہ اُسکا وارث ہوا تو شرکت باطل نہیں مگر دین سونا چاندی کی قسم سے ہو تو جب وصول ہوگا شرکت مفاوضہ باطل ہو جائیگی اور مفاوضہ باطل ہوکر اب شرکت عنان ہوجائیگی۔ (درمختار، کتاب شرکت)

ایک نے اپنا کوئی سامان وغیرہ اس قسم کی چیز بیچ ڈالی جس میں شرکت مفاوضہ نہیں ہوتی یا ایسی کوئی چیز کرایہ پر دی تو ثمن یا اُجرت وصول ہونے پر شرکت مفاوضہ باطل ہوجائیگی۔ (فتاوی ہندیہ)

شرکت عنان کو باطل کرنے والے اسباب مفاوضہ کو بھی باطل کرنے والے ہیں

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شرکت عنان کے باطل ہونے کے جو اسباب ہیں اُن سے شرکت مفاوضہ بھی باطل ہوجاتی ہے۔ (بدائع الصنائع، شرکت کے احکام)

شرکت مفاوضہ وعنان دونوں نقود (روپیہ اشرفی) میں ہوسکتی ہیں یا ایسے پیسوں میں جن کا چلن ہو اور اگر چاندی سونے غیر مضروب ہوں (سکہ نہ ہوں) مگر ان سے لین دین کا رواج ہو تو اسمیں بھی شرکت ہوسکتی ہے۔ (درمختار)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر دونوں کے پاس روپے اشرفی نہ ہوں صرف سامان ہو اور شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان کرنا چاہتے ہوں تو ہرایک اپنے سامان کے ایک حصہ کو دوسرے کے سامان کے ایک حصہ کے مقابل یا روپے کے بدلے بیچ ڈالے اسکے بعد اِس بیچے ہوئے سامان میں عقد شرکت کرلیں۔ اگر دونوں میں ایک کا مال غائب ہو (یعنی نہ وقت عقد اُس نے مال حاضر کیا اور نہ خریدنے کے وقت اُس نے اپنا مال دیا اگرچہ وہ مال جس پر شرکت ہوئی اُسکے مکان میں موجود ہو) تو شرکت صحیح نہیں۔ اسی طرح اگر اُس مال سے شرکت کی جو اُسکے قبضے میں بھی نہیں بلکہ دوسرے پر دین ہے جب بھی شرکت صحیح نہیں۔ (درمختار)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں: جس قسم کا مال شرکت مفاوضہ میں اسکے پاس موجود ہے اُس جنس سے جو چیز چاہے خریدے یہ خریدی ہوئی چیز شرکت کی قرار پائیگی اگرچہ جتنا مال موجود ہے اُس سے زیادہ کی خریدے اور اگر دوسری جنس سے خریدی تو یہ چیز شرکت کی نہ ہوگی بلکہ خاص خریدنے والے کی ہوگی مثلاً اسکے پاس روپیہ ہے تو روپیہ سے خریدنے میں شرکت کی ہوگی اور اشرفی سے خریدے تو خاص اسکی ہے، اسی طرح اسکا عکس۔ (فتاوی ہندیہ، کتاب شرکت)

بَابٌ فِي الْمُضَارِبِ يُخَالِفُ

باب: مضارب کا (مالک کے) برخلاف کچھ کرنا

3384 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ شَبِيبِ بْنِ غَرْقَدَةَ، حَدَّثَنِي الْحَيُّ، عَنْ عُرْوَةَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الْجَعْدِ الْبَارِقِيِّ، قَالَ: أَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا يَشْتَرِي بِهِ أُضْحِيَةً، أَوْ شَاةً فَاشْتَرَى شَاتَيْنِ فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ كَانَ لَوِ اشْتَرَى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيهِ.

❁❁ حضرت عروہ بن جعد بارقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک دینار عطا کیا، تا کہ وہ اس کے ذریعے قربانی کا ایک جانور (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ایک بکری خریدیں، انہوں نے دو بکریاں خریدیں اور پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر کے، ایک دینار اور ایک بکری لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے، ان کی خرید و فروخت میں برکت کی دعا کی، (اس کے بعد یہ صورتحال ہوگئی) اگر وہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی انہیں منافع ہوتا تھا۔

3385 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ، هُوَ أَخُو حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ، عَنْ أَبِي لَبِيدٍ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ، بِهَذَا الْخَبَرِ وَلَفْظُهُ مُخْتَلِفٌ

❁❁ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں کچھ الفاظ مختلف ہیں۔

3386 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي أَبُو حُصَيْنٍ، عَنْ شَيْخٍ، مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهُ بِدِينَارٍ يَشْتَرِي لَهُ أُضْحِيَةً، فَاشْتَرَاهَا بِدِينَارٍ، وَبَاعَهَا بِدِينَارَيْنِ، فَرَجَعَ فَاشْتَرَى لَهُ أُضْحِيَةً بِدِينَارٍ، وَجَاءَ بِدِينَارٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَصَدَّقَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَهُ أَنْ يُبَارَكَ لَهُ فِي تِجَارَتِهِ

❁❁ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک دینار دے کر بھیجا تا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے یے قربانی کا جانور خرید لیں، انہوں نے ایک دینار کے عوض میں اسے خرید کر، دو دینار کے عوض میں فروخت کر دیا، پھر انہوں نے ایک دینار کے عوض میں، نبی اکرم ﷺ کے لیے قربانی کا جانور خریدا، اور اسے اور ایک دینار کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ گئے، نبی اکرم ﷺ نے اسے صدقہ کر دیا اور ان کے لیے، ان کی تجارت میں برکت کی دعا کی۔

مضاربت کی لغوی تعریف

لغت کی رو سے مضاربت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنا مال کسی کو اس شرط پر تجارت کی غرض سے دے کہ نفع میں باہمی قرارداد کے مطابق دونوں شریک ہوں گے اور نقصان مال والا (صاحب مال) برداشت کرے گا۔

لفظ ''مضاربت'' مادہ ضرب سے نکلا ہے جس کے معنی ''سفر'' کے ہیں کیونکہ کاروبار تجارت میں بالعموم سفر کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ اور جب تم زمین پر سفر کرو

اس کو قراض اور مقارضہ بھی کہتے ہیں یہ لفظ قرض سے مشتق ہے جس کے معنی جدا کرنے کے ہیں۔ (وجہ تسمیہ) یہ ہے کہ مالک اپنے مال کا ایک حصہ الگ کر دیتا ہے تاکہ نفع کے ایک حصہ کے عوض اس سے کاروبار کیا جائے۔

اصطلاحی تعریف

فقہاء کے نزدیک مضاربت دو فریق کے درمیان اس امر پر مشتمل ایک معاہدہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اپنے مال پر اختیار دے دے گا کہ وہ نفع میں سے ایک مقررہ حصہ مثلاً نصف یا تہائی وغیرہ کے عوض مخصوص شرائط کے ساتھ اس مال کو تجارت (یا کاروبار) میں لگائے۔

دو یا زائد افراد کے درمیان ایسا معاملہ جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور فریق ثانی اس سرمائے سے اس معاہدے کے تحت کاروبار کرتا ہے کہ اسے کاروبار کے منافع میں سے ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔

مضاربت کی مختلف صورتیں

پہلی صورت: دو افراد معاہدہ مضاربت کریں۔ ایک رب المال اور دوسرا مضارب۔

دوسری صورت: دو سے زیادہ افراد مضاربت کریں اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(الف) پہلی صورت: ایک سے زائد افراد (رب المال) سرمایہ فراہم کریں اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سرمایہ پر محنت کریں۔

(ب) دوسری صورت: سرمایہ ایک فرد (رب المال) فراہم کرے اور ایک سے زائد افراد (مضارب) اس سے کاروبار کریں۔

(ج) تیسری صورت: سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور محنت ایک فرد کرے۔

نوٹ: مضاربت کی مندرجہ بالا تمام صورتیں جائز ہیں۔

مضاربت کے بارے میں احادیث

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی وہ مثل قیدی کے ہے لہٰذا اے اللہ کے بندو! اسکے ساتھ مضاربت کرو اسے قرض دو۔ (المبسوط)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مخصوص شرائط کے ساتھ مضاربت کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار پسندیدگی فرمایا۔ (المبسوط)

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اپنی شرائط کیساتھ مضاربت کرتے تھے۔ (المبسوط)

ابونعیم راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے مال کو مضاربت کے طور پر حاصل کر کے شام میں تجارت کی۔ (المبسوط)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ مضاربت میں برکت ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مضاربت کیا کرتے تھے۔ (الشرکات فی الفقہ الاسلامی)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے پاس لوگوں کو جمع شدہ سرمایہ مضاربت کے طور پر کاروبار کیلئے دیا کرتی تھیں۔
(المتبرکات فی الفقہ الاسلامی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زید بن خلیدہ کے ساتھ مضاربت کی۔(المبسوط)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے بھی مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لئے رقم دی۔(المبسوط)
آپ یتیموں کا مال مضاربت کے اصول پر کاروبار کے لئے دیتے تھے تاکہ اس میں اضافہ ہو۔(المبسوط)

مضاربت کے احکام

مضارب کو مال کرنے کے بعد اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے تک اس مال کی حیثیت امانت کی ہے۔اور امانت کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور جب رب المال اس رقم کو واپس مانگے تو اس کی واپسی بھی مضارب کی ذمہ داری ہے۔مال ضائع ہو جانے کی صورت میں مضارب پر جرمانہ نہیں ہوگا۔

کاروبار شروع ہو جانے کے بعد مضارب کی حیثیت رب المال کے وکیل (نمائندہ) کی ہو جاتی ہے۔

کاروبار میں منافع ہونے کی صورت میں مضارب کی حیثیت مالیاتی معاہدہ کے شریک کی ہو جاتی ہے اور ہر شریک کاروبار کو معینہ اور طے شدہ نسبت سے منافع کی تقسیم کی جائے گی۔

اگر کسی وجہ سے معاہدہ مضاربت منسوخ ہو جائے تو اس صورت میں یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ معاہدہ روزگار کی شکل اختیار کرے گا اور مضارب کی حیثیت ملازم کی ہو جائیگی۔نفع یا نقصان رب المال کا ہوگا جبکہ مضارب کو اسکی اجرت ملے گی۔

اگر مضارب' معاہدہ مضاربت کی شروط میں سے کسی شرط کو تسلیم نہ کرے تو اس کی حیثیت غاصب کی ہوگی اور اس پر اصل سرمایہ کی واپسی کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر معاہدہ مضاربت کی ایک شرط یہ ہو کر سارا کا سارا منافع مضاربت کو ملے گا تو یہ معاہدہ مضاربت نہیں بلکہ مضارب کی حیثیت مقروض کی ہوگی اور یہ معاملہ قرض کا معاملہ ہوگا۔نفع ونقصان کی ذمہ داری اس کی اپنی ہوگی۔اور سرمایہ کے ضیاع کی صورت میں سرمایہ کی رب المال کو واپسی اس کی ذمہ داری ہوگی۔

اگر شرط یہ ہو کہ سارا کا سارا منافع مالک کا ہوگا تو یہ معاملہ عقد البضاعۃ کا ہوگا۔مضاربہ نہ ہوگا،مضارب ملازم ہو جائے گا۔

مضاربت کے ارکان

مضاربت کے دو ارکان ہیں۔ایجاب قبول

ارکان کے لئے الفاظ کی ضرورت ہے جو جانبین کے معاہدہ مضاربت پر رضامندی کو ظاہر کریں مثلاً ایک فریق کہتا ہے یہ مال (سرمایہ) لو اور اس سے "مضاربت" یا "مقارضہ" یا "معاملہ" کرو۔یا یہ مال مضاربت کے لئے لو۔اس پر جو منافع ہوگا' وہ ہم نصف نصف یا دو تہائی اور ایک تہائی کے حساب سے تقسیم کرلیں گے اور جواب میں مضارب کہے کہ میں نے یہ سرمایہ حاصل کیا یا "میں اس معاہدہ پر راضی ہوں" یا "میں نے قبول کیا"۔

مضاربت کی شرائط

معاہدہ مضاربت کی درج ذیل شرائط ہیں۔

راس المال (یعنی سرمایہ) نقدی یا زر یا سونے چاندی کی صورت میں ہونا چاہئے۔ باقی مال تجارت (عروض التجارۃ) کے ساتھ مضاربت جائز نہیں ہے۔ نقدی ہونا ضروری ہے کیونکہ مال تجارت کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے قدر سرمایہ اور منافع کی مقدار بھی تبدیل ہوجاتی ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کپاس یا کپڑا ایک ہزار روپے کا ہے۔ یہ لو اور مضاربت کی بنا پر اس کو بیچو تو معاملہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر مضارب سے کہا جائے کہ یہ مال تجارت لو اور اس سے جو سرمایہ حاصل ہو۔ اسکے ساتھ مضاربت کرو تو حنفی اور حنبلی فقہ کے مطابق جائز ہے جبکہ ایک مکتبہ فکر (حنبلی) کے مطابق مشینری اور اوزاروں کی صورت میں سرمایہ فراہم کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ شکست و ریخت کے اخراجات رب المال کے ذمہ ہوں۔

معاہدہ مضاربت کیوقت راس المال (سرمایہ) معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کا تنازعہ پیدا نہ ہوسکے۔

معاہدہ مضاربت کے موقع پر رب المال کے پاس سرمایہ کی موجودگی ضروری ہے۔ مضارب پر اگر قرض ہو تو اس کی بنیاد پر معاہدہ مضاربت نہیں ہوسکتا ہے۔ البتہ اگر مضارب کو کسی اور شخص سے قرض وصول کرنے اور اس کے بعد کاروبار شروع کرنے کے لئے کہا جائے۔ اس صورت میں تمضارب رب المال کا نمائندہ ہوگا۔

معاہدہ کے وقت سرمایہ مضارب کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ اسی پر تصرف کرسکے۔ اگر یہ کہا جائے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں حصہ لے گا تو معاہدہ منسوخ ہوجائے گا۔

متوقع منافع میں سے مضارب کا حصہ (شرح یا فیصد) معلوم ہونا چاہئے۔ مثلاً نصف یا تیسرا حصہ وغیرہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس سرمایہ سے کاروبار کرو منافع میں سے تمہیں دو ہزار یا (کم وبیش) رقم ملے گی تو مضاربت کا معاملہ منسوخ ہوجائے گا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ نصف اور اسکے علاوہ ایک ہزار روپے تو یہ صورت بھی درست نہیں۔

مضارب کا حصہ منافع میں سے طے کیا جائے گا۔ راس المال (سرمایہ) میں سے نہیں۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ نصف مال تمہارا اور منافع میں سے بھی اتنا اور اتنا حصہ یہ درست نہیں۔ اسی طرح یہ شرط بھی درست نہیں کہ مضارب کو نصف یا تیسرا حصہ منافع کے علاوہ ماہانہ تنخواہ بھی ملے گی۔ یہ شرط باطل ہے جبکہ معاہدہ درست ہے۔ مضارب صرف منافع میں سے حصہ کا مالک ہے لیکن اگر شرط یہ ہو کہ مضارب کو رہنے کو مکان یا زراعت کے لئے زمین بھی دی جائے گی تو معاہدہ فاسد ہوگا۔

اگر مضارب کے پاس راب المال کا مال یا مالی ذرائع بطور رہن موجود ہوں اور راب المال نے مضارب سے قرض لے رکھا ہو تو ایسے سرمایہ پر مضارب درست نہیں ہے۔

مضارب کے حقوق وفرائض

مضارب کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاہدہ کی تمام شقوں اور شرائط کی پابندی کرے۔

مضارب کی دوسرے شخص کے ساتھ بھی مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے اور یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

کوئی تیسرا شخص مضارب کی بلا معاوضہ مدد کرسکتا ہے تاکہ وہ کاروبار کو بہتر طور پر چلا سکے۔

اکثر فقہاء کا کہنا ہے کہ رب المال مضارب کے ساتھ کاروبار میں عملی حصہ نہیں لے سکتا کیونکہ اس سے مضارب کے اختیارات محدود ہوجاتے ہیں جبکہ شافعی مکتبہ فکر کے کچھ علماء اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ رب المال مضاربت میں عملی حصہ بھی لے سکتا ہے جب کہ دور جدید کے بڑے پیمانے کے کاروبار جن میں فیصلوں کا اختیار فرد واحد کی بجائے بالعموم ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے پاس ہوتا ہے۔ رب المال کا مضاربت کے کاروبار میں عملی شرکت کرنا جائز ہے۔

معاہدہ مضاربت میں ضارب کی طرف سے راس المال (سرمایہ) کی بحفاظت واپسی کی ضمانت دینے سے مضاربت کا معاہدہ منسوخ ہوجاتا ہے۔ البتہ مضارب کی طرف سے پوری ذمہ داری سے کام کرنے کی ضمانت لی جاسکتی ہے۔

مضارب کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کاروباری خرید و فروخت کرسکتا ہے۔ اشیاء وغیرہ کو اپنے قبضے میں رکھ سکتا ہے۔ کسی فرد کے ساتھ رہن (قرض یا ادھار دیتے ہوئے ضمانت کے طور پر کوئی چیز رکھنا) کا معاملہ کرسکتا ہے۔ کسی دوسرے فرد کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرسکتا ہے۔ الا یہ کہ اس کو ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔

مضارب کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ راب المال کا سرمایہ کسی دوسرے شخص کو قرض دیدے یا کسی کو مفت دے۔ البتہ رب المال کی اجازت سے قرض دے سکتا ہے۔

مضاربت کے معاہدہ میں رب المال کی مالی ذمہ داری اس کے فراہم کردہ سرمائے کی حد تک محدود ہوتی ہے۔ الا یہ کہ اس نے مضارب کو قرض لینے یا ادھار خریدنے کی اجازت دی ہو۔

مضارب کاروبار میں ادھار فروخت کا اختیار رکھتا ہے۔ الا یہ کہ اس کو صاحب سرمایہ روک دے۔

معاہدہ مضاربت کی مدت

مالک سرمایہ یا مضارب دونوں میں سے کوئی ایک فریق یا دونوں معاہدہ کو کسی وقت بھی منسوخ کرسکتے ہیں۔ اگر معاہدہ میں دو سے زائد افراد ہیں تو ان میں معاہدہ برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

مضاربت کا معاہدہ ایک خاص عرصہ وقت کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے اور لامحدود مدت کے لئے بھی۔

معاہدہ مضاربت کسی ایک فریق کی موت سے ختم ہوجاتا ہے البتہ دو سے زائد افراد کی صورت میں معاہدہ کو باقی فریق جاری رکھ سکتے ہیں۔

معاہدہ مضاربت پہلے سے طے شدہ شرائط پر مسلسل جاری رکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً مضاربت کا معاملہ ایک معین عرصہ کے لئے کیا گیا۔ اور جو کام شروع کیا گیا وہ مقررہ مدت سے پہلے ہی ختم ہوگیا اس صورت میں مضاربت سرمایہ کو بقیہ عرصہ کے لئے دوسرے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ البتہ اس صورت میں نفع ونقصان کے حوالے سے کچھ اختلاف رائے ہے۔

نفع ونقصان کے احکام

شراکت کے معاملہ میں نقصان کاروبار میں لگائے گئے سرمایہ کے تناسب سے سرمایہ کے مالکوں کو برداشت کرنا ہوتا ہے چونکہ

مضاربت میں سرمایہ ایک فریق لگاتا ہے اس لئے نقصان کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے یعنی کاروبار میں جو بھی ہوگا وہ رب المال کو پورا کرنا ہوگا۔

نفع کی تقسیم معاہدہ مضاربت میں طے شدہ نسبتوں سے ہوگی کسی بھی فریق کے لئے کوئی متعین رقم پیشگی طے نہیں کی جاسکتی۔

حنفی فقہ کے مطابق راس المال رب المال کے حوالے کرنے سے پہلے نفع کی تقسیم درست نہیں۔

مسلسل جاری کاروبار میں نقصانات کی تلافی نفع سے کی جاتی رہے گی۔ یہاں تک کہ کاروبار ختم کر کے حساب صاف کر لئے جائیں۔

فریقین کے نفع ونقصان کی مقداروں کا تعین کاروبار ختم ہونے پر ہی کی جائے گی۔

کاروبار میں نفع کے حق دار نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصول سرمایہ رب المال کو واپس مل جائے خواہ اپنے سرمایہ پر اس کا قبضہ عملاً ہو یا قانوناً مثلاً اگر ایک فرد کی بنک کے ساتھ مضاربت کا معاہدہ کرے تو اس معاہدے کے اختتام اور نفع کی تقسیم کے لئے یہ کافی ہوگا کہ اصول سرمایہ اس فرد کے کھاتے میں جمع کر دیا جائے یہ قانونی قبضہ ہے۔

نفع سرمایہ میں اضافہ کا باعث ہوگا حقیقی منافع نہ ہونے کی صورت میں مضارب کی محنت کا ازالہ ضروری ہے۔

کاروبار میں کسی قسم کے اختیارات کا حصول یا مختلف تصرفات اور معاہدات کی اجازت یا کسی قسم کی پابندیاں باہمی رضامندی سے عائد کی جاسکتی ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَّجِرُ فِي مَالِ الرَّجُلِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ

باب: آدمی کا کسی دوسرے کے مال میں، اس کی اجازت کے بغیر، تجارت کرنا

3387 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ، أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ مِثْلَ صَاحِبِ فَرَقِ الْأَرُزِّ، فَلْيَكُنْ مِثْلَهُ قَالُوا: وَمَنْ صَاحِبُ فَرَقِ الْأَرُزِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ؛ فَذَكَرَ حَدِيثَ الْغَارِ حِينَ سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْجَبَلُ، فَقَالَ: كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمُ اذْكُرُوا أَحْسَنَ عَمَلِكُمْ، قَالَ: وَقَالَ الثَّالِثُ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ، فَلَمَّا أَمْسَيْتُ عَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَأَبَى أَنْ يَأْخُذَهُ، وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُهُ لَهُ حَتَّى جَمَعْتُ لَهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا، فَلَقِيَنِي، فَقَالَ: أَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا فَخُذْهَا فَذَهَبَ فَاسْتَاقَهَا

3387- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن في المتابعات. عمر بن حمزة - وهو ابن عبد الله بن عمر بن الخطاب - ضعيف يعتبر به، وقد توبع. ابو اسامة: هو حماد بن اسامة. واخرجه بنحوه مطولاً البخاري (2272)، ومسلم (2743) من طريق الزهري، عن سالم بن عبد الله بن عمر، به. وساق مسلم من الحديث المطول قصة الرجل الذي كان له ابوان شيخان كبيران. واخرجه بنحوه مطولاً كذلك البخاري (2215) و (2333) و (3465) و (5974)، ومسلم (2743) من طريق نافع مولى ابن عمر، عن ابن عمر. وهو في "مسند احمد" (5973) و (5974)، و "صحيح ابن حبان" (897)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''تم میں سے جو شخص چاولوں کے بڑے برتن والے شخص کی مانند بن سکتا ہو، اسے ایسا کر لینا چاہیے، لوگوں نے دریافت کیا:
یارسول اللہ! چاولوں والا شخص کون ہے؟ (اس کے بعد راوی غار کے واقعہ سے متعلق حدیث ذکر کی ہے) جب ان پر پہاڑ (سے پتھر) گر گیا، تو ان میں سے ہر ایک نے کہا: تم اپنے سب سے اچھے عمل کو یاد کرو۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! تو جانتا ہو، میں نے ایک مزدور کو چاولوں کے بڑے برتن کے عوض میں مزدور رکھا، شام کے وقت میں نے اس کا حق دیا تو اس نے اسے لینے سے انکار کر دیا، اور چلا گیا، میں نے ان (چاولوں) کو آگے کام میں استعمال کیا، یہاں تک کہ ان کے ذریعے گائیں اور چرواہے بھی حاصل کر لیے، پھر وہ مجھ سے ملا، اس نے کہا: میرا حق مجھے دو، تو میں نے کہا: ان گائیں اور ان کے چرواہوں کے پاس جاؤ اور انہیں حاصل کر لو، وہ گیا اور ہانکتا ہوا انہیں لے گیا۔

مضاربت کے اشتقاق ومفہوم کا بیان

مضاربت ضرب سے مشتق ہے اس کا معنی ہے زمین میں چلنا، اور مضاربت اس عقد کو اس لئے کہتے ہیں کہ مضارب اپنی محنت کے سبب فائدے کا حقدار بنتا ہے اور مضاربت کا عقد مشروع ہے کیونکہ اس کی ضرورت ثابت ہے۔ کیونکہ عوام میں بعض لوگ مال کے اعتبار سے غنی بن جاتے ہیں لیکن تصرف میں سادہ ہوتے ہیں اور بعض لوگوں میں مال کے تصرف کی قوت ہوتی ہے لیکن ان کے پاس مال نہیں ہوتا پس اس قسم کے تصرف کی ضرورت ثابت ہو جائے گی۔ تا کہ سادہ، مالدار اور فقیر لوگوں کی ضروریات پوری ہو جائیں۔

اور عقد کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو شان نبوت ورسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کی حالت کے بعد بھی عقد مضاربت باقی رہنے دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مضاربت کا عقد کیا کرتے تھے۔

ہاں البتہ مضاربت میں مال دیا جانے والا یہ اس شخص کے قبضہ میں بطور امانت ہوتا ہے کیونکہ مال کے مالک کے حکم سبب مضارب اس مال پر قبضہ کرنے والا ہے۔ جبکہ یہ قبضہ کسی بدل یا رہن کے طور پر نہیں ہے۔ اور مضارب اس مال میں رب المال کا وکیل ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مال کے مالک کی اجازت سے اس میں تصرف کرنے والا ہے۔ اور جب اس سے نفع ہوگا تو مضارب بھی اس نفع میں شریک بنے گا۔ کیونکہ وہ اپنے کام کے سبب مال کے حصے کا مالک بنتا ہے۔ اور جب مضارب فاسد ہو جائے تو وہ اجارہ بن جائے گا۔ یہاں تک کہ مضارب مثلی مزدوری کا حقدار بن جائے گا۔ اور جب مضارب رب المال کے خلاف کوئی کام کرے تو وہ غصب کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ دوسرے کے مال پر اس کی جانب سے ظلم پایا گیا ہے۔ (ہدایہ)

یہ تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام، مال دینے والے کو رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب اور مالک نے جو دیا اُسے راس المال کہتے ہیں اور اگر تمام نفع رب المال ہی کے لیے دینا قرار پایا تو اُس کو ابضاع کہتے ہیں اور اگر کل کام کرنے والے کے لیے طے پایا تو قرض ہے، اس عقد کی لوگوں کو حاجت ہے کیونکہ انسان مختلف قسم

کے ہیں بعض مالدار ہیں اور بعض تہی دست۔ بعض مال والوں کو کام کرنے کا سلیقہ نہیں ہوتا تجارت کے اُصول وفروع سے ناواقف ہوتے ہیں اور بعض غریب کام کرنا جانتے ہیں مگر ان کے پاس روپیہ نہیں لہٰذا تجارت کیونکر کریں اس عقد کی مشروعیت میں یہ مصلحت ہے کہ امیر وغریب دونوں کو فائدہ پہنچے مال والے کو روپیہ دیکر اور غریب آدمی کو اُس کے روپیہ سے کام کرکے۔

اور مضاربت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نفع دونوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے کوئی فریق نفع سے معین دراہم کا حقدار نہ ہوگا کیونکہ یہ شرط ان کے درمیان شرکت کو ختم کرنے والی ہے حالانکہ شرکت ضروری بھی ہے جس طرح عقد شرکت میں شرکت ضروری ہوا کرتی ہے۔

عقد مضاربت کے فساد کا بیان

اور جب کسی کیلئے سو میں سے دس دراہم لینے کی شرط کو بیان کیا گیا ہے تو عامل کو مثلی اجرت ملے گی۔ کیونکہ یہ عقد مضاربت فاسدہ ہو چکا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف اسی مقدار میں نفع ملے اور نفع میں شرکت ختم ہو جائے۔ اور اجرت مثلی کا وجوب اس دلیل کے سبب ہوگا کہ مضارب نے اپنے نفع کا بدل لینا چاہا ہے حالانکہ جب وہ عقد ہی فاسد ہو چکا ہے تو بدلہ نہیں پایا گیا لہٰذا پورا نفع رب المال کا ہوگا کیونکہ یہ افزائش اس کی ملکیت سے ہوئی ہے اور یہ حکم اس مقام پر جاری ہوگا جہاں مضاربت درست نہ ہوئی ہو۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اجرت مثلی شرط میں متعین کردہ مقدار سے زائد نہ ہوگی جبکہ اس میں امام محمد علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے جس طرح شرکت کے باب میں ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے۔

اور فاسد مضاربت میں اجرت واجب ہوگی خواہ مضارب نفع نہ کمایا ہو اور یہ مبسوط کی روایت ہے کیونکہ نفع یا کام کو حوالے کے سبب سے مزدور کی اجرت ثابت ہوتی ہے اور کام یہاں پایا جارہا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس طرح روایت کیا گیا ہے۔ کہ مضاربت صحیح پر قیاس کرتے ہوئے اجرت ثابت نہ ہوگی حالانکہ مضاربت صحیحہ مضاربت فاسدہ سے بلند تر ہے۔ اور مضاربت صحیحہ پر قیاس کرتے ہوئے مضاربت فاسدہ میں ہلاکت مال کے سبب ضمان نہیں ہوا کرتا۔ (قاعدہ فقہیہ) کیونکہ جو مال مضارب کے قبضہ میں ہوتا ہے وہ امانت کے طور پر ہوتا ہے اور ہر وہ شرط جو نفع میں جہالت کا سبب بنے وہ عقد مضاربت کو فاسد کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

کیونکہ اس کے سبب نفع کے مقاصد مختلف ہو جاتے ہیں اور اس کے سوا میں شرائط فاسدہ کے سبب مضاربت کا عقد فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی فاسد ہو جاتی ہے جس طرح مضارب کیلئے نقصان کی شرط لگائیں تو وہ فاسد ہو جائے گی۔ (ہدایہ)

عقد مضاربت کی شرائط کا فقہی بیان

علامہ ابن نجیم حنفی مصری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مضاربت کے لیے چند شرائط ہیں۔ (۱) راس المال از قبیل ثمن ہو۔ عروض کے قسم سے ہو تو مضاربت صحیح نہیں پیسوں کو راس المال قرار دیا اور وہ چلتے ہوں تو مضاربت صحیح ہے۔ اسی طرح نکل، کی اِکنیاں، دوانیاں، راس المال ہوسکتی ہیں جب تک ان کا چلن ہے۔ اگر اپنی کوئی چیز دیدی کہ اسے بیچو اور ثمن پر قبضہ کرو اور اُس سے بطور مضاربت کام کرو اُس نے اُس کو روپیہ یا اشرفی سے بیچ کر کام کرنا شروع کر دیا یہ مضاربت صحیح ہوگی۔

(۲) راس المال معلوم ہو۔ اگرچہ اس طرح معلوم کیا گیا ہو کہ اُس کی طرف اشارہ کردیا۔ پھر اگر نفع کی تقسیم کرتے وقت راس المال کی مقدار میں اختلاف ہوا تو گواہوں سے جو ثابت کردے اُس کی بات معتبر ہے اور دونوں کے گواہ ہوں تو رب المال کے گواہ معتبر ہیں اور اگر کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو قسم کے ساتھ مضارب کی بات معتبر ہوگی۔

(۳) راس المال عین ہو یعنی معین ہو دَین نہ ہو جو غیر معتین، واجب فی الذمہ ہوتا ہے۔ مضاربت اگر دَین کے ساتھ ہوئی اور وہ دَین مضاربت پر ہے یعنی اُس سے کہہ دیا کہ تمہارے ذمہ جو میرا روپیہ ہے اُس سے کام کرو یہ مضاربت صحیح نہیں جو کچھ خریدے گا اُس کا مالک مضارب ہوگا اور جو کچھ دَین ہوگا اُس کے ذمہ ہوگا اور اگر دوسرے پر دَین ہو مثلاً کہہ دیا کہ فلاں کے ذمہ میرا اتنا روپیہ ہے اُس کو وصول کرو اور اُس سے بطور مضاربت تجارت کرو یہ مضاربت جائز ہے اگرچہ اِس طرح کرنا مکروہ ہے اور اگر یہ کہا تھا کہ فلاں پر میرا دَین ہے وصول کرکے پھر اُس سے کام کرو اُس نے کل روپیہ قبضہ کرنے سے پہلے ہی کام کرنا شروع کردیا ضامن ہے یعنی اگر تلف ہوگا ضمان دینا ہوگا اور اگر یہ کہا تھا کہ اُس سے روپیہ وصول کرو اور کام کرو اور اس نے کل روپیہ وصول کرنے سے پہلے کام شروع کردیا ضامن نہیں ہے اور اگر یہ کہا کہ مضاربت پر کام کرنے کے لیے اُس سے روپیہ وصول کرو تو کل وصول کرنے سے پہلے کام کرنے کی اجازت نہیں یعنی ضمان دینا ہوگا۔ (بحرالرائق، کتاب مضاربہ، بیروت)

فاسد شرطوں میں سے بعض مضاربت کو باطل کرتی ہیں اور بعض باطل نہیں کرتیں بلکہ یہ خود باطل ہوجاتی ہیں۔ نہایہ میں یوں ہے۔ قدوری نے کتاب المضاربہ میں فرمایا ہر ایسی شرط جو نفع میں جہالت یا نفع میں قطع شرکت کا باعث بنے۔ تو وہ مضاربت کو فاسد کرنے کا موجب بنے گی، اور جو چیز ایسی چیز کا باعث نہ ہو تو مضاربت کو فاسد نہ کرے گی مثلاً دونوں نے شرط لگائی کہ نقصان کو دونوں خود برداشت کریں گے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب المضارب، بیروت)

مضاربت مطلقہ میں زمانی ومکانی تعیین نہ ہونے کا بیان

مضاربت کبھی مطلق ہوتی ہے جس میں زمان ومکان اور قسم تجارت کی تعیین نہیں ہوتی روپیہ دے دیا ہے کہ تجارت کرو نفع میں دونوں کی اِس طرح شرکت ہوگی اور کبھی مضاربت میں طرح طرح کی قیدیں ہوتی ہیں۔ مضاربت مُطلقہ میں مضارب کو ہر قسم کی بیع کا اختیار ہے نقد بھی بیچ سکتا ہے اودھار بھی، مگر ایسا ہی اودھار کرسکتا ہے جو تاجروں میں رائج ہے اسی طرح ہر قسم کی چیز خرید سکتا ہے خرید وفروخت میں دوسرے کو وکیل کرسکتا ہے۔ دریا اور خشکی کا سفر بھی کرسکتا ہے اگرچہ رب المال نے شہر کے اندر اس کو مال دیا ہو۔ ابضاع بھی کرسکتا ہے یعنی دوسرے کو تجارت کے لیے مال دے دے اور نفع اپنے لیے شرط کرے یہ ہوسکتا ہے بلکہ خود رب المال کو بھی بضاعت کے طور پر مال دے سکتا ہے اور اس سے مضاربت فاسد نہیں ہوگی۔ مضارب مال کو کسی کے پاس امانت رکھ سکتا ہے۔ اپنی چیز کسی کے پاس رہن رکھ سکتا ہے دوسرے کی چیز اپنے پاس رہن لے سکتا ہے کسی چیز کو اجارہ پر دے سکتا ہے کرایہ پر لے سکتا ہے۔ مشتری نے ثمن کا کسی پر حوالہ کردیا مضارب اِس حوالہ کو قبول کرسکتا ہے کیونکہ یہ ساری باتیں تجار کی عادت میں داخل ہیں کبھی یہاں مال بیچتے ہیں کبھی باہر لے جاتے ہیں اور اس کے لیے گاڑی کشتی جانور وغیرہ کو کرایہ پر لینا ہوتا ہے ورنہ مال کس طرح لے جائے گا۔ دوکان پر کام کرنے کے لیے نوکر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے دکان کرایہ پر لینی ہوتی ہے۔ مال رکھنے کے لیے مکان

کرایہ پر لینا ہوتا ہے اور اس کی حفاظت کے لیے نوکر رکھنا ہوتا ہے وغیرہ یہ سب باتیں بالکل ظاہر ہیں۔

(درمختار، کتاب مضاربہ، بیروت)

مضاربت مطلقہ میں بھی مال لے کر سفر اُس وقت کرسکتا ہے جب بظاہر خطرہ نہ ہو اور اگر راستہ خطرناک ہو لوگ اُس راستہ سے ڈر کی وجہ سے نہیں جاتے تو مضارب بھی مال لے کر اُس راستہ سے نہیں جاسکتا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب مضاربہ، بیروت)

شرط کے سبب بطلان مضاربت میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن منذر کا کہنا ہے: اہل علم میں سے جس سے بھی ہم نے علم حاصل کیا ہے ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جب مضاربت کے شراکت داروں میں سے کوئی ایک یا دونوں اپنے لیے معلوم دراہم کی شرط رکھیں تو یہ مضاربت باطل ہوگی، اور جس سے ہم نے علم حاصل کیا ہے وہ امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، اور ابوثور اور اصحاب الرائے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ دو معنوں کی بنا پر صحیح نہیں: پہلا یہ کہ: جب وہ معلوم درہم مقرر کریگا تو اس کا احتمال ہے کہ دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو، اور سارا نفع وہ خود ہی حاصل کر لے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسے نفع ہی نہ ہو اور وہ راس المال سے مقرر کردہ درہم لے لے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بہت زیادہ نفع ہو تو جس نے مقررہ درہم کی شرط رکھی ہے اسے نقصان اٹھانا پڑے۔

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ: عامل یعنی کام کرنے والا کا حصہ مقدار میں معلوم ہونا مشکل ہے تو پھر اجزاء میں معلوم ہونا ضروری ہے، اور جب اجزاء ہی معلوم نہ ہوں تو پھر شراکت فاسد ہو جائیگی۔ (المغنی ابن قدامہ (146/7)

شریک سے بائع کے مطالبہ ثمن کا بیان

علامہ ابن عابدین حنفی شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک نے کوئی چیز خریدی تو بائع ثمن کا مطالبہ اسی سے کرسکتا ہے اسکے شریک سے نہیں کرسکتا کیونکہ شریک نہ عاقد ہے نہ ضامن پھر اگر خریدار نے مال شرکت سے ثمن ادا کیا جب تو خیر اور اگر اپنے مال سے ثمن ادا کیا تو شریک سے بقدر اُسکے حصہ کے رجوع کرسکتا ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ مال شرکت نقد کی صورت میں موجود ہو اور اگر شرکت کا مال جو کچھ تھا وہ سامان تجارت خریدنے میں صَرف کیا جاچکا ہے اور نقد کچھ باقی نہیں ہے تو اب جو کچھ خریدیگا وہ خاص خریدار ہی کی ہے شرکت کی چیز نہیں اور اسکا ثمن خریدار کو اپنے پاس سے دینا ہوگا اور شریک سے رجوع کرنے کا حقدار نہیں۔ ایک نے کوئی چیز خریدی اسکا شریک کہتا ہے کہ یہ شرکت کی چیز ہے اور یہ کہتا ہے میں نے خاص اپنے واسطے خریدی اور شرکت سے پہلے کی خریدی ہوئی ہے تو قسم کے ساتھ اسکا قول معتبر ہے اور اگر عقد شرکت کے بعد خریدی اور یہ چیز اُس نوع میں سے ہے جسکی تجارت پر عقد شرکت واقع ہوا ہے تو شرکت ہی کی چیز قرار پائیگی اگر چہ خریدتے وقت کسی کو گواہ بنالیا ہو کہ میں اپنے لیے خریدتا ہوں کیونکہ جب اس نوع تجارت پر عقد شرکت واقع ہو چکا ہے تو اسے خاص اپنی ذات کے لیے خریداری جائز ہی نہیں جو کچھ خریدے گا شرکت میں ہوگا اور اگر وہ چیز اُس جنس تجارت سے نہ ہو تو خاص اسکے لیے ہوگی، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہر ایک شریک اپنی شرکت کی دوکان سے چیزیں خریدتا ہے یہ خریداری جائز ہے اگر چہ بظاہر اپنی ہی چیز خریدنا ہے۔ (ردمحتار، کتاب شرکت)

شرکت عنان میں یہ ہوسکتا ہے کہ اسکی میعاد مقرر کردی جائے مثلاً ایک سال کے لیے ہم دونوں شرکت کرتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں کے مال کم و بیش ہوں برابر نہ ہوں اور نفع برابر یا مال برابر ہوں اور نفع کم و بیش اور کل مال کے ساتھ بھی شرکت ہوسکتی ہے اور بعض مال کے ساتھ بھی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں کے مال دو قسم کے ہوں مثلاً ایک کا روپیہ ہو دوسرے کی اشرفی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صفت میں اختلاف ہو مثلاً ایک کے کھوٹے روپے ہوں دوسرے کے کھرے اگرچہ دونوں کی قیمتوں میں تفاوت ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں کے مال ایک میں خلط کردیے جائیں۔ (درمختار، کتاب شرکت)

اگر دونوں نے اسطرح شرکت کی کہ مال دونوں کا ہوگا مگر کام فقط ایک ہی کریگا اور نفع دونوں لیں گے اور نفع کی تقسیم مال کے حساب سے ہوگی یا برابر لیں گے یا کام کرنے والے کو زیادہ ملے گا تو جائز ہے اور اگر کام نہ کرنے والے کو زیادہ ملے گا تو شرکت ناجائز۔ اسی طرح اگر یہ ٹھہرا کہ کل نفع ایک شخص لے گا تو شرکت نہ ہوئی اور اگر کام دونوں کریں گے مگر ایک زیادہ کام کریگا دوسرا کم اور جو زیادہ کام کریگا نفع میں اُس کا حصہ زیادہ قرار پایا یا برابر قرار پایا یہ بھی جائز ہے۔ ٹھہرا یہ تھا کہ کام دونوں کریں گے مگر صرف ایک نے کیا دوسرے نے بسبب عذر یا بلاعذر کچھ نہ کیا تو دونوں کا کرنا قرار پائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب شرکت)

بَابٌ فِي الشَّرِكَةِ عَلَى غَيْرِ رَأْسِ مَالٍ

باب: مال (کی سرمایہ کاری) کے بغیر شراکت کرنا

3388- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: اشْتَرَكْتُ أَنَا وَعَمَّارٌ، وَسَعْدٌ فِيمَا نُصِيبُ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ: فَجَاءَ سَعْدٌ بِأَسِيرَيْنِ وَلَمْ أَجِئْ أَنَا وَعَمَّارٌ بِشَيْءٍ

❁❁ حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں: ہمیں غزوہ بدر میں جو حصہ ملا تھا، اس میں، میں عمار اور سعد شراکت دار بن گئے، (یعنی یہ طے کیا) تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ دو قیدی لے کر آئے، لیکن میں اور عمار کچھ نہیں لائے۔

بَابٌ فِي الْمُزَارَعَةِ

باب: مزارعت (زمین ٹھیکے پر دینا)

3389- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: مَا

3389- اسناده صحيح. سفيان: هو الثوري، ومحمد بن كثير: هو العبدي. واخرج حديث ابن عمر عن رافع بن خديج: مسلم (1547)، وابن ماجه (2450)، والنسائي (3917) و (3919) من طرق عن عمرو بن دينار، عن ابن عمر. وقد عبروا عن المزارعة بالمخابرة، وهما شيء واحد. وهو في "مسند احمد" (2087). واخرج حديث ابن عباس البخاري (2330)، ومسلم (1550)، وابن ماجه (2456)، والنسائي (3873) من طريق عمرو بن دينار، ومسلم (1550)، وابن ماجه (2457) من طريق عبد الله بن طاووس، كلاهما عن طاووس، به. واخرجه مسلم (1550) من طريق ابي زيد عبد الملك بن ميسرة، عن طاووس، عن ابن عباس بلفظ: "من كانت له ارض فانه ان يمنحها اخاه خير له." وهو في "مسند احمد" (2087) و (2541)، و "صحيح ابن حبان" (9195).

كُنَّا نَرَى بِالْمُزَارَعَةِ بَأْسًا، حَتَّى سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا. فَذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ، فَقَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا وَلَكِنْ قَالَ: لَأَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَرْضَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا خَرَاجًا مَعْلُومًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم مزارعت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔

(راوی کہتے ہیں:) میں نے طاؤس سے اس کا ذکر کیا، تو وہ بولے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں کیا، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی اپنی زمین کسی کو بلا معاوضہ (عارضی استعمال کے لیے) دیدے، یہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ اس کا متعین معاوضہ (یعنی ٹھیکہ) وصول کرے''

3390 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ الْمَعْنَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: يَغْفِرُ اللهُ لِرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَا وَاللهِ أَعْلَمُ بِالْحَدِيثِ مِنْهُ إِنَّمَا أَتَاهُ رَجُلَانِ، قَالَ مُسَدَّدٌ: مِنَ الْأَنْصَارِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، قَدِ اقْتَتَلَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كَانَ هَذَا شَأْنَكُمْ فَلَا تُكْرُوا الْمَزَارِعَ. زَادَ مُسَدَّدٌ، فَسَمِعَ قَوْلَهُ: لَا تُكْرُوا الْمَزَارِعَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مغفرت کرے، اللہ کی قسم! میں اس حدیث کے بارے میں، ان سے زیادہ علم رکھتا ہوں، دراصل دو آدمی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی) خدمت میں حاضر ہوئے، وہ انصاری تھے، اور آپس میں جھگڑ رہے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اگر تم لوگوں نے یہی کچھ کرنا ہے، تو تم زمین کرایہ (ٹھیکہ) پر نہ دو''

مسدد نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے صرف یہ الفاظ سنے:

''تم زمین کرائے پر نہ دو''۔

3391 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَبِيبَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ بِمَا عَلَى السَّوَاقِي مِنَ الزَّرْعِ وَمَا سَعِدَ بِالْمَاءِ مِنْهَا، فَنَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، وَأَمَرَنَا أَنْ نُكْرِيَهَا بِذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے ہم زمین کرائے پر دیا کرتے تھے، اس شرط پر کہ پانی کی نالی کے آس پاس کے حصے، یا جس جگہ تک از خود پانی پہنچ جاتا ہے، وہاں کی پیداوار (زمین کے مالک کو) ملے گی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے

❁❁ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی زمین کے مالک کی اجازت کے بغیر، اس کی زمین میں کھیتی باڑی کرے، تو اسے زرعی (پیداوار) میں سے کچھ نہیں ملے گا، اسے اس کا خرچ ملے گا''۔

بَابٌ فِي الْمُخَابَرَةِ

باب: مخابرہ کا بیان

3404 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ حَمَّادًا، وَعَبْدَ الْوَارِثِ، حَدَّثَاهُمْ كُلُّهُمْ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، قَالَ: عَنْ حَمَّادٍ وَسَعِيدِ بْنِ مِينَاءَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ، وَالْمُخَابَرَةِ، وَالْمُعَاوَمَةِ، قَالَ: عَنْ حَمَّادٍ، وَقَالَ: أَحَدُهُمَا وَالْمُعَاوَمَةِ وَقَالَ: الْآخَرُ بَيْعُ السِّنِينَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا، وَعَنِ الثُّنْيَا وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ اور معاومہ سے منع کیا ہے۔ ایک راوی نے لفظ ''معاومہ'' اور ایک راوی نے لفظ ''بیع السنین'' کا لفظ نقل کیا ہے۔

(پھر تمام راویوں نے متفقہ طور پر یہ نقل کیا ہے:) اور استثناء کرنے سے بھی منع کیا ہے، البتہ ''عرایا'' میں اجازت دی ہے۔

3405 - حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ يَزِيدَ السَّيَّارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ، وَعَنِ الثُّنْيَا إِلَّا أَنْ يُعْلَمَ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ، محاقلہ اور استثناء کرنے سے منع کیا ہے، البتہ اگر (استثناء) متعین ہو (تو حکم مختلف ہوگا)۔

3406 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ رَجَاءٍ يَعْنِي الْمَكِّيَّ، قَالَ ابْنُ خُثَيْمٍ: حَدَّثَنِي عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ لَمْ يَذَرِ الْمُخَابَرَةَ فَلْيَأْذَنْ

3404- اسناده صحيح. ابو الزبير - وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي - وان لم يصرح بسماعه من جابر تابعه سعيد بن ميناء كما هو واضح هنا، وعطاء بن ابي رباح وغيره كما سياتي. حماد: هو ابن زيد، وعبد الوارث: هو ابن سعيد العنبري، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه مسلم باثر (1543)، وابن ماجه (2266) من طريق حماد بن زيد وحده، بهذا الاسناد. ولم يذكر ابن ماجه سوى المحاقلة والمزابنة. واخرجه الترمذي (1360)، والنسائي (4634) من طريق ايوب السختياني، عن ابي الزبير وحده، به. ولم يذكر الترمذي الثنيا. واخرجه مسلم باثر (1543)، والنسائي (3879) و (4524) من طريق ابن جريج، عن ابي الزبير، به. وقرن بابي الزبير عطاء بن ابي رباح. ولم يذكر النسائي في روايته المعاومة والثنيا. واخرجه مسلم باثر (1543) من طريق سليمان بن حيان، عن سعيد بن ميناء وحده، به دون ذكر المعاومة والثنيا والعرايا. واخرجه مسلم (1536) من طريق ابي الوليد المكي، والنسائي (3883) من طريق ابي سلمة بن عبد الرحمن، و (3920)

بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص مخابرہ نہیں چھوڑتا، اسے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے''

3407 - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اَيُّوبَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ قُلْتُ: وَمَا الْمُخَابَرَةُ قَالَ: اَنْ تَاْخُذَ الْاَرْضَ بِنِصْفٍ اَوْ ثُلُثٍ اَوْ رُبُعٍ

❁❁ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع کیا ہے۔

(راوی کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا: مخابرہ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ کہ تم نصف، ایک تہائی، یا ایک چوتھائی (پیداوار) کے عوض میں زمین حاصل کرو۔

بَابٌ فِي الْمُسَاقَاةِ

باب: مساقات کا بیان

3408 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ اَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے یہ طے کیا تھا کہ وہاں کے پھلوں اور زرعی پیداوار کا نصف انہیں ملے گا۔

3409 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ غَنَجٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ اِلٰى يَهُوْدِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَاَرْضَهَا، عَلٰى اَنْ يَعْتَمِلُوْهَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ، وَاَنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرَ ثَمَرَتِهَا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے کھجوروں کے باغات اور وہاں کی زمین اس شرط پر یہودیوں کے پاس رہنے دی کہ وہ اپنی زمینوں میں کام کاج کریں گے اور وہاں کی نصف پیداوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گی۔

3410 - حَدَّثَنَا اَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اَيُّوبَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: افْتَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَاشْتَرَطَ اَنَّ لَهُ الْاَرْضَ، وَكُلَّ صَفْرَاءَ، وَبَيْضَاءَ، قَالَ: اَهْلُ خَيْبَرَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِالْاَرْضِ مِنْكُمْ، فَاَعْطِنَاهَا عَلٰى اَنَّ لَكُمْ

3407- اسناده صحيح، واخرجه ابن ابى شيبة 6/346، واحمد (21631)، وعبد بن حميد (253)، والطبرانى (4938)، والبيهقى 6/133 من طريق جعفر بن برقان، به.

3409- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن عبد الرحمن بن غنج، فهو صدوق حسن الحديث، وهو متابع. الليث: هو ابن سعد، واخرجه مسلم (1551)، والنسائى (3929) و(3930) من طريق الليث بن سعد، بهذا الاسناد

نِصْفَ الثَّمَرَةِ، وَلَنَا نِصْفٌ فَزَعَمَ أَنَّهُ أَعْطَاهُمْ عَلَى ذٰلِكَ، فَلَمَّا كَانَ حِيْنَ يُصْرَمُ النَّخْلُ بَعَثَ إِلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَحَزَرَ عَلَيْهِمُ النَّخْلَ وَهُوَ الَّذِي يُسَمِّيهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ الْخَرْصَ، فَقَالَ: فِي ذِهْ كَذَا وَ كَذَا قَالُوْا: أَكْثَرْتَ عَلَيْنَا يَا ابْنَ رَوَاحَةَ، فَقَالَ: فَأَنَا أَلِي حَزْرَ النَّخْلِ، وَأُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ: قَالُوْا: هٰذَا الْحَقُّ وَبِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ قَدْ رَضِينَا أَنْ نَأْخُذَهُ بِالَّذِي قُلْتَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کرلیا اور شرط عائد کی، کہ وہاں کی ساری زمین اور سارے سونے چاندی کے مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو اہل خیبر نے کہا: ہم زمین (میں کھیتی باڑی) کے حوالے سے آپ (مسلمانوں) سے زیادہ ماہر ہیں، آپ اس شرط پر یہ زمین ہمیں دیدیں کہ نصف پیداوار آپ کو ملے گی اور نصف ہمیں ملے گی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر زمین انہیں دیدی، جب کھجوریں اتارنے کا وقت آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ پیداوار کا اندازہ لگائیں، یہ وہ عمل ہے، جسے اہل مدینہ "خرص" کا نام دیتے ہیں، تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فلاں باغ میں اتنی اور اتنی کھجوریں ہونگی، یہودیوں نے کہا: اے ابن رواحہ! آپ ہم پر زیادہ ادائیگی لازم کر رہے ہیں، تو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں اپنی نگرانی میں کھجوریں اتروا تا ہوں اور تمہیں وہ ادائیگی کردوں گا، جو میں نے کہا ہے، تو ان یہودیوں نے کہا: یہی وہ حق ہے، جس کے ذریعے، آسمان اور زمین قائم ہیں، آپ نے جو کہا ہے: ہم اسے اختیار کرنے پر راضی ہیں۔

3411 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ بِإِسْنَادِهِ، وَمَعْنَاهُ، قَالَ فَحَزَرَ: وَقَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ وَكُلَّ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ يَعْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ لَهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے: تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"تمام زرد اور سفید" (راوی کہتے ہیں) یعنی سونا اور چاندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہوگا۔

سونے چاندی کے بدلے زمین کرائے پر دینے کا بیان

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کھیتوں کے کرایہ دینے سے حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رافع رضی اللہ عنہ سے پوچھا اگر سونے یا چاندی کے بدلے میں کرایہ کردے انہوں نے کہا کچھ قباحت نہیں۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1299)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ابن شہاب نے پوچھا زمین کو کرایہ پر دینا سونے یا چاندی کے بدلے میں درست ہے کہا ہاں کچھ قباحت نہیں۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1300)

حضرت ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا کہ کھیتوں کا کرایہ دینا کیسا ہے انہوں نے کہا کچھ قباحت نہیں سونے یا چاندی کے بدلے میں ابن شہاب نے کہا کیا تم کو رافع بن خدیج کی حدیث نہیں پہنچی سالم نے کہا رافع نے زیادتی کی اگر میرے

3414- واخرجه احمد (14953)، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار" /2473 و/1134 والدارقطنی (2050)، والبیهقی /1234، وابن عبدالبر فی "التمهید" /4616 و/1439 من طریق محمد بن سابق، والطحاوی /382-39 و/2473 و/4

پاس زمین مزروعہ ہوتی تو میں اس کو کرایہ دیتا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ایک زمین کرایہ کو لی ہمیشہ ان کے پاس رہی مرے دم تک ان کے بیٹے نے کہا ہم اس کو اپنی ملک سمجھتے تھے اس وجہ سے کہ مدت تک ہمارے پاس رہی جب عبدالرحمن مرنے لگے تو انہوں نے کہا وہ کرایہ کی ہے اور حکم کیا کہ کرایہ ادا کرنے کا جو ان پر باقی تھا سونے یا چاندی کی قسم سے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1301)

3412 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا كَثِيرٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، حَدَّثَنَا مَيْمُونٌ، عَنْ مِقْسَمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ زَيْدٍ قَالَ: فَحَزَرَ النَّخْلَ، وَقَالَ: فَأَنَا أَلِي جُذَاذَ النَّخْلِ وَأُعْطِيكُمْ نِصْفَ الَّذِي قُلْتُ

⊛⊛ مقسم بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے خیبر فتح کرلیا، (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں) انہوں نے پیداوار کا اندازہ لگایا اور کہا: میں کھجوریں اتر واؤں گا، اور تمہیں اتنا نصف حصہ ادا کروں گا، جو میں نے کہا ہے۔

مساقات کے معنی ومفہوم کا بیان

اور کسی شخص کا باغ یا درخت کسی کو اس لیے دینا کہ اس کی خدمت کرے اور جو کچھ اوس سے پیداوار ہوگی اس کا ایک حصہ کام کرنے والے کو اور ایک حصہ مالک کو دیا جائے گا اس کو مساقاۃ کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام معاملہ بھی ہے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد وہاں کے باغات یہودیوں کو دے دیے تھے کہ ان باغات کے کام کریں اور جو کچھ پھل ہوں گے اون میں سے نصف اون کو دیے جائیں گے۔ جس طرح مزارعت جائز ہے معاملہ بھی جائز ہے۔

جواز مساقات کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی کھجوروں کے درخت اور وہاں کی زمین اس شرط پر خیبر کے یہودیوں کے حوالہ کردی کہ وہ اس میں اپنی جان اور اپنا مال لگائیں اور اسکا آدھا پھل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 192)

اور بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو یعنی وہاں کی زمین اور درخت کو اس شرط پر خیبر کے یہودیوں کے حوالہ کردیا تھا کہ وہ اس میں محنت کریں اور کاشت کاری کریں اور پھر اس کی پیداوار کا آدھا حصہ یہودیوں کا حق ہوگا اور آدھا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے لیں گے۔

خیبر ایک بستی کا نام ہے جو مدینہ سے تقریبا ۶۰ میل شمال میں ایک حرے کے درمیان واقع ہے پہلے یہ ایک مشہور مقام رہ چکا ہے جہاں یہودیوں کی بود باش تھی لیکن اب یہ بستی چند گاؤں کا مجموعہ ہے چونکہ اس کی آب وہوا اچھی نہیں ہے اس لئے یہاں لوگ اقامت اختیار کرتے ہوئے گھبراتے ہیں اسکے علاقہ میں کھجور وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے۔

بہر حال یہ حدیث علاوہ امام اعظم ابوحنیفہ کے تمام علماء کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ مساقات ومزارعت جائز ہے حضرت امام اعظم یہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی زمین اور درختوں کو وہاں کے یہودیوں کو دینا مساقات ومزارعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کیونکہ

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ درختوں میں پھل آچکے ہیں ان کو معاملہ کے طور پر دینا چاہتا ہے مگر ابھی وہ پھل تیار نہیں ہیں عامل کے کام کرنے سے اون میں زیادتی ہوگی تو معاملہ صحیح ہے اور اگر پھل بالکل پورے ہو چکے ہیں اب ان کے بڑھنے کا وقت ختم ہو چکا تو معاملہ صحیح نہیں۔ (درمختار، کتاب مساقات، بیروت)

بَابٌ فِي الْخَرْصِ

باب: خرص (درخت وغیرہ کی پیداوار کا پہلے ہی اندازہ لگانا)

3413 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أُخْبِرْتُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ، حِينَ يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ يُؤْكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ يُخَيِّرُ يَهُودَ يَأْخُذُونَهُ بِذَلِكَ الْخَرْصِ، أَوْ يَدْفَعُونَهُ إِلَيْهِمْ بِذَلِكَ الْخَرْصِ لِكَيْ تُحْصَى الزَّكَاةُ قَبْلَ أَنْ تُؤْكَلَ الثِّمَارُ وَتُفَرَّقَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو (خیبر) بھیجتے تھے، جب کھجوریں اتارے جانے کا وقت آتا تو ان کے اتارے جانے سے پہلے وہ ان کی پیداوار کا اندازہ لگا کر بتا دیتے تھے، پھر وہ یہودیوں کو اختیار دیتے تھے کہ ان کے بیان کردہ اندازے کے مطابق حصہ وصول کرلیں، یا اتنا حصہ مسلمانوں کو ادا کردیں، تاکہ پھل کے کھائے جانے اور متفرق ہونے سے پہلے زکوٰۃ کا حساب لگایا جاسکے۔

شرح

اگر پھل درخت پر ظاہر نہیں ہوئے اور نہ ہی ابھی پھول لگے ہیں۔ اس وقت اسی سال کے لیے یا آئندہ کئی سالوں کے لیے بیع (خرید وفروخت) کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اس کی جائز صورتیں مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں: ۱

درختوں پر پھل یا پھول آنے سے پہلے معاملہ کی جائز صورت یہ ہے کہ مالک پہلے باغ کو متعین حصہ پر بٹائی (مساقاۃ) پر دے دے مثلاً پیداوار کا ہزارواں حصہ مالک کا اور باقی بٹائی پر لینے والے کے۔ پھر اس معاملہ کے بعد الگ سے دوسرا معاملہ طے کرے اور باغ کی زمین اسی شخص کو ٹھیکے (کرایہ) پر دے دے اور ٹھیکہ (اجرت) طے کرلیں۔ اس کے بعد مالک اپنا ہزارواں حصہ مستاجر کے لیے مباح کر دے یعنی اسے معاف کر دے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے مساقاۃ کا معاملہ طے کرلیں اور اس کے بعد کرایہ کا اس کے برعکس کرنا درست نہیں ۲۔ پھل ظاہر ہونے کے بعد بیع کی جائز صورتیں درج ذیل ہو سکتی ہیں:

پھل ظاہر ہو چکا ہو اور قابل انتفاع بھی ہو یعنی اس حالت میں ہو کہ انسانوں یا جانوروں کے لیے اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو۔ یا پھل بڑا ہو چکا ہو اور آفات سے بھی محفوظ ہو چکا ہو۔ ان دونوں صورتوں کے حکم کی دو صورتیں ہیں

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ خریدار اس حالت میں پھل کو خرید لے اور فروخت کنندہ یہ شرط لگائے کہ پھل کو ابھی درختوں سے کاٹ لو، اور درختوں پر رہنے کی اجازت نہ دے۔ یہ صورت جائز ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شرط نہ ہو نہ درخت پر پھل رکھنے کی نہ فوراً کاٹنے کی بلکہ شرط کے بغیر بیع کی جائے